انسائیکلوپیڈیا

اولیائے کرام

سلسلہ عالیہ

سہروردیہ ★ قادریہ چشتیہ

قادریہ نوشاہیہ ★ قلندریہ

کے 198 بزرگان دین کی سوانح حیات کا حسین مرقع

تصنیف و تالیف

صاحبزادہ مقصود احمد صابری

عبداللہ اکیڈمی

الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور (پاکستان)

انسائیکلوپیڈیا

اولیائے کرام

سلسلہ عالیہ

سہروردیہ ★ قادریہ چشتیہ

قادریہ نوشاہیہ ★ قلندریہ

کے 198 بزرگان دین کی سوانح حیات کا حسین مرقع

تصنیف وتالیف

صاحبزادہ مقصود احمد صابری

عبداللہ اکیڈمی

الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور (پاکستان)

ISBN-978-969-8904-08-1

نام کتاب ـــــ انسائیکلوپیڈیا اولیاء کرام

سلسلہ عالیہ ـــــ سہروردیہ ★ قادریہ چشتیہ ★ قادریہ نوشاہیہ ★ قلندریہ

تصنیف وتالیف ـــــ صاحبزادہ مقصود احمد صابری

صفحات ـــــ 716

ایڈیشن: ـــــ دوئم، جنوری 2015

ناشر اینڈ پبلشر: ـــــ عبداللہ اکیڈمی (الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور)

قیمت ـــــ

مین اسٹاکسٹ

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ۔ اُردو بازار، لاہور

نوٹ: کتاب ہذا میں اگر کہیں کوئی کمپوزنگ کی غلطی ہو تو ادارہ کو اطلاع فرما کر اپنا دینی فرض پورا کریں تاکہ ان شاء اللہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے۔ شکریہ

عرض ناشر

اولیاء کرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پاکیزہ زندگیوں اور ان کی کرامات کے حوالے سے بہت سے مصنفین و مؤلفین نے اپنے اپنے انداز میں کتب مرتب کی ہیں مگر اس کام میں ابھی بہت تشنگی باقی تھی اولیاء کرام کی سوانح حیات کے موضوع پر ایک مستند اور جامع انسائیکلو پیڈیا کی ضرورت تھی چنانچہ اس عظیم سعادت کو حاصل کرنے کا شرف خادم الفقرا و الاولیاء، محب الاصفیاء و الاتقیاء صاحبزادہ مقصود احمد صابری صاحب کو ہوا جنہوں نے شبانہ روز پندرہ برسوں کی مسلسل محنت، تحقیق، مشاہدے اور عرق ریزی کے بعد بزرگان دین کی سوانح حیات پر مشتمل ایک حسین مرقع انسائیکلو پیڈیا کی شکل میں تالیف کیا جو کہ اہل علم، متلاشیان حق اور اولیاء کرام سے محبت رکھنے والوں کے لیے ایک منفرد و اعلیٰ تحفہ ہے۔ جس کا مطالعہ ہر ایک کے لیے سکون و راحت قلبی کا باعث ہے اس کے مطالعہ سے صراط مستقیم کی روشن شاہراہ دکھائی دیتی ہے جو منزل حقیقی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

برصغیر کی تاریخ میں اولیاء کرام کی سوانح حیات کے بارے میں محققانہ انداز میں نہایت اچھے پیرائے و اسلوب اور تحریر کی تمام تر خوبیوں کے ساتھ لکھے گئے اس عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا کو دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ پہلی مرتبہ شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ خوبصورت انسائیکلو پیڈیا چھ حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھنے والے اولیاء کرام کی زندگیوں اور انسانیت کی رہنمائی کے حوالے سے ان کی خدمات کا بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں سلسلہ نقشبندیہ کے اولیاء کرام کی حیات طیبہ کا نہایت متاثر کن اور جامع تذکرہ ہے۔ تیسرے حصے میں چشتیہ صابریہ و چشتیہ نظامیہ کے اولیاء کرام کی حیات مبارکہ کے روحانی پہلو اجاگر کیے گئے ہیں۔ چوتھے حصے میں سہروردیہ، قادریہ چشتیہ سلاسل کے اولیاء کرام کی سوانح حیات کو صفحات کی زینت بنایا گیا ہے۔ پانچواں حصہ قادریہ نوشاہیہ اور قلندریہ سلسلے کے اولیاء کرام کی سوانح حیات پر مشتمل ہے جبکہ چھٹے حصے میں چشتیہ تاجیہ، وارثیہ، اویسیہ سلاسل کے بزرگان دین کی پاکیزہ زندگیوں ان کی کرامات اور خدمات اسلام کا نہایت خوبصورت بیان کیا گیا ہے۔

بزرگان دین کی سوانح حیات کے اس حسین مرقع کو انسائیکلو پیڈیا کی شکل میں تصنیف کرنا بلاشبہ صاحبزادہ مقصود احمد صابری دامت برکاتہم العالیہ کی ایک بہت بڑی کاوش اور دینی خدمت ہے۔ برصغیر میں اردو زبان میں پہلی مرتبہ اس انسائیکلو پیڈیا کو پیش کرنے کی سعادت بھی حسب روایت ادارہ ہذا "مشتاق بک کارنر" کو حاصل ہوئی ہے جو صرف اور صرف اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور قارئین کی محبت اور ان کی ہماری کتب کی پسندیدگی و پذیرائی کے باعث ممکن ہوئی۔

ناشر

دعا

اے خالقِ ارض و سما، بہرِ جنابِ مصطفےٰؐ
ہر دو جہاں میں کر عطا مجھ کو وِلائے مرتضےٰؑ

حسنینؑ کا طالب رہوں زین العباؑ کا نام لُوں
باقرؑ کی الفت میں مروں جعفرؑ کی ہو مجھ پہ عطا

کاظمؑ کے صدقے سے مرے حُبِّ رضاؑ دِل میں رہے
سیّد تقیؑ کے جام سے دست نقیؑ سے مَے پلا

عسکری سیّد حسنؑ مجھ پر رہیں سایہ فگن
مہدیؑ امامِ ہر زمن کرتے رہیں جُود و سخا

امیر صابری کہہ برملا بارہ اماموں کی وِلا
دیتی ہے اللہ سے مِلا ہے ضامنِ روزِ جزا

ازقلم

حمد باری تعالیٰ

خیال کر کے جو میں نے دیکھا اسی کی صورت چمک رہی ہے
اسی کا نقشہ ہے چار جانب اسی کی رنگت دمک رہی ہے
تمہارے فیض قدم سے جاناں ہوا ہے سر سبز عالم
تمام اس گلشن جہاں میں تمہاری خوشبو مہک رہی ہے
نہ دور جائے گا چارہ سازو عبث تمہاری ہے فکر و کوشش
کسی حسیں کی یہ نوک مژگاں ہمارے دل میں کھٹک رہی ہے
یہ باغ عالم میں رنگ دیکھا ہے غمگیں کوئی ہے خنداں
کہیں ہے شور فغان قمری کہیں یہ بُلبُل چہک رہی ہے
عجب طرح کی یہ کشمکش ہے کہ ہم ہے انتظار جاناں
کمر کو باندھو اُٹھاؤ بستر و اجل سرہانے یہ بک رہی ہے
بسی گُلوں میں اسی کی بو ہے میری وشوں میں اسی کی خو ہے
بتوں کے پردے میں دیکھا اوگھٹ اسی کی صورت مہک رہی ہے

از قلم حضرت حاجی اوگھٹ شاہ وارثی

نعت شریف

ایک ہی کام ہے کرنے کا، ہمیشہ کرنا
وِرد ہر آن فقط صلِّ علیٰ کا کرنا

مجھ پہ پھر لطف و کرم شاہِ مدینہ کرنا
پھر عطا اِذنِ حضوری میرے آقا ﷺ کرنا

آنکھ سے اشک جو ٹپکے تھے ندامت کے سبب
میری بخشش کا اُنہیں ایک بہانا کرنا

آپ ﷺ کے رب کا میں بندہ ہوں، غلام آپ ﷺ کا ہوں
"حق تو میرا بھی ہے، رحمت کا تقاضا کرنا"

فکرِ اُمت میں وہ اشکوں کا سفر صبح و مسا
اِس کی بخشش کے لیے ہاتھ اُٹھایا کرنا

لے کے سامان نبی ﷺ ساتھ ضعیفہ کے چلے
یوں سکھایا ہمیں اغیار کو اپنا کرنا

روزِ محشر جو سَوا نیزے پہ ہو گا سورج
اُس گھڑی سرورِ دیں مجھ پہ بھی سایہ کرنا

ثانیِ اثنین کے نینوں پہ مرے نین نثار
جن کا معمول تھا طوفِ رُخِ زیبا کرنا

آپ ﷺ نے لاج رکھی نوؔر کی آقا ﷺ ہر دم
لاکھ چاہا اُسے اَغیار نے رُسوا کرنا

حافظ نور احمد قادری: اسلام آباد

قطعہ تاریخ اشاعت (از قلم)

نامور ادیب و محقق ممتاز شاعر **صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی سیالوی** ایم اے

اصدق التواریخ گلدستہ اولیاء

۲۰۱۰

گ ☆ گوہر کانِ علم و خلوص و وفا
پیر مقصود احمد خجستہ لقا

ل ☆ لائق داد و تحسین ہے ذات آپ کی
عاشقِ مصطفیٰ ہیں محب خدا

د ☆ دولتِ دین و دانش سے ہیں مالا مال
عظمت کلک و قرطاس سے آشنا

س ☆ سامنے ہے مِرے اِک کتاب آپ کی
ہے صحیفہ یہ پاکیزہ احوال کا

ت ☆ تیرگی میں جہالت کی ہے شمعِ نُور
مثل نیّر ہر اک لفظ ہے پُرضیا

ہ ☆ ہوگی مقبول شرق و غرب یہ ضرور
روشنی اس سے پائیں گے شیخ و فتا

ا ☆ اک اضافہ ہے سیرت نگاری میں خوب
سب سلاسل کا نشان اِس سے ظاہر ہوا

و ☆ واقعی ہے یہ تالیف اِک شاہکار
ہے یہ احسان اہل سنت پر بڑا

ل ☆ لحہ لحہ رہیں دہر میں ارجمند
آپ کو حق سے عُمرِ خضر ہو عطا

ی ☆ یہ یقیناً ہو گی توشۂ آخرت
وجہِ غفران بنے گی یہ روزِ جزا

ا ☆ اس کا سالِ رسا کہہ دو فیض الامین
پُر تو نور گلدستہ اولیاء

۱۴۳۱

صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی سیالوی ایم اے
سجادہ نشین مونیاں شریف ضلع گجرات

نذرانہ عقیدت

مبلغ القرآن، گنج حقیقت برہان شریعت
شیخ الاتقیا، قدوۃ الاصفیاء، قمر المشائخ

حضرت الحاج
حافظ قمر الدین چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ مظہری

کے حضور پیش کرتا ہوں

جن کی نگاہ ولایت سے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کو فروغ ملا
اور اس خطہ میں عشق و محبت کے دیپ روشن ہوئے

انتساب

شیخ المشائخ، آفتاب و ماہتاب شریعت، بلبل بستان صابریت
رونق بزم عاشقاں، فخر صابریت، پیر طریقت، رہبر شریعت

حضرت پیر مدظلہ العالی
صاحبزادہ شمیم صابر صابری

سجادہ نشین دربار عالیہ گلزار صابری کلس شریف
ملکوال ضلع سرگودھا

کے نام کرتا ہوں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

قطعہ تاریخ کتاب (از قلم)

معروف ادیب و محقق مخدوم اہل سنت جناب

عبدالقیوم طارق سلطانپوری صاحب مدظلہ العالی

کی رقم مقصود احمد صابری نے ایک اور بے مثال و طرفہ جامع کتابِ معرفت
کی رقم مردانِ حق کی یاد میں اس نے کتب قابل صد فخرِ اہل حق ہے اس کی شخصیت

خاندان علم و عرفان کا ہے وہ ممتاز فرد — ہے مُسلم دہر میں اس کا مقامِ تمکنت
وہ مُفسر وہ محقق و قلم کارو ادیب — اس کے پیکر کی ہے دیدہ زیب و دلکش ہر جہت
معتبر اہل قلم اس کے ہنر کے معترف — اس کے واصف نامور علم و معرفت
اس کی ہر تحریر ہے ذوق آفریں و کیف بخش — اس کے خاصہ کا ہے ہر نقشِ حسیں بامنفعت
اس کی عمدہ تر کتابوں سے بخوبی ہے عیاں — اس کی تصنیفی مہارت اس کی تخلیقی سکت
یہ کتاب نو عظیم اربابِ حق کا ذکرِ خوب — اہلِ دل اہلِ نظر دیکھیں تو اس کی خاصیت
اس میں شامل جھلکیاں ان کی حیاتِ پاک کی — صالحین و متقی جن کے لئے عاقبت
اولیاء بارہ سلاسل بصد شانوں شکوہ — جلوۂ اس میں ہیں والا شاہ و عالی مرتبت
اس صد تحسین و تبریک اس کو بے حد آفرین — یہ دعا دی وہ رہے یارب بخیر و عاقبت

اس کتابِ خوب کی طارق کہی تاریخ چاپ
یہ ہے نادر مجلسِ فیضانِ علم و معرفت

2010ء

دلدادۂ چراغِ چشت — باحُب خوبانِ چشت

1955ء — ۱۳۷۵ھ

تقریظ از قلم

شہنشاہ خطابت مبلغ عالم اسلام پاسبان مسلک مجددیہ

حضرت پیر سیّد محمد شبیر علی شاہ گیلانی

نقشبندیہ مجددی مدظلہ زیب سجادہ چورہ شریف

نحمدہ ونصلی علی رسول الکریم: امابعد و بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ۔اس دنیا فانی میں مختلف خیال کے لوگ آئے اپنا کام کیا اور چلے گئے کچھ وہ نفوس قدسیہ بھی میرے رسول کریم کی امت کامل سے آئے جن کے آنے سے بہار آئی اور جن کا تعارف رب کریم نے ان مبارک لفظوں میں فرمایا کہ وہ میرے دوست ہیں۔ پھر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میرے معاملہ میں وہ قسم اٹھائیں تو پوری کرنی پڑتی ہے سبحان اللہ مخبر صادق پاک نے مزید پھر ارشاد فرمایا کہ وہ پاکیزہ گروہ میرے قباء کے نیچے ہے کوئی غیر نہیں دیکھ سکتا ہاں مگر جن کے دل میں محبت ہوگی۔

زندہ جاوید ہے اللہ والوں کا گروہ

کے مصداق وہ زندہ جاوید ہیں آج جو دینِ متین ہم تک پہنچا ہے۔ یہ انہی کا صدقہ و خیرات ہے ورنہ ہم کہاں ہوتے۔ اسی گروہ میں کہیں تو والی بغداد سرکار نظر آتے ہیں کہیں غریب نواز کا پرچم لہرا رہا ہے کہیں سرکار گنج بخش لاہوری۔ کہیں سرکار۔

مجدد پاک کہیں سرکار میاں میر کامل پیر کہیں خواجہ بختیار ہیں۔ ہندالولی کن کن کا ذکر کریں

ہر گل را رنگ و بو دیگر است

اسی گروہ کا ایک دیوانہ مستانہ وار چل رہا نہ گھر کا فکر نہ معاش کا فکر نہ سواری کی خبر نہ کسی کا غم ہے۔ سبحان اللہ دل میں اشتیاق ہوا کہ اس دیوانہ صابری کو دیکھوں۔ محض خیال تھا تصور تھا جب ملاقات ہوتی تو دل باغ باغ ہو گیا۔ وہ صابری دیوانہ صاحبزادہ مقصود احمد صابری ہے۔ جو چل رہا ہے۔ جس کی محنت سے کئی کتابیں قارئین کی نظر سے گزر چکی ہے آج یہ خوبصورت محبت اور عقیدت اولیاء سے بھرپور انسائیکلوپیڈیا اولیائے اکرام آپ کی نظروں کے سامنے ہے۔ کیا محبت ہے کیا عشق ہے کسی چیز کی فکر نہیں۔

کبھی گاڑی پہ کبھی کبھی موٹر سائیکل پر اور کبھی پاپیادہ اولیاء کاملین کے مزاروں پہ بوسہ زنی کرنا۔ بہت محبت ہے۔ بہت محنت ہے اس دور میں خط لکھنا مشکل ہے تو یہ دیوانہ کتابیں لکھ رہا ہے۔ خدا قبول فرمائے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا ہے۔

رب کریم ان پاک بازوں کا صدقہ دیوانہ صابری کی یہ منزل آسان فرمائے۔

دعا گو

سیّد محمد شبیر علی شاہ گیلانی (چورہ شریف)

تقریظ از قلم

رئیس المناطقہ امام المدرسین

حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی صاحب مدظلہ العالی

مہتمم دارالعلوم انوار رضا ڈھوک منگٹال راولپنڈی و برمنگھم برطانیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلاً آخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ الرَّؤُفِ الرَّحِیْم

حضرات گرامی! سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اوران کے منصب نبوت کے فضائل وفواضل کو جیسے اولیائے کرام نے جانا پہچانا اور مانا یوں کوئی دوسرا نہ جان سکا حتیٰ کہ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے سرکار کے بارے میں قدمِ اضافی کا قول تک بھی کیا ہے۔تو یوں وارثان علوم نبوت درحقیقت اولیائے کرام ہی قرار پائے۔ جن سلاسل اربعہ بشمول ان ہی میں سے تخرج شاخیں اور کونپلیں علوم و فیضان نبوت کی جن میں سے ''گلدستہ اولیاء'' میں فاضل مؤلف نے بارہ سلاسل سے کو شامل فرمایا اور انتہائی جانفشانی، عرق ریزی، کثرت مطالعہ، غایت عقیدت میں رہ کر کتاب کو ترتیب دیا اور 1200 بزرگوں کی سوانح حیات کا ایک انمول ذخیرہ جمع کر ڈالا۔زیادہ نہیں تو کم از کم اس صدی کا یہ وسیع وعریض کبیر وعظیم کارنامہ قرار دیا جاسکتا ہے۔منصۂ شہود پر آنے کے بعد کافی کتب سے یہ قاری کو بے نیاز کردے گی اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کی کاوش کو درجہ قبولیت بخشے اور قارئین کو استفادہ اور اس پر عمل پیرا ہو کر اس مقدس گروہ سے مستفیض ہونے کا اہل قرار دے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

خویدم اہل تصوف

محمد سلیمان غفرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روشنیوں کا سفر

انسائیکلوپیڈیا اولیائے اکرام

(کے مولف صاحبزادہ مقصود احمد صابری کا مختصر سوانحی خاکہ)

از قلم: راشد حمید کلیامی

(قومی ایوارڈ یافتہ مصنف وفاقی وزارت تعلیم، حکومت پاکستان)

1

خدا کی بنائی کائنات بہت وسیع ہے۔ اس کائنات میں جاندار اور بے جان مخلوقات لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ہر شے اپنے اپنے دائرے میں ہمیشہ حرکت کرتی اور اپنے اپنے مدار میں گھومتی رہتی ہے۔ حرکت زندگی کی علامت ہے اور سکون موت کی۔ لیکن جزوی اختیارات کی حامل مخلوق ''انسان'' کی چاہتیں اور آرزوئیں بھی انوکھی اور نرالی ہیں۔ انسان زندگی کا دوام بھی مانگتا ہے اور سکون کی چاہت بھی اسے سکون نہیں لینے دیتی۔ سب کچھ عطا کرنے کا وصف رکھنے والی ربّ کی ذات، انسان کی ان دونوں تمناؤں کی تکمیل اپنے جن خاص بندوں کے توسط اور توسل سے کرتی ہے، انہیں انبیاء اور اولیاء کے ناموں سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کی حیات کا ہر ثانیہ اور جن کی شخصیت کا ہر زاویہ، جن کی تعلیمات کا ہر عقدہ اور جن کے پیغام کا ہر نکتہ بندے کو اس کے خالق سے ملوا کر اسے دائمی حیات اور ابدی سکون کی سوغات عطا کرتا ہے۔

زمانہ مصدق اور انسانیت گواہ ہے کہ دنیا کی کسی بستی کے کسی کوچے میں اور کسی نگر کے کسی آنگن میں، کم نصیبی اور لاچارگی کا روگ

لے کر جب بھی انسانوں کا کوئی گروہ اپنی اُجڑی جھوک، اپنی ویران روح اور بے سکونی کی سلوں تلے پسے اپنے دل کے ٹکڑوں کو اپنے دریدہ دامن اور شکستہ و مجروح ہاتھوں میں سمیٹ کر کھلے آسماں کے نیچے کھڑا ہوا اور آسمانوں کے مولا کو اپنے رخساروں پہ سجے آنسوؤں کے ستارے پیش کیئے تو ان ستاروں کی چمک ماند پڑنے سے پہلے ہی کریم رب نے اپنے کسی محبوب بندے کو سکون کا بیوپاری اور دلوں کا سوداگر بنا کر وہاں بھیج دیا۔ پھر کیا تھا؟ دیکھتے ہی دیکھتے ہجوم لگ گیا۔ نفرتوں کے مقابل محبتیں بٹنے لگیں۔ تشنگیوں کے ٹُوٹے کاسے لے کر، سیرابیوں کے بھرے ساغر تقسیم ہونے لگے۔ جان کُنی کے بجائے حیات آفرینی کے سودے ہونے لگے، شخصی امتیاز کی کرسیں، روحانی مساوات کی قمریوں سے مات کھانے لگیں۔ بے سکون، ٹُوٹے دلوں کی دراڑوں پہ یادِ خدا کا مرہم رکھ دیا گیا اور روح کی اُجڑی کھیتیاں، فضل باری کی برکھا سے شاداب ہو کر لہلہانے لگیں۔

امام الانبیا ﷺ کے بعد اولیائے کرام کی ذواتِ اعلیٰ صفات ہی ہیں جنہوں نے دلوں کی دنیا میں قائم خیر کی حکومتوں کو دوام اور استحکام بخشا۔ یہی پاکانِ امت ہیں جو اپنی پوری ظاہری حیات، گدڑیوں میں یا پھر پتھر کی سِلوں پہ بیٹھ کر، بارگاہِ صمدیت میں اپنی انا اور خواہشوں کو نثار کر، بے سکون دنیا کے باسیوں کو اطمنان کی جنتوں سے متعارف کرا گئے۔ یہی وہ سعید روحیں ہیں جن کی قبروں پر جلنے والے دیے آج بھی طالبانِ حقیقت اور تشنگانِ معرفت کے دلوں کی بے قرار بستیوں میں یادِ مولا اور اتباعِ سنّت کے چراغ اُجالتے ہیں۔ یہی وہ آشنائے نسخہ ہائے حیات ہیں جن کی قبریں جیتی ہے، جن کے مقبروں میں جمع دھول خاکِ شفا اور جن کے مزاروں پہ رکھے پھول اور پتھر بصارتوں کے حجاب اور دلوں کے آزار مٹا دیتے ہیں۔

2

راولپنڈی کنارے، ایک شخص خدامست، سجادہ بچھائے، چھوٹے سے بوسیدہ کمرے میں گذشتہ کئی سالوں سے بیٹھا اپنے بیگانے کو گلے لگاتا، ہر آنے والے کو کھانا کھلاتا، ہر دم مسکراتا اور اپنی دھن میں مگن ایک ہی گیت گاتا چلا جا رہا ہے کہ

دل کے ٹکڑوں کو بغل بیچ لئے پھرتا ہوں
کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں؟

یہ درویش مقصود احمد صابری ہے۔ اور کسی چارہ گر کو ڈھونڈنے نکلا تو اَن گنت بندگانِ پاک طینت کی زندگیوں کے روشن تر حوالے ساتھ ڈھونڈ لایا۔ بزرگانِ دین کی سیرۃ و سوانح جمع کرنے کا شوق دل میں اُٹھا تو اسے عشق کی چنگاری نے آن لیا۔ پھر پاکستان کے شہر اور دیہات، قصبے اور مضافات میں سے کوئی ایسا نہ تھا جہاں کی خاک اس درویش نے نہ چھانی ہو۔ پاکستان اور ملحقہ ممالک کا کوئی سجادہ ایسا نہ ہوگا جس پہ بیٹھنے والے شیخ نے درویش کو اپنے سامنے کھڑا نہ پایا ہو۔ وطن عزیز کی کوئی ایسی درگاہ نہ ہوگی جس کی چوکھٹ پہ درویش نے

محبت وادب کے نذارنے پیش نہ کئے ہوں۔ روحانی دنیا کے بغدادی تاجدارؒ سے لے کر ''پکھیوں والی سرکار'' جیسے حوالوں سے پہچانے جانے والے لاتعداد بے نام شہنشاہانِ بے سریر و بے تاج کے احوال، روحانی تصرفات، نظری کمالات، شرعی پابندیوں، سالکانہ اداؤں اور خارق عادات وکرامات کو قرطاس وقلم کی زینت بناڈالا۔ ایک دہائی کے محدود دورانیے میں تیرہ ہزار سے زائد صفحات صوفیۂ کاملین کے خداپرستانہ جذبوں کی نذر کردیئے درویش نے بزرگانِ دین کی پاکیزہ حیات اور مطہر زندگیوں پہ جتنا لکھا اردو لکھائی کی تاریخ میں اس کی مثال ڈھونڈے سے نہ ملے گی۔

3

صاحبزادہ مقصود احمد صابری کو اپنے دل کے ٹکڑوں کے علاج کیلئے کسی چارہ گر کی تلاش ہوئی تو وہ تحصیل وضلع راولپنڈی کے دورافتادہ گاؤں ماڑی بنگیال پہنچے اور بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ سے اکتسابِ فیض کرنے والی عظیم ہستی، پیکرِ صبرورضا، منبع رشد وہدیٰ حضرت صاحبزادہ حاجی منیر احمد صابری رحمتہ اللہ علیہ کی معہدِ تربیت میں وقت گزارنا شروع کیا۔ عشق کی تپش دو آتشہ ہوئی تو 23 دسمبر 1995ء کو سلسلۂ چشتیہ میں شیخ کے ہاتھ پر بیعتِ توبہ کرلی۔ یہ بیعت درحقیقت منزل تھی اُس راستے کی جس راستے کو آپ کے والدگرامی اور ان کے پیر بھائی قمر المشائخ الحاج حافظ قمرالدین چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے لیئے آپ کے بچپنے میں تلاشا تھا۔

مرشد کے ہاتھ ''بِک'' جانے کے بعد مرشد کی ایک نگاہ نے ہی دل کا قصہ تمام کردیا اور جذب وذوق اور عرفان وآگہی کے ایسے دروازے کھول دیئے جہاں سے ہمیشہ محبتِ اولیاء کی ہواؤں کا گزر رہتا رہے گا۔ صاحبزادہ مقصود احمد صابری نے اپنے شیخ سے بے پناہ عقیدت اور محبت وارادت کے بے پایاں جذبے اپنے دل میں سمیٹنا شروع ہی کیے تھے کہ آسمانِ طریقت کا یہ مہرِ تاباں اور گلشنِ تصوف کا گلِ تازہ، طالبانِ راہِ ہدایت تک اپنی مہک اور روشنیوں کے ہمہ دم روشن اور صدا بہار، اَن گنت ہالے چھوڑ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گیا، مرشد سے جدائی نے آپ کو بے قرار و بے تاب کیا تو آپ جلوتوں کی گہما گہمی سے کنارہ کش ہوگئے۔ اور خلوتوں کا نور سمیٹنا شروع کردیا۔ دیپ سے دیپ جلا، پروانے جمع ہوئے اور اصلاحِ نفس، تزکیہ ذات، تشکیلِ کردار اور ہدایتِ طالبانِ طریقت کے فریضہ کی ادائیگی شروع ہوگئی۔ اس منصب کو نبھانے کی باقاعدہ اجازت تو پیر سید دلدار حسین شاہ قادری گیلانی (نارووال) نے آپ کو والدگرامی کی وفات کے فوراً بعد ہی سلسلہ قادریہ کا خرقۂ خلافت عطا کرکے دے دی تھی لیکن جناب صابری اپنا حلقہ ارادت وسیع کرنے کیلئے کبھی متحرک دکھائی نہیں دیئے۔ باطنی دنیا کے سفر اور سلوک کی راہوں پہ چلتے ہوئے ہدایت کا علم اپنے اردگرد بیٹھے لوگوں کو تھماتے ہوئے جناب صابری نے حد درجہ احتیاط کو اختیار کیا اور ہمیشہ اپنے مرشد اور اولیائے کاملین سے استمداد کرتے رہے۔ مشکلات سہیں اور تنگیوں کو کشادہ روئی سے برداشت کیا۔ دکھوں اور آلام کو عزیز جان جانا۔ فقر کی آزمائشوں سے خوب پنجہ آزمائی کی۔ والدگرامی کی عنایات بھری روحانی نگاہ بھی

زیست کی الجھنوں اور حیات کی تلخیوں میں ہمیشہ جام وجلا کا کام دیتی رہی۔

راہ ہموار جو ہوتی تو بھٹک جاتے ہم
ہم کو چلنے کے ہنر، ٹھوکریں کھانے سے ملے

﴿4﴾

وہ لمحے اور خطے اپنی قسمت پہ ناز کرتے ہیں جن میں اور جہاں کوئی ایسا انسان جنم لیتا ہے جو کارگاہِ زیست میں لگاتار جدوجہد سے دکھوں کی جھاڑیوں پہ شادمانیوں کے پھول اگاتا ہے۔ اور اشک چھلکاتی آنکھوں میں مسرتوں کی چمک لاتا ہے۔ بزرگانِ دین کی زندگیوں کے نادیدہ گوشے عام انسانوں کے سامنے لا کر صاحبزادہ مقصود احمد صابری نے بلاشبہ سکون وراحت کی ایک بہار قائم کر دی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلد اور امام احمد رضا خان فاضل بریلویؒ کے پیروکار، چشتیہ صابریہ سلسلہ کی روایات کے امین اور سروہی راجپوت کا خاندانی پس منظر رکھنے والے صاحبزادہ مقصود احمد صابری 11 اگست 1955ء (۱۱ ذی الحج ۱۳۷۵) کو راولپنڈی شہر کے ایک علاقہ جھنگی محلہ میں پیدا ہوئے۔ صاحبزادہ جمیل اختر صابری سجادہ نشین دربار عالیہ صابریہ صدیقہ نے آپ کا قطعہ تاریخ پیدائش یوں رقم کیا ہے

ہجری تیرہ سو پچھتر اور دن تھا سوموار	ایسے میں پیدا ہوئے ایک پسرِ نامدار
اور صدائیں چار سو آئیں مبارکباد کی	حافظ فیض محمد کا گھر ہوگیا پُر بہار
اے جمیل صابری اس عالمِ بے بدل کا	نام مقصود احمد رکھا، مقصود تھا ہر چہار

نامور قلمکاروں نے صاحبزادہ مقصود احمد صابری کی تاریخ پیدائش ہجری وعیسوی کا استخراج یوں کیا ہے۔

''خاکپائے درمخدوم صابرنواز''	______	1955ء	(میاں غلام فرید وارثی لاہور)
''خادمِ فقراء میاں مقصود احمد صابری عفی عنہ''	______	1955ء	(صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی)
''صاحبِ دردِ عشق مقصود احمد صابری''	______	1375ھ	(صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی)
''دلدادۂ چراغ چشت''	______	1955ء	(عبدالقیوم طارق سلطان پوری)
''باحبِ خوبانِ چشت''	______	1375ھ	(عبدالقیوم طارق سلطان پوری)

صاحبزادہ مقصود احمد صابری کے والد گرامی حضرت مولانا فیض محمد چشتی صابری، صاحبِ طریقت بزرگ اور اعلیٰ علم وفضل کے حامل عالم

دین تھے۔ جو ضلع سہارنپور یوپی انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے تھے۔ جناب صاحبزادہ نے تحصیلِ علوم دینیہ کا آغاز اپنے والدِ گرامی کے مدرسہ تجوید القرآن سے کیا۔ اور ساتھ ہی عصری علوم کے حصول کیلئے مقامی سکول میں داخلہ لے لیا۔ جامعہ نعیمیہ غوثیہ گجرات سے درس نظامی کی سند لی۔ جبکہ علامہ مختار احمد نعیمیؒ، شیخ الحدیث علامہ محمد یعقوب ہزارویؒ اور مفتی مختار احمد درانیؒ سے الگ الگ دورہ تفسیر القرآن کیا۔ علاوہ ازیں امام المناطقہ مفتی محمد سلیمان رضوی مدظلہ سے بھی کسبِ فیض کیا۔

5

عِلم جب زور کرتا ہے تو اظہار چاہتا ہے اور سجادہ و منبر علم کے اظہار کا ہمیشہ سے موثر ذریعہ رہے ہیں۔ سجادہ و منبر سے اُٹھنے والی آوازوں نے ہزاروں دلوں کیلئے خداشناسی کے اسباب مہیا کئے، لاکھوں دماغوں کو معرفت کے نور سے جلابخشی اور کروڑوں پیشانیوں کو سجدہ ریزی کی لذت سے آشنا کیا، انہی آوازوں کو سن کر کانوں کو حق کی پہچان ملی اور آنکھوں کو یادِ محبوب ﷺ میں رونے کا ہنر آیا لیکن اس بات پر مزید تحقیق کی ضرورت نہیں کہ اصل زور لفظوں میں نہیں کردار میں ہوتا ہے۔ وہ الفاظ جن کی صداقت کی گواہی لفظ ادا کرنے والے کا کردار نہ دے اُس پھیری والے کی بولی کی طرح ہیں جو گندہ اور بے کار پھل بیچنے گلیوں میں نکل آتا ہے۔ صاحبزادہ مقصود احمد صابری نے تحصیل علم کے بعد 1979ء میں 24 سال کی عمر میں پہلی مرتبہ منبر رسول ﷺ پہ قدم رکھا۔ دل دھڑکا اور آنکھیں ڈبڈبائیں کہ اس منصب کے تقاضے نبھانے کی اہلیت بھی ہے کہ نہیں؟ مرشد کی نگاہ اور والد کی توجہ نے سہارا دیا۔ اور غوث اعظم روڈ راولپنڈی کی جامع مسجد غوثیہ میں امامت و خطابت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ پھر راولپنڈی کے مختلف علاقوں ڈھوک حسو، مورگاہ، چٹہ موڑ مری، خیابان سرسید، بنی چوک، کمال آباد، دھمیال کیمپ، میرا کلاں، اور حاجیا گلی ایبٹ آباد میں خطابت کی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ 1980 میں آپ رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے 1988ء میں صاحبزادہ مقصود احمد صابری کو اپنی زندگی کی محنت شاقہ اور اپنی حیات کی شب زندہ داریوں کا صلہ ربِ قدوس نے اس طرح سے دیا کہ غوث اعظمؒ روڈ (سابقہ چکری روڈ) پہ آپ کو معیاری درسگاہ کے قیام کیلئے ایک قطعہ اراضی تفویض کر دیا۔ بنیادی تعمیراتی کام دو سال میں مکمل ہوا اور جامعہ اسلامیہ فیض القرآن کے نام سے ایک پروقار درسگاہ قیام پاگئی۔ 11 اپریل 1992ء کو محدث کبیر شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی فیصل آبادیؒ کے ہاتھوں اس درسگاہ کا افتتاح ہوا۔ جامعہ سے منسلک جامع مسجد اکبری صابری میں خطبہ جمعہ اور جامعہ میں درس و تدریس کی مصروفیات آج بھی جناب صابری کے معمولات کا حصہ ہیں۔

6

قربِ الٰہی کی اُمنگ جب انسان کے سینے میں جالیتی ہے تو انسان دیوانہ وار دوڑنے اور بھاگنے لگتا ہے۔ یہ وہ کسک ہے جو کبھی انسانوں

کے وجود میں نمو پاتی، کبھی دل سے اٹھتی، کبھی آنکھوں سے اُمڈتی، کبھی رخساروں سے پھوٹتی اور کبھی دماغوں میں ابلتی ہے۔ اس جوہر کی تلاش، انسان کو قریہ قریہ گھماتی اور جنگل جنگل بساتی ہے۔

اسی لعلِ انمول کی تلاش میں جناب صابریؒ، مزارات پہ حاضری کو اپنا وطیرہ اور اپنا معمول بنائے رکھتے ہیں۔ لیکن مَن میں دبی آگ جب شعلوں کا روپ دھار کر سوچوں کی شکل میں باہر نکلتی ہے تو ایک مقام پر قرار مشکل ہو جاتا ہے۔ صاحبزادہ مقصود احمد صابری پاکستان بھر کے اہل اللہ کے مزارات پہ حاضری کے بعد دسمبر 1975ء میں مسقط کا رخ کرتے ہیں۔ جہاں چھ ماہ کے اپنے قیام میں متعدد انبیائے کرام کی قبور پر حاضری کا شرف حاصل ہوتا ہے ساتھ ہی ساتھ کئی ماہ تک مسلسل، روزانہ حضرت عمران علیہ السلام کے مزار پُر انوار پہ حاضری اور ختم خواجگان پڑھنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

دسمبر 1983ء میں آپ نے پڑوسی ملک بھارت کا دورہ کیا اور اپنے خاندان کے افراد سے ملاقاتوں کے علاوہ مظفرنگر، دیوبند، دہلی، مہرولی، میرٹھ اور کلیر شریف کے بزرگوں کے مزارات پر حاضری ہوئی۔

1995ء میں حکومت ایران کی دعوت پہ آیت اللہ خمینی کی برسی میں شرکت کے لئے ایران گئے۔ اپنے وفد کے قائد کی حیثیت سے خمینی کے مزار پر حاضری دی۔ جبکہ دیگر مزارات کے علاوہ مشہد میں حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے مزارِ پُر انوار پر حاضری نصیب ہوئی۔

1997ء میں سرکاری پروٹوکول کے ساتھ شام کا دورہ کیا اور متعدد صحابہ، تابعین اور آئمہ مجتہدین کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ یہاں پہ آپ کی ملاقاتیں مفتیٔ اعظم شام اور نائب مفتیٔ شام سے رہیں۔

1999ء میں متحدہ عرب امارات کا دورہ کیا اور علماء و مشائخ سے ملاقاتیں ہوئیں۔

1983ء اور پھر چودہ برس کی فرقت کے بعد 1997ء میں ادائیگی عمرہ کے سفر میں جناب صابری اپنی ہچکیوں، آہوں اور آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرنے اُس بارگاہ میں پہنچے، جہاں زمانے کی بادشاہت کی خیرات بٹتی ہے۔ جہاں بے نواؤں کو نوائے اثر ملتی ہے۔ جہاں لاچاروں کو حیات کی نوید عطا ہوتی ہے۔ وہ بارگاہ جہاں من کی سیاہیاں اور دل کی کالکیں نبوت کے نور سے دُھل کر ہدایت کے سرچشموں میں بدل جاتی ہیں۔ جہاں حُسن و جمال کے سارے آئینے اور خوبی و کمال کے تمام پیمانے ٹوٹ جاتے ہیں۔ جہاں احساسات کو جداگانہ آواز اور دھڑکنوں کو نئے نئے انداز ملتے ہیں۔ جہاں سے خدا تک پہنچنے کے ہر رستے کی ابتداء ہوتی ہے اور جہاں پہ عقیدت و محبت کے ہر انداز کی انتہا ہوتی ہے۔ وجود میں مچلتی آرزوؤں اور آنکھوں سے اُمڈتی التجاؤں کی گٹھڑی باندھ کر جناب صابری قدمین شریفین کی جانب ایک کونے میں سمٹے اور انتہائے ادب کے ساتھ گٹھڑی آگے کو بڑھا دی۔ آنسوؤں کا نہ تھمنے والا سلسلہ اور سسکیوں کا نہ رکنے والا مرحلہ جاری تھا۔ اپنی ذات، پیارے وطن اور امتِ رسول ﷺ کیلئے دعائیں، لفظوں کا روپ دھار رہی تھیں۔ جناب صابری نے اپنے کانپتے ہاتھوں، لرزتے ہونٹوں اور ڈوبتے دل کے ساتھ اپنی حیات کا مقدمہ پیش کیا کہ

حضور ﷺ دہر میں آسودگی نہیں ملتی   تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی

اور

ترا وصال جو ملتا تو ہم کہاں ہوتے؟   ہمیں تو تیری کمی نے سنبھال رکھا ہے

7

انسان کے بول اور تحریر دونوں اہم ہوتے ہیں۔ مگر بول کی عمر بہت کم اور تحریر کی عمر بہت طویل ہوتی ہے۔ خوبصورت آواز، زبان پہ دسترس، بولنے کی صلاحیت سب اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں لیکن لکھنے کی صلاحیت کا کوئی بدل نہیں۔

صاحبزادہ مقصود احمد صابری کو اللہ تعالیٰ نے تحریر کی قوت میں سے حصۂ وافر عطا فرمایا ہے آپ مسلسل مطالعے اور لگا تار لکھنے کے خوگر ہیں۔ تحقیق، جستجو اور علمی مواد کو جمع کرنا آپ کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ محبوبانِ خدا کی زندگیاں آپ کی تحریروں کا محبوب عنوان ہیں یہی وجہ ہے کہ جو کچھ لکھا، کم وبیش اسی عنوان پہ لکھا۔ تحریر میں سلاست اور تحقیق کا رنگ نمایاں ہے اپنی تحریروں میں تصوف کے بعض پیچیدہ مسائل پہ بہت کھل کر بات کی ہے۔ بزرگان دین کے اُحوال کے تناظر میں علم اسماء الرجال پہ دسترس رکھتے ہیں۔ تحریر کا ہر جملہ محبت اور ادب کی شیرینی لئے ہوئے ہے۔ دوسرے سلاسل کا احترام بھی اُسی طرح ہے جس طرح اپنے سلسلے کا، اپنی تحریر میں کسی بزرگ کو توقیر کے مروّجہ پیمانے سے نیچے لانے کی کوتاہی کبھی نہیں کرتے۔ تصانیف کی تعداد بڑھانے کے بجائے کام کے معیار کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ ''خواجگانِ چشت'' کے نام سے آپ کی پہلی تصنیف، عمر کے ستائیسویں برس 1982ء میں سامنے آئی اور پھر رقم طرازیوں اور قلم کاریوں کا یہ تسلسل ٹوٹنے نہ پایا۔ تذکرہ اولیائے پوٹھوار، گلدستۂ اولیا، تجلّیات خواجگان چشت، تذکرۃ العارفین، صابری انسائیکلوپیڈیا، مجموعہ کراماتِ اولیاء، ارکانِ طریقت اور تصوف کے مسائل اور عظمتِ رفقائے مصطفیٰ ﷺ آپ کی اہم تصانیف میں شامل ہیں۔ مجموعی طور پر لگ بھگ 25 کتب مکمل ہو کر اب تک اہل ذوق کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں۔ جبکہ کئی ایک تکمیل اور طباعت کے مراحل میں ہیں۔ ''انسائیکلو پیڈیا اولیائے اکرام'' یقیناً آپ کی قابل فخر تالیف ہے۔ جو چھ ضخیم جلدوں میں، بارہ سلاسل طریقت کے 1200 سے زائد صوفیۂ کرام کی نفیس زندگیوں، مقدس سیرتوں اور زریں تعلیمات کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ تصنیف اپنے موضوع پر اردو زبان میں سب سے بڑی اور منفرد کتاب حوالہ ہے۔ جس سے محبان طریقت صدیوں تک استفادہ کرتے رہیں گے۔

صاحبزادہ مقصود احمد صابری نے اطلسی کشاکش سے دور ہو کر، ایک ٹوٹے مکان میں رہ کر، تحقیق وتصنیف کی جملہ سہولیات کے بغیر، جماعتوں اور تنظیموں کا سہارا لئے، اور مال وزر کی جھنکار سے مرعوب نہ ہو کر تنِ تنہا وہ کام کر دکھایا جو رُپوں کے ڈھیر، رنگوں اور

پردوں سے لش پش کرتی عمارتیں، تنظیموں کے ہجوم اور خدام کے ٹھٹھ مل کر بھی نہیں کر سکتے۔ بارگاہِ لم یزل کے فضل اور عنایتِ مصطفیٰ ﷺ نے انہیں مخدوموں کی صف میں شامل کر دیا ہے۔ انہوں نے زندگی کی لذتوں، دہن کی حلاوتوں، وقتی کرّ و فر، ظاہری نمود و نمائش، عارضی جاہ و حشم اور مَن چاہی کے مخملیں بچھونوں کو اپنے مشن اور اپنے کام کی خاطر نظر انداز کیا اور فاقہ مستی کا علم لے کر اپنے مقصد کی تکمیل کرتے ہوئے امر ہو گئے۔

صد شکر کہ افلاس کی یلغار میں دانش
فاقہ کوئی توہینِ ہُنر تک نہیں پہنچا

راشد حمید کلیامی
پرنسپل قاسم ہال سکول سسٹم
غازی آباد، کمال آباد روڈ، راولپنڈی کینٹ
20 : 10 : 2010

سلسلہ عالیہ سہروردیہ

سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ

سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ

نمبر شمار	نام	بمقام	سن ہجری	سن عیسوی	صفحہ نمبر
1	حضرت حاجی محمد شاہ نوشہ گنج بخش قادری	ساہن پال شریف ضلع گجرات	۱۰۶۴ھ	1653ء	428
2	حضرت خواجہ فضیل نوشاہیؒ	کابل افغانستان	۱۱۱۲ھ	1700ء	437
3	حضرت پیر محمد سچیار نوشاہیؒ	نوشہرہ شریف ضلع گجرات	۱۱۱۹ھ	1708ء	439
4	حضرت حافظ طاہر محمود مجذوب نوشاہیؒ	گجرات	۱۱۳۶ھ	1723ء	450
5	حضرت شاہ میر قلندر نوشاہیؒ	مسجد شیخ بڈھا لاہور	۱۱۴۹ھ	1736ء	451
6	حضرت حافظ برخوردار نوشاہیؒ	موضع کوریکے سیالکوٹ	۱۱۵۳ھ	1720ء	453
7	حضرت عبدالرحمٰن پاک نوشاہیؒ	بھڑی پاک رحمان گوجرانوالہ حافظ آباد روڈ	۱۱۵۵ھ	1742ء	455
8	حضرت شیخ محمد فاضل نوشاہیؒ	علامہ اقبال روڈ لاہور	۱۱۵۵ھ	1742ء	463
9	حضرت شاہ فرید نوشاہیؒ	ڈھولن وال، لاہور	۱۱۶۶ھ	1752ء	464
10	حضرت میاں عبدالغفور نوشاہیؒ	بستی دانشمند نزد جالندھر مشرقی پنجاب انڈیا	۱۱۸۶ھ	1772ء	466
11	حضرت حافظ قائم الدین برقندازی نوشاہیؒ	پاکپتن شریف	۱۱۸۶ھ	1772ء	471
12	حضرت قاضی سید محمد علی سبزواری نوشاہیؒ	نبرت نزد بستی شیخ درویش جالندھر انڈیا	۱۱۹۴ھ	1780ء	474
13	حضرت میاں عطا محمد نوشاہیؒ	جھنگی ماہی شاہ، دوسوہہ ضلع ہوشیار پور انڈیا	۱۱۹۴ھ	1780ء	475
14	حضرت بابا ماہی شاہ نوشاہیؒ	جھنگی ماہی شاہ مکیریاں ضلع ہوشیار پور انڈیا	۱۱۹۴ھ	1780ء	476
15	حضرت میاں صدرالدین نوشاہیؒ	قبرستان بہاول شاہ ظفروال روڈ سیالکوٹ	بارھویں	صدی ہجری	478
16	حضرت سید میر کلاں بادشاہ نوشاہیؒ	روکھیا شریف تحصیل گوجرخان، راولپنڈی	بارھویں	صدی ہجری	480
17	حضرت فقیر غلام محی الدین نوشاہیؒ	کوچہ فقیر خانہ، اندرون بھاٹی گیٹ لاہور	۱۲۱۴ھ	1799ء	482
18	حضرت میاں جھنڈے شاہ نوشاہیؒ	جھنگی ماہی شاہ، دوسوہہ ضلع ہوشیار پور انڈیا	۱۲۴۴ھ	1828ء	484
19	حضرت مولانا محمد عظیم الانصاری نوشاہیؒ	باغ شریف خانقاہ ملا شاہ گدا جالندھر انڈیا	۱۲۴۶ھ	1830ء	485

سلسلہ عالیہ قلندریہ

نمبر شمار	نام	بمقام	سن ہجری	سن عیسوی	صفحہ نمبر
1	حضرت رابعہ بصری قلندرؒ	بصرہ کے قریب مدس	۱۸۰ھ	796ء	545
2	حضرت لعل شہباز قلندرؒ	سیہون شریف صوبہ سندھ	۶۵۰ھ	1252ء	554
3	حضرت ملک شاہ ولی قلندرؒ	موضع اگوکی ضلع سیالکوٹ	ساتویں	صدی ہجری	566
4	حضرت پیر لاکھا قلندرؒ	درہ جھل مگسی، صوبہ بلوچستان	ساتویں	صدی ہجری	568
5	حضرت شیخ ابراہیم قندوزی مجذوب قلندرؒ	کوہاٹ شہر صوبہ سرحد	ساتویں	صدی ہجری	570
6	حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ	پانی پت ضلع کرنال، انڈیا	۷۲۴ھ	1323ء	573
7	حضرت غوث الدین المعروف دودہ حقانیؒ	تحصیل کلر سیداں ضلع راولپنڈی	آٹھویں	صدی ہجری	586
8	حضرت موسیٰ سہاگ قلندرؒ	احمد آباد شہر، صوبہ گجرات انڈیا	۸۵۳ھ	1449ء	592
9	حضرت یوسف شاہ قلندرؒ	مانگووال تحصیل شاہپور ضلع سرگودھا	نویں	صدی ہجری	594
10	حضرت شیخ جمال الدین المعروف جمالی قلندرؒ	مکلی ٹھٹھہ صوبہ سندھ	نویں	صدی ہجری	599
11	حضرت قطب شاہ قلندرؒ	موضع کھوئی میرانزد کوٹ خواجہ سعید، لاہور	۹۳۱ھ	1524ء	602
12	حضرت حاجی گگن شوریانی قلندرؒ	قصبہ گگن پور تحصیل چونیاں ضلع قصور	۱۰۴۳ھ	1633ء	604
13	حضرت سید ابوالنصر سخی شاہ مردان قلندرؒ	پشاور شہر صوبہ سرحد	گیارہویں	صدی ہجری	606
14	حضرت سید نصیر اللہ المعروف شاہ امیر قلندرؒ	بستی امیر شاہ تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ	۱۱۰۰ھ	1688ء	607
15	حضرت باقی شاہ قلندرؒ	محلہ بھمرانہ جھنگ صدر	۱۱۷۸ھ	1764ء	609
16	حضرت شاہ صادق نہنگ قلندرؒ	قصبہ شاہ صادق نہنگ ضلع جھنگ	۱۱۸۱ھ	1767ء	610
17	حضرت پیر سیّد عبداللہ شاہ شیرازی قلندرؒ	قبرستان شیرازیاں خوشاب شہر صوبہ پنجاب	۱۱۸۶ھ	1772ء	611
18	حضرت سخی سیّد سیدن شاہ شیرازیؒ	چوآ سیدن شاہ ضلع چکوال	بارھویں	صدی ہجری	613
19	حضرت محمد مراد المعروف مدوکاواں قلندرؒ	موضع مدوکی تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ	۱۲۰۱ھ	1786ء	619
20	حضرت معصوم شاہ مجذوب قلندرؒ	بیرون لوہاری دروازہ لاہور	۱۲۲۱ھ	1806ء	621

مقدمۃ الکتاب از مؤلف

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الْمُتَوَحِّدُ بِجَلَالِ ذَاتِهٖ وَ كَمَالِ صِفَاتِهِ الْمُتَقَدِّسُ فِیْ نُعُوْتِ الْجَبَرُوْتِ عَنْ شَوَائِبِ النَّقْصِ وَ سَمَاتِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سيد الموحدين محمد ﷺ المؤيّد بساطع حججه و واضع بيّناته وعلى اٰلہٖ واصحابه الذين هادو اعلى طريق الحق و حماته.

وبعد يقول العبد الفقير الى مولاه الغنى مقصود احمد الصابرى شرفا الحنفى مشربًا جشتى الصابرى اَلْحَنْفِی عفى عنه انه التمس منى بعض الاخلاء والصدقاء و امرنى خصوصاً شيخ الطريقة و رئيس الاتقياء و شبيه اهل السلوك السيد محمد شبير على شاه الجيلانى النقشبندى مجددى ثم جوراهى من منطقعه اتك (عاملنا اللّٰه واياهم بلطفه الخفيى) ان الّف كتابا فى تاريخ الاولياء الصالحين انسائيكلو بيديا اولياء كرام المعروف بُستانِ اولياء الذين قاموا بنصرة الدين يقرب من سلك فى هذا الطريق ليعلم كيف تعاشوا اولياء اللّٰه فى هذہٖ الطريق واجبّة طالب للشواب فحاولت ايضًا ان االفه تاليفا اننى بايعت فى سلسلة الجشتية الصابرية على يد الشيخ الحاج منير احمد الجشتى الصابرى الراوبندى سمّيته الانسائيكلو بيديا فى الاولیائے كرام المعروف بستان اولياء واللّٰه اسال ان ينفع به عباده و يديم به الافاده۔ امابعد فاعوذ باللّٰه من الشطين الرجيم ○ بسم الله الرحمن الرحيم ○ ان رحمت للّٰه قريبٌ من المحسنين ○ صدق الله العظيم و صدق رسوله لنبى الكريم ○

انبیا اللہ کے ان خاص بندوں کو کہا جاتا ہے جو خالق کی جانب سے خلق کے پاس ہدایت لے کر آتے ہیں، اور حصولِ کمال کے وہ راستے بتلاتے ہیں جو اُس زمانہ کے لوگوں کے مناسب حال ہوں، یہاں سمجھنے کے لئے ایک ضروری بات یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام دو اقسام پر منقسم ہیں، اول وہ جو نئی شریعت لے کر آئے، دوم وہ جو شریعت لے کر نہیں آئے بلکہ کسی اولوالعزم پیغمبر کی لائی ہوئی شریعت کی مطابقت میں لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں، جو نبی صاحب شریعت جدیدہ ہوتے ہیں اور اپنی لائی ہوئی شریعت کی تبلیغ دنیا میں فرماتے ہیں وہ رسول کے لقب سے ملقب ہوتے ہیں۔

دنیا میں جتنے بھی لوگ آئے ان پر انبیاء علیہم السلام کو خدا نے فضیلت عطا فرمائی اور انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں سب سے زیادہ فضیلت اولوالعزم رسولوں کو حاصل ہے، اور اللہ کے اولوالعزم رسولوں میں سب سے زیادہ افضلیت سرکار ابد قرار نبی مختار حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے۔

آپ خاتم النبیین ہیں، خاتم الرسُل ہیں، کافۃ اللناس ہیں، رحمۃ اللعالمین ہیں، آپ کی شریعت جملہ ادیانِ سابقہ کی ناسخ ہے اور قیامت تک آپ ہی کی شریعت برقرار رہے گی، دنیا میں جس قدر تمدنی، ومعاشرتی، سیاسی، پیچیدگیاں قیامت تک پیدا ہوں گی، جس قدر حجاباتِ ظلمت وغفلت خالق ومخلوق کے درمیان حائل ہوں گے ان سب کے دفیعہ کے لئے شریعت محمدیہ ہی کافی ثابت ہوگی۔

جب رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ مخلوق میں برگزیدہ ٹھہرے تو کمال انسانی کا انحصار بھی آپ ہی کے اتباع پر رہے گا، یا ان مقدس ہستیوں کے اتباع پر جنہوں نے آپ کی پیروی میں پوری صداقت واستقلال اور ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا، مثلاً خلفائے راشدین وآئمہ اطہار ومعصومین، وصحابہ کرام اولیائے متقدمین ومتاخرین کی جماعتیں اس میں شامل ہیں۔

اس اتباع کی بھی دو قسمیں ہیں، اول ظاہری، دوم باطنی، ظاہری اتباع مرتبہ نبوت سے متعلق ہے، اور متابعت باطنی مرتبہ ولایت سے مشتق ہے، نبوت سے اُن احکامِ شریعت کی جانب اشارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم قدس سے بواسطہ جبرائیل علیہ السلام حاصل فرما کر خلق کو پہنچاتے ہیں، اور ولایت وہ فیضانِ اسرارِ توحید ومعرفت ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام **لِیْ مَعَ اللّٰہِ** میں جبریل علیہ السلام کے واسطے کے بغیر براہ راست حق تعالیٰ سبحانہ سے اخذ فرماتے ہیں، اسی وجہ سے بعض عارفین فرماتے ہیں کہ "ولایت نبوت سے افضل ہے"۔

یہاں بھی ایک اہم بات سمجھنے کی ہے کہ عارفین کے قول کا اشارہ اسی امر کی جانب ہے، کہ ہر نبی ولی اللہ ہوتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ولی نبی ہو، وہ ولی جو نبی نہیں ہوتا وہ انوار ولایت کا استفادہ کمالات نبوت سے کرتا ہے، جبکہ ہر نبی نور نبوت اور کمالات نبوت کو اپنی ہی ولایت کے آفتاب سے اخذ کرتا ہے، اس میں وہ کسی غیر کا محتاج اور تابع نہیں ہوتا۔

چونکہ نبی مثل آفتاب کے ہے جو خود بھی روشن ہے اور دوسروں کو بھی روشنی بخشتا ہے، جبکہ ولی مثل ماہتاب کے ہے جو آفتاب نبوت سے نور ولایت کو اخذ کرتا ہے اور متابعتِ آفتاب اس پر اس وقت تک لازم رہتی ہے کہ جب تک اس کی ولایت کمال کو نہیں پہنچ جاتی۔

نبوت ظاہر نہیں ہوتی، قوتِ نبوت حسب قوتِ ولایت ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام جب جنت میں تھے ولی تھے، جب دنیا میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت عطا فرمائی، کیونکہ نبوت تشریع وتکلیف کا نام ہے، اور دنیا تکلیف کا گھر ہے، برخلاف جنت کے، کہ وہ کرامت ومشاہدہ کی جگہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیضان حاصل کرنے والی دو جماعتیں ہیں، اوّل جماعت کثیر جو متابعت ظاہری سے مستفیض ہوتی رہی، دوم جماعت قلیل، جسے قرآن نے **یَھْدِ اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ** کے اعزاز سے نوازا اور وہ اسرارِ ولایت تک رسوخ پاتی ہے، اول الذکر کو ارباب ظاہر اور موخر الذکر کو ارباب باطن کہتے ہیں، نبوت کا تعلق ظاہر سے ہے، اور ولایت کا تعلق باطن سے

ہے،اور یہ بھی یاد ہے کہ نبوت کا باطن ولایت ہے، ظاہر کو باطن سے مدد ملتی ہے اور باطن ہی سے ظاہر کی پرورش ہوتی ہے، اور باطن ہی کی جانب سے ظاہر کو فیضان پہنچایا جاتا ہے۔

آقا علیہ السلام کو قرآن نے اسی واسطے **سِرَاجاً مُّنِيْرًا** (چمکتا ہوا سورج) کا اعزاز بخشا کہ میرا محبوب مثل آفتاب کے ہے، مثل چراغ کے ہے۔ خود بھی روشن ہے اور جو اس کے ساتھ لگ جائے وہ بھی روشن اور منور ہو جائے گا، یہ بات بھی اہل علم وفضل بخوبی جانتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام امام الانبیاء ہیں، خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا، خداوند کریم نے نبوت کے خاتمے کے بعد نبوت کے مشن کی تکمیل کے لئے سلسلہ ولایت جو مخفی چلا آ رہا تھا ظاہر فرمایا تو امام الانبیاء نے حضرت مولائے کائنات شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو امام الاولیاء کا اعزاز بخشا اور سلسلہ ولایت میں اپنا جانشین و متبع حضرت مولائے کائنات علی ابنِ ابی الطالب کرم اللہ وجہہٗ کو مقرر فرمایا، اس طرح قرآن مقدس کے اس فرمان **اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِيْفَةً** (ہم نے زمین میں نائب مقرر کیا) کی تکمیل نبوت سے ولایت میں ہوئی،

قدوۃ الابرار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ رسالہ اشتغال میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ کو حکم ملا تھا کہ اسرار مرتبہ ولایت وتوحید جو مقام **لِیْ مَعَ اللّٰہ** میں آپ کو براہ راست حق تعالیٰ سبحانہ سے ملے ہیں، بلا طلب کسی کو نہ بتائے جائیں، اور مرتبہ نبوت کے جو اسرار واحکام جو بواسطہ جبریل علیہ السلام ملے ہیں وہ ہر خاص و عام تک پہنچائے جائیں خواہ کوئی طلب کرے یا نہ کرے۔

ایک دن امام الانبیاء سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغموم بیٹھے تھے کہ ہر شخص ہم سے احکام شریعت دریافت کرتا ہے، مگر اسرارِ باطن کا طلب گار کوئی بھی نہیں ہے، شاید یہ اسرار میں اپنے ساتھ ہی لے جاؤں گا، اتفاقاً یہ حکم **اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ شَیْئًا يُّسَبِّبُ اَسْبَابَہٗ** (جب اللہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اسباب پیدا فرماتا ہے) اسی وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دل میں خیال آیا کہ فرمانِ الٰہی کے مطابق میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احکام شریعت تو حاصل کر لئے مگر اسرارِ باطن سے آگاہی حاصل نہیں کی، پھر کیوں کر ان کی متابعت کر سکوں گا۔

چنانچہ بہ کمال صدق واخلاص اسی وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اسرارِ باطن سے آگاہ فرمائیں جو آپ کو مقام **لِیْ مَعَ اللّٰہ** میں عطا ہوئے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زبان سے یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے، اور فرمایا کہ مجھے حق تعالیٰ کی طرف سے یہی حکم ملا تھا کہ بشرطِ صدقِ طلب یہ راز کسی کو نہ بتائے جائیں، الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے تجھے اس بات کی ہدایت فرمائی ہے۔

اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی، ولایت میں کہ جس کا مطلب مشاہدہ حق ہے، تم میری مانند ہو، اور یہی راز حضرت علی سے بعد کے مشائخ کو حاصل ہوئے، اور یہ سلسلہ آج بھی سینہ بسینہ جاری وساری ہے، اور اہل علم وعرفان کے نزدیک **العلماء ورثة الانبياء** (علماء انبیاءؑ کے وارث ہیں) کا یہی مطلب ہے۔

حضرت خواجہ بندہ نواز سیّد محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ اپنے ملفوظات میں اور شیخ محمد اکرم قدوسی اقتباس الانوار میں، حضرت شیخ

عبدالرحمٰن چشتی مرآۃ الاسرار میں میر سید محمد کرمانی سیر الاولیا میں فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت کی دو قسمیں ہیں ،اول خلافت کبریٰ دوم خلافت صغریٰ، خلافت کبریٰ باطنی خلافت ہے، جبکہ خلافت صغریٰ، ظاہری خلافت ہے، اور اس بات پر تمام امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلافت کبریٰ حاصل تھی،

حضرت میر سیّد کرمانی اپنی کتاب سیر الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ اوصاف جود و سخا فقر و غنا میں حضرت علی تمام صحابہ میں ممتاز تھے، اور اپنی قوت و شوکت و جمال کی بنا پر رب العزت کی بارگاہ سے اسد اللہ الغالب کا خطاب حاصل کیا۔

اور خلعت خرقہ فقر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج کو عطا ہوا تھا اس سے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مشرف ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے بعد یہ خرقہ خلافت چار شخصیات کو عطا فرمایا جو چار پیر کے نام سے مشہور ہوئے، ان میں اول حضرت امام حسن، دوم حضرت امام حسین، سوم حضرت خواجہ کمیل بن زیاد چہارم حضرت خواجہ حسن بصری رضوان اللہ علیہم اجمعین، سلسلہ طریقت میں چار پیر کی اصطلاح ان چار حضرات سے جاری ہوئی، اور انہی چار سے مختلف سلاسل جن کی تعداد چودہ ہے جاری ہوئے۔ اب ان سلاسل کی تفصیل بھی کافی وسیع و عریض ہے مگر اختصار سے کام لیتے ہوئے پہلے چودہ پھر بعد کے بارہ سلاسل طریقت کا اجمالی تعارف پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا، تا کہ ہر خاص و عام پر یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ کوئی اختلافی گروہ نہیں ہیں بلکہ ان کا مرکز و منبع اور مقصد و منشاء ایک ہی ہے، مگر یہ اپنے اپنے زمانے میں مختلف ناموں سے جانے پہچانے گئے اور انہی ناموں سے تا قیامت معروف رہیں گے۔

ان سلاسل کے بھی دو ادوار ہیں، پہلے دور میں جو چودہ سلاسل ہوئے ان کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے جو حضور غوث الاعظم سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ سے قبل کے ہیں، بعد کے بارہ سلاسل کا مختصراً اور ان سے جاری ہونے والے ۱۲ سلاسل کا کچھ تفصیلی تذکرہ ہوگا جو حضور غوث الاعظم سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ سے تا قیامت جاری رہیں گے۔

قرون اولیٰ کے چودہ سلاسل ☆: ان سلاسل میں پہلا سلسلہ زیدیہ ہے جو حضرت خواجہ عبدالواحد زید سے منسوب ہے، حضرت خواجہ عبدالواحد زید حضرت خواجہ حسن بصری کے اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مرید و خلیفہ تھے، حضرت خواجہ عبدالواحد زید کے دو خلیفہ ہوئے اول حضرت فضیل ابن عیاض اور دوسرے حضرت ابو یعقوب السوسی علیہم الرحمتہ والرضوان والغفر ان جن سے سلسلہ زیدیہ جاری ہوا۔

نمبر۲ ☆: دوسرا سلسلہ عیاضیاں ہے جو حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض سے منسوب ہے، حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض مرید و خلیفہ تھے حضرت عبدالواحد زید کے وہ حضرت امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے وہ مولا علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مرید و خلیفہ تھے۔

حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض نے حضرت خواجہ ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ کو اپنا خرقہ خلافت عطا فرمایا جن سے سلسلہ عیاضیاں جاری ہوا۔

نمبر۳ ☆: تیسرا سلسلہ ادھمی جو حضرت ابراہیم بن ادھم سے منسوب ہے، حضرت ابراہیم بن ادھم مرید و خلیفہ تھے حضرت

خواجہ فضیل ابن عیاض کے وہ مرید وخلیفہ تھے خواجہ عبدالواحد زید کے وہ مرید وخلیفہ تھے حضرت خواجہ حسن بصری کے وہ مرید وخلیفہ تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے۔

حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم کو خواجہ فضیل بن عیاض کے علاوہ حضرت خضر علیہم السلام اور حضرت امام باقر علیہم السلام سے بھی خرقہ خلافت حاصل تھا۔

یہ سلسلہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے واسطہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے، اور خواجہ فضیل ابن عیاض کے واسطے سے حضرت خواجہ حسن بصری سے ہوتا ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔

نمبر۴ ☆: چوتھا سلسلہ ہبیریہ ہے جو حضرت خواجہ ابو ہبیرہ امین الدین بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے منسوب ہے۔
حضرت خواجہ امین الدین ابو ہبیرہ البصری مرید وخلیفہ ہیں۔ حضرت خواجہ شاہ حذیفہ مرعشی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں۔ حضرت خواجہ ابراھیم ادھم کے وہ مرید وخلیفہ خواجہ فضیل ابن عیاض کے وہ مرید وخلیفہ خواجہ عبدالواحد بن زید کے وہ مرید وخلیفہ حضرت خواجہ حسن بصری کے وہ مرید خلیفہ امام الاولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم وعلیہم الرحمۃ والرضوان والغفر ان کے۔

ان کے مرید وخلیفہ حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ ہوئے جن سے ہبیر یہ سلسلہ جاری ہوا۔

نمبر۵ ☆: پانچواں سلسلہ چشتیہ جو حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری سے جا کر ملتا ہے، حضرت خواجہ علو ممشاد دینوری خواجہ ابو ہبیرہ امین الدین البصری کے مرید وخلیفہ تھے وہ مرید وخلیفہ تھے حضرت حذیفہ مرعشی کے وہ مرید وخلیفہ تھے حضرت خواجہ ابراھیم ادھم کے۔
حضرت ابراھیم ادھم کو جو نعمت باطنی اپنے مرشد خواجہ فضیل ابن عیاض علیھم الرحمتہ اور حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ الرحمتہ سے عطا ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنی آخری عمر میں خواجہ حذیفہ مرعشی کو انہوں نے خواجہ امین الدین ہبیرہ بصری کو انہوں نے آپ کو عطا فرمادی تھی۔

آپ نے وہ امانت اپنے مرید وخلیفہ حضرت شیخ ابو اسحاق شامی کو عطا فرمائی، جن سے سلسلہ چشتیہ جاری ہوا، سلسلہ عالیہ چشتیہ کی تفصیل۔ سلسلہ چشتیہ کے باب میں ہے مطالعہ کے لئے دیکھئے تعارف سلسلہ چشتیہ کا باب۔

نمبر۶ ☆: چھٹا سلسلہ عجمی کا ہے جو حضرت خواجہ حبیب عجمی سے جا کر ملتا ہے، حضرت خواجہ حبیب عجمی مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ حسن بصری کے وہ مرید وخلیفہ حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے۔
عجمی سلسلہ کے لوگ اکثر پہاڑوں میں رہتے بدن پر کپڑا بھی اس قدر پہنتے تھے کہ جسم ڈھکا رہے، اکثر روزے سے ہوتے، سات دن کے بعد ایک یا تین کھجوروں سے روزہ افطار کرتے تھے، جنگل میں رہنے کی وجہ سے جنگلی جانور اور پرندے ان لوگوں سے الفت کرتے تھے۔

نمبر۷ ☆: ساتواں سلسلہ طیفوری ہے، جو حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے منسوب ہے، حضرت بایزید بسطامی نے ایک سو سولہ 116 بزرگوں سے فیض پایا، حضرت امام جعفر علیہ اسلام سے باطنی استفادہ بھی حاصل تھا، جبکہ ظاہری خرقہ خلافت اور بیعت کا شرف حضرت خواجہ حبیب عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھا۔

آپ سے حضرت شاہ بدیع الدین قطب مدار، حضرت شیخ مسعود، شیخ محمود، شیخ ابراھیم اور شیخ احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے خرقہ خلافت حاصل کیا جن سے سلسلہ طیفوریہ جاری ہوا۔

نمبر ۸ ☆: آٹھواں سلسلہ کرخی ہے جو حضرت خواجہ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے۔ حضرت خواجہ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے غلام اور انہی کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، انہی سے بیعت اختیار کی اور انہی سے خرقہ خلافت حاصل کر کے سرفراز و ممتاز ہوئے۔

حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرید خاص حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا انہی سے سلسلہ عالیہ کرخی جاری ہوا۔ جو حضرت معروف کرخی سے ہوتا ہوا حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام اور ان کے ذریعے سے ہوتا ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔

نمبر ۹ ☆: نانواں سلسلہ سقطی ہے جو حضرت خواجہ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے، حضرت سری سقطی خواجہ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید و خلیفہ تھے، اور وہ مرید و خلیفہ تھے حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے۔ حضرت خواجہ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید و خلیفہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، جن سے سلسلہ سقطی جاری ہوا۔

نمبر ۱۰ ☆: دسواں سلسلہ جنیدیہ ہے، جو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے منسوب ہے، حضرت جنید بغدادی مرید و خلیفہ حضرت سری سقطی کے وہ مرید و خلیفہ حضرت، حضرت معروف کرخی کے وہ مرید و خلیفہ حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے پھر ان سے ہوتا ہوا یہ سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی کے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ رویم ان کے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ عبداللہ خفیف ان کے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ ابواسحاق گازرونی علیہم الرحمۃ والرضوان والغفران ہوئے جن سے سلسلہ جنیدیہ مشہور ہوا۔

نمبر ۱۱ ☆: گیارھواں سلسلہ گازرونی ہے، جو حضرت خواجہ ابواسحاق گازرونی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے، حضرت خواجہ اسحاق گازرونی مرید و خلیفہ ہیں حضرت خواجہ عبداللہ خفیف کے وہ مرید و خلیفہ حضرت خواجہ رویم کے وہ مرید و خلیفہ حضرت جنید بغدادی کے وہ مرید و خلیفہ خواجہ سری سقطی کے وہ مرید و خلیفہ خواجہ معروف کرخی کے وہ مرید و خلیفہ حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام وعلیہم الرحمۃ والغفران کے تھے۔

حضرت ابواسحاق گازرونی رحمۃ اللہ علیہ جب مرشد کامل خواجہ عبداللہ خفیف علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تو انہوں نے فرمایا اے اسحاق میں نے تجھے دنیا بھی دی اور دین بھی عطا کیا، تو علم اور طبل اور جھنڈا جو علم کا نشان ہے اور طلیل یعنی نقارہ جو نشان شاہی ہے۔ دونوں کو بلند کر۔

اس سلسلہ کے مریدوں سے سلسلہ گازرونی جاری ہوا۔

نمبر ۱۲ ☆: بارھواں سلسلہ طوسی ہے جو حضرت شیخ علاؤالدین طوسی کے نام سے منسوب ہے حضرت شیخ علاؤالدین طوسی اور شیخ

نجم الدین کبریٰ دونوں کے درمیان اخوت و یگانت تھی، حضرت خواجہ علاؤ الدین طوسی مرید و خلیفہ تھے، حضرت شیخ وجہ الدین ابوحفص کے اور وہ چار واسطوں سے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔

نمبر ۱۳☆: تیرھواں سلسلہ سہروردی ہے جو حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی رحمتہ اللہ علیہ سے جا کر ملتا ہے، حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی مرید و خلیفہ تھے حضرت شیخ وجہ الدین ابوحفص کے وہ چار واسطوں سے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی علیہم الرحمۃ والرضوان والغفر ان کے مرید و خلیفہ تھے۔

حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت شیخ احمد العرلا سے بھی خلافت حاصل تھی۔

حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردرحمتہ اللہ علیہ جن کے دم قدم سے سلسلہ سہروردیہ نے عروج پایا۔

نمبر ۱۴☆: چودھواں سلسلہ فردوسی ہے، جو حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ہے، حضرت نجم الدین کبریٰ اکابر فردوس سے تھے اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کا سلسلہ بیعت سات واسطوں سے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے جا کر ملتا ہے، اور سلسلہ عالیہ فردوسیہ، سہروردیہ، طوسیہ، اور گازرونیہ، یہ چاروں سلاسل حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے ہوتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتے ہیں۔

یہ چاروں سلاسل حضرت جنید بغدادی کے ذریعے حضرت سری سقطی سلسلہ سے اور ان کے ذریعے حضرت معروف کرخی کے سلسلہ سے پیوست ہوتے ہیں، اور یہ سات سلسلے حضرت امام باقر علیہ السلام سے ہوتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتے ہیں۔

حضرت شیخ محمد بن مانکیل سے انہیں حضرت محمد بن داؤد سے انہیں ابوالعباس بن ادریس سے انہیں حضرت ابوالقاسم بن رمغان سے انہیں حضرت یعقوب السوسی سے انہیں حضرت ابوعبداللہ عثمان المکی سے انہیں ابویعقوب نہر جوری سے انہیں حضرت یعقوب انہیں حضرت کمیل بن زیاد علیہم الرحمۃ سے خرقہ خلافت حاصل تھا جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے محرم راز اور خلیفہ تھے۔

قارئین کرام! یہاں تک چار پیر اور چودہ سلاسل کا ذکر ختم ہوا، دوسرے چالیس فروعی سلاسل ان چودہ سلسلوں سے جاری ہوئے، ان تمام کا ذکر بطوالت خاطر ترک کر کے ان میں سے صرف بارہ سلاسل طریقت کا ذکر کیا جائے گا، جو مروّجہ اور سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

الغرض یہ چالیس سلاسل ان چودہ سے اور یہ چودہ چار پیروں سے اور یہ چار پیر منبع ولایت مولا مشکل کشا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اور وہ ذات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کر ملتے ہیں۔

دوسرے دور کے بارہ سلاسل طریقت کا تعارف☆: ان میں پہلا سلسلہ عالیہ قادریہ ہے جو حضور پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی السیّد نا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب ہے۔

حضرت پیران دستگیر سیّد عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرید و خلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوسعید مخرومی کے وہ مرید و

خلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوالحسن علی القرشی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد یمنی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوبکر شبلی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے وہ مرید خلیفہ ہیں حضرت شیخ سری سقطی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ خواجہ معروف کرخی علیہم الرحمۃ کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے یہ سلسلہ حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے ذریعے چلتا ہوا منبع ولایت مولانا مشکل کشا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی معرفت سے امام الانبیاء سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے منسوب سلسلہ عالیہ قادریہ کی تفصیل تعارف سلسلہ عالیہ قادریہ کے باب میں درج ہے جس سے حضور غوث اعظم سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے مقام ومرتبہ اور ان کے سلسلہ کی تعلیمات اور افادیت کا پتہ چلتا ہے۔

دوسرا سلسلہ لسیویہ ☆: اس سلسلہ کے بانی حضرت خواجہ احمد لسیوئی ہیں، جو ترکستان کے معروف شیخ طریقت ہیں، حضرت خواجہ احمد لسیوئی مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ خواجہ ابو یوسف ہمدانی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ علی الفارمدی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں ابوعثمان مغربی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں خواجہ ابوعلی کاتب کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت ابوعلی رودباری کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت شیخ احمد لسیوئی حضرت پیر خورد کے اشارے سے ملک ترکستان میں جا کر مسند ارشاد پر متمکن ہوئے وہاں آپ کے فیض سے ایک جہان فیض یاب اور مالا مال ہوا، حضرت شیخ احمد لسیوئی کا سلسلہ نسب حضرت محمد حنیف بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے، آج بھی ترکستان میں آپ کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

تیسرا سلسلہ نقشبندیہ ☆: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت خواجہ سید بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب ہے، حضرت خواجہ شیخ بہاؤالدین شاہ نقشبند مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ امیر سید علی کلال کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ بابا محمد سماسی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ علی رامتینی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ ابوالخیر فغنوی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ عارف ریوگیری کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ علی الفارمدی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں خواجہ ابوالقاسم الگرگانی وہ تین واسطوں سے مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ جنید بغدادی کے رضوان اللہ علیہ تعالیٰ علیہم اجمعین، الیٰ آخر مولائے کائنات مشکل شیر خدا اور ان کے ذریعے سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک۔

کنات رشحات میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی کا باطنی سلسلہ روحانی طور پر حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک بھی پہنچتا ہے، پس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو دو مراکز اول حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوم حضرت امیر المومنین مولا مشکل شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہر دو حضرات کے ذریعے فیضان ولایت مل رہا ہے۔

اس سلسلہ کے بارے مکمل تفصیل فقیر نے اس کتاب میں "تعارف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ" کے باب میں دی ہے، جس کو پڑھنے سے

اس سلسلہ کے بارے مکمل معلومات اوراس کی تعلیمات اور سلسلہ کے بانی حضرت خواجہ بہاؤ الدین شاہ نقشبند کے مرتبہ ومقام کا پتہ چلتا ہے، دیکھئے تعارف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ۔

چوتھا سلسلہ نوریہ☆: سلسلہ نوریہ حضرت شیخ ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ کے نام نامی سے منسوب ہے آپ کا اسم گرامی احمد بن محمد تھا، رہنے والے بغبو جوہرات اور مروؔ کے درمیان ایک موضع ہے کے مستقل رہائشی ہیں، آپ کی ولادت باسعادت بغداد شریف میں ہوئی اور سلسلہ طریقت میں حضرت خواجہ سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ ہیں وہ مرید حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے تھے الیٰ آخر جا کر مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہوتا ہوا امام الانبیاء شاہ دوسرا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے، یہ سلسلہ بغداد شریف اور ملک ایران کے مختلف شہروں میں اب بھی جاری ہے۔

پانچواں سلسلہ شطاریہ عشقیہ☆: سلسلہ عالیہ شطاریہ ہندوستان میں حضرت خواجہ عبداللہ شطاری رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ہو کر جاری ہوا، حضرت خواجہ عبداللہ شطاری حضرت خواجہ شیخ محمد عارف کے مرید وخلیفہ ہیں اور وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ شیخ محمد العشقی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ خدا قلی ماوراالنہری کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوالحسن عشقی خرقانی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ ابی المظفر مولانا ترک طوسیٰ کے وہ مرید وخلیفہ ہیں شیخ بازید العشقی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ محمد مغزی کے وہ مرید و خلیفہ ہیں حضرت سلطان العازفین خواجہ بایزید بسطامی علیہم الرحمۃ کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت امام محمد جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر علیہم السلام کے وہ حضرت امام زین العابدین کے وہ حضرت امام عالی مقام سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے وہ مرید وخلیفہ مولا مشکل کشا خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے۔

اس سلسلہ کے بانی حضرت خواجہ عبداللہ شطاری رحمتہ اللہ علیہ اپنے شیخ کے حکم سے ہندوستان میں آئے اور ہر شہر میں جا کر نقارہ بجا کر اعلان کرتے کہ اگر کوئی اللہ کا طالب ہے تو آئے میں اس کو اللہ سے ملا دوں ہندوستان کے علاقہ جونپور کے بہت سے لوگ ان سے فیض پا کر درجہ ولایت کو پہنچے، جس کی وجہ سے ان کا سلسلہ تا حال ہندوستان میں جاری ہے۔ صاحب مراۃ الاسرار حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی رقم طراز ہیں کہ یہ سلسلہ طیفوریہ سے نکلا ہے، اور حضرت شیخ عبداللہ پہلے واحد شخص ہیں جو شطاری کہلائے، اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں علم شطار سے مراد شغل باطنی ہے جس سے صوفی فنافی اللہ اور بقاباللہ کے منصب کو پاتا ہے۔

جب حضرت شیخ عبداللہ اس مرتبہ ومقام پر فائز ہوئے تو آپ کے شیخ کامل حضرت شیخ محمد عارف نے آپ کو شطار کا لقب عطا فرمایا، جس سے آپ عبداللہ شطاری کے نام سے مشہور ہوئے، حضرت خواجہ شیخ محمد غوث گوالیاری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عنایت لاہوری قادری، اور حضرت بابا بلھے شاہ قادری قصوری علیہم الرحمۃ کا سلسلہ طریقت اسی سلسلہ سے جا کر ملتا ہے اور وہ قادری شطاری سلسلہ سے اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔

ساتواں سلسلہ حسینیہ بخاریہ☆: سلسلہ حسینیہ بخاریہ کے روح رواں اور سالار قافلہ حضرت سیّد مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔

حضرت مخدوم سیّد جہانیاں جہاں گشت رحمتہ اللہ علیہ برصغیر میں سادات بخاری کا مرکز و منبع ہیں، ان کا شجرہ نسب اپنے جد امجد حضرت مخدوم سیّد جلال الدین سرخ بخاری سے ہوتا ہوا چند واسطوں سے امیر المومنین مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہوتا ہوا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کر ملتا ہے۔

حضرت مخدوم سیّد جہانیاں جہاں گشت بخاری رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ طریقت سہروردیہ میں حضرت شاہ رکن الدین عالم سہروردی جو اپنے والد حضرت مخدوم صدر الدین کے وہ اپنے والدِ حضرت غوث العالم شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے وہ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید و خلیفہ ہیں، ان کا سلسلہ اپنے مرشدوں سے ہوتا ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جا کر ملتا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مخدوم سیّد جہانیاں جہاں گشت بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت مخدوم سیّد نصیر الدین چراغ دہلی سے بھی چشتی نظامی سلسلہ میں اجازت و خلافت ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے خانوادے میں دو سلسلوں کا فیضان جاری ہے، اول سہروردی دوم چشتی نظامی، تیسرے یہ کہ سب سے بڑی فضیلت آپ کی یہ ہے آپ سادات بخارا کے وہ عظیم فرزند ہیں جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بیٹا فرمایا ہے، جس کی تفصیل آپ کے حالات میں دیکھی جا سکتی ہے۔

آٹھواں سلسلہ زاھدیہ☆: یہ سلسلہ حضرت شیخ بدر الدین زاہد رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ہے، حضرت شیخ بدر الدین زاہد مرید و خلیفہ تھے حضرت شیخ خواجہ فخر الدین زاہد کے وہ حضرت خواجہ صدر الدین سمر قندی کے وہ حضرت خواجہ عبد السلام کے وہ حضرت خواجہ عبد الکریم کے وہ حضرت خواجہ قطب الدین عبد المجید کے وہ حضرت خواجہ ابو اسحاق گازرونی کے وہ حضرت خواجہ حسین بازیار ہروی کے وہ حضرت خواجہ ابو محمد رویم کے وہ حضرت خواجہ جنید بغدادی علیہم الرحمۃ کے مرید و خلیفہ تھے، آگے حضرت جنید بغدادی سے یہ سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے، دراصل یہ سلسلہ گازرونی کی ایک شاخ ہے۔

سلسلہ عالیہ زاہدیہ ہندوستان کے پہاڑی علاقوں میں خوب پھلا پھولا اس کے علاوہ جونپور شہر اور دیگر مقامات پر بھی اس کے شیوخ نے خدمات انجام دیں۔

نانواں سلسلہ انصاریہ☆: یہ سلسلہ حضرت شیخ السلام خواجہ عبد اللہ انصاری المعروف پیر ہرات کے نام سے منسوب ہے، حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری المعروف پیر ہرات مرید و خلیفہ ہیں۔

حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی کے جن کی باطنی تربیت حضرت خواجہ بایزید بسطامی نے روحانی طور پر فرمائی اور ظاہری بیعت و خلافت حضرت ابو الحسن خرقانی کی حضرت شیخ ابو العباس قصاب سے ان کی حضرت شیخ ابو محمد بن عبد اللہ کبریٰ سے ان کو شیخ ابو محمد جریری سے ان کو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی علیہم الرحمۃ سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل تھا، پھر یہ سلسلہ ان کے ذریعے مولا مشکل علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے، یہ سلسلہ ایران کے علاقہ ہرات، خراسان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی جاری و ساری ہے۔

دسواں سلسلہ صفویہ☆: یہ سلسلہ حضرت شیخ صفی الدین اسحاق بیلی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے، حضرت شیخ صفی الدین اسحاق اربیلی مرید و خلیفہ ہیں حضرت شیخ زاہد ابراہیم گیلانی کے وہ حضرت سیّد جلال الدین تبریزی کے وہ حضرت شیخ شہاب الدین ابہری

کے وہ حضرت شیخ رکن الدین سنجاسی کے وہ شیخ قطب الدین ابہری کے وہ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہم الرحمتہ کے مرید وخلیفہ ہیں اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ اپنے شیوخ سے ہوتا ہوا حضرت جنید بغدادی کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے، یہ سلسلہ عراق اور خراسان میں بہت پھیلا ہوا ہے۔

گیارھواں سلسلہ عیدروسیہ ☆: یہ سلسلہ حضرت میر سید عبداللہ المکی العیدروس رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے، آپ حضرت شیخ ابوبکر کے مرید وخلیفہ تھے وہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن کے وہ شیخ مولیٰ کے وہ شیخ علی کے وہ شیخ علوی کے وہ شیخ محمد بن علی المقدوم کے وہ شیخ ابو محمد مدین مغربی کے جو چند واسطوں سے حضرت جنید بغدادی کے مرید وخلیفہ تھے رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت میر سیّد عبداللہ المکی العیدروس رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ سے بھی بیعت وخلافت یافتہ تھے اور سلسلہ سہروردیہ میں آپ کی نسبت حضرت امام محمد جعفر صادق علیہ السلام پر منتہی ہوتی ہے۔

بارھواں سلسلہ قلندریہ ☆: سلسلہ عالیہ قلندریہ، قبل ازیں دیئے گئے چند سلاسل کے بزرگوں پر مشتمل اور متعلق ہے، اس سے متعلق لوگ اپنے آپ کو مشرب قلندرانہ سے منسوب کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت شیخ محمد قلندر رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے مریدین یہ عظیم القدر مشرب قلندرانہ رکھتے تھے، یہ شعر بھی انہی کا ہے۔

ماز دریائم و دریا هم زماست
ایں سخن داند کسے کہ آشنا است

ترجمہ ☆: میں دریا سے ہوں اور دریا خود مجھ سے ہے یہ بات وہی جانتا ہے کہ جو آشنا ہے۔

سلسلہ عالیہ قلندریہ کی تفصیل اور اس کے پیروکاروں کا مرتبہ ومقام اس کتاب میں "تعارف سلسلہ عالیہ قلندریہ" کیباب میں تفصیل سے موجود ہے، جس سے اس سلسلہ کے بارے مکمل وضاحت ہوتی ہے۔

اللہ اگر توفیق نہ دے تو انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں

فقیر راقم الحروف نے اس کتاب کا نام "انسائیکلو پیڈیا اولیائے کرام" رکھا ہے اور اس میں برصغیر میں جاری بارہ سلاسل طریقت جن میں سلسلہ عالیہ قادریہ، سہروردیہ نقشبندیہ، چشتیہ، چشتیہ نظامیہ، چشتیہ صابریہ، چشتیہ قادریہ، قادریہ نوشاہیہ، وارثیہ، اویسیہ، قلندریہ، تاجیہ کے 1200 بزرگوں کا تذکرہ درج کیا ہے۔ ہر سلسلہ کے بزرگوں کے تذکرے سے قبل اس سلسلہ پر ایک تعارف بھی لکھا ہے جو "تعارف سلسلہ عالیہ" کے نام سے بالترتیب کتاب ہذا میں درج ہے۔

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کتاب میں درج بارہ سلاسل طریقت کا تعلق سابقہ تفصیل میں دیئے گئے چودہ اور بارہ سلاسل سے ہی ہے اور یہ اولیائے سابقین کا ہی فیض عام ہے۔

اس کتاب کی چھ جلدیں ہیں، غالباً اتنی ضخیم جلدوں پر مشتمل یہ بارہ سلاسل طریقت کا 1200 بزرگان دین کی سوانح حیات کا حسین

مرقع برصغیر بالخصوص پاکستان میں پہلی مرتبہ چھپ کر منظر عام پر آ رہا ہے۔

فقیر نے اس کتاب کو ترتیب دینے کے لئے نہایت ہی آسان اور سلیس زبان کی اردو کا استعمال کیا ہے تا کہ پڑھنے والے کو آسانی ہو سکے اور وہ لفظوں اور جملوں میں گم ہو کے نہ رہ جائے۔

تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ نئی نسل کے نوجوان اُردو کو خیرباد کہہ چکے ہیں، اکثریت ایسی ہے جو بی ایس سی، ایف ایس سی اور نہ جانے کون کون سی ڈگریوں کے حامل ہیں مگر اپنی قومی زبان کو خیرباد کہہ چکے ہیں اُردو کی تحریر لکھنا تو در کنار اُردو کی عبارت بھی بہ آسانی نہیں پڑھ سکتے۔

یہی وجہ ہے کہ فقیر نے بجائے علمیت جھاڑنے اور لفاظی دکھانے کے بجائے کتاب کی تحریر کو آسان اُردو میں رکھا ہے تا کہ ہماری آنے والی نسلیں ڈائجسٹ اور ناول اور دیگر مخرب الاخلاق کتابوں کو چھوڑ بزرگان دین کے حالات زندگی اور ان کے ذکر کو پڑھ کر نہ صرف اپنی سوچ وفکر کو بدلیں بلکہ وہ اپنے اجداد کے مسلک پر قائم رہتے ہوئے بزرگان دین سے محبت اور ان کی اتباع کر کے عِندَالذِّکرِ الصَّالِحِینَ تَنزَّلُ الرَّحمَته (صالحین کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے) کے مصداق خدا کی رحمت و بخشش و مغفرت کے حقدار کہلائیں۔

اس کتاب میں عرب وعجم، ایران وعراق، آزاد کشمیر اور جموں کشمیر، افغانستان، ترکستان، ترکمانستان، ہندوستان بالخصوص پاکستان بھر کے بڑے بڑے جلیل القدر اولیائے کاملین کا تذکرہ درج ہے۔ پاکستان کے چاروں صوبوں بالخصوص سرحد و بلوچستان اور سندھ کے معروف اضلاع اور پنجاب کے تمام اضلاع کے ہر چھوٹے بڑے دربار کا تذکرہ موجود ہے، مگر اس کے باوجود فقیر کو اس کا اعتراف ہے کہ اب بھی ہزاروں کی تعداد میں خاصان خدا کا تذکرہ نہ ہو سکا، اس کو میں اپنی کم ہمتی سے تعبیر کروں گا، اس لئے کہ خدا نے ہر ہر خطے میں اپنے اپنے وقت میں لاتعداد اولیائے کاملین کو اپنی مخلوق کی رشد و ہدایت کے لئے بھیجا اور انہوں نے آ کر اس ڈیوٹی کو کما حقہ ادا کر کے عہدہ برآں ہونے کی سعادت حاصل کی۔ اگر زندگی نے وفا کی تو انشاء اللہ بقیہ بزرگوں کے جس قدر بھی تذکرے دستیاب ہو سکے ان کو مزید جلدوں میں پیش کر دیا جائے گا۔

اس کتاب کو ترتیب دینے کے لئے بڑی احتیاط سے کام لیا گیا ہے مگر باوجود اس کے مجھے اعتراف ہے کہ بشری تقاضوں کے مطابق ضرور کوئی غلطی ہو گئی یا رہ گئی ہو گی، قارئین سے گزارش ہے کہ مجھے اس غلطی سے بذریعہ خط یا بذریعہ ٹیلی فون براہ راست مطلع فرما دیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی درستگی کی جا سکے۔

آخر میں اپنے کرم فرما بزرگ و شیخ تربیت حضرت پیر سیّد شبیر حسین گیلانی آستانہ عالیہ غازی آباد شریف ڈھوک سیداں راولپنڈی، اور اپنے شیخ صحبت محسن و مربی وارث علوم حضرت خواجہ چوراہی عالمی مبلغ اسلام حضرت علامہ الحاج الحافظ پیر سیّد محمد شبیر علی شاہ گیلانی نقشبندی مجددی سجادہ نشین دربار گوہر بار چورہ شریف، برادر اکبر و اُستاد محترم جناب حافظ نور احمد قادری، پیر طریقت حضرت خواجہ شاہ محمد سبطین شاہ جہانی چشتی صابری اسلام آباد (صدارتی ایوارڈ یافتہ)، جانشین حضرت قمر المشائخ جناب صاحبزادہ حافظ بدرالدین چشتی صابری صاحب

سجادہ نشین صابری دربار موہڑہ چھپر غوث اعظم روڈ راولپنڈی، پیر طریقت حضرت صاحبزادہ سعید احمد صابری صاحب سجادہ نشین دربار حضرت منظور المشائخ اوکاڑہ اور پیکر اخلاص ومحبت جناب صاحبزادہ جمیل اختر صابری سجادہ نشین دربار چشتیہ صابری کالیکی منڈی ضلع حافظ آباد، جانشین حضرت فرید العصر حضرت صاحبزادہ پیر قاضی محمد قمرالدین صاحب سجادہ نشین بڑی شریف راولپنڈی کے علاوہ میرے دیرینہ کرم فرمادوست اور سفر وحضر کے ساتھی محبوب المشائخ شہزادہ اہل سنت صاحبزادہ عمران الٰہی چشتی صابری اور محبوب حضرت قمر المشائخ جناب شیخ فوادرشید صابری، مخدوم اہل سنت پیر طریقت محمد خورشید خان لودھی چشتی صابری، خلیفہ مجاز دربار حضرت شاہ عبدالشکور صابری حال مقیم لودھی ہاؤس مصریال روڈ راولپنڈی، ادیب اہل سنت جناب پروفیسر راشد حمید کلیامی پرنسل قاسم ہال سکول سسٹم راولپنڈی، عزیزم برخوردار محمد عمر اقبال قادری (سنی گرافکس: سرکلر روڈ، راولپنڈی) جن کا تعاون ہمیشہ ہر حال میں حاصل رہا اور عالی مرتبت جناب حضرت صاحبزادہ میاں غلام فرید وارثی صاحب حال مقیم لاہور، حضرت علامہ قاری غلام محمد چشتی، علامہ محمد ثناء اللہ قادری اور مجاہد اہل سنت علامہ صوفی محمد حامد نواز نقشبندی خلیفہ مجاز مرکزی دربار عالیہ موہڑہ شریف ان تمامی احباب گرامی کا مشکور وممنون ہوں اور بالخصوص جناب حاجی محمد سعید ظفر صاحب ساکن ڈھاب کلاں چکوال اور ان کے صاحبزادے جناب ہمایوں ظفر صاحب کا خصوصی طور پر مشکور ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں ہر ممکن تعاون فرمایا، مجھے مواد فراہم کیا، پروف ریڈنگ میں بڑھ چڑھ حصہ لیا اور میری غلطیوں کی نشاندہی کی اور ہر ممکن اپنے تعاون سے نوازتے رہے، الغرض جس شخص نے جس جس انداز سے اس میں تعاون کیا میں سب کا مشکور اور ان کے لیے دعا گو ہوں کہ مالک کریم اپنے ان پاکیزہ نفوس قدسیہ کا تصدق ان کی دینی ودنیاوی زندگی کو بہتر اور کامیاب بنائے، اور دین ودنیا میں اللہ تعالیٰ میرے ان تمام معاونین کو کسی کا محتاج نہ کریں۔ آمین ثمہ آمین......!

بَجاہِ سَیِّدُ الْمُرسَلِیْن صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ وَ بِحَقِّ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہِ الْکَامِلِیْنَ اَجْمَعِیْن۔ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن۔

والسلام طالب دعا، دلدادۂ چراغ چشت

صاحبزادہ مقصود احمد صابری

بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ فیض القرآن رجسٹرڈ و جامع مسجد اکبری صابری

آستانہ عالیہ گلستان غریب نواز، موہڑہ چھپر، غوث اعظم روڈ (سابقہ چکری روڈ) راولپنڈی

0333-5594225 - 0321-5103103 - 0300-9500314 - 0313-0510560

اتباعِ رسول ﷺ ہی ذریعہ نجات ہے

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَہ

انسانیت کی تکمیل سیرت انبیاء کرام علیہم السلام کی محتاج ہے اور عالمگیر و دائمی نمونہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ ہے۔

تمام آسمانی صحیفے، تمام مذہبی کتابیں، تمام اخلاقی قصے، یونانی الیڈ رومی پیرلل لاؤز (Parallel Lives) ایرانی شاہنامہ، ہندی مہا بھارت، رامائن اور گیتا۔ ہر قوم کے سامنے اس قوم کے بڑے بڑے اشخاص اور اکابر رجال کی زندگیوں سے علم و جہل، ظلم و عدل، خیر و شر اور ایمان و کفر کی عبرتناک مثالیں ہیں۔

تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک کے بیشتر مضامین ظالم شریر اور کافر قوموں کی تباہی، نیک اور مومن قوموں کی سعادت کی مثالیں ہیں۔ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل ہر زمانہ، ہر ملک میں خدا کے پیغمبر آئے تاکہ وہ اپنی اپنی قوموں کے سامنے اپنی زندگی کا نمونہ کے طور پر پیش فرمائیں۔ آخر میں رحمت عالم کو مبعوث فرمایا تاکہ اپنی زندگی کا نمونہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ جائیں۔ قرآن مجید نے بزبان نبوی اعلان فرمایا:

''تو (اے قریشو) میں اس (دعویٰ نبوت) سے قبل تمہارے درمیان ایک عمر رہا ہوں کیا تم نہیں سمجھتے'' (سورۃ یونس)

اس آیت مبارکہ میں وحی الٰہی نے خود سید عالم کی سوانح عمری اور سیرت کاملہ کو پیش کیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ صفحہ ہستی پر لاکھوں اشخاص ایسے ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں نمونہ کے لئے چھوڑیں۔ بہت سے شاہان عالم کے باشان وشکوہ دربار، سپہ سالاروں کے جنگی پرے، حکماء و فلاسفروں کا گروہ، فاتحین عالم کی پُر جلال صفیں، شعراء کی بزم رنگین، دولت مندوں اور خزانوں کے مالکوں کی نرم گدیاں اور کھنکھناتی تجوریاں آدم علیہ السلام کے بیٹوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔ کارتھیج کا ہنیبال مقدونیہ کا سکندر، روم کا سیزر، ایران کا دارا، یورپ کا نپولین۔ ہر ایک کی زندگی پُرکشش ہے۔ سقراط، افلاطون، ارسطو، دیو جانیس اور دوسرے یونانی فلسفیوں سے لے کر اسپنسر تک تمام حکماء اور فلاسفروں کی زندگیوں میں خاص رنگ نمایاں ہے۔ نمرود، فرعون، ابولہب و ابوجہل کی علیحدہ شخصیتیں ہیں۔ قارون و شداد کی زندگی علیحدہ ہے۔ یہ سب نمونہ بنی آدم کے سامنے ہیں، لیکن یہ تو بتاؤ کس کی زندگی بنی نوع انسان کی سعادت و فلاح اور ہدایت کی ضامن، کفیل اور قابلِ تقلید بنی۔

بڑے بڑے فاتح وسپہ سالاروں نے تلوار کی نوک سے دُنیا کے طبقے الٹ دیئے، لیکن کیا انسانیت کی فلاح وہدایت کے لئے کوئی نمونہ پیش کیا۔ ان کی تلوار کی کاٹ میدانِ جنگ سے آگے بڑھ کر انسانی ادہام وخیالات فاسدہ کی بیڑیوں کو نہ کاٹ سکیں۔ باہمی برادرانہ تعلقات کی گتھی نہ سلجھا سکی۔ انسانی معاشرت کا کوئی خاص نقشہ پیش نہ کر سکی۔ روحانی مایوسیوں اور نا اُمیدیوں کا علاج نہ بتا سکی۔ دلوں کی ناپاکی اور زنگ کو نہ مٹا سکی۔ اخلاق اعمال کا کوئی نقشہ نہ بنا سکی۔

بڑے بڑے شاعر پیدا ہوئے۔ خیالی دنیا کے یہ شہنشاہ عملی دنیا میں بالکل بیکار ثابت ہوئے۔ اسی لیے افلاطون کے نظام حکومت میں شعرا کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ ہومر سے لے کر آج تک نوری جوش وہنگامہ کی پیدائش اور خیالی لذت والم کی افزائش کے سوا نسلِ انسانی کو اپنی زندگی کی مشکلات دور کرنے کے لئے کوئی صحیح مشورہ نہ دے سکے۔ اس لئے کہ اِن کی شیریں بیانیوں کے پیچھے ان کا اپنا حسنِ عمل کا کوئی خوشنما نمونہ نہ تھا۔

حکماء وفلاسفروں نے بارہا اپنی عقل رسا سے نظامِ عالم کے نقشے بدلے۔ عجائبات عالم کی طلسم کشائی کے حیرت انگیز نظریے پیش کئے۔ مگر انسانیت کے نظامِ ہدایت کا کوئی عملی نمونہ پیش نہ کر سکے۔ ان کی دقیق نکتہ سنجیوں اور بلند خیالیوں کے پیچھے بھی حسنِ عمل کا کوئی نمونہ نہ تھا۔

ارسطو نے فلسفۂ اخلاق کی بنیاد رکھی۔ ہر یونیورسٹی میں اس کے اخلاقیات پر بہترین لیکچر دیئے جاتے ہیں اور اخلاقی مسائل پر اس کی نکتہ آفرینیوں کی داد دی جاتی ہے۔ ہر یونیورسٹی میں اخلاقیات کے بڑے بڑے پروفیسر موجود ہیں مگر سچ بتاؤ ان سب کو پڑھ سن کر کتنے افراد راہِ راست آئے، وہ اس لئے کہ ان کے علم اخلاق کی فلسفیانہ رموز واسرار کا دائرہ اثر ان درسگاہوں کی چہار دیواریوں سے کبھی آگے نہ بڑھ سکا، نہ بڑھ سکتا ہے۔ یہ لوگ جب ان کمروں سے نکل کر باہر میدان میں آتے ہیں، تو ان کی عملی زندگی عام افراد انسانی سے ایک انچ بھی بلند نہیں ہوتی۔ اور انسان کانوں سے نہیں آنکھوں سے بنتا ہے۔

دنیا کے سٹیج پر بڑے بڑے بادشاہ اور حکمران رونما ہوئے اور ایسے بھی ہیں کہ چار دانگ عالم پر حکومت کی۔ قوموں کے جان ومال پر قبضہ کیا۔ ایک ملک اجاڑا دوسرا بسایا۔ ایک سے چھینا دوسرے کو دیا۔ مگر اپنا نقشہ خود ان کا وہی رہا ان کی تلواروں کی دھاک نے آبادیوں اور مجمعوں کے مجرموں کو روپوش کر دیا۔ لیکن تنہائیوں اور خلوت خانوں کے روپوش مجرموں کو باز نہ رکھ سکی۔ انہوں نے بازاروں اور راستوں میں امن وامان قائم کیا۔ لیکن دلوں کی بستی میں امن وامان قائم نہ کر سکے۔ ملک کا نظم ونسق درست کیا۔ روحوں کی مملکت کا نظام درست نہ کر سکے۔ ہر قسم کی روحانی بربادی انہی کے درباروں سے نکل کر ہر جگہ پھیلتی رہی۔

بڑے بڑے قانون دان سولن سے لے کر آج تک پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کے قانون کی عمر نے بقا نہ پائی۔ دوسرے دور کے حاکموں اور عدالتوں نے اس کو حرف غلط سمجھ کر مٹا دیا۔ اور آج بھی یہی حالت ہے۔ یہ سب کچھ انسانوں کے نہیں بلکہ حکومتوں کے لئے ہوتا رہتا ہے۔

مندرجہ بالا اجمالی جائزہ جو نقشہ پیش کرتا ہے۔ یہ کسی خاص نظریہ یا عقیدہ کی بنیاد پر نہیں بلکہ عقلی استدلال اور دنیا کی عملی تاریخ کا

نقشہ ہے۔ بنی نوع انسان کی حقیقی بھلائی، اعمال کی نیکی، اخلاق کی بہتری، دلوں کی صفائی، انسانی قویٰ میں اعتدال اور میانہ روی پیدا کرنے کی کوششیں اگر کسی طبقہ نے انجام دی ہیں۔ تو وہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام کا مبارک طبقہ ہے۔ جو خدا کے فرستادہ ہو کر اس دنیا میں آئے اور دنیا کو نیک تعلیم اور ہدایت دے کر اپنے بعد بھی لوگوں کے لئے چلنے کا ایک راستہ بتا کر چھوڑ گئے۔ جن کی تعلیم و عمل کے سرچشمہ سے بادشاہ اور رعایا، امیر و غریب، جاہل و عالم سب برابر فیض پاتے ہیں اور پا رہے ہیں۔ قرآن کریم نے اس خاص طبقہ کے پیشتر افراد کے نام بتائے ہیں۔ جن کی پیروی اور تقلید ہماری بیماریوں کا علاج اور اخلاق کمزوریوں کا درماں ہے۔ یہی وہ مقدس گروہ ہے جو خدا کی بسائی تمام آبادیوں میں پھیلا اور مختلف زمانوں میں اپنی تعلیم و ہدایت کا چراغ روشن کرتا رہا۔ آج انسان کے سرمایہ میں فلاح، سعادت، اخلاق، نیک اعمال اور بہترین زندگیوں کے فیوض و برکات ہیں۔ وہ جگہ جگہ اپنے نقش قدم چھوڑ گئے۔ اور دنیا کم و بیش انہی پر چل کر اپنی کوششوں کی کامیابی ڈھونڈ رہی ہے۔

نوح کا جوش تبلیغ، ابراہیم کا ولولہ توحید، اسحاق کی وراثت پدری، اسماعیل کا ایثار، موسیٰ کی سعی و کوشش، ہارون کی رفاقتِ حق، یعقوب کی تسلیم، سلیمان کا سرود حکمت، زکریا کی عبادت، یحییٰ کی عفت، عیسیٰ کا زہد، یونس کا اعتراف لغزش، لوط کی جانفشانی، ایوب کا صبر، یہی وہ حقیقی نقش و نگار ہیں جن سے ہماری روحانی اور اخلاقی دنیا کا ایوان آراستہ ہوتا ہے اور جہاں کہیں ان صفات عالیہ کا وجود ہے وہ انہی بزرگوں کی مثالوں اور نمونوں کا عکس ہے۔

ہیئت دانوں نے ستاروں کی چالیں بتائیں، حکما نے چیزوں کے خواص ظاہر کئے، طبیبوں نے بیماریوں کے نسخے ترتیب دیئے، مہندسوں نے عمارتوں کا فن نکالا، صناعوں نے ہنر اور فنون پیدا کیے۔ ہم ان سب کے شکر گزار ہیں۔ مگر سب سے زیادہ ممنون ہم ان بزرگوں کے ہیں جنہوں نے ہماری اندرونی دنیا کو آباد جنہوں نے ہماری اندرونی حرص و ہوس کی چالیں درست کیں۔ ہماری روحانی بیماریوں کے نسخے ترتیب دیئے۔ ہمارے جذبات، ہمارے احساسات اور ہمارے ارادوں کے نقشے درست کئے۔ ہمارے نفوس و قلوب کے عروج و تنزل کا فن ترتیب دیا۔ جس سے دنیا کے صحیح تمدن اور صحیح معاشرت کی تکمیل ہوئی۔ خدا اور بندے کا رشتہ باہم مضبوط ہوا۔ اور یوم الست کا بھولا ہوا وعدہ ہم کو یاد دلایا۔ اگر ہم ان پیغمبرانہ تعلیمات سے ناواقف ہوتے تو کیا یہ دنیا تکمیل کو پہنچ سکتی تھی۔ اس لئے اس مقدس طبقہ جنہیں انبیاء کرام علیہم السلام کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہم عام انسانوں پر سب سے زیادہ احسانات ہیں۔ ان کی شکر گزاری کا اظہار واجب ہے۔ اسی کا نام اسلام کی زبان میں صلوٰۃ و سلام ہے۔

بہتر سے بہتر فلسفہ، عمدہ سے عمدہ تعلیم، اچھی سے اچھی ہدایت زندگی نہیں پا سکتی۔ اور کامیاب نہیں ہو سکتی اگر اس کے پیچھے کوئی ایسی شخصیت اس کی حامل و عامل ہو کر قائم نہیں۔ جو ہماری توجہ محبت اور عظمت کا مرکز ہو۔ برہمو سماج کی ناکامی کے بارے ڈاکٹر ٹائیگور سے جب پوچھا گیا تو اُس نے جواب میں کہا کہ برہمو سماج اس لئے ناکام ہوا کہ اس کے پیچھے کوئی شخصی زندگی اور عملی سیرت موجود نہ تھی۔ جو توجہ کا مرکز اور نیکوکاری کا نمونہ بنتی۔

حضور سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زندگی کا عملی نمونہ

یوں تو ہر نبی نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی قوموں کے سامنے اس زمانہ کے مناسب حال اخلاقِ عالیہ اور صفات کاملہ کے ایک نہ ایک بلند ترین معجزانہ نمونہ پیش کیا۔ کسی نے صبر، کسی نے ایثار، کسی نے قربانی، کسی نے جوشِ توحید، کسی نے ولولہ حق، کسی نے تسلیم، کسی نے عفت، کسی نے زہد۔ غرض ہر ایک نے دنیا میں انسان کی پُر پیچ زندگی کے راستہ میں ایک ایک مینار قائم کر دیا۔ جس سے صراطِ مستقیم کا پتہ لگ سکے۔ مگر ضرورت ایک ایسے رہنما اور راہبر کی جو ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک پوری راہ کو اپنی ہدایات اور عملی مثالوں سے روشن کر دے۔ گویا اپنی عملی زندگی کی ایک ایسی گائیڈ بک دے دے جس کو لے کر ہر ایک ایسی تعلیم و ہدایت کے مطابق بے خطر منزل مقصود کا پتہ پائے۔ یہ راہنما ہمارے پیارے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

قرآن نے فرمایا:

''اے غیب کی خبریں دینے والے ہم نے آپ کو حاضر و ناظر، خوشخبری دینے والا، ڈر سنانے والا اور اللہ کی طرف دعوت دینے والا اس کے حکم سے اور روشنی بخشنے والا چراغ بنا کر بھیجا۔'' (سورۃ احزاب)

ویسے تو ہر نبی خدا کی طرف سے شاہد داعی اور مبشر و نذیر بن کر آیا مگر یہ کل صفتیں سب کی زندگی میں عملاً یکساں نمایاں ہو کر ظاہر نہیں ہوئیں۔ لیکن جو شاہد، مبشر، نذیر اور داعی سب کچھ بیک وقت ہیں جن کے مرقع حیات میں یہ سارے نقش و نگار عملاً نمایاں ہیں۔ وہ ذات پاک صرف اور صرف سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ اسی لئے آپ کو آخری نبی بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔ ایسی شریعت لے کر آئے جو کامل ہے۔ ایسی تعلیم جو دائمی ہے آپ کی ذات پاک مجموعہ کمال اور دولت لازوال ہے۔

یہ صرف عقیدہ اور ایمان کے زور پر نہیں کہی جا رہی بلکہ دلائل قوی گواہ ہیں۔ آپ کی مبارک ہستی کو تاریخیت کے میزان میں تولیں۔ پوری اُتر رہی ہے۔ کاملیت کے ترازو میں رکھیں، مکمل ہے۔ جامعیت کا پہلو دیکھیں بے نقص ہے، بے عیب ہے۔

تاریخ کے میزان میں دیکھیں کہ انسانی نفسیات ہے کہ قصہ کہانی، فرضی و مثالی سلسلہ حیات مشتبہ سمجھا جاتا ہے۔ کتنا مؤثر طریقہ پیش کرنے کا ہو۔ اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ تاریخی طور پر ثابت عملی زندگی سامنے نہ ہو تو پیروی و تقلید ناممکن ہوتی ہے۔ ہندوازم کو سب سے زیادہ قدیم ہونے کا دعویٰ ہے۔ ان کے ہاں بہتر سے بہتر کریکٹر مہابھارت اور رامائن کے ہیرو ہیں۔ مگر ان کی زندگی کے واقعات میں تاریخ کس کو کہہ سکتے ہیں۔ ایران کے پرانے مذہب مجوسی کا بانی زرتشت ہے، لاکھوں عقیدت مند موجود ہیں مگر تاریخی شخصیت قدامت کے پردوں میں گم ہے۔ زرتشت کی جائے پیدائش، سال پیدائش، قومیت، خاندان، مذہب، تبلیغ مذہب، مذہبی صحیفہ، زباں سال وفات، جائے وفات سب مشکوک ہے۔ قدیم ایشیا کا سب سے وسیع مذہب بدھ مت ہے۔ مگر بودھ کی زندگی کے بارے میں مگدھ دیس کے راجاؤں کے واقعات کے علاوہ کچھ علم نہیں۔ جین مت اور چین کے بانی مذہب کنفیوشس کے بارے بودھ سے بھی کم معلومات ہیں۔ حالانکہ ماننے والوں کی تعداد کروڑوں ہے۔ سامی قوم میں سینکڑوں پیغمبر آئے مگر نام کے سوا تاریخی اعتبار سے کچھ حال زیادہ معلوم نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے تورات کے سوانح و واقعات میں قدم قدم پر تضاد ہے۔ اس تھیوری کی تفصیل انسائیکلوپیڈیا

برٹانیکا کے آخری ایڈیشن کے آرٹیکل میں موجود ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کے بارے بعض امریکی نقاد اور ریشنلسٹ یہ کہنے لگے ہیں کہ اُن کا وجود فرضی ہے۔ شکاگو کے مشہور رسالہ "روین کورٹ" میں مہینوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرضی وجود پر بحث ہوتی رہی۔

آیئے دیکھیں کاملیت کا ترازو جناب سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے کیا جواب ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ دائمی اور عملی نمونہ کے لئے صحیفہ حیات کا ہر پہلو ہماری آنکھوں کے سامنے ہو، کوئی واقعہ پردہ راز میں نہ ہو۔ صبح روشن کی طرح سب عیاں ہو۔ اس معیار پر شارحین ادیان اور بانیاں مذاہب کی سوانح اور سیرتوں پر نظر ڈالیں تو جناب سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی ہستی پوری نہیں اترتی۔ ہم دیکھتے ہیں بودھ کی زندگی چند قصے کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ زرتشت ایک مذہب کا بانی ہے۔ قیاسات کے سوا اس کی زندگی اور سیرت کا کچھ سراغ نہیں ملتا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ نے ایک سو بیس سال عمر مبارک پائی۔ مگر 120 سال عمر مبارک کے زمانے کی وسعت کو بھرنے کے لئے کتنے واقعات ہمارے سامنے ہیں؟ اسلام سے سب سے زیادہ قریب العصر زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ ماننے والوں کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے 33 سال عمر پائی۔ مگر پیدائش کے بعد ایک دم تیس سال کی عمر کا ذکر ملتا ہے۔ اور جو کچھ معلوم ہے وہ آخری تین سالوں کی زندگی کا حال ہے۔ باقی زمانہ کہاں گزرا تاریخی طور پر سامنے نہیں ہے۔

جہاں تک جامعیت کا حال ہے سرکار دو عالم علیہ السلام کی زندگی مبارک کا ہر ہر پہلو روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتو معاملات زندگی، فرائض و واجبات، رشتہ و تعلق کے بارے عملی نمونہ کیا ہوگا۔ حقوق اللہ اور حقوق عباد کے بجالانے کا جو عملی نمونہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک ذات و زندگی مبارک میں ملتا ہے اور کہیں نظر نہیں آتا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل کے واقعات گواہ ہیں۔ ظہور سے قبل کے واقعات تاریخی طور پر ثابت ہیں۔ اور اعلان نبوت سے پہلے کے تمام واقعات شاہد ہیں۔ اور زندگی ایک ایک گوشہ پوری طرح محفوظ ہے۔ استعمال کے جانور، کپڑے، چیزیں، اٹھنے بیٹھنے کے آداب، آدابِ گفتگو مختصر یہ کہ ہر ہر پہلو پوری درخشانی اور تابانی کے ساتھ سب کے سامنے ہے۔ اور کوئی ایسا پہلو نہ ہے جو تاریک ہو، جو تاریخی طور پر ثابت نہ ہو، یا ایسا ہو تو نقص ہو، عیب ہو، اور یہی شخصیت و زندگی عملی نمونہ ہوا کرتی ہے۔

بشکریہ

پیر طریقت حضرت پیر سید شبیر حسین گیلانی قادری مدظلہ

آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ گلشن احمد رضا

محلہ غازی آباد، راولپنڈی کینٹ

﴿تعارف سلسلہ عالیہ سہروردیہ﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ اِمَامُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ سَیِّدِ الثَّقَلَیْنِ نَبِیِّ الْحَرَمَیْنِ اِمَامِ الْقِبْلَتَیْنِ وَ سِیْلَتِنَا فِی الدَّارَیْنِ، جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ مَوْلَانَا وَ مَوْلَی الثَّقَلَیْنِ اَبِی الْقَاسِمُ مُحَمَّدُ اِبْنِ عَبْدِاللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمْ وَ عَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ الْکَامِلِیْنَ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ٥ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ٥ فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْم ۔

اللہ وحدہ لاشریک نے اپنی توحید کا ڈنکا بجوانے کے لیے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا، حضرت آدم تا عیسیٰ تمام نبیوں نے اس فریضہ کو کما حقہ نبھایا، نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے اس راہ میں دیگر انبیاء کی طرح جو صعوبتیں اٹھائیں، اس راہ میں جو مشکلات در پیش آئیں اوران کو خندہ پیشانی سے قبول وبرداشت کیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کا ہی حصہ ہے، سرکار ابد اقرار کے بعد اس فریضہ کو صحابہ کبار، اہل بیت اطہار اوران کے بعد یہ اہم مشن اولیائے کاملین تک پہنچایا، جن کو خدا اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کے مشن کا وارث اوران کی مثل قرار دیا۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کو صوفی اور اہل تصوف کہا جاتا ہے، سلسلہ تصوف کے مشائخ وصوفیاء اولیائے جس جانفشانی سے اس مشن کی تکمیل کی اور مختلف طریقوں سے توحید ورسالت کا پیغام لوگوں کے گھروں تک نہ صرف پہنچایا بلکہ ان کے دلوں میں اس کے گہرے اثرات بھی مرتب کیئے۔

جس طرح خلفائے راشدین کے دور میں وقت کے ساتھ ساتھ دین اسلام کو عامۃ الناس تک پہنچانے کے لیے اس میں کچھ ترامیم تفقہ فی الدین کے تحت ہوتی رہیں، اسی طرح صحابہ کبار کے بعد آئمہ اربعہ نے نظریہ ضرورت کے تحت اجتہاد کیا، پھران اماموں کے مسلک مثلاً حنفی، شافعی، مالکی حنبلی معرض وجود میں آئے، بعینہ اولیائے کاملین کے سلاسل جیسی، طیفوری، سقطی، جنیدی، کرخی، گازرونی، فردوسی، ادھمی، طوسی، چشتی سہروردی وغیرہ ہم معرض وجود میں آئے۔

سب کا نظریہ اور منشا صرف اور صرف توحید و رسالت کا پیغام لوگوں تک پہنچانا اور ان کے نفوس کو پاک کر کے صراط مستقیم پر گامزن کر کے خدا کے دروازے پر لا کھڑا کرنا،

سابقین کے سلاسل طریقت میں سے جنیدی، گازرونی، طوسی اور بالخصوص فردوسی سلسلہ سے سلسلہ عالیہ سہروردیہ معرض وجود میں آیا۔
اس کے روح رواں اور سالار قافلہ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی جن کی ولادت باسعادت 540 ہجری بمطابق 1145ء کو بغداد شریف میں غوث الثقلین محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا سے ہوئی اور ان کے اوپر حضرات پیران پیر دستگیر کی خصوصی عنایت شامل حال رہیں۔

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ حضرت شیخ وجیہہ الدین ابوالنجیب کے مرید و خلیفہ تھے اور وہ چھ سلسلوں کے بعد حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ کے مرید و خلیفہ تھے اور یہ سلسلہ چلتا ہوا حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔

اس سلسلہ کے مشائخ نے بلاد اسلامیہ میں دین اسلام کی بہت سی خدمات انجام دیں اور لوگوں کو صحیح معنوں میں راہنمائی کا حق ادا کیا بہت سی مخلوق نے ان مشائخ سہروردیہ کی اقتدار کی جو بھی اس سلسلہ میں داخل ہوتا کمال اخلاص سے اپنے آپ کو ان سے منسوب کر لیتا۔

چنانچہ طوسی اور فردوسی سلسلہ کے مشائخ کی ایک ہی روش تھی، وہ مجالس سماع منعقد کرتے اور مزامیر سنتے اور رقص و وجد بھی کرتے تھے، ذکر جہر بہت زیادہ کرتے تھے، جہاں سے جو بھی کچھ نذر نیاز اور فتوحات آتیں کسی عذر کے قبول کر لیتے اور وہ تمام اسی وقت مجلس میں موجود مومن و کافر، غنی و فقیر سب میں برابر تقسیم فرما دیتے۔

اس سلسلہ کے مشائخ مریدوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دیتے اور ان سے مجاہدہ و ریاضت بہت زیادہ کرواتے تھے۔

سہروردی سلسلہ کے بانی و سالار حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے تمام عمر خدمت اسلام کے لیے وقف کئے رکھی اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی اشاعت میں دن رات محنت شاقہ سے کام کر کے مشائخ و صوفیاء کی مختلف جماعتیں تیار کیں۔

اپنے مریدین و خلفاء کے لیے تصوف کے اہم ترین مسائل اور منازل سلوک طے کرانے کے لیے ایک کتاب ''عوارف المعارف'' لکھی، جس میں قرآن و سنت کی روشنی میں تصوف کی اصطلاحات وضع کیں اور بڑے بڑے دقیق مسائل کو آسان اور سادہ انداز میں پیش کیا جس سے نہ صرف اس زمانے کے مشائخ و صوفیاء کو مدد و رہنمائی ملی بلکہ آج بھی اور آئندہ قیامت تک کے مشائخ و صوفیاء اور اہل حق کی جماعت استفادہ کرتی رہے گی۔ بعض بزرگوں کی خانقاہوں میں یہ کتاب سبقاً پڑھائی جاتی تھی اور بعض بزرگوں کے ہاں روزانہ اس کتاب سے درس دیا جاتا ہے اور آج تک تصوف پر کام کرنے والا کوئی محقق و مؤرخ اس کتاب کو نظر انداز نہ کر سکا۔

آپ نے جو جماعتیں تبلیغ دین کے لیے تیار کیں انہوں نے قریہ قریہ بستی بستی دین اسلام کے پیغام کو پہنچایا لاتعداد گمراہوں کو گمراہی کے دلدل سے نکال کر راہ ہدایت پر گامزن کیا۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ اگرچہ اس سلسلہ کے امام اور اس طریقت کے بانی ضرور ہیں اور بلا مبالغہ یہ بات

بھی تسلیم کرنے کے قابل ہے کہ آپ نے بلاد اسلامیہ میں اس سلسلہ کو فروغ دینے کے لیے بہت کام کیا اور لا تعداد افراد کو اپنی محنت و لگن سے تیار کر کے زمرہ مشائخ میں شامل کیا جنہوں نے آپ کی جلائی ہوئی شمع کو روشن کیے رکھا۔

ہندوستان میں اس سلسلہ کو فروغ دینے میں شیخ الاسلام والمسلمین غوث العالم حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا سہروردی ثمہ ملتانی رحمتہ اللہ علیہ نے جو کردار ادا کیا اور جس انداز سے اس کی آبیاری کی نا قابل فراموش ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام کی عظیم خدمت انجام دینے والوں میں کہیں حضرت شیخ نورالدین مبارک غزنوی، کہیں حضرت شیخ قاضی حمید الدین ناگوری، کہیں شیخ ضیاالدین رومی، کہیں حضرت شیخ صدرالدین ملتانی، کہیں حضرت شاہ رکن عالم ملتانی، کہیں حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری سہروردی، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، کہیں حضرت صدرالدین قتال، کہیں حضرت شیخ اسماعیل عرف وڈا میاں لاہوری، حضرت خواجہ حسن افغان کہیں حضرت پیر عمر سہروردی، کہیں حضرت شیخ جمالی، کہیں حضرت داؤد جہانیاں، کہیں بنگلہ دیش میں حضرت جلال الدین تبریزی اور جھنگ میں حضرت سید محبوب عالم المعروف شاہ جیونہ بخاری کہیں لاہور میں حضرت شیخ عبدالجلیل سہروردی چوہڑ بندگی، کہیں ملتان میں حضرت سید یوسف شاہ گردیز کہیں جالندھر میں حضرت شیخ احمد غوث، ڈیرہ غازی خان میں حضرت سخی سلطان سرور سہروردی پوٹھوار کی سرزمین پر حضرت پیر سید منور شاہ گردیزی سہروردی وغیرہ ھم علیہم الرحمتہ اجمعین جیسی اہم ترین دیگر پاکباز شخصیات جن کے قدموں میں سلاطین زمانہ کو عوام وخواص نے سر رکھتے دیکھا ہے ان کی شبانہ روز کی جدوجہد سے تبلیغ اسلام کا فریضہ کما حقہ ادا کرنے کی کوشش کی گئی اور خانقاہی نظام کو حیات جاوٗدانی ملی۔

یہ ایک قابل تسلیم حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں ان صوفیائے کرام اور خانقاہی نظام کو فروغ دینے والے مشائخ کی ہمت وسعی وتبلیغ کا صدقہ ہے کہ آج ہمیں اسلام کی اصل تصویر نظر آ رہی ہے اور دین اسلام کے اصل سچے اور پکے پیروکار بھی اسی نظام سے وابستہ لوگ ہیں وگرنہ جو لوگ اس نظام سے منسلک نہ ہیں ان کے دین اسلام کی تصویر اور ان کی خدمات دین وملت آپ کے سامنے ہیں کہ نہ تو ان کے نظام تعلیم میں عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی ان کے مدارس دینیہ میں عشق ومحبت نہ ہی ان کی عملی زندگی اور عبادت و ریاضت میں حلاوت نظر آتی ہے۔

آج اگر دنیا میں امن اور بھائی چارے کی فضا قائم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے ان مشائخ وصوفیاء کے وضع کردہ خانقاہی نظام اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب عوارف المعارف میں موجود تعلیمات پر عمل کرنا ہوگا۔ تب ہی ہم روز محشر حضرت شیخ کے سامنے سہروردی کہلانے کے مجاز ہونگے اور حضرت شیخ بھی اس روز ہمیں اپنے دامن میں چھپا کر خدا سے ہماری بخشش کرائیں گے۔

وسلام مع الکرام۔ خاکپائے درمخدوم صابر نواز

صاحبزادہ مقصود احمد صابری

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: گنجینہ ہدایت، مقرب حضرت باری، مقتدائے قوم، عمدۃ الابرار، قدوۃ الاخیار شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد سہروردی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ الکاملین اور شیخ الشیوخ ہیں آپ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں۔

مورخین نے آپ کا سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا ہے۔ ابوحفص عمرؒ بن محمدؒ بن عبداللہؒ بن محمد عمویہؒ بن سعدؒ بن حسینؒ بن قاسمؒ بن علقمہؒ بن نصرؒ بن معاذؒ بن عبدالرحمٰنؒ بن قاسمؒ بن محمدؒ بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔ آپ کے نسب کے تمام آباؤ اجداد اوپر سے نیچے تک خدارسیدہ بزرگ اور عالم باعمل تھے۔ آپ کے پڑدادا حضرت محمد عمویہ بھی سہروردیہ کے بہت بڑے بزرگ اور عارف کامل تھے۔ لہٰذا آپ کے خاندان کے افراد نے علمی اور روحانی فیض گھر ہی میں حاصل کیا ہے اور اپنے بزرگوں سے خرقہ خلافت بھی حاصل کرتے تھے۔ مثلاً آپ کے جدامجد شیخ عبداللہ کے بھائی قاضی وجیہہ الدین سہروردیؒ نے خرقہ خلافت اپنے والد محترم حضرت محمد عمویہؒ سے حاصل کیا اور اُن سے آپ کے چچا اور پیرومرشد حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہرؒ بن عبداللہ نے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

ولادت باسعادت ☆: آپ کے والدین کے ہاں اولاد نہ تھی اولاد کی آرزو میں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ گزار چکے تھے آپ کے والدین حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور بارگاہِ غوثیت میں اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اُسی وقت بارگاہِ خداوندی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور آپ کے والدین کو خوشخبری دی کہ جاؤ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمہیں ایسی اولاد عطا فرمائیں گے جس کا چرچا قیامت تک جاری رہے گا۔

یہ مژدہ سُن کر آپ کے والدین گھر آئے اسی رات آپ کی والدہ ماجدہ حاملہ ہوئیں۔ ۹ ماہ گزرنے کے بعد لڑکی پیدا ہوئی والدین بہت خوش تھے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی دعا سے اللہ نے یہ نعمت عطا کی ہے۔ اسی دن بچی کو لے کر جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے آپ کی والدہ نے پُرمسرت لہجہ میں عرض کی حضور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے یہ بچی عطا فرمائی ہے۔ حضور اس بچی کے لئے دعا بھی فرمائیں۔ اور نام بھی تجویز فرمائیں یہ سن کر آپ سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے نیک بخت خاتون تم کیا کہہ رہی ہو میرے سامنے بچی کو لاؤ جب غوث پاک رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تو حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ

نے متبسم ہو کر فرمایا کہ یہ لڑکی نہیں لڑکا ہے اور ہم نے اس کا نام شہاب الدین عمر رکھا ہے اور تمہیں مبارک ہو کہ یہ بچہ زمرہ اولیاء اللہ میں مراتب عالیہ پر فائز ہوگا اس کا علم وسیع اور عمر دراز ہوگی آپ سہروردیہ نواح بغداد شریف میں ۵۳۶ھ ماہ رجب المرجب کے آخر میں آپ کی ولادت باسعادت بمطابق 1141ء میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت☆: آپ بچپن میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بغداد شریف میں اپنے چچا محترم کے زیر تربیت رہ کر تعلیم حاصل کرنے لگے آپ کی ظاہری و باطنی تعلیم میں آپ کے سب سے بڑے اُستاد آپ کے چچا محترم شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر علیہ الرحمۃ تھے گیارہ سال کی عمر میں آپ نے علم حدیث کی تعلیم شروع کر دی تھی۔

حضرت شیخ الشیوخ اپنی جوانی کے زمانے میں علم الکلام کی تکمیل میں بہت سرگرم تھے۔ آپ نے علم کلام کی بہت سی کتابیں پڑھی تھیں مگر آپ کے چچا محترم آپ کے اس شغف کو پسند نہیں فرماتے تھے اس لئے ایک دن وہ آپ کو لے کر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں لے گئے اور اُن کے سامنے صورتحال بیان کی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے آپ سے علم الکلام کے زیر مطالعہ کتب کے نام دریافت کئے اس کے بعد حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے آپ کے سینہ پر ہاتھ رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ علم کلام کے تمام مسائل بھول گئے اور سینہ میں باطنی علوم سما گئے۔ اس وقت سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر تم عراق کے مشاہیر کے آخر ہو۔

سیرت و کردار☆: آپ زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے۔ ہمہ وقت عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے آپ نے خلیج فارس جزیرہ عبادان میں گوشہ نشینی اختیار کی اور عرصہ دراز تک ذکر و فکر عبادت و ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے اور اسی مقام پر آپ کی ملاقات ایک ابدال سے بھی ہوئی تھی آپ نے متعدد حج کئے اور کئی سال تک خانہ کعبہ میں رہے آخر کار روحانی مجاہدات اور سفر سے فارغ ہو کر بغداد شریف واپس آ گئے۔

بغداد میں آپ صرف خانقاہ کے درویش ہی نہ تھے بلکہ اپنے اثر و رسوخ سے ملک اور قوم کو بھی فائدہ پہنچاتے تھے بالخصوص اسلامی ممالک کی حکومتوں کے درمیان مصالحت کرانے میں آپ کا بڑا حصہ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ خلفائے بغداد اور اسلامی ممالک کے امراء اور حکام آپ کا بے حد احترام کرتے تھے دربار خلافت کے آپ خاص سفیر بھی تھے۔ اسی واسطے جب کوئی بڑی علمی یا روحانی شخصیت کے بزرگ بغداد شریف تشریف لاتے تو سرکاری طور پر آپ ہی کو ان کے استقبال کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ فقہ میں آپ شافعی مسلک کے پیروکار تھے۔ مگر وسعت نظر کے لحاظ سے آپ مجتہدانہ انداز رکھتے تھے عقائد میں آپ امام ابوالحسن اشعری کے متبع تھے۔

بیعت و خلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر ممتاز ہوئے۔

خواب کی تعبیر☆: خلیفہ الظاہر ابونصر محمد بن الناصر کی تخت نشینی کے موقع پر آپ روم تشریف لے گئے اس وقت سلطان مصروف سیر و شکار تھا مولانا رومؒ کے والد ماجد مولانا بہاؤ الدین بلخی بھی سلطان کے ہمراہ تھے۔ اس وقت آپ نے خلیفہ کا فرمان سلطان کے سامنے پیش کیا۔ اسی رات سلطان نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا کہ اس کا سر سونے کا ہے۔ منہ چاندی کا اور پیٹ پیتل کا اور

دونوں رانیں شیشے کی پاؤں رانگ کے ہوگئے ہیں۔

صبح جب حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی مولانا بہاؤالدین بلخی کے ہمراہ شاہی محل میں گئے تو سلطان نے اپنا خواب آپ کو سنایا اور کہنے لگا حضور اس کی تعبیر بیان فرمائیں آپ نے سلطان کی فرمائش پر خواب کی تعبیر اس طرح بیان فرمائی کہ "سلطان کی زندگی میں ان کی رعایا سونے کی طرح خوشحال اور شان وشوکت سے رہے گی اور سلطان کے فرزند کے دور میں رعایا چاندی کی طرح ہوگی مگر جب سلطان کا پوتا حکومت کرے گا اس کی رعایا کی اخلاقی اور مالی حالت کی قدر و قیمت پیتل کی طرح ہوجائے گی۔ اور رعایا کمزور اور پست ہمت ہوجائے گی۔ تیسری پشت میں رعایا کے اخلاق بالکل گر جائیں گے۔ اور امن وامان خطرہ میں پڑ جائے گا چوتھی اور پانچویں پشت میں ملک تباہ و برباد ہوجائے گا سلجوقی خاندان کی حکومت ختم ہوجائے گی اور مفسد لوگ اس ملک پر قابض ہوجائیں گے بادشاہ آپ کی صحیح تعبیر سن کر آپ کی صداقت اور بے باکی سے بہت متاثر ہوا اور دعائے خیر کا طالب ہوا۔ آخر میں اُس نے بڑے اہتمام اور احترام اور عزت سے آپ کو رخصت کیا۔

کشف و کرامات ☆: ۶۱۴ھ میں سلطان محمد بن خوارزم شاہ نے عباسی خلفاء کی بیعت سے روگردانی اختیار کی۔ اور اپنی تمام مملکت میں خلیفہ الناصر کے نام کا سکہ اور خطبہ بند کرکے فخر السادات حضرت سیّد علاؤالدین ترمذی سے بیعت وخلافت کی اس نے اُسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تین لاکھ سوار لے کر خلیفہ الناصر کو معزول کرنے کے لئے بغداد روانہ ہوا اس خبر سے خلیفہ الناصر بہت پریشان ہوا اس نے مصالحت کے لئے آپ کو سفیر بنا کر روانہ کیا آپ نے ہمدان کے قریب سلطان محمد سے ملاقات کی سلطان محمد آپ کی فصیح و بلیغ تقریر سے بہت متاثر ہوا مگر اپنے ارادے سے باز نہیں آیا۔ اس لئے آپ رنجیدہ ہوکر واپس آ گئے تاہم یہ آپ کی کرامت تھی کہ سلطان محمد ہمدان سے نکل کر عقبہ حلوان پہنچا ہی تھا کہ برف باری کی کثرت اور سردی کی وجہ سے اس کا سارا لشکر تباہ و برباد ہوگیا اور وہ اپنے ارادے میں ناکام ہوکر واپس چلا گیا۔

کرامت نمبر۲ ☆: سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء زری زر بخش رحمتہ اللہ علیہ فوائد الفوائد میں فرماتے ہیں کہ ایک فلسفی حکیم خلیفہ بغداد کے پاس آیا۔ اس کے پاس فلسفہ وحکمت کی کتابیں تھیں۔ اس کا منصوبہ یہ تھا کہ خلیفہ کو راہ حق سے ہٹائے۔ خلیفہ کا بھی اس کی طرف رجحان تھا۔

چنانچہ رات دن مجلس اسی کے ساتھ ہوتی اور اسی سے ہمکلام رہتا۔ جب لوگوں نے یہ بات شیخ الشیوخ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کو بتائی تو آپ نے فرمایا کہ "جتنا خلیفہ ان فلسفیوں کی طرف رجحان کرے گا اتنا ہی جہان پر کفر کی تاریکی بڑھ جائے گی۔"

یہ کہہ کر آپ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور خلیفہ کے محل کی طرف چل پڑے۔ اتفاق سے اسی وقت وہ فلسفی بھی خلیفہ کے پاس حاضر تھا اور خلوت میں خلیفہ کے ساتھ بیٹھا فلسفیانہ بحث کر رہا تھا۔ دربانوں نے خلیفہ کو حضرت شیخ الشیوخ کی آمد کی خبر کی۔ تو خلیفہ نے آپ کو اندر بلوالیا۔ جب آپ خلیفہ کے پاس پہنچے اور اس حکیم کو دیکھا تو آپ نے پوچھا "اس وقت کیا بحث وگفتگو ہو رہی تھی۔" خلیفہ نے فلسفہ کی

باتوں کو چھپانے کی خاطر کہہ دیا کو یونہی باہمی دلچسپی کے امور پر بات چیت ہو رہی تھی۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میں اسی لئے آیا ہوں کہ دیکھوں کہ خلیفہ اور اس حکیم کے درمیان کیا گفتگو ہو رہی ہے؟ لہٰذا خلیفہ کو بتانا چاہیے کہ کیا گفتگو ہو رہی تھی۔ جب آپ نے اس بارے میں بار بار اصرار کیا تو فلسفی حکیم نے کہا کہ ہم اس وقت اس بات پر بحث کر رہے تھے کہ حرکت کی تین قسمیں ہیں۔ حرکت طبعی، حرکت ارادی اور حرکت قصری، طبعی حرکت وہ ہے کہ ایک چیز اپنی طبع سے حرکت کرے اور دوسری کوئی چیز اسے حرکت نہ دے۔ چنانچہ ہاتھ سے جو پتھر بلندی کی طرف پھینکا جاتا ہے وہ اپنی طبعی حرکت سے زمین پر گر جاتا ہے۔

حرکت ارادی یہ ہے کہ کوئی چیز اپنے ارادے سے جس طرف چاہے حرکت کرے اور حرکت قصری یہ ہے کہ اسے کوئی اور حرکت میں لائے۔ جیسے ہوا میں جو پتھر پھینکا جاتا ہے اسے حرکت قصری کہتے ہیں۔ پھر جب اس پتھر کی حرکت کم ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے وہ زمین پر گرتا ہے اسے حرکت طبعی کہا جاتا ہے۔ اب ہم اس بات پر بحث کر رہے ہیں۔ کہ حرکت فلکی بھی حرکت طبعی ہے جو خود بخود ہو رہی ہے اسے کوئی اور حرکت میں نہیں لا رہا۔ اس کا فلسفہ سن کر حضرت شیخ الشیوخ نے فرمایا یوں نہیں ہے بلکہ حرکت فلکی، حرکت قصری ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ کیسے۔ آپ نے فرمایا ایک فرشتہ اس صورت اور شکل کا ہے جو فلک کو اللہ کے حکم سے پھراتا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی میں آیا ہے۔

آپ کی بات سن کر حکیم از راہ تمسخر ہنسا، حضرت شیخ الشیوخ کو ان کی یہ حرکت ناگوار گزری اور جلال میں آ کر خلیفہ اور حکیم کا ہاتھ پکڑ کر کھلے صحن میں لے آئے۔ اور آسمان کی طرف دیکھا اور کہا۔ یا اللہ جو کچھ تو اپنے خاص بندوں کو دکھاتا ہے وہ ان دونوں کو بھی دکھا۔ پھر آپ نے خلیفہ اور حکیم کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھو۔ دونوں نے حرکت فلکی کے ذمہ دار فرشتہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ وہ فلک کو حرکت دے رہا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ دونوں آپ کے قدموں میں بھی گر کر اپنے باطل عقیدہ سے تائب ہوئے۔

وصال باکمال ☆: آپ آخری عمر میں معذور ہو گئے تھے۔ بصارت بھی جاتی رہی تھی لیکن خانقاہ کا نظام اُسی شان و شوکت سے چلتا رہا نوے سال کی عمر پا کر آپ کا وصال باکمال یکم محرم ۶۳۲ھ بمطابق 1234ء کو واصل بحق ہوئے مزار پُر انوار بغداد شریف میں مرجع خاص و عام ہے۔

جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دیکر آج بھی آپ کے فیوض و برکات سے مالا مال ہو رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید یوسف شاہ گردیز سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف یگانہ، ہمہ صفت قلندرانہ، مرشد زمانہ، مزئین، بعزت مرتبہ کمال، پیکر شوکت و جمال، آئینہ جلال و جمال، قطب مادرزاد حضرت سید یوسف شاہ گردیزی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ۔ شمع قصر ہدایت ہیں۔

آپ کا نام سید یوسف شاہ جبکہ کنیت ابوالفضل اور لقب جمال الدین ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ایران کے قصبہ گردیز میں ۴۵۰ھ کو حضرت سید ابو بکر گردیزی کے گھر ہوئی۔ آپ کے جدامجد حضرت شاہ قسور گردیزی علیہ الرحمتہ کا مزار بھی قصبہ گردیز میں موجود ہے۔ جو کہ صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔

آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے منبع ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جاملتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت سید یوسف شاہ گردیز بن سید ابو بکر بن حضرت سید شاہ قسور گردیزی بن سید ابی عبداللہ محمد غزنوی بن شیخ سید حسین بن سید امام محمد مشکان بغدادی بن سید امام علی بن سید حسین بن سید علی الخارسی بن سید امام محمد وٹا بن امام سید جعفر صادق بن سید امام باقر بن سید امام زین العابدین بن حضرت امام حسین علیہ السلام بن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم علیہم الرحمتہ والرضوان والغفران۔

بیعت وخلافت ☆: آپ کے جدامجد اپنے زمانے کے بہت بڑے شیخ کامل اور صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔ آپ اپنے جدامجد حضرت شاہ قسور گردیزی سہروردی علیہ الرحمتہ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی کی خدمت میں رہ کر اکتساب فیض کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنی والدہ سے بھی اکتساب فیض کیا جو کہ اپنے زمانے کی ولیہ اور عارفہ کاملہ تھیں اور اپنے داداجان سے ہی خرقہ خلافت پاکر سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیاحت اور والد گرامی کا وصال باکمال ☆: آپ اپنے جدامجد اور والدہ ماجدہ سے روحانی فیض حاصل کرنے کے بعد سیر وسیاحت کے لئے نکلے۔ آپ نے ایران، توران، اور روم کے علاوہ شام شریف کا طویل سفر پاپیادہ کیا۔ اور ان علاقوں میں موجود بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی اور ان سے روحانی طور پر اکتساب فیض کیا۔

ابھی آپ سیاحت میں مصروف تھے کہ آپ کو اپنے والد گرامی حضرت سید ابو بکر شاہ گردیز سہروردی علیہ الرحمتہ کے وصال کی اطلاع ملی تو آپ واپس اپنے وطن مالوف قصبہ گردیز ایران پہنچے اور اپنے جدامجد کی خدمت میں وقت گزارنے لگے۔

اس دوران آپ اکثر گوشہ نشینی اختیار کئے رکھتے اور ایک گونہ مسرت وراحت حاصل کرتے تھے۔لیکن جب آپ خلوت سے جلوت میں آتے تو آپ سے ایسی کرامات ظہور پذیر ہوتی تھیں کہ ان کرامات کو دیکھ کر آپ کے جد امجد آپ کو پند ونصائح کر کے ایسی باتوں کے اظہار سے منع فرماتے۔

لیکن آپ نے صغر سنی میں جو عبادات اور ریاضتیں کیں تھیں ان کی باعث غیر ارادی طور پر کرامات کا اظہار ہو ہی جاتا تھا۔

قصبہ گردیز سے ملتان آمد☆: آپ کے دادا حضرت سید قسور شاہ گردیز سہروردی علیہ الرحمتہ کے چند مریدین اپنے کسی بیمار عزیز کو لے کر حاضر خدمت ہوئے تو انہوں نے دعا کرنے سے گریز کیا اور اس بچے کے ورثاء کو مشیت ایزدی پر شاکر وصابر رہنے کا مشورہ دیا۔

چنانچہ وہ لڑکا انتقال کر گیا۔اس کے مرنے سے اس کے ورثاء پر قیامت ٹوٹ گئی۔اور وہ رونے پیٹنے لگے۔ان کی گریہ وزاری آپ سے دیکھی نہ گئی۔آپ نے بارگاہ خداوندی میں التجا کی اے میرے پروردگار ان کا بچہ ان کو واپس لوٹا دے۔

قدرت خداوندی سے وہ بچہ زندہ ہو گیا۔اس واقعہ کی اطلاع جب آپ کے دادا بزرگوار کو ملی تو وہ آپ پر سخت ناراض ہوئے کہ اللہ کریم کے کاموں میں دخل نہیں دینا چاہئے۔اور اس ناراضگی کے عالم میں آپ کو گھر بار چھوڑنے کا حکم دے دیا۔آپ وہاں سے چل کر سیر وسیاحت کرتے ہوئے وارد ملتان ہوئے۔اور یہیں سکونت اختیار کی اور اس قیام کے دوران بہت سے بزرگوں سے ملاقاتیں کیں اس دوران آپ شیر پر سوار ہوتے اور ہاتھ میں سانپ کا کوڑا استعمال کرتے اور فرماتے کہ یہ میرا کوڑا ہے۔آپ کی اس کرامت پر کسی عارف کامل نے خوب لکھا۔

ولی سوار شیر کہ در دست مار کرد
مخدوم شاہ یوسف ایں جاقرار کرد

آپ تقریباً ۴۸۱ھ کو ملتان میں تشریف لائے۔ان دنوں ملتان اندرونی وبیرونی آفات کا مرکز بنا ہوا تھا۔جہاں آج کل آپ کا مزار ہے دریائے راوی اس جگہ بہتا تھا مگر جب آپ کے قدم مبارک اس جگہ کو لگے تو راوی نے اپنا راستہ تبدیل کر لیا۔اس کے بعد ملتان شہر تیسری مرتبہ آپ کے آستانہ عالیہ کے ارد گرد آباد ہوا۔موجود ملتان آپ ہی کا آباد کردہ ہے۔

کشف وکرامات☆: آپ کا تاجر پیشہ ایک مرید ایک مرتبہ بہت سا روپیہ لے کر حاضر ہوا اور آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے کوئی توجہ نہ دی۔وہ تاجر بہت غمگین ہوا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ میں تو اس قدر مال ودولت لے کر آیا ہوں مگر آپ نے توجہ ہی نہیں فرمائی کاش میں لے کر ہی نہ آتا۔

آپ اس تاجر کے اس خیال سے باطنی طور پر آگاہ ہوئے اور ایک خادم سے فرمایا کہ آفتابہ لے کر آؤ۔جب آپ نے وضو کرنا شروع کیا تو جو بھی قطرہ پانی کا نیچے گرتا تھا وہ مروارید کا موتی بن جاتا۔جسے دیکھ کر وہ تاجر بہت شرمندہ ہوا۔اور آپ کے قدموں میں گر کر

معافی کا خواستگار رہا۔

کرامت نمبر۲ ☆: ایک دن آپ اپنے حجرہ کے اندر عقیدت مندوں میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آپ سے کہنے لگا کہ مجھے حیرت ہے کہ دنیا ظالموں اور فاسقوں کے ہاتھ میں ہے اور آپ کے پاس نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ ہم مانگتے ہیں اور ہم کو ملتی نہیں۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر چند کنکر اٹھا کر واپس زمین پر گرا دیئے جو زمین پر گرتے ہی سونا بن گئے۔ آپ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو تمام جہاں کے پہاڑوں کو بحکم الٰہی خالص سونے کا بنا دوں۔ لیکن یہ میری خواہش نہیں۔

کرامت نمبر۳ ☆: ایک دن آپ کنوئیں پر گئے جو آپ کے حجرہ مبارک کے قریب تھا اس روز اتفاقاً اس کنویں کے بیل مر گئے اور کنواں بند پڑا تھا۔ آپ نے فرمایا جو خدا بیلوں سے کنویں کو جاری کرتا ہے۔ وہ قادر مطلق اس بات پر بھی قادر ہے کہ بغیر بیل کے بھی اس کو جاری رکھے۔ ابھی آپ نے اتنا فرمایا تھا کہ کنواں خود بخود جاری ہو گیا اور مدت دراز تک بغیر بیل کے چلتا رہا۔

کرامت نمبر۴ ☆: حضرت شیخ عبدالصمد جو آپ کے خاص مریدوں میں سے تھے فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بغرض زیارت آپ کے حجرہ مبارک پر گیا تو اندر سے دروازہ بند پایا۔ میں کچھ دیر رک گیا کہ دروازہ کھلے تو اندر جاؤں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جماعت حجرے سے نکلی جو سفید لباس پہنے ہوئے تھی۔ اور حجرے سے باہر نکلتے ہی زمین کے اندر چلی گئی۔

اس واقعہ کو دیکھ کر میں گھبرا گیا۔ اور میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا تو مجھ سمیت تمام عقیدت مندان اندر داخل ہوئے۔ میں سلام کر کے ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ جب تنہائی ہوئی تو میں نے آگے بڑھ کر آپ سے پوچھا یہ کون لوگ تھے جو ابھی حجرے سے باہر نکلے اور غائب ہو گئے۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا یہ تمہارے پیر بھائی تھے جو کہ قوم جنات سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا جن بھی آپ کے پاس آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں جن بھی آتے ہیں جو مجھ سے علوم دینیہ و معارف وحقائق سیکھتے ہیں جیسے کہ تم لوگ علوم دینیہ سیکھتے ہو۔

کرامت بعد از وصال ☆: ایک درویش آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی غرض سے ملتان آیا۔ جب وہ خانقاہ میں داخل ہوا تو اسے معلوم ہوا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے۔ وہ مزار پر انوار پر پہنچا اور رو کر عرض کی حضور میں تو بیعت کی غرض سے اتنا دور دراز کا سفر کر کے آیا تھا مگر مجھے تو آپ کی زیارت بھی نصیب نہ ہوئی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ یکا یک قبر مبارک سے آواز آئی مایوس نہ ہو۔ آؤ میرے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ اس آواز کے ساتھ ہی آپ کا دست مبارک قبر انور سے باہر نکلا اس درویش نے مصافحہ کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت اختیار کی۔

اس بات کا پورے شہر میں چرچا ہوا۔ لوگ جوق در جوق مزار اقدس پر جمع ہونا شروع ہو گئے اور آپ کے دست مبارک کو چومتے رہے۔ اس کے بعد عرصہ چالیس برس تک اس کرامت کا ظہور جاری رہا۔ اس عرصہ میں جو بھی شخص زیارت کی غرض سے آتا تو حضرت کا ہاتھ مزار سے باہر نکل آتا اب تک وہ سوراخ مزار شریف میں موجود ہے۔

یہ زمانہ حضرت شیخ الاسلام شیخ صدرالدین عارف سہروردی علیہ الرحمتہ کا زمانہ تھا آپ چونکہ متشرع بزرگ تھے۔ یہ نہیں چاہتے تھے

کہ عالم برزخ کے حالات لوگوں پر ظاہر ہوں۔ اس لئے وہ آپ کے مزار پر تشریف لائے اور فرمایا اے یوسف شاہ گردیز شریعت کی خلاف ورزی نہ کرو۔

اور اپنا ہاتھ قبر کے اندر کرلو کیونکہ یہ سراسر دراز دستی ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ الاسلام شیخ صدرالدین کے کہنے پر آپ نے اپنا ہاتھ اندر کرلیا پھر دوبارہ کبھی باہر نہیں آیا۔

نوٹ ☆: بعض تذکرہ نگاروں نے اس واقعہ کے بارے میں اس طرح بھی لکھا ہے کہ حضرت شیخ صدرالدین سہروردی علیہ الرحمتہ نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت بابا فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمتہ کو کی تو حضرت بابا صاحب ملتان تشریف لائے اور آپ کے مزار پر حاضر ہو کر آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ حدود شریعت کا خیال رکھیں اور آج کے بعد دوبارہ ہاتھ قبر سے باہر نہ آنا چاہئے، اس کے بعد ہاتھ باہر آنا بند ہو گیا (واللہ اعلم)

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۸۱ برس کی عمر میں ۵۲۷ھ بمطابق 1132ء میں ہوا۔ مزار پر انوار اندرون بوہڑ گیٹ محلہ شاہ گردیز ملتان میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کو بارہا آپ کے مزار پر انوار کی حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت سید سلطان سخی سرور سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : شاہ اقلیم ولایت، مرجع خلائق، آفتاب آسمان ولایت، مقتدائے پیشوایاں، امام العرفاء، سید الفضلاء، برہان الاتقیاء، شمس الاصفیاء حضرت سید احمد سلطان المعروف سلطان سخی سرور سہروردی چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ آفتاب بلندی و عظمت وجلال ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۵۲۴ھ بمطابق 1130ء بمقام (سرور کوٹ) شاہ کوٹ ضلع شیخو پورہ میں ولی العصر حضرت سید زین العابدین شاہ علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے حضرت امام حسین بن حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم سے جاملتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ حضرت سید احمد المعروف سلطان سخی سرور بن سید زین العابدین شاہ بن سید عمر بن سید عبداللطیف بن سید شیخار بن سید اسماعیل بن حضرت سید امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت سیّد امام محمد باقر بن حضرت سید امام زین العابدین بن حضرت سیدنا امام حسین علیہم السلام بن حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم وعلیہم الرحمتہ والرضوان والغفران۔

آباؤ اجداد اور خاندانی پس منظر ☆ : آپ کے آباؤ اجداد عرب شریف کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد گرامی حضرت سید زین العابدین شاہ علیہ الرحمتہ کے بارے میں مشہور ہے کہ بائیس برس تک امام الانبیاء سرکار دو عالم سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور کی خدمت پر مامور رہے۔

ایک روز سید الانبیاء شہہ دوسرا سرکار احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں آپ کے والد گرامی کو حکم دیا کہ ہندوستان چلے جاؤ۔ آپ کے والد ماجد نے حکم ملتے ہی رخت سفر باندھا اور حجاز مقدس سے ہجرت کر کے ایک بستی شاہ کوٹ جس کو پہلے کرسی کوٹ اور سرور کوٹ کہا جاتا تھا میں تشریف لا کر ۵۲۰ھ بمطابق 1126ء میں آباد ہو کر مستقل سکونت اختیار کی اور اسی جگہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کے والد ماجد خدا رسیدہ بزرگ تھے ہمہ وقت یادِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے اپنی گزر اوقات کے لئے زراعت کے علاوہ بھیڑیں پال رکھی تھیں۔

حضرت سید زین العابدین شاہ صاحب کی اہلیہ محترمہ کا شاہ کوٹ میں قیام کے دو سال بعد انتقال ہو گیا تھا۔

ان اہلیہ کے بطن مبارک سے خدا نے آپ کو تین بیٹے عنایت فرمائے تھے جن میں حضرت سید سلطان قیصر، حضرت سید محمود اور حضرت سید سہرا تھے۔

اہلیہ کے وصال کے بعد شاہ کوٹ کے نمبردار پیرا رہان جو کہ آپ کے والد گرامی کا مرید اور قوم سے کھوکھر تھا اس نے اپنی برادری سے مشورہ کرنے کے بعد اپنی بیٹی بی بی عائشہ کا نکاح آپ کے والد سے کردیا۔ان بی بی عائشہ کے بطن سے آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ کے والدین نے آپ کا نام سید احمد سلطان رکھا مگر آپ سلطان سخی سرور کے نام سے مشہور ہوئے اور پوری دنیا میں اسی نام سے پہچانے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ سخی سرور لکھ داتا، لکھی خان، لالانوالہ، پیر خانو، شیخ راونکور وغیرہ جیسے ناموں سے بھی آپ کو علاقائی زبانوں میں پکارا جاتا ہے۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ کی تربیت اپنے والدین کے زیر سایہ ہوئی اور بنیادی تعلیم آپ نے اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔آپ بلا کے ذہین اور قوت حافظہ آپ کا بہت قوی تھا۔اسباق کے علاوہ اپنے والد گرامی سے شرعی مسائل پوچھتے اور سیکھتے رہتے تھے۔

اس کے بعد باقاعدہ تعلیم کے لئے حضرت مولانا محمد اسحاق علیہ الرحمتہ جن کے علم و فضل کا لاہور میں بہت شہرہ تھا آپ ان کے مدرسے میں داخل ہو گئے۔اور مولانا محمد اسحاق کی خصوصی توجہ و محنت سے بہت جلد علوم ظاہریہ میں تکمیل حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔تحصیل علم کے بعد آپ واپس شاہ کوٹ تشریف لائے اور اپنے والد گرامی کا پیشہ زراعت اختیار کر کے ان کی مدد کرتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت اور یادِ الٰہی میں وقت بسر کرتے۔

عبادت و ریاضت میں یکسوئی کے بعد علوم باطنیہ کی طلب اور جستجو پیدا ہوئی جس سے روز بروز آپ کے سینے میں عشق کی آگ بھڑکنے لگی۔آپ کے والد گرامی نے جب آپ کی یہ کیفیت دیکھی تو جان گئے کہ طلب حق کے طلب گار ہیں تو والد گرامی نے مثل مرشد آپ کی باطنی تربیت شروع کردی مگر آپ کی تسلی نہ ہوئی دل میں کسی مرد حق کی راہنمائی اور پیر کامل کی تلاش کا جذبہ کارفرما تھا جو کہ روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔

والد گرامی کا وصال اور خالہ زاد بھائیوں کا ناروا سلوک ☆: ۵۳۵ھ بمطابق 1141ء میں آپ کے عظیم والد گرامی حضرت سید زین العابدین شاہ علیہ الرحمتہ کا وصال باکمال ہو گیا تو اس وقت آپ کی عمر عزیز گیارہ برس تھی۔اس عمر میں تعلیم کے حصول کے لئے لاہور میں درس حاصل کرتے رہے بعد فراغت جب گھر تشریف لائے تو ادھر شیخ کامل کی تلاش کا مرحلہ آپ کے سر پر تھا۔دوسری طرف آپ کے نانا جان جناب پیرا رہان کا انہی دنوں وصال ہوا تو آپ کے خالہ زاد بھائیوں ابی جودھان، ساون، ککو، اور مکو نے آپ کو تنگ کرنا شروع کردیا۔انہوں نے آپ کے نانا کی زرخیز زمین آپ سے لے لی اور بنجر زمین آپ کو دے دی۔تاکہ آپ بھوک و پیاس سے نڈھال ہو کر علاقہ چھوڑ جائیں اور ہم تمام رقبہ پر قبضہ کرلیں گے۔

مگر قدرت خداوندی کو منظور ہی کچھ اور تھا کہ آپ کی بنجر زمین بھی خدا کے فضل و کرم سے قابل کاشت ہو گئی اور اس میں خوب اناج غلہ کی پیداوار ہوئی جس کے باعث آپ کے خالہ زاد حسد سے جلنے لگے اور آپ کو ستانے کے لئے مختلف حیلے بہانے اختیار کرنے لگے۔

حاکم ملتان کی دختر سے شادی ☆: آپ کے زہد و تقویٰ اور پارسائی اور خاندانی شرافت و سیادت کی دھوم چونکہ پورے

علاقے میں پھیل چکی تھی۔ اور لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت نے گھر کر لیا تھا۔ جس کی بنا پر حاکم ملتان کھنوخان نے اپنی دختر نیک اختر سے آپ کی شادی کر دی۔ اس موقع پر امراء وزراء اور رؤسا نے لاتعداد نذرانے آپ کی خدمت میں پیش کیے۔

جب آپ اپنی دلہن کو ملتان سے لے کر اپنے گھر شاہ کوٹ پہنچے تو آپ کی والدہ ماجدہ بی بی عائشہ نے دیسی گھی کے چراغ روشن کیے اور دل کھول کر آپ کی شادی کی خوشی منائی۔

آپ کے خالہ زاد بھائی یہ دیکھ کر سیخ پا ہو گئے اور حسد کی آگ میں جل کر آپ کو بے عزت کرانے کے لئے مراثیوں، ڈوموں، اور لاگیوں کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ تم وہاں جاؤ اور وہ اس خوشی کے موقع پر وہ جتنی رقم تمہیں دیں تو تم نے ان سے زیادہ کا مطالبہ کرنا ہے۔ اگر نہ دیں تو ان کو شرمندہ اور بے عزت کرنا۔

چنانچہ جب وہ لاگی اور میراثی ڈوم وغیرہ اپنی اپنی باری پر آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کے مانگنے سے اس قدر زیادہ دیا کہ وہ بول نہ سکے۔ اس کے علاوہ آپ نے غریبوں اور مساکین میں اس قدر رقم اور مال و دولت حتیٰ کہ آپ نے اپنے جہیز کا تمام سامان بھی تقسیم کر دیا۔ آپ کی اس سخاوت کو دیکھ کر لوگ آپ کو سخی سرور اور لکھ داتا، لکھی جان، لالانوالہ کے نام سے پکارنے لگے جس کی وجہ سے آپ کے خالہ زاد بھائیوں کے دل میں آپ کے خلاف بغض و حسد کی آگ میں مزید روز بروز اضافہ ہونے لگا۔

اسی اثناء میں آپ کی والدہ محترمہ اور سوتیلے بھائیوں کا وصال ہو گیا۔ اب حاسدین کی کارروائیاں مزید تیز ہو گئیں جس کی بنا پر آپ نے وہاں سے ہجرت کر کے سیاحت کا ارادہ کیا اور گھر سے مرشد کامل کی تلاش میں چل دیئے۔

بیعت و خلافت ☆: تلاش حق کے لئے سیر کرتے ہوئے آپ نے ہندوستان میں حضرت خواجہ مودود چشتی علیہ الرحمتہ کے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں ان کے کسی خلیفہ سے اکتساب فیض کیا۔ پھر وہاں سے عازم بغداد ہو کر حضور شہنشاہ بغداد پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ میں اکتساب فیض کیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے دستِ حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے اور ان سے خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں اکتساب فیض کے باوجود آپ کی طبیعت کا رجحان سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی جانب تھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ کا شمار سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے عظیم بزرگوں میں ہوتا ہے۔ آپ کا شجرہ طریقت حسب ذیل ہے۔

حضرت سلطان سخی سرور مرید و خلیفہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی مرید شیخ ابو نجیب مرید شیخ وجیہہ الدین مرید حضرت ابو عبداللہ مرید حضرت اسود احمد دینوری مرید حضرت ممشاد علی دینوری مرید و حضرت ہبیرہ بصری مرید و خلیفہ حضرت حذیفہ مرعشی مرید و خلیفہ حضرت خواجہ ابراھم ادھم مرید و خلیفہ حضرت فضیل بن عیاض مرید و خلیفہ حضرت عبدالواحد زید مرید حضرت خواجہ حسن بصری مرید حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ورضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین۔

سوہدرہ میں قیام ☆: بغداد شریف سے واپسی پر آپ نے چند دن لاہور میں قیام فرمایا اس کے بعد وزیر آباد کے قریب سوہدرہ میں دریائے چناب کے کنارے یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے اور اسی جگہ خانقاہ قائم کر کے درس و تدریس اور مخلوق خدا کی رشد و

ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا چند ہی روز میں مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ لوگ دور دور سے آ کر اس شمع معرفت وحقیقت کے اردگرد پروانہ وار جمع ہونا شروع ہو گئے۔ آپ کی بزرگی وولایت کا شہرہ چار دانگ عالم میں پھیل گیا۔ ہمہ وقت مخلوق خدا کا ہجوم آپ کی خانقاہ میں رہنے لگا۔ جو بھی حاجت مند آپ کے درِ دولت پر آیا وہ اپنے دامن کو گوہر مراد سے بھر کر واپس لوٹا۔ عقیدت مند جو کچھ بھی لے کر آتے وہ تمام نذر نیاز آپ لنگر پر خرچ فرما دیتے اور بقیہ فتوحات غربا اور مساکین میں تقسیم فرما دیتے۔ جس کی بنا پر یہاں بھی آپ سخی سرور اور لکھ داتا، اور سخی داتا کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے پاس آنے والے دین کی دولت کے ساتھ ساتھ دنیاوی دولت سے بھی مالا مال ہو کر جاتے۔

دھونگل میں آپ کا قیام☆: وہاں سے آپ دھونگل میں تشریف لے آئے وہاں بھی خلق خدا کی بے مثال خدمت کی ہزاروں افراد آپ کے ہاتھ پر نہ صرف بیعت ہوئے بلکہ لاتعداد افراد دولت عرفان سے بھی مالا مال ہوئے۔ سینکڑوں لوگ روزانہ میلوں کی مسافت طے کر کے آتے اور اپنی مرادیں لے کر واپس جاتے۔

ایک دن دھونگل گاؤں کے نمبردار کا لڑکا لاپتہ ہو گیا تو وہ روتا ہوا خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ غم نہ کر مطمئن ہو کر گھر چلے جاؤ تمہارا لڑکا شام تک گھر واپس آ جائے گا۔

بستی سخی سرور میں ورود مسعود☆: دھونگل میں کچھ عرصہ قیام کے بعد اپنے وطن مالوف شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ تشریف لائے۔ تو یہ وہ زمانہ تھا کہ جب آپ کی عظمت وبزرگی کا چرچا پورے برصغیر میں پھیل چکا تھا۔

سینکڑوں لوگ روزانہ آپ کے گھر شاہ کوٹ میں تشریف لاتے اور فیض پا کر واپس چلے جاتے۔ ہر وقت مخلوق خدا کا اژدھام آپ کے گرد جمع رہنے لگا۔ آپ کی شہرت وبزرگی آپ کے خالہ زاد بھائیوں کو ایک آنکھ نہ بھائی اور وہ آپ کو اپنے لئے خطرہ محسوس کرنے لگے جس کی بنا پر ان کی پرانی دشمنی پھر لوٹ آئی اور طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے آنے والے زائرین کو تنگ کر کے آپ کے خلاف منصوبے تشکیل دینے لگے۔

جب ان کی عداوت انتہا کو پہنچ گئی تو آپ نقل مکانی کر کے ڈیرہ غازی خان تشریف لے گئے اور کوہ سلیمان کے دامن میں نگاہیہ کے مقام پر قیام فرمایا (جسے اب بستی سخی سرور) کہا جاتا ہے۔

یہاں آپ نے ایک خانقاہ قائم کی اور رشد وہدایت درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر کے عبادتِ الٰہی اور ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ چند ہی دنوں کے بعد یہاں بھی مخلوق خدا کا ہجوم رہنے لگا۔ ہر مذہب وملت کے لوگ آپ کے درِ دولت پر حاضر ہونے لگے۔ کئی ہندو اور ان کی بیویاں بھی آپ کے عقیدت مندوں میں شامل تھے جو سلطانی معتقد کہلاتے تھے۔

آپ کے چار یار اور ان کے مزارات☆: یوں تو ہزاروں مرید اور لاتعداد آپ کے عقیدت مندان تھے لیکن ان میں سے چار اصحاب خاص الخاص تھے جو چار یاروں کے نام سے مشہور تھے۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں: حضرت سخی بادشاہ، سید علی شہید، سید نور شہید، سید عمر شہید اور سید اسحاق شہید۔ ان حضرات کو آپ کی ذات سے بے حد عشق تھا۔ اور آپ بھی انہیں جانی جان تصور

فرماتے تھے۔

جب آپ کی شہادت کا وقت آیا تو یہ چاروں یار بھی آپ کے دشمنوں سے آپ کی حمایت میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ آپ نے اپنی شہادت کے وقت آخری جملوں میں ارشاد فرمایا تھا کہ میرے ان چاروں یاروں کو میرے سامنے مجھ سے اونچی جگہ دفن کرنا۔

چنانچہ ان چاریاروں کو آپ کے مزار کے مغرب کی جانب اونچی جگہ پہاڑی کی چوٹی پر دفن کر کے مزارات تعمیر کر دیئے گئے۔ جن میں سے دو اصحاب کی قبور پکی اور دو کی قبریں دوسری پہاڑی پر کچی ہیں۔ چشم باطن سے دیکھنے والوں کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آپ اپنے یاروں کی طرف دیکھ رہے ہوں۔

خالہ زاد بھائیوں کی دشمنی اور آپ کی بمعہ یاروں کے شہادت ☆: آپ کے خالہ زاد بھائیوں نے گھر کے علاوہ اس جگہ پر بھی آپ کو سکھ کا سانس نہیں لینے دیا۔ انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں کو آپ سے بدظن کیا اور ان کو ہمراہ لے کر آپ کو شہید کرنے کے لئے چل پڑے۔ اس بات کا علم جب آپ کے سگے اور چھوٹے بھائی حضرت سید عبدالغنی المعروف خان ڈھوڈا جو کہ موضع نگاہیہ میں جہاں آپ مقیم تھے وہاں سے بارہ کوس دور یادِ خدا میں مست و مستغرق تھے کو ہوا تو وہ تن تنہا آپ کے مخالفین کے مقابلے کے لئے چل دیئے اور بہتر افراد کو موت کے گھاٹ اتار کر ان سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

آپ کے مخالفین خالہ زاد بھائی جب موضع نگاہیہ پہنچے تو اس وقت آپ اپنی خانقاہ مصلیٰ پر نماز پڑھنے میں مصروف تھے۔ آپ کے پاس اس وقت چند ایک خدام اور آپ کے چار یار موجود تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد جیسے ہی آپ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی آپ گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے سامنے گئے آپ کے خالہ زاد بھائیوں نے آپ پر حملہ کیا تب آپ بھی مقابلے پر آ گئے اور مقابلہ کرتے ہوئے اپنے چاروں یاروں سمیت شہید ہو گئے۔ آخری سانسوں میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے یاروں کو مجھ سے بلند مقام پر دفنایا جائے۔ چنانچہ حسب الحکم ایسا ہی کیا گیا۔

آپ کے دربار شریف کا محل وقوع ☆: ملتان سے چھیاسٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر غازی گھاٹ ہے۔ جس سے آگے تقریباً بیس بائیس کلومیٹر کے علاقے میں دریائے سندھ کی گزرگاہ ہے۔ اس کے دوسرے کنارے پر واراہمہ کا قصبہ ہے۔ جہاں سے بذریعہ ویگن ڈیرہ غازی خان پینتیس منٹ کی مسافت پر رہ جاتا ہے۔ ڈیرہ غازی خان کو اگرچہ ڈویژن کا درجہ حاصل ہے مگر یہ علاقہ پسماندہ ہے۔ یہاں کے لوگ انتہائی سادہ یہاں کی بولی سرائیکی ہے جس میں بے حد مٹھاس ہے۔ شاید یہ ان بزرگانِ دین کی تعلیمات کا ثمر ہے جو اس علاقہ میں جنوب کی طرف پچاس میل کے فاصلے پر کوٹ مٹھن میں حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی اور مشرق کی جانب اڑتالیس میل دور حضرت خواجہ سلیمان تونسوی مغرب کی جانب پچیس میل دور آپ یعنی حضرت سخی سلطان سرور علیہم الرحمتہ کا مزار ہے۔

واہمہ، یا نگاہیہ جس کا موجودنام بستی سخی سرور ہے اس کا ایک چھوٹا سا بازار ہے جس کے شمالی کنارے بسوں کا اڈہ جبکہ جنوب کی جانب حضرت سید سلطان سخی سرور شہید کے مزار مبارک کا مرکزی دروازہ ہے۔ اس کے اوپر دو منزلہ کمرے بنے ہوئے ہیں۔ اندر داخل ہوں تو سامنے کشادہ صحن اور تین کمرے ہیں جن میں ایک کمرے میں مزار مبارک پر چڑھائے گئے پرانے غلاف اور چادریں رکھی ہوئی ہیں۔ اس

کے ساتھ چھوٹے سے تاریک کمرے میں ہر وقت شمع روشن رہتی ہے۔ دیوار کے ساتھ اونچا سا تھڑا ہے۔ جس پر مصلیٰ بچھا ہوا ہے۔ اس تھڑے پر حضرت سخی سرور عبادت وریاضت کرتے تھے۔ اس سے ملحق دو کشادہ کمرے ہیں۔ اور دائیں کونے میں آپ کا مزار پرانوار ہے۔ مزار اقدس کے قدموں کی جانب نیچے زمین کے اندر ڈیڑھ دو بالشت چوڑا سوراخ ہے جو حجرہ مبارک کے اندر جاتا ہے۔ زائرین اس میں ہاتھ ڈال کر کچھ تلاش کرتے ہیں۔ بعض اوقات کسی کو کوئی چیز مل جاتی ہے تو وہ اپنے آپ بہت خوش نصیب سمجھتا ہے۔

مقامی لوگوں کے قول کے مطابق آج سے تقریباً آٹھ سو برس قبل جب آپ کی شہادت ہوئی تھی تو اس وقت آپ کی بیوی اور دو بچے بھی تھے۔ آپ کی بیوی نے خدا کی بارگاہ میں فریاد کی کہ اب مجھے کس کا سہارا ہے۔ تو حکم خداوندی سے زمین اس جگہ سے شق ہوگئی۔ جس میں آپ کے بیوی اور دو بچے سما گئے۔ اس واقع کی کسی مستند کتاب میں سند تو نہیں لیکن یہ بات بالکل درست ہے کہ آپ کی زوجہ محترمہ کی قبر آپ کے مزار پاک کے پاس ہی ہے۔

آپ کے مزار مبارک کے کمرے اور صحن کی بائیں جانب مسجد ہے۔ جس کی تین محرابیں ہیں۔ درمیان میں چھت کے قریب چاروں طرف آپ کا شجرہ نسب درج ہے۔ مسجد کے بالمقابل مشرقی سمت اونچی جگہ پر دو بڑی بڑی دیگیں ہیں۔ جن میں منوں اناج پک سکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی ظاہری حیات کے زمانہ میں بغیر آگ جلائے ان دیگوں میں کھانا پکتا تھا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۲۲ رجب المرجب شریف ۵۷۷ھ بمطابق 1181ء کو ترپن (۵۳) برس کی عمر شریف میں ہوا۔

مزار پرانوار بستی سلطان سخی سرور شہید ڈیرہ غازی خان میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ فقیر راقم الحروف 2009ء اکتوبر میں آپ کے دربار گوہر بار کی اپنے بیس رکنی قافلے کے ہمراہ حاضری کی سعادت حاصل ہے، اس موقع پر فقیر کے ہمراہ جماعت اہل سنت پاکستان کے امیر علامہ قاری غلام محمد چشتی جو مدظلہ العالی اور فقیر کے بڑے صاحبزادے علی احمد صابری بھی ہمراہ تھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ جلال الدین تبریزی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: والیٔ اقلیم ولایت، تارک از سلطنت و مملکت دنیا، طالب عقبیٰ، حجتہ اللہ، فنا فی اللہ بقا باللہ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ آفتاب آسمان ولایت ہیں۔

آپ اپنے ملک کے بڑے ہی پُر وقار بادشاہ اور نہایت ہی پرشکوہ فرمانروا تھے کہ اچانک آتش عشق الٰہی کا غلبہ ہوا تو بادشاہت چھوڑ کر اپنے فرزند کے حوالے کی اور خود بہت ساز رو جواہر لے کر شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمتہ کی خانقاہ معلیٰ بغداد شریف میں حاضر ہو کر دولت وزر و مال و جواہران کے قدموں میں ڈال دیا۔

حضرت شیخ الشیوخ نے حکم دیا کہ یہ تمام مال فقراً اور مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ابھی تمہارے دماغ میں بوئے سلطنت باقی ہے۔ اس لیے تمھارے سپرد یہ خدمت کی جاتی ہے کہ تم چار سال تک درویشوں کے استنجے کے لیے ڈھیلے اور وضو کے لیے پانی مہیا کرو۔

آپ نے اس خدمت کا حق کماحقہٗ ادا کیا جس سے حضرت شیخ الشیوخ بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد بھی آپ اپنے شیخ کی خدمت میں ایک عرصہ تک خدمت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اور سفر میں بھی اپنے شیخ کے ہمراہ رہنے لگے۔ سفر میں آپ کی خوراک کا سامان، چولہا اور آگ ہمہ وقت اپنے سر پر اس طرح لیے پھرتے کہ خوراک ایک دیگچے میں اور دیگچہ آگ کے چولہے پر اور آگ کا چولہا آپ کے سر مبارک پر ہوتا کہ نہ جانے کس وقت حضرت مجھ سے خوراک مانگیں تو میں گرم گرم خوراک مہیا کر سکوں گا۔ یہ آپ کی ایک کرامت تھی کہ آگ کا چولہا سر پر ہوتا تھا مگر سر مبارک نہ جلتا تھا۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

شیخ کی ہمراہی میں سفر حجاز مقدس ☆: آپ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے سفر میں اپنے شیخ کے محافظ دستہ کے ہمراہ انتہائی گرمی میں بھی پیدل چلا کرتے تھے۔ کبھی بھی بپاس ادب اونٹ پر سوار نہ ہوئے۔ ایک دفعہ اس مقدس سفر سے واپسی پر شیخ الشیوخ کے عقیدتمندوں اور مریدین نے شیخ کی خدمت میں بکثرت تحائف پیش کیئے۔ ایک غریب و صالحہ خاتون بھی وہاں پہنچی اور اس نے ایک درہم پیش کیا۔ حضرت شیخ نے مریدین کو حکم دیا جسے جو چیز پسند ہو لے لو۔ ہر ایک نے اپنی مرضی سے اچھی اچھی چیزیں اٹھائیں۔ آپ نے

صرف ایک درہم اٹھایا۔ حضرت شیخ نے آپ سے ارشاد فرمایا جلال الدین بظاہر تم نے ایک بے حقیقت شئے اٹھائی ہے۔ لیکن حقیقت میں اس انبار کی روح وہی ایک درہم تھا۔ تم نے تو دوسروں کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ تھوڑے اور زیادہ کو نہیں دیکھتا۔ وہ تو خلوص نیت کو دیکھتا ہے۔ اس صالحہ خاتون نے جو درہم پیش کیا تھا وہ پورے خلوص و جوش کے ساتھ پیش کیا تھا۔ اس لیے جو بھی کچھ تھا اس تمام مال وزر میں وہی تھا۔

ایک صورت کی دو ہیں مورتیاں ☆: آپ کو اپنے شیخ کامل کی خدمت میں سات سال گذر چکے تھے کہ حضرت غوث العالم شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی سہروردی علیہ الرحمۃ بھی بغداد شریف میں شیخ الشیوخ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ کے اور حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ کے درمیان بے حد پیار اور ربط قائم ہو گیا۔ دونوں ایک ہی شیخ کے مرید و خلیفہ اور حد درجہ کے عارف کامل تھے۔

حضرت مخدوم شیخ بہاؤالدین زکریا سہروردی علیہ الرحمۃ کو جب شیخ الشیوخ نے ولایت ملتان عطا کی اور وہ عازم ملتان ہوئے تو دلی تعلق اور دوستی کے ناطے آپ بھی ان کے ہمراہ ملتان تک آئے اور کچھ عرصہ ان کے ساتھ ملتان میں مقیم رہے۔ بعد ازاں وہاں سے دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔

دہلی آمد اور شاندار استقبال ☆: ہندوستان میں قدم رکھتے ہی آپ کی ولایت کا شہرہ بلند ہو گیا جو شاہی دربار تک پہنچا۔ جب آپ دہلی کی حدود میں داخل ہوئے تو خود سلطان شمس الدین التمش اپنے امراء کے ہمراہ شہر سے باہر آپ کے استقبال کے لیے آیا۔ اور شاہانہ انداز میں آپ کو دہلی میں ٹھہرایا۔

دہلی میں قیام کے دوران آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ سے ملنے ان کی رہائش گاہ پر گئے تو انہوں نے بڑی گرم جوشی سے آپ کا استقبال کیا اور بڑی تعظیم کے ساتھ اندر لے گئے اور کافی دیر تک تنہائی میں گفتگو ہوتی رہی۔

دہلی میں حضرت خواجہ قاضی حمید الدین ناگوری، حضرت قطب صاحب، حضرت بہاؤالدین زکریا علیہم الرحمۃ بھی کبھی ملتان سے آتے اور آپ کے ساتھ ان تمام بزرگوں کی مجلس گرم رہنے لگی۔ جس کی وجہ سے دہلی کے شیخ الاسلام نجم الدین کے دل میں حسد و عناد پیدا ہو گیا۔ اس نے سماع کے عدم جواز کا مسئلہ چھیڑ کر دہلی کی فضا کو مکدّر کرنے کی کوشش کی۔

دوسری طرف سلطان کو بھڑکانے کی مذموم کوشش کی۔ کبھی کسی طوائف کو آپ پر زنا کی تہمت لگانے کی ناپاک جسارت کی گئی مگر ہر قدم پر ناکامی اس کا مقدر رہی۔ مجالس سماع پر اس نے پابندیاں لگوائیں۔ ان محافل پر فوج کے پہرے بھی قائم کرائے مگر یہ ان بزرگوں کا تصرف تھا کہ پہرے دار کھڑا دیکھتا رہتا اور مخلوق سماع کی مجلس میں داخل ہو کر لطف اندوز ہوتی تھی۔

ان حالات میں آپ دہلی سے بدایوں تشریف لے آئے۔ بدایوں میں آپ سے پہلے بھی سہروردی خانقاہیں اور بزرگ موجود تھے۔ ان کے علاوہ بھی تصوف کی بہت شمعیں روشن تھیں۔ آپ کے بدایوں تشریف لانے سے اور رونق بڑھ گئی۔ عرفانی صحبتوں میں نکھار آ گیا۔ بادۂ عرفان کے دور چھلکنے لگے۔ محل الف خان کے متصل جو مسجد بنی ہوئی ہے وہ آپ ہی نے بنوائی تھی۔ اس کا سنگ بنیاد رکھتے

ہوئے آپ نے معماروں کو جاگتے ہوئے کعبہ شریف بیداری کی حالت مین دکھایا تھا، کہ مسجد کے رخ کے تعین میں کوئی نقص واقع نہ ہو۔

ایک روز آپ سورتھ ندی کے کنارے پر اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ یکدم اُٹھے وضو کیا اور فرمایا آؤ بھائی نجم الدین صغریٰ کے جنازے کی نماز پڑھ لیں۔ اگر چہ مجھے ان کی شرارتوں کی وجہ سے دہلی شہر کو چھوڑنا پڑا ہے۔

کچھ روز کے بعد دہلی سے خبر آئی کہ عین اسی وقت جب کہ آپ نے نماز جنازہ پڑھی تھی۔ دہلی میں نجم الدین کا انتقال ہوا تھا۔

بنگال میں تبلیغ اسلام اور پنڈوا میں مرکز کا قیام☆: بدایوں سے آپ اودھ اور صوبہ بہار کے شہروں کی سیاحت اور تبلیغ اسلام کرتے ہوئے بنگال پہنچے اور وہاں پہنچ کر قصبہ پنڈوا میں مستقل سکونت اختیار کی۔ جو ضلع مالوہ میں لکھنوتی کے قریب مشہور و قدیم قصبہ ہے۔ اور ایک زمانے میں زیارتگاہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ بنگال میں اسلامی حکومت قائم ہوئے ابھی چند ہی برس ہوئے تھے اور لکھنوتی کو بنگال کا دارالسلطنت قرار دیا گیا تھا۔ آپ نے اس کے قریب ہی پنڈوہ میں اپنی خانقاہ قائم کی تا کہ اصلاح المسلمین کے مقصد کے پیش نظر ایک طرف تو حکمرانوں کو متاثر کیا جاتا رہے اور دوسری طرف بنگال کے طول وعرض میں تبلیغ واشاعت اسلام کے لیے سہولتیں فراہم ہوسکیں۔

پنڈوا کا ایک خاص واقعہ☆: پنڈوا میں ایک مشہور ومقدس زیارتگاہ تھی۔ جس کی زیارت کے لیے لوگ دور دور سے آتے تھے۔ اس مقدس درگاہ کی وجہ سے پنڈوا کی شہرت تمام بنگال میں پھیلی ہوئی تھی۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ جب میں پنڈوا میں پہنچا تو صاحب مزار نے اپنے مریدین کو باطنی طور پر میرے استقبال کے لیے دو منزل آگے بھیجا۔ اور خود بھی میرے استقبال کو آئے۔ میں نے دیکھا کہ شیخ نے ایک عمدہ قسم کا جبہ پہنا ہوا ہے۔ جو مجھے بہت پسند آیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ کاش، حضرت صاحب مزار یہ جُبّہ مجھے عنایت فرمادیں۔ ابھی یہ خیال میرے دل میں آیا ہی تھا کہ حضرت شیخ نے وہ جبّہ مجھے اتار کردے دیا اور اپنے مریدین سے فرمایا کہ جُبّہ دے تو رہا ہوں مگر یہ جبّہ ان کے پاس نہیں رہے گا۔ ایک دن ایک بادشاہ ان سے چھین کر میرے ہی ایک بھائی کو دے دے گا۔

میں نے اسی وقت سے اس کی پوری حفاظت اور اس امر کا تہیہ کرلیا تھا کہ میں یہ جُبّہ پہن کر کسی بادشاہ کے سامنے نہیں جاؤں گا۔ لیکن شیخ کامل کے منہ سے نکلی ہوئی بات بھی کبھی غلط نہیں ہوسکتی تھی۔

ایک مرتبہ میں چین گیا وہاں کے بادشاہ نے مجھ سے وہ جبّہ جبراً اتروالیا اور اس کے بدلے بہت سا انعام واکرام مجھے دے کر خوش کرنے کی کوشش کی۔ مجھے اسی وقت قول شیخ یاد آیا کہ جو فرمایا تھا کہ وہ ہو کے رہا لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب میں نے چین کے شہر میں وہی جُبّہ ایک درویش برہان الدین کو پہنے ہوئے دیکھا۔

حضرت برہان الدین نے مجھے محوِ حیرت دیکھ کر کہا کہ اس میں تحیّر کی کون سی بات ہے۔ میرے بھائی نے حقیقت میں یہ جُبّہ میرے لیے ہی بنوایا تھا۔ اور مجھے خط کے ذریعے اطلاع دی تھی کہ اطمینان رکھو۔ تمہیں یہ جُبّہ کسی نہ کسی طرح پہنچ جائے گا۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے وہ خط بھی مجھے دکھایا۔

آپ کی آمد سے قبل پنڈوا کی حالت زار☆: جس دور میں آپ نے پنڈوا میں خانقاہ قائم کی اس دور میں پنڈوا کی

حالت یہ تھی کہ مسلمان قدم نہ رکھ سکتا تھا۔ لیکن آپ نے اس جگہ پر قدم ہی نہیں رکھا بلکہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر دین اسلام کی اشاعت وترویج کا اس انداز سے کام کیا کہ نہ بستر کی پرواہ صرف زمین کا بچھونا، نہ ہی خوراک کا انتظام، درختوں کے پتے کھا کر گذر بسر کرنا معمول تھا۔ زادِراہ کچھ بھی پاس نہ تھا، کپڑے اگر میلے ہو جائیں تو فوراً دھو لینے، پنڈوا کے پجاری یہ سب کچھ دیکھ کر شور برپا کر دیتے ہیں۔ ہر طرف سے مخالفت کا طوفان کھڑا ہو گیا۔ ہر ممکن نقصان پہنچانے کی کوششیں کی گئیں۔ بالآخر آپ کے کردار واستقامت کو دیکھ کر لوگ مسلمان ہونا شروع ہو گئے اور رفتہ رفتہ عالم یہ ہو جاتا ہے کہ پورے شہر میں ہیجان پیدا ہو گیا اور پورے شہر کے لوگ مسلمان ہو گئے۔

سیرت و کردار☆: آپ نے پنڈوا جیسے علاقہ جہاں اسلام کا تصور تک نہ تھا۔ اس جگہ لوگوں کو اپنے قول وفعل اور عمل و کردار اور پاکیزہ سیرت سے متاثر کر کے اسلام کی طرف راغب کیا۔ ہزاروں کافروں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا۔ ان کی تربیت ظاہری و باطنی کے لیے خانقاہ قائم کر کے رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ وہاں مساجد قائم کیں۔ جہاں سے قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند ہوئیں۔ محتاجوں، بیواؤں کی امداد کا ایک مضبوط نظام وضع کیا، خانقاہ شریف میں لنگر جاری کیا۔ جہاں سے بھوکوں کو تین وقت کا کھانا ملتا رہا۔

حسن اخلاق سے لوگوں کو گرویدہ کیا اور اسلام کے رنگ میں رنگ کر ان کو دین اسلام کا مبلغ بنایا۔ غرضیکہ آپ پہلے مبلغ اسلام اور شیخ وقت تھے جنہوں نے بنگال پہنچ کر وہاں اسلام کی شمع کو روشن کیا۔ اور لاکھوں غیر مسلموں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا۔ آپ کی تعمیر کردہ مساجد اور خانقاہیں بنگال میں پہلے اسلامی مراکز تھے۔

کشف و کرامت☆: ایک روز آپ اپنی چوکھٹ پہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص سر پر مٹکی رکھے دہی بیچتا ہوا سامنے سے گذرا۔ وہ شخص بدایوں کے نواحی گاؤں کے چوروں کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔ آپ نے اس کی صورت دیکھی اور زبان سے بے ساختہ فرمایا سبحان اللہ دنیا میں ایسے مرد بھی ہوتے ہیں۔ آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ اس کے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ اس نے ہندومت کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہو کر خداموں کے حلقہ میں شامل ہو گیا۔

آپ نے اس کا نام شیخ علی رکھا۔ جو بعد میں شیخ علی بزرگ کے نام سے معروف ہوئے۔ اس نے ایک لاکھ روپیہ آپ کو نذر پیش کی اور دنیاداری سے فارغ ہو کر یادِ خدا میں مست و مستغرق ہو کر درجۂ ولایت کو پہنچا۔ ایک مدت کے بعد جب آپ بدایوں سے رخصت ہو کر جانے لگے تو شیخ علی کو بہت صدمہ ہوا۔ آپ نے فرمایا شیخ علی گھبرانا مت تم جہاں چاہو گے وہیں ملوں گا۔ تمہارے میرے درمیان کوئی حجاب نہ ہو گا۔ اور میں تمہیں بدایوں کا قطب مقرر کرتا ہوں۔

اس کے بعد یہ حالت تھی کہ شیخ علی بزرگ جب اپنے شیخ کا خیال کرتے تو آپ ان کے پاس ہوتے۔ جب چاہتے اور جب تک چاہتے شیخ علی کے پاس رہتے۔

کرامت ۲☆: حضرت شیخ اوحدالدین کرمانی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سفر حج میں حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کے ہمراہ تھا۔ اتفاق سے ہمارا قافلہ ایک ایسے گرم ریگستان سے گذرا کہ اہل قافلہ کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے اور سواری کے

جانور بھی چلنے سے معذور ہو گئے۔ کچھ دور چل کر ہمیں شتر بانوں کا ایک قافلہ ملا۔ ہمارے رفقاء میں جو لوگ صاحب ثروت تھے۔ انہوں نے بیس بیس اشرفی دے کر اپنے لیے اونٹ خرید لیے۔ لیکن جو لوگ نادار تھے وہ بے حد افسردہ نظر آتے تھے۔ وہ لوگ نہ ہی اونٹ خرید سکتے تھے نہ ہی پیروں میں چھالوں کی وجہ سے چل سکتے تھے۔

آپ سے اپنے ساتھیوں کی بے بسی دیکھی نہ گئی۔ آپ نے شتر بانوں کو بلایا اور قیمت دریافت کر کے فرمایا کہ تم اپنے امیر کارواں کو بلاؤ تا کہ رقم دی جائے۔

بیوپاریوں کے قافلے کا سردار حاضر ہوا۔ اس نے کہا فی اونٹ بیس اشرفی۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جا۔ اس کے بعد آپ نے تین ہزار مرتبہ "یا لطیف" "یا لطیف" "یا لطیف" پڑھ کر اپنا دست مبارک ریت کے اندر ڈالا۔ اور فوراً باہر نکال لیا۔ اور بیس اشرفیاں امیر قافلہ کے سامنے رکھ دیں۔ آپ نے پانچ مرتبہ ایسا کیا اور پانچ اونٹ خرید کر اپنے ہمراہیوں کو دے کر ان کو اونٹوں پر سوار کیا۔ مگر خود مکہ مکرمہ تک پیدل ہی سفر کیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۶۲۲ ہجری بمطابق 1225ء کو ہوا۔

مزار پُر انوار دیوکل بندر، سلہٹ بنگلہ دیش میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مقرب احدیت، مقدس صمدیت، برگزیدہ، حق سبحانہ وتعالیٰ قطب زمانہ شیخ یگانہ، حضرت خواجہ قاضی حمید الدین ناگوری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ، قطب آسمان ولایت ہیں۔ آپ کو محمد بن عطا بھی کہتے ہیں۔

آپ کا ہندوستان کے مقتدر مشائخ کرام میں شمار ہوتا ہے۔ علوم ظاہری و باطنی میں مکمل دسترس رکھتے تھے۔ آپ اگر چہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے ساتھی تھے۔ مگر نسبت کے لحاظ سے آپ خاندان سہروردیہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ تھے۔

بعض مورخین کہتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ نے اپنے بعض مکتوبات میں اس بارے میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں قاضی حمید الدین ناگوری بھی میرے خلیفہ مجاز ہیں۔ آپ ریاضت ومجاہدہ میں بے مثال تھے۔ آپ صاحب جمال وکمال وصاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کو سماع سے بہت دلچسپی تھی آپ علوم شریعت وطریقت کے حقائق پر مکمل دسترس رکھتے تھے آپ کی طبیعت میں ظرافت اور خوش طبعی کا ذوق بھی تھا جس کی وجہ سے گاہے گاہے اپنے مصاحبین سے خوش طبعی کیا کرتے تھے۔

خوش طبعی ☆: ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ شیخ برھان الدین علیہ الرحمۃ اور اپنے زمانہ کے مشہور زمانہ قاضی کبیر علیہ الرحمۃ کے ہمراہ گھوڑوں پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے۔ آپ کا گھوڑا دوسرے ساتھیوں کی نسبت کودک اور کوتاہ قد تھا۔

چنانچہ قاضی کبیر نے قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ کا گھوڑا بہت چھوٹا ہے۔ آپ نے بطور ظرافت وخوش طبعی کے فرمایا کہ کبیر سے بڑا ہے یعنی اشارہ تھا قاضی کبیر کی طرف کہ اگر چہ دوسرے گھوڑوں سے چھوٹا ہے۔ لیکن آپ سے تو بڑا ہے۔

آپ کے خط پر خواجہ گنج شکر کا وجد ☆: ایک دفعہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے سماع سننے کی خواہش ظاہر کی تا کہ کوئی غزل یا نعت وغیرہ سنیں لیکن اتفاق سے اس وقت کوئی نعت خواں یا غزل گو نہ ملا تو حضرت بابا صاحب نے شیخ بدر الدین اسحاقؒ سے فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ نے جو میری طرف خط لکھا وہ اٹھا لاؤ۔

چنانچہ حضرت بدر الدین اسحاق اس جگہ سے اُٹھے ایک حجرے میں گئے اور وہ بیگ اٹھا کر بابا صاحب کے پاس لے آئے جس میں بہت سے خطوط تھے۔ اور حضرت کے سامنے رکھ کر اس میں ہاتھ ڈالا۔ تو سب سے اولاً ان کے ہاتھ میں قاضی حمید الدین رحمتہ اللہ علیہ کا خط آیا۔

چنانچہ حضرت بدرالدین علیہ الرحمۃ نے وہ خط بابا صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت عالیہ میں پیش کر دیا۔ حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ نے حضرت شیخ بدرالدین سے فرمایا کہ اسے کھڑے ہو کر پڑھو چنانچہ شیخ بدرالدین اسحاق علیہ الرحمۃ نے کھڑے ہو کر وہ خط پڑھنا شروع کر دیا اس میں یہ لکھا تھا کہ "فقیر و حقیر کمزور و ناتواں محمد عطا جو درویشوں کا خادم و غلام ہے۔ اور ان کی قدموں کی خاک کو اپنے سر اور آنکھوں پر بطور تبرک ملتا ہے۔" حضرت شیخ بدرالدین نے ابھی خط کا اتنا ہی مضمون پڑھا تھا کہ شیخ فریدالدین علیہ الرحمۃ پر حال وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ پھر خط کی یہ رباعی بھی پڑھی گئی۔

آں عقل کجا کہ در کمال تو رَسد
آں روح کجا کہ در جلال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ برگرفتی اجمال
آں دیدۂ کجا کہ در جمال تو رسد

ترجمہ ☆: میں وہ عقل کہاں سے لاؤں جو تیرے کمال کی گہرائیوں تک پہنچ سکے اور وہ روح کہاں سے لاؤں جو تیرے جلال کی کہنہ اور حقیقت کو پا سکے۔ میں خوب سمجھتا ہوں۔ کہ تو نے اپنے جمال سے پردہ اٹھا لیا ہے۔ لیکن وہ آنکھیں کہاں سے لاؤں جو تیرے جمال کو دیکھ سکیں۔

تعلیمات وارشادات ☆: اِسم ھو۔ آپ فرماتے ہیں کہ اسم ھو۔ وہ اشارہ ہے کہ جس کے انوار کی تعلیمات سے خدا تعالیٰ کے خاص اسرار ظاہر ہوتے ہیں اور جب یہ اسم اشارہ تھا تو مشارالیہ کو بیان کی وضاحت کے لئے اسم اللہ کو اس کے ساتھ لگا دیا۔ پھر یہ ھواللہ ہو گیا۔

ارواح خاص پر اللہ تعالیٰ کے پرتو کا عکس پڑتا ہے۔ اور جب انسانی عقل کی نورانیت پر خداوندی انوار غالب آتے ہیں تو بیان کی وضاحت کے لئے ھُو کے بعد اسم اَحَدْ کو بڑھا دیا جاتا ہے۔ تاکہ اہل تشخیص کے دلوں پر واحدانیت کی تجلیاں رونما ہوتی رہیں۔ اور جب لوگوں کی انانیت (مَیں) اور تقلی کو انوار وحدانیت نے جلا کر راکھ کر دیا۔ تو اس کی وضاحت کے لئے اسم صَمد سے لوگوں کی انانیت اور اُن کے تمام رسوم کا قلع قمع ہوتا ہے۔ تو اس کی وضاحت کے لئے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ کہ اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر اور ہم پلہ ہے۔ اور جب کہ صفات مرکوزہ کی تجلیات اور انوار نے تمام مخلوق کو دائرہ عبودیت اور ان صفات نے تمام مخلوق کو بطیب خاطر دربار الٰہی میں پہنچا دیا تو سب کی منتہائے نظر ابتداء پر پڑی تو انہوں نے ھا کا دائرہ دیکھا۔ جو تمام کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔ اگرچہ عبارت کے اعتبار سے اللہ کے دوسرے اسماء بھی اسی طرح ہی کے نہیں۔ لیکن بظاہر اسی "ھا" کے اسم کو دیکھ کر مخلوق نے کہا۔ کہ یہ اسمِ اعظم ہے۔ جو تمام اسماء کی اصل ہے جس طرح کہ سورۃ الفاتحہ کو ام الکتاب کہتے ہیں اس طرح اِس اسم کو ام الاسماء کہتے ہیں۔

آپ کا ذوق سماع ☆: حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں قاضی حمیدالدین رحمۃ اللہ

علیہ کے وقت میں سماع کا زیادہ زوروشور تھا تو حضرت قاضی صاحب کے مخالفین نے فتوے اور اُن کے جوابات لئے اور سب نے سماع کو حرام کہا۔ ایک فقیہہ جو حضرت قاضی حمیدالدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بھی آتے رہتے تھے۔ اُنہوں نے اس فتوے پر کچھ لکھا یہ خبر حضرت قاضی حمیدالدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ کو پہنچی۔

چنانچہ جب وہ فقیہہ حضرت قاضی صاحب کے پاس پہنچے تو قاضی صاحب نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تم نے بھی اس فتوے کا جواب لکھا ہے۔ فقیہہ نے شرمندگی کے ساتھ کہا کہ جی ہاں لکھا ہے۔ اس پر حضرت نے اس دن اپنا کوئی راز ظاہر کیا۔ الغرض جب اس فقیہہ نے کہا کہ ہاں میں نے لکھا ہے۔ کہ سماع حرام ہے۔ اس راز کو دکھانے کے بعد آپ نے ان مفتی سے فرمایا وہ ابھی میرے نزدیک ماں کے پیٹ میں ہیں لیکن تم پیدا ہو چکے ہو۔ ابھی بچے ہو۔ وہ مفتی جھوٹے ہیں۔

حکایت ☆: حضرت قاضی حمیدالدین ناگوری فرماتے ہیں کہ میں خواجہ حمیدالدین ناگوری کی زیارت کے لئے جب اُن کی خانقاہ میں پہنچا تو حضرت کا وصال ہو چکا تھا۔

چنانچہ ایک رات میں نے حضرت حمیدالدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب مجوعات طلب کی اور وہ کتابیں بھی جو انہوں نے سلوک پر لکھی تھی جب ان کا مطالعہ شروع کیا۔ تو مطالعہ کے بعد طالب علموں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا (جو اُن کے پاس حاضر تھے) کہا کہ جو کچھ تم نے پڑھا ہے۔ سب ان کاغذوں میں ہے۔ اور جو نہیں پڑھا ہے وہ بھی ان میں موجود ہے۔

وصال باکمال ☆: ۶۲۵ھ بمطابق 1227ء میں آپ کا وصال باکمال ہوا مزار شریف دہلی مہرولی انڈیا میں حضرت خواجہ قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف کے پاؤں کی سمت آج بھی مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف نے اس مقدس مقام پر حاضری کی سعادت حاصل کی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سلطان نورالدین مبارک غزنوی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: منور احوال، عارف معنوی وصوری، واصل بمشاہدہ رحمان، متصرف بہ تصرفات، صاحب کشف و کرامات حضرت سلطان نورالدین مبارک غزنوی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الکاملین ہیں۔

آپ دہلی کے شیخ الاسلام تھے تارک دنیا اور عام وخاص کے نزدیک نیک اوصاف سے متصف مقبول اولیاء محبوب الاصفیاء تھے آپ زہد وتقویٰ مجاہدہ کمالات ریاضت میں بے مثل وبے نظیر تھے۔ آپ صاحب کرامت صاحب جلال وباکمال وصاحب کشف تھے۔

ولادت باسعادت ☆: حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ حضرت شیخ اجل شیخ شیرازی علیہ الرحمۃ کے مریدوں میں ایک سوداگر تھا ایک روز اُس نے شیخ سے آ کر عرض کیا کہ میرے گھر میں ایک لڑکا تولد ہوا ہے۔ جو آپ کا غلام زادہ ہے۔ اسے فیض نعمت پہنچایئے۔ شیخ نے فرمایا اچھی بات ہے کل صبح جب میں نماز سے فارغ ہو جاؤں گا تو اپنے بچے کو میری داہنی جانب سے لاکر سامنے پیش کرنا۔

اتفاق سے اُسی دن سیّد نورالدین مبارک کی پیدائش ہوئی تھی۔ آپ کے والد بھی اسی مجلس میں موجود تھے اور یہ بات انہوں نے بھی سُن لی انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ میں بھی اپنے نومولود بچے کو شیخ اجل شیرازی کی خدمت میں لاؤں گا۔ دوسرے روز جب فجر کا وقت ہوا تو اس تاجر کو دیر ہوگئی سیّد نورالدین مبارک غزنوی کے والد علی الصبح اٹھے اور مسجد میں نماز کے وقت پہنچ گئے۔ موذن نے تکبیر کہی اور شیخ اجل شیرازی علیہ الرحمۃ نے نماز پوری کی۔

چنانچہ سیّد نورالدین مبارک کے والد نے شیخ اجل کی داہنی جانب سے آ کر بچے کو شیخ کے سامنے کر دیا۔ حضرت شیخ نے ان پر نظر کرم فرمائی۔ یہ تمام نعمتیں اسی فیض نظر کا اثر ہیں جو آپ کو حاصل اس کے بعد وہ تاجر آیا تو شیخ نے فرمایا کہ یہ نعمت تو سیّد نورالدین مبارک کی قسمت میں تھی۔ وہ لے گئے ہیں۔

بیعت وخلافت ☆: آپ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ اور حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کے پیر بھائی تھے۔ آپ کو میر دہلی بھی کہا جاتا ہے۔

کرامت ☆: فوائد الفوائد میں لکھا ہے کہ ایک روز شیخ نظام الدین ابوالموید علیہ الرحمۃ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ ایک دفعہ بارش نہ ہوئی آپ کو لوگوں نے پکڑ لیا کہ دعائے باراں کیجئے۔ آپ منبر پر تشریف لائے اور بارش کے لئے دعا کی پھر آسمان کی

طرف منہ کر کے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ اگر تو نے بارش نہ برسائی تو میں اس سے پہلے کسی بھی آبادی میں نہ جاؤں گا یہ کہہ کر منبر سے اُتر آئے۔ حق تعالیٰ نے بارش کا نزول فرمادیا۔

اس کے بعد سیّد قطب الدین علیہ الرحمۃ کی آپ سے ملاقات ہوئی۔ سیّد صاحب نے کہا کہ آپ کے بارے میں ہماری عقیدت بہت پختہ ہے اور معلوم ہے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کو نیاز کامل حاصل ہے۔ لیکن آپ نے یہ فرمایا کہ اگر تو نے بارش نہ برسائی۔ تو میں اس سے پہلے کسی بھی آبادی میں نہ جاؤں گا۔ حضرت شیخ نظام الدین نے جواب دیا چونکہ مجھے یقین کامل تھا کہ بارش برسے گی اس لئے میں نے کہہ دیا تھا۔ سیّد قطب الدین نے دریافت کیا کہ آپ کو یہ یقین کیسے حاصل ہو گیا تھا۔ فرمایا کہ ایک دفعہ دست نشینی کے سلسلہ میں میرا اور سیّد نورالدین مبارک کا نزع سلطان شمس الدین برازی کی خدمت میں پیش ہوا۔ میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی جس سے سیّد نورالدین مبارک غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کبیدہ خاطر ہو گئے اسی وقت مجھ سے دعائے بارش کے لئے فرمایا میں نے کہا کہ آپ تو مجھ سے رنجیدہ خاطر ہیں اگر آپ مجھ سے راضی ہو جائیں تو دعا کروں گا ورنہ نہیں کروں گا ان کے خلوت خانے سے آواز آئی کہ میں تم سے راضی ہوں جا کر دعا کرو۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال ۶۳۲ھ بمطابق 1234ء میں ہوا مزار شریف خوضِ شمسی کے مشرق جانب دہلی انڈیا میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو آپکے دربار گوہر بار میں حاضری کا شرف حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں چنوں سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی بے مثال، مرآۃ جمال باکمال، مستان جمال احدیت، محبوبان بارگاہ صمدیت حضرت میاں چنوں سہروردی رحمتہ اللہ علیہ شہید راہ محبت ہیں۔

آپ کی ولادت جھنگ کے کسی علاقہ میں بلوچ خاندان میں ہوئی۔ آپ بڑے خوبصورت، وجیہ، دراز قد، باہمت مرد تھے۔ پیر کامل کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہونے کے بعد یادِ خدا میں اس قدر مستغرق ہوئے کہ پھر دوبارہ دنیا کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھا۔

آپ کے ابتدائی حالات زندگی ☆: تذکرہ نگاروں نے آپ کے ابتدائی حالات زندگی کے بارے میں کچھ نہیں لکھا صرف اتنا معلوم ہوسکا کہ آپ ساتویں صدی ہجری کو جھنگ کے کسی قصبہ میں بلوچ قوم کے فرد کے ہاں پیدا ہوئے۔

آپ جس معاشرے کے فرد تھے اس کا مستقل دستور تھا کہ جب تک کوئی نوجوان چوری نہ کرتا اس قوم کے بزرگ اس کے سر پر پگڑی نہ باندھتے تھے۔ اس طرح اس معاشرے کے نوجوان کو اس وقت تک رشتہ نہیں دیا جاتا تھا کہ جب تک وہ مکمل چور نہیں بن جاتا تھا۔ گویا کہ چور کو عزت دار سمجھا جاتا تھا اور اس معاشرے میں چور کی قدر و منزلت تھی۔ آپ اپنے خاندان کے دیگر افراد کے ہمراہ جھنگ سے نقل مکانی کر کے ملتان کے ایک علاقہ میں جا کر رہائش پذیر ہوگئے۔ جس کو آج کل میاں چنوں کہتے ہیں۔

آج سے تقریباً آٹھ سو برس قبل غیاث الدین بلبن کے عہد حکومت میں یہ قصبہ بہت زرخیز تھا۔ یہاں کی زمین سونا اگلتی تھی۔ اس علاقہ میں اس وقت کی مشہور قومیں سہوو، ہراج، سینال، پاندہ لکھ، لک، سیال، کھوکھر، گھگہ، وائیں آباد تھیں۔ ان کے پاس بے شمار مویشی تھے۔ ان قوموں کی خوشحالی کا سن کر میاں چنوں بلوچ اپنے دوست مجید جنجوعہ کے ہمراہ یہاں آ کر آباد ہو گئے۔ یہ دونوں دوست خوبصورت جوان اور چوری کے فن کے ماہر اور یکتائے روزگار تھے۔ بعض قبیلے اپنے عناد و انتقام کے لئے ان کی خدمات حاصل کرتے تھے۔ اس طرح یہ دونوں میاں چنوں بلوچ اور میاں مجید جنجوعہ اس علاقے پر ایک قسم کی حکومت کرتے تھے دونوں نوجوان مل کر شکار کی تلاش کرتے اور شکار مار کر کھاتے تھے۔ مگر قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ جب خدا نے ان کو بصیرت عطا فرمائی تو کایا ہی پلٹ گئی اور چنوں چور حضرت میاں چنوں بن گئے اور قیامت تک کے لئے امر ہو کر رہ گئے۔

آپ کی زندگی میں انقلاب ☆: ایک مرتبہ آپ اپنے دوست میاں مجید جنجوعہ کے ہمراہ ایک جنگل سے گزر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ حضرت غوث العالم حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی جو اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر

علیہ الرحمتہ سے پاکپتن میں ملاقات کر کے واپس جاتے ہوئے اس علاقے میں تشریف فرماتھے۔

ان دونوں نے جب ان نورانی صورت بزرگوں کو دیکھا تو ان کے قریب جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت غوث بہاؤالحق زکریا ملتانی علیہ الرحمتہ نے ان دونوں سے فرمایا کہ ہمیں پانی کی ضرورت ہے۔ یہ دونوں ازراہ مہمان نوازی اور مسافروں کی خدمت وتواضع سمجھ کر وہاں سے اُٹھے اور پانی کی تلاش میں چل دیئے۔ کافی تلاش وتگ ودو کے بعد پانی ملا مشکیزہ بھر کر جب وہاں پہنچے تو کیا دیکھا کہ حضرت غوث بہاؤالحق زکریا وہاں سے جا چکے تھے۔ یہ دیکھ کر ان کو دلی صدمہ پہنچا۔

چنانچہ یہ دونوں ان کے قدموں کے نشانوں پر پیچھے پیچھے چل دیئے اور پانچ میل کی مسافت طے کر کے ایک ٹیلے پر حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا کو موجود پا کر اطمینان کا سانس لیا۔ مگر جب ان کے قریب گئے تو کیا دیکھا کہ حضرت کے قریب ہی پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا۔ یہ چشمہ اس وقت نکلا کہ جب حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمتہ کو پیاس کی شدت نے تنگ کیا تو آپ نے بارگاہ خداوندی سے پانی مانگا تو حکم ملا کہ زمین پر پیر مارو آپ نے زمین پر پیر مارا تو پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا جس سے آپ سیراب ہوئے۔ وہ چشمہ اس دن سے جاری ہے۔ اب اس جگہ کنواں بن چکا ہے۔ لیکن اس علاقے کی شادابی دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ یہ علاقہ اسی چشمہ کے باعث شاداب ہوا ہے۔

میاں چنوں بلوچ اور میاں مجید جنجوعہ نے جب اپنے سامنے چشمہ نکلتے اور حضرت کو پانی پیتے دیکھا تو دونوں قدموں میں گر گئے۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمتہ نے ان دونوں کو اُٹھا کر گلے سے لگایا اور خدائے ذوالجلال کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور خالق ومالک کی بارگاہ میں عرض کی اے مالک یہ تیرے بندے گناہوں سے تائب ہو گئے ہیں۔ اے اللہ ان کی راہنمائی فرما۔

حضرت غوث بہاؤالحق زکریا ملتانی علیہ الرحمتہ نے ان دونوں کو اپنے دستِ مبارک پر بیعت سے مشرف فرما کر عرفان وفیضان کی دولت سے مالا مال کیا۔ اور اسلامی تعلیمات سے روشناس کرا کر تبلیغ دین اور رشد وہدایت پر انکو مامور فرمایا اور ان کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر صاحب ارشاد ومجاز فرمایا۔

آپ نے حضرت غوث العالم کے فیضان کو اس علاقے میں پھیلایا اور علم وعمل کی ایسی دولت بکھیری کہ چور اور مجرم ذہنیت کے لوگ راہ راست پر آ گئے۔ اور خود عشق الٰہی میں ایسے غرق ہوئے کہ دنیا کو بھول گئے اور ذاتِ خدا میں فنا ہو کے رہ گئے۔

وصال باکمال ☆ : آپ کا وصال باکمال ۶۴۵ھ بمطابق 1247ء کو ہوا۔ مزار پر انوار میاں چنوں ضلع ملتان میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

پنجاب کے درویش وزیر اعلیٰ پنجاب جناب غلام حیدر وائیں مرحوم کا تعلق بھی میاں چنوں سے تھا اور وہ اکثر آپ کے مزار پر حاضری دیا کرتے تھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ محمود موئینہ دوز سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: حکیم صاحب وحدت، فارغ از عالم کثرت، حضرت خواجہ محمود موئینہ دوز رحمتہ اللہ علیہ دلیل الکاملین ہیں۔ آپ کو حضرت قاضی حمید الدین رحمتہ اللہ علیہ سے بے حد عقیدت و محبت تھی۔ آپ سلسلہ سہروردیہ کے مشائخ کبار میں سے تھے زہد و ریاضت میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے۔ آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی ہی سے خرقہ خلافت حاصل کر کے سرفراز و ممتاز ہوئے۔

کشف و کرامت ☆: جب کسی کا کوئی غلام بھاگ جاتا تو وہ آپ کے پاس حاضر ہو کر دعا کراتا آپ کی دعا سے وہ بھاگا ہوا غلام واپس آ جاتا۔

ایک دفعہ ایک شخص کا غلام بھاگ گیا وہ آپ کے پاس حاضر ہوا اور دعا کرائی آپ نے فرمایا تیرا غلام فلاں دن واپس آ جائے گا لیکن یہ ضروری ہے کہ غلام کے آنے کے بعد فوراً مجھے اطلاع کر دینا۔

چنانچہ اُس شخص کا غلام واپس آ گیا مگر اس سے یہ غلطی ہوئی کہ اس نے غلام کے آنے کی اطلاع آپ کو نہ دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ غلام پھر بھاگ گیا اس نے عرض کی حضور غلام آ کر پھر بھاگ گیا آپ نے فرمایا چونکہ مجھے پہلے خبر نہ کی اس لئے اب پھر نہ آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ پھر نہ آیا۔

لوگ حاجت برآری کے لئے آپ کے مزار سے ایک پتھر لے جا کر علیحدہ رکھ دیتے ہیں مراد پوری ہونے پر اس پتھر کے برابر شکر تول کر تقسیم کر دیتے ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۶۵۵ھ بمطابق 1257ء میں ہوا۔ مزار شریف دہلی انڈیا میں حضرت خواجہ قطب صاحب علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس دروازے کے باہر ہے جو حوض شمسی کی جانب ہے جو آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔ فقیر راقم الحروف نے بھی آپ کے مزار پُر انوار کی زیارت کی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ احمد نہروانی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پیشوائے اصفیاء، سلطان الطریقت، برہان شریعت شہباز میدان حقیقت و معرفت حضرت شیخ احمد نہروانی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ قدوہ العالمین، دلیل العارفین ہیں آپ سلسلہ سہروردی کے مشہور و معروف اور جلیل القدر اولیاء کرام میں سے ہیں۔

آپ صاحب کشف کرامت تھے۔ عبادت و ریاضت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ آپکے خاندان کے اکثر لوگ جولاہوں کا کام کرتے تھے۔ حضرت غوث العالمین شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر کوئی شیخ احمد نہروانی کے مشغول بحق ہونے کا اندازہ لگائے تو دس صوفیوں کے اشغال باطنیہ سے کم نہ پائے گا۔

حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس مجلس میں حضرت قطب الاقطاب خواجہ خواجگان قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا اس مجلس میں حضرت شیخ احمد نہروانی بھی شریک تھے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

سیرت و کردار ☆: آپ نہایت ہی نرم مزاج تھے۔ عفو درگزر آپ کا شیوہ تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ احمد نہروانیؒ کے گھر چور آیا اور تمام گھر میں پھرا مگر کوئی چیز نہ ملی ناچار و مجبور ہو کر واپس ہونا چاہا کہ حضرت شیخ احمد نے آواز دی اور قسم دلائی کہ وہ تھوڑی دیر رکے۔

چنانچہ اسی وقت آپ نے اپنی کھڈی میں ہاتھ ڈالا ایک دھاگا جو انہوں نے اپنی کھڈی میں بنا تھا اس دھاگا سے سات گز کپڑا پھاڑا اور چور کے سامنے ڈال دیا۔ اور کہا لے جا۔

چنانچہ چور نے کپڑا لیا۔ اور چلا گیا۔ دوسرے دن وہ چور اور اُس کے ماں باپ سب آئے اور شیخ احمد نہروانی کے قدموں پر سر رکھ دیا اور اس کام سے توبہ کی۔

کرامت ☆: حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ شیخ احمد نہروانی کو کبھی کبھی یعنی کھڈی پر کام کرتے ہوئے حالت وجد طاری ہو جاتی تھی اور اس وجہ سے آپ کپڑا بننا چھوڑ دیتے تھے لیکن گھر کا چلتا رہتا اور کپڑا خود بخود تیار ہوتا رہتا تھا۔

ایک دفعہ آپ کے پیرومرشد حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ آپ کے پاس بغرض ملاقات تشریف لائے اور جاتے وقت فرمانے لگے شیخ احمد کب تک اس کام میں مشغول رہو گے۔ یہ فرما کر قاضی صاحب تشریف لے گئے اور شیخ احمد نہروائی ان میخوں کو کسنے کے لئے اٹھے جو ڈھیلی پڑ گئی تھیں۔ ابھی ایک میخ کسنا ہی چاہتے تھے کہ آپ کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ جس پر شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ نے ہندی زبان میں فرمایا کہ پیر قاضی حمید الدین نے میرا ہاتھ توڑ دیا۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے جولاہوں کا پیشہ ترک کر دیا اور مکمل طور پر یاد الٰہی میں مصروف ہو گئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۶۶۱ھ بمطابق 1262ء میں ہوا۔ مزار شریف نزد بدایوں شریف نزد دہلی انڈیا میں ہے جو آج بھی مرجع ہر خاص و عام ہے۔ اہل عقیدت و محبت آج بھی حاضری دیکر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: رئیس الاولیا حضرت پیر لاثانی مقبول بارگاہ رحمانی، برھان ملت، گنج غزلت، مخزن سخا معدن وفا، کان صفا، قطب الاولیاء، شیخ الاتقیاء قدوۃ الاصفیا حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کا شمار اکابر اولیاء میں ہوتا ہے۔

آپ قریشی اسدی ہاشمی ہیں آپ کے جدامجد حضرت مولانا شیخ کمال الدین علی شاہ ایک درویش منش بزرگ تھے۔ وہ خاندان قریشی کے معزز فرد تھے۔ انہوں نے مکہ معظمہ سے سکونت ترک کر کے خوارزم میں سکونت اختیار کی پھر وہاں سے ملتان تشریف لے آئے۔ اور ملتان میں مکمل سکونت اختیار کر لی ملتان اس زمانہ میں اسلامی علوم وفنون کا مرکز تھا ملتان میں بہت لوگ اُن سے معتقد ہوئے۔

آپ کے والد ماجد کا نام نامی شیخ وجیہہ الدین تھا والدہ ماجدہ کا نام بی بی فاطمہ ہے۔ جو حضرت مولانا حسام الدین ترمذی علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی تھیں۔ تاتاریوں کے دور میں جب لوٹ مار شروع ہوئی اور بدامنی پھیلی تو مولانا حسام الدین علیہ الرحمۃ اپنے وطن ترمذ سے قلعہ کوٹ کروڑ جس کو سلطان محمود غزنوی نے فتح کیا تھا تشریف لے آئے اور وہیں رہنے لگے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ بی بی فاطمہ کے والد کا نام حضرت عیسیٰ ہے جو حضرت پیرانِ پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے وہ ہامہ رہتے تھے جب آپ کے والد ماجد شیخ وجیہہ الدین ہامہ گئے تو حضرت عیسیٰ نے اپنی صاحبزادی بی بی فاطمہ کا نکاح ان سے کر دیا تھا وہ کچھ دن ہامہ رہے اور پھر کوٹ کروڑ آئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

ولادت باسعادت ☆: آپ صبح کے وقت ۲۷ رمضان المبارک بروز جمعتہ المبارک ۵۶۶ھ بمطابق 1170ء کو کوٹ کروڑ ضلع لیہ میں پیدا ہوئے آپ کا نام بہاؤالدین اور کنیت ابو محمد بعض نے ابوالبرکات لکھی ہے۔

ابتدائی حالات ☆: آپ مادرزاد ولی تھے۔ بچپن سے ہی آپ میں بزرگی کے آثار نمایاں تھے آپ کے والد ماجد جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے تو آپ تلاوت قرآن کریم کی آواز سنتے ہی فوراً دودھ پینا چھوڑ دیتے تھے اور قرآن شریف سننے میں محو ہو جاتے تھے۔ ابھی آپ مکتب ہی میں پڑھتے تھے کہ ایک دن آپ نے فرمایا کہ جس وقت خداوند تعالیٰ نے **اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ** فرمایا تھا اُس وقت سے لیکر آج تک کے واقعات مجھے یاد ہیں۔

آپ نے والدین دادا اور نانا کی زیرنگرانی میں پرورش پائی آپ جب بارہ سال کے ہو گئے تو والد ماجد کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ آپ نے سات برس کی عمر میں سات قرأت کے ساتھ قرآن کریم حفظ کر لیا۔ والد ماجد کی وفات کے بعد آپ خراسان تشریف لے

گئے وہاں سات سال تک درسِ ظاہری میں مشغول رہے۔ بعدازاں بخارا آ گئے اور وہاں علم ظاہری کی تکمیل کی تو وہاں آپ بہاؤالدین فرشتہ کے نام سے مشہور ہوئے مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت شیخ کمال الدین محمد یمنی سے جن کا شمار محدثین کبار میں ہوتا تھا درس حدیث لیا اور اجازت نامہ بھی حاصل کیا آپ نے مدینہ شریف میں پانچ سال تک قیام کیا اس کے علاوہ خراسان بخارا مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور بیت المقدس میں بہت سے درویشوں سے ملاقات کی اور اُن سے بہت سے فیوض و برکات حاصل کئے۔

بیعت و خلافت ☆: بغداد آ کر آپ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی علیہ الرحمۃ سے بیعت ہو گئے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں سترہ روز تک رہے اور اس تھوڑے سے عرصے میں بہت سی نعمتیں حاصل کیں یہ دیکھ کر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کے دیگر مریدوں کو ناگوار گزرا آپ نے اُن لوگوں سے کہا کہ تمہاری شکایت بے جا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تم مثل تر لکڑی کے ہو اور حضرت زکریا خشک لکڑی کی مانند ہیں۔ خشک لکڑی کو آگ جلدی پکڑتی ہے۔

مرید ہونے کے بعد آپ کو خرقہ خلافت کی آرزو ہوئی ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا ایک نور سے معمور مکان ہے۔ اور اس مکان میں سرکارِ دوعالم تاجدارِ مدینہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ کے پیرومرشد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی مودب کھڑے ہیں ایک طناب ہے۔ اور اس پر بہت سے خرقے لٹک رہے ہیں اسی درمیان میں آپ کی طلبی ہوئی آپ کے پیرومرشد نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور قدم بوس کرایا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خرقہ کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا کہ اے عمر اس خرقہ کو شیخ بہاؤالدین غوث الاعظم کو پہنا دو آپ کے پیرومرشد نے حسب فرمان سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم خرقہ طناب سے اُتار کر اپنے ہاتھ سے آپ کو پہنایا اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قدم بوس کرایا اور جب صبح ہوئی تو آپ اپنے پیرومرشد کے کمرے میں گئے تو کیا دیکھا وہ کمرہ بعینہٖ اسی طرح خرقوں سے مرصع ہے جیسا کہ رات کو خواب میں دیکھا تھا۔ آپ کے مرشد نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ بابا بہاؤالدین یہ سب خرقے سرور عالم ﷺ کے ہیں میں تو درمیان میں صرف ایک واسطہ ہوں بے اجازت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو نہیں پہنا سکتا۔ جیسا معاملہ تم نے شب گزشتہ میں دیکھا ہے۔ خرقہ خلافت عطا کرنے کے بعد آپ کے پیرومرشد نے آپ کو ملتان جانے کی تاکید فرمائی۔

روانگی ملتان ☆: آپ اپنے پیرومرشد سے رخصت ہو کر جانب ملتان روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ کی ملاقات ایک عالم فاضل قلندر سے ہوئی۔ اس کا نام سیّد عبدالقدوس تھا وہ موصل کے رہنے والے تھے انہوں نے سیّد جمال الدین مجرّد کی قبر پر جا کر قلندروں کا جامہ پہن لیا تھا آپ نے ان کا قلندرانہ جامہ اتروایا اور عالم جذب سے ان کو عالم سلوک میں پہنچایا۔ نیشا پور تک حضرت شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمۃ آپ کے ہمراہ آئے اور نیشا پور پہنچ کر آپ اُن سے الگ ہو گئے۔

آپ نے ملتان پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی ملتان کے درویشوں کو آپ کا آنا ناگوار گزرا۔ انہوں نے کوشش کی کہ آپ ملتان سے چلے جائیں ایک پیالہ دودھ کا بھر کر آپ کے پاس بھیجا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس شہر میں دوسرے کی گنجائش نہیں ہے۔ آپ اس رمز و کنایہ کا مطلب سمجھ گئے۔ آپ نے ایک پھول اس پیالے پر رکھ دیا اور پیالہ واپس کر دیا۔ آپ نے اس بات کا اظہار اس طرح کیا کہ ان کی جگہ اس شہر میں اس طرح

ہو گی جیسے کہ پھول دودھ پر ہے۔ ملتان کے درویشوں کو تعجب ہوا وہ آپ کے معتقد ہو گئے۔

سیرت و کردار☆: آپ کے یہاں زراعت و تجارت بڑے پیانے پر ہوتی تھی ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرتے تھے۔ آپ کا لنگر عام تھا آپ بہت مخیر تھے۔ دنیا سے بے پرواہ تھے اور قناعت کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔ کھانا بہت کم کھاتے تھے علماء کرام اور مشائخ عظام اور مہمانوں کی بہت عزت کرتے تھے۔ شروع زندگی میں روزے بہت رکھتے تھے۔ آخری عمر میں روزانہ روزہ نہ رکھتے تھے۔ ہر شب ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ تحمل اور بردباری ذوق وشوق بے ہوشی و مدہوشی اور استغراق آپ کی نمایاں خصوصیات تھیں۔

تعلیمات وارشادات☆: آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مال دنیا کتنا ہی کیوں نہ ہوتا ہم قلیل ہے۔ اور سانپ کی صحبت اس شخص کو نقصان پہنچاتی ہے۔ جو افسوس اس کو نہ جانتا ہو میرے نزدیک مال دنیا کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ تو ایک میل میرے رخسارہ حال کی ہے۔

نمبر۲☆: آپ فرماتے ہیں کہ فقیر کے نزدیک مال دنیا کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے نہ جانے کا غم نہ آنے کی خوشی۔

کشف و کرامات☆: حضرت سیّد جلال الدین سرخ بخاری جب ملتان آئے تو ایک روز گرمی سے تنگ آ کر بخارا کے موسم کو یاد کرنے لگے آپ کو یہ بات بذریعہ کشف معلوم ہوگئی آپ نے ایک خادم کو مسجد میں بھیجا اور یہ تاکید فرمائی کہ صفیں لپیٹ کر مسجد کے صحن میں جھاڑو دے دواتنے میں بادل نمودار ہوئے۔ خوب زور کی بارش ہوئی اولے گرے مگر مسجد سے باہر بارش نہ ہوئی نہ اولے گرے۔ ظہر کی نماز کے وقت آپ مسجد میں آئے اور حضرت جلال الدین بخاری سے مسکرا کر فرمایا کہیے سیّد اولے ملتان کے بہترین یا بلخ بخارا کے انہوں نے عرض کیا اس صورت میں تو اولے ملتان کے بہتر ہیں۔ آپ نے اُن کو اسی وقت خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

کرامت ۲☆: آپ کے ایک مرید خواجہ کمال الدین مسعود شیرازی جواہرات کی تجارت کرتے تھے ایک بار اُن کا جہاز طوفان میں گھر گیا انہوں نے آپ کو یاد کیا اور آپ سے امداد چاہی اچانک آپ نمودار ہوئے سب مسافروں نے بخوبی آپ کو دیکھا آپ نے سلامتی کی بشارت دی۔ جہاز بخیر و خوبی عدن پہنچا۔ عدن پہنچ کر مسافروں نے اپنا تہائی مال خواجہ کمال الدین کو بطور نذرانہ وشکرانہ دیا خواجہ کمال الدین نے وہ سب مال اور اپنے نصف جواہرات اپنے بھانجے خواجہ فخر الدین گیلانی کو دے کر آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ خواجہ فخر الدین وہ مال و جواہرات لے کر ملتان آئے۔ اُنہوں نے آپ کو جہاز پر سوار دیکھا تھا۔ حاضر خدمت ہو کر تمام مال پیش کر دیا آپ نے تیس دن کے اندر تمام مال و جواہرات لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ اس مال کی قیمت ستر لاکھ تنکہ تھی خواجہ فخر الدین نے جب آپ کی یہ فیاضی دیکھی تو اپنا مال بھی تقسیم کر دیا اور فقیری اختیار کر لی اور آپ کے مرید ہو گئے بعد ازاں حج کو گئے اور جدہ میں وفات پائی۔

وصال باکمال☆: ۶۶۶ھ بمطابق 1267ء ماہ صفر بروز جمعرات بعمر ۱۰۰ سال آپ کا وصال باکمال ہوا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے جنازہ کی نماز میں شرکت کی مزار پر انوار ملتان شہر قلعہ قاسم باغ میں مرجع خاص و عام ہے۔ راقم الحروف نے بارہا اس مقدس مقام کی زیارت کی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ حسین المعروف شیخ پٹھا سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: آفتاب آسمان ہدایت، ماہتاب آسمان فقر ولایت، شمعِ قصرِ ہدایت حضرت شیخ حسین المعروف شیخ پٹھا دیہلی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ شہسوارِ میدانِ تجرید وترک ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حسین بن راجبار بن کاہ بن سخیرہ ہے۔ آپ قوم سے اپلان تھے، اصل نام حسین، لقب شاہ عالم، کینت ابوالخیر ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام نامی اسم گرامی راجبار اور والدہ کا نام سلطانی بنت مُراد بن شرفو ہے، جبکہ آپ نے پوری دنیا بالخصوص صوبہ سندھ میں ''شیخ پٹھا'' کے نام سے شہرت پائی ہے۔

آپ کی بزرگی وعظمت☆: آپ سندھ کے اُن قدیم بزرگوں میں سے ہیں کہ جن سے پورے سندھ میں ہدایت و عرفان کا نور پھیلا۔

صاحب تحفۃ الکرام نے آپ کی بزرگی کا اعتراف علامہ قاضی محمود علیہ الرحمۃ کے ان الفاظ کو نقل کرتے ہوئے کیا ہے۔

اقدام اولیاء واکرام واصلان راہ خدامی باشد در تعریفش چہ قدم کسی راہ رود کہ شمہ از والا مقاماتش بدفتر نگنجد، دراکثر سندھ ہمچو صاحب کمال کم برخواستہ

بیعت وخلافت☆: آپ موضع آری کے قریب ایک پہاڑ کے غار میں جہاں آج آپ کا مزار پُر انوار واقع ہے، میں عبادت وریاضت میں مشغول رہتے تھے۔

ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا سہروردی ملتانی علیہ الرحمۃ اور حضرت سید محمد عثمان معروف بہ لال شہباز قلندر علیہ الرحمۃ کا اس پہاڑ کے قریب سے گزر ہوا تو انہوں نے اپنے کشف سے اُس جوہر قابل کو محسوس کیا، جو لعل کی طرح اس پہاڑ میں مستور تھا۔

حضرت غوث بہاؤالدین زکریا نے پہاڑ میں داخل ہو کر آپ کو باہر نکالا اور اپنے دست حق پرست پر شرف بیعت بخشا، اور چند ہی دن میں اپنی نگاہِ فیض اثر سے آپ کو آسمان ولایت وہدایت کا آفتاب بنا ڈالا۔ اس کے بعد آپ کی ذات سے ہدایت وعرفان کے وہ چشمے جاری ہوئے کہ ہزاروں تشنگانِ معرفت نے آپ سے سیرابی کی، اور پورے سندھ کو نور عرفان سے روشن اور مالا مال کیا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۶۶۶ھ بمطابق ۱۲۶۷ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار موضع آری، ضلع ٹھٹھہ صوبہ سندھ میں مرجع خاص وعام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک ۱۲ ربیع الاول شریف کو ہوتا ہے، ہزاروں کی تعداد میں لوگ شرکت کرکے اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

حضرت شیخ صدرالدین عارف سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: صاحب سجادہ پدر باستحقاق۔ عارف کامل بالاتفاق۔ سرحلقہ اکثر اولیاء۔ مرشد زمانہ، شیخ یگانہ حضرت شیخ صدرالدین عارف رحمتہ اللہ علیہ ستارۂ ولایت آسمانی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۵۹۹ھ بمطابق 1202ء میں حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی سہروردی علیہ الرحمۃ کے گھر میں ہوئی۔ آپ کا شمار کاملان وقت میں ہوتا ہے۔ آپ عظیم شان کے مالک اور باہمت باکردار بہت ہی نیک اور صالح متقی و پرہیزگار تھے۔ اپنے والد بزرگوار کے وصال کے بعد اُن کی مسند ارشاد پر بیٹھے اپنے وقت کے بڑے بڑے صلحا آپ کے ہاتھوں خرقہ خلافت حاصل کر کے مرتبہ ولایت کو پہنچے۔

سیر العارفین میں لکھا ہے کہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کے سات فرزند تھے حضرت شیخ کے وصال کے بعد تمام مال واسباب برابر سات بھائیوں میں تقسیم کیا گیا حضرت شیخ صدرالدین عارف رحمتہ اللہ علیہ کے حصے میں ستر لاکھ روپے نقد اور جنس کی صورت میں آئے آپ نے مال وصول کرتے ہی پہلے روز ہی تمام مال واسباب درویشوں مسکینوں غریبوں میں تقسیم کر دیا اور فارغ البال ہو کر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

آپ کے فرمودات ☆: آپ فرماتے ہیں کہ کوئی سانس خدا کے ذکر کے بغیر نہ نکلے کیونکہ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ جو شخص ذکر الٰہی کے بغیر سانس لیتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ہلاک و برباد کرتا ہے۔ ذکر اللہ کے وقت وساوس شیطانیہ اور خواہشات نفسانیہ سے مکمل گریز کرنے کی کوشش کی جائے۔ جب اس مذکورہ طریقہ کے مطابق ذکر اللہ کیا جائے تو ذکر کی نورانیت کی وجہ سے وساوس اور دل میں آنے والے تمام تخیلات خود بخود جل کر خاکستر ہو جائیں گے اور پھر ذکر اللہ کی نورانیت سے دل بہت جلد منور ہو جائے گا اس میں ذکر کی حقیقت مستقر ہو جائے گی اور اُس وقت ذکر کے ساتھ جس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ زیرِ نظر آئے گا اور نور یقین سے دل منور و تاباں ہو جائے گا طلبگاروں کا مطلوب اور سالکوں کا مقصود صرف یہی ہے۔

این کار دولت است کنوں تا کرا رسد

ترجمہ: یہ کام دراصل خوش بختوں کا ہے آپ دیکھو کس کے حصے میں آئے۔

کشف و کرامات ☆: حضرت شیخ صدرالدین عارف رحمتہ اللہ علیہ دریا کے کنارے وضو کر رہے تھے۔ کہ آپ کے

صاحبزادے حضرت شیخ رکن ابوالفتح علیہ الرحمۃ جن کی عمر شریف اس وقت صرف ۷ سال تھی جو کہ ان دنوں قرآن کریم حفظ کر رہے تھے۔
اُس وقت آپ کے پاس دریا پر موجود تھے کہ اچانک ہرنوں کا ایک گلہ اس طرف آ گیا مگر وہ آدمیوں کو دیکھ کر بھاگ گیا شیخ رکن الدین ابوالفتح علیہ الرحمۃ چونکہ بچے تھے۔ اپنے والد گرامی سے کہنے لگے مجھے ہرن پکڑنا ہے حضرت شیخ صدرالدین عارف رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی نگاہ ولایت سے ہرنوں کے گلہ کی طرف دیکھا تو تمام ہرن فوراً واپس آ گئے آپ نے فرمایا رکن الدین جس ہرن کو دل چاہے پکڑ لو چنانچہ مدتوں تک یہ دونوں ہرن آپ کے گھر میں رہے۔

کرامت ۲ ☆: جب سلطان غیاث الدین بلبن نے اپنے بڑے بیٹے خان شہید محمد کو ملتان کا حاکم مقرر کر کے بھیجا تو چونکہ شہزادہ بہت بلند ہمت اور لطیف طبع تھا حضرت امیر خسرو اور امیر حسن اس کے پاس رہتے تھے اور انعام و اکرام حاصل کرتے تھے خان شہید کی بیوی سلطان رکن الدین بن سلطان شمس الدین التمش کی لڑکی تھی جو کہ نہایت حسینہ و جمیلہ اور صالحہ تھی۔

چونکہ خان شہید اکثر شراب خوری میں مشغول رہتا تھا اس کی بیوی کو یہ بات ناپسند تھی ایک دن نشہ کی حالت میں اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ جب ہوش آیا تو بے حد پشیمان ہو کر قاضی شرف الدین خوارزمی جو کہ اس کا ہمراز تھا کو بلا کر معاملہ کا حل دریافت کیا کیونکہ بیوی سے جدائی اس کے لئے ناممکن تھی۔

قاضی نے کہا کسی دوسرے آدمی سے نکاح کئے بغیر اب اس کے ساتھ آپ کا نکاح ممکن نہیں۔ لیکن غیرت بشری کی وجہ سے خان شہید کو یہ بات منظور نہ تھی لیکن خدا سے ڈرتا بھی تھا۔ آخر قاضی نے مشورہ دیا حضرت شیخ صدرالدین عارف سے شہزادی کا نکاح کر دیا جائے دوسرے دن اُن سے طلاق لے کر دوبارہ نکاح کر لیا جائے۔

چنانچہ خان شہید نے شریعت کے احترام میں مجبور ہو کر یہ بات منظور کر لی جب شہزادی کا حضرت شیخ صدرالدین عارف سے نکاح ہو گیا تو شہزادی نے حضرت شیخ کی بارگاہ میں عرض کیا حضور اب آپ مجھے اپنے پاس سے جدا نہ کیجئے۔ چونکہ شہزادہ شرابی ہے میں آپ کے پاس رہنا چاہتی ہوں۔ لہٰذا خدا کے لئے آپ مجھے طلاق نہ دیں۔

شیخ نے اس کی یہ بات مان لی دوسرے دن خان شہید کے آدمیوں نے آ کر حضرت شیخ صدرالدین عارف سے کہا کہ شہزادی کو طلاق دے دیں لیکن حضرت نے فوراً انکار کر دیا غرضیکہ اس معاملے پر بہت گفت و شنید ہوئی آخر خان شہید کو غصہ آ گیا اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ کل شیخ کے مکان پر جا کر انہیں سارے قبیلے سمیت قتل کر دوں گا۔ لوگوں نے جا کر حضرت شیخ کو شہزادے کے اس خیال سے مطلع کیا لیکن آپ ذرا بھر فکرمند نہ ہوئے۔

دوسرے دن اعلیٰ الصبح جب وہ شیخ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ تو خبر ملی کہ ساٹھ ہزار خونخوار مغل حملہ آور ہو کر شہر ملتان کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ مغلوں کو شکست دینے کے بعد شیخ صدرالدین عارف کی خبر لوں گا۔ ملتان سے نکل کر لڑائی میں مشغول ہو گیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گیا اس کے بعد کسی نے نہ دیکھا کہ مغل کہاں گئے۔ امیر خسرو اسی روز مغلوں کے ہاتھوں قید ہو گئے تھے۔ اور بہت کوشش کے بعد لاہور کے قریب رہائی حاصل کی۔

کرامت ۳☆: ایک مرتبہ شیخ رکن الدین فردوسی دہلی جاتے ہوئے ملتان میں حضرت شیخ صدرالدین عارف سے ملے۔ حضرت نے مہمان کو کھانے کی دعوت دی جب کھانے کا وقت آیا تو بہت سے علماء فقرا وقت کے شیوخ بھی دسترخوان پر موجود تھے۔ شیخ رکن الدین فردوسی خود فرماتے ہیں کہ جب دسترخوان لگایا گیا تو بادشاہوں کے دسترخوان سے بھی زیادہ تکلف سے کام لیا گیا تھا۔ میں حضرت شیخ کے ساتھ بیٹھا تھا ہر قسم کے کھانے شیخ کے سامنے لائے جاتے تھے۔ آپ میری طرف اشارہ فرمادیتے تھے۔ شیخ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھ کر کھانا کھانا شروع کیا اگرچہ میں نے ایام بیض کا روزہ رکھا ہوا تھا لیکن میں نے کھانا کھانے سے انکار نہیں کیا میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ ہر قسم کے کھانے بڑے شوق سے تناول فرمارہے ہیں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں نے میزبان کی تالیف قلبی کے لئے روزہ تو افطار کرلیا لیکن مجھے تقلیل غذا سے کام لینا چاہیے۔ جونہی میرے دل میں یہ خیال گزرا آپ نے فرمایا اے درویش رکن الدین فردوسی جو شخص طعام کو حرارت باطن سے نور بنا سکتا ہے اور حق کے ساتھ ملا سکتا ہے۔ اس کے لئے لازم نہیں کہ تقلیل غذا کرے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۶۸۴ھ بمطابق 1285ء ماہ ذوالحجہ کی تین تاریخ ظہر وعصر کے درمیان ہوا۔ آپ کا مزار پُرانوار آپ کے عظیم والد گرامی حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے پہلو میں واقع ہے۔ بوقت وصال آپ کی عمر شریف انہتر سال تھی قاسم باغ ملتان میں آپ کا مزار پُرانوار آج بھی مرجع پر خاص و عام ہے۔ جہاں آج بھی عقیدت مندان حاجت روائی کے لئے جاتے ہیں۔ اور اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو بارہا آپ کے مزار پُرانوار کی حاضری کی سعادت حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ حسن افغان سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: بندۂ آزاد، سعید مادرزاد، فارغ از مستقبل وحال، صاحب جلال و جمال، متصرف بہ تصرفات حضرت خواجہ حسن افغان سہروردی رحمتہ اللہ علیہ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ صاحب کمال و جمال زہد وتقویٰ اور ذوق وشوق عبادت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے آپ کا خاندان سہروردیہ کے جلیل القدر اولیاء کبار میں شمار ہوتا ہے۔

آپ کا شجرہ نسب مندرجہ ذیل ہے۔ سیّد حسن المعروف قمرندی بن ابومحمدؒ بن سیّد علی بن سیّد جعفر بن موسیٰ بن ابراہیم اصغرؒ بن موسیٰ کاظمؒ بن جعفرؒ صادق بن محمد باقر بن زین العابدین بن حسین بن علی بن ابوطالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

سیرت وکردار☆: آپ تعلیم ظاہر سے بے بہرہ تھے اور تعلیم علم لدنی سے بھرپور تھے۔ آپ کے مرشد آپ پر بہت ناز فرماتے اور کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے کہ ہماری درگاہ میں کیا لایا ہے۔ تو میں عرض کروں گا کہ حسن افغان کے اشغال وعبادات۔

ان کے علاوہ تمام اولیاء جو آپ کے زمانہ میں ہوئے وہ بھی آپ کی عظمت و بزرگی کے معترف ہیں۔ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کو بھی آپ کی عظمت و رفعت کا اعتراف تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت حسن افغان رحمتہ اللہ علیہ ایک باعظمت وجلالت بزرگ ہیں۔ آپ کے دروازے پر آنے والا سائل کبھی خالی نہ جاتا عفو ودرگزر آپ کا مسلک تھا۔

کشف وعرفان☆: آپ علمِ ظاہری سے بالکل نابلد تھے لیکن علم باطن میں ایسے کامل تھے گویا تمام علم لوح محفوظ آپ کے سینہ اقدس پر نقش تھا اکثر لوگ آزمائش کے طور پر چند سطور جن کے الفاظ قرآن وحدیث اور اقوال ومشائخ سے ماخذ ہوتے کاغذ پر لکھ کر دکھاتے لیکن آپ کی نگاہ فراست فوراً قرانی وغیرہ قرآنی الفاظ میں تصدیق کردیتی لیکن جب لوگ پوچھتے کہ آپ اُمی ہونے کے باوجود ایسا کیونکر کرلیتے ہیں تو فرماتے اس کے سواشناخت کی کوئی اور وجہ نہیں ہے کہ قرآن کی عبادت دیکھ کر مجھے ایک نور نظر آتا ہے۔ جو لامکان کو محیط کئے ہوئے ہوتی ہے اور حدیث شریف کے الفاظ کے انوار وتجلیات آسمان ہفتم تک نظر آتے ہیں اور بزرگان دین کے اقوال تا فلک قمر دیکھتا ہوں۔

کشف کرامت☆: ایک دفعہ آپ نے ملتان سے عزم سفر دہلی کیا راستہ میں کچھ حضرات ایک مسجد کی تعمیر کررہے تھے۔ علماء وفقہاء کی ایک جماعت کثیر نے قبلہ کی سمت کے تعین پر اعتراض کیا۔ چلتے چلتے نماز کا وقت ہوا تو آپ اس مسجد میں نماز کے لئے

تشریف لے گئے اور وہاں پر علماء کو سمت قبلہ کے تعین پر اعتراض کرتے ہوئے دیکھ کر آپ نے ایک طرف کھڑے ہو کر فرمایا قبلہ اس طرف ہے۔ علماء دوبارہ معترض ہوئے تو آپ نے اپنی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر میری بات پر اعتبار نہیں تو دیکھو قبلہ کس طرف ہے جونہی لوگوں نے اس طرف دیکھا تو زیارت بیت اللہ شریف سے مشرف ہوئے۔ اور فوراً اختلاف سمت قبلہ دور ہو گیا۔

کرامت نمبر۲ ☆: ایک دن آپ کسی گلی سے گزر رہے تھے مغرب کا وقت ہو گیا تو قریب ہی ایک مسجد تھی اس میں چلے گئے۔ مکبر نے تکبیر کہی تو امام صاحب جماعت کرانے کے لئے آگے بڑھے۔ خواجہ حسن افغان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام صاحب کے مقتدی کی حیثیت سے نماز ادا کی۔

نماز کے بعد خواجہ حسن افغان رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا اے خواجہ آپ نے نماز پڑھائی۔ اور آپ عین نماز میں دہلی سے بنگال تشریف لے گئے اور وہاں سے غلام دے کر واپس آ گئے انہی غلاموں کو بیش قیمت پر بیچنے کے لئے عرب روانہ ہو گئے اور آپ کی نگرانی میں خاطر خواہ مجھے مارا مارا پھرنا پڑا۔ فرمایئے یہ کونسی نماز ہے اور اسے کس نماز سے منسوب کیا جائے۔ امام صاحب سُن کر بہت حیران ہوئے اور قدموں پر سَر رکھ کر معافی چاہی۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت شیخ الاسلام شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی سہروردی کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۶۸۹ھ بمطابق 1290ء میں ہوا مزار شریف حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا سہروردی علیہ الرحمۃ کے قریب قلعہ قاسم باغ ملتان شہر میں واقع ہے جو آج بھی مرجع ہر خاص و عام ہے۔

راقم الحروف نے متعدد بار دربار عالیہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مخدوم سید جلال الدین سرخ بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: امیر خانوادہ سادات بخاری، خوکردہ جمال محمدی، پروردہ کمال احمدی، بلبل مرغزار صمدیت، فائز بہ کمالات، الفقر فخری، ولی صاحب ولایت علی الاطلاق باالاتفاق، مجسم نورانی و روحانی، پیشوائے جن و انسانی، متصرف بہ تصرفات، صاحب کشف و کرامات، امام الاولیاء، حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ مقدائے اہل محبت ومودت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۵۹۵ھ بمطابق ۱۱۹۸ء کو بخارا میں سادات بخاری کے عظیم ولی کامل حضرت سید ابوالمؤید بن سید جعفر کے گھر ہوئی۔

آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے حضرت امام محمد نقی رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ حضرت سید مخدوم جلال الدین سرخ بخاری بن سید ابوالمویدعلی بن سید جعفر حسینی بن سید محمد بن سید محمود بن سید احمد بن سید عبداللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر ثانی بن امام ذوالاکرام امام محمد نقی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین والرضوان والغفران۔

آپ کے جداعلیٰ سید علی اصغر کے دس بیٹے تھے۔ ایک حضرت سید عبداللہ دوسرے حضرت سید اسماعیل یہ دونوں بزرگ اور حضرت سید عبداللہ کے تمام اجدادِ بخاری سادات ہیں۔

سادات بخاری اور سادات بھاکری ان دونوں بزرگوں یعنی حضرت سید عبداللہ اور سید اسماعیل کی اولادیں ہیں حضرت سید اسماعیل بھاکری کی اولادیں سندھ میں مقیم وآباد ہوئیں اور حضرت سید عبداللہ کی اولادیں مدینہ السادات اوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں آباد ہوئیں اور وہیں سے ان کا فیضان ولایت پورے برصغیر پاک وہند میں تقسیم ہوا۔

تربیت و تعلیم ☆: آپ کی تعلیم وتربیت بخارا میں ہی مکمل ہوئی۔ اس سلسلہ میں تذکرہ نگار خاموش ہیں مگر آپ کے ہم عصر حضرات کی زبانی یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آپ ایک بلند پایہ متجر عالم ومحدث ومفسر اور فقیہہ العصر تھے آپ کے زمانے میں آپ کے پائے کا کوئی عالم نہ تھا۔ بڑے بڑے مشائخ وعلماء دور دور سے آکر مسائل کی گتھیاں سلجھا کر واپس جاتے۔ آپ کے علمی فیض وبرکات کے سبب

وسیع وعریض علاقہ علم کے روشنی سے بہرہ ور ہوا۔

شادی و اولاد☆: آپ کی پہلی شادی بخارا میں ہی ہوئی اس نیک پاکدامنہ خاتون کے بطن مبارک سے خدا نے آپ کو دو صاحبزادے حضرت سید علی اور حضرت سید جعفر علیہم الرحمتہ عطا فرمائے تھے۔آپ کی ان اہلیہ محترمہ کا بخارا میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔اگرچہ یہ مشہور ہے کہ آپ کے تین فرزند تھے مگر درست یہ ہے کہ پانچ فرزند تھے جن میں دو کے نام پہلے درج کئے جا چکے ہیں جبکہ دوسری بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والے صاحبزادے سید احمد کبیر، سید صدرالدین محمد غوث سید بہاوالدین احمد عرف محمد معصوم تھے۔

بخارا سے ہندوستان آنے کا سبب☆: غوث العالم حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی سہروردی علیہ الرحمتہ جن دنوں بخارا میں تحصیل علم کے سلسلہ میں مقیم تھے تو ان کے آپ کے والد گرامی حضرت ابوالموید سید علی علیہ الرحمتہ سے بڑے گہرے مراسم بن گئے تھے۔اور ان دونوں کے درمیان خاندانی روابط پیدا ہو گئے آپ کے والد گرامی حضرت شیخ بہاوالحق زکریا ملتانی سہروردی علیہ الرحمتہ کے بہت زیادہ مداح تھے۔اور اپنا زیادہ وقت حضرت غوث بہاوالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمتہ کی صحبت میں گزارتے جس کی وجہ سے آپ بھی حضرت غوث العالم بہاوالحق زکریا ملتانی علیہ الرحمتہ کے بہت زیادہ قریب ہو گئے۔اور ان سے تعلق اس قدر بڑھا کہ حضرت بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمتہ کے بغیر آپ ایک پل بھی علیحدہ نہ رہ سکتے تھے۔جب حضرت شیخ بہاؤالحق زکریا سہروردی ملتانی علیہ الرحمتہ تحصیل علم کر کے ملتان واپس آ گئے تو آپ ان کے بغیر اداس رہنے لگے۔ہر وقت شیخ بہاؤالحق زکریا علیہ الرحمتہ کی یاد آپ کو ستاتی اور بار بار ارادہ کرتے کہ ملتان چلا جاؤں۔بالآخر یہی خواہش آپ کو ہندوستان لے آئی۔

چونکہ آپ کی اہلیہ محترمہ کا وصال ہو چکا تھا آپ اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت سید علی اور حضرت سید جعفر کے ہمراہ ۶۲۵ھ بمطابق ۱۲۲۷ء کو ہندوستان میں بھکر کے مقام پر جلوہ افروز ہوئے۔

بخارا سے ہندوستان کے سفر کا آغاز☆: آپ نے جب بخارا سے ہندوستان کی جانب سفر کا آغاز کیا تو سب سے پہلے نجف اشرف پہنچے اور وہاں حضرت مولائے کائنات شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے مزار پر انوار پہ حاضری دی اس کے علاوہ دیگر مقامات مقدسہ پر حاضری دے کر مدینہ منورہ پہنچے اور روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دی۔وہاں سے شام شریف چلے گئے دیگر مزارات مقدسہ کی حاضری دینے کے علاوہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے مقبرہ کے تابوت کے مجاور رہے۔وہاں سے پھر واپس مدینہ شریف آئے تو مدینہ منورہ کے سادات نے آپ کے سید ہونے سے انکار کیا اور صحیح نسب ہونے کی سند طلب کی۔اس معاملہ پر بہت جھگڑا ہوا بالآخر معاملہ یہ طے ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مقدسہ پر جا کر پوچھا جائے۔

چنانچہ آپ سادات مدینہ منورہ کے ہمراہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: **السلام علیک یا ولدی** ۔سرکار

علیہ السلام کے روضہ منورہ سے آواز آئی **وعلیکم السلام قرۃ عینی و سراج کل امتی انت منی و من اھل بیتی** یہ جواب سن کر تمام سادات آپ کی تعظیم بجالائے۔ وہاں سے رخصت ہو کر آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور حج بیت اللہ ادا کیا وہاں سے کوبہ کوبہ پھرتے پھراتے سیر و سیاحت اور زیارات مقابر اولیائے کرام کرتے ہوئے جھنگ سیالاں (موجودہ جھنگ پہنچے) اور کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے۔

جھنگ میں قیام کے دوران ایک دن آپ اپنے حجرہ انور میں موجود نہ تھے مگر حجرہ کے اندر سے ذکر نفی اثبات کی آواز آ رہی تھی جسے تمام نمازیانِ مسجد نے سنا۔ حاضرین نے آپ کے خلیفہ حضرت شیخ عارف سے پوچھا کہ حضرت تو حجرہ کے اندر موجود نہ ہیں۔ مگر باوجود اس کے حجرہ کے اندر سے آواز آ رہی ہے؟ انہوں نے فرمایا آپ کا پانی پینے والا پیالہ جو ہمیشہ ذکرِ خدا میں مستغرق رہتا ہے۔ یہ آواز اس سے آ رہی ہے۔

آپ تقریباً دو برس تک جھنگ میں جلوہ افروز رہے اور آپ ہی نے جھنگ کو آباد کیا لاتعداد لوگوں کو اپنے علم و عرفان کی دولت سے مالا مال کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی اولاد میں سے بہت سے بزرگ جھنگ میں آ کر رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اور ان کے مقابر لاتعداد جھنگ میں موجود ہیں اور ان کے علم و عرفان سے مالا مال ہونے والے افراد نے لاکھوں افراد کو نہ صرف مسلمان کیا بلکہ ان کو ذاکر و شاغل اور صاحب کشف و کرامات بنایا۔

جھنگ سے آپ بھکر تشریف لے آئے اور وہاں بھی آپ نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کر کے عشق و محبت کے دیپ جلائے اور لوگوں کے سینوں کو علم و عرفان کا بحرِ بے کنار بنایا۔

بھکر میں قیام کے دوران آپ نے حضرت سید بدرالدین بھاکری علیہ الرحمتہ کی صاحبزادی سے نکاح کرنا چاہا تو انہوں نے آپ سے شرافت و سیادت کی سند چاہی۔ آپ نے فرمایا شاہ صاحب آج رات ثابت ہو جائے گا۔

چنانچہ اسی رات حضرت سید بدرالدین نے خواب میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا اے بیٹا۔ جلال الدین بخاری ہمارے بیٹوں میں ہے۔ تم اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دو اس بارے میں شک نہ کرو۔

چنانچہ سید بدرالدین نے اپنی صاحبزادی کا نکاح آپ سے کر دیا۔ آپ کچھ عرصہ وہاں قیام فرما کر وہاں سے ملتان حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی سہروردی علیہ الرحمتہ کی خانقاہ معلیٰ پہنچے اور ان کے پاس کچھ عرصہ قیام پذیر رہے۔

بیعت و خلافت ☆ : آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں غوث العالم حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا سہروردی ملتانی علیہ الرحمتہ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز صاحب ارشاد ہوئے۔

لقب سرخ بخاری کی وجہ تسمیہ☆: آپ کا اصل نام سید جلال الدین بخاری ہے۔ مگر عرف عام میں آپ کو جلال الدین سرخ بخاری کے نام سے پکارا اور لکھا جاتا ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ بخارا کے رہنے والے تھے وہاں کی آب وہوا کی وجہ سے آپ کے چہرے کا رنگ سرخی مائل تھا۔ اس وجہ سے آپ کے پیرومرشد حضرت غوث بہاؤالدین زکریا سہروردی ملتانی علیہ الرحمتہ پیار سے سرخ بخاری کے نام سے پکارتے تھے۔ جو بعد میں آپ کے نام کا حصہ بن کے رہ گیا۔ اور آپ سرخ بخاری کے لقب سے مشہور ہوئے۔

اس کے علاوہ بھی آپ کو دیگر القابات سے بھی پکارا جاتا ہے۔ جن میں شیر شاہ جلال قطب کمال، ابوالبرکات، ابواحمد، شریف اللہ، میر بزرگ، مخدوم اعظم، جلال اکبر عظیم اللہ جیسے القابات سے پکارا اور لکھا جاتا ہے۔

بخارا کی برف یا ملتان کے اولے☆: آپ چونکہ بخارا کے ٹھنڈے اور خوشگوار موسم کے رہنے والے تھے اس لئے آپ کو ملتان کی شدید گرمی بہت زیادہ محسوس ہوتی تھی۔ ایک دن آپ ملتان کی سخت گرمی سے پریشان ہو کر بخارا کے موسم کو یاد کر رہے تھے۔ کہ آپ کے پیرومرشد حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمتہ نے اپنے خادم کو مسجد میں بھیجا کہ جا کر مسجد کے صحن میں پڑی تمام صفیں اٹھا کر جھاڑو دے کر آ جاؤ۔ خادم نے صفیں اٹھائیں اور مسجد کے صحن میں جھاڑو دے کر جب فارغ ہوا تو اچانک بادل نمودار ہوئے اور خوب موسلا دھار بارش ہوئی۔ اور اس کے ساتھ اولے بھی پڑے مگر قدرت خدا کی کہ اولے اور بارش مسجد کے صحن میں ہی ہوئی اور مسجد کے صحن کے علاوہ کہیں بھی ایک قطرہ پانی نہ گرا۔ وہ صرف اس لئے کہ آپ مسجد کے اندر تشریف فرما تھے۔

جب نماز ظہر کے وقت حضرت شیخ بہاؤالدین ملتانی سہروردی علیہ الرحمتہ مسجد میں نماز کے لئے تشریف لائے تو آپ کی طرف دیکھا اور مسکرا کر کہا کہ کہیے سید ملتان کے اولے بہتر ہیں یا بخارا کی برف؟ آپ نے عرض کی ایسے میں ملتان کے اولے ہزار درجے بہتر ہیں۔

آپ تیس برس کے قریب اپنے مرشد کامل حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمتہ کے پاس ملتان میں قیام پذیر رہے جب حضرت شیخ الاسلام غوث بہاؤالحق زکریا ملتانی علیہ الرحمتہ کا وصال با کمال ۶۶۱ھ بمطابق ۱۲۶۲ء کو ہوا تو اس کے بعد آپ بہاولپور کے تاریخی قصبے اوچ شریف میں تشریف لے آئے اور اوچ شریف کو اسلام کی تبلیغ کا مرکز قرار دے کر سلسلہ رشد و ہدایت کا آغاز کر دیا۔ اس مقصد کے لئے آپ نے عظیم الشان خانقاہ معلیٰ اور ایک بہترین دینی مدرسہ کا آغاز کر کے مضبوط بنیادوں پر کام کا آغاز کیا۔

تبلیغ اسلام کا آغاز☆: آپ جس دور میں اوچ شریف کے اندر تشریف لائے اس زمانے میں اس علاقہ پر ہندوؤں کا قبضہ اور تسلط تھا۔ آپ کی کوششوں اور کاوشوں اور تبلیغ کی مساعی جمیلہ سے بے شمار لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اس علاقے کی مشہور اقوام راجپوت، چدھڑ، ڈاہر، اور سیال ان تمام قبائل کے لوگوں نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ وہ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ آپ نے اسلام کی اشاعت کے لئے ریاست بیکانیر، جیسلمیر کے دورے کئے۔ جس کی بنا پر دونوں ریاستوں کی اکثریت دائرہ اسلام میں

داخل ہوگئی تو آپ نے ریاست جیسلمیر کے ہندو راجہ کے بیٹے کے مسلمان ہونے اور صاحب کمال ہونے کی پیش گوئی فرمائی۔ خدا کے فضل سے وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔

چنانچہ ریاست جیسلمیر کے راجہ کا بیٹا نہ صرف مسلمان ہوا۔ بلکہ آنے والے وقتوں میں وہ اسلام کا بہت بڑا مبلغ بنا اور حضرت چنن پیر کے نام سے مشہور ہوا۔ جھنگ سیالوں کی بنیاد بھی آپ ہی نے رکھی۔ چونکہ آپ کی اولاد بہت کثیر تعداد میں ہوئی آپ کے ان فرزندان توحید ورسالت نے برصغیر پاک وہند کے کونے کونے میں پہنچ کر اس بت کدہ ہند اور کفر وشرک کی وادی میں اسلام کی شمع کو روشن کر کے اسلام کے نور کو پھیلایا۔

کشف وکرامات ☆: چونکہ آپ مادرزاد ولی تھے، بچپن میں نابالغی کی عمر میں اپنے ہم عصر بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ اسی حالت میں شہر سے باہر تشریف لائے تو کیا دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک جگہ اکٹھے موجود ہیں اور ایک میت کی نماز جنازہ پڑھنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

آپ آگے بڑھے اور کسی سے پوچھا کہ یہ جو چارپائی پر پڑا ہے اسے کیا ہوا؟ کسی نے بتایا کہ فلاں آدمی مر گیا اور یہ تمام لوگ اس کا جنازہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ نماز کے بعد کیا کریں گے؟ وہ بولے زمین میں دفن کریں گے۔ یہ سن کر آپ کا جسم کانپ گیا۔ اور آپ نے زور سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اور مردے کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا **قم باذن الله** وہ مردہ فوراً زندہ ہو گیا۔ اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر چل پڑا۔ اور اس کے بعد مزید چالیس برس تک زندہ رہا۔

جب اس واقعہ کا علم آپ کے والد گرامی ابوالموید حضرت سید علی علیہ الرحمتہ کو ہوا تو انہوں نے اس کرامت کے اظہار پر آپ کو ملامت کی اور فرمایا کہ آئندہ اس قسم کی حرکت کا مرتکب نہ ہونا اس لئے کہ اس سے شریعت مطہرہ میں رخنہ پڑنے کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے۔

آپ نے والد گرامی سے عرض کی اگر آپ نے منع نہ کیا ہوتا تو بخارا میں کوئی شخص مرتا ہی نہ اور اگر کوئی مرتا تو زندہ ہو جاتا۔

کرامت نمبر۲ ☆: حضرت شیخ جمال الدین اوچی کے ملفوظات میں تحریر ہے کہ تغلق نام کا ایک درویش جو قوم سے افغان تھا۔ اسے ظاہری و باطنی تصرف حاصل تھا۔ وہ سندھ سے پنجاب کی جانب آیا۔ تو اوچ شریف بھی آیا۔ اس کو راستے میں جو درویش ملتا وہ اس کی ولایت سلب کر لیتا جب وہ اوچ میں پہنچا تو اس نے اپنے ایک خادم کو کہا کہ سید جلال الدین سرخ بخاری کو بلا کر لاؤ۔

خادم جب مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھا کہ آپ مسجد میں مشغول عبادت ہیں۔ آپ کے چہرہ کا رعب ودبدبہ دیکھ کر اس کی جرات نہ ہوئی کہ وہ آپ کو آواز دے کر بلائے۔ وہ واپس شیخ تغلق کے پاس گیا اور تمام واقعہ بیان کر دیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور خود سواری پر سوار ہو کر مسجد کے دروازے پر آیا۔ اور اپنا تصرف آپ پر کرنے لگا۔ مگر بے سود ثابت ہوا بالآخر بول اٹھا یہ سید کامل واکمل ہے۔ مگر افسوس کہ

شادی شدہ ہے اس کی بہت سی اولادیں ہوں گی جب کے ایک عالم اس کی اولاد سے بھر جائے گا۔ ان میں بہت سے گنہگار اور ریا کار بھی ہوں گے۔ اگر یہ شادی شدہ نہ ہوتا تو کیا ہی اچھا ہوتا؟ اچانک یہ الفاظ آپ نے سن لئے اور غصے کے عالم میں اس کی طرف نگاہ جلال سے دیکھا تو فوراً اس کے جسم میں آگ لگ گئی۔ اور وہ جل کر راکھ ہو گیا اور مر گیا۔

جب اسے دفن کرنا چاہا تو زمین نے بھی اسے قبول نہ کیا اور باہر نکال کر پھینک دیا۔ غرض کہ سات روز تک وہ سوختہ آتش جان قبر سے باہر پڑا رہا۔ اس کی حالت دیکھ کر حضرت شیخ جمال الدین نے اس درویش کی سفارش آپ کی خدمت میں کی۔ آپ نے معاف فرمایا۔ تب اسے زمین نے قبول کیا۔ اور دفن ہوا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۹۵ پچانوے برس کی عمر مبارک میں ۶۹۰ھ بمطابق 1291ء کو ہوا۔

مزار پر انوار اوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے دربار کے سجادہ نشین حضرت مخدوم سید سلطان جہانیاں مدظلہ جو کہ بڑے ہی ملنسار وضع دار روادار خوش اخلاق اور بامروت اور مہمان نواز شخصیت کے مالک ہیں۔ حضرت مخدوم صاحب عشق و محبت کا مجسمہ ہیں۔ ملکی سطح پر بہت بڑے حلقہ احباب کے مالک ہیں۔ تدبر فراست فہم و ادراک معاملہ فہمی کا خاصہ سلیقہ رکھتے ہیں۔ اتحاد بین المسلمین کے داعی ہیں۔ محبت آپ کا پیغام ہے۔

فقیر راقم الحروف جب کبھی اوچ شریف گیا حضرت مخدوم صاحب بذات خود اپنے ہمراہ لے جا کر دربار شریف کی زیارات کراتے ہیں۔ ہر مرتبہ حضرت مخدوم سلطان جہانیاں صاحب نے فقیر کو دربار شریف کی چادروں سے نوازا۔ جبکہ ۲۹ رجب المرجب ۲۵ اگست ۲۰۰۶ء کو عرس مبارک اوچ شریف کے موقعہ پر حضرت سید مخدوم سلطان جہانیاں مدظلہ العالی نے فقیر راقم الحروف کی اپنے دست مبارک سے دستار بندی بھی کی ہے۔

فقیر راقم الحروف نے حضرت مخدوم سلطان جہانیاں کو انتہائی مہربان و مخلص ساتھی پایا ہے۔ حضرت مخدوم سلطان جہانیاں قبلہ راقم الحروف کے صاحبزادے علی احمد صابری کی شادی منعقدہ 3 جولائی 2005ء کو شرکت کے لئے بھی تشریف لائے تھے۔ اس کے علاوہ بھی کئی مرتبہ فقیر کے غریب خانے پر قدم رنجہ فرما چکے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر عمر سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پاکباز ولایت، شاہباز ہدایت، مقتدائے زمانہ حضرت پیر عمر سہروردی رحمتہ اللہ علیہ صاحب کشف و کرامت صاحب جلال علم لدنی اور علم ظاہری سے مالا مال خلوت میں یگانہ تارک دنیا تھے۔ آپ کا خاندان سہروردیہ کے مشائخ کبار میں شمار ہوتا ہے۔ آپ عین شباب کے عالم میں سندھ سے ملتان تشریف لائے۔ آپ زہد و تقویٰ میں بے مثال و بے نظیر تھے اور عبادت و ریاضت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ شیخ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی سہروردی علیہ الرحمۃ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ کی ایک نگاہ اثر نے تمام مدارج و مراتب روحانی طے کرادیئے۔

کرامت ☆: عمر کے آخری ایام میں آپ کے پاس ایک نواب کی بیگم دعا کے لئے حاضر ہوئی اور کہا کہ حضور نواب صاحب ہر وقت مجھ سے ناراض رہتے ہیں۔ دعا کیجئے کہ ہم دونوں میں محبت و الفت قائم ہو جائے۔

چنانچہ آپ نے اپنا خندف ریزہ اٹھایا اور اس پر مندرجہ ذیل الفاظ تحریر فرمائے۔ اگر نواب اپنی بیگم سے محبت کرے تو عمر کو کیا اور اگر نہ کرے تو عمر کو کیا۔ بعد ازاں نواب کی بیوی کو ہدایت فرمائی کہ وہ خندف ریزے کو اپنے پاس رکھے۔ اس خندف ریزہ کی برکت سے نواب نے اپنی بیگم سے محبت کرنی شروع کر دی۔ بیگم نے شکر و سپاس گزاری کیلئے اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک ہمیانی حضرت میر عمر سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی آپ نے دانستہ طور پر ایک اشرفی اٹھا کر منہ میں ڈالی۔ بیگم بول اُٹھی۔ سرکار یہ کھانے کی چیز نہیں ہے۔ فرمایا: اگر کھانے کی چیز نہیں ہے تو پھر لائی کیوں ہو۔ آپ نے یہ اشرفیاں بیگم کو واپس کر دیں اور قبر کے واسطے ایک قطعہ اراضی طلب کیا۔ اس خاتون نے آپ کو حضرت شیخ عارف کے محلوں کی مشرقی جانب ایک کشادہ قطعہ اراضی نذر کیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ساتویں صدی ہجری کو ہوا۔

چنانچہ وصال کے بعد آپ وہیں مدفون ہوئے۔ اب وہ کافی بڑا قبرستان بن گیا ہے۔ جوان دنوں گورستان کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا مزار شریف ملتان میں قاسم باغ کے قریب مرجع ہر خاص و عام ہے۔ فقیر راقم الحروف نے بارہا آپ کے مزار پُر انوار کی زیارت کی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید احمد شاہ گردیز سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف☆: امام العارفین، برہان الواصلین، قدوۃ السالکین، حضرت پیر سید احمد شاہ گردیزی رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت سید عبدالصمد گردیزی علیہ الرحمۃ اپنے وقت جلیل القدر اولیائے کبار سے ہوئے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب ۱۵ واسطوں سے حضرت امام حسین علیہ السلام سے جاملتا ہے۔ آپ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پاک سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گردیز سادات اپنے نام کے ساتھ جعفری بھی لکھتے ہیں۔

آپ کے جداعلیٰ حضرت ابوبکر گردیز علیہ الرحمۃ کے فرزندارجمند حضرت سید یوسف شاہ گردیزی علیہ الرحمۃ ۴۸۱ ہجری میں ۳۱ برس کی عمر شریف میں ابراہیم کے زمانے میں ملتان تشریف لائے اور ملتان کو رشد وہداہت کا سرچشمہ بنایا۔

مقام ولایت اور جدامجد☆: آپ کے جدامجد حضرت ابوبکر گردیزی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندارجمند حضرت سید یوسف شاہ گردیز علیہ الرحمۃ جب ملتان میں تشریف لائے تو حضرت شیخ بہاوالحق ذکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کا اس زمانے میں بہت چرچا اور فیضان عام تھا۔ اس طرح آپ ان کے ہم عصر ہوئے۔

حضرت سید یوسف شاہ گردیز علیہ الرحمۃ کی یہ کرامت بڑی مشہور تھی کہ آپ کی قبر پر حاضری دینے والا اگر آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہونا چاہتا تھا تو قبر انور سے ہاتھ باہر آجاتا تھا۔

جب یہ سلسلہ مسلسل جاری رہا تو حضرت بابا فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمۃ نے آپ کے مزار پرانوار پر حاضری دے کر درخواست کی کہ اب قبر سے ہاتھ باہر نکلنے والا سلسلہ بند ہونا چاہیے۔ اس روز کے بعد آپ کا ہاتھ قبر سے باہر نہیں آیا۔ مگر وہ جگہ اب بھی اُس طرح ہے جہاں سے آپ کا ہاتھ باہر نکل آتا تھا۔

آپ کی خطہءِ پوٹھوار میں آمد☆: حضرت سید یوسف شاہ گردیز علیہ الرحمۃ کے وصال باکمال کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت سید احمد شاہ عمادالدین گردیزی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔ پھران کے فرزند سید عبدالصمد گردیزی رحمۃ اللہ علیہ بہت مشہور عارف کامل ہوئے۔ حضرت سید عبدالصمد گردیزی کے دوفرزند تھے۔ جن میں بڑے صاحبزادے سید یحییٰ گردیزی علیہ الرحمۃ کے دوسرے صاحبزادے حضرت سید احمد شاہ گردیزی علیہ الرحمۃ تھے۔ جبکہ دوسرے صاحبزادے شمع رشد وہدایت کوفروزاں کرنے کے لئے عبادت وریاضت میں مشغول ہوگئے۔ ابھی آپ عبادت وریاضت میں مصروف تھے کہ ایک رات غیب سے ندا آئی کہ ہجرت کرو۔

آپ ملتان سے روانہ ہو کر خطہ پوٹھوار کے علاقہ دان گلی نزد کلر سیداں میں تشریف لائے۔ یہاں گکھڑ قوم آباد تھی۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت سید یوسف شاہ گردیزی علیہ الرحمتہ کی اولاد پاک سے ان کے خاندان کے عظیم چشم و چراغ جناب سید احمد شاہ گردیزی علیہ الرحمتہ ہماری بستی کو علم و عرفان سے مزین کرنے کے لئے ہم میں موجود ہیں تو سینکڑوں کی تعداد میں لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ پوری گکھڑ قوم آپ کی گرویدہ ہوگئی۔ کئی غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کیا۔

سلسلہ رشد و ہدایت ☆: آپ نے دان گلی کو رشد و ہدایت کا مرکز بنا کر یہاں کے اطراف اور گردونواح کے لوگوں کی ظاہری و باطنی تربیت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آناً فاناً ہی دور دور تک آپ کہ شہرت ہوگئی اور دور دور سے لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرنے لگے۔ آپ کی تبلیغ کا انداز سادہ مگر پُر اثر تھا۔ زبان ترجمان سے جو الفاظ نکلتے وہ لوگوں کے دل و دماغ میں اپنا گھر کر لیتے۔ آپ کی مجلس اور صحبت میں بیٹھنے والا سابقہ گناہوں سے توبہ کر کے یاد خدا میں مستغرق ہو جاتا۔ آپ نے خطہء پوٹھوار میں وحدت و معرفت کے وہ خم لنڈھائے کہ ہر کس و ناکس اس کی مستی سے شرابور تھا۔ لوگوں پر عجیب و غریب کیفیت طاری تھی۔ خداوند قدوس نے آپ کو ظاہری اور باطنی یعنی جسمانی اور روحانی دونوں قسم کے حسن سے نوازا تھا۔ آنے والا آپ کی صورت دیکھ کر ہی ڈھیر ہو جاتا اور کہتا تھا کہ قرون اولیٰ کی جھلک آپ میں موجود ہے۔ آپ نے پوٹھوار کی اس سخت زمین پر سخت دل لوگوں کو موم کی طرح نرم جذبہ عطا فرمایا اور آپ اکثر فرماتے تھے کہ خدا کی عبادت و ریاضت کے بغیر گوہر مقصود ناممکن ہے۔ اگر دین و دنیا میں فلاح اور بقا چاہتے ہو تو آؤ خدا کو راضی کرنے کے لئے پاکان امت کا طریقہ اختیار کر لو۔

آپ نے تمام عمر رشد و ہدایت اور مخلوق خدا کی خدمت میں گذاری بالآخر اس خطے کو شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کے جام پلانے کے بعد دان گلی نزد کلر سیداں تحصیل کلر سیداں ضلع راولپنڈی میں آپ کا وصال باکمال ہوگیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کے وصال باکمال کی تاریخ اور سن کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ تقریباً ساتویں صدی ہجری میں ہوا۔ آپ کا مزار پُر انوار دان گلی قلعہ اکبر بادشاہ نزد کلر سیداں تحصیل کلر سیداں ضلع راولپنڈی میں مرجع ہر خاص و عام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ احمد معشوق سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: حجۃ اللہ، مالک مقام فنافی اللہ، بقاباللہ، عاشق یگانہ، غوث زمانہ حضرت شیخ احمد معشوق سہروردی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ رہنے والے قندھار کے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت بھی قندھار میں ہوئی۔ اسی لیے آپ کو شیخ قندھاری بھی کہا جاتا ہے۔ آپ شروع زمانے میں بلا کے مئے نوش تھے۔ شراب کے بغیر ایک لحہ بھی گذارنا محال تھا۔ آپ کی اس عادت قبیحہ سے تنگ آ کر آپ کے والد گرامی نے کچھ رقم دے کر آپ کو گھر سے رخصت کر دیا تھا اور فرمایا کہ جاؤ کسی دوسرے شہر میں قوت لایموت کھانے کے لیے دوکان کھول لینا۔

چنانچہ آپ اپنے گھر قندھار سے رخصت ہو کر ملتان پہنچے اور والد محترم کے دیئے ہوئے سرمائے سے دوکان کھول کر کاروبار میں مشغول ہو گئے۔

اسے خدا کا فضل سمجھئے یا حسن اتفاق کہ ایک دن حضرت شیخ صدرالدین عارف سہروردی علیہ الرحمۃ آپ کی دوکان کے سامنے سے گذرے۔ اس وقت آپ گاہکوں کو سودا سلف دے رہے تھے کہ حضرت شیخ صدرالدین علیہ الرحمتہ کے دل میں آپ نے گھر کر لیا۔

چنانچہ حضرت شیخ صدرالدین عارف علیہ الرحمتہ اپنی خانقاہ میں پہنچے اور خادم کو بھیج کر آپ کو بلوایا۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ آپ کے آنے کے بعد شیخ صدرالدین عارف سہروردی علیہ الرحمتہ نے شربت بنوا کر خود بھی پیا اور آپ کو بھی پلایا۔ شربت کے چند گھونٹ پینے کی دیر تھی کہ آپ کا قلب جاری ہو گیا۔ اور توبہ کر کے شیخ الاسلام حضرت شیخ صدرالدین عارف سہروردی علیہ الرحمتہ کے قدموں میں گر گئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت شیخ صدرالدین عارف بن حضرت غوث العالم شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی سہروردی علیہم الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی کے دست مبارک سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: پیرومرشد کے دست حق پرست پر بیعت اختیار کرنے کے بعد آپ نے تمام مال و دولت غرباء میں تقسیم کر دی اور دنیاوی معاملات اور کاروبار سے قطع تعلق کر کے فقر اور درویشی کا راستہ اختیار کیا۔ اور اس قدر یادحق میں مشغول ہوئے کہ بہت جلد بارگاہ خداوندی سے درجۂ ولایت نصیب ہوا۔ آپ پر جذبۂ عشق ومستی اس قدر غالب تھا کہ آپ دنیا اور اہل دنیا سے مطلقاً بے خبر

رہتے تھے۔اور حالت بیخودی اتنی بڑھ گئی کہ فرائض کی ادائیگی کی بھی خبر باقی نہ رہی۔

ترک نماز پر علمائے ظاہر کا فتویٰ ☆: جب آپ پر بیخودی کا غلبہ زیادہ طاری رہنے لگا اور نماز بھی ترک ہونے لگی تو علمائے ظاہر نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی حضور اس مستی و بے شعوری کی حالت میں آپ نے نماز ترک کر دی۔آپ نے فرمایا کہ مجھ میں نماز کی ادائیگی کی قدرت نہیں۔نماز کے دوران میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھ سکتا۔علماء نے جواب دیا کہ حضرت سورۃ فاتحہ کے بغیر تو نماز ہو ہی نہیں سکتی۔اس لیے سورۃ فاتحہ لازمی پڑھنا ہوگی۔آپ نے فرمایا کہ چلو ٹھیک ہے۔میں نماز پڑھتا ہوں مگر دوران سورۃ فاتحہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے الفاظ نہیں پڑھوں گا۔علماء نے کہا کہ اس کے بغیر بھی نماز ممکن نہیں۔

چنانچہ کافی بحث وتمحیث کے بعد جب لوگوں نے آپ کو وضو کرانا شروع کیا تو کئی مشکیزے پانی کے آپ کے ہاتھوں پر ڈالے مگر اس کے باوجود آپ کے ہاتھ خشک نظر آتے تھے۔

علمائے کرام نے آپ کو دریا میں غوطہ دلایا۔دریا کے پانی نے اس قدر جوش کھایا کہ جس طرح دیگ میں پانی ابلتا ہے۔جب وضو ہو چکا تو آپ نے نماز کا آغاز کیا اور جب اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے الفاظ زبان سے جاری ہوئے تو۔آپ کے جسم مبارک کے ایک ایک روئیں سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے۔اور آپ کا لباس خون سے لت پت ہو گیا۔اور فوراً نماز توڑ دی اور علماء کی جماعت سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے علمائے کرام! میری حالت زن حائضہ کی طرح ہے۔جسے نماز معاف ہوتی ہے۔لہٰذا اس سلسلہ میں مجھ سے درگذر فرمائیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال تقریباً ۷۳۳ ہجری بمطابق 1332ء کو ہوا۔مزار پرانوار ملتان میں مرجع خاص و عام ہے۔جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر غلام محمد المعروف پیر ودھائی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: سلطان السالکین، امام الواصلین، قدوۃ الکاملین، برھان العاشقین حضرت پیر غلام محمد المعروف پیر ودھائی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ ''متصرف بہ تصرفات ہیں''

آپ کی ولادت باسعادت ۶۴۸ھ بمطابق 1250ء کو حضرت شیخ قدوۃ الدین بن حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا سہروردی علیہم الرحمتہ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کا اصل نام ''غلام محمد'' اور لقب ''پیر ودھائی'' ہے جو کہ آپ کے جد امجد غوث العلمیٰن حضرت بہاوء الدین زکریا رضی اللہ عنہ کی جانب سے عطا ہوا۔ ''ودھائی'' ملتانی زبان کا لفظ ہے کو کہ ھندی لفظ ''بدھائی'' کا ہم معنی ہے۔ اس کا مطلب مبارک بادھوتا ہے جسے تہنیت وتبریک بھی کہتے ہیں یعنی عام فہم زبان میں ''پیر ودھائی'' کا مطلب ''مبارک بادوالا پیر ہے'' واقفان حال اس لقب کی مختلف وجوہات بیان کرتے ہیں جو کہ حسب ذیل ہے۔

(۱) غوث العلمین حضرت بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے جلیل القدر فرزندان دختران میں سے آپ کے والد ماجد حضرت قدوۃ الدین سب سے پہلے صاحبِ اولاد ہوئے آپ کی ولادت پر آپ کے جدِ امجد نہاست مسرور تھے جبکہ انکے ہم عصر اولیاء، امراء، رؤساء، تلامذہ، غلفاء اور مریدین نے اس پرمسرت موقع پر دل کھول کر اُن کو ''ودھائی'' یعنی مبارک باد پیش کی اور حضرت غوث العلمین نے کثرت سے ''ودھائی'' ملنے کے باعث پیار سے اپنے پوتے کو پیر ودھائی کہنا شروع کر دیا۔ جو کہ بچپن سے ہی آپ کا لقب مشہور ہو گیا۔

(۲) 648ھ میں جب آفتابِ ولایت فخرِ سلسلہ عالیہ سہروردیہ حضرت شاہ رکن الدین لعالم کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضرت بہاء الدین زکریا رضی اللہ عنہ، مسجد میں جلوہ افروز تھے آپ کے حرم سے عفت ماب مستورات نے حضرت غوث العالمین کو خوشخبری دینے کیلئے انکے پوتے ''غلام محمد'' کو بھیجا جس نے صغرسنی میں اپنے جدِ امجد کو حضرت قطب عالم کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سنائی اور انہیں ''ودھائی'' (مبارک باد) دی۔ جسکے بعد آپ حرم میں تشریف لے گئے۔ اس خوشی میں حضرت بہاء الدین زکریا رضی اللہ عنہ نے اپنے پوتے غلام محمد کو ''پیر ودھائی'' کہنا شروع کر دیا جو کہ مشہور ہو گیا۔

(۳) آپ صغرسنی میں اپنے دادا حضرت بہاء الدین زکریا رضی اللہ عنہ کی خانقاہ میں تشریف لا کر مختلف خوشخبریاں سنانے اور مبارک باد ''ودھائی'' پیش کرتے جس پر جدِ امجد خوش ہوتے اور آپ کو ''ودھائی'' کے لقب سے پکارتے اور یہ لقب خلفاء،

تلامذہ، اور مریدین میں کثرت استعمال کے باعث مشہور ہوگیا۔ اور آج دنیا انہیں اسی نام سے جانتی ہے۔

حضرت بابا پیرودھائی رحمتہ اللہ علیہ سرزمین پوٹھوار میں تبلیغ و ترویج اسلام کرنے والے اولین بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں کو آپ کی تبلیغ و ترغیب سے خطہ پوٹھورا کی متعدد اقوام اور قبائل حلقہ بگوش اسلام ہوئے سمال ہندوستان میں اسلام کی شمع روشن کرنے والے پیشتر صوفیاء کرام کا سلسلہ نسب یا سلسلہ طریقت آپ سے ملتا ہے ان میں سے متعدد بزرگان دین کے مزارات راول پنڈی، اٹک، اسلام آباد، شمالی علاقہ جات کشمیر، جموں، حصار، بلیر کوٹلہ، انبالہ، کاٹھیاوار، کھٹمنڈو (نیپال) اور کاشغر (چین) میں بھی ملتے ہیں۔

ولادت باسعادت ☆: حضرت غلام محمد رحمتہ اللہ علیہ المعروف حضرت بابا پیرودھائی کی ولادت باسعادت 5 ذیقعد 647ھ کو مدینتہ الاولیا ملتان میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام حضرت قدوۃ الدین محمد رضی اللہ عنہ اور دادا حضرت غوث بہاء الدین محمد زکریا ملتانی رضی اللہ عنہ تھے آپکی ولادت پر آپ کے والد اور بالخصوص آپ کے دادا کو کثرت سے مبارک باد (ودھائی) پیش کی گئی جسکے باعث انہوں نے آپ کو ''پیرودھائی'' کہنا شروع کر دیا جو آپ کی پہچان بن گیا۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ کے دادا حضرت غوث العالمین رضی اللہ عنہ سلسلہ سہروردیہ کے آفتاب اور عالم اسلام کی جلیل القدر ہستی تھے۔ پوری دنیا میں انکی تبلیغ اور ترغیب اور رشد و ہدایت کی دھوم تھی اور اس کا مرکز مدینتہ اولیاء ملتان میں آپ کی خانقاہ تھی۔ حضرت پیرودھائی کے والدِ گرامی حضرت قدوۃ الدین محمد رضی اللہ عنہ بھی اپنے عظیم والد کے تربیت یافتہ مبلغ اور عالم باعمل تھے اور مدرسہ عباسیہ میں بطور معلم بھی خدمات سرانجام دیتے تھے۔

حضرت پیرودھائی رحمتہ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر اور بعد ازاں اپنے خاندان کی عظیم درسگاہ میں میں حاصل کی۔ آپ نے بہت کم عمری میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور اصول فقہ و دیگر معتبر کتب کی تعلیم حاصل کی۔

شجرۂ نسب ☆: خانوادہ پیرودھائی کا شجرہ نسب موجودہ جانشین سے حضرت بابا پیرودھائی رحمتہ اللہ علیہ تک اور ان سے ان کے جدامجد حضرت غوث العلمین حضرت غوث بہاء الدین محمد زکریا ملتانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تک حسب ذیل ہے۔

محمد عرفان ہاشمی بن محمد رمضان ہاشمی بن رحیم بخش بن الہ بخش بن محکم الدین المعروف کالا خان بن صفی الدین بن حضرت عبدالرشید سہروردی بن عبداللطیف بن وجھہ اللہ الہاشمی بن علامہ اسد اللہ انبالوی بن مخدوم مقبول احمد ہاشمی بن شاہ حسن سہروردی بن میر سبز رحمت علی سہروردی بن عبدالقدیر بن محمد بخش قریشی بن بدرالدین بن صدرالدین بن رکن الدین بن حکیم نورالدین قریشی بن شیخ شہاب الدین بن شیخ فقیہ الدین بن شیخ کمال الدین بن مخدوم عمر بخش بن مخدوم حسن بخش بن حضرت ابوتراب بن حضرت غلام رسول سہروردی بن حضرت غلام محمد سہروردی المعروف پیرودھائی رحمتہ اللہ علیہ بن حضرت شیخ قدوۃ الدین محمد بن حضرت غوث بہاء الدین محمد زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ

شجرہ طریقت ☆: حضرت بابا پیرودھائی رحمتہ اللہ علیہ براہِ راست اپنے دادا حضرت غوث بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے جبکہ آپ کو خلافت اپنے جدِ امجد اور والد محترم دونوں سے ملی۔ علاوہ ازیں آپ کو قادری سلسلہ اور چشتی سلسلہ کی

خلافت بھی حاصل تھی۔ مگر آپ اکثر سلسلہ سہروردیہ میں ہی بیعت فرماتے تھے اور سلسلہ سہروردیہ ہی کی ترویج و اشاعت فرمائی۔ لہٰذا آپ کا شجرہ طریقت کچھ اس طرح ہے۔

حضرت غلام محمد پیرودھائی خلیفہ حضرت غوث بہاء الدین زکریا ملتانی خلیفہ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

سفر حج بیت اللہ☆: تعلیم سے فارغ التحصیل ہونے اور ولایت سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد آپ اپنے دادا بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ اور والد حضرت قدوۃ الدین محمد رحمتہ اللہ علیہ سے اجازت لیکر حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے۔ سفر حج کے دوران سندھ خراسان، عراق، شام اور حجاز مقدس میں اس وقت کے جلیل القدر اولیائے کرام کی ملاقاتوں اور انبیاء کرام، صحابہ کرام، شہدائے کرام اور اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری سے بھی مشرف ہوئے اسی طرح واپسی پر عرب سے عراق، فارس، افغانستان سے ہوتے ہوئے ہندوستان میں داخل ہوئے۔ اور اہم روحانی علمی و دینی شخصیات سے ملاقاتیں کرتے ہوئے کوٹ کروڑ اور پھر ملتان پہنچے۔

تبلیغ دین☆: شروع میں حضرت غوث بہاء الدین زکریا ملتانی رضی اللہ عنہ آپ کو مختصر تبلیغی دوروں پر روانہ فرماتے تھے تاکہ آپ مخلوق خدا کی ہدایت و رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔ اس دوران آپ نے سندھ، تھل، روہی، دہلی، انبالہ، لاہور اور کشمیر کے کئی تبلیغی دورے کئے۔ اور بہت سے بھٹکے ہوئے دلوں کو راہ راست پر لائے بعد ازاں مرشد کامل اور جد امجد حضرت بہاء الدین زکریا رضی اللہ عنہ کے حکم پر خطہ پوٹھوہار میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور پوٹھوہار کو ہی تبلیغ دین اور رشد و ہدایت کا مرکز بنالیا۔

آپ کے دور میں کیمبل پور (موجودہ اٹک) کو سرزمین پوٹھوہار میں مرکزی شہر کی حیثیت حاصل تھی اس لئے آپ نے وہیں قیام کیا۔ تبلیغ دین کے مشن میں آپ کو بے دین قوتوں کی طرف سے لاتعداد ہی مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر آپ نے ہاشمی خون کی لاج رکھتے ہوئے ہر قسم کی مصیبتیں اور مشکلات برداشت کیں۔ اور خطہ پوٹھوہار میں اسلام کی ایسی شمع روشن کیں جو تا ابد روشن رہے گی۔

مدرسہ بہائیہ کا قیام☆: کیمبل پور کی نواحی بستی ''غور غشتی'' میں آباد ایک افغان قبیلہ نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر کے آپ کو اپنے گاؤں میں سکونت اختیار کرنے کی دعوت کی جو آپ نے قبول کی اور اس بستی میں آپ نے درس و تدریس بھی شروع کر دی یہ مدرسہ بہائیہ کی دوسری شاخ کہلائی اور اس مدرسہ سے تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو مزید تعلیم کیلئے مدرسہ بہائیہ ملتان بھیجا جانے لگا۔ یہ مدرسہ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کا پہلا مرکز بنا اور یہ دارالعلوم آپ کے وصال سے چار صد سال بعد تک تشنگانِ علم و عمل کی سیرابی کرتا رہا اور دنیا کے مشہور و معروف علماء، صلحاء، اور صوفیاء، اسی دارالعوام سے اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے۔

رشد و ہدایت☆: آپ کی رشد و ہدایت کا چرچا ملتان سے افغانستان تک افغانستان سے چین تک اور چین سے پنجاب تک ہو گیا۔ آپ کے علم و حلم، کرامات اور انداز تبلیغ سے روزانہ سینکڑوں غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے اور خطہ پوٹھوہار میں دین اسلام روز افزوں ترقی و ترویج کی منازل طے کرنے لگا۔ آپ نے کم و بیش ایک صد ساٹھ قومیتوں اور قبائل کو اسلام کے نور سے منور کیا۔ جن سے خطہ پوٹھوہار کی مشہور راجپوت اقوام اور افغان قبائل بھی شامل ہیں۔

گھیانی قبیلے کا قبول اسلام☆: گندھارا اور ٹیکسلا کے اردگرد پہاڑی وادیوں میں ایک قبیلہ کے ہزاروں لوگ پھیلے

ہوئے تھے جو کہ ''گھیانی'' کہلاتے تھے ان کا رہن سہن وحشیانہ اور طور طریقے خوفناک تھے ان کے بیشتر لوگ صرف ایک لنگوٹی ننگے پاؤں پھرتے جبکہ حرام جانور اور درندے پالتے تھے۔ بعض لوگ اپنے پالتو سانپ گلے میں لٹکائے پھرتے تھے۔ عام لوگ ان کے قریب سے گزرتے ہوئے بھی ڈرتے تھے۔ حضرت پیرودھائی رحمتہ اللہ علیہ اس طرح اشرف المخلوقات انسان کو حیوان اور درندے کے روپ میں دیکھ کر نہایت مضطرب رہتے تھے۔ مگر ہندومت کے پیروکار اس قبیلہ کا کوئی فرد آپ کی بات تک سننے کو تیار نہ تھا۔ مگر آپ نے ہمت نہ ہاری اور مسلسل اس قبیلے کے مختلف لوگوں سے ملتے اور بڑے اخلاق اور پیار سے انکی اخلاقیات درست کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ آخر کار اس جاہل قوم کے وحشی لوگوں پر آپ کی باتوں کا اثر ہوا اور آپ نے اُنہیں اپنے مدرسہ میں لا کر تعلیم دینا شروع کر دی جس سے انکے شعور آگہی کی گرہیں کھلنا شروع ہوئیں اور انہوں نے اسلام قبول کر کے اپنے قبیلہ کے دیگر لوگوں کو حضرت پیرودھائی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف متوجہ کیا اور اس طرح آپ نے قریباً چوتھائی صدی کا مسلسل اور غیر متزلزل کوششوں کے بعد اس قوم کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ اور انہیں علم وعمل کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ آخر کار وہی وحشی اور جاہل قوم خطہ پوٹھوہار کی ایک مفید اور مہذب قوم کے طور پر سامنے آئی اور آج وہی ''گیانی'' یا ''گھیانی'' قوم مقامی زبان پر پنجابی لہجے کے اثرات کے باعث ''کیانی'' کہلاتی ہے۔ اسی طرح خطہ پوٹھوہار کی اقوام مثلاً پراچہ وغیرہ بھی آپ کی کوششوں سے مسلمان ہوئیں۔

میلہ پیرودھائی ☆: سلسلہ رشد وہدایت کے کچھ عرصہ بعد ہی آپ نے اپنے خلفاء کو مختلف علاقوں میں تبلیغ وترغیب کیلئے بھیجنا شروع کر دیا۔ کئی مقامات پر اپنے تلامذہ اور خاص مریدین کو بھی روانہ فرماتے جہاں ضرورت ہوئی تو خود بھی تشریف لے جاتے یہ سرگرمیاں جب ایک حوصلہ افزاء حد تک پھیل گئیں، اور ان میں روز افزوں اضافہ ہونے لگا تو آپ نے ضرورت محسوس فرمائی کہ ان سرگرمیوں کا سالانہ بنیادوں پر شیڈول اور سلیبس مرتب کیا جائے اس کام کیلئے آپ نے دار العلوم میں سالانہ اجتماع منعقد کرنے کا سلسل شروع کیا جس میں تمام خلفاء مریدین اور عقیدت مندوں کے علاوہ دیگر علاقوں سے بھی بزرگان دین شریک ہوتے تھے۔ اس اجتماع میں غیر مسلمون کو بھی شرکت کی دعوت دی جاتی تھی اور انہیں آسان صوفیانہ انداز میں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جاتا تھا۔

یہ سالانہ اجتماع اتنا مقبول ہوا کہ تشنگان علم وحکمت جوق در جوق اس میں شریک ہوئے حتیٰ کہ آپ کے دارالعلوم اور نواح میں انتظامات کے حوالے سے جگہ کی قلت محسوس ہونے لگی جس کی وجہ سے اس اجتماع کیلئے دریائے لئی کے کنارے اس غیر آباد جنگل کا انتخاب کیا گیا جو آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کرنے والے مختلف قبائل کی مقبوضہ اراضی پر مشتمل تھا اور آپ کو بطور نذرانہ پیش کیا گیا تھا یہ تمام علاقہ آج بھی ''پیرودھائی'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس روحانی اجتماع کا سلسلہ یہاں شروع ہوا تو دیکھتے ہی دیکھتے جنگل میں منگل کا سماں بندھ گیا۔ ذکر وفکر، تبلیغ وترغیب اور حمد ونعت کی محافل کے علاوہ دور دراز سے آنے والے لوگوں نے یہاں خرید وفروخت شروع کر دی اور یہاں عارضی بازار سجنا شروع ہو گئے۔ آپ کے وصال کے چند سال بعد یہاں میلہ مویشیاں کا آغاز ہو گیا جس میں دیگر جانوروں کے علاوہ گھوڑے، بیل اور اونٹ خاص طور پر خرید وفروخت کیلئے لائے جاتے تھے۔ اس دور میں یہ میلہ خطہ پوٹھوہار کا بہت بڑا میلہ ہوتا تھا۔ اور لوگ دور دراز سے آ کر اس میلہ میں شریک ہونا اپنے لئے اعزاز سمجھتے تھے۔ یہ میلہ مئی

کے مہینے میں 2 تا 9 تواریخ منعقد ہوتا تھا۔ جو کہ 1865ء تک باقاعدگی اور دھوم دھام سے منایا جاتا رہا بعد ازاں بھی کسی نہ کسی صورت منایا جاتا رہا تاہم تحریک پاکستان کے دوران اس میں تعطل ہے جو کہ بہت طویل ہو چکا ہے اور اس روایت کے اجرا ثانی کی ضرورت ہے۔

وصال باکمال ☆: حضرت بابا غلام محمد قریشی ہاشمی اسدی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ المعروف پیرودھائی سرکار کا وصال باکمال ۱۲۴۷ھ بمطابق 1333ء کی ایک سہ پہر میں اسوقت ہوا جب آپ اپنے حجرہ مبارک میں نماز عصر ادا کر رہے تھے آخری رکعت میں تشہد کے دوران آپ نے شہادت کی انگلی کھڑی کی تو ایسی حالت میں آپ کی روح پرفتوح قفص عنصری سے پرواز کر گئی وصال کی تاریخ پر مختلف حضرات کا اختلاف ہے مگر سن وصال پر کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

آپ کے نماز جنازہ و دیگر مذہبی رسومات کی خاطر قطب لعالم حضرت الشاہ رکن الدین والعالم رضی اللہ عنہ بطور خاص تشریف لائے اور آپ کے صاحبزادے حضرت غلام رسول سہروردی کی دستار بندی فرمائی۔ آپ کی تدفین راولپنڈی کی معروف نالہ لی کے غربی جانب آپ کے نام سے موسوم اراضی کے ایک بلند مقام پر کی گئی جہاں آپ کی مرقد منور مرجع عام ہے۔

عرس مبارک ☆: آپ کا سالانہ عرس مبارک ۵ نومبر کو ہوتا ہے۔ یہ تاریخ شمسی سال کے مطابق آپ کی تاریخ وصال بتائی جاتی ہے عرس مبارک کے موقع پر قرات، حمد و نعت، منقبت اور ختم شریف کی محافل ہوتی ہیں جن میں عقیدت مند حضرات شریک ہوئے ہیں۔

مزار مقدس ☆: حضرت بابا پیرودھائی رحمتہ اللہ علیہ کی مرقد منورہ شروع میں کھلے مقام پر تھی۔ اس پر عمارت اور گنبد کی تعمیر آپ کے وصال کے کم و بیش چالیس برس بعد آپ کے سجادہ نشین کے سرپرستی میں آپ کے عقیدت مندوں نے کی آپ کا سفید گنبد بہت دور دور تک درختوں کے جھنڈ کے مابین سر اٹھائے ہوئے نظر آتا تھا۔ مگر حوادث زمانہ کے باعث یہ عمارت انیسویں صدی کے اوائل میں شکست و ریخت کا شکار ہوگئی اور کسی نے اسکی دوبارہ بحالی کی کوشش نہ کی۔ کیونکہ سجادہ نشینیاں مختلف ادوار میں مختلف علاقہ جات میں قیام کرتے ہوئے اس وقت دور دراز علاقہ انبالہ میں سکونت پذیر تھے جہاں حضرت پیرودھائی رحمتہ اللہ کے والدِ گرامی کی خانقاہ تھی۔ نیز سرزمین پوٹھوہار کے باسیوں نے بھی مزار مقدس کی بحالی کی کوشش نہ کی اور ایک بار پھر ایک طویل عرصہ سے آپ کا مزار ضُوبار کھلے آسمان تلے نور حق کی کرنیں بکھیر رہا ہے۔

سجادہ نشینیاں ☆: حضرت غلام محمد سہروردی المعروف بابا پیرودھائی رحمتہ اللہ علیہ بذات خود اپنے والد محترم حضرت قدوۃ الدین محمد رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشین ہوئے آپ کی اولاد میں ہر سجادہ نشین اپنی حیات میں ہی خاندان کے لوگوں میں متقی اور صاحب علم فرد کو ولی عہد مقرر کرتا ہے اور یہ روایت قائم ہے ذیل میں سجادہ نشینیاں اور انکی مدت سجادگی کی تفصیل موجود ہے۔

حضرت غلام محمد پیرودھائی 38 سال ۔۔ حضرت غلام رسول سہروردی 3 سال چند ماہ۔۔ حضرت ابوتراب الہاشمی 34 سال ۔۔ مخدوم حسن بخش 11 سال ۔۔ مخدوم حسین بخش 12 سال۔ مخدوم اللہ بخش 36 سال۔ شیخ کمال الدین 39 سال۔ شیخ فقیہ الدین 9

سال۔شیخ محی الدین مدنی الہاشمی 55 سال۔مخدوم غلام محمد ہاشمی 23 سال۔ غلام رسول 32 سال۔مراد علی مکی 35 سال۔سجاد علی قریشی 14 سال۔محمد بخش قریشی 34 سال۔عبدالرحمٰن قریشی 15 سال۔میر سرخ فتح علی سہروردی 33 سال۔شاہ حسن سہروردی 39 سال۔شاہ قمیص سہروردی 3 سال۔مخدوم مقبول احمد ہاشمی 27 سال۔علامہ اسداللہ انبالوی 43 سال۔وجھہ اللہ ہاشمی 14 سال۔فضل اللہ ہاشمی 14 سال۔شیخ محمد قاسم 35 سال۔عبدالرشید ہاشمی 18 سال۔شیخ صفی الدین 8 سال۔شیخ فصیح الدین 9 سال۔شیخ کمالالدین 27 سال۔شیخ اللہ بخش 33 سال۔غلام رسول سہروردی 17 سال۔عبدالرشید ہاشمی (مرحوم ولی عہد) محمد رمضان ہاشمی (موجودہ سجادہ نشین)۔محمد عرفان ہاشمی (موجودہ ولی عہد) حال مقیم علی پور ضلع مظفر گڑھ۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: سلطان العارفین، امام الواصلین، قدوۃ الکاملین، خورشید ہدایت وولایت، واقف رموزِ حقیقت، ومعرفت، حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمتہ اللہ علیہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی کے پوتے اور حضرت شیخ صدرالدین عارف کے فرزند دلبند ہیں آپ کی والدہ ماجدہ بی بی راستی رابعہ عصر اور حافظہ کلام اللہ تھیں وہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کی مریدہ تھیں روزانہ ایک قرآن ختم کرنا آپ کا معمول تھا۔

ولادت کی پیشین گوئی ☆: ایک روز آپ کی والدہ ماجدہ آپ کے دادہ بزرگوار شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ کو سلام کرنے کی غرض سے آئیں اس وقت آپ سات ماہ کے اپنی والدہ ماجدہ کے پیٹ میں تھے۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ آپ کی والدہ صاحبہ کی تعظیم کو کھڑے ہوگئے آپ کی والدہ صاحبہ کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ نے فرمایا بیٹی یہ تعظیم تیرے اس بچے کی ہے۔ جو تیرے پیٹ میں ہے۔ وہ چراغ خاندان وشمع دوراں ہوگا۔

آپ نے ۹ رمضان المبارک ۶۴۹ھ بمطابق 1251ء بروز جمعتہ المبارک اس عالم کو زینت بخشی۔ آپ کے دادا جان نے آپ کا نام رکن الدین رکھا ابوالفتح آپ کی کنیت ہے اور لقب فضل اللہ ہے۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ کی تعلیم وتربیت آپ کے دادا اور والدِ گرامی کی زیرِنگرانی میں مکمل ہوئی۔

بچپن کا ایک واقعہ ☆: ابھی آپ کی عمر ۴ سال کی تھی ایک دن آپ کے دادا شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ تکیہ لگائے پلنگ پر بیٹھے تھے۔ ان کی دستار مبارک پلنگ کے پائے پر رکھی ہوئی تھی۔ آپ کھیلتے ہوئے پلنگ کے پائے کی طرف پہنچے اور دستار اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی۔ آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو منع فرمایا اور آپ سے دستار اتارنے کو کہا آپ کے دادا حضرت بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ نے آپ کے والد بزرگوار سے فرمایا بابا صدرالدین تم اس کو منع نہ کرو کیوں کہ اس نے دستار بطور حق کے اپنے سر پر رکھی ہے۔ میں نے یہ

دستار اس کو دی۔

چنانچہ اپنے والد بزرگوار کے وصال کے بعد آپ سجادہ نشین ہوئے تو آپ نے وہی دستار سر پر رکھی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کا خرقہ مبارک جو آپ کو اپنے والد بزرگوار سے ملا تھا زیب تن فرمایا۔

بیعت و خلافت☆: آپ اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ صدرالدین عارف رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ اکبر ہیں۔ اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور تعلیم و تلقین اور رشد و ہدایت میں مشغول رہے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ سے مستفیض ہوئے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ سے رشتہ اتحاد☆: حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح علیہ الرحمۃ کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء زری زر بخت دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے بے حد محبت تھی۔ آپ اُن کی حیات ظاہری میں سلطان علاؤالدین کے عہد میں جب دہلی تشریف لائے تو حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی نے اپنی خانقاہ سے حوض خاص محلائی پر جا کر آپ کا استقبال کیا۔ پھر آپ کی حضرت خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ سے اُس وقت کی جامع مسجد میں ملاقات ہوئی۔

ایک روز آپ کی ملاقات خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ سے ہوئی اس وقت آپ کے بھائی شیخ عمادالدین اسماعیل علیہ الرحمۃ بھی آپ کے ہمراہ تھے انہوں نے اس اجتماع کو غنیمت سمجھتے ہوئے یہ سوال کیا: کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت میں کیا حکمت تھی؟

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "غالباً اس میں حکمت یہ تھی کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض کمالات و درجات کا ظہور عالم فعل میں اصحاب صفہ رضی اللہ عنہ کی صحبت پر موقوف رکھ لیا تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ فقیر کو ایسا معلوم ہوتا ہے اس میں حکمت یہ تھی کہ مدینے کے بعض فقراء جن کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت صحبت حاصل کرنا محال تھا اس نعمت سے مشرف ہوں۔" اس کے بعد کھانا پیش کیا گیا۔ کھانے کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے خادم خاص اقبال نے ریشمی کپڑوں کے چند تھان اور سو اشرفیاں ایک باریک کپڑے میں رکھ کر آپ کے قدموں میں رکھیں مگر آپ نے وہ تحفہ قبول نہ فرمایا حضرت محبوب الٰہی نے وہ تھان اور اشرفیاں آپ کے بھائی حضرت شیخ عمادالدین اسماعیل کے سپرد کر دیں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ جب بیمار ہوئے تو آپ ان کی عیادت کے لئے ملتان سے دہلی روانہ ہوئے آپ حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کو کس قدر و منزلت سے دیکھتے تھے۔ اس کا اندازہ آپ کے الفاظ سے ہوتا ہے جو اپنے خواجہ صاحب کے پاس دہلی پہنچ کر کہے۔

عشرہ ذالحج ہے ہر شخص سعادت حج حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر میں نے شیخ المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کی زیارت کرنے کی کوشش کی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے وصال کے بعد جنازہ کی نماز آپ نے پڑھائی اس کے بعد آپ ملتان

تشریف لے گئے۔

سلاطین سے تعلق ☆: سلطان علاؤالدین آپ کا بہت معتقد تھا۔ آپ جس دن دہلی میں رونق افروز ہوتے تو سلطان دولا کھ تنکہ بطور شکرانہ آپ کی خدمت میں بھیجتا اور جس روز آپ دہلی سے روانہ ہوتے تو سلطان پانچ لاکھ تنکہ آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرتا تھا۔ اس کی درخواست منظور کر کے جب آپ اُس سے ملنے جاتے تو سلطان دربار کے تیسرے دروازے پر آپ کا استقبال کرتا تھا۔ سلطان قطب الدین بھی آپ کا بہت معتقد تھا اور آپ کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ آپ اُس کے عہد میں پہلی مرتبہ دہلی تشریف لائے تو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ آپ کے استقبال کے لئے حوض خاص محلائی تک تشریف لے گئے جب آپ کی ملاقات سلطان قطب الدین سے ہوئی تو اس نے آپ سے دریافت کیا کہ شہر کے لوگوں میں سے کس نے سب سے پہلے آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے فرمایا سب سے پہلے اُس شخص نے استقبال کیا جو اہل شہر میں سب سے بہترین شخص ہے آپ کا اشارہ حضرت خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کی طرف تھا۔

سیرت و کردار ☆: آپ سات سال کی عمر سے نماز روزہ کے پابند تھے نماز باجماعت پڑھتے تھے۔ نماز تہجد اشراق و چاشت اور نوافل کے پابند تھے رمضان کے علاوہ عاشورہ محرم کے بھی روزے رکھتے تھے۔ ذکر خفی و جلی و مراقبہ و محاسبہ آپ کے معمولات میں سے تھے۔ ہمہ وقت ریاضت و عبادت۔ اور مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے کشف قلوب طے فی الارض و طے لسان میں دس سال کی عمر سے ممتاز تھے کمالات صوری و معنوی آپ کو پچیس سال کی عمر سے حاصل تھے غرض عبادت و ریاضت زہد و تقویٰ تفرید و عفو و فا دوستی نصیحت و شفقت الفت و مروت بردباری کسر نفسی اور اخلاق میں بے نظیر تھے۔ خوراک بہت کم تھی لیکن کھانا اچھا کھاتے تھے جو حاجت مند آپ کے پاس آتا تھا۔ خالی ہاتھ کبھی نہیں جاتا ہر ایک کی حاجت پوری کرتے تھے اسی واسطے آپ قبلہ حاجات مشہور ہوئے جو نذرانہ آتا فوراً خرچ کر دیتے تھے۔ سلطان علاؤالدین آپ کو لاکھوں تنکہ پیش کرتا تھا مگر آپ وہ تمام رقم خرچ کر دیتے اپنے لئے کبھی کچھ نہ بچایا کرتے تھے کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ جب پالکی میں نکلتے تھے تو آپ کے دونوں ہاتھ باہر نکلے ہوتے اور اس لئے ایسا کرتے تھے جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں کہ شاید کسی بخشے ہوئے کا ہاتھ میرے ہاتھ کے ساتھ لگ جائے تو میں بھی بخشا جاؤں آپ علماء و فضلاء اور درویشوں کا بہت خیال کرتے تھے ان کی بہت عزت کرتے اور اُن کی خاطر و مدارت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے آپ کس حد تک لوگوں کی امداد کرنے پر آمادہ رہتے تھے وہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک امیر آدمی آپ کی خدمت میں آیا اور مُرید ہو کر گناہوں سے توبہ کی آپ نے اس کو کلاہ عطا فرمائی ایک درویش نے اس پر اعتراض کیا۔ آپ نے فرمایا اے عزیز اگر وہ بوجہ ایک کلاہ کے گناہ سے باز آ جائے اور اس کی جہت سے بخشا جائے تو میں کس لئے اس کو کلاہ نہ دوں۔

تعلیمات و ارشادات ☆: آپ کی بعض تعلیمات حسب ذیل ہیں آپ فرماتے ہیں کہ آدمی دو چیزوں سے عبارت ہے۔

صورت اور صفت اور حکم صرف صفت پر ہے نہ کہ صورت پر لیکن حکم صفت کی تحقیق حرف دارِ آخرت میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ کیوں کہ وہاں کی اشیاء کے حقائق ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ شکل وصورت نیست و نابود ہو جاتی ہے وہاں ہر شخص کو اس صورت میں جمع کرتے ہیں جو اس صفت کے موافق ہے۔

نمبر۲☆: آپ فرماتے ہیں کہ اعمال پر مطابقت یہ ہے کہ اعضاء جوارح کو شرعی ممنوعات و مکروہات سے قولاً فعلاً باز رکھے لایعنی مجلس سے بھی پرہیز کرے وہ چیز جو طالب کو حق تعالیٰ سے برگزشتہ کر کے دنیا کی طرف مائل کرتی ہے۔ اس کے اوقات کو بے ہودہ ضائع کرتی ہے باطلوں کی صحبت سے بھی احتراز ضروری ہے۔

اقوال نمبرا☆: قیامت کے دن ہر شخص کو اُس صورت میں اٹھائیں گے جو اس کی صفت کے مطابق ہوگی۔ بلعم باعور کو اتنی عبادت کے باوجود کتے کی صورت میں اٹھائیں گے ظلم اور تعدی کرنے والا شخص اپنے کو بھیڑیئے کی شکل میں دیکھے گا اور صاحب کبر چیتے کی صورت میں ظاہر ہوگا اور بخیل و حریص خنزیر کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

نمبر۲☆: جب تک کوئی شخص اوصاف ضمیمہ سے پاک نہیں ہوتا اس کا شمار جانوروں اور درندوں میں ہوتا ہے۔

نمبر۳☆: تزکیہ نفس اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک بندہ حضرت عزت کی بارگاہ میں التجا و استعانت نہ کرے۔

نمبر۴☆: جب تک اللہ کا فضل و رحمت وسعت گیری نہ کرے تزکیہ نفس حاصل نہیں ہوتا۔

کشف وکرامات☆: آپ کے ایک معتقد کو آپ کے یہاں سے چار قرص روزانہ ملا کرتے تھے وہ حج کو گیا وہاں غلہ کی گرانی کی وجہ سے پریشان ہو کر کہنے لگا کہ وہاں چار قرص ملتے تھے۔ اور یہاں ایک بھی نہیں ایک درویش نے جب یہ سنا تو اس شخص سے کہا کہ آپ ہر جمعہ کی رات کو یہاں آتے ہیں اور جہاں آپ مشغول ہوتے تھے وہ مقام بھی دکھا دیا اس شخص نے اس رات آپ کو تلاش کیا۔ آپ کو پہچان کر سلام عرض کیا۔ آپ نے اس کا حال دریافت فرمایا اس نے اپنا حال بیان کیا آپ نے حال سُن کر فرمایا کہ فکر کی کوئی بات نہیں چار قرص اور دو پیالے برابر ملتے رہیں گے۔

کرامت نمبر۲☆: ایک مرتبہ مغل ملتان کے قریب آپہنچے لوگ آپ سے دعا کے طالب ہوئے۔ آپ نے کچھ دیر مراقبہ کیا اور پھر فرمایا کہ مغل چلے گئے دریا کے کنارے پہنچ کر وہ منتشر ہو گئے وجہ دریافت کرنے پر فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے فرشتوں کا لشکر بھیج کر ان کو منتشر کر دیا۔ آپ کا ایک مرید خانقاہ کے حجرے میں عبادت میں مشغول تھا اُس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اس سے حج کو جانے کے

لئے کہتا ہے۔ وہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اُس شخص کو دیکھتے ہی فرمایا وہ خواب شیطان کی وجہ سے تھا شیطان مشغولی سے محروم کرنا چاہتا تھا۔ حج تم پر فرض نہیں کیوں کہ تم فقیر ہو۔

کرامت نمبر ۳ ☆: ایک دن سلطان غیاث الدین بلبن نے مولانا ظہیر الدین سے پوچھا کہ تم نے حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کی کوئی کرامت دیکھی ہے؟

مولانا نے عرض کیا جمعہ کے دن میں نے دیکھا کہ خلق کثیر برائے قدمبوسی شیخ رکن الدین ابوالفتح علیہ الرحمتہ جمع ہے۔ میرے دل میں خیال گزارا کہ آپ کے پاس تسخیر کا عمل ہے۔ حالانکہ میں مولوی ہوں۔ مگر میری طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ اور یہ ارادہ کیا کہ صبح حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ استنشاق اور مضمضہ دریافت کروں گا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح علیہ الرحمتہ نے میرے منہ میں حلوہ دیا۔ جب بیدار ہوا تو میرا منہ میٹھا تھا۔ میں سمجھا کہ شیطان نے شیخ کی شکل میں دھوکا دیا ہے۔
جب صبح ہوئی تو میں شیخ کی خدمت میں پہنچا تو شیخ نے مجھے دیکھ کر فوراً فرمایا کہ مولانا خوش آمدی منتظر شما بودم کہ کب مولانا آئیں اور میں ان کا مسئلہ بیان کروں۔ جان لو کہ جنابت دو قسم کی ہے۔ ایک جنابت دل دوم جنابت تن۔ جنابت تن قرب عورت۔ اور جنابت دل صحبت مردان خدا سے دور ہوتی ہے۔ جیسا کہ بدن پانی سے پاک ہوتا ہے ایسے ہی دل زیارت مرد نیک سے پاک ہوتا ہے۔ اور کلی اور ناک میں پانی دینا سنت ہے۔ اس کی وجہ سے حدث عضو دور ہوتی ہے۔ اور جس طرح شیطان رسول خدا کی صورت نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح دوستان خدا کی بھی صورت نہیں بنا سکتا۔ پس میں نے سوال اپنے کا جواب کافی سن کر آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

وصال باکمال ☆: آپ نے وصال سے ۳ ماہ قبل گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ ۱۶ رجب المرجب ۷۳۵ھ بمطابق ماہ فروری ۱۳۳۴ء کو آپ کا وصال باکمال ہوا۔

مزار پُر انوار ملتان شہر قلعہ قاسم باغ میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کو بارہا حاضری کا شرف نصیب ہوا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سلطان حمید الدین حاکم قریشی ہنکاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: سلطان التارکین، امام الواصلین، قدوۃ السالکین، برھان الکاملین، حجۃ العارفین، حضرت سلطان حمید الدین حاکم قریشی ہنکاری رحمتہ اللہ علیہ خورشید سپہر ہدایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت بارہ ربیع الاول شریف ۵۷۰ بمطابق ۱۱۷۴ھ کو کیچ مکران میں اپنے زمانے کے معروف حکمران سلطان بہاؤ الدین کے گھر ہوئی۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی شیخ حمید الدین، جبکہ کنیت ابو حاکم اور لقب سلطان التارکین تھا، آپ کو شاعری کا بھی شوق تھا، اسی لئے اپنے اشعار میں حاکم تخلص کرتے تھے۔

شجرہ نسب ☆: آپ قریشی ہاشمی تھے، سلسلہ نسب چند واسطوں سے صحابی رسول حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہم سے جا کر ملتا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت شیخ حمید الدین بن سلطان بہاؤ الدین، بن سلطان قطب الدین سلطان رشید الدین بن سلطان ابوعلی بن شیخ المشائخ حضرت شیخ موسیٰ ہنکاری بن شیخ ابو طاہر بن شیخ المشائخ حضرت ابراہیم ابوالحسن علی ہاشمی ہنکاری بن شیخ محمد ہنکاری بن شیخ یوسف ہنکاری بن شیخ شریف عمر بن شیخ شریف عبدالوہاب بن حارث قریشی رضی اللہ عنہم۔

ترک سلطنت ☆: آپ نے اکیس برتک کیچ مکران صوبہ بلوچستان پر نہایت عدل وانصاف سے بادشاہی کی۔

کتاب ذکر کرام کے حوالے سے ترک سلطنت کے بارے میں معروف محقق ومؤرخ جناب ڈاکٹر انعام الحق کوثر اپنی کتاب تذکرہ صوفیائے بلوچستان میں رقمطراز ہیں کہ آپ اپنی حکومت کے زمانے میں دوپہر کے وقت ایک باغ میں قیلولہ فرمایا کرتے تھے، اس باغ اور محل کی نگرانی اور آپ کی خلعت فرش ''گستری تونت'' نامی ایک لونڈی کے ذمہ تھی، وہی ہمیشہ آپ کا بستر بچھاتی تھی۔

ایک روز حسب معمول آپ آرام کے لئے باغ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ کے بستر پر ''تونت'' لونڈی سو رہی ہے، یہ دیکھ کر آپ کو بہت غصہ آیا اور اُسے کوڑے مارنے کا حکم دیا، جس پر فوراً عمل ہوا۔

لونڈی ہر کوڑے پر چیخنے رونے چلانے کی بجائے ہنستی تھی، آپ اس کا یہ انداز دیکھ کر حیران ہوئے، اور سزا رکوا کر اس سے ہنسنے کا سبب پوچھا تو وہ متانت سے کہنے لگی کہ میں ہنس اس لئے رہی تھی کہ جب اتنے اچھے بستر پر ایک دفعہ سونے پر یہ سزا ہے، تو اُن لوگوں پر

کیا گزرے گی جو ہمیشہ اس پر آرام کرتے ہیں۔

آپ اُس کے اِس جواب سے اسقدر متاثر ہوئے کہ اُسی وقت سلطنت کی بادشاہی کو چھوڑ کر زہد و ورع اور فقر کی جانب مسائل ہوگئے۔

شیخ کامل کی تلاش و جستجو☆: کیچ مکران بلوچستان سے آپ بادشاہت چھوڑ کر بمع اہل و عیال لاہور پہنچے اور اپنے نانا بزرگوار حضرت سید احمد توختہ علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ شطاریہ قادریہ میں بیعت ہوئے، اور ان سے ہی خرقۂ خلافت حاصل کر کے سرفراز ہوئے۔

آپ کے پیرومرشد اور نانا بزرگوار حضرت سیّد احمد توختہ علیہ الرحمۃ نے اپنے وصال کے وقت آپ سے فرمایا صاحبزادے اب تمہارا حصہ ایسے شخص کے پاس ہے جو سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں مرید ہے۔

چنانچہ آپ مرشد کی وصیت کے مطابق بغداد شریف میں شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے آپ کو بشارت دی کہ تمہارا حصہ شیخ رکن الدین بن حضرت صدر الدین بن حضرت شیخ بن عارف بن حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی علیہم الرحمۃ کے پاس ہے، یوں تو ان کا زمانہ ولایت قریب نہیں تاہم مجھے توقع ہے کہ تم اس زمانے کو پاؤ گے، اور اُن سے اپنا حصہ حاصل کرو گے۔

آپ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کے ارشاد کے مطابق ملتان پہنچے اور ایک لمبی مدت تک حضرت شیخ رکن الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کی ولایت کے زمانے کا انتظار کرتے رہے۔

۶۳۵ھ بمطابق ۱۲۳۷ء میں جب حضرت شیخ رکن الدین سہروردی ملتانی علیہ الرحمۃ جب مسند رُشد و ہدایت پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ نے ان کی خدمت میں حاضری دے کر ان کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا، اور ان سے سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

رُشد و ہدایت کا آغاز☆: مرشد کامل سے خرقہ خلافت عطا ہونے پر ان کے ہی حکم سے آپ اُچ شریف اور سکھر کے درمیانی علاقہ میں سلسلہ رُشد و ہدایت اور تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، اس کے بعد قلعہ مسئو میں تشریف لے گئے، جسے رائے ساہی نے تعمیر کرایا تھا۔ یہاں آپ کے پند و نصائح سن کر اور عملی کردار سے متاثر ہو کر لاتعداد ہندو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

آپ کی عمر شریف ۱۶۷ برس کی ہوئی ہے، سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں کسی بھی شیخ طریقت کی اتنی عمر نہیں ہوئی۔

علمی اور قلمی خدمات☆: آپ کے ملفوظات ''گلزارِ حمیدیہ'' کے عنوان سے طبع ہوئے تھے، جو آجکل ناپید ہیں، شیخ شہراللہ لنگاہ ملتانی نے جو سلطان حسین لنگاہ کے معاصر اور اپنے دور کے ولی اللہ تھے، ''تذکرہ حمیدیہ'' کے نام سے فارسی میں آپ کی سوانح حیات پر کتاب مرتب کی ہے جس کا اردو ترجمہ غلام دستگیر نامی نے کیا، جو جولاہور سے ۱۳۷۸ھ بمطابق ۱۹۵۹ء میں طبع ہوئی تھی، وہ بھی نایاب ہے۔

کشف و کرامت ☆: حضرت شیخ شہر اللہ لنگاہ نے حضرت شیخ جمال اُچی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے لکھا ہے کہ بھکر اور ملتان کے گرد و نواح میں لٹھ قوم نے لوٹ مار سے ایک قیامت بپا کر رکھی تھی، کوئی شخص ان کی شر سے محفوظ نہ تھا، ہر طرف خوف و ہراس کا بازار گرم تھا۔

ایک دن حضرت سلطان حمید الدین حاکم ہنکاری علیہ الرحمۃ خوشی کے عالم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ چند مریدوں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی حضرت ان لٹھ مار لوگوں سے ہم عاجز آ گئے، انہوں نے ہمارا جینا دوبھر کر رکھا ہے، خدارا ہمیں ان سے نجات دلائیں۔

ان کی بات سُن کر آپ کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے، بعد ازاں ڈھاٹا، (یعنی چہرے سے نقاب) کھول کر مغرب کا رخ کر لیا، ایک سندھی فقیر جو آپ سے کافی بے تکلف تھا، نے عرض کیا حضرت کیا مغرب سے ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے، اسی لئے جناب نے مغرب کی جانب چہرہ کر رکھا ہے، آپ نے فرمایا یہ بات نہیں بلکہ قوم لٹھ کے استحصال کے لئے اپنے شیر بچگان کو بلا رہا ہوں، حضرت شیخ جمال اُچی فرماتے ہیں کہ آپ کے ارشاد کے تھوڑا عرصہ بعد بلوچ قوم گروہ در گروہ آپ کی طرف رجوع کرنے لگی، اور اُس نے لٹھ وغیرہ جیسی حرکت کو کلیتاً ختم کر دیا۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال ۱۶۷ برس کی عمر شریف میں بارہ ربیع الاول شریف ۷۳۷ھ بمطابق ۱۳۳۶ء کو ہوا، سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں کسی شیخ طریقت کی اتنی عمر نہیں ہوئی۔ آپ کا مزار پُر انوار موضع ترندہ تحصیل و ضلع رحیم یار خان میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ صلاح الدین درویش سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قطب المشائخ، امام الفقراء، پیکر صدق وصفا، منزہ از جمیع اوصاف زشتی حضرت شیخ صلاح الدین درویش رحمتہ اللہ علیہ بڑے بزرگ اور عالی مرتبت وصاحب کمال تھے۔ زہد وتقویٰ میں کامل نیک سیرت تھے۔ آپ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔

آپ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ کے ہمسایہ تھے۔ سلطان محمود تغلق بادشاہ کی طرف سے مشائخ کو جو تکالیف پہنچائی جاتی تھیں ان میں سے حضرت سیّد نصیر الدین چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ نے تو اپنے شیخ کی وصیت کے مطابق ان تکالیف کو برداشت کیا۔ لیکن شیخ صلاح الدین علیہ الرحمۃ نے ملتان سے رخصت فرما کر دہلی کو اپنا وطن بنالیا تھا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت شیخ صدر الدین عارف سہروردی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پاکر سرفراز ہوئے۔

مناجات ☆: آپ کی ایک مناجات ہے جس کو لوگ مناجات صلاح کہتے ہیں۔ اس میں آپ کہتے ہیں کہ اے اللہ مجھے اس گھڑی اور وقت کی قسم جب تو نے صلاح الدین درویش کو مروہمہ میں ایک بوہڑ کے درخت کے نیچے فرمایا۔

اللہ یقرئک اسلام کہ اللہ تجھے سلام کہتے ہیں اور اس قسم کی مختلف باتیں اس مناجات میں ہیں۔

کرامت ☆: منقول ہے کہ ایک نوجوان گھوڑے پر سوار کہیں جارہا تھا۔ گھوڑا خوبصورت اور تیز رفتار تھا اچانک اس نوجوان نے گھوڑے کو زور سے کوڑا مارا جس سے زخم کا نشان گھوڑے کے سر پر نقش ہوگیا۔ شیخ صلاح الدین یہ دیکھ کر اس نوجوان پر غضب ناک ہوئے اور اسے بہت سخت سست کہا۔ آپ کے غضب ناک ہونے اور ڈانٹنے کا اس نوجوان پر یہ اثر ہوا کہ وہ گھوڑے سے گر پڑا لوگوں نے دیکھا کہ گھوڑے کے زخم کا نشان حضرت شیخ صلاح الدین درویش رحمتہ اللہ علیہ کے جسم پر منقوش ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۷۴۹ھ بمطابق 1348ء ۲۲ صفر المظفر میں ہوا۔ عرس مبارک ۲۲ صفر المظفر کو ہوتا ہے۔ حضرت شیخ نصیر الدین دہلوی علیہ الرحمۃ کے مزار شریف کے قریب ہی بستی چراغ دہلی انڈیا میں آپ کا مزار پُر انوار مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

راقم الحروف کو آپ کے دربار عالیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ اسماعیل سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: امام العارفین، قدوۃ السالکین، دلیل الکاملین، سلطان العاشقین، برہان الواصلین حضرت شیخ اسماعیل سہروردی رحمتہ اللہ علیہ زبدۃ الاخیار ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت 660 ہجری بمطابق 1261ء میں موضع حجرہ صوبہ سندھ میں اپنے وقت کے عظیم شیخ کامل حضرت پیر آہن کے گھر ہوئی۔

آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں کے بعد امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔

آپ مادر زاد ولی تھے۔ بچپن ہی سے لاتعداد کرامات کا آپ سے صدور رہا۔ بچپن میں بکریاں چراتے تھے۔ ایک روز آپ کے ماموں جو خود بھی بہت بڑے ولی کامل تھے۔ اور ماموں حضرت کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ شیر پر سواری کرتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ یہ مرتبہ اور مقام دیکھ کر ماموں حضرت نے آپ کی والدہ ماجدہ سے ذکر کر دیا۔ اس پر آپ اپنے ماموں حضرت پر ناراض ہوئے اور غصہ کا یہ عالم ہوا کہ ماموں حضرت کے جسم کے اس وقت ٹکڑے ہو گئے اور جاں بحق ہو گئے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی سہروردی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

آپ کی مختلف کرامات ☆: ایک مرتبہ آپ شدید بارش میں دودھ سے بھرا ہوا مٹکا سر پر اٹھائے ہوئے اپنے شیخ کامل غوث العالم حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا سہروردی ثمہ ملتانی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خانقاہ میں موجود افراد یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ کے کپڑے بالکل خشک تھے۔ بارش کا اثر تک نہ تھا۔

کرامت نمبر ۲ ☆: ایک مرتبہ حیدر نامی درویش کے ہمراہ چالیس درویش آپ کی خدمت میں آئے اور آپ سے پینے کے لیے دودھ طلب کیا۔ تو اُس وقت خانقاہ میں دودھ موجود نہ تھا۔ اور تمام مویشی جنگل میں چرنے کے لیے گئے ہوئے تھے۔ صرف بھینس کا ایک بچہ خانقاہ میں آپ کے پاس موجود تھا۔ آپ نے بھینس کے اُس بچے کا کان کتر کر حسب ضرورت دودھ نکل لیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال چند روزہ بخار رہنے کے بعد 80 برس کی عمر میں 740 ہجری بمطابق 1339ء کو ہوا۔ مزار پر انوار موضع عمر پور ملتان میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کے دربار کے بارے میں مشہور ہے کہ جس کو تیسرے یا چوتھے روز کا بخار (باری والا بخار) آتا ہو وہ آپ کے دربار پر حاضری دے تو شفا ہو جاتی ہے۔

حضرت سید اسحاق گازرونی المعروف میراں بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: تاجدارِ تصوف، ولی زمانہ، فخر السادات حضرت سید اسحاق گازرونی المعروف حضرت میراں بادشاہ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ وہ جلیل القدر بزرگ ہیں کہ جن کا نام لاہور میں اسلام کی شمع روشن کرنے والے ابتدائی بزرگوں کی فہرست میں آتا ہے۔ آپ ایران کے مشہور شہر گازرون میں پیدا ہوئے۔ وہیں آپ نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور خدمت دین متین میں مصروف ہو گئے۔

بیعت وخلافت ☆: تکمیل تعلیم کے بعد آپ کے دل میں طلب حق پیدا ہوئی تو آپ ایران کے مشہور شہر اصفہان کے صوفی بزرگ حضرت شیخ اوحد الدین اوحدی اصفہانی کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور مجاہدات کی تکمیل کے بعد شیخ اوحد الدین اوحدی اصفہانی علیہ الرحمتہ سے ہی سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے اور رشد وہدایت میں مصروف ہو گئے۔

شجرہ طریقت ☆: آپ کا شجرہ طریقت حسب ذیل ہے: حضرت شیخ سید اسحاق گازرونی مرید وخلیفہ حضرت شیخ اوحد الدین اوحدی الکرمانی اصفہانی مرید شیخ رکن الدین سماسی مرید شیخ قطب الدین ابورشید مرید شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر مرید شیخ احمد غزالی مرید شیخ ابوبکر نساج مرید شیخ ابوعلی الروباری مرید شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی مرید شیخ سری سقطی مرید شیخ معروف کرخی مرید حضرت امام موسیٰ رضا الکاظم مرید حضرت امام جعفر صادق مرید حضرت امام باقر مرید حضرت امام زین العابدین بن حضرت سیدنا امام حسین بن حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرم اللہ وجہہ الکریم مرید امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

لاہور میں ورود مسعود ☆: آپ اپنے شہر گازرون میں خلق خدا کی خدمت میں مصروف تھے کہ اچانک ایک غیبی (باطنی) اشارہ ملنے کے بعد آپ نے اپنے گھر بار اور شہر کو خیر باد کہا اور لاہور تشریف لے آئے اور مدت دراز تک خلق خدا کی رشد وہدایت میں مصروف رہے۔ لاہور میں آپ کو صوفیاء علماء اور مشائخ زمانہ میں اس قدر مقبولیت بھی حاصل ہوئی کہ بڑے بڑے جلیل القدر اور متجر عالم اور نادر روزگار علمی شخصیات آپ کے پاس حاضری دینا فخر سمجھتے تھے۔ آپ اپنے زمانہ کے نہایت ہی عظیم المرتبت بزرگ اور شیخ کامل تھے۔ ہزاروں افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ لاتعداد غیر مسلموں نے آپ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام کو قبول کیا۔ بہت سے گم کردہ راہوں نے آپ سے راہ ہدایت پائی۔ لاتعداد افراد آپ کی صحبت ومجالس میں بیٹھ کر صاحب علم وصاحب حال ہوئے۔ وقت کے بڑے بڑے صاحب تصوف بزرگان آپ کو قطب الاقطاب اور شیخ الشیوخ سمجھتے تھے۔

آپ علم وعمل کا سمندر اور غیر معمولی حیا اور بلند اخلاق حسنہ کے مالک تھے۔ تحمل اور بردباری میں باکمال و بے مثال تھے۔

آپ کے بارے میں تذکرہ نگار رقم طراز ہیں کہ آپ نے لاہور میں ایک علمی مرکز قائم کیا جس سے علماء طلباء استفادہ کرتے تھے۔ آپ ان پر پوری توجہ فرماتے اور ان کی علمی و روحانی تکمیل کے بعد مختلف اسلامی ممالک اور شہروں کی جانب روانہ فرمادیتے۔ اپنے شاگردوں اور مریدین کی عبادات میں اگر کوئی کوتاہی دیکھتے تو فوراً اصلاح فرماتے۔ آپ انتہائی مہربان شفیق رحم دل اور حلیم الطبع بزرگ تھے۔

اخلاق کریمانہ یا کرامت ☆: لاہور کے ایک کھاتے پیتے گھرانے کا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ دیر آپ کی مجلس میں بیٹھا رہا۔ آپ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ اس پر وہ سیخ پا ہوا اور آپ کے متعلق اول فول بکنے لگا۔ آپ اُس کی اس ناشائستہ حرکت پر خاموش رہے۔ جب اس کی بدتمیزی اور بے ہودگی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو آپ نے اُس کے حق میں دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی ہدایت کے لئے دعا کی تو وہ شخص بے ہوش ہو کر گر گیا۔ کافی دیر کے بعد ہوش آیا تو آپ کے قدموں میں گر کر رو رو کر معافی طلب کرنے لگا۔ آپ نے اسے معاف فرمادیا اور اس کی درخواست پر اسی وقت اپنے دست مبارک پر بیعت بھی فرمالیا۔

اس کے بعد اہل مجلس سے آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس کے لئے بددعا کرتا تو یہ نتیجہ حاصل نہ ہوتا۔ انسان کو عفو و درگزر سے کام لینا چاہئے اور اپنے اخلاق و کردار سے سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی نمونہ پیش کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ اس کے بغیر تبلیغ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۷۶۸ھ بمطابق 1366ء بعہد فیروز شاہ تغلق میں آپ کی خانقاہ محلہ رڑہ لاہور میں ہوا۔ وصال کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو جامع مسجد وزیر خان لاہور شہر میں دفن کیا گیا۔ جب نواب علم الدین انصاری (نواب وزیر خان) نے مسجد وزیر خان تعمیر کروائی تو آپ کا مزار مسجد کے صحن میں آنے کی وجہ سے آپ کو وہاں سے منتقل کر کے مسجد وزیر خان کے تہہ خانے کی جنوبی سمت میں دفنادیا۔ جو کہ آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم سے مادہ تاریخ نکلتی ہے۔ تحفۃ الواصلین میں یہ قطعہ تاریخ درج ہے۔ ۷۸۶ھ

سید اسحاق ولی کریم
گشت چوں ذدر بجنت مقیم
سال وصل او عجب آمد زدل
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم
۷۸۶ھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مردِ باکمال، صاحبِ صدق ومقال، نفحات جمالِ بے مثال، امام العاشقین، برھان الواصلین، دلیل الکاملین، حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ آپ کا شمار مشائخ کبار میں ہوتا ہے۔

آپ کا نام احمد یحییٰ ہے جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں

یار قدیم امام نظام الدین سلام و تحیت از فقیر حقیر احمد یحییٰ منیری المقلب بشزف مطالعه کند......

آپ حضرت محمد یحییٰ منیری کے فرزند ہیں۔

آپ کا لقب شرف ہے آپ شرف الدین کے لقب سے بھی پکارے جاتے ہیں۔ آپ کو شرف الاولیاء کے لقب سے بھی پکارا جاتا ہے۔ آپ حضرت نظام الدین اولیاء کا شہرہ سن کر بیعت کی غرض سے دہلی آئے، لیکن آپ کے دہلی پہنچنے سے قبل حضرت نظام الدین اولیاء وصال فرما چکے تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ جب دہلی پہنچے تو حضرت نظام الدین اولیاء کی وفات کا حال معلوم ہو کر آپ کو سخت مایوسی ہوئی۔ ایک روز آپ ارادت کی نیت سے حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی مرید وخلیفہ اعظم حضرت شیخ رکن الدین فردوسی کے ہیں۔

حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی نے فرمایا کہ:

شرفا! بیا۔ از برائے تو زمانے است پیش از ما سالہائے سال مشتاق تو بودیم وانتظار تو می نمودیم

اے شرف۔ آؤ۔ ہم تمہارے بہت عرصہ سے مشتاق ہیں۔ اور تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ اسی وقت حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی نے آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا۔ خرقہ خلافت آپ کو عطا فرمایا اور تبرکات پیرانِ عظام جو ان کے پاس بطور امانت کے آپ کے واسطے رکھے ہوئے تھے۔ آپ کے سپرد فرمائے۔

پیرومرشد کی خدمت میں تحفہ ☆: ایک دن آپ نے اپنے پیرومرشد کی خدمت میں اکسیر پیش کی حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی علیہ الرحمۃ نے آپ کا امتحان لینے کی غرض سے اس کو پانی میں ڈال دیا۔ آپ کو اس بات سے بجائے رنج ہونے کے خوشی

ہوئی آپ نے اپنے پیرومرشد سے عرض کیا۔ اگرچہ ازیں خاک مس زری شدا ما گرانی بردل من می آ درد۔ الحمدللہ کہ از کند آرزوہا خلاصی نصیب شد۔

ترجمہ☆: اگرچہ اس خاک سے سونا ہو جاتا تھا۔ مگر میرے دِل پر اس سے گرانی ہوتی تھی۔ الحمدللہ کہ کند آرزوؤں سے خلاصی نصیب ہوئی۔ آپ کے پیرومرشد یہ کلمات سن کر خوش ہوئے اور انہوں نے چند حروف لکھ کر آپ کو دیئے۔ جب آپ نے اس عبارت پر نگاہ ڈالی تو ہر چیز زمین کی آپ پر مکشوف ظاہر ہوئی۔

آپ نے اس کاغذ کو چوما اور اپنے پیرومرشد کے سامنے رکھ دیا۔ آپ کے پیرومرشد نے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے عرض کیا کہ یہ تو اس کو دیجئے جو اس کا خواہش مند ہو۔ آپ کے پیرومرشد آپ کی اس بے نیازی سے بہت خوش ہوئے۔ اور آپ کی ترقی درجات کے واسطے دعا فرمائی۔ آپ کے پیرومرشد نے آپ سے فرمایا کہ **بقائے من برارادتِ تو موقوف بود** (میری زندگی تمہاری ارادت پر موقوف تھی) آپ کو خدا کے سپرد کیا اور چلتے وقت یہ وصیت فرمائی کہ جب ان کی وفات کی خبر اُن (حضرت شرف الدین یحییٰ) کو معلوم ہو تو وہ بہت جلد اس طرف واپس آئے اپنے پیرومرشد سے رخصت ہو کر آپ روانہ ہوئے۔ کچھ دور ہی گئے ہوں گے کہ آپ نے پیرومرشد کے مکان سے رونے پیٹنے کی آواز سنی جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ آپ کے پیرومرشد نے اس عالم فانی سے پردہ فرما لیا تو آپ اپنے پیرومرشد کے مکان پر پیرومرشد کی وصیت کے مطابق واپس آئے۔

وطن کی جانب روانگی☆: کچھ دن پیرومرشد کے مکان پر قیام کر کے رخت سفر باندھا آگرہ کے راستے میں ایک جنگل میں مدتوں قیام فرمایا اور عبادت و ریاضت و مجاہدے میں مشغول رہے۔ مدتوں کے بعد آپ نے اپنے وطن قصبہ منیر پہنچے اور وہاں وقت آ گیا کہ آپ نے اس جہاں فانی سے سفر دارالآخرت فرمایا۔

خلفا☆: آپ کے ممتاز خلفاء حسب ذیل ہیں۔ مولانا قاضی صدرالدین، مخدوم راستی پھلواری، سید علم الدین گیسودراز، شیخ مظفر بلخی، قاضی شمس الدین، حضرت امیر کبیر سیّد علی ہمدانی۔

سیرت مبارک☆: آپ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ ترک و تجرید میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ نے مدتوں صحرانوردی کی۔ عبادت، ریاضت، مجاہدہ، صبر و تحمل، جود و سخا، توکل و قناعت میں یکتا تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ آداب المریدین پر بھی آپ نے شرح تحریر فرمائی ہے۔ آپ کے مکتوبات بہت مشہور ہیں۔ اور آپ کی دیگر کتابوں کے مقابلے میں زیادہ مقبول ہیں۔

تعلیمات☆: آپ کے مکتوبات تصوف و عرفان کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ آپ نے اپنے بعض مریدوں کو مکتوبات کے ذریعے تعلیم فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں۔

جو کوئی اس راہ کی طلب میں ہو اس کو چاہیے کہ شریعت سے سرمایہ بنائے اس وقت تک کہ وہ شریعت سے طریقت میں راہ پائے اور جب طریقت میں راہ پائے طریقت سے حقیقت میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ جو ابھی تک شریعت سے واقف نہیں۔ اس کی طریقت سے کہاں ملاقات اور جس کی طریقت سے ملاقات نہیں اس بے چارے کا حقیقت میں کیسے گزر ہو اور اس کا کیا کام...... جاننا چاہیے کہ جو

کوئی بے معرفت و بے شریعت اس راہ میں قدم رکھے۔ بیم ہلاکت کا ہو اور کسی مرتبے پر نہ پہنچے۔

عبادت ☆: آپ فرماتے ہیں، عبادت اولیاء کا سرمایہ ہے۔ اتقیا کا پیرانہ ہے۔ مردوں کو حرفت ہے صاحب ہمت کا پیشہ ہے۔ عمر کا فائدہ ہے علم کا ثمرہ ہے خداوندان بصیرت کا طریقہ ہے اور راہ سعادت و جنت ہے۔

کار خداوند جل وعلا ☆: اپنے کام میں مردانہ وار مشغول رہنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ شدائد امور کثرت ابتلا اور گوناگوں امتحان کی وجہ سے جو سالک کے راستے میں آتے ہیں۔ اس کے کام میں قصور و فتور واقع ہو۔ خداوند جل وعلا کا کام ایک روش پر نہیں ہے۔ یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ حق سبحانہ تعالیٰ بندے کو کس راستے سے اقبال و فتوح عطا کرے گا نعمت کے راستے یا عطا کے راستے سے یا بالا کے راستے سے۔

اقوال ☆: ربوبیت کے اسرار غیر معلومہ ہیں۔ اگر بندے پر کل احوال ایک ہی طریقے سے جاری ہوں تو بندے کا علم ربوبیت کو گھیرے اور اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے ساتھ گھیرا نہیں جا سکتا۔ انسانیت کی حقیقت ہی الوہیت کے راز حقیقت کی مظہر و آئینہ دار ہے۔

راہ توحید جو مردوں کا دین ہے۔ ایک دریائے محیط ہے۔ وہاں علم وعقل غرق ہیں۔ لکھنا کہاں بات کرنا کہاں جو کوئی اس دریا میں گرا گویا عالم حیرت میں ڈوب گیا۔

مرید کے مراتب میں سے پہلا مرتبہ راہ شریعت ہے۔ ☆ تجرید و تفرید مرید کے لئے ضروری ہیں۔ تجرید علائق سے اور تفرید خود ہے۔

اوراد و وظائف ☆: ذیل میں آپ کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف پیش کئے جاتے ہیں۔

حاجت پوری ہونے کے واسطے ☆: صبح کو سنت و فرضوں کے درمیان اکتالیس بار سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔

برائے دفع شر ☆: سورۃ تبت یدا ایک ہزار بار پڑھنا چاہیے۔

قضائے حاجت کے واسطے ☆: سورہ انعام اکتالیس بار پڑھے سات ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھنا بھی مفید ہے۔

مشکل کام کے واسطے ☆: عشاء کی نماز کے بعد سو بار یا فتاح پڑھے۔

برائے دفع تنگی معاش ☆: ہر رات کو سورہ جمعہ پڑھے۔

آپ کا شجرۂ طریقت ☆: حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری، مرید و خلیفہ حضرت شیخ رکن الدین عالم، مرید حضرت شیخ صدر الدین، مرید حضرت خواجہ شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی، مرید حضرت شیخ شہاب الدین سہرورد، مرید حضرت شیخ خواجہ نجیب الدین فردوسی، مرید خواجہ رکن الدین فردوسی، مرید خواجہ بدر الدین سمرقندی، مرید خواجہ سیف الدین باخرزی، مرید خواجہ نجم الدین کبریٰ، مرید خواجہ ضیاء الدین ابو نجیب، مرید خواجہ وجیہہ الدین ابو حفص، مرید خواجہ محمد بن عبداللہ المعروف بعمویہ، مرید خواجہ احمد سیاہ دینوری، مرید خواجہ ممشاد علو دینوری، مرید خواجہ ابو القاسم جنید بغدادی، مرید خواجہ سری سقطی، مرید خواجہ معروف کرخی، مرید سیدنا امام علی رضا، مرید سیدنا امام موسیٰ کاظم، مرید سیدنا حضرت امام جعفر صادق، مرید حضرت سیدنا امام محمد باقر، مرید سیدنا امام زین العابدین، مرید سیدنا امام حسین مرید سیدنا امام المشارق والمغارب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم وعلیہم السلام والرضوان والغفران۔

خشیت الٰہی ☆: آپ عذاب الٰہی کے خوف سے ہمیشہ روتے رہتے تھے لیکن اس خوف کے ساتھ جب اللہ میں عجیب

وارفتگی پیدا ہوگئی تھی، ایک بار آپ کے ایک مرید نظام الدین نے اپنے وعظ میں یہ دو شعر پڑھے۔

اے قوم بہ صبح رفتہ کجائید کجائید
معشوق ہمین جا است بیائید بیائید
آنانکہ طلب گار خدائید خدائید
حاجت بطلب نیست شمائید شمائید

آپ بھی اسی مجلس میں تشریف فرما تھے، شعر سن کر آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی، سر مبارک کو ستون سے اتنا ٹکرایا کہ زخمی ہو گئے۔

اتباع سنت ☆: آپ اتباع سنت کا ہر حال میں خیال رکھتے تھے کہ "باخدا دیوانہ باش و باشریعت ہوشیار

باشرع بہ ہوش باش و باخد دیوانہ
باعشق آشنا باش و باعقل بیگانہ

خدمت خلق اللہ ☆: آپ حق تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر حق العباد ادا کرنے میں برابر کوشاں رہے، خلق اللہ کی خدمت کو بہت بڑی دولت تصور فرماتے تھے، آپ فرماتے تھے کہ مسلمانوں کا کام انجام دینا اور ان کے کام میں لگے رہنا بڑی دولت ہے۔ یہ کام پیغمبروں کا ہے، انہوں نے مسلمانوں کے کام کئے اور ان کی بلائیں اپنے سر لیتے رہے۔

تصانیف وتالیفات ☆: آپ نے اپنے نوک قلم سے درج ذیل شہ پارے یادگار چھوڑے ہیں۔ جن میں مکتوبات، مکتوبات صدی، مکتوبات دوصدی، مکتوبات ہست وہشت، فوائد رکنی، معدن المعانی، خوان پُرنعمت، مخ المعانی، فوائد غیبی، گنج لایفنی، مونس المریدین، اجوبہ، لطائف المعانی، عقائد شرفی، اوراد کلاں، اوراد اوسط، اوراد خورد، اشارات، رسالہ در ہدایت حال، مرآۃ المحققین، رسالہ وصول اللہ۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۷۸۲ھ بمطابق 1380ء 6 شوال المکرم شب جمعرات بوقت نماز عشاء ہوا۔

وصال کے دن آپ نے صبح سے ہی تیاری شروع کر دی تھی۔ مریدین کو پاس بلا کر گلے لگاتے۔ کسی سے مصافحہ کرتے، کسی کی ڈاڑھی کا بوسہ لیتے، کسی کو آغوش میں لیتے کسی کو دعائیں دیتے، کسی کو خاص وصیتیں فرماتے، بار بار کلام مقدس کی یہ آیت تلاوت فرماتے اور کہتے کہ کل تم سے پوچھیں کہ کیا لائے ہو تو کہنا "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا"

نماز مغرب کے وقت وضو کر کے نماز ادا کی پھر کلمہ طیبہ پڑھتے رہے، کچھ مناجات پڑھ کر امت محمدی کے لئے دعا کی اور پھر کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے آپ نے وصال فرمایا۔

آپ کی وصیت تھی کہ میری نماز جنازہ ایسا شخص پڑھائے جو صحیح النسب سید ہو، تارک مملکت ہو، حافظ سبع قرأت ہو۔

چنانچہ جنازہ تیار رکھا ہوا تھا کہ حضرت میر سیّد اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ تشریف لائے یہ تینوں شرطیں ان میں موجود تھیں۔ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی، مزار پُر انوار بہار شریف، انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور عرفان سے منور کرتے ہیں۔ رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: والئی اقلیم ولایت، حامی سنت، ماحئی بدعت، غریق بحر محبت، مقتدائے اہل مودت، الموصوف باوصاف بعنایات رسول عربی، متصرف ولایت شرقی وغربی، بحر اسرار و معدن حقائق و معارف، شمع قصر ہدایت حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی رحمتہ اللہ علیہ قطب الحق والشرع والدین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ شعبان المعظم ۷۰۷ھ بمطابق ۱۹ جنوری 1308ء بروز جمعرات مدینۃ السادات اوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں اپنے زمانے کے چوٹی کے عارف کامل، ولی العصر حضرت شیخ سید احمد کبیر بخاری سہروردی بن حضرت مخدوم سید جلال الدین سرخ بخاری سہروردی علیہم الرحمتہ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔

آپ حضرت سید احمد کبیر بخاری سہروردی علیہ الرحمتہ کے فرزند ار جمند و جانشین اور حضرت مخدوم سید جلال الدین سرخ بخاری اوچی سہروردی علیہ الرحمتہ کے پوتے اور حضرت مخدوم پیر سید صدر الدین بخاری راجو قتال کے حقیقی بھائی اور مادرزاد ولی تھے۔ بچپن ہی سے آپ کے چہرے پر آثار ولایت نمایاں تھے۔

آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے امام المشارق والمغارب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جا ملتا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت ابوعبدالحسین بن سید احمد کبیر بن حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری بن حضرت سید علی بن حضرت سید جعفر بن حضرت سید محمد بن حضرت سید محمود بن حضرت سید عبداللہ بن حضرت سید علی اصغر بن حضرت سید عبداللہ جعفر بن حضرت امام نقی بن حضرت امام تقی بن حضرت امام علی موسیٰ رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت سید الشہداء امام عالی مقام امام حسین بن حضرت امام المشارق والمغارب مولائے کائنات اسد اللہ الغالب ابوتراب علی کرم اللہ وجہہ الکریم وعلیہم الرحمتہ والغفران الرضوان۔

بچپن کا ایک واقعہ ☆: جب آپ کی عمر سات برس کی ہوئی تو آپ کے والد گرامی آپ کو حضرت شیخ جمال الدین خنداں سہروردی علیہ الرحمتہ جو حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا سہروردی ملتانی علیہ الرحمتہ کے فرزند ار جمند حضرت شیخ صدر الدین عارف سہروردی ملتانی کے مرید و خلیفہ تھے کے پاس لے گئے۔

اس وقت حضرت شیخ جمال الدین خنداں سہروردی علیہ الرحمتہ کے پاس کھجوروں کا طباق رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے کسی خادم کو حکم

دیا کہ یہ کھجوریں حاضرین مجلس میں تقسیم کردی جائیں۔ جب کھجوریں آپ کو ملیں تو آپ نے گٹھلیوں سمیت ان کو کھالیا۔ جس پر حضرت شیخ جمال الدین خنداں نے مسکرا کر پوچھا کیوں صاحبزادے آپ نے کھجوریں گٹھلیوں سمیت کیوں کھائی ہیں۔

آپ نے جواب میں عرض کیا جو کھجوریں آپ کے دست مبارک سے عطا ہوئی ہیں میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ ان کی گٹھلیاں پھینک دوں۔ یہ سن کر حضرت جمال الدین خنداں سہروردی علیہ الرحمتہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تم فقراء اور اپنے خاندان دونوں کا نام روشن کرو گے۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے اپنے والدین گرامی قدر کے زیرنگرانی تربیت پائی۔ اور ابتدائی تعلیم بھی اپنے عظیم والدگرامی سے حاصل کی۔

آپ کا خاندان اپنے دور میں علم وفضل میں یکتا تھا۔ آپ کے والدگرامی اور دادا بزرگوار سہروردی سلسلہ کے ان بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں جن کے علم وفضل پر پورے برصغیر کے مشائخ وعلماء کو ناز تھا۔ اپنے والدگرامی کے علاوہ آپ اوچ شریف میں ہی حضرت سید محمد بخاری سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے علاوہ اوچ شریف کے قاضی علامہ بہاؤالدین سے ابتدا سے لے کر ہدایہ تک کی کتابیں پڑھیں۔

علامہ قاضی بہاؤالدین کے وصال کے بعد آپ تعلیم کی غرض سے ملتان تشریف لے آئے اور اپنے والد ماجد کے پیرومرشد حضرت شیخ ابوالفتح رکن الدین سہروردی کی خانقاہ میں ٹھہرے۔ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی علیہ الرحمتہ آپ سے بڑی شفقت ومحبت سے پیش آئے۔ اور آپ کو اپنے بھانجے حضرت مولانا محمد موسیٰ کے علاوہ ایک اور عالم دین مولانا مجدالدین کے سپرد کر کے ان کو آپ کی تعلیم کے بارے میں خصوصی ہدایت کی۔ آپ نے ہدایہ اور بزدی وہیں پر ختم کی۔ اس کے بعد حضرت ابوالفتح شیخ رکن الدین سہروردی علیہ الرحمتہ نے کشتی پر سوار کرا کے آپ کو واپس اوچ شریف بھجوا دیا۔

اس کے بعد آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے وہاں سے کلام اللہ کی ساتوں قرأتیں سیکھیں اور وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ اور وہاں کے بہت بڑے عالم دین حضرت شیخ مکہ امام عبداللہ یافعی اور شیخ عبداللہ مطہری علیہم الرحمتہ سے مختلف کتابیں اور صحاح ستہ پڑھیں۔ حضرت شیخ عبداللہ مطری کی خدمت میں دو سال رہ کر صحاح ستہ کے علاوہ تہجد کے وقت عوارف المعارف اور حدیث شریف کا درس لیتے۔ آپ کے استاد شیخ عبداللہ المطری آپ سے بڑی شفقت ومحبت فرماتے تھے۔

ان کی شفقت ومحبت کے بارے آپ بذات خود فرماتے ہیں۔ شیخ عبداللہ المطری تہجد کے وقت میرے حجرے میں تشریف لاتے ان کے ایک ہاتھ میں چراغ اور ایک ہاتھ میں کھانا ہوتا تھا۔ میں نے ایک روز ان سے عرض کی اے شیخ آپ کیوں اس قدر زحمت فرماتے ہیں۔ میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو جایا کروں گا۔ اس لئے کہ آپ میرے مخدوم اور استاد محترم ہیں۔ لیکن انہوں نے فرمایا نہیں تمہیں اس کی ضرورت نہیں تم میرے پاس نہ آؤ میں خود تمہارے پاس آجایا کروں گا۔ اس لئے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک ہو۔ حضرت شیخ عبداللہ المطری کی شفقتوں کی بنا پر ایک مرتبہ آپ کو مسجد نبوی میں امامت کا شرف بھی حاصل ہوا ہے۔

دیگر یہ کہ آپ نے عوارف المعارف کے جس نسخے سے درس لیا تھا وہ نسخہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمتہ کے مطالعہ میں رہ چکا تھا۔ جب شیخ عبداللہ مطری کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے وہ نسخہ حضرت امام عبداللہ یافعی کے ہاتھ آپ کے پاس بھجوا دیا تھا ۔آپ اس نسخے کو بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے۔آپ نے عوارف المعارف کو شیخ شریف الدین محمود شاہ جو کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید و خلیفہ تھے ان کے وطن شومارہ (عراق) جا کر پڑھا۔آپ کے ملفوظات کے جامع حضرت سید علاوالدین علی بن سعد حسینی کا بیان ہے کہ آپ کو ایک سو اٹھاسی علوم میں مہارت کاملہ حاصل تھی۔

بیعت وخلافت ☆: ابتدامیں آپ اپنے والد گرامی حضرت سید احمد کبیر بخاری سہروردی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے تصوف کی تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد اپنے چچا حضرت سید صدرالدین محمد غوث علیہ الرحمتہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

اس کے بعد آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت ابوالفتح شیخ رکن الدین سہروردی علیہ الرحمتہ ثمہ ملتانی کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر صاحب ارشاد اور فائز المرام ہوئے۔

دیگر بزرگان سے حصول خرقہ خلافت ☆: حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ آپ کو چودہ خانوادوں سے خرقہ خلافت حاصل تھا۔جن جن بزرگانِ دین نے آپ کو باطنی نعمت اور خرقہ خلافت واجازت سے نوازا ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

آپ کے والد گرامی حضرت سید احمد کبیر بخاری سہروردی، حضرت ابوالفتح شیخ رکن الدین سہروردی ثمہ ملتانی حضرت شیخ سید نصیر الدین محمود چراغ دہلی چشتی نظامی، شیخ مکہ حضرت امام عبداللہ یافعی صاحب کتاب روض الریاحین، شیخ مدینہ حضرت عبداللہ مطری، حضرت شیخ قطب عدن فقیہہ بصال، حضرت شیخ ابواسحاق گازرونی، شیخ امام الدین برادر شیخ امین الدین گازرونی، حضرت سید جہدہ محمد حسینی، حضرت شیخ معمر شرف الدین محمود شاہ تستری خلیفہ مجاز حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت سید احمد کبیر رفاعی، شیخ نجم الدین صنعانی، حضرت اوحدالدین حسینی حضرت شیخ نورالدین ان کے علاوہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی نے خواب میں حضرت شیخ قوام الدین سہروردی خلیفہ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح بذریعہ خط شیخ قطب الدین منور ہانسوی چشتی نے بذریعہ خط حضرت شیخ نجم الدین کبری نے خواب میں اوران کے علاوہ حضرت خضر علیہ السلام نے بھی آپ کو خرقہ خلافت واجازت سے نوازا ہے۔

حضور غوث اعظم اور سلسلہ عالیہ قادریہ سے آپ کی محبت ☆: اگرچہ آپ کے آباؤ اجداد اور آپ بذات خود سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں بیعت تھے مگر باوجود اس کے آپ کو پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الصمدانی حضور سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات والا صفات اور ان کے سلسلہ عالیہ قادریہ سے بہت محبت تھی۔حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ اپنی کتاب اخبار الاخیار اور آپ کے ملفوظات کی کتاب خزانہ جلالی جو آپ کی اپنی ذاتی تصنیف ہے۔اس میں حضرت غوث پاک شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ۔

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خوشخبری ہو ان لوگوں کو جنہوں نے مجھے دیکھا۔ اور میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔

آپ فرماتے ہیں کہ قطب الکونین اور غوث الدارین کا یہ ارشاد بجا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس سچے کلام کے بموجب حق تعالیٰ مجھ پر رحمت کرے گا۔

اس کے بعد آپ نے اپنی ذاتی روایت کے سلسلہ کو ایک واسطے سے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمتہ تک پہنچایا۔ کہ میرا سلسلہ طریقت حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمتہ سے ایک واسطہ کے بعد شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمتہ تک پہنچتا ہے۔ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے حضرت شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی ہے۔ اور حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمتہ کو حضور غوث اعظم سے خرقہ خلافت ملا ہے۔

حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے ملاقات و خلافت ☆: مخدوم مکہ حضرت شیخ امام عبداللہ یافعی علیہ الرحمتہ کے ساتھ آپ کا بہت گہرا تعلق و رابطہ رہا ہے۔ جن دنوں آپ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے ان دنوں آپ کے استاد حضرت امام عبداللہ یافعی علیہ الرحمتہ نے آپ سے فرمایا کہ اگر چہ اس وقت دہلی کے اہم ترین درویش و فقراء کا وصال ہو چکا ہے مگر ان سب کی برکت کا اثر حضرت سید نصیر الدین محمود چراغ دہلی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے اندر موجود ہے۔ اور حضرت چراغ دہلی کی ذات بابرکات کا وجود آج کے دور میں غنیمت ہے۔

آپ کے دل میں حضرت چراغ دہلی سے ملاقات کا اس قدر اشتیاق پیدا ہوا کہ آپ مکہ معظمہ سے سیدھے چراغ دہلی تشریف لے گئے۔ اور حضرت سید نصیر الدین محمود چراغ دہلی علیہ الرحمتہ سے آپ نے ملاقات کی۔ حضرت چراغ دہلی نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ امام یافعی پر ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے کہ جن کی وجہ سے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔

اس کے بعد حضرت سید نصیر الدین محمود چراغ دہلی نے آپ کو خرقہ خلافت سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ عطا فرمایا اور اس کے علاوہ بے شمار روحانی نوازشات سے نواز کر ہندوستان میں رشد و ہدایت اور تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دینے کا حکم دیا۔

سیر و سیاحت ☆: آپ کی زندگی کا بہت بڑا حصہ سیر و سیاحت میں گزرا۔ اور بہت سے ممالک میں پھر کر علمائے کرام مشائخ عظام صوفیائے کرام سے ملاقاتیں کیں اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے۔ اس دوران آپ نے چھتیس حج کئے۔ جن میں سے سات مرتبہ حج اکبر کی سعادت نصیب ہوئی۔

سیروفی الارض ☆: پر عمل کرتے ہوئے جہاں گشت کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ جن ممالک میں تبلیغ اسلام اور رشد و ہدایت اور زیارت مقابر بزرگان کے لئے گئے ان میں مکہ مکرمہ میں سات برس اور مدینہ منورہ میں دو سال قیام رہا۔ اس کے علاوہ یمن، عدن، دمشق، لبنان، مدائن، فارس، بصرہ، کوفہ، شیراز، تبریز، ایران، بلخ، نیشاپور، خراساں، سمرقند، گارزون، لہسہ، بحرین، قطیف، غزنین کے علاوہ دہلی، جونپور، ملتان، بھکر، الور، روہڑی، تن پور، لاہرہ، ٹھٹھہ، کے علاوہ دیگر شہروں میں تشریف لے گئے۔ اور دین متین کی

خدمت کا فریضہ انجام دیتے رہے اور اسلام کا آفاقی پیغام لوگوں تک پہنچایا اور ہزاروں کی تعداد میں غیر مسلموں کو کلمہ پڑھا کر مشرف بہ اسلام کیا۔

تبلیغ اسلام اوراس کے نتائج ☆: آپ نے تبلیغ اسلام کا فریضہ بڑی خوشدلی اور پامردی سے بلاخوف وخطر انجام دیا جس کے نتیجے میں بہت سی قومیں اور قبائل مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مغربی پنجاب میں ایک وسیع علاقہ آپ کے مساعی جمیلہ سے مسلمان ہوا ۔کاٹھیاواڑ کی مسلم ریاست منگرول کے نواب جن کے جد اعلیٰ سکندر بن مسعود علیہ الرحمتہ کے نام سے مشہور ہوئے ان کو آپ نے ہی کلمہ پڑھا کر دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا۔اس طرح یہ پوری ریاست اسلام کا گہوارہ بن گئی۔

غیر مسلموں میں ایک ہندوعورت کامل ولیہ ہوگئی۔اس کی کیفیت یہ تھی کہ وہ ساری رات عبادت وریاضت میں گزار دیتی تھی۔

پنجاب کا مشہور لون قبیلہ بھی آپ ہی کی کاوشوں سے مسلمان ہوا تھا۔ گجرات کے علاقے میں ایک راجپوت جس کو مولی الاسلام کا خطاب ملا ہوا تھا اس کو آپ ہی نے مسلمان کیا تھا۔اوراس کو گجرات کے علاقہ میں تبلیغ کے لئے روانہ کیا۔جس کی وجہ سے گجرات میں کثیر تعداد میں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

آپ کی اولاد میں سے حضرت قطب عالم اور حضرت شاہ عالم علیہم الرحمتہ نے گجرات اور احمد آباد میں بہت سے غیر مسلموں کو اسلام کی روشنی سے بہرہ ور فرمایا۔

القابات ☆: آپ کا نام سید جلال الدین حسین ہے۔لیکن آپ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے لقب سے مشہور ہوئے۔اس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے مورخین وسوانح نگار رقم طراز ہیں کہ۔ایک مرتبہ عید کی چاند رات کو آپ حضرت شیخ الاسلام غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی سہروردی علیہ الرحمتہ کے مزار پرانوار پر گئے۔اوران سے عیدی طلب کی تو آواز آئی کہ حق تعالیٰ سبحانہ نے تجھے مخدوم جہانیاں کے خطاب سے مخاطب کیا ہے۔

اس کے بعد آپ حضرت شیخ صدر الدین سہروردی علیہ الرحمتہ ثمہ ملتانی کے مزار پرانوار پر گئے تو وہاں سے بھی عیدی طلب کی تو حضرت مخدوم صدرالدین سہروردی علیہ الرحمتہ کے مزار سے بھی یہی جواب ملا۔ جب ان مزارات سے واپس ہوئے تو ہر کوئی ملنے والا آپ کو مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے لقب سے پکار رہا تھا۔

نمبر۲ ☆: صاحب خزانہ جلالی آپ کے مخدوم جہانیاں کہلانے کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ رکن الدین سہروردی علیہ الرحمتہ اپنے دولت کدہ سے باہر تشریف لائے اور اپنا قدم زینہ پر رکھا تو آپ بڑی پھرتی سے زینے کے نیچے لیٹ گئے۔تاکہ مرشد کامل کا قدم مبارک سینے پر پڑ جائے۔

حضرت شیخ رکن الدین ملتانی سہروردی علیہ الرحمتہ نے آپ کو اس طرح لیٹے دیکھ کر فرمایا اے سیدزادے نبوت کا دروازہ تو بند ہو چکا ہے باقی رہا مرتبہ ولایت تو تم اس مقام پر فائز ہو کہ مخدوم جہانیاں بن گئے ہو۔ یہ کہہ کر آپ کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا اور سینے سے لگا کر نعمت باطنی سے نواز کر سرفراز فرمادیا۔اس دن کے بعد آپ مخدوم جہانیاں کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

نمبر۳ ☆: آپ نے دنیا کے مختلف ممالک کا دور دراز سفر کیا جس کی وجہ سے جہاں گشت کے خطاب سے نوازے گئے۔ اور یہ لقب سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت آپ کے نام پر غالب آ گیا۔ اور پوری دنیا میں اسی نام سے آپ کی پہچان ہوگئی۔ جو کہ تا ابد برقرار رہے گی۔

آپ کا سلسلہ درس وتدریس ☆: علمی لحاظ سے آپ کی ذات والا صفات طالبان حق کا مرجع تھی آپ کے ایک مرید حضرت علاؤالدین علی بن سعد حسینی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ آپ کو ۱۸۸ علوم پر دسترس حاصل تھی۔ دیگر علوم کے ساتھ ساتھ آپ علوم و فنون کی تدریس میں بھی بہت زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔

طالبان حق کو قرآن پاک اور تفسیر مدارک حدیث شریف صحاح ستہ مشارق الانوار مشکوٰۃ المصابیح کے علاوہ فقہ میں ہدایہ کا درس دیتے تھے۔

اسی طرح تصوف کی تعلیم میں عوارف المعارف رسالہ مکیہ، قصیدہ الامیہ دیگراز کار شرح نو دو نو اسماء کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ کے آستانے پر آنے والے طالبان حق کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ آپ کی طبیعت کو ذرا بھی آرام نہ ملتا۔ ہمہ وقت دین متین کی تعلیم دیتے رہتے۔ اگر کوئی شخص آپ سے سوال اور مسئلہ سمجھنے میں بار بار سوال کرتا تو آپ بڑے احسن انداز میں جواب دیتے طبیعت ذرا بھی کبیدہ خاطر نہ ہوتی تھی۔

سیرت وکردار ☆: آپ پانچ وقت کی نماز کے علاوہ تہجد، اشراق، چاشت، صلوٰۃ اوابین، تراویح اور دیگر نوافل کا خصوصیت سے اہتمام فرماتے، اپنے شیوخ کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف کو ہر حال میں پورا فرماتے۔ رات کے وقت کچھ دیر نیند کرتے اور بقایا رات یادِ خدا میں بسر کرتے، کھانا کبھی تنہا نہ کھایا جو بھی کھاتے اپنے احباب میں تقسیم کر کے کھاتے۔ شریعت وطریقت کی سختی سے پابندی کرتے اکثر فرماتے تھے کہ حقیقت شریعت ہے اور جب تک کوئی شریعت کو مضبوط نہ پکڑے گا حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔

سخاوت اور فیاضی کا یہ عالم تھا کہ جو بھی فتوحات آتیں ان میں سے بقدر ضرورت خانقاہ کے لئے رکھ کر بقیہ مستحقین میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ فتوحات اس لئے قبول کر لیتا ہوں کہ شیخ مکہ امام یافعی اور شیخ مدینہ عبداللہ مطری اور دوسرے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ فتوح کو اس لئے قبول کرو کہ دوسروں تک پہنچاؤ اور کچھ ضرورت کے مطابق رکھ لیا کرو۔

ایثار وسخاوت ☆: آپ جب مکہ مکرمہ سے شیراز پہنچے تو ایران کے فرمانروا نے سوتے چاندی کے سکے طشت میں رکھ کر آپ کو پیش کئے۔ آپ نے قبول فرما کر اپنے ان ساتھی درویشوں کو دے دیئے جو مقروض تھے۔

نمبر۲ ☆: ایک مرتبہ آپ کا شاگرد جو آپ سے مصابیح پڑھتا تھا اس نے آپ کی خدمت میں کئی ہزار دینار پیش کئے آپ نے وہ تمام دینار ان لوگوں کو عنایت کر دیئے جن کی بیٹیاں جوان اور شادی کے لائق تھیں۔ آپ کی اس عنایت وسخاوت سے ہزاروں لڑکیوں کی شادی ہوگئی۔

نمبر۳ ☆: سلطان محمد تغلق آپ سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتا تھا اس نے آپ کو شیخ الاسلام کا خطاب عنایت کیا اور چالیس

خانقاہیں آپ کے تصرف میں دیں۔

آپ بذاتِ خود فرماتے ہیں کہ جس روز مجھے چالیس خانقاہیں بادشاہ نے دیں۔ اسی روز رات کو خواب میں میرے مرشد حضرت شاہ رکن عالم علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ ان خانقاہوں کو چھوڑ دو اور فوراً حج کے لئے روانہ ہو جاؤ ورنہ تمہاری تمام عبادات اکارت ہو جائیں گی۔ میں نے بیدار ہو کر والد گرامی سے اجازت طلب کی اور حج کو روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک ایسے شخص سے ملاقات ہو گئی جو حج پر جا رہا تھا۔ مگر کسی مجبوری کی وجہ سے پروگرام ملتوی ہو گیا۔ اس نے حج کا تمام اسباب زادِ راہ اور اپنا گھوڑا مجھے دے دیا میرے ہمراہ مولوی نظام الدین تھے جو بیمار ہو گئے تھے۔ میں نے گھوڑا ان کو دیا اور خود پیدل مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ اگر میں اس روز اس بات کو قبول نہیں کرتا اور حج کے لئے نہ نکلتا اور وہ خانقاہیں قبول کر لیتا تو مجھ پر غرور سوار ہو جاتا۔ اور میں کیچڑ میں دھنس جاتا۔ اگر میرے مرشد میری رہنمائی نہ فرماتے تو میں اس دلدل سے کبھی نہ نکلتا۔

بزرگانِ دین سے عقیدت و احترام کا رشتہ☆: آپ اپنے ہم عصر بزرگوں کا بہت احترام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مخدوم الملک حضرت شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمتہ نے آپ کو جوتا بطور تحفہ بھیجا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ میں آپ کا نقش پا ہوں آپ نے جواب میں ان کو دستار بھیجی جس کا مقصد یہ تھا کہ میں آپ کو اپنے سر کا تاج سمجھتا ہوں۔

شاہانِ وقت کی آپ سے عقیدت☆: سلطان محمد تغلق دل کی گہرائی سے آپ کا عقیدت مند تھا۔ اس نے آپ کو شیخ الاسلام بنا کر چالیس خانقاہیں آپ کے تصرف میں دیں لیکن آپ ان کو چھوڑ کر حج پر چلے گئے تھے۔ فیروز تغلق اگرچہ حضرت شیخ علاؤ الدین اجودھنی علیہ الرحمتہ کا مرید تھا۔ مگر وہ دل و جان سے آپ کا بھی عقیدت مند تھا۔

آپ جب اوچ شریف سے دہلی تشریف لاتے تو فیروز شاہ تغلق مند کے مقام پر آپ کے استقبال کے لئے جاتا اور جب ملاقات ہوتی تو آپ سے بے حد تعظیم و تکریم سے پیش آتا۔

اس کے علاوہ دہلی میں قیام کے دوران فیروز شاہ دوسرے تیسرے روز ملاقات کی غرض سے آپ کے قیام پر حاضر ہوتا اور پھر یہ دونوں ایک جگہ بیٹھ کر محبت آمیز گفتگو کرتے۔

اوچ شریف اور دہلی کے باشندے اپنی اپنی حاجات لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے۔ جب بادشاہ آپ سے ملاقات کے لئے آتا تو آپ حاجت مندوں کے وہ کاغذ ان کو پیش کر دیتے۔ بادشاہ سلطان فیروز شاہ ان کو پڑھ کر ہر حاجت مند کی اس کے معروضے کے مطابق حاجت روائی کرتا۔

سلطان فیروز تغلق بھی آپ سے ملاقات کے لئے خانقاہ معلیٰ پر حاضری دیتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ ملاقات کے لئے آیا تو آپ نماز اشراق پڑھ رہے تھے۔ آپ جب تک نماز پڑھتے رہے سلطان کھڑا رہا جب آپ نماز ختم کر چکے تو دونوں نے بڑی گرم جوشی سے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ فیروز تغلق نے پھولوں سے بھری ہوئی ٹوکری آپ کو پیش کی۔ آپ نے وہ تمام پھول محفل میں موجود لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ اور سلطان کا شکریہ ادا کیا۔ سلطان فیروز شاہ رخصت ہونے لگا تو اس نے پوتوں کیلئے دعا کی درخواست کی تو آپ نے

ان کے لئے وہی دعا کی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے لئے کیا کرتے تھے۔

جب سلطان فیروز شاہ رخصت ہونے لگا تو آپ اسے الوداع کہنے کے لئے خانقاہ سے باہر تشریف لائے۔ حالانکہ سلطان بار ہا منع کرتا رہا مگر آپ نے فرمایا کہ نہیں مجھ پر بھی واجب ہے کہ تمہاری تعظیم کروں اس نے عرض کی حضور تعظیم کے لائق تو آپ ہیں۔

گمراہ درویشوں کو راہ ہدایت ☆: ایک دفعہ اوچ شریف میں ایک شخص آیا جو اپنے آپ کو ولی اللہ کہتا تھا اوچ شریف کے لوگ بھی اس کے کافی معتقد ہو گئے تھے جب آپ کو اس کے بارے میں علم ہوا تو آپ بھی اس سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔

جب آپ اس کے پاس جا کر بیٹھے تو اُس نے بڑے تکبر و فخر سے کہا اے سیدزادے ابھی حق تعالیٰ میرے پاس سے اٹھ کر گیا ہے۔ آپ نے اس کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو نہایت ہی غصے اور جلال کے عالم میں فرمایا اے بدبخت کیا بکتا ہے تو کافر ہو گیا ہے دوبارہ کلمہ پڑھ اور مسلمان ہو۔

اس شخص پر اس بات کا کوئی اثر نہ ہوا آپ وہاں سے اٹھے اور قاضی شہر کے پاس جا کر کہا کہ اس شخص کو فوراً بلاؤ اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک وگرنہ اس پر حد شرعی جاری کر کے اسے قتل کر دو۔ اس شخص کا شہر میں خاصہ حلقہ احباب تھا کافی لوگ اس کے معتقد تھے۔ اس لئے قاضی شہر اس معاملے میں تامل سے کام لے رہا تھا۔

آپ نے قاضی کے تذبذب کو محسوس کر لیا۔ دوبارہ قاضی شہر کو کہلا بھیجا کہ وہ شخص شہر میں کفر پھیلا تا رہا ہے اگر تم نے اس کے خلاف کارروائی نہ کی تو میں مجبوراً بادشاہ سے شکایت کروں گا۔ آپ کے دوسری مرتبہ کے حکم پر قاضی شہر نے اس بدبخت کو شہر بدر کر دیا۔

دوسرا واقعہ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مکہ مکرمہ سے بھکر واپس آیا تو وہاں کے لوگوں نے مجھے بتایا کہ الور کے پہاڑ کے غار میں ایک درویش رہتا ہے۔ جو یہ دعویٰ کرتے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نماز معاف کر دی ہے۔ یہ سن کر میں اس کے پاس گیا تو کیا دیکھا کہ اس کے پاس امراء وزراء اور بہت سے لوگوں کا ہجوم ہے میں اس کے قریب پہنچا میں نے اسے سلام نہیں کیا۔ بلکہ اس کے نزدیک جا کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا تم نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے مومن اور کافر کے درمیان نماز کا فرق ہے۔

اس درویش نے جواب دیا کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آتے ہیں اور جنت سے میرے لئے کھانا لاتے ہیں اور خدا کی طرف سے سلام بھی مجھے پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے لئے نماز معاف کر دی گئی ہے اور تم خدا کے مقرب بندے ہو۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ یہ کیا بے ہودا بکواس کرتے ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نماز معاف نہ ہوئی اور تجھ جیسے جاہل کے لئے کیسے معاف ہو سکتی ہے۔ اور سنو تمہارے پاس آنے والا جبرائیل علیہ السلام نہیں شیطان ہے۔ جو تیرے پاس آ کر دھوکہ دیتا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام تو وحی لانے والے فرشتے ہیں جو سوائے پیغمبروں کے کسی اور کے پاس نہیں آتے۔ رہا کھانا جو تمہارے پاس آتا ہے وہ بھی سراسر غلیظ ہے اس درویش نے کہا وہ کھانا تو بہت لذیذ اور مزیدار ہوتا ہے اور میں اس میں بہت لذت محسوس کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ میں نے اسے کہا کہ اب اگر وہ فرشتہ تمہارے پاس آئے تو تم نے اس کے سامنے **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ** o پڑھنا۔

دوسرے دن جب میں اس کے پاس گیا تو وہ مجھے دیکھ کر قدموں میں گر گیا۔ اس نے کہا کہ میں نے آپ کے کہنے پر عمل کیا جب وہ فرشتہ آیا تو میں نے لاحول پڑھی تو وہ میرے سامنے سے غائب ہو گیا۔ اور جو کھانا اس نے لا کر مجھے دیا تھا وہ غلیظ ہو کر میرے ہاتھ سے گر گیا۔ یہاں تک کہ میرے کپڑے ناپاک ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے اس بے نماز درویش کو توبہ کرائی۔ اور اس کے جتنی نمازیں قضا ہوئیں تھیں اسے قصر پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

شان کریمی اور مہمان نوازی ☆: آپ کی طبیعت میں بے حد انکساری اور خاکساری تھی۔ ایک مرتبہ ایک مرید نے خط میں آپ کے القاب میں قطب عالم شیخ الشیوخ اور سید السادات لکھا۔ تو آپ نے جواباً فرمایا کہ مجھ کو گدائے عالم کہو۔

نمبر۲ ☆: عفو و درگزر آپ کی طبیعت ثانیہ کا حصہ تھا۔ قیام دہلی کے زمانے میں ایک شخص نے آپ کی چادر چوری کر لی تو مریدین نے عرض کی حضور اس کے لئے بددعا فرمائیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا میں ہرگز اس کے لئے بددعا نہیں کروں گا بلکہ اگر وہ میرے سامنے آ گیا تو اس کے لئے خدا کی بارگاہ میں دعا کروں گا۔

نمبر۳ ☆: اسی طرح مہمان کی خدمت کا جذبہ آپ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ جب کوئی مہمان آتا تو اسے کھانے کے لئے ضرور کوئی چیز پیش کرتے تھے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے پاس جائے اور وہ اسے کچھ نہ کھلائے یا مہمان اس کے پاس کچھ نہ چکھے تو گویا اس نے مردے کی زیارت کی۔

آپ کے پاس جب کوئی مہمان آتا تو جب تک وہ رہتا اس کے لئے کھانے پینے اور نقد وظیفے کا انتظام فرماتے اور اس کے قیام کے لئے ایک علیحدہ حجرہ متعین فرما دیتے۔

آپ کی اولاد و صاحبزادگان ☆: صاحب مرآۃ الاسرار حضرت شیخ عبدالرحمٰن اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ آپ کی بہت سی اولادیں تھیں آپ کے چند صاحبزادگان کے اس اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ سید شمس الدین، سید ماہ، سید صدرالدین، سید سلطان محمد ناصر الدین، یہ تمام صاحبزادے شریعت وطریقت کے آفتاب و ماہتاب اور صاحب سلسلہ ہوئے ہیں۔

آپ کی اولاد کی اولادیں بھی درجہ ولایت کو پہنچی ہیں ان میں ایک حضرت سید جلال بھی تھے جو اپنے بھائیوں سے لڑ کر علاقہ قنوج چلے گئے اور وہاں بلند شہرت کے مالک ہوئے۔ بہت ہی زیادہ کشف وکرامات ان کی زبان زد خاص وعام ہیں۔

ان حضرت سید جلال کے صاحبزادے بھی صوری ومعنوی کمالات کی وجہ سے شہرت کو پہنچے۔ قنوج اور نواح قنوج کے لوگ ان کے بہت مداح اور سلسلہ ارادت سے منسلک رہے۔ اسی طرح آپ کے بعض فرزند دہلی کے نواحی علاقہ شکارپور میں ان کا مزار مرجع انام ہے۔ ان حضرات میں حضرت شاہ عمر، شاہ محمود، شاہ کبیر بڑے صاحب کشف وکرامت تھے آپ کے ایک فرزند حضرت قطب عالم گجرات انڈیا میں مدفون ہیں۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: یوں تو آپ کے خلفا کی تعداد کافی ہے ان میں سے چند مشہور بزرگوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ سید صدر الدین معروف بہ شیخ راجو قتال، شیخ اخی سراج، حضرت سید علم الدین، حافظ شیخ سراج الدین، سید اشرف الدین مشہدی، شیخ بابو تاج بھکری، سید محمود شیرازی، سید سکندر بن مسعود، سید علاؤ الدین بن سعد حسینی، (مرتب جامع العلوم) سید شرف الدین سامی اور مولانا عطاء اللہ صاحب علیہم الرحمتہ والرضوان والغفران)

کشف وکرامات☆: حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمتہ لطائف اشرفی فرماتے ہیں کہ میں اکثر بزرگوں کے ساتھ رہا ہوں متاخرین میں سے کسی بزرگ سے اتنے حقائق و معارف، وقائع وعوارف اور کشف وکرامات وخوارق صادر نہیں ہوئے جتنے حضرت مخدوم جہانیاں سے صادر ہوئے۔ چونکہ اس فقیر کو سب سے زیادہ قریب سے آپ کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ اس لئے میں نے مقامات ودرجات اور قطبیت وغوثیت کے انوار مشاہدہ کئے ہیں۔

ایک مرتبہ میں آپ کے حکم کے مطابق آپ کے خلوت خانہ میں گیا تو میں نے آپ کے جسم مبارک کو سات جگہ الگ الگ پڑے دیکھا کہ ہر عضو علیحدہ علیحدہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں مشغول تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے وہم سا ہوا کہ آپ اپنی اصل حالت میں واپس آ گئے۔ اور فرمایا کہ یہ مقام تجھے مبارک ہو۔

دوسری بار جب میں ایک دن آپ کی خلوت میں گیا تو انوار الٰہی کی تجلی سے آپ کا جسم مبارک اس طرح مجسم ہو چکا تھا کہ تمام حجرہ آپ کے وجود سے پر نظر آتا تھا اس کے ساتھ ہی درو دیوار کے تمام سوراخوں سے گوشت باہر نکل رہا تھا میں دروازے پر کھڑا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ کہ ایک ساعت کے بعد آپ اصل حالت میں واپس آ گئے اور فرمایا کہ یہ مقام بھی تجھے مبارک ہو۔

کرامت نمبر۲☆: جب حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمتہ کے مرشد شیخ علاؤ الدین قطب بنگالی چشتی نظامی کا وصال کا وقت آیا تو حالت نزع میں انہوں نے وصیت فرمائی کہ کل میری نماز جنازہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے علاوہ کوئی اور نہ پڑھائے۔ ان کے مرید حیران ہوئے کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت تو اوچ شریف میں ہیں وہ کیسے اتنی جلدی وہاں سے بنگال پہنچ کر نماز جنازہ پڑھائیں گے۔

حضرت علاؤ الدین قطب بنگالی کا وصال ہو گیا اور جنازہ اٹھایا گیا تو آپ جنازہ کے ہمراہ تھے آگے چل کر نماز جنازہ کی آپ نے امامت کی۔ اس کے بعد چندروز بنگال میں مزید قیام پذیر رہے اور اس دوران شیخ علاؤ الدین قطب بنگال کے صاحبزادے شیخ نور قطب العالم کی تربیت بھی آپ نے فرمائی۔ اور خود انہیں ان کے والد کی مسند ارشاد پر بٹھایا۔ اور اپنی طرف سے نعمت باطنی عطا فرمائی اور ان کے حق میں برکت کے لئے دعا کی۔ آپ کے قیام بنگال کے دوران وہاں کا والی بہت سے معززین کے ہمراہ حاضر خدمت ہوا۔ اور آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوا۔

کرامت نمبر۳☆: ایک دن آپ اپنی خانقاہ میں جلوہ افروز تھے کہ اچانک گھاس کے ڈھیر کو آگ لگ گئی جس سے آگ کا بہت بڑا شعلہ نمودار ہوا۔ آپ نے اپنی مٹھی میں مٹی لے کر اونچی آواز میں یا شیخ عبدالقادر سید محی الدین جیلانی پڑھا اور مٹی پر پھونک ماردی

اور مٹی آگ پر پھینکی تو آگ یکدم سے بجھ گئی۔

کرامت نمبر ۴ ☆ : اوچ شریف کے مولانا شمس الدین فرماتے ہیں حضرت میر سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری رحمتہ اللہ علیہ جب آخری مرتبہ حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی اور زیارت حرمین شریف کے لئے تشریف لے گئے تو دیگر احباب کے علاوہ میں بھی اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھا۔ جب لوگ جہاز میں سوار ہوئے تو درویشوں کے دل میں خیال آیا کہ اگر مچھلی ہاتھ میں آجائے تو اس کے کباب بنا کر کھائیں۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو نور باطن سے درویشوں کی بات کا علم ہوا تو فرمایا کہ مچھلی انشاء اللہ تمہارے پاس آئے گی ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ ایک مچھلی دریا سے کود کر جہاز میں آ گئی۔ درویشوں نے اس کو تیار کر کے کباب بنائے اور سب میں تقسیم کر دیئے۔

کرامت نمبر ۵ ☆ : ایک مرتبہ حاکم اوچ شریف میر سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے واسطے آیا تو اُس نے کئی درویشوں کو جھڑک کر مسجد سے نکال دیا۔

حضرت سید مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت رحمتہ اللہ علیہ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ اے بدبخت کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے کہ درویشوں کو تکلیف پہنچاتا ہے آپ کا یہ فرمانا تھا کہ بادشاہ دیوانہ ہو گیا۔ کپڑے پھاڑ کر مسجد سے باہر نکل کر لوگوں کو پتھر مارتا پھرتا رہا۔

بالآخر بڑی مشکل سے اس کو قابو کر کے پیروں میں زنجیریں ڈال کر اس کا بوڑھا باپ آپ کی خدمت میں لایا اور اس کے لئے سفارش چاہی۔ آپ نے از راہ رحم معاف فرمایا۔ اور فرمایا کہ اس کو غسل دو اور نئے کپڑے پہناؤ اور زیارت مزار شیخ جمال الدین خنداں پر حاضری کروا کر میرے پاس لاؤ۔

اس کے باپ نے آپ کے حکم کے مطابق اس کو غسل دلا کر نئے کپڑے پہنا کر حضرت جلال الدین خنداں علیہ الرحمتہ کے مزار پر حاضری کروا کر آپ کی خدمت اقدس میں لے آیا۔ جب وہ آپ کے سامنے آیا تو خدا کے فضل و کرم سے صحت پا گیا۔ اور آپ کے دستِ مبارک پر بیعت سے مشرف ہو کر اپنے وقت کا عارف کامل ہوا۔

کرامت نمبر ۶ ☆ : حضرت مخدوم جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمتہ اللہ علیہ جب حج بیت اللہ شریف کے لئے حجاز مقدس تشریف لے گئے اور جدہ میں حضرت اماں حوا علیہم السلام کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو قبرستان میں چند لوگ ایک تابوت میں میت کو لے کر داخل ہوئے۔ تو آپ نے پوچھا یہ جنازہ کس کا ہے لوگوں نے کہا شیخ بدرالدین یمنی جو عرصہ تیس برس سے کعبتہ اللہ میں تھے۔ اب جدہ میں آئے تھے بعد نماز عصر انتقال ہو گیا۔

یہ سن کر حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان بزرگ کو ابھی دفن نہ کرو شاید زندہ ہوں۔ پس آپ کے کہنے پر جنازہ کو شہر میں لا کر ایک مسجد جو دریا کے کنارے تھی۔ اس میں لا کر رکھا نعش کو تابوت سے نکال کر بوریئے پر لٹایا۔ حضرت مخدوم نے تمام لوگوں کو نکال کر دروازہ مسجد کا بند کر دیا سب سے پہلے دوگانہ ادا کیا۔ بعد اس کے تلاوت میں مصروف ہو گئے جب آیت **يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ** پر پہنچے تو حضرت شیخ بدرالدین کے نعش کو حرکت ہوئی اور اٹھ کر

حضرت مخدوم کے دست و پا چومے۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں اپنے پاس سے کپڑے دیئے، کپڑے پہنا کر دروازہ مسجد کا کھول دیا۔اس کے بعد نماز ظہر کی اذان و جماعت ہوئی حضرت شیخ بدرالدین نے امامت کی۔ یہ کرامت دیکھ کر تمام اہل مدینہ آپ کی شرافت و سیادت اور کرامت کے معتقد ہو گئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصالِ باکمال ۸۱ برس کی عمر میں ۷۸۵ھ بمطابق 1384ء ۱۰ ذی الحج بروز عید الاضحیٰ بروز پیر ۲۵ جنوری کو ہوا۔

مزار پرانوار اوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

دربار شریف کے سجادہ نشین حضرت مخدوم سید سلطان جہانیاں ہیں جو بڑے اخلاق کے مالک اور مہمان نواز ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ درویش اور حلیم الطبع شخص ہیں فقیر راقم الحروف سے حد درجہ پیار کرتے ہیں۔ فقیر کے غریب خانے پر کئی مرتبہ تشریف لا چکے ہیں۔ جبکہ دربار اوچ شریف میں فقیر کو کئی مرتبہ حاضری کا شرف حاصل ہے۔ آپ کے دربار پر حضرت مخدوم سید سلطان جہانیاں کے ہاتھوں فقیر کی دستار بندی بھی ہوئی ہے۔ روز محشر وہ دستار فقیر کے جرموں پر پردہ ڈالنے کا سبب بنے گی۔ انشاء اللہ العزیز۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

شاہ ہمدان حضرت امیر کبیر سیّد علی ہمدانی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پروردۂ لطف رسول مدنی، آئینہ جلال و جمال حقانی، مظہر تامہ کمالِ انسانی، بحر اسرار و معدن حقائق و معارف، سلطانِ ملک بقاء، متصرف ولایت شرقی وغربی حضرت امیر کبیر سیّد علی ہمدانی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ قطب دائرۂ کائنات ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۷۱۴ھ بمطابق 1314ء کو ایک عارف کامل کے روحانی گھر واقع ہمدان جو شہر ترکستان سے ملحق ہے میں ہوئی، آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی فاطمہ تھا۔

آپ کا شجرہ نسب مختلف واسطوں سے ہوتا ہوا حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام بن امام المشارق والمغارب حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔

آپ نے بچپن ہی میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا، جبکہ دیگر علوم دینیہ کی تعلیم اپنے ماموں حضرت سیّدنا علاؤالدین سمنانی علیہ الرحمۃ سے حاصل کی۔ اور اُنہی سے تصوف کی تربیت بھی حاصل کی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سب سے پہلے حضرت شیخ ابوالبرکات تقی الدین علی علیہ الرحمۃ کے مرید ہوئے، اُن کے وصال کے بعد حضرت شیخ شرف الدین محمود مترقانی علیہ الرحمۃ سے رشتہ بیعت اختیار کیا اور اُنہی کے ارشاد پر سیاحتِ عالم کے لئے روانہ ہوئے اور اکیس سالوں میں تین مرتبہ مختلف ممالک کی سیر کی اور چودہ سو اولیائے کاملین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

اس دوران آپ نے حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ علیہ الرحمۃ سے بھی روحانی اسرار و رموز کی تعلیم حاصل کی اور سہروردیہ خاندان کے معروف صوفی بزرگ حضرت خواجہ ضیاء الدین ابونجیب علیہ الرحمۃ سے بھی فیوض و برکات حاصل کئے، اس طرح آپ کبروی اور سہروردی بھی کہلاتے ہیں۔

دوران سیاحت آپ کی ملاقات مرشد عالم شیخ حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیری سہروردی علیہ الرحمۃ سے ہوئی، جس کا تذکرہ آپ خود فرماتے ہیں کہ جب میری ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے اُن سے پوچھا کہ حضرت سالک کی رسائی مقام صمدیت تک ہو سکتی ہے یا نہیں۔

حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری علیہ الرحمۃ نے فرمایا آپ یہاں تشریف رکھیں، آپ کے سامنے ہی کسی روز عقدہ کھل جائے گا۔ اور راز منکشف ہو جائے گا۔

چنانچہ آپ چھ ماہ تک حضرت شیخ کی خدمت میں رہے آپ نے کچھ عرصہ بعد یہ محسوس کیا کہ آپ کی حاجت بشریٰ بالکل ختم ہو گئی ہے اور آپ پر وعقدہ کھل گیا ہے جس کی شکل آپ کے لئے پریشانی کا باعث تھی، یہ دیکھ کر آپ حضرت شیخ شرف الدین علیہ الرحمۃ کے گرویدہ ہو گئے۔ اور اُن سے بیعت کے لئے درخواست کی جو اُنہوں نے قبول کرتے ہوئے آپ کو اپنے دست مبارک پر بیعت فرمایا اور فیوض وبرکات کی دولت سے مالا مال کر کے آپ کو سہروردیہ سلسلہ میں خرقۂ خلافت بھی عطا فرما کر صاحب ارشاد و مجاز فرمایا۔

مرشدِ کامل حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری سہروردی علیہ الرحمۃ نے عطائے خلافت کے بعد آپ سے ارشاد فرمایا آپ نے جو کچھ حاصل کرنا تھا وہ کرلیا، اب آپ ہندوستان کے کونے کونے میں جائیں اور دین اسلام کی تعلیم وعرفان سے مخلوق خدا کے سینہ و دل روشن کریں۔

سیرت و کردار☆: آپ ایک باکمال صوفی اور عارف باللہ تھے، اس لئے آپ کا طریق تصوف درویشی تھا جس کا اہم مرحلہ عبادات ہے، اذکار و اوراد سے مقصود ریاضت ومجاہدہ نفس کیا، تاکہ درویش علائق دنیا سے ہٹ کر یادِ الٰہی میں مشغول رہنا سیکھے اور تصفیہ باطن، تزکیہ نفس اور تجلیہ روحانی کی منازل طے کرتا ہوا، طریق وسلوک کی چار دیواری میں قدم رکھے۔

آپ خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دیارِ روم میں میرا قیام تھا۔ ایک رات میں نے تہجد کے لئے اُٹھنے کا ارادہ کیا، سردیوں کی یخ بستہ رات تھی، وضو کرتے ہوئے سردی محسوس ہوتی تھی، مجھے میرے نفس نے مجبور کیا کہ اس گرم بستر میں سویا رہوں۔

میں نے اُسی وقت نفس کی سرکشی کو توڑنے کے لئے برف پر پیدل چلنا شروع کر دیا۔ پھر میں نے برف کو توڑا، اور اس کے پانی سے غسل کیا، پھر میں متواتر چالیس یوم تک اسی طرح غسل کرتا رہا، اس کے بعد میں نے سات سال تک تہمند باندھا کرتا نہیں پہنا اور کئی کئی دن فاقے سے گزار دیئے، اور اپنے آپ کو مجاہدہ میں اس قدر ڈالا کہ میں سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔

آخر ایک رات رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی تو انہوں نے مجھے لذیذ پکوان کھانے کا حکم دیا، اور مجھے میری نفس کشی پر مبارک باد دی، حالت بیداری کے بعد میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق اچھا کھانا کھایا، اس ریاضت ومجاہدہ سے میرے اندر انتہا درجے کی نفس کشی پیدا ہو گئی، پھر زندگی بھر شیطان نے مجھے بہکانے کی کوشش نہیں کی۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایسے امتحانات میں اللہ تعالیٰ کو اپنا اپنا قرب عطا فرمانا چاہتا ہے اس کو کامیاب کرتا ہے، ہر کس و ناکس اس امتحان میں پورا نہیں اُتر سکتا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کروا دے تو اس سے بڑی اور کیا سعادت ہو سکتی ہے۔

حج بیت اللہ کیلئے غیبی امداد و دستگیری☆: ایک مرتبہ آپ نے حج بیت اللہ کے لئے ارادہ کیا، دوران سفر آپ کے پاس جتنا زادِراہ تھا وہ ختم ہو گیا، اس صورتحال سے آپ قدرے پریشان ہوئے کہ اب حج پر کیسے جایا جا سکتا ہے، اگر حج پر نہ جائیں تو پھر بھی گھر واپسی کے لئے کیا انتظام ہو گا۔ پردیس میں کوئی واقف وآشنا بھی نہ تھا جس سے مدد طلب کرتے۔

اس پریشان کن صورتحال میں آپ نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی اے مالک میرے حق میں تو وہ بہتر کر جس میں تیری رضا اور خوشی ہو، اس کے بعد آپ مطمئن ہو کر ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے، اسی دوران آپ کی آنکھ لگ گئی۔

ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ ایک ضعیفہ نے آ کر آپ کو جگایا اور کہا ''اے امیر علی'' میں حج کے ارادے سے کافی مدت تک رقم جمع

کرتی رہی، جب رقم جمع ہوئی تو میں عمر کے اس حصے میں پہنچ چکی ہوں کہ حج کا سفر کرنے سے معذور ہوگئی ہوں، شاید اللہ کو میرا حج کرنا منظور نہیں میں اس معذوری کی بنا پر سخت پریشان تھی کہ ایک رات خواب میں مجھے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اپنی ساری جمع پونجی امیر علی کو دیدو کیونکہ اس کا زادراہ ختم ہوگیا ہے۔

اے امیر علی میں کافی عرصہ سے حجاز مقدس کو جانے والے قافلوں کو دیکھتی ہوں مگر مجھے تم نظر نہیں آئے، آج میری مراد بر آئی ہے اور تم مجھے نظر آ گئے لہٰذا یہ لو جمع پونجی جو میں نے حج کے لئے جمع کی تھی۔ تم حج پر جاؤ اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچ کر میرا سلام عرض کرنا اور کہنا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی ہے۔

واقعہ نمبر۲ ☆: ایک مرتبہ آپ کو سفر کے دوران اٹھائیس روز تک بھوکا پیاسا رہنا پڑا، کہیں سے پانی اور غذا میسر نہیں آئی، آپ نے بھی عہد کر لیا کہ کسی شخص سے بھی کوئی چیز طلب نہیں کروں گا، ایک مقام پر ایک شخص پانی کا کٹورا لے کر حاضر ہوا تو آپ نے اُس سے پانی لینے سے انکار کر دیا، وہ شخص واپس چلا گیا، آپ اپنی منزل کی طرف گامزن تھے کہ راستے میں پانی کا کنواں نظر آیا، پانی دیکھ کر پیاس کی شدت غالب ہوئی تو آپ نے کنویں میں چھلانگ لگائی اور پانی پی لیا۔

مگر جب باہر نکلنا چاہا تو نہ نکلا گیا، کیونکہ کنواں بہت گہرا تھا، یہ دیکھ کر آپ بہت پریشان ہوئے۔

اسی پریشانی میں تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص کہیں سے آ گیا، اُس نے اپنی پگڑی اتاری اور پگڑی کا ایک سرا کنویں میں بڑھا کر کہا، اس کو پکڑ لیں، آپ نے پگڑی کا سرا پکڑا، اور اس طرف آپ کنویں سے باہر آ گئے، آپ نے کنویں سے باہر آ کر اپنے اس محسن کا شکریہ ادا کرنا چاہا تو آپ کی حیرانگی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ وہ شخص آن کی آن میں غائب ہو گیا۔ آپ نے بہت تلاش کیا مگر بے سود آخر آپ نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد کے لئے شاید کوئی فرشتہ بھیجا تھا، جس نے اس مصیبت کے بحر بیکراں میں میری مدد کی تھی، آپ نے فوراً شکرانے کے نفل پڑھے۔

بادشاہ قدموں میں ☆: امیر تیمور اگرچہ ایک مسلمان بادشاہ تھا مگر اس کی طبیعت اور مزاج میں تکبر و فرعونیت اور تعصب کو بڑا دخل تھا، جوانی کے ایام میں وہ شہر کش کے مشہور و معروف صوفی بزرگ حضرت شیخ شمس الدین علیہ الرحمۃ کے ارادتمندوں میں شامل تھا، اور مختصر سی مدت میں بادشاہ کو روحانیت کے زعفران زار میں بڑا مرتبہ مل گیا۔

حضرت شیخ شمس الدین علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں تیمور کو بڑا مقام حاصل تھا، مگر حضرت کی نظر تلطف بادشاہ کی سنگدلی، تعصب اور سفاکی کو رحم دلی، تحمل اور رعیت نوازی میں نہ بدل سکی، تیمور کی شخصیت بڑی گھمبیر تھی، اُس میں تبدیلی یا انقلاب برپا کرنا بڑا مشکل کام تھا۔

یہ امیر تیمور کی سفاکی، خون آشامی اور شجاعت و بساعت ہی تھی جس سے وہ ایران جیسے وسیع و عریض ملک پر حکومت کر رہا تھا، اُس کی سلطنت دریائے والگا سے لے کر خلیج فارس اور دریائے جیحوں گنگ سے لے کر روم تک پھیلی ہوئی تھی، اس کا نہ کوئی وزیر تھا نہ ہی مشیر، امیر تیمور نے اپنے بڑے بڑے قومی دشمنوں کو زیر کر لیا تھا، اگر کوئی کہیں بادشاہ کے خلاف سر اٹھاتا تا۔ بادشاہ برق کی مانند اُس کے سر پر جا پہنچتا تھا۔ آٹھویں صدی ہجری کے آخر میں امیر تیمور ایران کی سلطنت کو تاتاریوں سے چھین کر وہاں کا مطلق العنان بادشاہ بن بیٹھا تھا۔

امیر تیمور کا معمول تھا کہ وہ رات کے وقت گھوڑے پر پورے شہر کا گشت کر کے اپنی رعایا کے حالات معلوم کیا کرتا تھا، اور دوسرے روز ان کے متعلق فیصلے بھی کیا کرتا تھا، ایک روز وہ حسب معمول شہر میں چکر لگا رہا تھا کہ اُس نے ایک غمناک آواز سنی۔ وہ اس آواز کی طرف متوجہ ہوا، وہ آواز ایک بڑھیا کی تھی جو رو رو کر بارگاہ ایزدی میں فریاد کر رہی تھی۔ اے رب العالمین ہمارے بادشاہ اور وزیر کو موت دے دے، اور قاضی شہر کی عمر دراز کر دے۔

بادشاہ اس حیرت انگیز دعا کو سن کر بڑا پریشان ہوا، اور کافی دیر تک سوچتا رہا کہ بڑھیا سے کس طرح معلوم کیا جائے کہ وہ بادشاہ اور وزیر سے کیوں اس قدر نالاں ہے کہ اُن کی موت چاہتی ہے، اور قاضی سے اس قدر خوش کیوں ہے کہ اس کی لمبی عمر کے لئے دعا گو ہے۔

کافی دیر بعد اُس نے بڑھیا کے دروازے پر دستک دی، جب بڑھیا نے دروازہ کھولا تو بادشاہ نے بڑی بیچارگی اور مسکینی سے پوچھا۔ اے نیک خاتون! میں ایک راہ گیر مسافر ہوں۔ میں نے تمہاری عجیب وغریب دعا سُنی ہے، کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ تم بادشاہ اور وزیر سے کیوں کبیدہ خاطر ہو جو اُن کی موت کی متمنی ہو اور قاضی شہر سے اتنی راضی کیوں ہو جو اس کی عمر درازی کی خواہاں ہو۔

اُس بڑھیا نے جواب دیا کہ اے اجنبی میں بادشاہ کی بیماری کی اس لئے خواہش مند ہوں کہ اگر بادشاہ بیمار ہوگا تو وہ وافر مقدار میں صدقۂ خیرات کرے گا، اور اُس کی خیرات سے میں اپنے غریب، بھوکے، بچوں کی روٹی کا سامان پیدا کروں گی، جس سے ہمارے چند دن بہتر گزر جائیں گے، وزیر کی موت کی اس وجہ سے خواہش مند ہوں، کہ وہ نہایت نیک سیرت انسان ہے، اور میں چاہتی ہوں کہ اس کا خاتمہ نیک اعمال پر ہو جائے اور وہ رب العالمین کے دربار میں اعلیٰ مقام پائے اور نجات حاصل کرے۔

اور قاضی شہر کی عمر درازی اس لئے چاہتی ہوں کہ وہ اپنی بداعمالیاں زیادہ سے زیادہ کر سکے تاکہ اس کا ٹھکانہ جہنم کے علاوہ کوئی نہ ہو اور قیامت کے روز اُس کو زیادہ سے زیادہ عذاب ملے۔

مسافر (بادشاہ) نے بڑھیا کی گفتگو سُن کر آبدیدہ ہو کر کہا اے نیک عورت! میں اس وقت تو تہی دست ہوں، میرے پاس صرف ایک تسبیح ہے تم وہ مجھ سے لے لو، اور اُس کو فروخت کر کے اپنے بچوں کے پیٹ بھرنے کا سامان کر لینا، اور اگر وقت نے مہلت دی تو میں تمہاری مدد ضرور کروں گا۔

یہ کہہ کر اجنبی مسافر (بادشاہ) چلا گیا، اُدھر بڑھیا وہ تسبیح لے کر اپنے ہمسائے کے پاس گئی، تاکہ اُس کی فروختگی کر سکے، اُس کے ہمسائے نے جو یوں تو سیّد تھا، مگر تھا پرلے درجے کا بخیل، اُس نے جب تسبیح کو دیکھا تو اُس کی رال ٹپک پڑی، بڑھیا تسبیح کی اصل قیمت سے ناآشنا تھی، کیونکہ تسبیح یاقوت، لعل، مرجان کی تھی، اور مذکورہ ہمسایہ کسی طرح اُس سے وہ تسبیح ہتھیانا چاہتا تھا، اُس نے بڑھیا کے ساتھ یہ چال چلی کہ یہ تسبیح تو میری ہے، جو کل چوری ہو گئی تھی، میں تو اس کی تلاش میں تھا، اب مجھے پتہ چلا کہ یہ تم نے چورائی ہے، میں اب تم پر مقدمہ کروں گا۔

وہ بڑھیا گھبرا گئی اور بولی میں بالکل بے قصور ہوں، یہ تسبیح تو مجھے ایک اجنبی نے دی ہے، میں نے ہرگز نہیں چرائی، اُس سیّد نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور کہنے لگا اچھا اگر تو نے تسبیح نہیں چرائی تو یہاں سے بھاگ جاؤ، میں تم پر اتنا ترس کھا لیتا ہوں کہ تمہیں عدالتوں

میں نہیں گھسیٹوں گا، بڑھیا نے اسی میں اپنی عافیت جانی اور اجنبی کو کوستی ہوئی اپنے گھر چلی گئی۔

اگلی رات امیر تیمور پھر حسب معمول گشت پر نکلا اور قصداً بڑھیا کے محلے میں آیا اور اُس نے بڑھیا کے گھر سے وہی دعائیں جس میں بادشاہ کی بیماری اور وزیر کی موت اور قاضی وقت کی درازی عمر کا ذکر تھا، بادشاہ نے بڑھیا کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، بڑھیا اُس کو دیکھتے ہی اُس پر برس پڑی اور اُس کے منہ میں جو آیا کہتی چلی گئی، جب اُس کا غصہ فرو ہوا تو بادشاہ نے اس کو اصل واقعہ سنانے کو کہا۔

بڑھیا نے بلاکم وکاست اپنے سیّد پڑوسی والا سارا واقعہ سنایا، بادشاہ کو بہت غصہ آیا۔ اُس نے بڑھیا کو بتایا کہ میں کوئی اجنبی نہیں بلکہ بادشاہ وقت ہوں اور میں نے تمہاری ضرورت پوری کرنے کے لئے اپنی قیمتی تسبیح تمہیں دی تھی، تاکہ تم اپنے بچوں کا پیٹ بھرنے کا سامان مہیا کرسکو، مگر تمہارے بخیل پڑوسی نے بڑی زیادتی کی ہے، لہٰذا اس کو اس کے کیئے کی سزا ضرور ملے گی۔

اگلے روز بادشاہ نے بڑھیا اور اس کے بخیل پڑوسی کو اپنے دربار میں طلب کیا، دربار میں تمام وزراء، امراء و دیگر مصاحب تشریف فرما تھے۔ بادشاہ نے بڑھیا کو حکم دیا کہ ساری روداد سناؤ، بڑھیا نے شروع سے آخر تک ساری بات دربار شاہی میں بیان کردی۔

اس کی روداد سن کر فیصلہ یہ کیا گیا کہ بڑھیا کو خاطر خواہ انعام دیا جائے جس سے وہ باآسانی بار زندگی اُٹھا سکے۔ اور اپنے بچوں کی کفالت بہتر طریقہ سے کرسکے۔ اور اس بڑھیا کے بخیل سیّد ہمسائے کو سزائے موت دی جائے۔ بلکہ اسی پر اکتفا نہ کیا گیا بلکہ اس علاقے میں جتنے سیّد گھرانے تھے اُن کو بھی نیست و نابود کرنے کا فرمان جاری کردیا گیا، اس طرح اُس کی اس غلط حرکت کی وجہ سے بہت سے سادات گھرانے لقمہ اجل ہوگئے۔

انہی سیّد گھرانوں میں ایک گھرانہ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی علیہ الرحمۃ کا بھی تھا، آپ کے لاتعداد مریدوں کے پیش نظر خطرہ لاحق تھا کہ اگر سیّد علی ہمدانی علیہ الرحمۃ پر ہاتھ ڈالا گیا تو ملک نقص امن کا شکار ہوجائے گا۔

امیر تیمور نے کافی سوچ بچار کی کہ کسی طرح کوئی جواز پیدا ہوجائے جس سے سیّد امیر علی ہمدانی علیہ الرحمۃ کو بھی ٹھکانے لگا دیا جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے، بادشاہ کافی مدت اُسی ادھیڑ بن میں مشغول رہا، ایک روز اُس کے ذہن میں عجیب سا خیال پیدا ہوا، جس سے اُس کی خواہش پوری ہوسکتی تھی، بادشاہ نے سوچا کہ امیر علی ہمدانی کی ولایت کا امتحان لیا جائے اور اگر وہ فیل ہوگئے تو اُن کو قتل کروا دیا جائے گا، اس طرح کوئی شخص انگلی بھی نہیں اٹھا سکے گا۔

چنانچہ بادشاہ نے ایک بکری چوری کرائی اور اُس کو ذبح کرکے پکوایا، پھر اُس نے حضرت سیّد علی ہمدانی علیہ الرحمۃ کو مریدوں سمیت کھانے پر مدعو کیا۔ بادشاہ کا خیال تھا کہ چوری کی ہوئی بکری جب آپ کھائیں گے اور اُس کے متعلق کچھ نہ جان سکیں گے۔ اس طرح آپ کی ولایت کے تمام پردے اُٹھ جائیں گے، اور اُن کا قتل کرنا آسان ہوجائے گا۔

دعوت کے روز حضرت امیر کبیر سیّد علی ہمدانی علیہ الرحمۃ اپنے مریدوں کے ہمراہ بادشاہ کے دربار میں تشریف لائے، دستر خوان بچھوا دیئے گئے، اور کھانا لگ گیا، ابھی کسی نے بھی لقمہ توڑا نہ تھا کہ ایک بوڑھی عورت روتی پیٹتی آئی اور بادشاہ سے فریاد کی، میں نے ایک بکری سیّد امیر علی ہمدانی کی نذر کے لئے پالی ہوئی تھی، اُس کو کسی نے چرا لیا ہے۔ اب میں کیا کروں اور کہاں سے بکری لاؤں، میں

تو حضرت سیّد امیر علی ہمدانی کے سامنے بہت شرمندہ ہوں۔

حضرت سیّد امیر علی ہمدانی نے بڑھیا سے کہا، تم اپنی بکری مجھے دے دو، تم زبان سے کہہ دو کہ میں نے بکری امیر علی ہمدانی کو دے دی تو وہ بکری مجھ تک پہنچ جائے گی، بڑھیا نے عرض کی حضور وہ بکری میں نے آپ کے نام کی۔

آپ نے فرمایا وہ بکری میں نے قبول کی۔

اس کے بعد آپ نے کھانا تناول کرنا شروع کر دیا۔ بادشاہ اس عجیب وغریب صورتحال سے سخت پریشان ہوا، اور ندامت میں غرق ہو کر آپ سے معافی کا طلب گار ہوا، اور اسی وقت آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر آپ کے ارادتمندوں میں شامل ہو گیا۔

امیر تیمور کا آپ سے سوال اور آپ کا جواب☆: ایک مرتبہ حضرت امیر کبیر سیّد علی ہمدانی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں امیر تیمور نے سوال کیا کہ حدیث شریف میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جتنی مرتبہ درود پڑھا جائے گا۔ اس کا دس گنا ثواب ہو گا۔ میں اس بات کی صداقت جاننا چاہتا ہوں کہ یہ کہاں تک سچ ہے۔

آپ نے فرمایا کہ تم شام کے وقت میرے پاس آنا میں تمہیں تمہارے سوال کا جواب دوں گا، آپ نے عصر کے بعد تمام نمازیوں سے بات کرتے ہوئے فرمایا تم میں سے جو بھی شخص بادشاہ کی دعوت کرنے کا خواہش مند ہو تو اُسے اجازت ہے۔

آپ کے حکم کے جواب میں فی الفور چالیس آدمی بادشاہ کی دعوت کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ جن کی دعوت آپ نے قبول کر لی، اُن تمام میں سب سے پہلے ایک بوڑھے غریب آدمی کے گھر حضرت سیّد امیر علی ہمدانی گئے وہاں کچھ تناول فرمایا پھر دوسرے گھر چلے گئے حتیٰ کے چالیس گھروں میں باری باری جا کر اُنہوں نے کھانا کھایا جس کسی کے گھر میں آپ گئے، وہاں لوگوں نے یہی دیکھا کہ امیر تیمور کھانا کھانے آیا ہے، اور کھانا کھا کر چلا گیا۔ تمام کھانوں سے فارغ ہو کر حضرت امیر کبیر سیّد علی ہمدانی علیہ الرحمۃ پر ایک غزل وارد ہوئی، غزل تحریر کرنے کے بعد آپ مسجد میں تشریف لائے تو اُس وقت عشاء کا وقت تھا لوگ مسجد میں جمع ہو رہے تھے، وہاں وہ لوگ بھی آئے جنہوں نے حضرت سیّد امیر علی ہمدانی علیہ الرحمۃ کی دعوت بھی کی تھی۔ وہ سب ایک دوسرے کو بتا رہے تھے کہ آج بادشاہ ہمارے گھر ہماری دعوت پر آیا تھا، سارے حیران تھے کہ جو وقت دوسرے نے بتایا اُس وقت تو بادشاہ ہمارے گھر تھا، دوسری جگہ کیسے ممکن ہے۔ اُس وقت بادشاہ تیمور بھی موقع پر موجود تھا، جو لوگوں کی گفتگو سماعت کر کے حیران وششدر ہو رہا تھا۔

آپ نے بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ان لوگوں سے ملو اور ان کی بات سنو، یہ کہتے ہیں کہ بادشاہ نے بیک وقت چالیس گھروں سے کھانا کھایا ہے، پھر فرمایا اے بادشاہ اگر ایک ادنیٰ انسان ایک وقت میں چالیس گھروں سے کھانا کھا سکتا ہے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو نبیوں کے تاجدار ہیں وہ درود شریف کیوں نہیں سُن سکتے، اور اُس کا جواب کیوں نہیں دے سکتے۔

بادشاہ بہت شرمندہ ہوا، اور زاروقطار رونے لگا اور وہ جو چالیس گھروں میں ایک غزل لکھی گئی تھی، اس کے اشعار کی تعداد بھی چالیس ہے، اُسے چہل اِسرار کے نام سے طبع کیا گیا ہے۔ چہل اسرار کا ایک نسخہ حضرت پیر سید سلطان علی شاہ ہمدانی مہتمم دارالعلوم چشتیہ ہمدانیہ نعیمیہ بھنگالی شریف میں موجود ہے، جس کا ذکر خود شاہ صاحب نے فقیر راقم الحروف سے کیا۔

اُس کے بعد سے اب تک بہت سے مشائخ وصوفیاء وعلماء کا معمول ہے کہ اُس کا ورد کرتے ہیں، اور اس سے فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔

بانیِ دینِ مسلمانی سیّدعلی ہمدانی المعروف بہ علی ثانی ☆: آپ کے دست مبارک پر بیعت ہونے سے قبل ایک مرتبہ امیر تیمور نے ایران پر یلغار کی تو آپ نے اپنے سات سو مریدوں کے ہمراہ ترک وطن کر کے کشمیر کی جانب ہجرت کی، اُن دنوں کشمیر پر شہاب الدین کی حکومت تھی، آپ چار ماہ کشمیر میں رہے وہاں سے آپ حج اکبر ادا کرنے کے لئے حرمین شریفین کی جانب روانہ ہوئے، حج کے بعد ۷۸۱ھ بمطابق 1379ء میں واپس کشمیر لوٹے، اس دوران آپ نے ترکستان، کونار (کافرستان) کے علاقوں کی سیاحت بھی کی۔

کشمیر کے قیام کے دوران آپ پانچوں وقت کی نمازیں دریائے جہلم کے کنارے ایک چوکور چبوترے پر ادا فرماتے تھے، بادشاہ وقت بھی اسی چبوترے پر ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے، اسی جگہ آپ لوگوں کو پند ونصائح فرماتے تھے۔

اس علاقے کے لوگ جہالت کی تاریکی میں غرق تھے، شریعت محمدیہ کے احکام وعلوم سے بےخبر لوگوں کو آپ نے شریعت کے احکام سکھائے، اسلامی تعلیمات کا نام ونشان تک نہ تھا۔ اسلامی تعلیمات کی عدم واقفیت کا یہ عالم تھا کہ سلطان قطب الدین نے بیک وقت دو حقیقی بہنوں سے نکاح کر رکھا تھا، اور کافروں کا لباس زیب تن کرتا تھا۔

آپ نے اپنی شبانہ روز کی محنت وجدوجہد سے تبلیغ واشاعت اسلام اور اصلاح احوال کا کام اس طرح کیا کہ اپنے رفقا اور مریدوں کو کشمیر اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں پھیلا دیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیرت انگیز کامیابیوں سے نوازا، اور چند مہینوں میں خطۂ کشمیر اسلام کے نور سے منور اور روشن ہوگیا۔

کشمیر میں آپ کے ہاتھ پر سات سو کے قریب افراد مرید ہوئے جن میں بعض لوگ سرکردہ حضرات اور علم وفضل میں یگانہ روزگار ہوئے۔ آپ نے جس حکیمانہ انداز میں دعوتِ حق دی۔ اُس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام تو عوام بادشاہ بھی آپ سے باقاعدہ اسلام کی تعلیمات حاصل کرتا تھا۔ آپ نے بادشاہ کا ایک نکاح منسوخ کروایا، اُس کو ہندوانہ لباس پہننے سے روکا، آپ نے بادشاہ کو اپنی ٹوپی ازراہ شفقت عطا فرمائی۔ جس کو وہ تاج کے طور پر پہنتا تھا اور پھر ایسا طرز عمل نکل پڑا کہ آپ کی عطا کردہ ٹوپی کئی سلسلوں تک بادشاہ استعمال کرتے رہے۔ حتیٰ کہ سلطان قطب الدین کی حاصل کی ہوئی ٹوپی اس خاندان کے آخری تاجدار فتح شاہ تک پہنچی، جب بادشاہ نے وفات پائی تو اس کی وصیت کے مطابق اس کے ساتھ ہی قبر میں دفن کر دی گئی۔ اسلام کی انہی خدمات کے صلہ میں مسلمانان کشمیر آج تک آپ کو بانیِ دین مسلمانی سیّدعلی ہمدانی المعروف بہ علی ثانی کے اعلیٰ القاب سے یاد کرتے ہیں۔

کشمیر میں دوسری اور تیسری مرتبہ ورودِ مسعود☆: آپ کی شخصیت علم، اخلاق اور اخلاص وروحانیت کے اعتبار سے اس قدر مؤثر تھی کہ سرزمینِ کشمیر میں آپ کی تین مرتبہ تشریف آوری اور مختصر قیام ہی کا نتیجہ ہے کہ یہاں اسلام نہ صرف پھیلا بلکہ لوگوں کے دلوں اور روحوں میں راسخ ہوکر ان کی فطرت اور سرشت بن گیا۔

چنانچہ مسلمانان کشمیر آج تک اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر الٰہی میں منفرد ذوق وشوق کے حامل ہیں۔

ایک مرتبہ کشمیر تشریف لائے تو آپ کو معلوم ہوا کہ سلطان شہاب الدین اور فیروز شاہ تغلق بادشاہ ہند میں لڑائی برپا ہے، اور سرزمین پنجاب میں دونوں کے درمیان سخت جنگ جاری ہے، آپ کو اس بات سے رنج پہنچا، مسافرت اور مہاجرت کے عالم میں اس وقت سفر اختیار کر کے پنجاب تشریف لائے اور اپنے علم واخلاق، اخلاص اور روحانی تاثیر سے ان کے درمیان صلح کرادی، اس طرح آپ نے اتنا بڑا کارنامہ انجام دے دیا، جسے بڑی بڑی طاقتیں اس آسانی سے انجام نہیں دے سکتیں تھیں۔

ارشادات وتعلیمات ☆: آپ فرماتے ہیں کہ روحانیت میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کے لئے ارادتمند کو تحقیق ومکارم اخلاق سے مزین ہونا پڑتا ہے، تب جا کر اعلیٰ مراتب حاصل ہوتے ہیں۔

نمبر۲ ☆: توبہ کے فوائد بیان کرتے ہوئے آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ پہلے انسان اپنی سابقہ کوتاہیوں، لغزشوں سے باز آکر سچے دل سے توبہ کرے پھر زہد کی طرف راغب ہو، یعنی جاہ ومال اور ناموس کی طلب بالکل چھوڑ دے، پھر توکل اللہ پر کامل یقین پیدا کرے اور اپنے اندر قناعت کا جذبہ اس حد تک پیدا کرے کہ تمام حیوان اور نفسانی صفات وخواہشات کو ترک کردے۔ یہاں سے ایک پگڈنڈی اعلیٰ وارفع مقام کی طرف جاتی ہے۔ جو انسان کو اللہ اور لوگوں کے نزدیک مقبول کر دیتی ہے، اور انسان کو دنیا میں وہ مقام حاصل ہو جاتا ہے جو بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوتا۔

نمبر۳ ☆: اللہ والوں پر تکالیف اور سختیوں کی وضاحت کرتے ہوئے آپ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت بیان فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمانا چاہتا ہے تو پہلے اس کو اوصاف بشری کی آلائشوں سے پاک کرتا ہے، اور جب تک وہ مکمل طور پر پاک وصاف نہیں ہو جاتا، وہ زہد وتقویٰ کے اعلیٰ درجوں پر فائز نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ جب اس کو روحانیت اور رفعت وبلندی عطا کرتا ہے تو پھر اس کو پے در پے آزمائشوں میں مبتلا کر دیتا ہے، کبھی اس کو مادی، کبھی جسمانی طور پر مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے، کبھی اس پر بلائیں نازل کر دیتا ہے، اور جب وہ بیقراری اور بے چینی کا پُر درد سوز ونالاں زبان پر لاتا ہے تو آسمان کے فرشتے اس کے عروج کی سرعت وتیزی کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ اور فرشتے اُس وقت خدا کی حکمت کے ادراک کو سمجھتے ہیں کہ اللہ پاک نے زمینی مخلوق کو کیوں پیدا کیا تھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے فرماتا ہے! اے میرے پیارے بندے تو نے ہماری بندگی کی، ہم نے تجھے پے در پے تکلیف میں مبتلا رکھا، مگر تو نے صبر کا مظاہرہ کیا۔ اب تیرے انعامات وصول کرنے کا وقت آگیا ہے کہ تو ہم سے انعامات حاصل کرے گا، جس کا تصور بھی دنیا والے نہیں کر سکتے، میں تجھے مقام ارفع عطا کروں گا۔

آپ فرماتے ہیں کہ بظاہر اللہ والے کو تکالیف اور مصائب کا شکار دیکھ کر لوگ انگشت نمائی کرتے ہیں کہ یوں تو یہ شخص بڑا پارسا عبادت گزار تھا، مگر اس پر خدا کا عذاب نازل ہو رہا ہے، تو اندر سے یہ شخص ضرور گناہ گار ہو گا۔

مگر وہ حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے ولیوں کو موت سے قبل جسمانی و دیگر تکالیف و عوارض کا شکار کر کے اُن کا حساب دینا میں ہی بے باک کرتا کہ آگے چل کر اُن سے کسی قسم کی پرستش نہ ہو، اور ان کو اگلی دنیا میں جو مقام ملتے ہیں دنیا والے اُن سے نہ صرف نا آشنا ہوتے ہیں بلکہ وہ اس مقام بُلند کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے، تبھی وہ نیک لوگوں کا مذاق اور ٹھٹھہ اڑاتے ہیں، کیونکہ اُن میں شعور نہیں ہوتا۔

نمبر ۴ ☆: ایک مرتبہ ایک درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زمانے کی تکالیف کی کشایت کی، آپ نے اُس کو تسلی وتشفی دیتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث سنائی۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنے برباد شدہ کاروبار اور بیماریوں و دیگر مصائب کا ذکر کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جن تکالیف پر تو شاکی ہے وہ تیرے لئے باعث رحمت و بخشش ہیں، ایک ماہر حکیم جب اپنے مریض کو دوا دیتا ہے تو ساتھ ہی اُسے پرہیز کی بھی ہدایت کرتا ہے اور اگر مریض پرہیز نہ کرے تو پھر دنیا میں کوئی مریض اچھا بھی نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح قانون خداوندی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کو اونچا مرتبہ عطا کرنے لگتا ہے تو اُس وقت اس کو بہت سی تکالیف میں مبتلا کر دیتا ہے، اور اس کا حساب اسی دنیا میں ہی کر لیتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی تکلیف آئے اسے خوشی کا پیغام سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ گلشن میں خزاں کا آنا ہی امید بہار دلاتا ہے۔

کرامت ☆: ایک دفعہ ایک ہندو ساھو سے آپ کا واسطہ پڑ گیا۔ اُس نے آپ سے کہا اگر آپ اپنے آپ کو خدا کے اتنا قریب سمجھتے ہیں تو کوئی حیرت انگیز کرامت یا کرشمہ دکھائیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا میاں سادھو میں ایک غریب الوطن مسافر ہوں میں تمہیں کیا کرامت دکھاؤں، تم ہی کوئی کرامت دکھادو۔

آپ کی بات سن کر ہندو سادھو شیخی میں آ گیا، اُس نے بتوں کو دیکھا تو وہ بت ناچنے لگے، آپ نے جب بتوں کو ناچتے دیکھا تو قریب کھڑے ہوئے مرید سے فرمایا کہ اپنے پاؤں سے جوتے اتار دو، اس نے جوتے اتار دیئے، تو وہی جوتے اُڑ اُڑ کر اُن بتوں کے سروں پر برسنے لگے۔ سادھو نے دیکھا تو فوراً تائب ہو گیا اور کلمہ پڑھ کر اپنے رفقاء سمیت مسلمان ہو گیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۶ ذی الحج ۷۸۶ھ بمطابق 1384ء کو ہوا۔ وصال کے بعد مریدین میں اختلاف پیدا ہوا کہ کوئی آپ کو کشمیر میں دفن کرنے کے خواہش مند تھے۔ کوئی آپ کو آپ کے وطن لے جانا چاہتے تھے۔

چنانچہ ایک بزرگ نے فیصلہ کیا کہ جس علاقہ کے لوگ اس تابوت کو اٹھالیں گے وہی اپنے علاقہ میں لے جائیں گے، سب نے کوشش کی، مگر کسی علاقہ کے لوگ بھی تابوت نہ اٹھا سکے، آخر شیخ قوام الدین بدخشی وغیرہ نے تابوت اٹھالیا، وہ آپ کو کوہستان پر اتر کے علاقہ سے راستے ختلان لے گئے وہیں آپ کا مزار پُر انوار ختلان ملک ترکستان، نوآزاد اسلامی ریاستوں میں مرجع انام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ حسن المعروف شیخ کٹہ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: سلطان الطریقت، گنج حقیقت، برہان شریعت، تاج الاولیاء، شیخ الاولیاء، حضرت شیخ حسن المعروف شیخ کٹہ متی زئی خلیل انصاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ آپ شاہ ملک تفرید و تجرید ہیں۔

آپ معروف صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پاک سے ہیں۔آپ کا شجرہ نسب ذیل ہے۔

شیخ حسن المعروف شیخ کٹہ بن شیخ یوس بن شیخ متی بن عباس بن عمر بن خلیل بن ابراہیم بن شہاب الدین محمود بن شمس الدین بن خلیل بن لقمان بن خداداد بن منصور بن محمد بن احمد بن جابر بن ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ۷۸۸ھ بمطابق ۱۳۸۶ء کی عظیم علمی وروحانی شخصیت تھے،شعروادب،تاریخ وعرفان کے بلند مراتب پر متمکن ہی نہ تھے بلکہ اپنے وقت کے روحانی و باطنی پیشوا اور غوث زماں تھے۔

حضرت خواجہ یحییٰ کبیر، حضرت شیخ علی لواغوی اور خوشحال خان خٹک آپ کے ہمعصر تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں شیخ الاسلام والمسلمین حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے،اور اُنہی کے ہاتھوں خرقۂ خلافت پاکر سرفراز ہوئے۔

آپ کی خاندانی عظمت و بزرگی ☆: آپ کی والدہ محترمہ قوم زمند سے تھیں ان کا اسمِ گرامی بی بی مراد بخت تھا یہ خاتون انتہادرجہ کی عابدہ زاہدہ عارفہ کاملہ تھیں۔

آپ کے والدگرامی حضرت شیخ یوسف علیہ الرحمۃ بھی اپنے وقت کے بہترین شیخ کامل اور اپنے والدگرامی کی زیارت کے سجادہ نشین تھے۔

آپ کے دادا بزرگوار حضرت شیخ محمود المعروف شیخ متی علیہ الرحمۃ بھی اپنے زمانے کے جلیل القدر عارف واکمل اور صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے، یہ بزرگ قلات بابا کے نام سے بھی معروف ہیں،ان کا مزارپُر انوار قلات غلزئی کی اونچی پہاڑی پر مرجع انام ہے۔

آپ کے دو سگے بھائی حضرت شیخ کاکا،اور حضرت شیخ بابا علیہم الرحمۃ بھی چوٹی کے ولی کامل اور عارف تھے۔

آپ کے سوتیلے بھائیوں شیخ یعقوب، شیخ الیاس المعروف اجو اور ابو سعید کے نام ملتے ہیں۔

ازواج واولاد☆: آپ نے تین شادیاں کیں، جن میں سے پہلی بیوی بی بی زیتون کے بطن سے دو صاحبزادے حضرت شیخ سلطان اور شیخ ثابت تھے۔

دوسری زوجہ محترمہ سے بھی خدا نے دو صاحبزادے ملک باجی، اور حاجی سلیمان عطا فرمائے۔

جبکہ تیسری زوجہ کے بطن حضرت شیخ محمود المعروف بہ شیخ ممسی جن کا نام تاریخ پشاور میں لکھا گیا، آپ کے متذکرہ صاحبزادے اپنے اپنے دور کے عارف کامل ہو گزرے ہیں۔

آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ محمد سلطان کے چار صاحبزادے تھے، جن میں حضرت شیخ میرداد علیہ الرحمۃ اپنے زمانے جلیل القدر بزرگ تھے، ان کی اولاد پشین کے میردادزئی کہلاتی ہے۔

آپ کی قلمی خدمات☆: آپ نے ایک کتاب ''ترغونی پستالہ'' لکھی تھی جس میں پستون بزرگان ومشاہیر بزرگوں کا تذکرہ درج ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۷۸۸ھ بمطابق 1386ء کو ہوا، مزار پُر انوار پشین صوبہ بلوچستان میں مرجع خلائق عام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ مسعود غازی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: غازی اسلام، مجاہد دین وملت، امیر طریقت ماہتاب شریعت حضرت شیخ مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کا آبائی وطن آوان کاری (آوان زاہد) ضلع گجرات ہے آپ توحید پرست بزرگ اور اپنے زمانہ کے عظیم ولی کامل ہیں۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے ایک جنگ میں بہادری اور شجاعت کے وہ جوہر دکھائے جس سے لشکر اسلام کو فتح ہوئی جس کی بناپر فوج کے سپہ سالار نے آپ کو غازی کا لقب دیا۔

آپ اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں تقریباً ۱۰۹۹ء میں اپنے علاقہ سے ہجرت کر کے علاقہ پوٹھوار سوہاوہ میں تشریف لائے تھے اور حجہ رجوعہ کے مقام پر قیام فرما کر عبادت وریاضت میں مشغول ومصروف ہوگئے۔ عالمگیری فوج کے بے شمار سپاہی جن میں ہنود بھی شامل تھے اکثر وبیشتر حجہ رجوعہ میں آپ کی زیارت وملاقات کیلئے آیا کرتے تھے۔

بیعت وخلافت ☆: حجہ رجوعہ کے قیام کے زمانے میں ایک مرد قلندر حضرت سیام الدین نامی بزرگ جو سلسلہ سہروردیہ میں حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے حضرت پیر صدر الدین سہروردی کے مرید تھے۔ آپ کی ملاقات ان سے ہو گئی۔ اور آپ ان کے دست حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے۔

حجہ رجوعہ سے ڈومیلی آمد ☆: آپ حجہ رجوعہ سے ہجرت فرما کر ڈومیلی تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم میں تشریف لے آئے اور سلسلہ رشد وہدایت جاری فرما کر خدمت خلق اللہ میں مصروف ہوگئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال آٹھویں صدی ہجری کو ہوا۔ آپ کا مزار پُر انوار موضع ڈومیلی تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم کے قبرستان کے ساتھ ایک وسیع اور کشادہ مقام پر خوبصورت گنبد کی شکل میں مرجع خاص وعام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت آج بھی فیوض وبرکات حاصل کر رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مخدوم سید محمود ناصر الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قطب آسمان ولایت، آفتاب آسمان طہارت و پاکیزگی، آئینہ جمال و جلال حقانی، مظہر تامہ کمال انسانی، معدن گنجینہ علوم لدنی۔ پروردۂ لطف رسول مدنی حضرت مخدوم سید محمود ناصر الدین سہروردی بخاری رحمتہ اللہ علیہ سلطان ارباب مشاہدہ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت گیارہ ربیع الثانی ۷۳۴ھ ہجری بمطابق ماہ دسمبر 1333ء کو حضرت مخدوم جلال الدین المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی علیہ الرحمتہ کے گھر اوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں ہوئی۔

آپ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سرخ بخاری سہروردی علیہ الرحمتہ کے بڑے فرزند اکبر و جانشین ہیں آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر اپنے والد گرامی اور دادا بزرگوار سے حاصل کی۔ جو اس زمانے کے بہت بڑے عالم و عارف و کامل تھے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں اپنے چچا بزرگوار حضرت سید مخدوم صدر الدین راجو قتال سہروردی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے اور انہی سے خرقہ و خلافت پا کر صاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ اعلیٰ درجہ کے عبادت گزار پابند تہجد اور اپنے بزرگوں کے عطا کردہ اوراد و وظائف کو ہر حال میں پورا کرتے۔ شریعت و طریقت پر سختی سے عمل پیرا رہے۔ ہمہ وقت عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔ قرآن کریم کی تلاوت نہایت ہی خوش الحانی سے کرتے کہ چلتے راستے کا مسافر بھی آپ کی تلاوت کو سنتا تھا۔

مساکین و یتیم و غریب اور بیوہ گان کی دل کھول کر امداد فرماتے اور اسے عبادت کا حصہ سمجھتے تھے سلطان حسین لنگاہ (نواب ملتان و اوچ شریف) آپ سے بے حد عقیدت و محبت رکھتا تھا۔ جس کی وجہ سے کثیر تعداد میں لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

شادی و اولاد ☆: اللہ کریم نے آپ کو کثیر الاولاد بنایا۔ آپ کے بیٹوں کی تعداد ۲۵ ہے اسی وجہ سے آپ نر ناصر الدین مشہور ہوئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۹ شوال المکرم ۸۱۵ھ ہجری بمطابق 1412ء کو ہوا۔ آپ کو آپ کے عظیم والد گرامی کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ مزار پر انوار اوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو آپ کے دربار پر حاضری کا کئی مرتبہ شرف نصیب ہوا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مخدوم سید حامد کبیر بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فخر السادات بخاری، پروردہ آغوش ولایت، شمس المشائخ، شہباز طریقت، برہان شریعت حضرت مخدوم سید حامد کبیر بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ صاحب تجرید وترک ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت حضرت مخدوم سید ناصر الدین بن حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری سہروردی علیہ الرحمتہ کے گھر اوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں ہوئی۔

آپ کا اصل نام سید کبیر الدین اسماعیل ہے مگر آپ نے سید حامد کبیر کے نام سے شہرت پائی۔ آپ اپنے دادا حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری سہروردی علیہ الرحمتہ کے لاڈلے تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاں آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔ سفر وحضر میں آپ کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ آپ کی تمام تر تربیت آپ کے دادا بزرگوار نے اس انداز سے فرمائی کہ آپ پورے خاندان کا افتخار ثابت ہوئے۔

آپ نے فقہ حدیث اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت مخدوم سید ناصر الدین بخاری سہروردی علیہ الرحمتہ سے مکمل کی۔ آپ علوم دینیہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ تفسیر وحدیث اور فقہ پر آپ کو خاصی مہارت تامہ حاصل تھی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں اپنے عظیم دادا بزرگوار حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر صاحب ارشاد ومجاز ہوئے۔

جب حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمتہ کا وصال باکمال ہو گیا تو آپ کی باطنی اور روحانی تربیت آپ کے چچا حضرت مخدوم سید صدر الدین راجو قتال سہروردی علیہ الرحمتہ نے اپنے ذمہ لے لی اور آپ کو بڑے ہی احسن انداز میں سلوک معرفت کی منازل طے کرائیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو ولایت میں بلند مرتبہ حاصل تھا۔ آپ صاحب کشف وکرامات بزرگ ہوئے ہیں۔ لاتعداد کرامات آپ سے منسوب ہیں۔

کرامت ☆: آپ کا معمول تھا کہ آدھی رات کے وقت اپنے جد بزرگوار اور شیخ کامل حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمتہ کے مزار پر انوار پر حاضری کے لئے تشریف لے جاتے۔ چونکہ دربار شریف کو عام طور سے معمول کے مطابق تالا لگا ہوا ہوتا تھا۔ آپ اپنی انگشت شہادت تالے کی طرف کرتے تو تالا کھل جاتا تھا جب اپنے معمولات سے فارغ ہو کر دربار شریف سے باہر تشریف

لاتے تو پھر انگلی کا اشارہ کرتے تو تالا خود بخود بند ہو جاتا تھا۔

کافی دن تک آپ کا یہ معمول رہا ایک دن ایک مجذوب نے یہ سب ماجرا دیکھا تو اس نے آپ کے چچا بزرگوار حضرت سید مخدوم سید صدر الدین شیخ راجو قتال سے آنکھوں دیکھا حال بیان کر دیا۔

آپ کو بنور باطن بذریعہ کشف اس بات کا علم ہو گیا کہ اس مجذوب نے حضرت شیخ راجو قتال سے اس بات کا ذکر کر دیا ہے۔

چنانچہ آپ سبق پڑھنے اور روحانی توجہات و برکات سے مستفید ہونے کیلئے ان کے پاس نہ گئے۔ تو حضرت شیخ راجو قتال نے آپ کی غیر حاضری کو سمجھ لیا اور آپ کو پاس بلا کر شفقت و محبت سے پیش آئے اور نہایت ہی اعزاز و اکرام سے نوازا۔

صاحبزادوں کی بعد از وصال مشکل کشائی ☆: آپ کے دو فرزند ارجمند تھے۔ ایک سید عبد الشکور اور دوسرے سید عبد الغفور ہر دو حضرات ظاہری و باطنی کمالات کے مرجع اور جامع علوم شریعت و طریقت سے عالم و فاضل اور کامل و اکمل تھے۔ دونوں صاحبزادے آپ ہی کے دست مبارک پر بیعت تھے اور آپ ہی سے صوری و معنوی تربیت پائی۔

آپ نے وصال والے دن اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلا کر خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میرے بعد جب بھی تمہیں کوئی مشکل پیش آئے میری قبر کے پاس آ کر مجھے بتانا اس کا درست حل مل جائے گا۔

چنانچہ آپ کے وصال کے بعد ایسا ہی ہوا کہ جب بھی کبھی آپ کے دونوں صاحبزادوں کو کوئی مشکل یا مہم پیش آتی وہ آپ کی قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر بتاتے تو فوراً ہی جواب مل جاتا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۷ ربیع الاول ۸۲۵ھ بمطابق 1421ء کو ہوا۔ آپ کا مزار پر انوار اپنے دادا اور والد گرامی کے پہلو میں مدینۃ السادات اوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

نواب غازی محمد خان والئی ڈیرہ غازی خان آپ کا حد درجہ معتقد تھا اس نے بڑی عقیدت و محبت سے آپ کا مزار پر انوار تعمیر کرایا۔ جو کہ ایک عظیم یادگار ہے۔

فقیر راقم الحروف کو آپ کے مزار پر انوار پر بارہا حاضری کا شرف حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید صدر الدین المعروف راجن قتال بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: متصرف بہ تصرفات، صاحب کشف وکرامات، غریق در بحر توحید ومعرفت، خورشید ولایت، پیشوائے جمیع اہل کمال، سلطان ملک بقا، حضرت مخدوم سید صدر الدین بخاری المعروف راجو قتال سہروردی رحمتہ اللہ علیہ قطب الحق والیقین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲۶ شعبان المعظم ۸۳۷ھ بمطابق 1232ء کو سلطان العاشقین حضرت سید احمد کبیر بخاری سہروردی علیہ الرحمتہ کے گھر اوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں ہوئی۔

آپ حضرت سید احمد کبیر بخاری سہروردی کے فرزند و جانشین اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی علیہ الرحمتہ کے پوتے اور حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری سہروردی شیر شاہ جلال قطب کمال کے پڑپوتے ہیں۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد گرامی حضرت سید احمد کبیر سہروردی بخاری علیہ الرحمتہ سے مکمل کی اور ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد آپ اپنے دادا بزرگوار حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی علیہ الرحمتہ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ جنہوں نے آپ کی روحانی تربیت مکمل کی اور سلوک ومعرفت کی منازل طے کرائیں۔

آپ کے بارے حضرت سید مخدوم جہانیان جہاں گشت علیہ الرحمتہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ خالق حقیقی نے ہم کو امور خلقت میں مشغول کیا اور برادر عزیز صدر الدین رحمتہ اللہ علیہ کو اپنی ذات کے عشق میں مستغرق کر رکھا ہے۔ آپ انتہائی سیف زبان تھے۔ زبان ترجمان سے جو فرماتے ویسا ہی ہو کے رہتا تھا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں اپنے والد بزرگوار حضرت سید احمد کبیر بخاری سہروردی علیہ الرحمتہ کے مرید وخلیفہ وجانشین تھے۔ اس کے علاوہ اپنے بڑے بھائی حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی علیہ الرحمتہ سے بھی آپ کو خرقہ خلافت واجازت حاصل تھا۔

القابات ☆: آپ راجن اور قتال کے القابات سے مشہور ہوئے ہیں۔ آپ کے لقب راجن کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے

کہ تمام اہل شہر کے دلوں پر آپ کی روحانی حکومت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ اور اوچ شریف اور گردونواح کے لوگ خود کو آپ کی رعایا کہلوانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ اس لئے راجن (یعنی بادشاہ) آپ کا لقب پڑ گیا جو آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔

لفظ قتال کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ آپ درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے کہ چڑیوں کے ایک غول کی چوں چوں نے آپ کے آرام میں خلل پیدا کیا۔ تو آپ غصے میں آ کر بولے مویاں مردیاں نمیں (سرائیکی بمعنی مر بھی نہیں جاتیں)۔ آپ کی زبان ترجمان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ چڑیاں مر مر کر نیچے گرنے لگیں۔ اس روز سے آپ قتال مشہور ہو گئے اور یہ لفظ بھی آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔

سیرت و کردار☆: آپ انتہا درجہ کے متقی و پرہیزگار پابند شریعت و طریقت بزرگ ہوئے ہیں۔ ہمہ وقت عبادت و ریاضت و مجاہد میں مست و مستغرق رہتے تھے۔ آپ کے متعلق مشہور ہے کہ حد سے زیادہ مجاہد نفس اور عبادت و زہد اوراد و وظائف پر سختی سے عمل پیرا ہونے کی وجہ سے طبیعت میں شان جلالی پیدا ہو گئی تھی۔ اگر کوئی شخص طریقت و شریعت کی ذرا بھی خلاف ورزی کرتا ہوا پایا جاتا تو آپ سختی سے اس کا محاسبہ فرماتے تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کر لے۔

آپ خدا کی ذات میں اس قدر مست و مستغرق تھے اس کے سوا کسی کو جانتے نہ تھے۔ مخلوق سے بالکل کنارہ کش رہتے تھے۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے اپنی نگاہ ولایت سے تیس لاکھ چالیس ہزار غیر مسلموں کو کلمہ پڑھا کر مشرف بہ اسلام کیا تھا۔

ایک مرتد کا تعاقب☆: حضرت سید جلال الدین حسین المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی علیہ الرحمتہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بادشاہ دہلی کی طرف سے نواہوں نام کا ہندو جو اوچ شریف کا حاکم تھا عیادت کے لئے آیا اور عرض کی میں صدق دل سے مسلمان ہو گیا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ جس طرح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کا خاتمہ ہے اسی طرح آپ کی ذات والا صفات پر ولایت کا خاتمہ ہے۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمتہ نے جب اس کی یہ بات سنی تو آپ سے فرمایا تم نے سنا اس شخص نے کیا کہا؟ اس نے اس وقت اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کیا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت کا اقرار کیا ہے۔ اور شریعت مقدسہ کے حکم کے مطابق ایک مسلمان اگر مرتد ہو جائے تو واجب القتل ہوگا۔ آپ نے فرمایا حضور میں نے سن لیا ہے اور حاضرین مجلس گواہ ٹھہرے۔

جب حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمتہ کا وصال با کمال ہوا تو نواہوں حاکم اوچ اکثر و بیشتر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی حضور یہ شخص بہت مکار اور چالاک ہے اس نے کئی مرتبہ مسلمان ہونے کا اقرار کیا مگر یہ شریعت مطہرہ کی پابندی نہیں کرتا اور نہ ہی ہمارے ساتھ مل کر نماز پڑھتا ہے۔

آپ نے اس حاکم سے کہا کہ تم مسلمان ہو چکے ہو احکام اسلام تم پر لاگو ہیں۔ لہٰذا دین اسلام کے قواعد کا احترام تم پر فرض ہے اور

اعلانیہ طور پر شریعت مطہرہ کی پابندی کرو اور نماز میں بھی شریک ہو۔ اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور اوچ شریف سے دہلی پہنچ کر بادشاہ سے آپ کی شکایت اور مخالفت کی اس وقت بادشاہ کے پاس دوسرے ہندو ملازمین بھی موجود تھے وہ مشتعل ہو کر کہنے لگے کہ اگر اس طرح جبراً مسلمان بنانے کی خبر ملک میں پھیل گئی تو بدامنی کا اندیشہ ہے۔

آپ حضرت مخدوم جہانیاں کی تدفین وتکفین اور دیگر مراحل طے کرنے کے بعد اس مقدمہ کے تصفیے کے لئے چشم دید گواہوں کے ہمراہ دہلی تشریف لے گئے۔ جب سلطان کو آپ کی آمد کی خبر ملی تو علماء کو اکٹھا کیا اور ان سے مشورہ لیا اور کہا کہ اس مسئلہ کے بارے میں ایسا فتویٰ دیں کہ حاکم اوچ شریف بھی بچ جائے اور حضرت سید صدر الدین راجو قتال بھی قبول کر لیں۔ اس محفل میں موجود قاضی عبدالمقتدر کے بیٹے شیخ محمد جو ایک تیز طبع نوجوان تھا نے سلطان سے کہا کہ آپ جب سید راجن قتال کے استقبال کے لئے شہر سے باہر جائیں تو ان کے استقبال اور سلام دعا باہمی تعلقات کے حال احوال کے بعد ان سے پوچھیں کیا آپ نواہوں کافر کے مقدمہ کے فیصلہ کے لئے تشریف لائے ہیں؟ پس اگر وہ فرمائیں جی ہاں۔ تو پھر ہم ان سے دوران بحث کہیں گے آپ نے خود اسے کافر کہا ہے تو پھر اس پر حد شرعی کس طرح نافذ ہو سکتی ہیں۔ قاضی شیخ محمد کی یہ بات سلطان کو بہت پسند آئی۔ سلطان جب آپ کے استقبال کے لئے شہر سے باہر گیا اور آپ تشریف لائے دونوں کی ملاقات ہوئی اور حال احوال کے بعد سلطان نے آپ سے پوچھا کیا آپ نواہوں کافر کے مقدمہ کفر کے حل کے لئے تشریف لائے ہیں؟

تو آپ نے جواباً فرمایا کہ میں کافر کے لئے نہیں بلکہ ایک مسلمان کے لئے آیا ہوں جو مرتد ہو چکا ہے۔ اور اس نے ہمارے اور دوسرے گواہوں کے سامنے اسلام قبول کرنے کا اقرار کیا ہے۔

چنانچہ بادشاہ کے دربار میں پہنچ کر علمائے شہر کے سامنے جب نواہوں کا مقدمہ پیش ہوا تو قاضی القضات نواہوں کی وکالت کرتے ہوئے کہنے لگا کہ نواہوں نے دلی ارادہ سے اپنی زبان سے اسلام کا اقرار نہیں کیا۔ اور اس کے اسلام قبول کرنے کا شرعی ثبوت کوئی نہیں ہے تو آپ اس پر حکم شرعی کیسے اور کس دلیل سے لگا رہے ہیں۔

قاضی کی بات سن کر آپ جلال میں آ گئے اور اسے تیز نظر سے دیکھ کر فرمایا مجھے تمہاری باتوں سے دیانت کی بو نہیں آ رہی ہے جاؤ قضا تمہارے سر پر آ چکی ہے اور تم سفر آخرت کے لئے تیار رہو اور اپنے کفن دفن کا انتظام کرو۔

اس کے فوراً بعد ہی قاضی کے پیٹ میں درد ہوا لوگ اسے اٹھا کر اس کے گھر چلے گئے تو وہ قریب الموت تھا۔ قاضی عبدالمقدور اپنے بیٹے کا قصور معاف کرانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پوری نیازمندی سے عرض کیا حضور میرا یہی ایک بیٹا ہے اگر آپ مجھے بخش دیں تو آپ کی عنایت ہوگی آپ نے فرمایا کہ اب کیا ہو سکتا ہے؟ وہ تو دنیا سے چلا گیا۔ مگر آپ کو خوشخبری ہو کہ اس کی اہلیہ حاملہ ہے جس سے ایک بیٹا پیدا ہوگا وہ متقی اور پرہیزگار اور علوم ظاہری و باطنی سے مالا مال ہوگا۔ ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ قاضی

عبدالمقدور کے خادموں نے آ کر اطلاع دی کہ آپ کا بیٹا دنیا چھوڑ کر رخصت ہو چکا ہے۔

پھر آپ کے فرمان کے مطابق شیخ محمد کی حاملہ اہلیہ نے چند ماہ بعد ایک بچے کو جنم دیا جس کا نام ابوالفتح رکھا گیا وہ متقی و پارسا اور دیندار رہا۔

ادھر ہندو حاکم اوچ نواہوں کو ہر چند کے بادشاہ امراء اور آپ نے اسلام قبول کرنے کی نصیحت کی مگر اس نے انکار کر دیا۔ بالآخر اس کی گردن اڑا دی گئی۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے خلفا نے اشاعت اسلام کی کاوشوں میں کافی شہرت حاصل کی جن میں سے آپ کے چند ممتاز خلفا کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ حضرت قطب العالم گجراتی سہروردی، حضرت شیخ کبیر الدین اسماعیل المعروف شیخ حامد کبیر سہروردی حضرت حاجی سید عبدالوہاب شاہ داؤد قریشی سہروردی، شیخ اسماعیل قریشی سہروردی سید احمد مخدوم جہاں شاہ سہروردی علیہم الرحمتہ والرضوان والغفران۔

وصال با کمال☆: آپ کا وصال با کمال ۱۹۲ برس کی عمر میں ۱۶ جمادی الثانی ۸۲۷ھ بمطابق 1424ء کو ہوا۔ مزار پر انوار اوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کو بارہا آپ کے در کی حاضری کا شرف نصیب ہوا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ یحییٰ کبیر غرغشی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قدوہ ارباب کمال، زبدۂ اصحاب قال وحال، جامع کمالاتِ انسانی، معدن فیوضات رحمانی، صاحب کشف و کرام عالی مرتبت، حضرت خواجہ سیّد یحییٰ کبیر غرغشی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ قطب زماں اور مرشد دوراں تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت کوہ سلیمان کے مضافات میں شہر علی کے مقام پر ۷۰۷ھ بمطابق 1307ء کے اوائل میں حضرت خواجہ سیّد محمد الیاس بن سیّد محمد بختیار بن حضرت سیّد ابی اسحاق علیہم الرحمۃ کے علمی و روحانی گھرانے میں ہوئی، آپ غرغشت قبیلہ کے سادات سے ہیں جو علاقہ شیرانی وادی ژوب میں آباد ہے۔

بچپن ہی میں ولایت کے آثار آپ میں موجود تھے، رمضان المبارک کے روزے رکھتے تھے، عام بچوں کی طرح کھیل کود میں وقت کو ضائع نہ کرتے تھے، ابھی جوانی کی حدوں کو چھوا بھی نہ تھا کہ دینی علوم کی تکمیل کر لی، اور جوانی میں ہی معنوی اور روحانی فضیلتوں کے کمال تک رسائی حاصل کر لی تھی۔ علوم ظاہریہ و باطنیہ کی تکمیل کے فوراً بعد جب مرشد کامل کی طلب و جستجو ہوئی تو رات کو خواب سرورِ عالم نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، جس میں آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت سیّد جلال الدین حسین سہروردی ثمہ اُچوی علیہ الرحمۃ آپ کے مرشد ہیں، لہٰذا آپ اُن کے دستِ مبارک پر بیعت کر لیں۔

جب صبح کو بیدار ہوئے اور عازم بہاولپور اُوچ شریف ہونا چاہتے تھے کہ اتفاق سے حضرت مخدوم سیّد جلال الدین حسین المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی علیہ الرحمۃ ایران اور سیستان کے سفر سے واپسی پر شہر علی پہنچے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ کو جب یہ پتہ چلا کہ حضرت سیّد مخدوم جہانیاں جہاں گشت شہر علی میں تشریف لائے ہوئے ہیں تو بے تابانہ انداز میں ملاقات کے لئے چل دیئے۔

اِدھر ہاتف غیبی نے حضرت مخدوم سیّد جلال الدین حسین جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمۃ کو ندا دی جاؤ استقبال کرو کہ تمہاری ملاقات کے لیے خداوند عالم کا ایک برگزیدہ کوہ سلیمان کا غرغشت سیّد آ رہا ہے، تمہارے ذمہ اُس کی تربیت ہے۔

چنانچہ حضرت سیّد مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمۃ عبادت گاہ سے باہر نکلے آپ کا استقبال کیا اور گلے سے لگایا اور بڑی محبت وشفقت سے پیش آئے، اور آپ کو اپنے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کے بعد خرقۂ خلافت سے نواز کر صاحب ارشاد و مجاز فرمایا۔

یہ واقعہ ۷۴۹ھ بمطابق 1348ء کا ہے، اس کے بعد آپ مسلسل چالیس برس یعنی ۷۸۸ھ بمطابق 1386ء تک اپنے

مرشد کامل کے ہمراہ رہے، ۷۷۰ھ بمطابق 1368ء میں اپنے مرشد کی معیت میں حج کیا۔ اس کے علاوہ تبلیغ اسلام کی غرض سے خراسان، بلخ، بخارا، سمرقند، عراق، عرب وعجم، شام اور حجاز مقدس اور ایران وہندوپاک اور پشتون علاقوں کا دورہ بطور خاص مرشد کامل کے ہمراہ ہی کیا۔

اس سفر کے دوران آپ نے طریقت وشریعت اور معرفت کی تعلیم وتلقین کی، کئی نیک لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر مرتبہ ولایت کو پہنچے، لاتعداد گمراہوں کو آپ کی بدولت راہ ہدایت ملی۔

مرشدِ کامل کے وصال کے بعد بھی آپ چھیالیس برس تک دین اسلام کی تبلیغ اور رُشد وہدایت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، تذکرہ نگاروں کے مطابق آپ کے مریدین وخلفاء کی تعداد ایک لاکھ تین سو ساٹھ تھی۔

آپ کے صاحبزادگان بلند مرتبہ☆: خداوند عالم نے آپ کو دو صاحبزادے حضرت شیخ صدرالدین اور حضرت خواجہ معروف عطا فرمائے تھے، ہر دو حضرات اپنے وقت کے عظیم وکبیر شیخ کامل ہوئے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ معروف علیہ الرحمۃ کے نام سے پشاور شہر میں ایک محلہ شیخ الاسلام منسوب ہے، اور اسی محلہ میں جامع مسجد خواجہ معروف بھی موجود ہے۔ جس میں حضرت اخوند درویزہ چشتی صابری، حضرت سید عبداللطیف قادری المعروف بری امام، حضرت پیر معصوم شاہ، حضرت شیخ جنید قادری، اور حضرت میاں محمد عمر نقشبندی علیہم الرحمۃ نے اسی مسجد میں اعتکاف وچلہ کشی بھی فرمائی تھی۔

حضرت خواجہ شاہ معروف علیہ الرحمۃ کابل کے شیخ الاسلام اور صدر الصدور بھی رہے، ان کا مزار پُرانوار سیٹھی قبرستان پشاور میں مرجع انام ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ایک سو ستائیس برس کی عمر شریف ۲ صفر المظفر ۸۳۴ھ بمطابق 20 [illegible] 1430ء کو ہوا۔

مزار پُرانوار کوہ سلیمان شہر علی صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص وعام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ سارنگ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: محرمِ اسرارِ ربوبیت، مستغرق درمقام رویت، امامِ قوم سلطان ارباب مشاہدہ حضرت شیخ سارنگ رحمتہ اللہ علیہ کاشف اسرارِ حقانی ہیں۔

آپ کا شمار خاندان سہروردیہ کے جلیل القدر اولیائے کبار میں ہوتا ہے۔ آپ سلطان فیروز شاہ کے امراء میں سے تھے شاہی خاندان سے آپ کی رشتہ داری اس طرح سے ہوئی کہ محمود بن سلطان فیروز شاہ نے آپ کی بہن سے شادی کی اس رشتہ کی وجہ سے آپ کے اعزاز میں اوراضافہ ہوا۔ آپ امرائے شاہی کی طرح زندگی گزارتے تھے۔ آپ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے زہد وتقویٰ میں بے مثال اور عبادت وریاضت میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے۔

قسمت کی باریابی ☆: آپ کا حضرت شیخ راجو قتال علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آنا جانا تھا۔ ایک دن حضرت شیخ راجو قتال علیہ الرحمۃ نے آپ سے فرمایا سارنگ" اگر تم پانچوں وقت کی نماز پڑھنا شروع کر دو تو میں تمہیں شیخ جلال الدین علیہ الرحمۃ کے تبرک سے مالا مال کر دوں گا آپ نے وعدہ کرلیا اور پانچوں وقت کی نماز پابندی سے پڑھنا شروع کی۔ حسب وعدہ شیخ راجو قتالؒ نے آپ سے فرمایا کہ سارنگ تم پانچوں وقت کی نماز پابندی سے پڑھتے ہو یہ خوشی کی بات ہے۔ اگر تم چاشت اور اشراق کی نماز بھی پڑھنا شروع کردو تو کیا اچھی بات ہے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اور تم ایک برتن میں کھاویں گے۔

چنانچہ آپ نے یہ بات بھی بخوشی قبول کرلی اور حضرت شیخ راجو قتال علیہ الرحمۃ کے ساتھ کھانا کھانا تھا کہ آپ کے قلب سے ظلمت وتاریکی دور ہوئی باطن روشن ہوا۔ دنیا سے نفرت پیدا ہوئی اور معبود حقیقی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ نے سلوک کی راہ میں قدم رکھا تو حضرت شیخ قوام الدین علیہ الرحمۃ جو حضرت مخدوم جہانیاں سیّد جلال الدین بخاری علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ اور اپنے زمانے کے مشہور بزرگ تھے۔ آپ ان سے بیعت ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پایا آپ حضرت شیخ یوسف ایرجی علیہ الرحمۃ کے روحانی فیوض وبرکات سے بھی مستفید ہوئے۔

زیارت حرمین شریفین ☆: آپ اپنے تمام مال وجائیداد سے دست کش ہو کر پاپیادہ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر واپس تشریف لائے اور رشد وہدایت میں مشغول ہو گئے۔

سیرت و کردار☆: آپ شغل باطن اور ذکر خفی میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے ترک و تجرید عبادات و مجاہدات توکل و قناعت تحمل و بردباری میں اپنی مثال آپ تھے حضرت شیخ راجو قتال علیہ الرحمۃ نے خرقہ اور دیگر تبرکات جو اُن کو اپنے پیران طریقت سے ملے تھے بغیر آپ کے مانگے آپ کے پاس بھیج دیئے۔

آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور وہ خرقہ و برکات واپس کر دیئے۔ حضرت راجو قتالؒ نے دوبارہ بھیجے اس مرتبہ آپ کے پاس سلسلہ سہروردیہ کے ایک بزرگ جن کا نام حسام الدین علیہ الرحمۃ ہے تشریف رکھتے تھے ان بزرگ نے آپ پر زور ڈالا کہ وہ تبرکات آپ قبول کر لیں۔ اِن بزرگ کے اثر اور ترغیب کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپ نے وہ تبرکات جو تبرکات قبول کر لئے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۸۴۷ھ بمطابق 1444ء میں ہوا مزار شریف لکھنؤ سے کچھ فاصلے پر انڈیا میں آج بھی مرجع ہر خاص و عام ہے۔

جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت داؤد جہانیاں سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: عمدۃ السالکین، قدوۃ العارفین، دلیل الکاملین، برھان الواصلین حضرت داؤد جہانیاں سہروردی رحمتہ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی ثمہ اوچی علیہ الرحمتہ کے مرید و خلیفہ اور صاحب کشف و کرامات و صاحب حال بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کے دربار پر زیادہ تر معیبت زدہ لوگ آتے ہیں۔ بیماروں کی شفا کے لیے آپ کے دروازے کی خاک بہت مشہور ہے۔ آپ کے عقیدت مند دیرینہ زخموں پھوڑوں پھنسیوں سے نجات کے لیے آپ کے دروازے کی خاک لے جا کر لگاتے ہیں۔ خداوند کریم شفائے کاملہ آجلہ عطا فرما دیتے ہیں۔

آپ کی معروف کرامت☆: ایک مرتبہ آپ سیر کرتے ہوئے اپنے گھر کی طرف جا رہے تھے کہ دریائے بیاس کے کنارے ایک جگہ پر آپ نے شیشم کی خشک لکڑی زمین میں گاڑھ دی۔ قدرت الٰہی سے اور آپ کی کرامت سے وہ خشک لکڑی ہری بھری ہوگئی۔ آج کل یہ مقام ٹاہلی پیر جہانیاں کے نام سے مشہور ہے۔ عقیدت مندان نے آپ کی نشست گاہ کو محفوظ کرلیا۔ اب اس جگہ ہر سال 15 ساون کو زبردست میلہ لگتا ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال نویں صدی ہجری کے وسط میں ہوا۔ مزار پُر انوار مظفر گڑھ سے علی پور جاتے ہوئے تین میل دور اڈا جہانیاں میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے دربار پر ہر وقت زائرین کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ ہر جمعرات کو عوام کی کثیر تعداد حاضری کی بنا پر میلے کا سماں نظر آتا ہے۔ ملتان اور مظفر گڑھ تونسہ شریف، لیہ، چوک اعظم کے عوام کی کثیر تعداد آپ کے سالانہ عرس میں شرکت کرتی ہے۔ آپ کے دربار پر موجودہ سجادہ نشین صاحبزادہ اویس علی چشتی ہیں جو بڑے احسن انداز میں دربار شریف کے نظام کو چلا رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قطب العالم، شیخ الشیوخ، عارف باللہ، مالک مقام فنا فی اللہ حضرت قطب العالم شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی قریشی حارثی نہکاری ثمہ لاہوری رحمتہ اللہ علیہ قطب الاقطاب ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت مومبارک یا قصبہ موکہ ریاست بہاولپور میں وقت کے عظیم ولی کامل غوث زماں حضرت شیخ ابوالفتح سہروردی علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی عبدالجلیل اور لقب قطب العالم ہے جبکہ چوہڑ ریاست بہاولپور میں ایک عام نام ہے۔ ہندی لغت میں اس کے معنی ہیں "شکار کو تدبیر سے قابو کرنے والا" آپ نے چونکہ نفس کو مجاہدہ کے لئے رام کرلیا تھا اور مجاہدہ کے ذریعے رب کریم کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ اس لئے خلق خدا میں آپ چوہڑ شاہ بندگی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کی ذات والا صفات مرجع خلائق تھی دور دور سے لوگ آ کر آپ کی باطنی توجہات سے استفادہ کرتے تھے۔

آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے سلطان التارکین حضرت شیخ حمید الدین ابوالحاکم بادشاہ کیچ مکران سے ملتا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ شیخ عبدالجلیل بن شیخ ابوالفتح بن شیخ عبدالعزیز بن شیخ عبدالجلیل بن شیخ شہاب الدین بن شیخ نورالدین بن شیخ سلطان التارکین حضرت شیخ حمید الدین ابوالحاکم علیہم الرحمتہ۔

آپ کے چار بھائی تھے۔ اول شیخ عبدالجلیل، دوم شیخ فریدالدین، سوم شیخ عبدالرحیم، چہارم شیخ فیض الدین بملقب شیخ فدا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ نے علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد اپنے عظیم والدِ بزرگوار حضرت شیخ ابوالفتح سہروردی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ان کی خدمت میں رہ کر فیوضات باطنی کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار نے محبت وشفقت پدری کے باوجود آپ سے سخت ترین ریاضتیں اور مجاہدے کرائے۔ جن سے آپ مردانہ وار گزرے۔ اور اپنے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کمر بستہ رہے۔

اس دوران آپ نے خراسان، عراق اور دیگر بلاد اسلامیہ کا دورہ بھی کیا اور وہاں کے جلیل القدر مشائخ سے ملاقاتیں کیں اور بہت سے مشائخ وعلماء سے ظاہری وباطنی علوم میں استفادہ کیا۔ جب چند سالوں کی سیاحت کے بعد آپ اپنے وطن مالوف پہنچے تو آپ کے والد گرامی حضرت شیخ ابوالفتح سفر آخرت کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی گلے سے لگایا اور باطنی فیوضات کی تمام

دولت آپ کے سینے میں منتقل فرمائی اور آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر صاحب ارشاد و مجاز فرما کر چند وصیتیں کیں اور اس دارِ فانی سے عالم باقی کی طرف روانہ ہو گئے۔

سیاحت اور حج بیت اللہ شریف ☆: آپ نے دنیا بھر کی سیاحت کی اور اس دوران تبلیغ کا فریضہ ادا کر کے لاتعداد افراد کو ایمان و عرفان کی دولت سے مالا مال کیا اور بہت سے گم کردہ راہوں کو گمراہی کے دلدل سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن کیا۔ اور کوبہ کو بہ شہر بہ شہر پھرتے پھراتے مکہ مکرمہ پہنچے اور حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی۔ قیام مکہ مکرمہ کے دوران وہاں کے علماء اور مشائخ آپ کی خدمت میں حاضر رہتے لاتعداد افراد آپ کے فیوضات باطنیہ سے مالا مال ہوئے اور ہزاروں افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

مکہ مکرمہ سے آپ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور شرف زیارت حاصل کرنے کے بعد آپ سیاحت کرتے ہوئے ''موئے مبارک، باختلاف روایات قصبہ موکہ ریاست بہاولپور میں تشریف لائے اور تبلیغ اسلام و خلق اللہ کی رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے اور سینکڑوں طالبان حق کو ظاہری و باطنی فیوضات سے مالا مال کیا۔

لاہور کی جانب ورود مسعود ☆: آپ اپنے والد گرامی کی جائے مسکن قصبہ موکہ موئے مبارک میں تبلیغ دین معروف تھے تو اس دوران آپ کی باطنی طور پر خدائی اشارے سے جانب لاہور سفر کا حکم ملا تو آپ نے فوراً رخت سفر باندھا اور لاہور کی جانب چل دیئے۔ ابھی ریاست بہاولپور سے آگے چند منزلیں ہی طے کیں تھیں کہ ایک رات خواب میں فرید العالمین حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ لاہور جانے سے پہلے آپ پاکپتن شریف میرے مزار پر حاضری دیں اور سلسلہ چشتیہ سے اپنا حصہ میرے پاس آ کر وصول کریں۔ آپ حضرت بابا صاحب کا یہ فرمان سن کر فوراً پاکپتن شریف مزار پر انوار حضرت بابا صاحب پہنچے اور چالیس دن تک چلہ کشی کی اور معتکف رہے۔ ان کے باطنی فیوض و برکات کی دولت سے مالا مال ہو کر عازم لاہور ہوئے۔

لاہور میں آپ لاہور میں ایک مقام جسے لودھیوں کے عہد میں کوٹ کروڑ اور مغلوں کے دور میں اس جگہ کو حاجی سرائے کے نام سے اور آج کل یہ جگہ لاہور ریلوے اسٹیشن اور گوالمنڈی میکلوڈ روڈ کے نام سے معروف ہے پر جلوہ افروز ہوئے اور ایک خانقاہ قائم کر کے خلق خدا کی رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔

لودھیوں کے زمانے میں آپ کی خانقاہ اور مزار کے اردگرد کافی تعداد میں افغان امراء کی کوٹھیاں اور عمارات موجود تھیں، غازی خان لودھی کا تالاب بھی آپ کے مزار کے قریب تھا اس کے علاوہ دولت خان لودھی کی باؤلی بھی آپ کے مزار کے قریب تھی۔ ایک پرانی عیدگاہ جو لودھیوں کے زیر استعمال تھی وہ بھی آپ کے مزار پر انوار کے قریب تھی۔ گویا کہ آپ کے مزار کے اردگرد امراء و وزراء کی حویلیاں اور مکانات کافی تعداد میں موجود تھے۔

کتاب تذکرہ قطبیہ کے مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مزار اور خانقاہ کے ایک طرف سے دریائے راوی کی قدیم گزرگاہ تھی۔

لاہور میں سلسلہ رشد و ہدایت ☆: جس زمانے میں آپ لاہور تشریف لائے تو ان دنوں سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے نامور صوفی بزرگ حضرت شیخ شاہ اسحاق کاکو چشتی صابری علیہ الرحمتہ حیات تھے جن کا وصال با کمال ۸۷۵ھ ۱۴۷۰ء میں ہوا تھا۔ اس کے علاوہ حضرت بی بی حاج بملقب حضرت بی بی پاک دامناں بھی حیات تھیں۔ اور شب و روز کی ریاضت میں مصروف تھیں۔ اس کے علاوہ خانقاہ عالیہ قادریہ جو کہ حضرت سید فیروز شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ کے دم قدم سے آباد تھی آپ بھی ظاہری طور پر حیات تھے۔ اس خانقاہ معلیٰ میں روحانی اور علمی تعلیم و تدریس کا سلسلہ وسیع پیمانے پر جاری و ساری تھا۔ بے شمار علماء و طلباء اور شیوخ زمانہ اس خانقاہ سے تزکیہ نفس کر کے فائز المرام ہوئے۔

حضرت سید فیروز شاہ گیلانی کے متعلق مفتی غلام سرور قادری لاہور اپنی کتاب خزینۃ الاصفیاء میں رقم طراز ہیں کہ آپ ایک قادر الکلام خطیب بھی تھے جس کی وجہ سے دور دور سے لوگ آتے اور آپ کے فیوضات حسنہ سے مستفید ہوتے تھے۔ آپ نے مسجد و عمارات مزار مبارک تہہ خانے کی ڈیوڑھی وغیرہ کی تعمیرات اپنے سامنے مکمل کر لی تھیں جس میں سردار گہر سنگھ سندھانوالہ نے با اہتمام بابو غلام محی الدین بھرپور تعاون کیا تھا جبکہ خانقاہ میں کنواں کے پاس جو حجرہ مبارک ہے وہ سید حامد شاہ نے تعمیر کروایا تھا۔ شیر شاہ سوری کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ آپ کے مزار پر انوار پر حاضری دیتا تھا۔

سیرت و کردار ☆: آپ انتہا درجہ کے متقی، پابند شریعت و طریقت اور اخلاق کریمانہ میں بے مثال تھے، آپ کی خدمت میں حاضری دینے والا غلام بے دام ہو کے رہ جاتا تھا، آپ نے تمام عمر یادِ خدا اور خدمتِ خلق اللہ میں گزاری اور رشد و ہدایت میں نمایاں کردار ادا کر کے سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں لوگوں کو بیعت سے شرف یاب کیا۔ آپ کی ذات والا صفات مشائخ زمانہ بالخصوص مشائخ سہروردیہ میں خاص مقام رکھتی تھی۔ لاہور کے قدیم ترین سہروردی بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ اپنے وقت کے قطب الارشاد تھے۔

خرق عادات آپ سے لاتعداد ثابت ہیں۔ دلائل الخیرات مولفہ ابو عبداللہ سلیمان جزوی کا ورد کثرت سے آپ کا معمول تھا۔ کتاب تذکرہ قطبیہ کے مصنف فرماتے ہیں کہ آپ قوت لایموت خود کما کر کھاتے تھے۔ کسی کے گھر کا کھانا بہت کم قبول فرماتے تھے۔ غلہ خود پیستے تھے کسی دوسرے سے کبھی کوئی مشقت نہیں لی۔ اپنا کام خود انجام دے کر راحت محسوس کرتے تھے۔

شادی و اولاد ☆: آپ کی پہلی شادی سلطان بہلول کی دختر نیک اختر سے ہوئی جس سے ایک بیٹا ابوالفتح پیدا ہوا۔

پہلی بیوی کی وفات کے بعد آپ نے دوسری شادی بجلی خان افغان کی لڑکی سے کی اس بیوی سے بھی خدا نے اولاد جیسی نعمت سے آپ کو نوازا۔

خلفائے نامدار ☆: آپ کے خلفاء میں آپ کے برادر حضرت شیخ جمال الدین ابوبکر کے علاوہ حضرت موسیٰ آہنگر سہروردی، شیخ جلال پسر ہازنڈ گجر، شیخ برہان کاہنوواں ضلع گورداسپور مرجع خلائق عام ہیں۔

کشف و کرامات ☆: حضرت غلام دستگیر نامی کی تحقیق کے مطابق آپ ۸۸۰ھ بمطابق 1475ء کے قریب جب لاہور تشریف لائے تو یہ سلطان بہلول لودھی کا زمانہ تھا۔ سلطان کو ان دنوں راجہ سین پال سلہریہ کی بغاوت نے فکر مند کر رکھا تھا۔ سلہریہ ریاست

اس وقت اس رقبے پر مشتمل تھی جس میں اب پسرور، نارروال، ظفروال، پٹھانکوٹ، شکرگڑھ اور جموں وغیرہ واقع ہیں۔

راجہ سین پال نے جب خراج وغیرہ دینا بند کیا تو سلطان نے اس کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر بھیجا۔ جس نے پہلے راجہ کو سلطان کا پیغام دیا کہ وہ خراج ادا کرے یا مسلمان ہو جائے۔ راجہ نے خراج بھی نہ دیا نہ ہی مسلمان ہونے کی شرط قبول کی اس کے برعکس لڑائی کو ترجیح دی۔ لیکن جلد ہی شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اور جموں کے پہاڑوں میں اس کی ملاقات جے پال نامی جوگی سے ہوئی جس کے بارے میں مشہور تھا کہ استدراج میں اس کا کوئی ہندو جوگی ہمسر نہیں۔ راجہ سین پال اس جوگی کے پاس گیا۔ اور اپنی تمام رام کہانی اسے سنائی۔ اور اس کی منت کی کہ وہ کوئی ایسا عمل کرے جس سے مجھ پر آئی ہوئی مصیبت ٹل جائے۔

جے پال نے اسے تسلی دی اور وعدہ کیا کہ میں تمہارا یہ کام کر دوں گا۔ اور تمہاری سلطنت بھی واپس دلوا دوں گا۔

اس کے بعد وہ وہاں سے سیدھا لاہور پہنچا اور سلطان بہلول کی خدمت میں باریاب ہو کر عرض کیا کہ اللہ رب العالمین نے اپنے بندوں کو بادشاہوں کے قبضے میں اس لئے دیا ہے کہ وہ ان میں انصاف کریں۔ اگر جہاں پناہ اس حقیر کی گذارش پر غور کریں تو میں کچھ عرض کرنے کی جسارت کروں۔

سلطان بہلول کو جوگی کا یہ انداز تکلم بہت پسند آیا۔ اور فرمایا کہ تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو تمہیں اجازت ہے۔ بلا خوف وخطر کہو جو کچھ کہنا چاہتے ہو۔

جے پال نے عرض کی عالم پناہ اگر جہاں پناہ اپنی رعایا کو ان کی رضا و رغبت سے دائرہ اسلام میں لانا چاہتے ہیں تو کسی مسلمان عالم کو میرے سامنے لائیں کہ وہ مجھ سے مناظرہ کرے تا کہ حق و باطل میں امتیاز ہو سکے۔ اگر مسلمان عالم مجھ پر غالب آ گیا تو میں تمام قوم سلہریہ کے ساتھ اسلام کی دعوت کو قبول کر لوں گا۔ ورنہ مجھ سے وعدہ فرمائیں کہ آپ آئندہ راجہ سین پال سے مزاحمت نہیں کریں گے۔

سلطان بہلول نے جے پال جوگی کی یہ بات مان لی اور اپنے وزیر سے کہا کہ کسی صاحب حال عالم کی تلاش کرو جو اس جوگی کو لاجواب کر سکے۔ سلطان کا وزیر دولت خان حضرت شاہ کاکو چشتی صابری علیہ الرحمتہ کی خدمت میں آپ کی خانقاہ واقع نزد مسجد شہید گنج ریلوے اسٹیشن کے قریب حاضر ہوا اور تمام ماجرا گوش گزار کر دیا۔

حضرت شیخ شاہ کاکو علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں کمزوری کے باعث زیادہ دیر تک مناظرہ بھی نہ کر سکوں گا۔ لہٰذا آپ حضرت قطب العالم شیخ عبد الجلیل چوہڑ بندگی سہروردی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں چلے جائیں وہ آج کل لاہور میں میرے قریب کی خانقاہ میں جلوہ افروز ہیں اور یہ بھی یاد رکھو کہ لاہور کی ولایت بحکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب ان کے سپرد ہو چکی ہے۔

چنانچہ دولت خان سیدھا آپ کی خانقاہ معلیٰ محلہ کوٹ کروڑ حاجی سرائے میں پہنچا اور تمام واقعہ گوش گزار دیا تو آپ نے فرمایا کہ بادشاہ کو کہو کہ وہ خاطر جمع رکھے انشاء اللہ تمام ریاست جے پال جوگی سمیت مسلمان ہو جائے گی۔ میں کل دربار میں آ جاؤں گا۔

اگلے روز دربار لگا حضرت شیخ قطب العالم عبد الجلیل چوہڑ بندگی سہروردی کی زیارت اور اس معرکہ کو دیکھنے کے لئے سارا شہر جمع ہو گیا۔ جب مناظرہ شروع ہوا تو جوگی نے پہلے آغاز کرتے ہوئے اسلام پر کچھ اعتراضات پیش کئے جن کے جواب میں حضرت بندگی

نے مدلل تقریر فرمائی اور ہر اعتراض کا ایسا شافی و کافی جواب ارشاد فرمایا کہ جوگی مبہوت ہو کے رہ گیا۔ جب اس کے جواب میں کچھ کہنے کے قابل نہ رہا تو اس نے پینترا بدلا اور کہنے لگا آ ؤ ظاہر کو چھوڑ و اور باطن کی طرف رجوع کریں۔

اس کے بعد دونوں مراقبے میں چلے گئے۔ جوگی نے اپنے استدراج کے ذریعے آپ کو تمام روئے زمین کی سیر کرائی۔ اس کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اگر آپ میں کچھ باطنی وروحانی کمال ہے تو آپ بھی دکھائیں۔

حضرت قطب العالم بندگی نے ارشاد فرمایا کہ آنکھیں بند کرو۔ آپ نے اپنی نظر ولایت اور تصرف باطنی سے جوگی کو آسمانوں کی سیر کرواتے ہوئے مقام لاہوت کا مشاہدہ کراتے ہوئے جنت الماویٰ کے دروازے پر لے گئے عالم لامکاں کی تجلیات نے جے پال کو دم بخود کر دیا تھا۔ اب جوگی کی روح نے جنت الماویٰ میں داخل ہونے کی کوشش کی تو دروازہ بند ہو گیا۔ حضرت قطب العالم بندگی نے ارشاد فرمایا جوگی اس میں داخلے کے لئے کلمہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر تو کلمہ پڑھ لے تو جنت کی سیر بھی ہو سکتی ہے۔ آپ کا یہ فرمانِ ذیشان سن کر جوگی نے بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا جسے وہاں موجود تمام اہل دربار نے سنا۔

مراقبے سے سر اٹھاتے ہی جوگی نے اپنی تمام قوم سے مخاطب ہو کر کہا اے عزیز و مذہب اسلام حق ہے اور سچا ہے۔ میں تو تمہارے سامنے دین اسلام میں داخل ہو چکا ہوں۔ لہٰذا جو شخص مجھ سے ارادت رکھتا ہے وہ بھی کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے سینے کو اسلام کے نور سے منور کر لے۔ یہ کہہ کر اس نے دوبارہ تمام حاضرین کے سامنے کلمہ طیبہ با آواز بلند پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ اس کی آواز سنتے ہی تمام قوم سلہریہ اور راجہ سین پال نے کلمہ پڑھا اور دولت ایمان سے مشرف ہو گیا۔

کرامت نمبر۲ ☆: ۸۹۴ھ کو سلطان بہلول لودھی کا انتقال ہو گیا تو اس کا بڑا بیٹا بایزید خان سکندر لودھی کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ سکندر خان کو بھی آپ سے بڑی عقیدت ومحبت تھی۔ اکثر و بیشتر آپ کی خدمت میں حاضری دیتا اور دعاؤں سے فیض یاب ہوتا۔

ایک روز عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔ سکندر لودھی اپنے وزیر اعظم اور دیگر امرائے سلطنت کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے اسے اپنے ساتھ مسند پر بیٹھنے کو جگہ دی۔ کچھ ہی دیر بعد حسن نامی ایک غلام جو سلطان کے ملازموں میں سے تھا اپنے بیٹے فرید خان کو مرید کرانے کی غرض سے حاضر ہوا۔ آپ نے اس کو مرید کرنے کے بعد اپنے پاس سلطان سکندر لودھی سے بھی بہتر جگہ عنایت کی۔ اس پر حاضرین کو تعجب ہوا اور سلطان نے بھی محسوس کیا۔

سلطان کا وزیر دولت خان چونکہ غیرت سلطانی سے ہی واقف تھا آگے بڑھا اور آپ کی خدمت میں عرض کیا حضور اللہ تعالیٰ نے بھی عوام اور خواص میں فرق رکھا ہے اس لئے مردان خدا کو بھی اس میں فرق رکھنا چاہئے۔ سلطان کی مسند پر جو ظل اللہ بھی ہے کسی غلام کو بٹھا دینا ویسے بھی آداب شاہی کے خلاف ہے۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی بھی ہے کہ خلیفہ وقت کی عزت کرو کیونکہ وہ میرا جانشین ہے۔ دولت خان کی بات سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا دولت خان یہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ سنو جب یہ سلطنت تمہارے خاندان سے چلی جائے گی تو یہی نوجوان تمہارے دشمنوں کو شکست دے کر ہندوستان کا تاج وتخت دوبارہ تمہارے خاندان میں لے آئے گا۔ اور افغانوں کے نام کو روشن کرے گا یہ فرما کر آپ نے درج ذیل شعر،

قادرا قدرت تو داری ہر چہ خواہی آن کنی
ہر گدائے را کہ خواہی دردمے سلطان کنی

پھر وقت نے ثابت کر دکھایا کہ اسی نوجوان فرید خان نے ہمایوں سے ہندوستان کی سلطنت قوت بازو سے حاصل کی اور شیر شاہ سوری کے نام سے تخت دہلی پر بیٹھ کر حکمرانی کی جو کہ حضرت شیخ چوہڑ بندگی کی زندہ کرامت کا ثبوت ہے۔

کرامت نمبر ۳ ☆: ایک دن آپ دریائے راوی کے کنارے چہل قدمی فرما رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک ہندو عورت کشتی میں بیٹھ کر لاہور شہر کی طرف آ رہی ہے جب وہ کشتی سے اتری اور آپ کے پاس سے گزری تو آپ نے پوچھا بیٹی یہ تمہارے سر پر برتن میں کیا ہے۔ کیا بیچتی ہو۔ عورت نے جواب دیا بابا جی میں دہی فروخت کرنے شہر جا رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا اس دہی کے کتنے پیسے لوگی؟ اس نے پیسے بتائے آپ نے رقم ادا کر کے فرمایا بیٹی اس برتن کو زمین پر پٹخ کر مار دو اور توڑ دو۔ پہلے تو وہ عورت کچھ حیران و پریشان ہوئی کہ اتنی رقم کی چیز اور بالخصوص دہی کو زمین پر گرانا مگر چونکہ وہ رقم لے چکی تھی حکم کی تعمیل کی اس لئے اس نے اس برتن کو زمین پر زور سے گرایا تو برتن ٹوٹ گیا مگر دیکھ کر حیران رہ گئی کہ دہی کے برتن میں کالا سانپ تھا۔ تب آپ نے فرمایا بیٹا اگر یہ شہر جا کر فروخت ہو جاتا تو اس مرے ہوئے سانپ کا زہر کتنے آدمیوں کو نقصان پہنچاتا۔ اب جاؤ تم اپنے گھر چلی جاؤ۔

وہ عورت اسی حیرانی اور پشیمانی کی حالت میں دوبارہ کشتی میں سوار ہو کر اپنے گاؤں ہانڈو پہنچی اور تمام واقعہ اپنے خاوند رامو کو بتایا۔ رامو گوجر بہت حیران ہوا کہ اللہ کے ولی نے کس طرح بند برتن میں مرے ہوئے سانپ کو دیکھ لیا۔ رامو گجر اپنی بیوی کے ہمراہ لاہور پہنچا اور ڈھونڈتا ہوا آپ کی خانقاہ معلیٰ میں پہنچا اور آپ کی صورت دیکھتے ہی آپ کے ہاتھ پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس کا اسلامی نام شیخ جلال تجویز فرمایا جو آپ کی خدمت میں رہ کر منازل سلوک طے کرتا رہا اور درجہ ولایت پر فائز المرام ہوا۔ یہی وہ شیخ جلال ہیں جن کا اسم گرامی آپ کے خلفاء کی فہرست میں شامل ہے۔

وصال باکمال ☆: بروز یک شنبہ یکم رجب المرجب ۹۱۰ھ بمطابق ۸ دسمبر 1504ء کو آپ اپنی خانقاہ میں معمول کی مجلس میں تشریف فرما تھے اس موقع پر آپ کے خلفاء حضرت شیخ موسیٰ آہنگر، حضرت شیخ جلال ہانڈو شیخ میتھ سیاہ پوش، شیخ سولا رینجار، ملا قرن، شیخ یونس، شیخ زین العابدین کے علاوہ دیگر نامور خلفاء ارادت مندان حاضر تھے کہ آپ نے اچانک اپنا سر سجدے میں رکھا اور اسی حالت میں آپ کا وصال ہو گیا۔ یہ افسوس ناک خبر سلطان سکندر لودھی کو پہنچی تو وہ فوراً آپ کی خانقاہ میں پہنچا اور آپ کے غسل میں شرکت کی سعادت حاصل کی اور پھر آپ کی تدفین تک ہمراہ رہا۔ جس سے اس کی عقیدت کا پتا چلتا ہے۔

آپ کا مزار پر انوار میکلوڈ روڈ پر حضرت موسیٰ آہنگر کے مزار کے قریب ریلوے اسٹیشن لاہور کی طرف جاتے ہوئے مرجع خلائق عام ہے۔ مزار کے ایک طرف پولیس لائنز ہے چھوٹے چھوٹے کچے مکانات آپ کے مزار کے اردگرد بنے ہوئے ہیں۔ جہاں سے مزار تک پہنچنے میں کافی دقت پیش آتی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید عثمان المعروف شاہ جھولہ بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : عارف ربانی، مرشد لاثانی، قندیل نورانی حضرت سید عثمان المعروف شاہ جھولہ بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ آسمان ولایت کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت حضرت سید محمد اوچی کے گھر اوچ شریف ضلع بہاولپور میں ہوئی۔

آپ کا شجرہ نسب نوں واسطوں سے حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمتہ اللہ علیہ سے اس طرح ملتا ہے حضرت سید عثمان جھولہ شاہ بخاری بن حضرت سید محمد بن سید بہاؤ الدین بن سید حامد بن سید محمد شاہ بن سید رکن الدین الخاطب ابوالفتح بخاری بن سید حامد بن سید ناصر الدین بن حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری علیہم الرحمتہ والرضوان والغفر ان۔

نوٹ ☆ : آپ کا شجرہ طریقت بھی شجرہ نسب کی طرح ہے اس لئے کہ آپ اپنے والد بزرگوار کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے۔ آپ کے والد گرامی کا شجرہ طریقت اسی ترتیب سے حضرت مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمتہ سے ملتا ہے۔

آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے عظیم بزرگ اور ولی کامل ہیں۔ اپنے زمانے کے مشائخ میں عظیم مرتبہ و مقام رکھتے تھے۔ آپ صاحب کشف و کرامات بزرگ ہیں۔ جب آپ لاہور میں آ کر مقیم ہوئے تو بے شمار افراد آپ کے دستِ مبارک پر نہ صرف بیعت سے مشرف ہوئے بلکہ آپ کے فیوض و برکات سے دامنوں کو بھر کر جاتے تھے۔ لاہور کے عوام و خواص آپ کی بے حد تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

لقب جھولہ کی وجہ تسمیہ ☆ : تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ اوچ شریف سے اونٹ پر سوار ہو کر جب عازم لاہور ہوئے تو اونٹ کی تیزی سے چلنے کے باعث آپ کا بازو تیزی سے حرکت کرتا تھا۔ اس دوران آپ نے اپنے بازو کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا یہ حرکت کیوں ہے؟ شاید تجھے جھولہ یعنی (رعشہ) ہو گیا ہے۔ اتنا کہنے کی دیر تھی کہ آپ کے بازو میں رعشہ پیدا ہو گیا جو تادم آخر رہا (نوٹ) سرائیکی زبان میں جھولہ (رعشہ) کو کہتے ہیں۔

وصال باکمال ☆ : آپ کا وصال باکمال ۱۸ ربیع الاول شریف ۹۱۲ھ بمطابق 1506ء میں سلطان سکندر لودھی کے عہد میں ہوا۔ مزار پر انوار شاہی قلعہ لاہور کے تہہ خانے میں مرجع خاص و عام ہے۔ یہ جگہ عوام میں مزار شیخ حسینی اور ریخ پیر کے نام سے مشہور ہے۔ قلعہ اکبری سے قبل یہ علاقہ جس میں آپ کا مزار ہے شہر لاہور کی آبادی کے اندر تھا۔

آپ کے صاحبزادے حضرت سید محمد شاہ سہروردی علیہ الرحمتہ آپ کے خلیفہ و جانشین ہوئے۔ جو کہ اپنے وقت کے شیخ کبار اور عوام وخواص میں بلند مرتبہ کے مالک تھے۔ ان کی ولایت کا شہرہ دور دور تھا۔

آپ کی قطعہ تاریخ وصال حسب ذیل ہے۔

میر عثمان چوں گشت راهی خلد

یافت از حق بباغ خلد مکان

گو وصالش امیر عثمان نیز

"معدن جود سید عثمان"

۹۱۲ھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ موسیٰ آہنگر سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : آفتاب آسمان طہارت و پاکیزگی، آئینہ جلال و جمال حقانی، واقف اسرار رموز و معرفت وحقیقت حضرت موسیٰ آہنگر سہروردی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ السالکین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲۷ رجب المرجب شریف 841ھ کو حضرت سلطان عرب بن سید شمس الدین بن سید غیاث الدین کے گھر ہوئی۔

آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جا ملتا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام بی بی عائشہ تھا۔ حضرت سید موسیٰ آہنگر سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے صغرسنی میں ہی سلوک کی منازل طے کر لی تھیں۔ ظاہری تعلیم کی تکمیل کے بعد حجاز مقدس تشریف لے گئے اور دس برس تک حرمین شریفین میں اقامت گزیں ہو کر تفسیر وحدیث کا درس دیتے رہے۔ آخر اسلام کی تبلیغ واشاعت کی خاطر ہندوستان کی جانب رخ کیا اور شہر بہ شہر قریہ بہ قریہ چلتے ہوئے سب سے پہلے ٹھٹھہ اور ملتان کے درمیان ایک گاؤں میں قیام کیا اور اسی گاؤں کے سردار شیخ محمد ذکریا کی صاحب زادی بی بی ملکی سے شادی کی۔

شادی واولاد ☆ : شیخ محمد زکریا کی صاحبزادی بی بی ملکی کے بطن سے خداوند کریم نے آپ کو چار صاحبزادے عطا فرمائے جو کہ اپنے وقت کے متجر عالم اور شیوخ زمانہ تھے۔ ان میں بڑے صاحبزادے حضرت شیخ محمد یعقوب، دوم شیخ اسحاق، سوم شیخ اسماعیل، چہارم شیخ احمد تھے۔ بڑے صاحبزادے شیخ محمد یعقوب جب جوان ہوئے تو ملکی سیاسی حالات کی خرابی کی بنا پر وہ ہمایوں سے ملاقات کے لئے گئے تو وہیں رہ گئے۔ افغانستان کے ایک دیہات جو کہ اب ان کے نام سے منسوب ہو کر دیہہ یعقوب کے نام سے مشہور ہے میں اُن کا مزار پرانوار مرجع خاص وعام ہے۔

بیعت وخلافت ☆ : پہلے آپ حضرت شیخ شہر اللہ بن شیخ محمد یوسف سجادہ نشین دربار حضرت خواجہ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی علیہم الرحمتہ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے جب ان کا وقت آخیر آیا تو آپ نے اپنے شیخ حضرت شہر اللہ کی خدمت میں عرض کی یا حضرات ابھی میری تکمیل کا کام باقی ہے مجھے آپ کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں۔ حضرت شہر اللہ نے فرمایا کہ تمہاری تکمیل حضرت شیخ عبدالجلیل قطب العالم چوہڑ بندگی کے ہاتھوں ہوگی میرے وصال کے بعد تم ان کے پاس لاہور چلے جانا۔

چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا جب آپ لاہور پہنچے تو حضرت قطب العالم کی خانقاہ میں داخل ہو کر صحن کے باہر ہی عام فقراء کے ساتھ

خاموشی سے بیٹھ گئے۔ حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی کو باطنی طور پر آپ کی آمد کی اطلاع ہو چکی تھی اس لئے آپ کی آمد کے بارے جان لیا کہ وہ آ گئے ہیں۔ انہوں نے ایک خادم کو فرمایا کہ ملتان سے ایک طالب حق شیخ موسیٰ آئے ہیں انہیں میرے پاس لے آؤ۔

چنانچہ خادموں نے باہر نکل کر آواز دی کہ شیخ موسیٰ صاحب کون ہیں۔ انہیں اندر حضرت شیخ قطب العالم بلاتے ہیں۔ آپ اُٹھے اور ان کے ہمراہ حضرت قطب العالم شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت نے آپ کو بیعت سے سرفراز فرمانے کے بعد آپ کو سلوک کی منازل طے کرائیں۔ آپ کافی عرصہ تک اپنے شیخ کی خدمت میں ہی رہ کر عبادات و ریاضات میں مشغول رہے۔ جب تکمیل ہو گئی تو حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی علیہ الرحمتہ نے آپ کو دو بیگھے زمین عنایات فرمائی اور فرمایا کہ مجھے تم سے بہت پیار ہے۔ لہٰذا اپنے سے دور نہ جانے دوں گا۔ تم میری اس زمین میں خانقاہ بناؤ اور اسی میں اپنے روزگار قائم کر کے دینی و دنیاوی خدمت کا فریضہ سرانجام دو۔

سیرت و کردار☆: آپ کی ذات والاصفات عشق و محبت اور جذب و شوق میں یگانہ آفاق تھی۔ عبادت و ریاضت زہد و تقویٰ میں بے مثال اور اخلاق اور اخلاص پیار محبت میں بلند صفات کے مالک تھے۔ تمام عمر یادِ خدا اور خدمت خلق اللہ اور علوم دینیہ کے حصول اور اس کے فروغ میں گزری۔ آپ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے، شریعت و طریقت کا دامن کسی بھی حال میں نہیں چھوڑا۔ آپ صبر و رضا کا عظیم مجسمہ تھے۔ مخلوق خدا کی حاجت روائی آپ کی طبیعت کا خاصہ تھی۔ اپنے زمانے کے علماء اور مشائخ میں ممتاز اور منفرد مقام رکھتے تھے۔ بڑے بڑے علماء صلحاء، صوفیاء، اتقیاء دقیق مسائل لے کر آتے آپ آن واحد میں ان کی تسلی و تشفی فرما دیتے تھے۔ بالخصوص قرآن و حدیث کی روشنی میں جو جوابات ارشاد فرماتے لوگوں کی عقلیں دنگ رہ جاتیں۔ جس سے آپ کی شہرت میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ اور لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتساب فیض کرتے اور آپ سے ارادت مندی اور عقیدت کا اظہار کرتے تھے۔ آپ حضرت قطب العالم شیخ چوہڑ بندگی کے بعد سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے عظیم ترجمان اور پیشوا تھے۔ آپ حضرت قطب العالم کی طرح قوت یموت لایموت کے لئے اپنی روزی اپنی محنت سے حاصل کرتے تھے۔ اور اسی غرض سے آپ نے آہن گری کا پیشہ اختیار کیا۔

کشف و کرامات☆: آپ پیشہ کے اعتبار سے آہن گر یعنی لوہار تھے۔ ایک دن اپنی دکان میں بھٹی کے آگے بیٹھے کام کر رہے تھے کہ ایک خوبصورت ہندو عورت چرخے کا تکلا سیدھا کروانے کے لئے آئی۔ آپ نے تکلا لے کر بھٹی میں رکھا۔ جونہی آپ کی نظر اس عورت کے چہرے پر پڑی تو اس میں محو ہو گئے۔ ہندو عورت نے اعتراض کیا بابا جی آپ میرے چہرے کو کیوں دیکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تجھے نہیں بلکہ تیری صورت بنانے والے کو دیکھ رہا ہوں۔ ہندو عورت بولی یہ تو سب کہنے کی باتیں ہیں آپ نے فرمایا یہ دیکھ یہ کہہ کر آپ نے بھٹی سے سرخ تکلا نکال کر سرمہ سلائی کی طرح اپنی دونوں آنکھوں میں پھیر لیا اور فرمایا کہ ہم نے بری نظر سے تمہیں دیکھا ہے تو ہماری آنکھیں جل جائیں گی۔ اور اگر اسے دیکھا ہو جس نے تجھے پیدا کیا ہے تو لوہے کا تکلا سونا بن جائے گا آپ کا یہ فرمانا تھا کہ لوہے کا تکلا سونا بن گیا اور آپ کی آنکھیں بالکل ٹھیک رہیں۔

یہ سب کچھ دیکھ کر عورت کا دل دنیا سے بھر گیا اور جام عشق الٰہی کی متانی بن گئی اور اپنے خاوند سے بے زار ہو گئی اور آپ کی خدمت

میں ہاتھ باندھ کرعرض کرنے لگی کہ حضور مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیجئے اور اپنی غلامی میں قبول فرمالیں۔

اس کے بعد اس کی حالت یہ ہوگئی کہ وہ بازاروں میں مستانہ وار پھرتی اور گھر والے اسے زنجیروں سے باندھتے مگر وہ پھر آزاد نظر آتی یہ کیفیت اس پر کئی برس تک رہی اس عورت کی یہ کیفیت دیکھ کر اس کے اہل خانہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔اور وہ عورت ولایت کے درجے پر فائز ہو کر اس دنیا سے پردہ کر گئی۔اور اپنی جان معشوق حقیقی کے سپرد کر دی۔

آپ کو باطنی نور معرفت کے ذریعے اس کے وصال کی اطلاع ہوئی تو آپ اُس کے گھر تشریف لے گئے اور اس نازنین کے سرہانے کھڑے ہو کر اس کے گھر والوں سے فرمایا کہ اس کشتۂ عشق الٰہی کی تجہیز و تکفین ابھی نہ کرنا شاید کہ یہ ابھی زندہ ہو۔

ابھی آپ کی زبان ترجمان سے لفظ ''زندہ'' نکلا ہی تھا کہ اس عورت نے حرکت کی اور زندہ ہو کر بیٹھ گئی اور آپ کے قدموں پر سر رکھا اور اس کے بعد جب تک زندہ رہی آپ کی خدمت میں مصروف رہی۔

آپ کے وصال کے بعد جب اس کا وصال باکمال ہوا تو اس کو آپ کے مزار پرانوار کے متصل دفن کیا گیا۔

نوٹ☆: آپ کے مزار پرانوار کے گنبد کے ساتھ جو مزار ہے وہ اسی پاک دامنہ بی بی کا ہے۔

کرامت نمبر۲☆: آپ نے اپنا مزار پرانوار اپنی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں ہی بنوا دیا تھا۔آپ کے مقبرہ کی تعمیر جاری تھی کہ اتفاق سے کام کرنے والے مزدوروں میں سے چند مزدور ہندو بھی تھے۔ان ایام میں ہندوؤں کا دریائے گنگا میں اشنان کرنے کا تہوار آ گیا۔ہندو معماروں نے تہوار پر چھٹی کی اجازت چاہی۔چونکہ کام میں حرج کا اندیشہ تھا اس لئے آپ نے رخصت دینے سے انکار فرما دیا۔جس پر وہ ہندو مغموم ہوئے۔جب ان کی الحاح وزاری حد سے بڑھ گئی تو آپ نے فرمایا جب اشنان کا دن آئے گا تو مجھے اطلاع کرنا میں تمہیں گنگا پر بھجوا دوں گا اور اشنان بھی کرا دوں گا۔

وہ معمار اگرچہ ہندو تھے لیکن درویشوں اور فقیروں سے پیار و عقیدت رکھتے تھے اور ایسی باتوں کو فقر و ولایت سے بعید نہیں جانتے تھے۔اس لئے آپ کا فرمان سن کر چپ ہو گئے اور کام میں مصروف رہے۔

جب اشنان کا دن آیا تو انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی حضور آپ نے وعدہ فرمایا تھا لہٰذا آج ہمارے تہوار کا دن ہے وعدے کے مطابق ہمیں گنگا پہنچاؤ اور اشنان بھی کراؤ۔آپ نے فرمایا کہ صحن میں جو حوض ہے اس میں جا کر ڈبکی لگاؤ انشاء اللہ گنگا پہنچ جاؤ گے۔ہندو معمار خاموشی سے اُٹھے اور سب نے مل کر اپنی رسم کے مطابق حوض میں غوطہ لگایا جب سر نکالا تو دریائے گنگا میں تھے۔وہ بہت خوش ہوئے اور اپنے دھرم کے مطابق تمام رسومات ادا کیں۔جب وہ اشنان اور پوجا پاٹ سے فارغ ہوئے تو انہوں نے دوبارہ گنگا میں ڈبکی لگائی اور جب سر نکالا تو اپنے آپ کو حضرت شیخ موسیٰ آہنگر کے حوض میں پایا۔

کرامت بعداز وصال☆: معروف صحافی امین راحت چغتائی اپنی کتاب ''دلائل'' میں رقم طراز ہیں کہ انگریزوں کے دور میں جب میکلوڈ روڈ کی تعمیر کے وقت ریلوے اسٹیشن تک سیدھا راستہ نکالنے میں آپ کا دربار حائل ہوا تو انگریز حاکم نے مزار شریف کو گرانے کا حکم دے دیا۔لیکن جب کام کرنے والے حضرات مزار شریف کو گرانے کے لئے مشینری لے کر پہنچے تو کوئی نہ کوئی رکاوٹ راستے

میں ضرور حائل ہو جاتی تھی۔ جس کی وجہ سے انگریز حاکم غصے میں آ کر خود گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا جب وہ مزار شریف کے قریب پہنچا تو اس کا گھوڑا ایک گڑھے میں پھنس گیا۔ انگریز حاکم چونکہ دانشمند تھا فوراً معاملے کو بھانپ گیا اور مزار شریف کو گرانے کا حکم واپس لے کر مزار شریف کی مغربی دیوار جو گرائی جا رہی تھی اس کو از سر نو تعمیر کا حکم دیا اور سڑک کو سیدھا کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال ۹۲۵ھ بمطابق 1519ء بعہد ابراہیم لودھی میں ہوا۔

آپ کے مزار پر انوار پر ایک عظیم الشان گنبد سبز رنگ کا بنا ہوا ہے۔ گنبد ڈیزائن کے لحاظ سے بہت خوبصورت ہے۔ مزار شریف کے اردگرد اینٹوں کی بہترین چاردیواری بنی ہوئی ہے۔ شمال کی جانب اس چاردیواری کا دروازہ ہے۔ گوشہ مشرق وشمال میں زائرین کے پانی پینے کے لئے ایک کنواں بنا ہوا ہے۔

آپ کا مزار پر انوار میکلوڈ روڈ لاہور نزد قلعہ گجر سنگھ اکبری دروازے کے باہر کی جانب مرجع ہر خاص وعام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت آج بھی حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ حضرت مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کا قطعہ تاریخ وصال لکھا ہے۔

چو نور طور عرفان شیخ موسیٰ

شد از دنیا بہ خلد جاودانی

بہ مسرور شد عیاں تاریخ سالش

ز سلطان زمن موسیٰ ثانی

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مخدوم بلال باغبانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: علامۃ الزمان، شیخ کبیر، عارف باللہ جامع کمالاتِ انسانی، معدن فیوضات رحمانی، کشورِ ولایت، سالک مسالکِ حقیقت حضرت مخدوم محمد بلال بن مخدوم محمد حسن بن مخدوم محمد ادریس سموں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۴ ربیع الاول ۸۵۶ھ/ ۱۶ جون ۱۴۵۱ء کو لسبیلہ موجودہ صوبہ بلوچستان میں ہوئی۔

مخدوم ادریس، سندھ کے مشہور و مقبول حاکم جام نظام الدین ثانی کے بھائی تھے، جس نے سندھ پر تقریباً پچاس سال حکومت کی۔ اسی دور میں مخدوم ادریس لسبیلہ (موجودہ بلوچستان) کے حاکم تھے۔ مخدوم حسن بن مخدوم ادریس اپنے والد کے بعد لسبیلہ کے حاکم ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مخدوم بلال کا نسبی تعلق سندھ کے جام سمہ حکمران گھرانے سے تھا۔ مخدوم صاحب کی تاریخ ماہ سال ولادت تاریخی کتب میں محفوظ نہیں۔ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی کے تحقیقی مضمون مطبوعہ مہران سالگرہ نمبر ۱۹۶۲ء میں بھی درج نہیں، نہ معلوم یہ تاریخیں میمن عبدالغفور سندھی مرحوم کو کہاں سے دستیاب ہوئیں۔ خدا بھلا کرے مولانا قاضی ہدایت اللہ مشتاق ٹمیاروی کا کہ انہوں نے کسی قلمی کتاب سے مخدوم صاحب کے حالات اپنے بیاض میں نقل کئے ورنہ تاریخی کتب میں تفصیلات ندارد فقط دو تین سطروں پر اکتفا کیا گیا۔ (راشدی)

تعلیم و تربیت ☆: ایام طفلی سے آپ کو تعلیم حاصل کرنے کا شوق تھا۔ اس لئے حصول علم کے سلسلہ میں اپنا شہر چھوڑ کر گوٹھ ٹلٹی (تحصیل سیوہن شریف) پہنچے۔ جہاں اس دور میں حضرت مولانا سید نور حسین شاہ بخاری ٹھٹھوی کی دینی درسگاہ کا شہرہ تھا اس میں داخلہ لے کر تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور غالباً وہیں سے فارغ التحصیل ہوئے۔

پروفیسر ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی لکھتے ہیں: آپ نے ابتدائی تعلیم ٹھٹھہ میں حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم گوٹھ ٹلٹی (تحصیل سیوہن) میں مخدوم عمر سے حاصل کی۔ اور شادی بھی ٹلٹی میں کی۔

مخدوم بلال علوم ظاہری میں بڑا بلند مرتبہ رکھتے تھے اور لوگ ان کے تبحر علمی سے استفادہ کرتے تھے، میر علی شیر قانع ٹھٹھوی نے لکھا ہے:

"ازاجلہ عارفاں، واصل بحق در علم ظاہر شانے عظیم داشتہ" (تحفۃ الکرام)

میر معصوم بکھری (سکھر والے) نے لکھا ہے:

''دروازی تقوی و زهد شبیه و نظیر نداشته در علم حدیث و تفسیر مهارت تامه داشته و صاحب مقامات ارجمند بود۔''

(تاریخ معصومی بحوالہ تذکرہ صوفیائے سندھ)

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کبرویہ میں دست بیعت ہوئے لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ کن بزرگ سے بیعت تھے؟ اور کبرویہ سلسلہ سندھ میں کس بزرگ کے ذریعے پہنچا۔ پیغام لطیف (کتاب) میں ہے کہ کبریہ سلسلہ میں مخدوم صاحب کے علاوہ لواری شریف کے بزرگوں کے بڑے بھی منسلک تھے۔''

(مخدوم بلال، میمن عبدالمجید سندھی، اخبار مہران سالگرہ نمبر ۱۹۶۲ء)

اس کی وضاحت ڈاکٹر گربخشانی کے بیان سے ہوتی ہے کہ وہ لکھتے ہیں:

''شیخ حاجی عبداللطیف متوفی ۱۱۴۹ھ (درگاہ لواری شریف کے بانی سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان صدیقی کے والد نے آباء واجداد کا سلسلہ طریقت سہروردیہ کو چھوڑ کر) نقشبندی طریقہ اپنایا۔''

وحدت وجود کے مبلغ، صوفی بزرگ، شاعر ہفت زبان حافظ عبدالوہاب قادری المعروف سچل سرمت رحمتہ اللہ علیہ کے بھی بڑے بزرگ سہروردی طریقت رکھتے تھے۔ (مقالات قاسمی ص ۱۳۷)

مولانا قاضی ہدایت اللہ مشتاق ٹمیاروی کے ''بیاض'' (قلمی) سے صاحب ''تذکرہ مشاہیر سندھ'' نے آپ کا سلسلہ طریقت سہروردیہ کبرویہ نقل کیا ہے، وہ درج ذیل ہے:

☆حضرت مخدوم بلال، ☆حضرت شیخ دوست علی سیوہانی، ☆حضرت شیخ سید شمس الدین علی ہمدانی متوفی ۷۸۶ھ، ☆حضرت شیخ شمس الدین زوقانی ۷۶۶ھ، ☆حضرت شیخ ابوالمکارم علاؤ الدین سمنانی ۲۲، رجب ۷۳۶ھ، ☆حضرت شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفرائنی ۱۴ جمادی الاول ۶۹۵ھ، ☆حضرت شیخ جمال الدین احمد جوزقانی ۶۶۹ھ، ☆حضرت شیخ رضی الدین علی لالہ غزنوی ۳، ربیع الاول ۶۴۲ھ، ☆حضرت شیخ مجدالدین بغدادی ۶۱۷ھ، ☆حضرت شیخ نجم الدین احمد بن عمر کبریٰ خوارزمی (جو کہ تاتاریوں کی جنگ میں ۱۰، جمادی الاول ۶۱۶ھ کو شہید ہوئے)

یہ سلسلہ آگے جا کر امام الاولیاء سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔

(تذکرہ مشاہیر سندھ ص ۶۵)

شیخ نجم الدین کبریٰ، سہروردیہ سلسلہ کے بانی حضرت شیخ ابونجیب عبدالقاہر سہروردی قدس سرہ کے بڑے خلیفہ حضرت شیخ عمار یاسر رحمتہ اللہ علیہ سے مستفیض ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد حضرت ابونجیب کے دوسرے خلیفہ حضرت شیخ روزبہان کبیر مصری رحمتہ اللہ علیہ سے بھی فیض پایا، وہ اصل میں گاذرون کے تھے لیکن قیام مصر میں تھا۔ حضرت شیخ کبیر نے شیخ نجم الدین کو اپنا داماد بنا کر بیٹا بنایا۔ شیخ نجم الدین کبری قدس سرہ سے ایک جہاں مستفیض ہوا، کثیر تعداد میں مخلوق خدا نے ان سے ہدایت پائی۔ مفسر قرآن امام فخر

الدین رازی صاحب "تفسیر کبیر" آپ کے مرید تھے اور انہوں نے بھی آپ سے فیض پایا۔

ایام طفلی ہی سے آپ کو عبادت کا ذوق وشوق تھا، ہمیشہ تسبیح وتہلیل میں مشغول رہتے، تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ ساری عمر آپ نماز وروزے میں مصروف رہے۔ ریاضتوں اور مجاہدوں کی یہ کیفیت تھی کہ رات کو آپ پانی سے بھرے ہوئے ایک بڑے طشت میں بیٹھ کر ذکر وشغل کرتے، ذکر وشغل کی وجہ سے پانی میں ایک جوش پیدا ہوتا اور پانی چکی کی طرح گھومنے لگتا اور پانی میں یہ جوش اس وقت تک باقی رہتا تھا تاوقتیکہ صبح کو وہ پانی دریا میں نہ ڈال دیا جاتا۔"

شہباز قلندر سے عقیدت ☆: تذکرہ انوار علمائے اہل سنت کے مصنف حضرت علامہ پیر سید زید العابدین شاہ گیلانی راشدی مدظلہ العالی اپنی معرکۃ الآرا تصنیف میں رقمطراز ہیں کہ حضرت مخدوم بلال گزشتہ بزرگوں سے غیر معمولی عقیدت رکھتے اور ان کے مزار پر حاضری وزیارت کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے تھے۔ ایک بار آپ سلطان العارفین، شہباز ولایت، حضرت مخدوم لعل شہباز قلندر کی زیارت کے لئے کشتی میں بیٹھ کر سیوہن تشریف لے جا رہے تھے، کشتی کا ملاح جیسا کہ ان لوگوں کی عادت ہوتی ہے گالی گلوچ وخرافات بکنے میں مصروف تھا۔ لوگ اس کی یاوہ گوئی اور بیہودہ سے تنگ آ کر بار بار اس کو روکتے تھے مگر وہ کسی کی نہ سنتا تھا اور برابر اپنی بکواس میں لگا ہوا تھا، جب معاملہ حد سے بڑھا اور وہ کسی طرح خاموش نہ ہوا تو مخدوم بلال اپنی جگہ سے اٹھے اور اپنی ٹوپی مبارک ملاح کے سر پر رکھ دی ٹوپی مبارک کا سر پر رکھنا ہی تھا کہ ایک عجیب وغریب تبدیلی ملاح میں پیدا ہوئی۔ لوگوں نے دیکھا کہ وہی ملاح جو طرح طرح کی بکواس کر رہا تھا ٹوپی کے سر پر رکھتے ہی یکایک قرآنی آیات کے معارف اور احادیث نبوی کی توضیحات کرنے لگا، کشتی میں بیٹھنے والا ہر فرد اس تبدیلی پر حیران تھا۔ یہاں تک کہ سفر پورا ہو گیا، کشتی سے اترتے وقت مخدوم صاحب نے اپنی ٹوپی اس کے سر پر سے اتار لی، ملاح کی پھر وہی حالت عود کر آئی، حسب عادت پھر وہ اپنی بکواس میں مصروف ہو گیا۔

تذکرہ صوفیائے سندھ مؤلف اعجاز الحق قدوسی)

شاعری ☆: تاریخی شواہد سے معلوم ہو رہا ہے کہ مخدوم صاحب شاعری میں بھی ملکہ رکھتے تھے لیکن افسوس کہ تفصیلی حالات و شاعری محفوظ نہیں لہٰذا ان کی ایک رباعی صاحب مقالات الشعراء نے نقل کی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تصوف کے دقیق نکات کو انتہائی دل آویزی ودلکشی کے ساتھ پیش کرتے تھے۔ فرماتے ہیں:

در راہ خدا ازسر قدم بلید ساخت
سرمایہ اختیار خود می باید باخت
کفرست بخود نمائی برون بجهان
ازخویش بروں شدہ سویش می باید ناخت

ترجمہ ☆: راہ خدا میں عاجزی وخاکساری اختیار کرنا چاہیے۔ اپنی مرضی اور اختیار کو ترجیح نہیں دینا چاہیے۔ خودنمائی دکھاوا کرتا اس جہاں میں (اللہ والوں کے لئے) کفر (حرام) ہے۔

اپنے نفس کی شرارت کو ختم کر کے (اصلاح نفس کے بعد) اللہ تعالیٰ کے پاس جانا چاہیے۔ یعنی انا کا خاتمہ، نفس کی اصلاح، نیت صاف اور عاجزی للھیت سے جو نیک کام کئے جائیں تو اس کا اجر بھی ملے گا۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: اپنے دور میں حضرت مخدوم بلال کا سندھ میں علمی وروحانی اثر تھا۔ مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ حاکم سے لے کر عام رعایا اور تمام علماء ومشائخ آپ کی تعظیم وتوقیر کرتے تھے۔ ہزاروں لوگ آپ سے دست بیعت ہونے کا شرف رکھتے تھے۔ بے شمار انسانوں نے فیض پایا۔ آپ کو اپنے دور میں اس قدر شہرت تھی کہ دہلی کے مورخ مولانا حامد بن فضل اللہ جمالی دہلوی مصنف ''سیر العارفین'' آپ کی زیارت کے لئے آپ کی خدمت میں پہنچے تھے اور انہوں نے اس ملاقات کا تذکرہ خود سیر العارفین میں کیا ہے۔ (سیر العارفین مترجم، پروفیسر محمد ایوب قادری مرحوم ص ۱۷۴)

جس قدر فیض عام ہوگا خلفاء بھی اس قدر زیادہ ہوں گے۔ آپ کے بعض خلفاء کے اسماء گرامی معلوم ہو سکے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت مولانا سید حیدر شاہ سنائی متوفی ۹۳۷ھ درگاہ شریف حیدر یہ سن اسٹیشن تحصیل سیوہن۔

۲۔ حضرت مخدوم ساہڑ لنجار: درگاہ شریف انڑ پور اسٹیشن تحصیل سیوہن شریف۔

مخدوم ساہڑ بہت بڑے کامل اکمل بزرگ ہوئے ہیں وہ کامل مرشد کی شناخت کے سلسلے میں فرماتے: میں نے مرشد سے سنا ہے کہ جس شخص میں تین نشانیاں ہوں اس کے مرید ہو کر ضرور فائدہ حاصل کریں۔

۱۔ اس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی یاد آئے۔ ۲۔ اس کی گفتگو آپ کے دل پر اثر کرے۔

۳۔ ان کی محفل سے اٹھنے کو دل نہ چاہے۔

آپ کے تلامذہ کی جماعت میں سے ایک نام دستیاب ہوا ہے:

تلامذہ☆: مولانا قاضی الہ دتہ سیوہانی جو کہ شہ حسن ارغون بن شہ بیگ ارغون حاکم سندھ اور ''تاریخ معصومی'' کے مصنف میر محمد معصوم شاہ بکھری بن سید صفائی کے استاد تھے۔

وصال باکمال☆: حضرت مخدوم بلال کی شہادت سیاسی انتقام تھا۔ مخدوم کے ابتدائی دور میں جام نظام الدین ثانی عرف نندو کی حکومت تھی۔ سندھ کے لئے جام ثانی کا دور امن وشانتی، عدل وانصاف اور اشاعت علم کے حوالے سے بہترین ادوار میں شمار ہوتا ہے۔ ان دنوں سندھ کی اراضی بھی وسیع تھی بلوچستان کا کچھ حصہ، ملتان اور بہاولپور کا کچھ حصہ، لسبیلہ اور کچھ کا کچھ حصہ سندھ حکومت میں شامل تھا۔ اس سے سندھ کی وسعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس سنہری دور میں ٹھٹھہ کی نئے سرے سے دوبارہ تعمیر ہوئی، علم وفضل کا دور دورہ تھا، مدارس دینیہ ترقی پذیر تھے۔ صنعت کاری کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔

ٹھٹھہ کے علاوہ بکھر، روہڑی، نصر پور، ٹیاری، دربیلو، پاٹ، باغبان، سیوہن اور سن اسلامی تہذیب اور علم وادب کے اہم مراکز تھے۔ جام ثانی کے دور میں قندھار (افغانستان) سے شہ بیگ ارغون نے سندھ میں داخل ہو کر ڈاکوؤں کی طرح لوٹ مار کی۔ جام

صاحب نے بہادر سپاہ پر مشتمل ایک بڑا لشکر بھیج دیا۔ سیوی (ضلع سکھر) کے قلعہ کے پاس فیصلہ کن لڑائی ہوئی جس میں شہ بیگ کا بھائی قتل ہوا اور دیگر سپاہی ڈر کے بھاگ گئے۔ جام ثانی کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے جام فیروز صغیر سنی میں سندھ کے حاکم ہوئے۔ صغیر سنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قریبی رشتہ دار جام صلاح الدین اقتدار حاصل کرنے کی غرض سے مختلف سازشیں بن رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حکومت کمزور ہو گئی۔ جام ثانی کے وزیر ''دریا خان'' اپنی حکمت و دانش سے حکومت کو چلا رہے تھے۔ لیکن جیسے ہی فیروز بڑے ہوئے سازشی ٹولہ نے اس کے اور دریا خان کے درمیان ناراضگی پیدا کر دی جس کی وجہ سے دریا خان استعفٰی دے کر اپنے گوٹھ چلے گئے۔ سازشی ٹولہ شہ بیگ سے ملے ہوئے تھے شاید انہیں کی غلط صحبت کی وجہ سے شاہ فیروز شراب و کباب کا متوالہ ہو گیا۔ موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۹۲۶ء کو ٹھٹھہ پر حملہ کیا یہ سن کر جام فیروز، دریا خاں کے پاس خود جا کر منوا کر لائے۔ دریا خان لشکر کے ساتھ میدان میں آئے لیکن کمزور حکومت کے سپاہی بھی کمزور ہو جاتے ہیں لہٰذا جام فیروز کو اپنی عیاشیوں خوش گپیوں کے سبب شکست ملی۔ (تاریخ سندھ قدوسی)

دریا خان قتل ہوئے جام فیروز ٹھٹھہ چھوڑ کر بھاگ گئے بہر حال فیروز نے سندھ کا ایک حصہ شہ بیگ کو دے کر اپنی جان بچالی۔ شہ بیگ نے قبضہ جمانے کے بعد المحرم الحرام تا ۲۰ محرم تک ٹھٹھہ میں رہ کر ٹھٹھہ کو تہس نہس کیا۔ اسلامی مرکز ٹھٹھہ میں قتل عام کیا اور شہریوں کو خوب لوٹا۔

سندھ کے معروف مؤرخ علامہ پیر سیّد زین العابدین شاہ راشدی مدظلہ العالی اپنی معروف زمانہ کتاب ''تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ'' میں رقمطراز ہیں کہ افسوسناک المیہ یہ ہے کہ موجودہ پاکستان کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں انگریز سے برسوں پہلے ہماری دھرتی پر ظالمانہ قبضہ جمانے اور ڈاکوؤں کی طرح لوٹنے والے، اسلامی مراکز کو تباہ کرنے والے، اسلامی تاریخی ورثہ کو جلانے والے، فقط اپنے دبدبہ اور اپنی سلطنت کو وسیع دکھانے اور اپنی نفسیاتی غرضوں کو پورا کرنے کی خاطر مسلمان ریاستوں پر خونی حملہ کرنے والے شہروں کو تاراج کرنے والے غیر نہیں تھے بلکہ اپنے نام نہاد سرکش مسلمان حکمران ہی ہیں، ان میں ایک شہ بیگ بھی تھا۔
شہ بیگ ٹھٹھہ پر قبضہ کرنے کے بعد ٹلٹی پہنچا ٹلٹی میں کوئی مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں تھا لیکن حضرت مخدوم بلال کی مساعی جمیلہ کی وجہ سے بعض لوگ لڑنے کے لئے تیار ہو گئے اور یہ رپورٹ شہ بیگ کو پہنچائی گئی۔
اور یقیناً ان باتوں نے شہ بیگ کے وجود میں آگ لگائی ہو گی۔
بہر حال بعض سامنے آنے والوں کو لشکر بیگ نے بے دردی سے شہید کر دیا اور ٹلٹی قلعہ پر قبضہ جمالیا طویل اقتباس دینے کی وجہ یہ ہے کہ مخدوم بلال کی شہادت کے دو سبب سامنے آتے ہیں:
۱۔ شاہی خاندان جام صاحب سے مخدوم صاحب کی قریبی رشتہ داری
۲۔ ٹلٹی پر قبضہ کے دوران وہاں کے لڑنے والوں کے سپہ سالار حقیقت میں حضرت مخدوم تھے۔
لہٰذا شہ بیگ اپنے دشمن کو پہلے سخت ذہنی تکلیف و اذیت دینا چاہی، اس کے بعد قتل کا منصوبہ بنایا۔ بھاری جرمانہ بھی حضرت

مخدوم اوران کے خلفاء نے ادا کیے جنہیں غنڈا ٹیکس کہا جاسکتا ہے اس کے باوجود بیگ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا بالآخر ایک روز بیگ نے درباری مولویوں سے حضرت مخدوم کے خلاف قتل کا فتویٰ جاری کرا کے ۹۲۹ھ کو حضرت مخدوم بلال کو تیل کی چکی میں ڈال کر سخت تکلیف دے کر شہید کیا گیا۔

وصال باکمال☆: مولانا مشتاق ٹمیاروی کے نوٹ بک مطابق آپ نے یکم محرم الحرام ۹۲۹ھ/۱۵۲۲ء کو شہادت کا جام نوش کیا اور آپ کا سالانہ عرس بھی یکم محرم کو ہوتا ہے جس سے مذکورہ تاریخ کو تقویت ملتی ہے۔

آپ نے جان تو دے دی لیکن ظالم حاکم کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا، اس کا درباری بننا منظور نہیں کیا، حقیقت میں ظالم کے ساتھ دینے والا بھی ظالم ہے۔ یہی سبق تاریخ کربلا سے ملتا ہے، جس پر ہر دور میں علمائے حق اہل سنت، مشائخ طریقت اور صوفیائے کرام نے اپنے اپنے دور میں عمل کر کے دکھایا ہے۔ اس طرح تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔

باغبان میں شہید ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے لیکن اب یہ علاقہ آپ کے نام سے موسوم ہے۔ ضلع دادو کے قریب آپ کی عظیم الشان خانقاہ ہے۔ چند سال پہلے درگاہ شریف از سرنو تعمیر کیا گیا ہے اور جامع مسجد بلال وہی ہے جو کہ ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۸ء کو رئیس محبوب خان وگن نے اس دور میں ایک لاکھ روپے میں بنوائی تھی۔ (مخدوم بلال باغبانی) آج بھی درگاہ شریف مرجع خلائق ہے ہر وقت لوگوں کا مجمع نظر آتا ہے۔ زائرین تلاوت قرآن حکیم ذکر شریف اور درود شریف کے ورد میں مصروف ہوتے ہیں۔ سالانہ عرس مبارک مسجد شریف کے وسیع و عریض صحن میں منعقد ہوتا ہے اور تمام بدعات وخرافات سے پاک ہوتا ہے۔ ساری رات مدح خوانی نعت خوانی اور علماء اہل سنت کے خطابت ہوتے ہیں۔ مثلاً مناظر اسلام مفتی عبدالرحیم سکندری، مفسر قرآن مولانا محمد ادریس ڈاہری، خطیب اہل سنت مولانا نانا لے مٹھو بگھیو مرحوم وغیرہ۔

بحوالہ: تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ جمالی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: موحد حمیدہ صفات، مستغرق تجلی ذات، متصرف بہ تصرفات آئینہ جلال و جمال صاحب حال وکمال حضرت شیخ جمالی رحمتہ اللہ علیہ یکتائے زمانہ اور جامع اخلاق برہان ملت گنج عزلت بادشاہ عالم راز اور رازدار جہاں نواز ہیں۔

بچپن ہی میں آپ کے سر سے والد کا سایہ اُٹھ گیا تھا۔ لیکن اپنی قابلیت اور محنت کی وجہ سے کمال حاصل کر کے اپنے زمانہ کے بہت بڑے شاعر ہوگئے۔ شاعری کے اقسام منجملہ مثنوی اور غزل کے تھے۔ آپ کے اشعار سے اہل سخن واقف ہیں۔ آپ مثنوی اور غزل کی بہ نسبت قصیدہ زیادہ اچھا کہتے تھے۔

آپ کا اصلی نام حامد بن فضل اللہ ہے۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ آپ کا اصلی نام جلال خان ہے اور لقب جلالی تھا بعض یہ بھی کہتے تھے کہ آپ نے اپنے پیرو مرشد کے حکم سے اپنا نام جمال خان رکھا۔ اور انہی کے حکم سے آپ نے اپنا تخلص جمالی رکھا۔ آپ اپنی خداداد استعداد اور قابلیت کے سبب جلد ظاہری و باطنی تعلیم سے بہرہ ور ہوئے اور دستار فضیلت حاصل کر کے سرفراز ہوئے۔

بیعت و خلافت ☆: علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے شمع عقیدت قلبی کو روشن کیا۔ اور حضرت مخدوم شیخ سماء الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔ پیر روشن ضمیر کی خدمت میں رہ کر عبادات و ریاضت اور مجاہدات میں مشغول رہے اور پھر آخر کار درجۂ کمال کو پہنچے پیرو مرشد کو وضو کرانے کی خدمت آپ ہی کے ذمے تھی رومال طشت لوٹا آپ اپنے پاس رکھتے تھے۔ آپ شہر سے باہر جا کر اپنے پیرو مرشد کے واسطے استنجے کے ڈھیلے ٹوکری میں بھر کر اور ٹوکری سَر پر رکھ کر لاتے تھے۔ آپ کے پیرو مرشد کو آپ سے بے حد انس تھا۔

آپ خود فرماتے تھے کہ حضرت مخدوم کو مجھ فقیر کے ساتھ از حد محبت تھی جب میں بیت اللہ شریف حج کے لئے گیا تو ہر وقت میرے لئے دعا فرماتے تھے اور فرماتے اے اللہ جمالی کو صحیح تک صحیح و سالم پہنچا دے اور مجھ کو اُس کے جمال کا دکھانا اور روشن کر میری آنکھیں اس کے نور دیدار کے ساتھ اپنی رحمت کے جب میں واپس پہنچا تو بغل گیر ہو کر پیار کیا۔ اور فرمایا میری برسوں کی دعا جو تہجد کے وقت کیا کرتا تھا وہ قبول ہوگئی۔

سیر و سیاحت ☆: آپ نے اپنے شیخ کامل کے حکم سے "قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ" دنیا کی خوب سیر کی اور خداوند تعالیٰ کی کاری گری اور اِس کی صفات کو دیدۂ حق میں سے دیکھا حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو کر مدینہ منورہ پہنچ کر فیضان نبوی صلی اللہ

علیہ والہ وسلم سے مستفیض و مستفید ہوئے۔ ملتان، بغداد، القدس، روم، شام، عراق، عرب و عجم، گیلان، خراسان اوران کے علاوہ بہت سے ممالک کی سیر کی اور بہت سے اولیاء کرام و پیران عظام سے ملاقات کی ملتان میں آپ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کے مزار پر حاضر ہوئے اور شیخ صدرالدین عارف سہروردی علیہ الرحمۃ سے ملاقات کی۔ ہرات میں پیر حضرت شیخ صوفی، حضرت شیخ عبدالعزیز جامی، مولانا نورالدین جامی، مولانا مسعود شیروانی اور مولانا حسین علیہم الرحمۃ سے ملے بغداد میں آپ نے حضرت غوث الاعظم پیران پیر دستگیر حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کے مزارات پر حاضر ہو کر دولت سرمدی حاصل کی۔

حکایت☆: آپ جب ہرات پہنچے تو بہت پریشان حال تھے آپ کے جسم مبارک پر صرف ایک تہبند تھا کوئی دوسرا کپڑا نہ تھا۔ آپ حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ سے اسی حال میں ملنے چلے گئے۔ اور سلام علیک کر کے حضرت جامی کے برابر جا بیٹھے۔ یہ بات حضرت جامی علیہ الرحمۃ کو ناگوار گزری انہوں نے آپ سے کہا:

میان خرد تو چند فرق است

گدھے میں اور تجھ میں کیا فرق ہے یہ سُن کر آپ نے بالشت بیچ میں رکھ دی۔ حضرت جامی علیہ الرحمۃ حیران ہوئے کہ یہ کیا ہے۔ آپ نے پوچھا ''کیفی'' تم کون ہو۔ آپ کا کلام آپ کی زندگی میں وہاں مشہور ہو چکا تھا۔ حضرت مولانا جامی نے پوچھا ''**از سُخان جمالی چیزے یاد داری**'' کیا جمالی کی کوئی چیز یاد ہے۔ آپ نے حضرت جامیؒ کو کچھ اشعار سنائے پھر حضرت جامیؒ نے آپ سے دریافت کیا ''طبع شعر داری'' کیا تم کچھ شعر بھی کہتے ہو۔ آپ نے حسب حال شعر پڑھا۔

''ما راز خاک کویت پیراهن اَست
برتن آهنم زآب دیدهٔ صدجاں تا بدامن''

آپ نے یہ شعر پڑھا اور آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب رواں ہو گیا۔ حضرت جامیؒ سمجھ گئے کہ یہی جمالی ہیں اور اٹھ کر آپ سے بغل گیر ہوئے اور تعظیم و تکریم کی۔ حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے نہایت عزت کے ساتھ چند روز تک آپ کو مہمان رکھا۔

سیرت و کردار☆: آپ قطب وقت تھے بڑے عابد و زاہد تھے ذکر و فکر میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے۔ بہت متقی پرہیز گار تھے۔ نہایت منکسر المزاج اور ایک باوقار بزرگ تھے اپنے پیر و مرشد سے نہایت محبت و عقیدت تھی۔ اپنے پیر و مرشد کی خدمت کو اپنے لئے باعث فخر اور سعادت سمجھتے تھے۔ سعادت ارادت سے سرفراز اور مریدوں میں ممتاز تھے۔ جمال صوری اور کمال معنوی سے آراستہ تھے۔ آپ کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ شیخ جمالی دہلویؒ جمال باکمال اور زبان خوش مقال رکھتے تھے۔

علمی ذوق☆: آپ ایک بہترین منصف تھے۔ سیرۃ العارفین مرآۃ المعانی آپ کی علمی یادگار ہیں۔ آپ ایک نامی شاعر بھی تھے۔ شیخ جمالی سکندر لودھی کے عہد میں شعرائے باکمال میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے ایک فارسی کا دیوان چھوڑا ہے۔ جس میں آٹھ نو ہزار اشعار ہیں۔ مثنوی مہر و ماہ بھی آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کی نعت کا یہ شعر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت مقبول ہوا ہے۔

موسیٰ زھوش رفت بیک پر تو صفات
تو عین ذات می نگری در تبسی

حضرت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صلحاء کو اِس شعر کے مقبول ہونے کی بشارت دی اور آپ نے خوشی خوشی فرمایا "ہٰذا المدحیٰ"

کشف و کرامات ☆: کچھ لوگوں نے سلطان ابراہیم لودھی کو آپ سے مکدر کر دیا۔ آپ کو بھی انقباض پیدا ہوا۔ اگر چہ بعد میں وہ کدورت محبت میں بدل گئی۔ لیکن سلطان ابراہیم کو نہ صرف تخت و تاج سے محروم ہونا پڑا۔ بلکہ بابر کے مقابلے میں پانی پت کے میدان میں وہ مارا گیا۔

کرامت ۲ ☆: ہرات کا واقعہ ہے کہ آپ حضرت جامی علیہ الرحمۃ کے پاس مقیم تھے۔ ان کے حجرہ خاص میں لمحات شیخ فخر الدین عراقیؒ رکھی ہوئی تھی۔ حضرت مولاناؒ نے شیخ صدر الدینؒ کی تعریف میں مبالغہ کیا اور کہا کہ لمحات جو فخر الدین عراقیؒ نے لکھی ہے۔ وہ شیخ موصوف کی برکت کا نتیجہ ہے۔ آپ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ چنانچہ رات کو حضرت جامیؒ نے خواب دیکھا اور صبح بیدار ہو کر آپ سے خواب کا ذکر کیا اور حضرت شیخ کی روح مبارک کو ثواب پہنچایا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۰ ذیقعد ۹۴۲ھ بمطابق 1535ء میں ہوا۔ مزار شریف مہرولی شریف دہلی انڈیا میں آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو آپ کے مزار پر انوار کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید شاہ جمال سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مظہر جلال، مصدر کمال، معدن گنجینۂ علوم لدنی، پروردۂ نگاہ لطف رسول مدنی حضرت سید شاہ محمد جمال سہروردی رحمتہ اللہ علیہ، پیشوائے جمیع اہل کمال ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۹۶۶ھ بمطابق 1558ء بعہد شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر اپنے وقت کے جید عالم دین حضرت مولانا عبدالواحد علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔ آپ قاضی جمال الدین ہڈ شاہی کی اولاد سے تھے۔ جو کشمیر میں ایک معزز و باوقار گھرانہ تھا۔

آپ کے والد گرامی کی حق گوئی کے باعث ان کے تعلقات حاکم کشمیر سے خراب ہو گئے جس کی وجہ سے وہ ہجرت کر کے سیالکوٹ آ کر آباد ہو گئے۔ اس خاندان کے اکثر لوگ اب بھی سیالکوٹ میں آباد و رہائش پذیر ہیں۔

آپ حسینی سید ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ آپ دو حقیقی بھائی تھے۔ ایک حضرت شاہ محمد جمال دوسرا حضرت شاہ محمد کمال۔ ہر دو حضرات کمال اور جلال میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ دونوں بزرگوں کے مزارات لاہور میں ہیں۔

حضرت شاہ محمد جمال کم سنی میں ایک روز ہم جولیوں کے ساتھ گلی میں کھیل رہے تھے۔ کہ ایک درویش کامل کا اس طرف سے گزر ہوا۔ انہوں نے آپ کو اپنے قریب بلا کر فرمایا بیٹا تمہیں دین اسلام کے بڑے بڑے کام کرنے ہیں۔ اس لئے تم کھیل کود میں اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ ان بزرگ کی نصیحت سنتے ہی آپ دل کھیل کود سے اُچاٹ ہو گیا۔ اور آپ دینی تعلیم کی غرض سے ایک مدرسے میں داخل ہو گئے۔ کئی سال کی محنت شاقہ اور جدوجہد سے دل لگا کر تعلیم حاصل کی اور دینی علوم میں وہ کمال حاصل کیا۔ کہ لوگوں کے نزدیک آپ کی حیثیت مسلم ہو گئی۔ علمی معاملات میں لوگ آپ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ آپ بڑے بڑے دقیق مسائل کی گتھیاں آنِ واحد میں سلجھا کر رکھ دیتے تھے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت شاہ گکر ابیگ سہروردی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت

کی اور انہی سے خرقہ خلافت حاصل کر کے صاحب ارشاد ہوئے۔ شجرہ طریقت کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ حضرت شاہ جمال مرید وخلیفہ حضرت شاہ لکڑا بیگ کے وہ مرید شاہ شرف کے وہ مرید شاہ معروف کے وہ مرید وخلیفہ شاہ محمد جعفر کے وہ مرید وخلیفہ حضرت شاہ قسیم الدین کے وہ مرید وشیخ جمال کے وہ مرید شیخ صدرالدین عارف ملتانی کے وہ مرید حضرت بہاؤالدین زکریا کے وہ مرید حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہم الرحمتہ والرضوان والغفر ان۔

سیرت وکردار☆: آپ ہمہ وقت سخت قسم کے مجاہدات وریاضات میں مشغول رہے۔ مختلف مقامات پر آپ نے چلے کئے جہاں آپ مختلف اوقات میں عبادت میں مشغول رہے۔ ان میں دمدمہ اچھرہ، جہاں آپ کا مزار ہے۔ شاہ جمال روڈ شیخوپورہ، شاہ رحمن بھڑی پاک رحمان گوجرانوالہ، چلہ گاہ شاہدرہ، چلہ گاہ ریاست چمبہ (ضلع گورداسپور انڈیا) کے مقامات شامل ہیں۔ اللہ کریم نے آپ کو حسن صورت وحسن سیرت دونوں سے خوب نوازا ہوا تھا۔ انتہائی خوش اخلاق طبیعت کے مالک تھے۔ جو ایک بار ملتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ فیاض اور سخی اس قدر کہ جو بھی ضرورت مند آیا اسے ضرورت سے بڑھ کر عطا فرماتے۔ اس مقصد کے لئے آپ مصلے کے نیچے ہاتھ ڈال کر رقم نکالتے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دست غیب حاصل تھا۔

سلسلہ رشد وہدایت☆: آپ ۸۹۵ھ بمطابق 1587ء میں لاہور میں تشریف لائے اور اچھرہ کے علاقہ موجودہ (شاہ جمال کالونی) جہاں آپ کا مزار پرانوار ہے۔ مسند ارشاد بچھائی اور سلسلہ رشد وہدایت شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں مخلوق خدا کا اژدھام آپ کے گرد جمع ہونے لگا۔ بڑی دور دور سے لوگ آپ کے پاس آتے۔ آپ خاص طور پر انہیں جھوٹ بولنے، غیبت کرنے، کم تولنے اور کم ماپنے سے منع فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کل قیامت کے روز انہی اعمال صالحہ کی بدولت نجات ممکن ہوگی جو لوگ کم تولتے اور کم ماپتے ہیں وہ کل قیامت کے روز سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

ایک روز لاہور کے ایک علاقہ چوک جھنڈا سے ایک غلہ فروش حسو تیلی نامی شخص خدمت میں؛ حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں خاص طور پر پورا تولنے کی نصیحت کی۔ اور اس سلسلہ میں اسلامی احکام اس موثر انداز میں بیان فرمائے کہ ان پر رقت طاری ہوگئی۔ جب طبیعت میں کچھ افاقہ ہوا تو قدموں میں گر گئے اور عرض کی حضور مجھے اپنے ہاتھ پر بیعت فرما کر شرف بخشیں تا کہ آئندہ زندگی آپ کی غلامی میں بسر ہو۔

آپ نے انہیں بیعت فرمایا تو اس کے بعد ان کی کیفیت ہی عجیب ہوگئی۔ انہوں نے غلہ تولنے کے لئے وہ باٹ استعمال کرنے شروع کر دیئے جو سونا تولنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ پھر یہی غلہ فروش حسو تیلی آپ کی نگاہ ولایت اور تعلیم وتربیت کے اثر سے ولایت کے بلند مرتبہ پر فائز ہوئے اور حضرت شاہ محمد جمال سہروردی سے سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں خرقہ خلافت پا کر صاحب

مجاز وارشاد ہوئے۔

کشف وکرامات ☆: ایک دن آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ایک بلند و بالا دمدمہ تعمیر کرایا جائے جہاں ہماری قیام گاہ اور رشد وہدایت کا مرکز ہو۔ان دنوں شاہی عمارتیں جابجا تعمیر ہو رہی تھیں۔جس کے سبب معمار اور مزدوروں کا فقدان تھا۔

کافی تلاش کے بعد چند معماروں کو آپ کے پاس لایا گیا تو وہ عرض کرنے لگے کہ حضور شاہی کام کی مصروفیت کی بنا پر ہم معذور ہیں کہ آپ کا کام کریں۔

آپ نے فرمایا اگر تمہیں دن میں بادشاہی کام کی وجہ سے فرصت نہیں ملتی تو ہمارے دمدمہ کا کام رات کو کر دیا کرو۔اور اپنی اجرت دن کی اجرت کے مطابق لے لیا کرو۔

معماروں نے آمادگی کا اظہار کیا اور کام شروع کر دیا۔اس مقصد کی تکمیل کے لئے رات کو مشعلیں روشن کی جاتی جن کی روشنی میں کام کو جاری رکھا جاتا۔ایک دن خانقاہ میں تیل نہ تھا جس کی وجہ سے مشعلیں روشن نہ ہو سکتی تھیں۔جب یہ بات آپ کے علم میں آئی تو آپ نے فرمایا تیل کی بجائے چراغوں میں پانی ڈالا جائے اور چراغ جلائے جائیں خادموں نے حکم کی تعمیل کی۔سب یہ دیکھ کر حیران رہ گئے چراغ ساری رات پانی سے جلتا رہا اور چراغ روشنی دیتے رہے تھے۔

کرامت نمبر۲ ☆: آپ کا تعمیر کردہ سات منزلہ دمدمہ جب تیار ہو گیا تو اکبر بادشاہ کی بیٹی سلطانہ بیگم نے کہلا بھیجا کہ ایک درویش خدامست کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ شاہی عمارت سے بلند عمارت تعمیر کرے۔آپ کے تعمیر کردہ دمدمہ سے ہمارے باغ اور محل کے صحن پر نظر پڑتی جس کی وجہ سے بے پردگی کا احتمال ہے۔

لہٰذا بہتر ہے کہ اگر یہ دمدمہ آپ خود گرا دیں تو بہتر ہے وگرنہ ہمارا قہر سلطانی بھی ہوگا۔اور شاہی ملازموں کو حکم دے کر اسے گروا دیں گے۔

آپ شاہی حکم سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ دمدمہ تو ہم آج رات خود ہی گرا دیں گے لیکن یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ فقیر کا یہ گھر قیامت تک باقی رہے گی۔مگر شاہی باغ اور شاہی محل کچھ ہی دنوں کے بعد ویران ہو جائے گا۔

چنانچہ رات آئی تو آپ کے حکم سے محفل سماع شروع ہوئی۔جب ہنگامہ سماع گرم ہوا اور آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوئی تو آپ کی ایک ہی جنبش سے دمدمہ کی پانچ منزلیں گر گئیں اور دو منزلیں باقی رہ گئیں جو کہ آج تک بدستور موجود ہیں۔

کرامت نمبر۳ ☆: ایک دن ایک بے اولاد ہندو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا نام دول کھتری تھا اور عرض کی حضور بے اولاد ہوں۔دعا فرما دیں کہ میرے گھر کا چراغ بھی اولاد نرینہ سے روشن ہو جائے۔آپ نے اس پر کوئی توجہ نہ دی وہ دوبارہ آیا اس

طرح کئی مرتبہ آتا رہا اور اپنا مدعا عرض کرتا رہا مگر آپ نے اس پر کوئی توجہ نہ دی۔

ایک دن وہ چند خربوزے لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے قبول فرمالئے پھر وہی خربوزے اس کو واپس دے دیئے اور آپ خود نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ دولی کھتری یہ سمجھا کہ آپ نے یہ دونوں خربوزے مجھے چھیلنے کے لئے دیئے ہیں اور نماز سے فارغ ہو کر تناول فرمائیں گے۔ اس نے چھری پکڑی اور خربوزہ ہاتھ میں لے کر چھیلنا شروع کر دیا۔ جب وہ ایک خربوزے کا چھلکا اُتار چکا تو آپ بھی نماز پڑھ کر فارغ ہو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا ہائے یہ کیا کر دیا تم نے ایک خربوزہ چھیل ڈالا؟ ہم نے یہ دونوں خربوزے تمہیں اس لئے دیئے تھے کہ تم اپنی بیوی کے پاس جا کر یہ کھاؤ گے تو خدا کی جناب سے تمہیں دو بیٹے عنایت ہوں گے۔ اب تم نے ایک خربوزہ چھیل ڈالا ہے تو خیر اچھا ہوا ہے۔ اب بھی تمہارے دو لڑکے پیدا ہوں گے ایک مسلمان اور ایک ہندو۔ مسلمان ہمارا مرید ہے اور ہندو بچہ تمہارا بیٹا۔

چنانچہ وہ ہندو دونوں خربوزے گھر لے کر گیا دونوں میاں بیوی نے کھائے تو اسی رات اس کی بیوی حاملہ ہوئی۔ اور ٹھیک نو ماہ کے بعد دو جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک مختون تھا اور دوسرا نا مختون۔ دولی کھتری مختون بچے کو آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تو آپ نے اس کا نام فخر الدین رکھا اور اپنی فرزندی سے سرفراز فرمایا اور اسے اپنے پاس رکھ لیا اور اس کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ دی جب وہ جوان ہوا تو اسے دولت ظاہری و باطنی سے نواز کر خلافت سے سرفراز فرما کر اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

چنانچہ ان کی اولاد کا سلسلہ آگے چلا اب بھی ان کی اولاد سے شیخ اسلام الدین اور نبی بخش وغیرہ لاہور میں موجود ہیں۔ جو اپنی نسبت شیخ فخر الدین کی طرف کرتے ہیں۔ اور وہ مکان جو آپ نے ان کو رہنے کے لئے خرید کر دیا تھا وہ لاہور کے محلہ جوڑے موڑی میں اب بھی موجود ہے اور شاہ جمال کا مکان کہلاتا ہے۔

کرامت نمبر ۴ ☆: ایک دن آپ شیخ فخر الدین کے گھر تشریف لے گئے دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی اور فرمایا فخر الدین اپنے اہل و عیال مع احباب اس گھر سے باہر نکل آؤ۔ انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ جب گھر خالی ہو گیا تو یکدم پورا مکان زمین بوس ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مکان گرنے کے قریب تھا ہم صرف تمہاری جان و مال کی حفاظت کے لئے اپنی خانقاہ سے یہاں جلدی جلدی آئے تھے۔ الحمد اللہ کہ تمہیں اس مصیبت سے رہائی ہوئی۔

کرامت نمبر ۵ ☆: آپ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر ایک منہ پھٹ گداگر فاتحہ کے وقت حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کو اس دارِ فانی سے انتقال کئے ہوئے تیس سال گزر چکے تھے۔ اس دور کے سجادہ نشین نے اسے دو خشک روٹیاں دیں۔ اس نے روٹیاں لے کر کہا کہ شاہ جمال کے مزار کا عجیب حال ہے کہ بے کفن روٹی ملتی ہے۔ یعنی بغیر (سالن اور حلوہ) کے ملتی ہے۔ سجادہ نشین صاحب نے جواب دیا اگر تیری مرضی یہی ہے کہ تجھے یہاں سے کفن ملے تو اس کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ ان کا اتنا کہنا تھا کہ اس کے فوراً بعد اس پر کپکپی

طاری ہوگئی اور زمین پر گر کر مر گیا۔

چنانچہ اس کی قبر آپ کی خانقاہ معلّٰی میں عوام الناس کے لئے باعث عبرت بنی ہوئی ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ الْاَوْلِیَاءِ

وصال باکمال ☆: آپ کے مزار پر انوار کے نیچے آپ کا خصوصی حجرہ ہے جو اب بھی موجود ہے۔ آپ کا عرصہ دراز سے معمول تھا کہ جب کبھی چلہ کرنا ہوتا تھا آپ اُسی کمرے میں چلہ کشی فرماتے تھے۔

جب آپ آخری چلہ کے لئے حجرے میں تشریف لے گئے تو آپ کے حکم کے مطابق اس حجرے کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ ٹھیک تیس دن (ایک ماہ) کے بعد حجرہ شریف کے دروازے کی اگلی دیوار بارش کی وجہ سے گری تو خدام نے چاہا کہ دروازہ کھول کر آپ کو باہر نکالا جائے۔ انہوں نے ابھی یہ سوچا ہی تھا کہ ان کے کانوں میں یہ آواز پڑی "اب جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہماری قبر اس حجرے کے اوپر تعمیر کرنا اور اس حجرے کو ہی ہمارا مدفن تصور کریں"

چنانچہ اسی روز آپ کی مرقد منورہ کا نشان اس حجرے کی چھت کے اوپر قائم کر دیا گیا اور پہلے سے قائم حجرے کو اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا۔ آپ کا وصال باکمال ۱۶ ربیع الاول ۹۴۶ھ بمطابق 1539ء میں بعہد شاہجہان بادشاہ بعمر سو برس میں ہوا۔ مزار پر انوار اچھرہ (شاہ جمال کالونی) لاہور میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

مفتی غلام سرور قادری لاہوری نے قطعہ تاریخ وصال لکھی ہے۔

رخت از دنیا بخلد جاوداں　　چوں جمال الدین کمال المعرفت

رحلتش "فیاض محسن شُدعیاں"　　ہم "ولی الحق جمال المعرفت"

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید محبوب عالم المعروف شاہ جیونہ بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: خوکردہ جمال محمدی، پروردہ کمال احمدی، مجذوب عشق رحمان ومخمور شراب عرفان، آئینہ جلال قطب کمال، حضرت سید محبوب عالم المعروف شاہ جیونہ بخاری کروڑوی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۸۹۵ھ بمطابق 1489ء کوولی زمانہ شیخ یگانہ حضرت سید احمد کبیر ثانی علیہ الرحمتہ کے گھر علاقہ قنوج میں ہوئی۔ جس وقت آپ کی ولادت باسعادت ہوئی آپ کے والد گرامی تبلیغ اسلام کی غرض سے گھر سے باہر کسی دوسرے علاقہ میں گئے ہوئے تھے۔ کہ رات کے وقت آپ کے والد گرامی حضرت سید احمد کبیر ثانی سہروردی علیہ الرحمتہ نے خواب میں دیکھا کہ میرے گھر میں تین چراغ جل رہے ہیں جن سے وہ سمجھ گئے کہ گھر میں تیسرا چراغ روشن ہو گیا ہے۔ چنانچہ فوراً رخت سفر باندھا اور قنوج واپس آ گئے۔

نوٹ ☆: قنوج وہ علاقہ ہے جہاں آپ کا خاندان اوچ شریف ضلع بہاولپور سے منتقل ہو کر آباد ہوا تھا۔ اور اسی جگہ کو مرکز رشد وہدایت بنایا۔

گھر پہنچ کر آپ کے والد گرامی نے آپ کو گود میں اُٹھا کر پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ اس بچے کی صورت میں روحانیت جلوہ گر ہے۔ انہوں نے آپ کا نام سید محبوب عالم تجویز فرمایا۔ مگر آپ اپنے اصل نام کی بجائے عرف عام شاہ جیونہ سے مشہور ہوئے۔

آپ کا شجرہ نسب ☆: آپ سادات بخاری کے چشم و چراغ اور حضرت شیر شاہ جلال سرخ بخاری کی اولاد سے ہیں شجرہ نسب حسب ذیل ہے: حضرت سید محبوب عالم المعروف شاہ جیونہ بخاری بن سید احمد کبیر ثانی بن سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت بن سید احمد کبیر اولیٰ بن سید شیر شاہ جلال قطب کمال حضرت جلال الدین سرخ بخاری بن سید علی بن سید صغیر بن سید محمد بن سید محمود بن سید احمد عبداللہ بن سید علی اصغر ثانی بن سید عبداللہ صغیر بن سید امام علی نقی بن سید امام علی تقی بن سید امام موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام بن حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم ورضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں اپنے عظیم والد گرامی حضرت سید احمد کبیر ثانی سہروردی علیہ الرحمتہ کے مرید وخلیفہ وجانشین ہیں۔

سیرت وکردار ☆: آپ کو عبادت سے ریاضت کی حد تک شغف تھا، ساری ساری رات عبادت وریاضت میں مشغول

رہتے، آپ ہمیشہ چھپ کر عبادت وریاضت فرماتے تھے۔ تارک نماز کو کبھی اپنے پاس نہیں بٹھاتے تھے۔ بذات خود احکام الٰہی کی پابندی فرماتے اور دوسروں سے بھی کرواتے تھے۔ آپ چونکہ مادر زاد ولی اور عارف باللہ اور صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔ آپ کی دعائیں بارگاہ ایزدی میں مستجاب تھیں۔ جس طرف نگاہ اُٹھاتے کایا پلٹ کر رکھ دیتے۔ جس ارادے نگاہ پھیرتے رب ذوالجلال آپ کی دعاؤں کو قبول فرماتا۔

بیمار اور لاعلاج مریضوں کو آپ کی خدمت میں لایا جاتا۔ آپ ان کے لئے دعا فرماتے اللہ کریم ان کو شفا عطا فرما دیتا تھا۔ ایسے بے شمار واقعات رونما ہوئے کہ بظاہر مریضوں کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہوتی۔ لیکن وہ آپ کی دعا سے صحت مند ہو جاتے تھے۔

اسی وجہ سے لوگوں نے آپ کو شاہ جیون کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔ یعنی زندگی دینے والا شاہ۔ جو بعد میں شاہ جیونہ بن گیا۔ اور اسی نام سے آپ کی شہرت ومقبولیت چار دانگ عالم میں آج بھی موجود ہے۔

آپ کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ آپ نے دریا میں کھڑے ہو کر ایک کروڑ بار قرآن مجید پڑھا۔ جس کی وجہ سے آپ کو شاہ جیونہ کروڑوی کے خطاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

آپ کی توجہ خاص اور نگاہ ولایت سے جھنگ کی بے شمار قومیں جن میں سیال، بھروانے، کملانے، چچکانے، سینال، سپرا، بلوچ جچے، چڈھڑ، جونے وغیرہ نہ صرف مسلمان ہوئیں بلکہ آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے بھی مشرف ہوئیں۔ آج بھی ان قوموں کی اولادیں آپ کی اولاد کو اپنا مرشد تسلیم کرتی ہیں۔

آپ کا اُردو کے ابتدائی شعراء میں تذکرہ☆: ''پنجاب میں اُردو'' نامی نصابی کتاب کے مولف حافظ محمود شیرانی نے آپ کا تذکرہ اُردو کے اولین شعراء میں کیا۔

ان کی تحقیق کے مطابق آپ حضرت سید میراں شاہ بھیکھ چشتی صابری علیہ الرحمتہ کے خلفاء میں سے تھے۔ مگر یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ حضرت قطب العالم میراں شاہ بھیکھ چشتی صابری علیہ الرحمۃ کا وصال ۱۱۳۱ھ بمطابق 1718ء کو ہوا، جبکہ آپ کا وصال ۹۷۱ھ بمطابق 1528ء کو ہوا۔ تقریباً ڈیڑھ سو برس پہلے آپ کا وصال ہوا تو پھر میراں شاہ بھیکھ سے ملاقات وبیعت کا تذکرہ غلط ہے جو کہ حافظ محمود شیرانی کو ابہام لگا ہے۔ فقیر صابریؔ۔

اُردو کے بہترین اور اولین شعراء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے فقہ ہندی، محشر نامہ، دردنامہ، خواب نامہ، پیغمبر دبیر نامہ، بی بی فاطمہ خاتون نامی کتابیں تصنیف فرمائیں۔

ان میں کشر نامہ، دردنامہ اور دبیر نامہ اُردو نظم میں ہیں۔ اس وقت آپ کی صرف ایک کتاب دردنامہ پنجاب لائبریری لاہور میں موجود ہے۔

اس میں آپ نے اسلامی تاریخ کے اہم واقعات نظم کیے ہیں۔ جنگ اُحد کا منظر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا منظر انتہائی اہم ہیں۔ وصال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر آپ نے خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ام المومنین

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے جو مرثیہ پیش کیا ہے۔ اس کے بعض اشعار انتہائی رقت آمیز ہیں۔

شادی واولاد☆: تذکرہ نگاروں نے آپ کی شادی واولاد کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں دی۔ تاہم آپ کی اولاد کا سلسلہ اس طرح مذکور ہے۔

حضرت شاہ جیونہ، حضرت سخی حبیب، حضرت جلال شاہ اول، حضرت عبدالرحمٰن اول، حضرت جلال شاہ ثانی، حضرت عبدالرحمٰن ثانی، حضرت صالح شاہ اول غوث محمد اول سید مبارک شاہ، غوث محمد ثانی، صالح شاہ ثانی، خضر حیات شاہ، محمد غوث اور آج کل مخدوم سید فیصل صالح حیات شاہ سابق وفاقی وزیر موجودہ سجادہ نشین ہیں۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۷۶ برس کی عمر میں ۹۷۱ھ بمطابق 1528ء کو ہوا۔

مزار پرانوار قصبہ شاہ جیونہ تحصیل وضلع جھنگ میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ احمد غوث سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مقتدائے اعظم، پیشوائے معظم، غوث الاسلام والمسلمین، قطب آسمان ولایت غریق دریائے توحید و رسالت، شاہباز میدان حقیقت حضرت شیخ احمد غوث سہروردی رحمتہ اللہ علیہ قطب الاقطاب ہیں۔

آپ کے اجداد میں حضرت شیخ محمد ابراہیم بن شیخ بایزید اول المعروف بابا شہباز پرند علیہم الرحمتہ اپنے وقت کے غوث اور قطب الاقطاب تھے۔ آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت شیخ عبداللہ ابدال و تک جو حضرت ابراہیم دانشمند کی اولاد سے ہیں۔ ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اس کے علاوہ حضرت شیخ کبیر قریشی علیہ الرحمتہ سے بھی کسب فیض کیا اور جب اپنے ماموں کے ہمراہ گجرات اور احمد آباد تشریف لائے تو وہاں حضرت پیر سید محبوب عالم قدس سرہ العزیز سے بھی فیض حاصل کیا۔

آپ سکندر لودھی کے دور میں برکیوں کا ایک قافلہ لے کر جالندھر تشریف لائے اور بستی محلہ راستہ میں اپنے عزیزوں کے ہاں قیام کیا پھر آپ نے ایک علیحدہ بستی آباد کی جس کا نام محلہ ابرک رکھا۔ جس کو پہلے محلہ کرار خان، محلہ کوہی بستی کہتے تھے۔

جالندھر میں آپ کے ہم عصر بزرگ مخدوم میاں شیر علی علیہ الرحمتہ اور سلطان ادریس خلیل بستی محلہ راستہ میں تھے۔ آپ نے جس وقت جالندھر کی طرف کوچ کیا تو پیر روشاں مستوئی وہاں سے نقل مکانی کر کے نیلگرام میں منتقل ہو گئے۔ اور جب مغلوں کے مظالم کے خلاف پیر روشاں نے ان کے ارتداد کا تدارک کیا تو آپ نے جالندھر میں ہی فرمایا کہ کوہستان میں آگ لگ گئی ہے جو جلد نہیں بجھے گی۔

آپ کے خلفائے نامدار ☆: آپ کے خلفاء میں حضرت شیخ پیرولی، مولانا شیخ پتہ انصاری، حضرت عبداللہ بن یحییٰ داؤد خیل برکی، شیخ سلیمان میر جان برکی، شبلی برکی، علیہم الرحمتہ والرضوان والغفران۔

کرامت ☆: آپ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی مصیبت زدہ دو نفل ادا کرے مجھے اور میرے بزرگوں کو ایصال ثواب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری کرے گا اور وہ فیض یاب ہوگا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۷ جمادی الآخر ۹۹۹ھ بمطابق 1590ء کو ہوا۔ مزار پر انوار بیرون دروازہ ملکاں و کوٹ بلند برلب سڑک جالندھر میں شیخ احمد غوث کے دربار سے مشہور ہے۔ جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سیّد شاہ عبدالوہاب سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: زہد الانبیاء، شیخ الاتقیاء، امام الاصفیاء، قطب الاولیاء، معدن وفا، کان صفا، مخزنِ سخا، حضرت پیر سیّد شاہ عبدالوہاب سہروردی رحمتہ اللہ علیہ آپ کا شمار مشائخ کبار میں ہوتا ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت قطب الاقطاب، ولی مادرزاد، حضرت قطب شیر بخاری علیہ الرحمۃ کے گھر واقع اُچ شریف تحصیل احمد پور ضلع بہاولپور میں ہوئی۔ آپ ہی کی ذات والاصفات کی وجہ سے سادات حسینی جلالی بخاری کی دسویں صدی ہجری میں سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی بنیاد رکھی۔

آپ دسویں صدی ہجری میں اُچ شریف سے ہجرت کر کے تبلیغی مشن پر ڈیرہ اسماعیل خان کی جانب روانہ ہوئے، اُچ شریف سے آپ پا پیادہ پیدل چلتے ہوئے منزل بہ منزل صحراؤں اور پہاڑی علاقوں کو عبور کرتے ہوئے، براستہ لیہ اس مقام پر پہنچے جہاں راجہ بل کے تعمیر کردہ شیو بھگوان کے مندر کی وجہ سے یہ علاقہ ہندو مذہب کا گڑھ تھا۔

آپ نے ہندو مذہب کا گڑھ اور روحانی مرکز ہونے کی بنا پر اس علاقہ کو تبلیغ اسلام کیلئے منتخب فرمایا۔ اور اس مندر سے کچھ دور ایک بستی میں ورود فرمایا، اس بستی میں ایک عورت بھٹی پر چنے بھون کر فروخت کر رہی تھی، جب آپ اس کے قریب پہنچے تو وہ عورت یہ سمجھی کہ شاید اجنبی مسافر بھوکا ہے، اس نے چنوں کا پیالہ آپ کی طرف بڑھایا، مگر آپ نے چنے لینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں سیّد ہوں اور سیّد صدقہ نہیں کھا سکتے، البتہ میرے لئے تین پاؤ چنے بھون لو، پیسے تو میرے پاس نہیں ہیں، میں ان کے بدلے لکڑیاں کاٹ کر لا سکتا ہوں، مگر میں اس زمین کے مالک سے اجازت لینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔

عورت مذکورہ آپ کی گفتگو سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی اس نے تین پاؤ چنوں کی قیمت چند مشکیزے مقرر کی، جنہیں آپ نے دریا سے بھر کے چنے حاصل کیے، اس وقت اس بوڑھی عورت کے ساتھ موجود کمسن بچی یہ تمام معاملہ دیکھ رہی تھی۔

آپ نے چنے اور ایک چھاگل پانی ساتھ لیا اور بستی اور مندر کے درمیان دریائے کنارے کھجوروں کے جھنڈ گھنے جنگل میں آپ نے چند شاخوں کی مدد سے ایک حجرہ بنا کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے، اور مدت دراز تک کئی کئی مہینے خوراک کے بغیر عبادت و ریاضت میں مشغول رہے، کسی بھی شخص کو آپ کے بارے علم نہ تھا کہ آپ کس حال میں ہیں۔

والد اور دادا بزرگوار کی تشویش ☆: چونکہ آپ کو گھر سے نکلے ایک عرصہ ہو چکا تھا، والدِ گرامی حضرت قطب شیر اور

دادا بزرگوار حضرت سید جنید شاہ بخاری کو تشویش لاحق ہوئی تو وہ آپ کی تلاش میں اُچ شریف سے نکلے اور لیہ کے راستے بھکر پہنچے، بھکر پہنچ کر انہوں نے دو ٹیمیں تشکیل دیں۔ اور دونوں جماعتوں کو دریاء کے دونوں طرف دوڑا دیں جو ہر ایک بستی میں اس سیّدزادے کے بارے معلوم کرے۔

چنانچہ آپ کے والدِ گرامی نے بلوٹ کی اس بستی میں اعلان کرایا تو اُس وقت بلوٹ کی بستی میں آپ کی آمد کو بارہ برس کا عرصہ گزر چکا تھا۔ آپ کے بارے اعلان سنتے ہی چنے بھوننے والی مائی کی وہ کمسن بچی جو اب کئی بچوں کی ماں بن چکی تھی، دوڑتی ہوئی آپ کے والدِ گرامی حضرت سیّد قطب شاہ بخاری سہروردی علیہ الرحمۃ کے پاس آئی اور آپ کی آمد کا تمام ماجرا اور آپ کا حلیہ مبارک اُن کے سامنے بیان کر دیا۔

آپ کے والدِ گرامی نے اس لڑکی سے پوچھا وہ پانی کا پیالہ لے کر کس سمت روانہ ہوئے تھے، اس نے بتایا کہ وہ قریبی جنگل میں دو روز تک نظر آتے رہے، مگر اس کے بعد روپوش ہو گئے۔

یہ سنتے ہی آپ کے والدِ گرامی اپنے خدام کے ہمراہ قریبی جنگل میں تشریف لے گئے جہاں اُنہیں ایک حجرہ نظر آیا، وہ جلدی سے اس میں داخل ہوئے، تو دیکھا کہ آپ سربسجود نظر آئے۔ آپ کے والدِ گرامی آپ کی حالت دیکھ کر خوشی اور غم کے ملے جلے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور اپنے لختِ جگر کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجا لائے۔

آپ کے والدِ گرامی نے دیکھا کہ آپ اردگرد کے ماحول سے بے خبر پڑے ہوئے تھے، سجدے کی طوالت کا اندازہ انہوں نے اس بات سے کیا کہ آپ کی انگلیوں کے درمیان اور آپ کے گرد گھاس نے آپ کو لپیٹ رکھا تھا۔

آپ کے والدِ گرامی نے گھاس وغیرہ الگ کر کے آپ کو اُٹھایا تو آپ میں صرف سانس لینے کی قوت کے علاوہ کوئی سکت باقی نہ تھی، انہوں نے خدام اور ساتھیوں کی مدد سے آپ کو بڑے آرام سے اٹھا کر جنگل سے باہر نکالا اور کئی دنوں تک کپاس کے ذریعے دودھ کے قطرے آپ کے حلق مبارک میں اتارتے رہے، مسلسل کئی دنوں کی کوشش کے بعد آپ نے آنکھیں کھولیں تو والدِ بزرگوار کا چہرہ مبارک نظر آیا، مگر ابھی تک آپ کی حالت یہ تھی کہ آپ خود اُٹھ کر بیٹھ نہیں سکتے تھے۔

ایک ماہ تک آپ کو دودھ اور گوشت کی یخنی پلائی گئی، تب جا کر آپ کی توانائیاں واپس لوٹ کر آئیں۔

بلوٹ شریف میں خانقاہ کا باقاعدہ قیام☆: آپ نے اپنے والدِ گرامی حضرت سید قطب شاہ بخاری سہروردی علیہ الرحمۃ اور ان کے عقیدت مندوں خدام ہمراہ اس بستی میں ایک قطعہ اراضی حاصل کر کے وہاں اپنی رہائش کے لئے گھر، عبادت کے لئے حجرہ اور نماز کے لئے مسجد تعمیر کی، اور اپنے حجرہ خاص میں عبادت و ریاضت کا دوسرا دور شروع کیا۔ عبادت و ریاضت کے ساتھ آپ مخلوق خدا کی خدمت کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے۔

آپ کی کشف و کرامات، عبادت و ریاضات کا دور دور تک چرچا ہونے لگا، لوگ جوق در جوق حاضر خدمت ہونے لگے، بہت سے افراد آپ کے درِ دولت سے فیض پانے لگے، یہی وہ جگہ ہے، جہاں اعوان، اور پٹھان قبائل کے سرکردہ لوگ آپ کے نہ صرف مطیع

وفرمانبردار ہوئے، بلکہ وہ آپ کی نوازشات، آپ کی روحانیت، آپ کے فیوض وبرکات، اور آپ کے ظاہری باطنی علوم سے مالا مال ہوئے، اور اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھر کر واپس لوٹے۔

یہی وجہ ہے کہ نواب آف کالاباغ اپنے بچوں کی پیدائش پر خصوصاً ولی عہد کی پیدائش پر گھوڑا اور دیگر نذرانے آپ ہی کی درگاہ پر پیش کرتے رہے، آج بھی نواب آف کالاباغ کی اولادیں آپ کے در دولت پر حاضری دیتی رہتی ہیں۔

رسولِ رحمت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونا☆: آپ نے بلوٹ شریف میں پہاڑوں کی آغوش میں جہاں حجرہ بنایا، وہاں ایک دن محوِ عبادت وریاضت تھے کہ چند لمحے استراحت کے لئے لیٹے ہی تھے کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیٹا عبدالوہاب اپنی جان کو اس قدر خطرے اور تکلیف میں ڈالو نہیں اب سخت مجاہدات چھوڑ کر فرائض ونوافل اور سنتوں پر اکتفا کرلیا کرو، یہ زمانہ وہ تھا کہ جب آپ کے لختِ جگر والی العصر حضرت شاہ عیسیٰ قتال سہروردی علیہ الرحمۃ اس دنیا میں تشریف لا چکے تھے، جنہوں نے آپ کی لاتعداد کرامات ومعمولات اور ہر آزمائش میں آپ کو سرخرو ہوتے دیکھا اور وقت کے بڑے بڑے جاگیرداروں اور حکمرانوں کو آپ کے سامنے سرنگوں ہوتے دیکھا تھا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال دسویں صدی ہجری کے آخر میں ہوا، مزارِ پُر انوار بلوٹ شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ سرحد میں مرجع خاص وعام ہے، جہاں آج بھی اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سیّد محمد جعفر شاہ بخاری سہروردی المعروف پیر جگی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: ولی مادرزاد، متصرف بہ تصرفات، صاحب کشف و کرامات، شہسوارِ میدانِ تجرید و ترک حضرت پیر سید محمد جعفر شاہ بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ سرشار بادۂ بے خمار ہیں۔

۱۱۹۳ھ بمطابق 1779ء کو آپ شاہ جیونہ ضلع جھنگ سے ہجرت کر کے ضلع لیہ کے قصبہ کوٹ سلطان سے مشرقی جانب پانچ میل دور ایک ویران و بے آباد جگہ میں تشریف لائے، اور اس جگہ کو تبلیغ اسلام اور رُشد و ہدایت کا مسکن و مرکز بنا کر خلق خدا کی اصلاح و تربیت میں مشغول ہو گئے۔

آپ کا تعلق برصغیر کی معروف درگاہ اوچ شریف کے روح رواں پیر جلال قطب کمال حضرت پیر سید جلال الدین سرخ بخاری سہروردی علیہ الرحمۃ کے بخاری سادات سے ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت پیر سید خورشید احمد شاہ بخاری بن سید محمد غلام اکبر شاہ بن سید کریم حیدر شاہ، بن سید نور محمد شاہ بن سید محبوب شاہ بن سید بڈھن شاہ بن سید چراغ شاہ بن سید محمد جعفر شاہ (المعروف پیر جگی) بن سید محمد شاہ بن سید محمد رضا شاہ بن سید فتح دریا بن سید نور شاہ بن سید چٹھہ شاہ بن سید کبیر شاہ بن سید فیض اللہ شاہ بن سید اجمل شاہ بن سید کبیر شاہ بن سید جندوڈا شاہ بن سید وارث شاہ بن سید فتح دریائے شاہ بن سید محمود بن سید عبدالقادر بن سید فضل الدین بن سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت بن سید سلطان احمد کبیر بن سید جلال الدین شاہ بخاری سہروردی اُچی علیہم والرضوان والغفران۔

سیرت و کردار☆: حضرت سید پیر محمد جعفر شاہ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار اپنے وقت کے کاملین میں ہوتا ہے، آپ ولی مادرزاد اور اپنے زمانے کے قطب الاقطاب وغوث الوقت تھے، آپ کی ذات والاصفات کی بدولت اس خطے کو خداوندِ عالم نے وہ عظمت بخشی کہ ہر طرف اسلام کا بول بالا ہو گیا، آپ کی تبلیغ و رشد و ہدایت کی بدولت لاتعداد افراد نے اسلام کی نہ صرف حقانیت کو قبول کیا بلکہ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر غلام بے دام بن گئے، بے شمار گمراہوں کو راہ مستقیم پر لا کھڑا کیا، آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے والے حضرات میں سے بہت سے حضرات کا شمار صالحین اولیائے کبار میں ہونے لگا، جن کی دینی خدمات کو تا دیر زندہ و تابندہ رکھا جائے گا۔

جن دنوں آپ ضلع لیہ کے اس ریگستانی علاقہ قصبہ کوٹ سلطان کے قریب تبلیغ اسلام کیلئے تشریف لائے، اس علاقہ میں ایک

ہندو زمیندار نے عیاشی و بدکاری اور مسلمانوں پر ظلم وستم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ مسلمان اس کے ڈر خوف اور ظلم وستم سے تنگ آ کر ہجرت کرنے پر مجبور تھے۔

جب آپ تشریف لائے تو مسلمانوں میں ایک حوصلہ اور نیا جذبہ پیدا ہوا، تمام مسلمان آپ کے گرد جمع ہونے لگے، آپ نے مسلمانوں کی عبادت کے لئے ایک مسجد تعمیر کرائی، اور نماز با جماعت کا اہتمام فرمایا، آپ نے مسلمانوں کو احیائے سُنت کی دعوت دی اور کفار یعنی ہندوؤں کو دعوت اسلام دی، آپ کے اخلاق و اوصاف حمیدہ اور حسنات و بزرگی و شرافت اور دین اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر دیگر مرد و خواتین کے ساتھ ''جگی'' نامی ایک ہندو عورت بھی مسلمان ہو گئی۔

پیر جگی کی وجہ تسمیہ☆: جب مسلمانوں کی ایک مضبوط جماعت قائم ہو گئی، تو آپ نے اُس ہندو زمیندار جو اس علاقے کا وڈیرہ جاگیردار تھا، اور مسلمانوں پر ظلم وستم اس کا مشغلہ تھا، کو بھی دعوت اسلام دی۔ اس نے اسلام کی حقانیت قبول کرنے کی بجائے آپ کے خلاف سازشوں کا جال بُننا شروع کر دیا، اور آپ سمیت دیگر مسلمانوں پر ظلم وستم کی نئی تاریخ رقم کرنے کا پروگرام ترتیب دینے لگا۔

اُس نے اپنے منصوبے کی تکمیل کے لئے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے مسلح ہو کر آپ پر حملہ کر دیا، لیکن آپ کے مریدین کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور پسپا ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔

جب آپ کے خلاف کوئی سازش کامیاب نہ ہو سکی تو اُس ہندو زمیندار نے اپنے حواریوں کے ذریعے اُس نو مسلم عورت مسماۃ ''جگی'' کو ایذائیں دینا شروع کر دیں، اور اُسے کہا کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر ہندو مت کو دوبارہ اختیار کرے۔

چونکہ ''جگی'' کے دل میں اسلام کی محبت رچ بس گئی تھی، وہ کسی طور پر بھی دین اسلام کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئی، تو ہندوؤں نے ظلم وتشدد کا نشانہ بناتے ہوئے اس عورت کو قید میں ڈال دیا، اور اس پر ظلم کے پہاڑ ڈھانے لگے۔

ایک دن مائی ''جگی'' موقع پا کر اُن کی قید سے نکل کر بھاگ نکلی، ہندوؤں نے جب دیکھا کہ ''جگی'' بھاگ کر سید جعفر شاہ کی خانقاہ کی طرف جا رہی ہے، تو وہ اس کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے بھاگے، اس سے قبل کے وہ ظالم ہندو اس کو پکڑ لیتے مائی ''جگی'' نے چلا کر اللہ کی ذات سے امان مانگی، اللہ کے حکم سے زمین پھٹ گئی جس کے نتیجہ میں مائی ''جگی'' نے ہمیشہ کے لئے ہندوؤں کے ظلم و ستم سے نجات پا کر خدا کا قرب حاصل کر لیا۔ جب آپ کو پتہ چلا تو اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ قیامت تک پیر کے ساتھ اس بہادر خاتون جگی کا نام زندہ رہے گا، اور اپنے فرمان سے آپ نے اس خطے کا نام ''پیر جگی'' شریف رکھ دیا، جو کہ آج باقاعدہ محکمہ مال اور دیگر سرکاری کاغذات اور عوامی حلقوں میں ''پیر جگی شریف'' کے نام سے لکھا اور پکارا جاتا ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال تقریباً دسویں صدی ہجری کو ہوا۔ مزار پُر انوار جگی شریف نزد قصبہ کوٹ سلطان ضلع لیہ میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے دربار پر ہر نئے چاند کے پہلے اتوار کو بے شمار مریدین و عقیدت مندان زیارت و تعویزات کے لئے آتے ہیں، اور

خالی دامنوں کو بھر کر لے جاتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کا آپ کے دربار کے موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر سید ثقلین بخاری ممبر قومی اسمبلی پاکستان کے والدِ گرامی شہنشاہ خطابت وطریقت فخر السادات حضرت پیر سید خورشید احمد شاہ بخاری علیہ الرحمۃ سے گہرا تعلق ورابطہ رہا۔ 93-1992ء کی قومی اسمبلی کے زمانے میں پیر سید خورشید احمد شاہ بخاری علیہ الرحمۃ لیہ سے ممبر قومی اسمبلی بن کر اسلام آباد تشریف لائے تھے، قیام اسلام آباد کے دوران متعدد ملاقاتیں ہوئیں۔

حضرت پیر سید خورشید احمد شاہ بخاری علیہ الرحمۃ اپنے زمانے کے چوٹی کے فاضل عالم دین، خطابت پر خصوصی ملکہ آپ کو حاصل تھا، اخلاق وحسنات کا پیکر اور جامع الصفات تھے، سادگی اس قدر کے کوئی سمجھ نہیں سکتا کہ اس قدر سادہ لباس زیب تن کیے ہوئے یہ شخصیت بہت بڑا شیخ طریقت یا ممبر اسمبلی بھی ہوسکتا ہے۔

حضرت پیر سید خورشید شاہ بخاری علیہ الرحمۃ فقیر کی دعوت پر 1991ء میں فقیر راقم الحروف کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی سالانہ غریب نواز کانفرنس میں خطاب کے لیے بطور مہمان خصوصی تشریف لائے تھے۔ اور اپنے ولولہ انگیز خطاب سے محفل کو خوب گرمایا، اس پروگرام کی ویڈیو فلم فقیر کی لائبریری میں موجود ہے۔

موجودہ سجادہ نشین پیر سید ثقلین بخاری مدظلہ جو 2007ء میں لیہ سے ممبر قومی اسمبلی منتخب ہوئے، فقیر کا اُن سے بھی تعلق وواسطہ قائم ہے۔ راقم الحروف کی دعوت پر ایک مرتبہ فقیر کے غریب خانے، گلستان غریب نواز موہڑہ چھپر غوث اعظم روڈ (سابقہ چکری روڈ) راولپنڈی میں بھی تشریف لائے تھے، لیہ میں بھی اُن سے ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید بہاؤالدین جھولن شاہ بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی مادرزاد، ولی ابن ولی، آئینہ جمال وجلال حقانی، مظہر تامہ کمال انسانی حضرت سید بہاؤالدین جھولن شاہ المعروف گھوڑے شاہ رحمتہ اللہ علیہ ولی مادرزاد اور قطب الاقطاب ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۹۹۹ھ بمطابق 1586ء کو سادات اوچ شریف کے عظیم نیر تاباں حضرت سید شاہ محمد بخاری کے گھر ہوئی۔

آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری سہروردی علیہ الرحمتہ سے ملتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے: سید بہاؤالدین بن سید شاہ محمد بن سید عثمان جھولہ بخاری بن سید محمود اوچی بن سید بہاؤالدین بن سید حامد بن سید محمد شاہ بن سید رکن الدین المخاطب بہ ابوالفتح بخاری اوچی بن سید حامد الملقب نو بہار شاہ بن سید ناصر الدین بن سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہم الرحمتہ والرضوان والغفران۔

لقب گھوڑے شاہ کی وجہ تسمیہ ☆: ابھی آپ کی عمر عزیز پانچ برس کی تھی کہ آپ کو گھوڑے کی سواری کا شوق پیدا ہو گیا۔ اور یہ شوق اس قدر غالب ہوا کہ آپ کو گھوڑوں سے بہت پیار ہو گیا۔ کم سنی کے باوجود گھوڑوں کے اصطبل میں گھسے رہتے۔ چونکہ آپ مادرزاد ولی ہونے کے ناطے سیف زبان ہیں زبان ترجمان سے جو فرماتے وہ پورا ہو کے رہتا۔ پانچ برس کی عمر عزیز میں سینکڑوں کرامات آپ سے سرزد ہوئیں۔

عقیدت مندوں میں سے اگر کسی کا مسئلہ حل نہ ہوتا تھا تو وہ مٹی کے بنے ہوئے گھوڑے آپ کی خدمت میں لاتا اور آپ سے دعا کراتا تو آپ اس کے لئے دعائے خیر فرماتے تو اس کا مسئلہ حل ہو جاتا۔ اس طرح آپ کی ولایت کا شہرہ دور دور تک ہو گیا اور مرد و زن دور دور سے کثیر تعداد میں آ کر دعا کراتے۔ اس طرح آپ کے پاس مٹی کے بنے ہوئے گھوڑے کثیر تعداد میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔

اس معاملے کی خبر جب آپ کے والد گرامی سید شاہ محمد علیہ الرحمتہ کو پہنچی تو وہ آپ پر سخت ناراض ہوئے اور اللہ کریم کی بارگاہ میں

دعا کی اے مالک مولیٰ! یہ بچہ تیرے اسرار ظاہر کرنے کا سبب بنا ہے۔ اس کا دنیا سے اُٹھ جانا ہی بہتر ہے۔ والد گرامی کی دعا کا نشانہ ٹھیک جگہ پر لگا اور آپ کا اسی وقت انتقال ہو گیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ماہ ربیع الاول شریف ۱۰۰۳ھ بمطابق 1594ء دس برس کی عمر عزیز میں ہوا۔ مزار پر انوار نزد قبرستان گھوڑے شاہ، گھوڑے شاہ روڈ لاہور میں مرجع خاص و عام ہے۔ آپ کا مزار لاہور کے مشہور ترین مزاروں میں سے ہے۔ اب بھی لوگ اپنی حاجت برآری کے لئے مٹی کے گھوڑے چڑھاتے ہیں۔

مفتی غلام سرور قادری لاہوری نے آپ کی قطعہ تاریخ وصال اس طرح لکھی ہے۔

شاہ جھولن زدنیا رخت بست

سال وصل آں ولی بحروبر

عالم "اسرار جھولن شاہ دا"

نیز جھولن شاہ شاہ نامور"

۱۰۰۳

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت قطب الاقطاب سیّد فتح محمد شاہ بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: امام الحفاظ والقراء، سند لاتقیاء، پروردۂ آغوش ولایت، پیشوائے اہل فضل و کمال، منبع سنت، شہباز فقر و طریقت، غواص بحر حقیقت، گنجینۂ معرفت، قطب الاقطاب حضرت سیّد فتح محمد شاہ صاحب بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ وہ عظیم شخصیت اور ولیِ کامل ہیں۔ جن کے فیوض و برکات سے آج بھی مضافات پشاور جگمگا رہے ہیں۔ آپ کو عموماً غازی بابا کہہ کر یاد کیا جاتا ہے۔

ولادت باسعادت ☆: آپ اُچ شریف بہاولپور میں جامع شریعت وطریقت، عالم علوم ربانی، قطب ارشاد حضرت سیّد حاجی شاہ صاحب بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں اس دنیائے رنگ و بو میں جلوہ افروز ہوئے۔ جبین مبارک پر سعادت کے آثار نمایاں تھے۔ اور پھر تعلیم و تربیت بھی جن ہستیوں کے زیر سایہ ہوئی وہ نسل در نسل والی ابن ولی چلے آرہے تھے اور آپ کا گھر علم و عرفان اور رشد و ہدایت کا ایک ایسا مرکز چلا آرہا تھا جس سے عوام و خواص برابر مستفید و مستفیض ہوتے چلے آرہے تھے۔ والد گرامی قدر کے زیر سایہ آپ نے اپنے وقت کے جلیل القدر علماء کرام سے استفادہ کر [illegible] دیے علوم شریعت کی تکمیل فرمائی۔ قرآن مجید فرقان حمید حفظ کیا اور قرآن کریم کی ساتویں قرأتیں سیکھ کر ان میں کمال حاصل کیا۔

بیعت و خلافت ☆: علوم ظاہری سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے والد ماجد حضرت سیّد حاجی شاہ صاحب بخاری سے آبائی سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا اور ان کی رہنمائی میں سلوک وعرفان کی منازل طے کرنی شروع فرمائیں اور تکمیل سلوک کے بعد والد ماجد نے خلافت و اجازت مرحمت فرما کر سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی ترویج و اشاعت کا فریضہ آپ کے سپرد فرمایا۔

شجرۂ نسب و شجرۂ طریقت ☆: حضرت غازی بابا رحمتہ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب اور شجرہ طریقت دونوں پندرہویں پشت میں برصغیر پاک و ہند کے مصروف روحانی پیشوا، شہزادہ خانوادۂ بخاریہ، سرگروہ ارباب سلوک وعرفان شیخ المشائخ صاحب علم لدنی، عاشق غوث الوریٰ حضرت سیّد جلال الدین بخاری سہروردی المعروف مخدوم جہانیاں جہان گشت رحمتہ اللہ علیہ سے یوں مل جاتا ہے۔

حضرت سیّد فتح محمد شاہ بخاری سہروردی بن حضرت سیّد حاجی شاہ بخاری سہروردی بن حضرت سیّد غازی شاہ بخاری سہروردی بن حضرت سیّد حمید الدین بخاری سہروردی بن حضرت سیّد رفیع الدین بخاری سہروردی بن حضرت سیّد محمد بخاری سہروردی بن حضرت سیّد ابوالحسین بخاری سہروردی بن حضرت سیّد عبدالرشید بخاری سہروردی بن حضرت سیّد سلیمان بخاری سہروردی بن حضرت سیّد منور بخاری

سہروردی بن حضرت سیّد میران بخاری سہروردی بن حضرت سیّد علم الدین ثانی بخاری سہروردی بن حضرت سیّد محمد شیخ بخاری سہروردی بن حضرت سیّد علم الدین بخاری سہروری بن حضرت سیّد ناصر الدین بخاری سہروردی بن حضرت سیّد جلال الدین بخاری سہروردی المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمتہ اللہ علیہ علیہم اجمعین۔

تصوف کی اصطلاح میں اس سلسلے کو سلسلۃ الذھب کہا جاتا ہے کہ ہر ایک شیخ طریقت حضرت مخدوم جہانیاں رحمتہ اللہ علیہ تک اپنے ہی والد صاحب کا مرید اور ماذون وخلیفہ ہے۔ اور پھر آگے سترہویں پشت پر آپ کا سلسلہ نسب امام عالی مقام سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے ہوتا ہا امام الاولیاء حیدر کرار، اسد اللہ الغالب، امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچ جاتا ہے۔

حضرت غازی بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے جد اعلیٰ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمتہ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے برصغیر پاک وہند کا سفر اختیار فرمایا۔ اسلام کی اشاعت اور سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کی ترویج واشاعت میں کوشاں رہے۔ اس عرصے میں بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ، مجازی، سالکین، مشائخ اور صوفیائے کرام سے ملاقاتیں فرمائیں۔ اُن سے مستفیض ہوئے اور اپنے آبائی سلسلہ مبارکہ کے فیوض وبرکات سے اُن کو مستفیض فرمایا۔ یوں ایک طویل مدت تک سفر میں بسر کرنے کے بعد واپس اُچ شریف پہنچے تو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمتہ اللہ علیہ کے اشارے پر آپ نے پشاور کا رُخ کیا اور پشاور شہر سے مشرق کی جانب جی ٹی روڈ پر موضع کالا میں قیام فرمایا۔ آس پاس کے دیہات سے لوگ جوق درجوق آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے لگے۔ جو بھی آتا آپ کے اخلاق حسنہ اور شفقت سے آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ آہستہ آہستہ تمام علاقے میں آپ کی شہرت پھیل گئی اور دور دراز سے بھی لوگ بکثرت آپ کی صحبت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہونے لگے۔

ورودِ وڈپگہ ☆: اس عرصے میں تہکال بالا کے ارباب صاحبان بھی آپ کے مریدین میں شامل ہوئے اور وہ آپ کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ ایک پل مرشد کے بغیر گزارنا اُن کے لئے ممکن نہ رہا۔ ہمہ وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ پھر انہوں نے آپ سے گزارش کی کہ آپ ہمارے ساتھ تہکال بالا تشریف لے چلیں ہم وہاں آپ کے لئے عظیم الشان خانقاہ تعمیر کریں گے۔ اِن سے قبل وڈپگہ کے مریدین بھی ایسی ہی درخواست مرشد کامل کی خدمت میں پیش کر چکے تھے۔ آپ نے **"افوض امری الی اللہ"** پر عمل کرتے ہوئے یہ معاملہ رب تعالیٰ کی رضا پر چھوڑا البتہ دنوں کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ کل اذان فجر کے بعد جو بھی پہلے میرے پاس پہنچے گا۔ میری مصیت اُس کو نصیب ہوگی۔ ارباب صاحبان کا گاؤں تہکال بالا چونکہ یہاں سے کافی فاصلے پر تھا اس لئے اُن لوگوں نے رات کھیتوں میں گزاری تا کہ صبح اذان فجر کے ساتھ وہ مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سرخرو ہوسکیں لیکن قسام ازل نے یہ سعادت اہل وڈپگہ کے مقدر میں لکھ رکھی تھی اور ارباب صاحبان پر اذان سے کچھ دیر قبل نیند غالب آ گئی اور جب وہ بیدار ہو کر دوڑتے ہوئے مرشد کے پاس پہنچے تو اہل وڈپگہ اپنے مرشد کی اقتداء میں نماز فجر ادا کر رہے تھے۔ یوں وعدے کے مطابق حضرت غازی بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ ۹۸۶ھ بمطابق 1562ء کو وڈپگہ تشریف لائے اور آپ کے دم قدم سے یہ بستی جگمگا اٹھی۔ اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بدولت یہ

گاؤں وڈپگہ شریف کے نام سے یاد کیا جانے لگا اور اُس وقت سے لے کر آج تک یہ پورے علاقے میں ایک منفرد حیثیت اور پہچان رکھتا ہے۔

دینی وروحانی خدمات☆: آپ کی دینی وروحانی خدمات کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ آپ کی تعلیمات کا مرکز ومحور حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فروغ تھا۔ نیز آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل محبت پر زور دیتے تھے یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذاتِ والاصفات کے ساتھ نسبت رکھنے والی ہر شے، ہر جگہ اور ہر شخصیت سے محبت فرماتے اور ایسی ہی محبت کی تعلیم دوسروں کو بھی دیا کرتے تھے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے درود وسلام کثرت سے پڑھا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرمایا کرتے تھے خصوصاً درودِ تاج شریف آپ کو نہایت پسند تھا۔ اس وقت آپ کی گیارہویں اور بارہویں پشت چل رہی ہے اور وڈپگہ شریف میں ہر مرد وزن کو درودِ تاج شریف یاد ہے اور بکثرت پڑھا جاتا ہے۔ یہ آپ کا خصوصی فیضان ہے، جس سے اس وقت تک اہل وڈپگہ برابر مستفیض ہوتے چلے آرہے ہیں۔

آنجناب رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیم وتربیت میں دوسری چیز قرآن کریم ہے اور آپ کی تمام زندگی قرآن مجید پڑھنے اور پڑھانے میں بسر ہوئی۔ آپ کا یہ حلقۂ تلامذہ بہت وسیع تھا۔ اور آپ کے ہاں تین درجات مقرر تھے پہلے درجہ میں ہر عمر کے لوگوں کو قرآن مجید ناظرہ پڑھایا جاتا تھا۔ دوُسرے درجے میں طلباء کو قرآن مجید حفظ کروایا جاتا تھا اور تیسرے درجے میں انہیں قرآن کریم کے معانی ومفہوم اور تفسیر پڑھائی جاتی تھی اور اس ضمن میں تفسیر مدارک خاص طور پر نصاب میں شامل تھی۔ آپ کے اس فیض سے ایک عالم فیض یاب ہوا اور اس کا اندازہ اِس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک روایت کے مطابق آپ کے قبرستان میں 360 حفاظ قرآن محو استراحت ہیں جبکہ دوسری روایت کے مطابق ان کی تعداد سات سو ہے۔ ان میں سے جو حضرات پشاور شہر تشریف لے گئے اور اہل پشاور کو قرآن مجید پڑھانے کا آغاز فرمایا اُن میں سے بعض جید حفاظ کرام کا ذکر قطب عالم، امیر العصر حضرت علامہ سیّد محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی المعروف مولوی جی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تالیف لطیف ''تذکرۂ حفاظ پشاور'' میں بھی کیا ہے...... یعنی یہ قبرستان گنج الحفاظ کہلانے کا مستحق ہے۔

گویا حضرت غازی بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کا ایک روشن ثبوت تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم اور اپنی آل پاک کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں ایک قرآن اور دوسری اپنی عترت اہل بیت اطہار یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گی اگر تم نے ان کو تھامے رکھا تو گمراہ نہیں ہوگے۔'' (متفقہ علیہ)

حضرت غازی بابا رحمتہ اللہ علیہ کا آبائی سلسلہ سہروردیہ تھا اور آپ اسی کے مطابق اپنے مریدین کی روحانی تربیت فرمایا کرتے تھے حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردیہ رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ''عوارف المعارف'' اور ملفوظات سیّد مخدوم جہانیاں رحمتہ اللہ علیہ کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ اولیائے کرام کے ساتھ عقیدت اور اُن کے ادب واحترام کی تلقین

فرمایا کرتے تھے لیکن حضور غوث اعظم، محبوب سبحانی، قندیل نورانی، شہباز لامکانی، ہیکل یزدانی حضرت ابومحمد محی الدین سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ اور ہر سال گیارہ ربیع الثانی کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی گیارہویں شریف کا خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ اس موقع پر زردہ پکا کر فاتحہ دلائے۔ اُس وقت سے تا حال وڈیگہ شریف میں آپ کی حقیقی و معنوی اولاد نے یہی معمول اپنا رکھا ہے اور گھر گھر اسی طریقے سے گیارہویں شریف منائی جاتی ہے۔

وصال باکمال☆: جناب محترم قاری جاوید اقبال صاحب ''پاکستان کے ثقافتی انسائیکلو پیڈیا (سرحد)'' جلد ۲، صفحہ ۸۰۔۸۱ پر رقم طراز ہیں۔ حضرت غازی بابا رحمتہ اللہ علیہ نے اس مقام پر ستائیس برس تک اس علاقے کو اپنے فیوض و برکات سے منور کیا اور اپنے تبلیغی مشن کو جاری رکھتے ہوئے ۱۰۰۳ھ بمطابق 1594ء میں وصال فرمایا۔ آپ کی قبر مبارک پر ایک عالی شان گنبد تعمیر کیا گیا ہے اور ہر سال ماہِ ذوالحجہ کی نوچندی جمعرات کو آپ کا عرس مبارک ہوتا ہے جس کا اہتمام یہاں کے بخاری سادات کرتے ہیں۔ اس موقع پر علماء کرام وعظ فرماتے اور اس وقت آنجناب کے صاحبزادے سلطان المشائخ سیّد محمد نور الحسین المعروف سلطان آغا صاحب فرما رہے ہیں۔ اس تنظیم کے زیر اہتمام ہر سال محرم الحرام، ربیع الاول شریف اور ربیع الثانی میں عظیم الشان اجتماعات منعقد ہوتے ہیں۔ خصوصاً بارہ ربیع الاول شریف کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر جلوس بھی نکالا جاتا ہے۔ اس موقع پر گلی کوچوں کو جس طرح آراستہ کیا جاتا ہے تو اس کی مثال دیہات کی سطح پر پورے پاکستان میں نہیں ملتی۔ گاؤں کی مختلف گلیوں سے ہوتا ہوا یہ جلوس حضرت قطب الاقطاب سید فتح محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دربار اقدس میں حاضری دیتا ہے۔ اور وہاں درود وسلام اور مختصر محفل ذکر و نعت ہوتی ہے۔ اس جلوس پر ہوائی جہاز کے ذریعے پھولوں کی پتیاں بھی نچھاور کی جاتی ہیں۔

راقم الحروف (صاحبزادہ مقصود احمد صابری) کو بھی 1989ء میں حضرت مولوی جی رحمتہ اللہ علیہ کی وساطت سے انجمن محبان اولیاء وڈیگہ کے ایک پروگرام کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔ محرم الحرام کی نو تاریخ تھی، جناب سلطان آغا صاحب کے ہمراہ ہم وڈیگہ شریف پہنچے اور وہاں سید محمد انور شاہ بخاری قادری سیکرٹری انجمن محبان اولیاء وڈیگہ کے ہاں قیام فرمایا اور رات کو جامع مسجد گلزار مدینہ میں خطاب فرمایا۔ اسی رات یہاں کی ایک معروف عالم دین حضرت مولانا گل بادشاہ صاحب خطیب جامع مسجد غوثیہ وڈیگہ نے وصال فرمایا تھا۔ ایک تو محرم تھا اور اوپر سے مولانا صاحب کا انتقال تو وڈیگہ شریف کی فضا بڑی سوگوار تھی۔

حضرت غازی بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فیوض و برکات سے یہ بستی عشاق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلا بخشنے میں مولوی جی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت نے اہم کردار ادا فرمایا۔ رب تعالیٰ اس محبت کو قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

حضرت غازی بابا رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں مولوی جی صاحب نے فرمایا کہ یہ ایسا ولی کامل ہے جو اپنی قبر مبارک میں بھی زندوں کی طرح تصرف فرما رہا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید شاہ محمد بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : قطب آسمان ولایت، معدن گنجینۂ علوم لدنی، پروردہ نگاہ لطف رسول مدنی حضرت سید شاہ محمد بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ اوچ شریف کے عظیم المرتبت سادات گھرانے کے عظیم فرد حقیقت حضرت سید عثمان شاہ جھولہ بخاری علیہ الرحمتہ کے گھر آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ ولی مادرزاد اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے عظیم نیر تاباں ہیں۔

آپ کا سلسلہ نسب وطریقت چند واسطوں سے حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمتہ تک پہنچتا ہے جس کی تفصیل آپ کے والد گرامی کے احوال میں دی گئی ہے۔

آپ اپنے احباب کے ہمراہ اوچ شریف سے ہجرت کر کے چک سرداعلاقہ کلانور تشریف لائے اور دین متین کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام دیتے رہے۔ جس کے نتیجے میں کلانور ضلع گورداسپور مشرقی پنجاب انڈیا کے لاتعداد غیر مسلموں نے کلمہ پڑھ کر اسلام کو قبول کرلیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

آپ اپنے والد گرامی حضرت سید عثمان شاہ جھولہ بخاری سہروردی علیہ الرحمتہ کے وصال کے بعد لاہور تشریف لائے اور ان کی مسند کو زینت بخشی اور مخلوق خدا کی خدمت اور رشد وہدایت میں مشغول ہو گئے۔

لاہور کے اردگرد کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضری دے کر فیض یاب ہوتے تھے۔ ہزار ہا لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت سے مشرف ہوئے آپ کی زندگی جذب وسکر کی تھی۔ مگر اس کے باوجود عبادت وریاضت میں کبھی کوتاہی نہیں ہونے دی۔

آپ کو خدا نے پانچ بیٹے عنایت فرمائے ان میں سید عماد الملک سید بہاؤ الدین جھولن المعروف گھوڑے شاہ بخاری، سید عالم شاہ سید ہارون شاہ سید نورنگ شاہ کے نام آتے ہیں۔ تمام حضرات ولایت کے بلند مرتبہ درجہ پر فائز رہے۔

وصال باکمال ☆ : آپ کا وصال باکمال گیارہ ربیع الثانی ۱۰۱۱ھ بمطابق 1602ء کو بعہد شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر ہوئی مزار پر انوار موضع ہلکہ ضلع لاہور میں مرجع انام ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری قادری نے قطعہ تاریخ لکھی۔

شهه محمد چوں زدنیا رخت بست   گشت ''اعظم'' سال حیلش عیاں

بـاز شد پیدا از دل شیخ امین   صاحب فضیلت هم اے مهربان

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ حسن کنجد المعروف حسو تیلی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: غریق دریائے وحدت ومعرفت، آشنائے اسرار و رموز حقیقت، متصرف بہ تصرفات، شیخ المشائخ حضرت شیخ حسن کنجد المعروف بہ حسو تیلی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت دریائے چناب کے کنارے ایک گاؤں ماکھیوال میں شیخ چندو کے گھر ہوئی۔ آپ کے والد کا ایک کولہو تھا۔ جس کی آمدن سے تمام کنبہ پلتا تھا۔ آپ جب سن شعور کو پہنچے تو آپ کی ملاقات پنجاب کے مشہور جوگی گورو گورکھ ناتھ سے ہوئی جس سے آپ خاصے متاثر ہوئے۔ اور چند برس اس کی خدمت میں رہ کر اس سے فیضان حاصل کیا۔

اس کے بعد سیر وسیاحت کے لئے نکلے اور سیاحت کرتے ہوئے لاہور پہنچ گئے اور لاہور کے چوک جھنڈا لوہاری دروازے میں گندم فروشی کا کاروبار شروع کر دیا۔ یہ جگہ آج بھی مرجع خاص وعام ہے۔

آپ کی خانقاہ کے علاوہ لاہور میں یہ آپ کی دوسری یادگار ہے۔ جہاں ہر جمعرات کو لوگ چراغ جلاتے ہیں۔ آپ نے تمام عمر تجرد میں گزاری ہے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت شیخ جمال لاہوری سہروردی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے اور تکمیل مجاہدات کے بعد انہی کے دست مبارک سے خرقہ خلافت واجازت پا کر سرفراز ہوئے۔

آپ کی زندگی میں تبدیلی کا اہم واقعہ ☆: آپ جب حضرت شیخ جمال کے مرید ہوئے تو گاہے بہ گاہے ان کی زیارت کے لئے جاتے تھے۔ ایک دن آپ اپنے پیرومرشد حضرت شیخ جمال سہروردی علیہ الرحمتہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے اپنا حصہ طلب کیا۔ حضرت شیخ جمال نے فرمایا غلہ کی خرید وفروخت کے وقت وزن کو برابر کیا کرو۔ آپ نے اس دن سے کم تولنا چھوڑ دیا۔ اور طریقہ یہ بنالیا کہ جو گاہک گندم خریدنے کے لئے آتا آپ ترازو اور باٹ اس کے ہاتھ میں دے دیتے اور فرماتے کہ اپنی مرضی سے تول لو۔ اب جو خریدار طمع لالچ میں آ کر زیادہ تول کرلے جاتا اور اپنے گھر جا کر جب وزن کرتا تو اس کی گندم کم نکلتی۔ جو خریدار پوری تول کرلے جاتا اس کی گندم زیادہ ہو جاتی۔

الغرض اس طرح کئی سال گزر گئے اور آپ کے کاروبار میں کافی ترقی وبرکت ہوئی حتیٰ کہ آپ نے ترازو کے باٹ بھی سونے کے بنوا لئے۔

ایک دن آپ نے وہ سنہری باٹ جو سونے کے بنے ہوئے تھے حضرت شاہ جمال کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کئے اور عرض کی حضور کی توجہ سے خدا نے اس قدر برکت و نفع عطا کیا کہ میں نے ترازو کے باٹ بھی سونے کے بنوا لئے ہیں۔ حضرت شاہ جمال نے فرمایا ان کو دریا میں پھینک دو۔ آپ اسی وقت مجلس شیخ سے اُٹھے اور وہ سونے کے باٹ دریا میں پھینک آئے۔

ابھی دو ہی دن گزارے تھے کہ جب کسی دیہات کے غلہ فروش اپنا سامان فروخت کرنے کے لئے لاہور آ رہے تھے کہ راستے میں وہ دریائے راوی سے پیدل گزر رہے تو وہ سونے کے باٹ ان کے پاؤں کے نیچے آئے انہوں نے اُٹھا کر دیکھا تو پہچان گئے کہ یہ پتھر آپ کے ہیں۔ چنانچہ وہ پتھر لے کر آپ کی دکان پر آئے اور پتھر آپ کو دے گئے۔

آپ وہ پتھر لے کر اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ جمال کے پاس حاضر ہوئے اور تمام واقعہ عرض خدمت کر دیا۔ اور عرض کی حضور یہ تو پھر میرے پاس آ گئے ہیں۔

شیخ جمال نے فرمایا اے حسنؒ یہ سچائی کا امتحان تھا تو نے جب سے کم تولنا چھوڑا اور دیانت داری اور سچائی اختیار کی تو خدا نے تیرے کام میں برکت ڈال دی۔ جو کچھ تو نے کسب حلال سے جمع کیا تھا اسے اپنے ہاتھوں سے دریا میں ڈالا تو وہ پھر بھی ضائع نہ ہوا۔ اور تیرے پاس واپس آ گیا۔

مرشد کامل کی زبان سے یہ الفاظ سن کر آپ تارک الدنیا ہو گئے۔ دنیا اور اہل دنیا سے نفرت ہو گئی۔ دوکان کا تمام سامان راہ خدا میں تقسیم کر دیا اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے اور چند ہی سالوں میں درجہ کمال کو پہنچے اور اپنے وقت کے عظیم اولیائے کبار میں شمار ہونے لگے۔

ہم عصر علماء اور مشائخ وسلاطین میں آپ کا نمایاں مقام☆ : اپنے دور کے مشاہیر مشائخ عظام علمائے کرام سلاطین زمانہ سے آپ کے بہت اچھے تعلقات تھے۔ ان میں حضرت شیخ موسیٰ آہنگر سہروردی جو حضرت شیخ عبدالجلیل سہروردی کے مرید وخلیفہ تھے ان سے آپ کے بہت اچھے تعلقات تھے۔ حضرت شیخ عبدالنبی، حضرت شیخ نظام نارنولی، حضرت لال حسین قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہم اجمعین جیسے علمائے زمانہ سے آپ کے گہرے مراسم تھے۔ حضرت لال حسین قادری لاہوری علیہ الرحمۃ کا یہ طریقہ تھا کہ وہ داتا دربار جاتے ہوئے آپ کے پاس سے ہو کر جاتے تھے۔

سلاطین زمانہ سے بھی آپ کے اچھے مراسم تھے جن میں مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری پہلے تو آپ کا سخت مخالف تھا۔ مگر بعد ازاں آپ کا معتقد ہو گیا۔ اس کے علاوہ عبدالرحیم خان خاناں نے ٹھٹھہ کی فتح کے لئے آپ کی مدد چاہی تھی۔ جب ٹھٹھہ فتح ہو گیا تو خان خاناں نے آپ کی خدمت میں پانچ صدروپیہ نذرانہ بھیجا تھا۔ اسی جرنیل نے دکن کی فتح کے لئے بھی آپ سے دعا کی درخواست کی تھی۔

اس کے علاوہ نواب مرتضیٰ خان اور شیخ فرید بخاری نے اولاد کے لئے آپ سے درخواست کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے نصیب میں اولاد نہ ہے۔

شہنشاہ اکبر اور جہانگیر بلکہ ان کی بیگمات بھی آپ سے دعاؤں کے خواستگار رہتے تھے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: یوں تو آپ کے لاتعداد خلفائے نامدار ہوئے ہیں۔ مگر حضرت مولوی عبدالکریم سہروردی جو کہ بہت عالم وفاضل اور زبردست فقیہہ تھے حضرت شیخ کمال سہروردی ہر دو حضرات کا سلسلہ طریقت خوب پھلا پھولا۔ لاتعداد افراد ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے بہت سے گمراہوں کو ان کی وجہ سے ہدایت ملی۔

حسو پیر ہے تیلیاں دا☆: پنجاب کے تیلی قبیلہ کے لوگ آپ کو اپنی برادری کا روحانی پیشوا مانتے ہیں۔ پیر وارث شاہ اپنی کتاب ''ہیر وارث شاہ'' میں فرماتے ہیں۔

عشق پیر ہے عاشقاں سادیاں دا بھکھ پیر ہے مستاں ہاتھیاں دا

حسو تیلی ہے پیر جو تیلیاں دا سلیمان ہے جن بھوتاں سیاں دا

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ایک سو بیس برس کی عمر میں مورخہ ۳ شوال ۱۰۱۱ھ بمطابق 1602ء کو ہوا۔ آپ کی مرقد منورہ ایبٹ روڈ محفل سینما کے عقب میں گراؤنڈ نشیبی کے پاس لیڈی جمعیت سنگھ ہسپتال لاہور میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید میراں محمد شاہ بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: جلیس مسند حق الیقین، قطب اقلیم، پیشوائے جمیع اہل کمال فارغ از مستقبل وحال، مرآۃ جمال بے مثال حضرت سید میراں محمد شاہ المعروف موج دریا بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۹۴۰ھ بمطابق 1533ء کو وقت کے عظیم صوفی بزرگ حضرت سید صفی الدین بخاری کے گھر اوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں ہوئی۔ آپ کا پیدائشی نام نامی اسم گرامی سید میراں محمد شاہ بخاری ہے جبکہ عرف عام میں آپ کو حضرت موج دریا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

آپ اوچ شریف کے سادات سے ہیں آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں کے بعد حضرت سید مخدوم جلال الدین شیر شاہ سرخ بخاری علیہ الرحمتہ سے ملتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ حضرت سید میراں محمد شاہ بن سید صفی الدین بن سید نظام بن سید علم الدین ثانی بن سید جلال الدین بن سید علم الدین اول بن سید ناصر الدین بن سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری علیہم الرحمۃ والرضوان والغفران۔

اوچ شریف میں ہی آپ کی تعلیم وتربیت مکمل ہوئی۔ اپنے والد گرامی کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہونے کے بعد ان کے جانشین قرار پائے اور ان کی مسند پر بیٹھ کر رشد وہدایت کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ ہزار ہا افراد نے آپ کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوئے۔ ولایت، کرامت، شرافت، علم وعرفان موروثی طور پر آپ کو حاصل تھا۔ اپنے وقت میں مقتدائے زمانہ تھے۔

اوچ شریف سے لاہور میں ورود مسعود ☆: ۹۷۵ھ بمطابق 1567ء میں مغل شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر چتوڑ کی فتح کے لئے ایک لشکر جرار لے کر چتوڑ پہنچا۔ راجپوتوں نے ایسی مزاحمت کی کہ چتوڑ کا قلعہ پانچ مہینے کی مسلسل جنگ کے باوجود بھی فتح نہ ہوسکا۔

اکبر بادشاہ اس سلسلہ میں شدید ذہنی دباؤ کا شکار تھا۔ اس اثناء میں کسی نے اکبر بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اوچ شریف میں ایک بزرگ سید میراں محمد شاہ جو کہ مستجاب الدعوات ہیں۔ لہٰذا قلعہ کی فتح کے لئے ان سے دعا کرائی جائے۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی دعا سے خداوند کریم مسلمانوں کو فتح دے گا۔ شہنشاہ اکبر نے فوراً ہی چند قابل اعتماد امراء کو آپ کی خدمت میں اوچ شریف بھیجا تاکہ جا کر میری طرف سے دعا کے لئے درخواست کردیں۔

چنانچہ اکبر کے اُمراء نے حاضر خدمت ہو کر دعا کے لئے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ تم جاؤ۔ انشاء اللہ بہت جلد میں بذات

خود چتوڑ پہنچوں گا۔ پھر دعا کروں گا۔

امراء نے عرض کی یا حضرت شاہی لشکر میلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ آپ تشریف لے آئے۔

آپ نے فرمایا ایک رات نہایت تیز آندھی آئے گی جس سے تمام خیمے اُکھڑ جائیں گے، چراغ بجھ جائیں گے۔ قناتیں اُڑ جائیں گی۔ ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ہوگی۔ اس وقت ایک خیمہ سلامت ہوگا۔ اس میں چراغ جل رہا ہوگا۔ وہی خیمہ ہماری قیام گاہ ہوگا۔

آپ کا فرمان ذیشان سن کر اُمراء واپس آ گئے اور اکبر بادشاہ کے پاس وہ چتوڑ پہنچے اور آپ کا پیغام اسے پہنچایا اسی رات ہولناک آندھی طوفان آیا۔ خیمے اُکھڑ گئے، قناتیں ہوا میں اُڑ گئیں۔ آگ کے مشعل الاؤ اور چراغ بجھ گئے مگر ایک خیمہ میدان جنگ سے کچھ دور سلامت کھڑا تھا۔ اس میں چراغ جل رہا تھا۔ یہ دیکھ کر اکبر بادشاہ اور اس کے امراء اور فوج کے سپہ سالار اس خیمے کی طرف باادب ہو کر دوڑے۔ قریب جا کر اکبر نے سرداروں اور امراء کو باہر ہی روکا اور خود نہایت ہی مودبانہ انداز میں سر جھکا کر خیمے میں داخل ہوا۔

آپ اس وقت سجدے میں گرے ہوئے تھے۔ سر اُٹھایا تو دیکھا کہ شہنشاہ ہندوستان جلال الدین اکبر برہنہ پا دست بستہ کھڑا چتوڑ کی فتح کے لئے دعا کی درخواست کر رہا تھا۔

آپ نے فرمایا اکبر فکر نہ کر و فتح انشاء اللہ مسلمانوں کی ہوگی۔ اگلے روز صبح کے وقت آپ خود میدان کارزار میں گئے جب جنگ کا آغاز ہوا تو آپ نے بلند آواز سے **اَللّٰہ** کہا تو پانچ ماہ کی صعوبتوں سے فتح نہ ہونے والا قلعہ **اَللّٰہ** کی ایک ضرب سے فتح ہو گیا۔

چتوڑ کی فتح کے بعد شہنشاہ اکبر نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکریہ ادا کیا اور درخواست کی کہ میرے ساتھ شاہی محل میں قیام فرما کر آئندہ کے لئے میری سرپرستی فرمائیں۔ آپ نے جواب دیا کہ ہم فقیر لوگ ہیں شاہی محلوں سے ہمارا کیا تعلق ہے۔ یہ جواب سن کر شہنشاہ نے نواح بٹالہ ضلع گورداسپور میں آپ کو جاگیریں پیش کیں اور خطیر رقم بطور نذرانہ پیش کی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ میں اس کو قبول نہیں کرتا۔ بادشاہ نے جب بہت زیادہ اصرار کیا تو آپ نے یہ نذر قبول فرمائی۔

اس کے بعد بادشاہ نے درخواست کی کہ آپ دہلی یا لاہور میں سے کسی شہر میں رہنا پسند فرمائیں تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ اس پر آپ نے لاہور میں رہنا قبول فرمایا۔

سیرت و کردار☆: آپ انتہائی درجہ کے سخی اور دریا دل تھے جس کے باعث خلقت میں موج دریا کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ نے اپنی تمام جاگیر اور فتوحات جو شہنشاہ کی طرف سے آپ کو ملی تھیں اس کی تمام آمدنی خلق خدا کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کر دی تھی۔ لاہور اور موضع خان فتا متصل تحصیل پھالیہ ضلع گجرات اور موضع پسیانوالہ (نواح بٹالہ) ضلع گورداسپور میں آپ نے تین لنگر خانے تعمیر کئے جہاں دن و رات مساکین اور غرباء کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ لاہور کے وسیع لنگر خانے کے ساتھ آپ نے ایک دینی درس گاہ بھی قائم کی۔ علماء، فقراء، طلباء کے لئے الگ الگ کمرے تعمیر کرائے کسی جگہ پانی کی فراہمی کیلئے کنوئیں کھدوائے۔ یہ سب عمارات ایک مربع میل کے احاطے میں اس جگہ میں موجود تھیں۔ جہاں آج کل آپ کا مزار پرانوار ہے۔

آپ کی ذات والا صفات رشد و ہدایت، شریعت و طریقت، جود و سخا، فقر و استغنا، زہد و تقویٰ، اور علم و عمل کا آفتاب و ماہتاب تھی۔

آپ صاحب کشف وکرامات اور باکمال بزرگ ہیں۔ لاہور کے بڑے بڑے جید علماء، صالحین، صوفیاء آپ کی مجلس میں بیٹھ کر مستفید ہو کر جاتے۔ بڑے بڑے دقیق مسائل کو آن واحد میں حل فرما دیتے اور لوگ انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔

شادی واولاد☆: آپ کی شادی حضرت سید عبدالقادر ثالث بن عبدالوہاب بن سید محمد غوث بالا پیر گیلانی کی صاحبزادی حضرت بی بی کلاں سے ہوئی۔ جن کے بطن مبارک سے بڑے صاحبزادے سید صفی الدین جو اپنے جد بزرگوار کے نام سے موسوم تھے دوسرے صاحبزادے سید بہاؤالدین جو نہایت درجہ کے متقی و پرہیزگار اور صاحب کشف وکرامات بزرگ ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کی دوسری شادی بٹالہ ضلع گورداسپور انڈیا کی رہنے والی بی بی نورنگ سے ہوئی۔ ان بی بی کے بطن سے آپ کے تیسرے صاحبزادے سید شہاب الدین پیدا ہوئے۔ یہ بھی اپنے وقت کے عارف کامل اور صاحب کشف وکرامت بزرگ ہوئے بٹالہ ضلع گورداسپور انڈیا میں ان کا مزار مرجع خاص وعام ہے۔

کشف وکرامات☆: ایک روز ایک بدعقیدہ شخص آپ کی مجلس میں آیا اور کہنے لگا کہ سید کبھی سنی نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کو اصحاب ثلاثہ کی نسبت محبت نہیں ہوتی۔ پس جب اصحاب ثلاثہ کی نسبت اعتقاد صحیح نہ ہوا جیسا کہ پنجابی کی مثل مشہور ہے کہ **سید سنی نہیں کاٹھ دی گنی نہیں۔**

یعنی سید سنی نہیں ہوتا اور کاٹھ لکڑی کی ہنڈیا نہیں ہوتی اس کی یہ تقریر سن کر آپ نے خدام سے فرمایا کہ لکڑی کی دیگ بنوا کر لاؤ۔ خدام نے تھوڑی ہی دیر میں لکڑی کی دیگ پیش خدمت کی تو آپ نے اپنی دونوں ٹانگیں لمبی کر کے ان پر دیگ رکھوائی اور فرمایا کہ یہ میری ٹانگیں چولہے کا کام کریں گی۔ اب تم اس کے نیچے آگ جلاؤ اور دیگ میں چاول پکنے کے لئے رکھ دو۔

آپ نے جب تک چاول پک نہ گئے پاؤں نہیں ہٹائے۔ جب دیگ تیار ہوگئی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ دیکھ لے سید سنی بھی ہے اور دیگ بھی لکڑی کی ہے۔ یہ سنی سید آگ سے جلا۔ نہ ہی آگ نے دیگ کو نقصان پہنچایا۔ یہ دیکھ کر مجلس میں موجود لوگ حیران ہو کے رہ گئے۔ اور وہ باتونی شخص مبہوت ہو کر قدموں میں گر گیا اور سچے دل سے توبہ کر کے آپ کے خدام میں شامل ہوگیا۔

کرامت نمبر۲☆: ایک دن آپ اپنی خانقاہ میں بیٹھے تعلیم دے رہے تھے کہ زمینداروں کی ایک جماعت خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا حضور ہمارے علاقہ مزنگ اور گردونواح کے کنوؤں کا پانی بہت کھاری اور نمکین ہے جس سے ہماری سالانہ فصلیں ہر سال تباہ ہو جاتی ہیں۔ آپ اللہ کے حضور دعا فرمائیں کہ یہ پانی شیریں ہو جائے۔

آپ نے ان کی التجا سن کر بارگاہ خداوندی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور انتہائی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی اے اللہ مزنگ کے کنوؤں کا پانی میٹھا کر دے۔ دعا فوراً قبول ہوئی اور مزنگ کے علاقے کے تمام کنوؤں کا پانی میٹھا ہوگیا۔ اور آج تک میٹھا ہے۔

کرامت نمبر۳☆: ایک دن لنگر خانے کا مہتمم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی حضور لگاتار بارشوں کی وجہ سے چاولوں کی لدی ہوئی بیل گاڑیاں لنگر تک نہیں پہنچ سکیں جبکہ لنگر خانے میں خلقت کھانے کے لئے بے تاب ہے۔

آپ نے پوچھا کہ لنگر خانے میں کس قدر چاول موجود ہیں؟ عرض کی بس ایک دیگ پک سکتی ہے۔ جبکہ لنگر کھانے والے بے شمار افراد ہیں۔

آپ نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔ایک دیگ چولہے پر چڑھا دو اور اس میں ہم وزن چاول گھی اور گوشت ڈال کر پکاؤ۔ارشاد کی تعمیل کی گئی۔جب دیگ تیار ہوگئی تو آپ نے لنگر خانے میں رکھوادی اور اس پر ایک کپڑا ڈال دیا۔پھر فرمایا اب جس قدر بھی ضرورت ہو اس دیگ سے چاول نکالتے جاؤ اور لوگوں کو کھلاتے جاؤ۔

لنگر خانے کے خادموں نے ایسا ہی کیا۔اس دیگ سے ہزاروں لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور گھروں کو بھی لے گئے مگر دیگ کے چاول ختم ہونے میں نہ آتے تھے۔یہ کیفیت سات دن تک رہی اس دوران میں جب بھی چاول دیگ سے نکالے جاتے تو وہ اس قدر گرم ہوتے جیسے دیگ ابھی پک کر چولہے سے اتری ہو۔اس دوران بارشیں بھی رک گئیں اور کافی مقدار میں چاول لنگر خانے میں پہنچ گئے اس کے بعد حسب سابق لنگر کا انتظام جاری رہا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۷ اربیع الثانی ۱۰۱۳ھ بمطابق 1604ء کو بٹالہ سے تین کوس دور اپنی جاگیروں ضلع گورداسپور انڈیا میں ۵۷ برس کی عمر میں ہوا۔آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو بٹالہ ضلع گورداسپور سے لاہور لایا گیا۔

آپ کا مزار پر انوار ایڈورڈ روڈ نزد کسٹم ہاؤس لاہور میں بہت بڑے گنبد کی شکل میں مرجع خلائق عام ہے۔مزار شریف کے ساتھ عظیم الشان مسجد بھی ہے۔آپ کے مزار کے پاس مزید گیارہ قبریں ہیں۔جو کہ آپ کے صاحبزادگان اور ان کی اولادوں کی ہیں۔جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید منور شاہ گردیزی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قدوۃ السالکین، امام العاشقین، دلیل الکاملین مجسمۂ حسنات وکمالات، متصرف بہ تصرفات، صاحب کشف و کرامات، فخر السادات گردیز یہ حضرت پیر سید منور شاہ گردیزی رحمتہ اللہ علیہ بن حضرت سید نور محمد شاہ گردیزی علیہ الرحمتہ اپنے وقت کے عظیم عارف کامل اور ولی اللہ ہوئے ہیں۔

آپ کا نسب ۲۰ واسطوں سے حضرت امام حسین سے ملتا ہے۔ آپ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد ہیں اور گردیزی سادات اسی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ جعفری لکھتے ہیں۔

آپ حضرت سید یوسف شاہ گردیزی علیہ الرحمتہ ملتان والوں کی اولاد سے پانچویں پشت میں مشہور ولی کامل سید نور محمد شاہ علیہ الرحمتہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ کے جد امجد حضرت سید احمد شاہ گردیز علیہ الرحمتہ نے ملتان کو خیر باد کہہ کر خطہ پوٹھوار میں دان گلی کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا اور وہیں پر تمام زندگی توحید کے جام پلاتے رہے۔ وہیں ان کا وصال با کمال ہوا۔ دان گلی قلعہ اکبر بادشاہ میں آپ کا مزار ہے۔

آپ نے بھی رشد و ہدایت کے لئے خطہ پوٹھوار کو اپنا مسکن بنایا اور بہارہ کہو کے نزدیک موضع پھلگراں ضلع اسلام آباد میں مکمل سکونت اختیار کی اور لوگوں کو معرفت و حقیقت کے راستے سے آشنا کرتے رہے۔ آپ اپنے وقت کے ایسے ولی کامل تھے کہ اس دور میں آپ کی نظیر اور مثال نہ تھی۔ ہر طرف آپ کی دھوم اور چرچا تھا۔ خطہ پوٹھوار کے چار جانب آپ کی ولایت ہی کا فیضان تھا۔ آپ انتہائی سیف زبان تھے۔ زبان ترجمان سے جو بات نکلتی ویسا ہی ہو کے رہتا۔ آنے والے سائلین اور مصیبت زدہ اپنی خالی جھولیاں دامن مراد سے بھر کر واپس جاتے۔ آپ کے در پر آنے والا کوئی بھی شخص مایوس نہ گیا۔ اپنے تو اپنے بیگانے یعنی غیر مسلم بھی آپ کے فیضان کی بدولت مالا مال ہوتے رہے۔

آپ بلا امتیاز تفریق سب سے ملتے اور ہر ایک کی بات اچھی طرح سنتے اور سب کو شفقت و محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ دن رات عبادت میں مشغول رہتے نماز پنجگانہ کا خصوصی اہتمام فرماتے اور آنے والوں کو بھی اس کی تاکید فرماتے تھے۔ تہجد اور دیگر نوافل اور اد و وظائف کی مکمل پابندی آپ کا شعار رہا ہے۔ آپ حسن و جمال میں یکتا اور خلق محمدی کا عملی پیکر تھے۔

آپ کا فیضان پھلگراں ضلع سلام آباد سے آپ کی اولاد کی صورت میں کشمیر ہزارہ کاغان راولپنڈی تک پہنچا۔ جس سے لاکھوں

افراد مستفید ہو رہے ہیں۔ آپ کی اولاد پاک سے کشمیر میں کئی اولیائے کرام گزرے ہیں۔ کشمیر میں سوہاوہ شریف اور سرچھ شریف اور چناٹ شریف کے بزرگوں کے مزارات یہ سب آپ ہی کی اولاد پاک ہیں۔ پورے کشمیر میں ہزاروں گردیزی سادات آپ ہی کی اولاد ہیں۔

حضرت امام بری شاہ لطیف علیہ الرحمتہ آپ کے ہم عصر گذرے ہیں انہوں نے آپ کو بیچیار کا لقب عطا فرمایا تھا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۰۱۶ ہجری اکبر بادشاہ کے دور میں ہوا۔ مزار شریف پھلگراں بھارہ کہو ضلع اسلام آباد میں آج بھی مرجع ہر خاص و عام ہے۔

فقیر راقم الحروف نے بھی آپ کے مزار فیض آثار پر حاضری کا شرف حاصل کیا ہے۔

آپ ہی کی اولاد سے ایک بزرگ فخر السادات، حضرت پیر سید دیدار حسین شاہ گردیزی چشتی صابری مدظلہ العالی جو کشمیر سے 1982ء میں موٹر ایجنسی مری میں آ کر مقیم ہوئے اور 1988ء میں موضع پھلگراں آپ کے دربار گوہر بار پر تشریف لائے اور وہاں پر کمرے بنوائے اور زائرین کے لئے دیگر سہولیات فراہم کر کے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے فروغ اور اشاعت کے لئے کام کر رہے ہیں۔

دن و رات آپ کا لنگر جاری ہے، صبح و شام مستوں کی بھیڑ آپ کے گرد جمع رہتی ہے۔ حضرت پیر سید دیدار شاہ صاحب گردیزی ظاہری و باطنی تعلیم سے مرصع اور مرنجا مرنج باغ و بہار طبیعت کے مالک ہیں، قلندرانہ اداؤں کی جھلک آپ میں نمایاں رہتی ہے۔

فقیر راقم الحروف 1982ء کے دور میں جب چٹہ موڑ تحصیل مری کے مقام پر خطیب تھا تو ان دنوں شاہ صاحب موصوف سے تعلق بنا، اس دور میں لاتعداد تبلیغی پروگرام آپ کی زیر صدارت کئے، ہر جمعہ کو نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے حضرت شاہ صاحب بمع مریدین فقیر راقم الحروف کی مسجد میں چٹہ موڑ تشریف لا کر نماز جمعہ ادا فرماتے رہے، حضرت شاہ صاحب فقیر راقم الحروف سے بہت زیادہ شفقت و محبت فرمایا کرتے تھے، دعا ہے کہ خدا حضرت شاہ صاحب کا سایہ تا دیر ان کے عقیدت مندوں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین ثمہ آمین۔

شاہ صاحب کی ذات پر ایک کتاب پوٹھوہار کے معروف شاعر علامہ محمد حنیف حنفی نے ''دیدار کا کردار'' کے عنوان سے لکھی ہے جس کا مقدمہ راقم الحروف کے قلم سے لکھا گیا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد عبدالکریم شاہ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فخر السادات، پروردۂ آغوش ولایت، صاحب کشف و کرام، عالی مرتبت، سرخیل مبارزان طریقت حضرت سید عبدالکریم شاہ سہروردی متعلوی رحمتہ اللہ علیہ آپ محرم خلوت خانہ قدس ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت سندھ کے ممتاز خاندانِ سادات متعلوی کے معروف بزرگ حضرت سید لعل محمد المعروف اللہ کے گھر ۲۰ شعبان المعظم ۹۴۴ھ بمطابق ۲۰ جنوری ۱۵۳۷ء کو ہوئی۔

آپ کا شجرہ نسب حضرت سید علی بن حیدر ہروی سے جا کر ملتا ہے۔ حضرت علی ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے شہر متعلوی کو آباد کیا تھا جو آج کل ٹیاری کے نام سے معروف ہے۔

ابھی آپ کے بچپن کا زمانہ تھا کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ آپ کی پرورش آپ کے بڑے بھائی سید جلال اور آپ کی والدہ ماجدہ نے کی۔ جب آپ کی عمر عزیز پانچ برس کی ہوئی تو آپ کو مدرسے میں داخل کرایا گیا لیکن تعلیم میں آپ کا دل نہ لگا۔ بلکہ سبق پڑھنے کے بجائے اللہ کا نام یاد کرتے رہتے تھے۔ آپ کے بڑے بھائی سید جلال نے انتہائی کوشش کی لیکن آپ علم ظاہری حاصل نہ کر سکے۔ اور مدرسہ چھوڑ کر محفل سماع میں تشریف لے جاتے اور اس طرح راتیں گزرتے تھے۔

ایک دفعہ سندھ کے معروف عالم دین حضرت مخدوم ضیاء الدین جو عالم ہونے کے علاوہ عارف کامل بھی تھے۔ کسی مذہبی تقریب میں واعظ فرما رہے تھے آپ بھی اس محفل میں موجود تھے اور بڑے ہی غور سے مولانا کی تقریر سن رہے تھے، جب مجلس ختم ہوئی تو آپ اٹھ کر اپنے گھر کی طرف چل دیئے۔

اچانک مولانا مخدوم ضیاء الدین علیہ الرحمۃ کی نگاہ آپ کے روئے تاباں پڑی تو فرمانے لگے کہ سبحان اللہ یہ لڑکا اتنی سی عمر میں ہی حضرت خضر علیہ السلام کا فیض یافتہ ہے، کاش! کہ میں ان کو جوانی میں دیکھتا تو کتنا اچھا ہوتا۔

آپ نے روحانی و باطنی تعلیم کیلئے مختلف بزرگوں سے اکتساب فیض کیا جن حضرت سیّد محمد یوسف مہدی بھکروی، حضرت مخدوم نوح ہالائی سہروردی، حضرت مخدوم آدم سمیچہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

لیکن سب سے زیادہ فیض حضرت مخدوم نوح سہروردی علیہ الرحمۃ سے حاصل کیا۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت مخدوم نوح سہروردی ہالائی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر

بیعت سے سرفراز تھے، اور اُنہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وصاحب مجاز ہوئے۔

بلوڑی میں خانقاہ قائم کر کے مخلوق خدا کی ظاہری و باطنی تربیت اور ان کے اخلاق کو آراستہ کرنے میں مشغول ہو گئے، رُشد و ہدایت کو اپنی زندگی کا اہم ترین مقصد بنالیا، اور فیضان باطنی وروحانی کے دروازے خلق اللہ کا اہم ترین مقصد بنالیا، اور فیضان باطنی و روحانی کے دروازے خلق اللہ کے لئے کھول دیئے۔ دور دراز سے مخلوق خدا آ کر حلقہ ارادت میں داخل ہونے لگی، اور آپ سے مذہبی و روحانی تعلیم حاصل کر کے سرفراز ہونے لگے۔

سیرت و کردار☆: تصوف وعرفان کے اعلیٰ مدارج اور ولایت میں مقام بُلند پانے کے باوجود آپ کی تمام زندگی شریعت و طریقت کی پابندی میں گزری، اتباع سنت آپ کی طبیعت ثانیہ کا خاص تھا۔ عبادت وریاضت میں یکتا اور تہجد میں بڑا شغف رکھتے تھے۔

نماز تہجد میں خشوع وخضوع کا یہ عالم تھا کہ تہجد کی نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو پہلی رکعت میں ہی گریہ طاری ہو جاتا اور اس قدر بیخودی طاری ہو جاتی کہ پہلی رکعت پوری بھی نہ کر پاتے تھے کہ صبح کی نماز کا وقت ہو جاتا اور دوسری رکعت کا پڑھنا مشکل ہو جاتا تھا، آپ کبھی کبھی تعجب سے فرمایا کرتے کہ خدا جانے لوگ تہجد کی نماز کو کس طرح پورا کرتے ہیں، میں تو ایک رکعت بھی مشکل سے ادا کر پاتا ہوں۔

تحفۃ الکرام، میں ہے کہ عبادت وریاضت دیگر اوراد و وظائف کے علاوہ آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ فجر کے اول وقت مسجد میں تشریف لے جاتے اور وضو کر کے اذان خود دیتے۔ سنتیں پڑھنے کے بعد اوراد و وظائف پورے کر کے نماز فجر ادا کر کے اشراق تک یاد خدا میں مست ومستغرق رہتے، اشراق پڑھ کر گھر تشریف لا کر ناشتہ خود بناتے اور بچوں کو کھلاتے۔

اس کے بعد گھریلو ذمہ داریوں سے فارغ ہو کر فقراً اور مساکین کو کھانا کھلا کر، بیلوں کے کندھے پر ہل رکھ کر اپنے کھیتوں میں جا کر خود ہل چلاتے، پھر بیلوں کو پانی پلا کر واپس عصر کے وقت لوٹتے، عصر اور مغرب کی نماز پڑھ کر عشاء تک یاد خدا میں مشغول رہتے۔ عشاء پڑھ کر رات کا کھانا خود پکا کر بچوں اور فقراً کو کھلاتے، جب لوگ کھا پی کر سو جاتے تو آپ نفل پڑھنا شروع کر دیتے، نفل پڑھ کر بستی سے باہر نکل کر ''راہوٹ'' نامی بستی کی طرف چلے جاتے، راستہ میں اگر کوئی مسجد ہوتی تو اس میں وضو کیلئے پانی اور استنجا کے لئے مٹی کے ڈھیلے رکھتے، وہاں سے ندی عبور کر کے معلیٰ شریف ٹھٹھہ آتے اور ٹھٹھہ کی مسجد کا پانی بھرتے اور مسجد میں سوئے ہوئے درویشوں کو تہجد کی نماز کے لئے جگاتے، اس کے بعد مکلی شریف کے بزرگان دین بالخصوص حضرت پیر پٹھا علیہ الرحمۃ کے مزار پر فاتحہ پڑھتے، اور پھر وہاں سے اپنے گاؤں بلوڑی کی طرف لوٹ کر اپنی مسجد میں فجر کی اذان دیتے۔ آپ کا یہ معمول اُس وقت تک جاری رہا جب تک جسم میں جان رہی، لیکن لطف کی بات یہ کہ آپ کے اس عمل کا سوائے خواص کے کسی کو علم نہ تھا، اکثر لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ شاید حضرت سید عبدالکریم شاہ صاحب کو رات کو نیند نہیں آتی اس لئے فجر کی اذان پہلے وقت ہی دے دیتے ہیں۔

آپ نے کھانا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ اکثر فرماتے تھے کہ طالب حق کو کھانا نہیں کھانا چاہیے، جب یہ خبر آپ کے پیر ومرشد حضرت مخدوم نوح علیہ الرحمۃ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے **کلوا واشربوا** اس فرمان ذیشان کے بعد سے کچھ

تھوڑا بہت کھانا کھا لیا کرتے تھے۔

رسول کائنات کی بارگاہ میں حاضری ☆: سیّد جعفری بھکری علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ حضرت غوث زماں سیّد عبدالکریم شاہ سہروردی متعلوی علیہ الرحمۃ اپنے مریدوں کے ہمراہ حضرت بہاؤالدین دلق پوش کا وعظ سننے کے لئے تشریف لے گئے، جب وعظ ختم ہو گیا تو حضرت سیّد عبدالکریم شاہ علیہ الرحمۃ نے اپنی چادر کو حضرت بہاؤالدین دلق پوش کے پیروں کے نیچے بچھا کر، اُن کے جوتے اٹھا کر صاف کر کے رکھے تا کہ وہ پہن کر تشریف لے جائیں۔

آپ کے ساتھ جو مرید تھے ان کو یہ بات ناگوار گزری تو ایک مرید سیّد عبدالقدوس نامی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے ہمارے سیّد بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ نے حضرت بہاؤالدین کے جوتے اُٹھا کر اپنی چادر پر رکھے اور اُنہوں نے کسی قسم کی معذرت بھی نہیں کی، اور نہ ہی اس عمل سے آپ کو روکا بلکہ وہ بے نیاز رہے۔

آپ نے فرمایا معذرت کا تعلق بے گانگی سے ہے، اور ہم دونوں تو ایک وجود ہیں۔ میں کبھی کبھی سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دیتا ہوں اور حضور کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں۔ لیکن حضرت بہاؤالدین دلق پوش کا یہ عالم ہے کہ وہ سرورِ کائنات کی بارگاہ میں بالکل قریب بیٹھے ہوتے ہیں، جبکہ میں بہت دور تیسری صف میں کھڑا ہوتا ہوں۔

اس کے بعد اب تم خود ہی انصاف کر سکتے ہو کہ میرا یہ عمل کہاں تک صحیح ہے۔

منہ مانگی مرادیں ☆: آپ کی ذات والا صفات کو اپنے مرشد کامل حضرت مخدوم نوح سہروردی ہالائی علیہ الرحمۃ سے جو فیض وعرفان حاصل ہوا تھا۔ اس کے اعتراف میں ایک مرتبہ آپ نے خود فرمایا کہ ایک دن ہم تین آدمی علیحدہ علیحدہ ایک ایک تمنا لے کر حضرت مخدوم نوح علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

میری تمنا یہ تھی کہ مجھے مرشد سے طالبان حق کے لئے ایسے ذکر کی تلقین ہو جو سب سے علیحدہ ہو، اور میں ہدایت حاصل کرنے والوں کا پیشوا بنوں۔

دوسرے ساتھی ہمارے ساتھ میرن کا تیار تھے، اُن کی تمنا یہ تھی کہ میری لڑکی کی شادی مخدوم معظم کے کسی صاحبزادے ہو جائے۔

ہمارے تیسرے ساتھی بلوچ تھے، اُن کی آرزو تھی کہ وہ صاحب کشف وکرامت ہوں۔

چنانچہ جیسے ہی ہم حضرت مخدوم نوح علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچے اور اُن کے رُوئے تاباں کو دیکھا تو ہم تینوں کی یہ تمنائیں پوری ہو گئیں۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب سے میں نے وادی سلوک میں قدم رکھا تو مجھ پر یہ کیفیت طاری ہوتی تھی کہ میں عریاں رہوں، اور گدڑی بھی اُتار دوں، لیکن جب سے میں حضرت مخدوم کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا ہوں یہ خیال فاسد میرے دل سے نکل گیا اور میں جادۂ شریعت پر مستقیم ہو گیا۔

اطاعت مرشد کامل ☆: آپ کو اپنے مرشد کامل سے اس قدر والہانہ عشق تھا کہ اُن اطاعت پر ہر چیز قربان کر دیتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ آپ کو حضرت مخدوم نوح علیہ الرحمۃ یاد فرما رہے ہیں، اس کی بات سنتے ہی آپ نے وہ بیل جو کھیتی کے لئے رکھتے تھے ذبح کر کے فرمایا کہ الحمدللہ یہ امر کتنا قابل فخر و شکر ہے کہ مجھ کو حضرت مخدوم یاد فرماتے ہیں۔

حالانکہ اُن دنوں آپ کی اکثر یہ کیفیت ہوتی تھی کہ بسا اوقات اپنے فرزنداں کو بھی پہچاننے سے انکار کر دیتے تھے، مگر مرشد سے کیسا تعلق تھا۔

اولاد و امجاد☆: خداوند کریم نے آپکو آٹھ صاحبزادے عنایت فرمائے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت سیّد اللہ اول، سیّد عبدالرحیم سید جلال، حضرت برہان، سیّد اللہ ثانی، سیّد دین محمد، سیّد محمد حسین اور حضرت سیّد عبدالقدوس علیہم الرحمۃ، آپ کے صاحبزادگان میں سے اکثر عابد و زاہد متقی و پرہیزگار ہوئے ہیں۔۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے خلفائے کرام میں جن حضرات کے اسمائے گرامی شامل ہیں ان میں حضرت درویش مہرانہریہ، درویش احمد قطب عالم، حضرت مخدوم حامد داؤدی، حضرت درویش عبداللطیف، حضرت مخدوم ضیاء الدین، حضرت درویش سمہ، حضرت مخدوم عیسیٰ، حضرت میاں عبدالقدوس اور درویش اللہ دنہ، زرگر میاں عبداللہ اور حضرت درویش ہارون رحمتہ اللہ علیہم اجمعین بہت مشہور ہیں

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۸۸ برس کی عمر شریف میں ۷ ذیعقد ۱۰۲۳ھ بمطابق ۱۶۱۴ء کو ہوا۔

مزار پُر انوار موضع بکوڑی شاہ کریم نزد ٹھٹھہ صوبہ سندھ میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جب آپ کو لحد مبارک میں اُتارا جا رہا تھا۔ اُس وقت قبر مبارک سے یہ آواز آئی۔

بھلی   آئیں   کاندھ
مون   نما   لٹئی   بچھڑے

جس کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے خاوند! تجھے خوش آمدید ہو۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ احمد درویش سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شیخ الشیوخ، پیشوائے کاملین، امام العارفین، برہان الواصلین، دلیل العاشقین حضرت شیخ درویش سہروردی رحمتہ اللہ علیہ ستارہ ولایت آسمانی ہیں۔

آپ کی ولادت با سعادت ۲۰ جمادی الثانی ۹۹۲ھ بمطابق 1584ء کو بروز منگل بمقام کانی کرم افغانستان میں حضرت شیخ علی علیہ الرحمتہ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔

آپ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پاک سے ہیں۔ آپ کے شجرہ نسب کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ شیخ الشیوخ حضرت شیخ درویش بن شیخ علی بن رحیم داد بن اللہ داد بن شیخ ابراھیم بن حضرت بایزید المعروف شہباز پرند بن شیخ محمود بن شیخ سراج الحق بن حضرت مولانا ابراہیم دانشمند بن حضرت خواجہ محمد بن خواجہ حمزہ بن خواجہ داؤد بن خواجہ شمس الدین بن خواجہ خلیل بن خواجہ لقمان بن خواجہ حداد بن خواجہ منصور بن خواجہ محمد بن حضرت زید انصاری بن شیخ منصور بن شیخ احمد بن شیخ زادہ بن سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلیہم الرحمتہ والغفران والرضوان۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں اپنے چچا حضرت شیخ پیرولی سہروردی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور مجاہدات کی تکمیل ومنازل سلوک ومعرفت طے کرنے کے بعد انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے۔

نوٹ ☆: حضرت شیخ الاسلام والمسلمین غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی سہروردی علیہ الرحمتہ کے افغان خلفاء نے افغان اور پہاڑی علاقوں میں سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی داغ بیل ڈالی اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور تصوف کی طرف مائل کیا۔ تو آپ بھی ان بزرگوں کی روحانیت اور جذبہ اسلام سے متاثر ہو کر سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں بیعت ہوئے۔

جالندھر میں ورود مسعود ☆: آپ کو جرانی قبیلے کے ایک گستاخ شخص نے ایک دفعہ طنز کیا کہ آپ طرہ دار دستار کیوں پہنتے ہیں۔ اس کے اس طنز سے آپ کبیدہ خاطر ہوئے۔ جب یہ بات آپ کے چچا اور پیر ومرشد حضرت شیخ پیرولی علیہ الرحمتہ تک پہنچی تو انہوں نے بڑی شفقت ومحبت سے فرمایا کہ یہ لوگ اپنی بدفطرت اور کمینگی کی بنا پر مجبور ہیں۔ آپ خاموش رہیں ان کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چند دن بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ برکی خیل اور جرانی قبیلہ کا بٹ حر اور بابا سر کی درمیانی پہاڑی پر جھگڑا ہوا۔

آپ نے خون خرابہ روکنے کے لئے ان کے درمیان صلح کرادی۔ لیکن کچھ دن کے بعد دوبارہ جھگڑا پیدا ہوا۔ اور لڑائی تک نوبت پہنچی۔ تین سو کے قریب افراد قتل ہوئے۔ اس افسوسناک حادثہ کی بنا پر آپ نے اپنے شیخ طریقت اور چچا بزرگوار سے اجازت حاصل کی اور وہاں سے ہجرت کا فیصلہ کرلیا۔

جب آپ وہاں سے ہجرت کر کے چلے تو ۲۶۰ گھرانے آپ کے قافلے میں شامل ہو گئے اور یہ قافلہ آپ کی قیادت میں جہانگیر کے زمانے میں ۱۰۲۶ھ بمطابق 1617ء میں جالندھر پہنچا۔ پہلے تو اپنے رشتہ داروں عزیزوں کے ساتھ جو بستی محلہ رستہ اور بستی محلہ کرار میں سکونت پذیر ہوئے۔ بعد میں دوسری جگہوں پر مکانات تعمیر کئے۔ ان کی آبادیاں بستی شیخ درویش، بستی بابا خیل اور بستی دانشمند میں قائم ہوئیں۔ آپ کے پیرو مرشد اور ان کی اولادیں کانی کرم میں ہی مقیم رہے۔

اس طرح یہ ایک خاندان کے افراد جالندھر اور کانی کرم میں تقسیم ہو کے رہ گئے۔ لیکن آمد و رفت برائے ملاقات جاری رہی۔ سکھوں کے عہد میں چونکہ راستے خطرناک ہو گئے تھے اس لئے یہ سلسلہ بھی معطل ہو کر رہ گیا۔

سیرت و کردار☆: آپ تمام زندگی شریعت مطہرہ اور طریقت بزرگان کی پابندی میں گزری عبادت و ریاضت میں یکتائے زمانہ اور مجاہدہ وسلوک و معرفت میں بے نظیر تھے۔ شب بیداری کثرت نوافل، اور تلاوت قرآن کریم آپ کا خاص معمول تھا۔ آپ سال بھر میں چند نفلی روزے بھی رکھتے تھے۔ جن میں درج ذیل ایام میں ۲۲ محرم الحرام ۱۲ ربیع الاول شریف، ۲۷ رجب المرجب، ۱۸ ذی الحج کو خصوصیت سے روزہ رکھتے تھے۔

۱۰۳۰ھ بمطابق 1621ء کو بستی شیخ درویش میں قیام کے بعد آپ نے سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی عظیم خانقاہ قائم کی اس خانقاہ میں ذکر وفکر اصلاح معاشرہ کے لئے عظیم الشان گنبد اپنی مجلس کے لئے تعمیر کرایا اور ساتھ ہی نماز و درس قرآن وحدیث کے لئے عالی شان مسجد تعمیر کی، مسجد کے نیچے تہہ خانے میں مسافر طلباء کے قیام کے لئے متعدد کمرے بنوائے۔ آپ کی تبلیغ سے بستی شیخ درویش اور بستی دانشمند کے پٹھان اور دیگر اقوام آپ کے ذریعے سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں داخل ہوئیں۔

آپ کے وصال کے بعد بھی لوگ آپ ہی کے خاندان کے افراد اور آپ کے خلفاء کے ہاتھوں پر بیعت ہوتے چلے آرہے تھے۔ اور یہ سلسلہ تقریباً بارہویں صدی ہجری تک قائم رہا۔ جب آپ کے خاندان کے ایک عظیم فرد کامل حضرت میاں عبدالغفور دانشمندی سلسلہ عالیہ نوشاہیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور قادری نوشاہی سلسلہ کا فیضان ان سے جاری ہوا تو اس قادری نوشاہی فیضان میں آپ کی وجہ سے فیضان سہروردیہ بھی شامل تھا۔

شادی و اولاد☆: آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی علاقہ نیل گرام سے تھیں۔ ان کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا۔ دوسری بیوی جالندھر کی رہنے والی تھی۔ ان کے بطن سے چار فرزند ہوئے۔ آپ کے پانچوں صاحبزادوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ میاں ولی داد، میاں پیرداد، میاں میرداد، میاں کریم داد، میاں رحیم داد رحمھم اللہ تعالیٰ

آپ کی کرامت☆: ایک مرتبہ حجام آپ کی حجامت بنا رہا تھا کہ آپ اچانک اُٹھ کر تہہ خانے میں تشریف لے گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد جب تشریف لا کر پھر حجامت بنوانے لگے تو حجام نے آپ کی کمر پر ریت لگی ہوئی دیکھ کر عرض کیا حضور آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں کپڑے ریت سے بھرے ہوئے ہیں۔ پہلے تو آپ خاموش رہے۔ مگر حجام کے بار بار اصرار پر فرمایا کہ "دریا میں ایک مرید کی کشتی ڈوبنے کو تھی اس کو کندھا دے کر منجدھار سے نکالا ہے" آپ نے یہ بتانے کے بعد اسے منع بھی کر دیا کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ لیکن اس حجام سے اپنے پیر کی شان اور کرامت کا اظہار نہ چھپ سکا۔

چنانچہ اس نے جابجا اس کرامت کا تذکرہ کیا تو لوگوں میں آپ کی ولایت کا شہرہ عام ہو گیا۔ لوگ جوق در جوق، گروہ در گروہ آ کر مستفیض ہونے لگے۔ حتیٰ کہ دوسرے شہروں میں بھی یہ شہرہ پہنچا اور وہاں کے لوگ بھی کھینچے ہوئے آنے لگے۔

آپ کے مریدین آپ پر اپنی جان نچھاور کرتے تھے۔ آپ کے عقیدت مندان آپ کو پالکی میں بٹھا کر زر نقرہ آپ پر نچھاور کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کے پاؤں میں چوٹ آ گئی۔ چلنے پھرنے سے سات ماہ معذور رہے تو آپ کے مریدین دن میں چار مرتبہ آپ کی چارپائی مسجد میں لے آتے اور نماز کے بعد آپ کو واپس لے جاتے۔

آپ کے مریدین کی تعداد ہزاروں میں تھی جو ہر وقت آپ پر جان نچھاور کرنے کو تیار رہتے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال دس محرم الحرام ۱۰۸۲ھ بمطابق 1671ء کو نوے برس کی عمر میں ہوا۔ مزار پرانوار بستی شیخ درویش جالندھر مشرقی پنجاب انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

سلسلہ عالیہ نوشاہیہ قادریہ کی معروف کتاب شریف التواریخ کے مطابق آپ نے اپنا گنبد اپنی ظاہری حیات میں ہی بنوا لیا تھا۔ جبکہ دوسری روایت کے مطابق آپ کا مزار اقدس آپ کے پوتے میاں علی محمد اور میاں علی داد بن میاں ولی داد علیہم الرحمتہ نے ۱۱۲۵ھ بمطابق 1696ء میں تعمیر کرایا۔

ماہرین فن تعمیرات کا کہنا ہے کہ تمام برصغیر میں اس دور میں اِس سے بڑا گنبد اور کوئی نہیں ہے۔ آپ کے مزار اقدس کے لئے نواب رشید خان روشنائی نے طلائی جھاڑ فانوس اور مرغ بانما حیدر آباد دکن سے تیار کروا کر بھیجا تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص جھاڑ اور مرغ بانما کو اتارنے کے لئے گنبد پر چڑھ گیا۔ لیکن اوپر تک پہنچنے سے قبل ہی اندھا ہو گیا۔ اور نیچے گر کر مر گیا۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید عبدالرزاق مکی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : عارف اکمل، ولی العصر، شیخ طریقت، امیر شریعت واقف رموز حقیقت و معرفت حضرت سید عبدالرزاق مکی سہروردی سبزواری رحمتہ اللہ علیہ غزنی سے پشاور تشریف لائے اور چند روز قیام فرمانے کے بعد عازم دہلی ہوئے۔ یہ زمانہ نصیر الدین ہمایوں کی حکومت کا تھا۔ آپ دہلی میں آ کر شاہی فوج میں ملازم ہو گئے۔ اور کافی عرصہ فوج میں ملازم رہے اور وہاں سے نوکری چھوڑ کر لاہور تشریف لائے تو آپ کے دل میں طلب حق کی جستجو دن بدن بڑھنے لگی اس کے لئے آپ تلاش مرشد کے لئے مختلف جگہ پر گئے مگر کہیں بھی اطمینان قلب حاصل نہ ہوا۔

بیعت و خلافت ☆ : لاہور میں آپ کی ملاقات جب حضرت سید محمد شاہ المعروف میراں موج دریا بخاری سہروردی علیہ الرحمتہ سے ہوئی تو پہلی ملاقات میں ہی کام ہو گیا اور آپ ان کے غلام بے دام ہو کر قدموں میں گر گئے۔

حضرت موج دریا بخاری علیہ الرحمتہ نے اٹھا کر سینے سے لگایا وضو کا حکم دیا اور آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا۔

مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت سے شرف یاب ہو کر انہی کی خانقاہ معلیٰ میں ہی رہ کر عبادت و ریاضت اور خدمت مرشد میں مشغول ہو گئے۔ اور اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مرشد کی خدمت میں ہی گزار دیا۔ آپ کے پیرو مرشد نے عبادات و ریاضات کی تکمیل کے بعد آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر صاحب ارشاد و مجاز فرمایا۔

سیرت و کردار ☆ : آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ تمام زندگی مسلسل شب بیداری آپ کا معمول اور دن بھر یادِ خدا ذکر و فکر کے ساتھ مخلوق خدا کے لئے بھی آپ کے دروازے کھلے تھے ہر آنے والے کی حاجت برآری فرماتے۔ دکھی آ کر سکھ چین لے کر جاتے۔

آپ کو اپنے شیخ سے اس قدر محبت تھی کہ بیعت ہونے کے بعد تا دم آخر لاہور سے باہر تشریف لے کر نہ گئے مرشد کی خدمت سے بڑھ کر کسی چیز کو نہ سمجھتے تھے۔ تمام زندگی مرشد کے قدموں میں بیٹھ کر عبادت خداوندی ذکر و فکر میں مشغول رہے حتیٰ کہ مرشد کے وصال کے بعد بھی کافی عرصہ تک ان کے مزار پر معتکف رہے۔ حسن اخلاق بہت عمدہ، مخلوق خدا سے محبت و پیار آپ کا شیوہ خاص رہا کبھی کسی کا دل نہ دکھایا۔

وصال باکمال ☆ : آپ نے اپنی خانقاہ میں ایک حجرہ اور دلان بنوا رکھا تھا جس میں آپ کی رہائش تھی۔ وصال سے قبل اپنے مریدین سے فرما دیا تھا کہ ہمارے وصال کے بعد ہمیں ہمارے اس حجرے میں ہی دفن کرنا۔

۱۰۸۴ھ بمطابق 1673ء بعہد اورنگزیب عالمگیر آپ کا وصال باکمال ہوا۔ سرہند منورہ پر ہشت پہلو گنبد نیلا رنگ۔ جو کہ بہت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ آپ کا مزار پرانوار نیلا گنبد چوک انارکلی لاہور میں مرجع ہر خاص و عام ہے۔

جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کے مزار پر جو نیلے رنگ کا گنبد ہے اسی کی نسبت سے یہ علاقہ چوک نیلا گنبد کے نام سے مشہور ہے۔

نوٹ ☆: آپ کے دربار کے ساتھ مسجد نیلا گنبد جس کے امام و خطیب 1852ء میں حضرت علامہ احمد دین بگوی تھے اور ان کے بعد 1867ء میں ان کے نائب مولانا نور احمد تھے۔ ان کے بعد مولوی گل محمد کے والد بزرگوار مولوی غلام محمد قریباً بیس برس امام و خطیب رہے بعد ازاں مولوی گل محمد امام رہے جو کہ مسلکاً سنی حنفی بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے اور اولیاء اللہ کے غلام تھے۔

مگر افسوس کہ آج کل جامعہ اشرفیہ جو کہ ملت وہابیہ، دیوبندیہ، نجدیہ، رشیدیہ، اسماعیلی فرقہ کے پیروکاروں جو مولوی اشرف علی تھانوی، دیوبندی کے نام سے منسوب ہے۔ آج کل یہ مسجد ان کے قبضے میں ہے اور انہی کا امام و خطیب مسجد پر قبضہ کئے ہوئے ہے۔

اہل سنت اور اولیاء اللہ کے غلاموں کے لئے یہ مقام غور و فکر ہے کہ کب تک ان حضرات کو اپنے اکابرین اور پیشواؤں کے مزارات کی مساجد اور اپنے بزرگوں کی مساجد دیتے رہیں گے۔

اس کے ساتھ ساتھ حکومت پاکستان کو بھی تاریخی اور حقیقی معاملات سے چشم پوشی مناسب نہیں۔ یہ خالصتاً اسلام اور ایمان کا مسئلہ ہے جب کہ حکومتیں آتی جاتی رہتی ہیں۔

نوٹ ☆: اولیاء اللہ کے توسل کے منکر آج بڑی ڈھٹائی سے ان اولیائے کاملین کے مزارات کے ساتھ تعمیر شدہ مساجد پر نہ صرف قبضہ کئے ہوئے ہیں بلکہ ان درباروں کی کمائی سے چلنے والے محکمہ اوقاف سے ان بزرگوں کے مزاروں کی آمدن بطور تنخواہ تو وصول کر کے نہ صرف اپنے توندیں بڑھا رہے ہیں بلکہ پورے پورے خاندان پال رہے ہیں جو کہ ان اولیائے کاملین کا صدقہ ہی تو ہے۔ وگرنہ ان ملاؤں کی توندیں کمزور اور بیچارو اور کلاشنکوف اور لینڈ مافیا کلچر چند دنوں میں ختم ہو جائے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں محمد اسماعیل المعروف وڈا میاں سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قطب الحق والشرع، سلطان ارباب مشاہدہ، آفتاب نور توحید و تفرید، جمال معرفت و کمال حقیقت، معدن گنجینۂ علوم لدنی، معلم مدرسہ یہدی بہ اللہ من اناب، مدرس مسائل عشق و عرفان، محدث وجدو پیمان غزالی گلشن الوہیت، رازی گلستان نبوت، حضرت میاں محمد اسماعیل المعروف میاں وڈا سہروردی رحمتہ اللہ علیہ آفتاب آسمان طہارت و پاکیزگی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت اکبری حکومت کے زمانہ ۹۹۵ھ بمطابق 1587ء کو موضع چنہہ کنارہ دریائے چناب اپنے وقت کے عظیم شیخ طریقت جناب حضرت فتح اللہ بن عبداللہ خان بن سرفراز خان قوم کھوکھر کے گھر ہوئی۔

آپ کے آباؤ اجداد موضع ترکراں خطہ پوٹھوہار کے مردم خیز علاقہ کے زمیندار تھے۔ آپ کے والد گرامی بھی زمینداری کرتے تھے مگر وقت نے رخ بدلا کہ علم ظاہری حاصل کرنے کے بعد متلاشی حق ہوئے اور شیخ کامل کی ایک نگاہ سے تقدیر بدل گئی اور وقت کے عظیم ولی کامل اور صاحب کشف و کرامات بزرگ ہوئے۔

آپ کے والد گرامی شیخ فتح اللہ کا مزار موضع چنہہ برلب چناب موجود ہے۔ آپ کے والدین اپنے علاقہ سے ترک سکونت کر کے موضع مخدوم عبدالکریم آ گئے۔ جب آپ کی عمر عزیز پانچ برس ہوئی تو والد گرامی نے آپ کو علوم دینیہ کے حصول کے لئے آپ کو حضرت شیخ مخدوم عبدالکریم جو اس زمانے کے مشہور عالم باعمل اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے کے پاس چھوڑ دیا۔

آپ نے دن رات علوم دینیہ پر محنت کی جب عاقل و بالغ ہوئے تو اسباق کے ساتھ ساتھ استاد گرامی کی خدمت کا فریضہ بھی سر انجام دینا شروع کر دیا۔ استاد محترم نے آپ سے خوش ہو کر آپ کو طلباء کی روٹی کے لئے آٹا پیسنے کی ڈیوٹی پر مامور کر دیا۔

فرشتے چکی چلاتے ہیں ☆: آپ نے استاد محترم کی طرف سے لگائی گئی ڈیوٹی کو بحسن و خوبی انجام دیا اور تمام طلباء کی روٹی کا آٹا بروقت لانگری کو فراہم کرتے رہے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ لنگر خانے میں آٹا بروقت نہ پہنچا تو لانگری استاد محترم شیخ عبدالکریم علیہ الرحمتہ کے پاس پہنچا اور عرض کی حضور میاں اسماعیل نے آج آٹا نہیں بھیجا۔ استاد محترم نے ایک طالبعلم کو بھیجا اور فرمایا دیکھ کر آؤ کہ میاں اسماعیل کہاں ہیں۔ جب طالب علم

آپ کے کمرے میں داخل ہوا تو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آپ خود تو مراقبہ میں ہیں۔ جبکہ چکی خود بخود چل رہی ہے۔ وہ الٹے قدم استاد گرامی کی خدمت میں پہنچا اور تمام واقعہ عرض خدمت کیا تو استاد محترم جناب مخدوم عبدالکریم سہروردی علیہ الرحمتہ بذات خود اس کا مشاہدہ کرنے کے لئے آپ کے کمرے میں آئے تو آپ واقعی حالت مراقبہ میں تھے جبکہ چکی خود بخود چل رہی تھی۔ آٹا پس رہا تھا۔ آپ کے استاد محترم خاموشی سے واپس آ گئے۔ جب آپ اپنی اصلی حالت میں واپس آئے تو دیکھا کہ آٹا پسا ہوا تھا سر پر رکھا اور لنگر خانے کے مہتمم کے حوالے کیا۔

جب اُستاد محترم کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے فرمایا میاں اسماعیل آج کے بعد تم آٹا نہیں پیسو گے۔ عرض کی حضور کیوں؟ استاد گرامی نے فرمایا کہ یہ خدمت تمہیں سونپنے سے عالم بالا کے فرشتوں کو زحمت اُٹھانی پڑتی ہے۔ لہٰذا آج کے بعد تم ہماری بھینسوں کا دودھ دوہ کر ہمارے ہاں پہنچایا کرو۔ بس اتنی ڈیوٹی کافی ہے۔ باقی وقت اپنی تعلیم پر خرچ کرو۔

آپ اس ڈیوٹی کو بھی بحسن خوبی انجام دیتے رہے۔ کہ اسی اثناء میں استاد گرامی کے پڑوس کے ایک گھر والوں نے آپ کو امین اور صالح سمجھ کر عرض کی حضرت ہماری بھینسوں کا دودھ بھی دوہ کر ہمارے ہاں پہنچا دیا کرو تمہاری مہربانی ہوگی۔ آپ نے انکار نہ کیا اور ان کا کام بھی بخوشی کرتے رہے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ دودھ کے تمام برتنوں کو سر پر اُٹھائے تشریف لا رہے تھے کہ آپ کے استاد محترم مخدوم عبدالکریم سہروردی علیہ الرحمتہ مدرسہ کی چھت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی نظر جب آپ پر پڑی تو کیا دیکھتے ہیں کہ دودھ کے جو برتن آپ نے سر پر اُٹھائے ہوئے تھے مگر وہ آپ کے سر سے اوپر ہوا میں معلق تھے اور آپ بذات خود مدرسہ کی طرف چلے آ رہے ہیں، یہ دیکھ کر اُستاد محترم کو یقین کامل ہو گیا کہ میرے درس میں علم حاصل کرنے والا یہ طالب علم شہباز ولایت ہے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ حضرت مخدوم شیخ عبدالکریم سہروردی علیہ الرحمتہ کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز اور صاحب مجاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

موضع لنگے میں رشد وہدایت کا آغاز ☆: آپ اپنے شیخ کامل کی اجازت سے ان کی خانقاہ سے الوداع ہو کر برلب چناب موضع لنگے میں شیشم کے ایک درخت کے نیچے آپ نے ڈیرہ لگایا اور رشد وہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔

ابتدائی ایام میں چند طالب علم داخل ہو کر سبق پڑھتے رہے مگر چند ہی دنوں کے بعد آپ کی درس گاہ کا ایسا شہرہ ہوا کہ ایک سو چالیس طالب علم آپ کے پاس سبق پڑھنے کے لئے جمع ہو گئے۔

وہاں پر یہ سلسلہ زور وشور سے شروع تھا کہ کچھ عرصہ کے بعد وقت آیا کہ اس علاقے میں قحط سالی آ گئی جس کے باعث لنگر کی مقدار میں کمی کرنی پڑی۔ مگر آپ کے صابر وشاکر شاگردوں نے زبان پر شکوہ نہ آنے دیا۔ پھر وقت وہ بھی آیا کہ لنگر خانے کا راشن بھی ختم

ہو گیا اور فاقوں تک نوبت آن پہنچی۔ مگر آپ کے شاگردوں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

ایک دن ایک بوڑھی ضعیفہ خاتون ایک روٹی لنگر میں دینے کو آئی تو آپ نے لے کر اپنے قریب بیٹھے شاگرد کو کھانے کے لئے دے دی۔ اس شاگرد نے وہ روٹی اپنے دوسرے ساتھی کو دے دی۔ اس نے اگلے کو تھما دی۔ وہ ایک روٹی سب کے پاس سے ہوتی ہوئی پھر واپس آپ کے پاس آ گئی۔ طلباء کا یہ صبر اور مقام دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اگر تم میں آپس میں یہ محبت اور جذبہ پیدا ہو گیا ہے تو پھر یقیناً تم علائق جسمانی سے آزاد ہو گئے ہو۔ اب تم اگر چاہو تو مثل پرندے کے اُڑ سکتے ہو اور بلند پرواز بھی کر سکتے ہو۔ اتنا فرمانے کے بعد آپ پر اپنے طلباء کا مقام دیکھ کر وجدانی کیفیت ہو گئی اور فرمایا کہ تم سب اُڑ جاؤ اور سنتے ہی وہ تمام اُڑ گئے۔ اور اپنے اپنے مقررہ مقام پر پہنچ کر عارف کامل ہو گئے۔

جس وقت وہ تمام ہوا میں پرواز کے لئے اُڑے تو ان میں ایک طالب علم فاضل نامی بھی تھا وہ بھی اُڑنے والوں میں شامل تھا۔ آپ نے اپنا عصا مبارک اُٹھا کر اس پر مار کر فرمایا محمد فاضل تم ہمارے پاس رہو۔ عصا لگنے سے وہ نیچے گر پڑا مگر عصا کی چوٹ لگنے کے سبب وہ لنگڑا ہو گیا۔

نوٹ ☆: اس علاقہ کی زبان میں لنگڑے کو لنگا کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے اس جگہ کا نام موضع لنگا ہے۔ اب تک وہاں پر درس و تدریس کا سلسلہ وسیع پیمانے پر جاری و ساری ہے۔ اور وہیں پر شیخ محمد فاضل لنگا کی مرقد منورہ زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

لاہور میں ورود مسعود ☆: موضع لنگے میں آپ درس و تدریس میں مصروف تھے کہ ایک دن آپ کے مرشد کامل نے آپ کو باطنی طور پر ارشاد فرمایا کہ آپ یہاں سے لاہور منتقل ہو جائیں آپ وہاں سے عازم لاہور ہوئے اور سب سے پہلے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار پر حاضر ہو کر چلہ کشی کی اور وہاں سے رخصت ہو کر محلہ تیلی پورہ باغبانپورہ لاہور میں مستقل قیام پذیر ہوئے۔ اور وہاں پر خانقاہ قائم کی اور سلسلہ رشد و ہدایت جاری و ساری کیا۔ اور چند ہی دنوں میں آپ کی خانقاہ کا شہرہ دور دور تک پہنچ گیا اور لاتعداد افراد حصول علم کے لئے داخل ہو گئے۔

جوگی کا تسلط مسجد سے ختم کر دیا ☆: لاہور میں جس جگہ آپ نے اپنی خانقاہ قائم کی تھی اس کے متصل محلہ گنج پورہ میں ایک پرانی مسجد میں ایک جوگی جو کہ اپنے اندر بہت سے کمال رکھتا تھا اور اپنے جوگ سے اس نے نہ صرف لوگوں کو گرویدہ بنا رکھا تھا بلکہ مسلمانوں کی عظیم عبادت گاہ مسجد پر بھی قبضہ کر رکھا تھا۔ مسلمانوں نے ہزار کوشش کی مگر وہ مسجد سے باہر نہ نکلتا تھا۔

علاقہ کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور آپ کے قریب ہی دوسرے محلے میں مسجد میں ایک ہندو جوگی نے مسجد پر قبضہ کر رکھا ہے۔ خدارا اس ہندو جوگی کا مسجد سے تسلط ختم کرائیں۔

آپ مسلمانوں کی جماعت کے ہمراہ تیلی پورہ سے محلہ گنج پورہ مسجد میں تشریف لے گئے اور اس ہندو جوگی سے فرمایا کہ یہ مسجد عبادت گاہ اسلام ہے تمہارا یہاں رہنا حرام ہے ہمیں حکم ہے کہ ہم یہاں رہیں۔ لہٰذا تم یہاں سے چلے جاؤ۔

آپ کی بات سن کر جوگی نے صاف انکار کر دیا۔ آپ نے دوبارہ سمجھایا مگر اس نے کہا کہ یہ مسجد مجھ سے اس قدر مانوس ہے کہ اگر میں یہاں سے جاؤں گا تو یہ مسجد بھی میرے ساتھ جائے گی۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا پاؤں مسجد سے باہر نکالا اور آگے جانے کے لئے ابھی اپنا قدم بھی نہ اُٹھایا تھا کہ مسجد اپنی جگہ سے ہلی۔ اور قریب تھا کہ مسجد جوگی کے پیچھے چلے آپ نے اپنا عصا مسجد کی دیوار پر مارا اور فرمایا کہ رک جاؤ۔

چنانچہ مسجد وہیں ساکن ہو کر رہ گئی جوگی نے جب آپ کی یہ کرامت دیکھی تو فوراً قدموں میں سر رکھا اور اپنی راہ لی اور وہاں سے کہیں اور چلا گیا۔

اس کے بعد آپ نے اس مسجد میں ہی قیام فرما کر اس کو آباد کیا اور وہاں پر سلسلہ رشد و ہدایت اور درس و تدریس شروع کر دیا۔ بعد میں شاہ جہانی دایہ نے اس مسجد شریف کو دوبارہ تعمیر کروایا۔ اب تک یہ مسجد آپ کے مزار پر انوار کے احاطہ میں موجود ہے۔ اور اس میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔

شاہ جہان بادشاہ کی عقیدت ☆: شاہ جہان بادشاہ کو آپ سے بے حد محبت و عقیدت تھی۔ اس نے آپ کے درس اور مسجد کی توسیع کے لئے زمین اور شاہی خزانے سے درس کا سالانہ وظیفہ مقرر کیا اس کی وفات کے بعد عالمگیر نے بھی اس سلسلہ کو جاری رکھا۔ اس نے بھی درس کے لئے ساٹھ آباد کنوئیں مخصوص کرائے اور طلباء کے لئے ہوسٹل تعمیر کرایا جہاں سے ان طلباء کو کھانا ملتا تھا۔ عالم گیر بادشاہ نے آپ کا مقبرہ بھی تعمیر کرایا۔

فیضانِ قرآن ☆: آپ کو قرآن مجید سے کمال درجہ عشق تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص میری قبر پر لگے ہوئے درخت کے پتے کھائے اس کو قرآن مجید حفظ کرنے میں آسانی ہوگی۔

چنانچہ دور دور سے وہ لوگ جن کے حافظے کمزور تھے اور ان کو قرآن کریم یاد نہیں ہوتا وہ آپ کی قبر پر لگے ہوئے درخت کے پتے آج بھی کھاتے ہیں اور قرآن کریم کی منزلیں یاد کرتے ہیں۔

یہ بات بھی بہت مشہور ہے کہ جس کا حافظہ کمزور ہو وہ آپ کی خانقاہ کے صحن میں لگی تھوڑی سی گھاس اگر کھالے تو اس کا حافظہ قوی ہو جاتا ہے۔

آپ کا یہ فرمان کتابوں کے علاوہ زبان زد خاص و عام ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کریم کا فیضان ہماری قبر کی خاک سے بھی جاری رہے گا۔

آپ کی نگاہ کیمیاء کا اثر یہ تھا کہ جس پر بھی ایک مرتبہ نگاہ پڑتی وہ حافظ قرآن ہو جاتا تھا۔ آپؒ کے ہاں غریب و نادار اور نابینا

حضرات کیلئے بھی خصوصی انتظام تھا۔ دو وقت کا کھانا کمرہ بسترہ اور دیگر ضروریات زندگی کا سامان طلباء کو مہیا فرماتے تھے۔

آپ کے وصال باکمال کے بعد حافظ شیخ محمد صالح المتوفی 1727ء پچپن برس تک پڑھاتے رہے ان کے بعد حافظ محمود احمد بیالیس سال تک پڑھاتے رہے 1768ء میں جن کا وصال ہوا۔ ان کے بعد حافظ معزالدین ۳۳ برس تک پڑھاتے رہے 1806ء میں جن کا وصال ہوا۔ ان کے بعد حافظ شرف الدین ساٹھ برس تک پڑھاتے رہے ان کا وصال 1863ء میں ہوا۔ ان کے بعد حاجی حافظ غلام محمد صاحب نے سلسلہ تدریس اور سجادگی کا منصب سنبھالا۔ ان کے بعد حضرت حافظ محمد شفیع نے درس وتدریس اور سجادگی کا سلسلہ سنبھالا۔ انہی حافظ محمد شفیع نے آپ کی سوانح عمری پر مشتمل کتاب تصنیف فرمائی۔ ان کا بھی وصال ہو گیا۔

خانقاہ ومدرسہ پر سکھ گردی ☆: مہاراجہ رنجیت سنگھ اپنے زمانہ میں اس خانقاہ ومدرسہ کی بہت عزت وخدمت کرتا تھا۔ مگر اس کے جانے کے بعد اس کی اولاد نے خانقاہ کی عزت وآبرو کی کوئی پرواہ نہ کی۔ تاریخ گواہ ہے کہ 1840ء میں جب راجہ گلاب سنگھ والی جموں کشمیر کے بھائی راجہ سچیت سنگھ اور لاہور کی خالصہ فوجوں کے درمیان آپ کی خانقاہ کے مقام پر زبردست جنگ ہوئی تھی۔ جس میں راجہ سچیت سنگھ قتل ہو گیا تھا۔

اس کا اصل واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے راج میں جبکہ راجہ ہیرا سنگھ وزارت عظمٰی کے عہدے پر فائز تھا۔ راجہ سچیت سنگھ جموں سے آ کر ٹھہرا۔ حافظ شرف الدین مدرس اعلیٰ نے بہت زور لگایا کہ سکھ فوج یہاں قیام نہ کرے مگر وہ نہ مانے۔

چنانچہ لاہور کی خالصہ فوج نے راجہ ہیرا سنگھ کے حکم پر راجہ سچیت سنگھ پر حملہ کر دیا اور وہ مارا گیا۔ اس ضمن میں آپ کی خانقاہ کی دیواریں توپوں کے گولوں سے تباہ وبرباد ہو گئیں۔ نیز خانقاہ کے بہت سے درویش بھی اس غدر میں مارے گئے۔ آپ کا کتب خانہ جس میں ہزاروں کتابیں تھیں وہ جل کر خاک ہو گیا۔ جب انگریزوں کا دور آیا تو اس کے بعد خانقاہ کا کچھ حلیہ درست ہوا۔ اس کے لئے بھی خدا نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے ٹھیکیدار محمد سلطان خان کو یہ سعادت بخشی کہ اس نے اس خانقاہ ومدرسہ کے لئے موضع جلو کی زمین میں سے کچھ حصہ اس خانقاہ معلّی کے لئے وقف کر دیا تھا جس کی آمدنی سے مدرسہ کے اخراجات پورے ہوتے تھے۔ ایک صدی سے قبل تک اس مدرسہ میں تقریباً دو سو فقراء رہتے تھے جن کی خوراک لباس ودیگر ضروریات زندگی کا سامان بذمہ مدرسہ تھا۔

آپ کے بھائی اور جانشین حضرات ☆: آپ کے جد اعلیٰ دو بھائی تھے۔ ایک کا نام سرفراز اور دوسرے کا نام شاہ نواز تھا۔ آپ میاں محمد سرفراز کی اولاد سے ہیں۔ جس کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے: محمد اسماعیل بن فتح اللہ بن عبداللہ بن سرفراز۔ آپ کے تین حقیقی بھائی اور تھے جن کی تفصیل یہ ہے اول شیخ محمد اسماعیل عرف میاں وڈے دوم میاں محمد خلیل سوم میاں محمد ابراہیم چہارم میاں محمد حسین۔ آپ کل چار بھائی تھے۔

آپ کے جداعلیٰ کے دوسرے بھائی کی اولاد کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ حافظ احمد دین بن شرف الدین بن معزالدین بن محمود بن صالح بن حیات بن شاہ نواز۔

چونکہ آپ نے اور آپ کے دیگر برادران نے شادیاں ہی نہیں کی تھیں اور آپ سمیت تمام آپ کے بھائی خدادوست اور وقت کے قطب وغوث تھے۔

ایک دن آپ کے دل میں خیال آیا کہ میرا کوئی حقیقی فرزند نہیں ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ میرے چچازاد بھائی میاں محمد صالح اگر مجھ سے فیض حاصل کرے۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ میاں محمد صالح آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے کی درخواست کی جسے آپ نے قبول فرماتے ہوئے بہت خوشی سے انہیں داخل مکتب کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آپ کی نگاہ ولایت اور اندازِ تربیت سے صرف چھ ماہ میں حافظ قرآن ہو گئے اور آپ کے بعد وہی آپ کے جانشین بھی بنے اور آج تک نسل در نسل ان کی اولاد ہی آپ کی جانشین اور مسند تدریس کی وارث چلی آرہی ہے۔

آپ کا شجرہ طریقت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت مخدوم شیخ عبدالکریم کے مرید وخلیفہ تھے وہ حضرت مخدوم طیب کے وہ مخدوم برہان الدین کے وہ مرید مخدوم چلن کے وہ مرید شیخ سیلون کے وہ مرید شیخ حسام الدین متقی ملتانی کے وہ مرید سید شاہ عالم کے وہ مرید سید برہان الدین قطب کے وہ مرید سید مخدوم ناصرالدین کے وہ مرید سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے وہ مرید شیخ جلال الدین سہروردی کے تھے وہ مرید شیخ صدرالدین ملتانی کے وہ مرید شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے وہ مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے۔

آپ کے خلفائے نامدار ☆: حضرت شیخ صالح، شیخ عبدالحمید، شیخ تیمور، شیخ محمد ہاشم، شیخ عبدالکریم، شیخ اخوند محمد عثمان، اخوند محمد عمر، امانت خان، حافظ عبداللہ، حافظ محمد فاضل، حافظ اللہ بخش، حافظ محمد حسین اعوان، حافظ فتح محمد خوشابی، شیخ محمد جان لاہوری، شیخ جان محمد ثانی لاہوری، حافظ محمد حسین لاہوری۔

کشف وکرامات ☆: آپ کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا حضور میں نے حال ہی میں شادی کی ہے مگر میری بیوی مجھے اپنے قریب نہیں آنے دیتی۔ اس لئے کہ وہ حافظ قرآن ہے وہ کہتی ہے کہ جب تک تم قرآن حفظ نہ کرلو میرے قریب نہ آنا کہ تو جاہل ہے۔ تیرے قرب سے میرے دل میں جو قرآن ہے اس کی بے ادبی نہ ہو جائے۔

حضور میں آپ کی خدمت میں التجا کرتا ہوں کہ میرے لئے دعا کریں کہ میں حافظ قرآن بن جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم میرے پاس چھ ماہ تک رہ کر تعلیم حاصل کرو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم حافظ قرآن بن جاؤ گے۔ آپ کا یہ فرمان ذیشان سن کر وہ رو پڑا اور

کہنے لگا حضور بات یہ

ہے کہ نہ اب صبر، صبر در دل عاشق نہ آب در غربال

(ترجمہ): میں تو دو دن صبر نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ چھ ماہ تک قربت معشوق سے الگ رہوں۔

اس کی بات سن کر آپ کا دریائے کرم جوش میں آیا اور فرمایا کہ تم آج رات میرے پاس قیام کرو اور جب صبح کی نماز فجر ہو تو تم نماز میں میرے دائیں طرف صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔ انشاء اللہ تمہارا مقصد پورا ہوگا اور تم حافظ قرآن ہو جاؤ گے۔

چنانچہ اس نے صبح فجر کی نماز میں آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ جب آپ نے دائیں طرف سلام پھیرا تو جس قدر نمازی اس طرف تھے سب کے سب حافظ قرآن بن گئے۔ جب آپ نے بائیں طرف سلام پھیرا تو جن نمازیوں کو قرآن نہ آتا تھا وہ تمام ناظرہ خوان ہو گئے۔

جب اس سائل نے اپنے آپ کو حافظ پایا تو قدموں میں گر کر مشکور ہوا اور بیعت کی درخواست کی اور اپنے گھر جا کر بیوی کو تمام ماجرا سنایا۔ اس کے بعد دونوں میاں بیوی اچھی زندگی گزارنے لگے۔

کرامت نمبر ۲ ☆: حافظ اللہ بخش آپ کے کامل خلفاء میں سے ہوئے ہیں۔ وہ بڑے ہی مجسم اور فربہ تن تھے۔ پہلی مرتبہ جب بیعت کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ان کے موٹاپے کو دیکھ کر مسکرائے اور ان کے موٹے موٹے پستان دیکھ کر فرمایا حافظ اللہ بخش لویرہ (یعنی شیر دار) آپ کا یہ فرمانا تھا کہ ان کے پستان میں دودھ اُتر آیا یوں وہ فی الحقیقت لویرہ ہو گئے۔

نوٹ ☆: لویرہ پنجابی زبان میں اس بھینس یا گائے یا بکری کو کہتے ہیں جو شیر دار یا بچوں والی ہو حافظ اللہ بخش اس کے بعد ساری زندگی لویرہ کہلاتے رہے۔ اور لویرہ کے نام سے ایک (موضع لویرہ) اب تک آباد ہے جو کہ غالباً ضلع گوجرانوالہ میں ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال نوے برس کی عمر میں بعہد عالمگیر ۲۵ شوال المکرم ۱۰۸۵ھ بمطابق 1674ء کو ہوا۔ مزار پرانوار مغلپورہ لاہور میں درس وڈے میاں کے نام سے آج بھی مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

جنا شیخ اسماعیل مرحوم — ولی حق قبول لایزالی
چو جستم سال تولیدش بداشد — خلیل اللہ اسماعیل والی

آپ کے مزار پرانوار کے دروازوں پر حسب ذیل قطعہ تاریخ وصال ۱۰۸۵ھ درج ہے

سنو تاریخ آں دریائے معنی — کہ عمرش گشتادر عشق خدا صرف
دل و جان کرد قربان الٰہی — کہ اسماعیل ثانی بود بے حرف

۱۰۸۵ھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد کبیر الدین شاہدولہ دریائی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی مادرزاد، آئینہ جلال و جمالِ حقانی، مظہرِ تامہ کمال انسانی، صاحب تجرید و ترک، قطب ابدال، متصرف بہ تصرفات حضرت سیّد کبیر الدین شاہدولہ ولی دریائی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ آپ بحرِ اسرار و معدن حقائق و معارف ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ملک عراق بغداد شریف میں ہوئی، اس وقت ہند و پاک میں اکبری عہد تھا، آپ کے والدین کے نام کا علم نہ ہو سکا، ابھی آپ کی عمر عزیز بہت چھوٹی تھی کہ والدین کریمین کا انتقال ہو گیا، ان کے وصال کے بعد آپ پر مصیبت کا ایک پہاڑ آن گرا، زندگی اجیرن ہو کے رہ گئی کوئی پُرسانِ حال نہ تھا، تمام رشتہ داروں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، دو وقت کی روٹی بھی کوئی نہ دیتا، پڑوسی کبھی کبھی اپنا بچا کُچا کھانا، آپ کو دیتے جس سے آپ کے پیٹ میں کچھ نہ کچھ خوراک پہنچتی اور آپ کا وقت لوگوں کے اور خدا کے سہارے گزرتا رہا۔

قدرت کے نرالے انداز ☆: ایک دفعہ آپ کو کئی دن کا فاقہ، بھوک پیاس سے جان نکل رہی تھی، اب وقت وہ بھی آ گیا کہ سونے اور بیٹھنے کو جگہ بھی نہ رہی، اعزا نے آپ کے رہنے کی جگہ پر قبضہ کر کے آپ کو بے دخل کر دیا۔

اس بے چارگی کے عالم میں ایک بوڑھے شخص نے آپ کی مدد کرنا چاہی اس نے درد و محبت بھرے انداز میں آپ کا حال احوال پوچھا اور آپ کو اپنے ہمراہ گھر لے گیا، اس نے آپ کو کھانے کے لئے روٹی اور سونے کے لئے بستر دیا، آپ کھانا کھا کر گہری نیند سو گئے، اور کئی گھنٹے سوئے رہے، وہ اجنبی مہربان بوڑھا آپ کو کمرے میں سوتا ہوا چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔

شام کا وقت ہوا، وہ اپنی منزل سے واپس لوٹا، اور آپ کی خدمت میں عرض کی بیٹا میں آپ کے لئے ایک خوشخبری لایا ہوں، وہ کیا آپ نے حیرانگی کے عالم میں پوچھا۔ اس نے کہا میں تو چاہتا تھا کہ تمہیں زندگی بھر اپنے پاس سے جدا نہ کرو، مگر کاتب تقدیر کے فیصلے کچھ نرالے ہوتے ہیں، چونکہ میری بیوی بدمزاج اور جھگڑالو عورت ہے، وہ اپنے گھر میں تمہارے وجود کو ہرگز برداشت نہ کرے گی، اس لئے میں نے تمہارے رہنے سہنے کا الگ انتظام کر دیا ہے، جو تمہارے لئے ہر حال میں بہتر ثابت ہوگا۔ تم نہایت ہی اطمینان سے وقت گزارو گے، وہ لوگ تمہارا ہر طرح سے خیال رکھیں گے، اپنی اولاد سے زیادہ تمہیں عزیز جانیں گے۔ لہٰذا آؤ تم میرے ساتھ چلو۔

چونکہ آپ فطرتی طور پر خاموش طبع کے مالک تھے، گفتگو بہت کم فرماتے تھے۔ اس کی گفتگو سُن کر اس کے ساتھ گھوڑا گاڑی پر

سوار ہو کر چل دیئے، تمام راستے وہ شخص گفتگو کرتا رہا، پند ونصائح کرتا رہا، آپ ہمہ تن گوش ہو کر سنتے رہے۔

کافی دور جا کر وہ آپ کو لے کر ایک بڑی سی حویلی میں داخل ہوا، آپ سے کہنے لگا ہم جس گھر میں آئے ہیں، یہ دونوں میاں بیوی نہایت شریف النفس ہیں تمہیں اپنی اولاد سے زیادہ اچھا جانیں گے، تم بھی ان کا احترام اپنے والدین کی طرح کرنا، آپ نے فرمایا میں پوری کوشش کروں گا۔

وہ بوڑھا شخص آپ کے ہمراہ حویلی کے صدر دروازے پر رُک گیا، اور گھر کے ملازم سے کہنے لگا کہ لالہ کو جا کر بتاؤ، کہ علی نقی آیا ہے، تھوڑی دیر میں اندر سے بلاوہ آ گیا یہ دونوں اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھا کہ سامنے ایک موٹا سا آدمی صرف ایک دھوتی باندھے، کان میں مندرے ڈالے، پتھر کی ایک مورتی کے سامنے بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا ہے، بوڑھا علی نقی اور معصوم شاہ دولہ خاموشی سے یہ سب منظر دیکھتے رہے، اوراس کے فارغ ہونے کا انتظار کرتے رہے۔

جب وہ فارغ ہوا تو علی نقی سے گویا ہوا، استاد کیا حال ہے؟ کام دھندا کیسا چل رہا ہے، اُس نے بتایا کام دھندا بالکل ٹھپ ہے۔

ہندو لالہ نے آپ کی طرف اشارہ کر کے علی نقی سے پوچھا، جس لڑکے کا تم ذکر کیا تھا یہ وہی تو نہیں؟ کیا یہی وہ یتیم و بے آسرا لڑکا ہے؟ علی نقی نے جواب دیا جی لالہ جی یہ یہی ہے، ہندو لالہ نے آپ کو پیار کیا، سر پر دست شفقت رکھا اور آپ کو ملازم کے ہاتھ اپنی بیوی کے پاس گھر میں بھجوا دیا۔

پھر وہ علی نقی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا، بتاؤ اب تمہیں اس بچے کی کیا قیمت دی جائے! علی نقی نے کہا پانچ سو اشرفیاں، ہندو لالہ حیرانگی سے بولا پانچ سو اشرفیاں اس چھوٹے سے لڑکے کی، لالہ جی کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا، پھر وہ کہنے لگا میں تو صرف دو سو اشرفیاں دوں گا۔

بوڑھے علی نقی نے دو سو کو غنیمت جانا، اور آپ کو اس ہندو لالہ کے ہاتھ دو سو اشرفی میں فروخت کر دیا۔

اب آپ کی نئی منزل، نئی زندگی کا آغاز شروع ہو گیا، آپ دن رات ان دونوں میاں بیوی کی خدمت میں مگن، گھر کی صفائی، برتنوں اور کپڑوں کی دھلائی جو زندگی میں کام نہ کئے وہ کرنے پڑے، حتیٰ کے تمام دن محنت کر کے، تھک ہار کر رات سونے سے قبل اُس ہندو لالہ کے ہاتھ پیر اور جسم کو دباتے، بعد ازاں سونے کے وقت، بجائے سونے کے اپنے رب کے حضور کبھی قیام اور کبھی سجدے میں جھک جاتے، اس طرح کئی سال گزر گئے، اور زندگی کے دن گزارتے رہے۔

جب آپ سن شعور کو پہنچے تو خداوند عالم نے آپ کی ذات، جسم و زبان، اور ہاتھ پاؤں میں جدت انگیز روحانی خاصیت پیدا کر دی، وہ یہ کہ زبان ترجمان سے جو فرماتے وہ سچ ثابت ہوتا، کام کاج میں ہاتھوں کی برکت سے تیزی، پورے جسم میں نکھار، چہرے پر قدرتی اور روحانی اثرات دیکھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔

ایک روز اچانک آپ نے ہندو لالہ کی بیوی سے کہا ''آج تمہاری بہن آ رہی ہے'' حالانکہ اس کے آنے کے کوئی امکان نہ تھے، نہ ہی اطلاع، مگر وہ شام کو پہنچ گئی، بات آئی گئی ہو گئی۔

پھر ایک دن ہندو لالہ نے آپ سے پوچھا ''شاہ دولہ'' یہ بتاؤ! جو شخص تمہیں میرے ہاتھ فروخت کر گیا اس کا بھی کوئی حال معلوم ہے، آپ نے برجستہ فرمایا ''وہ قتل ہو گیا ہے'' اس کو ایک مغل شہزادے نے برچھی سے ہلاک کیا ہے۔

چونکہ اس بات کا ہندو لالہ کو پہلے سے علم تھا، اس لئے وہ ہندو لالہ آپ کے پاؤں پڑ گیا، اور عرض کرنے لگا ہم بے خبری میں تھے، ہمیں آپ کے مقام کا علم نہ تھا، جس کی بنا پر اتنے عرصے سے آپ کی گستاخی کرتے رہے، اور ذاتی خدمت یعنی ہاتھ پاؤں دیواتے رہے، لہٰذا ہمیں معاف فرمادیں۔

آپ نے فرمایا مجھ سے معافی نہ مانگو، میں خدا کی رضا پر صابر و شاکر ہوں، اس مالک نے جو کچھ میرے مقسوم میں لکھا ہے وہ میں نے کرنا ہے، آپ کی خدمت میرا حق بنتا تھا، اس لئے کہ آپ نے تو پیسے دے کر مجھے خریدا ہے۔

آپ کا جواب سُن کر ہندو لالہ کی عقیدت و محبت میں مزید اضافہ ہوا، اور اس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا، میرا ایک ہی بھائی تھا، جو کافی عرصہ سے مفقود الخبر ہے، کیا اس کے بارے بتا سکیں گے کہ وہ کس حال میں ہے؟ آیا وہ زندہ ہے یا مر گیا؟

آپ نے فرمایا وہ زندہ ہے اور خدا نے چاہا تو کل تک تمہارے پاس پہنچ جائے گا، اگلے روز فی الواقعی لالہ کا بھائی اس کے پاس پہنچ گیا۔ اب لالہ اور اس کی بیوی اصل حقیقت کو جان گئے، کہ ہمارے گھر میں رہنے والا یہ ''شاہ دولہ'' نامی بچہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے، قدرت نے اس کو باطنی و روحانی علم کی دولت سے مالا مال کیا ہوا ہے، ایسے لوگ خدا کے پیارے ہوتے ہیں۔

چنانچہ ان دنوں میاں بیوی نے آپ کے سامنے ہاتھ باندھ کر عرض کیا، حضرت ہم سے جو گستاخی و بے ادبی ہوئی ہے وہ معاف فرمائیں، اور آج کے بعد ہم نے آپ کو آزاد کیا۔ اب آپ کی مرضی جہاں جانا چاہیں، ہماری طرف سے رکاوٹ نہ ہوگی، بلکہ اگر ہمارے گھر رہنا چاہیں تو ہماری خوش قسمتی ہوگی۔

آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھے آزاد کر دیا ہے، تو اب میں کل یہاں سے چلا جاؤں گا، اور مجھے جس کی یاد نے ستایا ہوا ہے، اب میں نے اُس کے حصول کی جستجو کرنی ہے، میں تم لوگوں سے بہت خوش ہوں اور آپ کے لئے دعا گو ہوں، اس کے بعد اگلے روز آپ نامعلوم منزل کی طرف چلتے چلتے سیالکوٹ پہنچ گئے۔

بیعت و خلافت ☆: سیالکوٹ پہنچ کر آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے معروف بزرگ حضرت سیّد سرمست شاہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان کے دستِ حق پرست پر بیعت حسب ذیل ہے۔

شجرۂ طریقت ☆: آپ کا شجرہ طریقت حسب ذیل ہے۔

حضرت سیّد کبیر الدین شاہ دولہ ولی مرید و خلیفہ حضرت سیّد سرمست شاہ کے وہ حضرت شاہ مونگا کے وہ حضرت شاہ کبیر کے وہ حضرت شیخ شہد اللہ کے وہ حضرت شیخ یوسف کے وہ حضرت پیر برہان الدین کے وہ حضرت شیخ صدر الدین کے وہ حضرت شیخ بدر الدین کے وہ حضرت شیخ اسماعیل کے وہ حضرت شاہ صدر الدین عارف کے وہ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین کے تھے۔

جس کو پیا چاہے وہی سہاگن کہلائے ☆: حضرت سید سرمست سہروردی علیہ الرحمۃ کا وقت وصال جب قریب آیا تو اتفاق سے اُن کے حلقۂ ارادت میں ایک اور صاحب بھی تھے جو دولہ نام سے معروف تھے، حضرت سید سرمست علیہ الرحمۃ نے چاہا کہ اُن کو نعمت باطنی سے مالا مال کر دیا جائے، اُنہوں نے اپنے حجرے سے آواز دی ''دولا'' یہاں آؤ، مگر اتفاق سے وہ وہاں موجود نہ تھے، آپ موجود تھے۔

آپ فوراً سرمست کی خدمت میں حاضر ہو گئے، حضرت سیّد سرمست نے آپ کو دیکھ کر فرمایا میں نے تم کو نہیں بلایا تھا، آپ فوراً واپس لوٹ آئے، اور حجرے کے دروازے کے قریب بیٹھ گئے، تھوڑی دیر بعد پھر حضرت سرمست نے آواز دی ''دولا'' یہاں آؤ، مگر ''دولا'' اُس وقت بھی موجود نہ تھے، آپ پھر حاضر ہو گئے۔

حضرت سیّد سرمست علیہ الرحمۃ نے آپ کو قریب بلا کر روحانی نعمتوں اور باطنی دولت سے سرفراز کر کے فرمایا جسکو خداوند تعالیٰ سرفراز فرماتا ہے وہی ''شاہ دولہ'' ہوتا ہے، اس کے بعد کافی عرصہ تک آپ پر جذب و مستی کی کیفیت طاری رہی، اور آپ کا زیادہ تر وقت جنگلوں میں ہی گزرنے لگا، پھر کچھ عرصہ بعد آہستہ آہستہ جذو مستی کی کیفیت کم ہوتی تو پھر آپ نے سالکانہ زندگی اختیار کر کے شہر کا رُخ فرمایا، اور گجرات شہر کے اُس مقام پر قیام کیا جہاں آج کل آپ کا مزار پُر انوار مرجع انام ہے، جہاں آپ نے خانقاہ معلیٰ قائم کر کے عبادت وریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ صاحب کشف و کرامت اور صاحب حال وقال بزرگ تھے، عبادت وریاضت، مجاہدات و ترک و تجرید، صبر و تحمل، فقر و فاقہ، عفو و درگزر، قناعت و توکل میں یگانۂ روزگار تھے، عطاو بخشش اور سخاوت میں عدیم النظیر اور کمالات صوری سے آراستہ جبکہ علوم ظاہر یہ و باطنیہ میں مکمل دسترس رکھتے تھے۔ آپ کا کھانا اور لباس بالکل سادہ ہوتا تھا، گھر میں ایک پرانہ بوریا بچھا رہتا تھا، اہل دنیا اور دنیاوی چیزوں سے کوئی لگاؤ نہ تھا، آپ انتہائی خوش بیان و خوش گفتار بزرگ تھے، دوران گفتگو کبھی کبھی آپ پر وجد طاری ہو جاتا تھا، آپ عقیدت مندوں کو فرض نمازوں کی ادائیگی پر تاکید از ور دیتے تھے۔ آپ کی تعلیما تصوف کا بیش بہا خزانہ ہیں۔

آپ کے ارشادات و تعلیمات ☆: آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ دولتِ دیدار نصیب! طلب کی انتہا سلوک ہے، اور سلوک کی انتہا معرفت اور معرفت کی کوئی انتہا نہیں، معرفت کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے، عارف کے لئے اس سے گزرنا ہمیشہ روا ہے، تجلی غیر مکرر ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ یہ تجلی بروقت تازہ بہ تازہ ہے اور یہ تازگی قیاس سے بالا ہے حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں لامحدود اور اس کی سخن عالی کو سمجھنا بڑی بات ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ پختہ کار آدمی کو طمع خام کا آرزو مند ہونا فائدہ نہیں دیتا، آپ کا خیال ہے کہ مشغول کے لئے جنگل کو دباؤ کو کچھ کھا کر جاؤ یا کھانا ساتھ لے کر جاؤ، اس میں دو مصلحتیں ہیں، ایک یہ کہ سالک کو بھوک سے بڑھ کر کوئی خطرہ نہیں، بھوک کے

اگر چہ فائدے بھی بہت ہیں۔ لیکن اس کی وجہ سے دل کو بہت قلق اور اضطراب لاحق ہوتا ہے، یہ بھوک کے فائدے پر غالب آ جاتا ہے، مگر کچھ کھالیا جائے تو خطرات رفع ہو جاتے ہیں، اور دل کو قرار اور اطمینان آ جاتا ہے۔

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنا کھانا غار حرا میں لے جاتے اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے، جب کھانا ختم ہو جاتا تھا تو گھر تشریف لا کر گھر والوں کی خیریت دریافت فرما کر دوسرے کھانے کا بندوبست کر کے واپس غار کی طرف لوٹ آتے تھے۔

تعمیر مسجد و مدرسہ و خانقاہ ☆: آپ نے اپنی خانقاہ کے مضافات میں کئی مساجد اور مدارس کی تعمیر کرائیں، خانقاہ شریف میں لنگر خانے بنوائے جہاں سے ہزاروں عقیدت مند و ضرورت مند دو وقت کا لنگر تناول کرتے تھے۔ آپ کے پاس اکثر حاجت مندوں کا تانتا بندھا رہتا تھا، آپ ہر کس و ناکس کی حاجت روائی فرماتے تھے۔

سخاوت و فیاضی کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ خزانہ غیب سے آپ کو ملتا وہ محتاجوں، فقراء اور محتاجوں، فقرا اور مسکینوں پر خرچ فرما دیتے تھے، آپ کے لنگر کے اخراجات کو دیکھ کر بڑے بڑے امرا و ملوک بھی حیرت زدہ رہ جاتے تھے۔

سماع سے آپ کو غیر معمولی دلچسپی تھی، آپ کی کوئی مجلس بھی سماع سے خالی نہ ہوتی تھی، آپ نے مخالفوں نے اور حاسدین نے آپ کے خلاف شاہ جہاں کے دربار میں درخواستیں بھجوائیں لیکن شاہ جہاں نے ان پر کوئی توجہ نہ دی۔

گجرات اور سیالکوٹ میں آپ کے تعمیر کرائے ہوئے بہت سے کنویں اور سرائے، پُل وغیرہ اب تک موجود ہیں، جنہیں دیکھ کر شاہی عمارتوں کا سادھوکا ہوتا ہے۔

ایہہ زندے چوہے شاہ دولہ دے
ایہہ رنگ ویکھو تسی مولا دے

ایک مرتبہ کسی علاقہ کی مہارانی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی حضور اللہ کریم نے مجھے دنیا کی ہر نعمت سے مالا مال کیا ہوا ہے، مجھے جاہ و حشمت کی کوئی کمی نہیں، مگر اولاد کی نعمت سے محروم ہوں، جس کے لئے دعا کی طالب بن کر خدمت میں حاضر ہوں، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم کرے اور میری حاجت روائی کرے۔

آپ نے فرمایا! اے خاتون تمہاری دعا تو قبول ہو جائے گی، مگر ایک شرط ہے جو تمہیں قبول نہ ہوگی، ''عرض کیا حضرت مجھے آپ کی ہر شرط منظور ہے۔''

آپ نے فرمایا تو پھر سُن! تمہارے ہاں بفضلِ خدا اولاد ضرور ہوگی، مگر جو بچہ پہلے پیدا ہو اُسے میری خانقاہ کے لئے وقف کرنا ہوگا، عورت یہ سُن کر سوچ میں پڑ گئی، پھر عرض کی حضور مجھے یہ شرط منظور ہے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اب تو اپنے گھر چلی جا اور خدا کی رحمت کا انتظار کر۔

چنانچہ وہ عورت حاملہ ہوئی، دس ماہ کے بعد اللہ نے اُس کو ایک لڑکا دیا، جس کا سر عام بچوں کے سَر سے چھوٹا تھا، اُس مہارانی کے

دل میں بدنیتی کے خیال نے جنم لیا، اور کہنے لگی، نہ جانے آئندہ اولاد ہو یا نہ ہو، تو پھر کس طرح یہ بچہ جو خدا نے ایک عرصہ کے بعد دیا ہے وہ اس فقیر کے حوالے کردوں۔

اسی کشمکش میں چندروز گزار کر اپنے عزیزوں، مشیروں، اور رشتہ داروں سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے، آیا بچہ فقیر کو دیا جائے یا نہیں۔ تمام نے بالاتفاق رائے مشورہ دیا کہ بچے کی ولادت کو مخفی رکھا جائے، اور فقیر کو نہ بتایا جائے۔

اس کے بعد اس عورت نے ایک رات خواب میں حضرت شاہ کبیر الدین المعروف شاہ دولہ سرکار کی زیارت کی، سرکار نے فرمایا اے خاتون تم وعدہ خلافی کی مرتکب ہو رہی ہو اور یہ بات شرع کے خلاف ہے۔

عورت نے حالتِ خواب میں ہی جواب دیا، حضرت خدا نے ایک ہی بیٹا عنایت فرمایا، میں اس کو کس طرح اپنے سے جدا کروں۔

حضرت شاہ دولہ سرکار نے فرمایا! اے خاتون یہ بچہ چھوٹے سر کا ہے، اس کا سر عام بچوں کے سروں سے چھوٹا ہے، لہٰذا تمہیں پتہ ہونا چاہیے کہ اس کے سر سے عقل سلب کر لی گئی ہے، اور یہ بچہ مخبوط الحواس ہوگا۔

یہ فرمان سن کر وہ عورت خواب سے بیدار ہوئی اور ہڑبڑا کر اُٹھی اور بچے کو لے کر مختلف حکیموں اور طبیبوں، ڈاکٹروں سے معائنہ کرایا تو واقعی سب نے ایک ہی جواب دیا کہ بچہ دماغی توازن سے خالی ہے، اور اس کی عقل بالکل نہیں ہے، یہ بچہ واقعتاً مخبوط الحواس ہے۔

اب اُس عورت مہارانی کے ہوش ٹھکانے آ گئے، اور فوراً بچہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کی خواستگار ہوئی اور عرض کی حضور غلطی سے مجھ سے تاخیر ہو گئی، لیجئے، بچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا!

اے خاتون تمہیں شیطان نے تمہارے مقصد سے غافل کرنے کی بھرپور کوشش کی، مگر خدا کی مہربانی سمجھو کہ جس نے تم پر کرم فرمایا، اب یہ بچہ یہاں چھوڑ اور چلی جاؤ، وہ بچہ چھوڑ کر چلی گئی۔

اس کے بعد خداوند کریم نے اس کو تین لکڑے عنایت کئے جو بالکل تندرست اور صحیح الدماغ اور نارمل تھے۔

اس کے بعد یہ معمول بن گیا جو بھی آپ کی خدمت میں حصول اولاد کے لئے دعا کی غرض سے حاضر ہوتا اور پہلا بچہ خانقاہ کیلئے وقف کرنے کا وعدہ کرتا۔ آپ کی دعا سے جب بچہ پیدا ہوتا اس کا سر چھوٹا اور بچہ فاطر العقل ہوتا تھا، وہ آپ کی درگاہ پر چھوڑ جاتا تھا۔

یہ بچے موشِ شاہ دولہ، یعنی شاہ دولہ کے چوہے کہلاتے ہیں۔ آج بھی اگر کوئی بے اولاد آپ کے دربار پر حاضر ہو کر پہلا بچہ پیدا ہونے کے بعد آپ کے دربار کے لئے وقف کرنے کا وعدہ کرے، خداوندِ کریم انہیں آج بھی اپنی جناب سے محروم نہیں کرتا، اور آج بھی ایسے ہی فاطر العقل، گونگے اور مجذوب چھوٹے سر والے بچے پیدا ہوتے ہیں۔

آپ کی اس کرامت پر فقیر راقم الحروف نے اپنی ایک طویل رباعی کے ایک شعر میں لکھا ہے کہ:

واہ واہ او پیر سید گجرات والے جنہوں لوکی کہندے شاہ دولہ ولی

ایہہ زندے چوہے شاہ دولہ دے ایہہ رنگ ویکھو تُسی مولا دے
ولی انہاں ہستیاں نوں اسی مندے ہاں جنہاں اُوتے فضل نے مولا دے
اللہ مندا انہاں دیاں سب گلاں جیہڑے حق دی راہ رضا ہوئے

کشف وکرامات ☆: مغل بادشاہ اورنگزیب کی بیوی ''بائی'' کے خاندان کے لوگ ہندو تھے، ان میں یہ روایت تھی کہ جب لڑکی پیدا ہوئی تو وہ لوگ اپنے خاندانی طریقہ پر قائم رہتے ہوئے قتل کر دیتے تھے، اس خاندان کا ایک فرد ''ملک راجو'' ایک مرتبہ حضرت ''شاہ دولہ ولی'' کی خدمت میں حاضر ہو کر اولاد کے لئے طالب دعا ہوا کہ خدا مجھے اولادِ نرینہ سے نواز دے۔

آپ نے فرمایا ''ملک راجو اگر تم میری بات مان لو تو اللہ تمہیں ایک نہیں کئی اولادِ نرینہ سے نوازے گا، اس نے عرض کیا حضور جو آپ حکم فرمائیں گے مجھے قبول ومنظور ہوگا، اور میں اس کی تعمیل کروں گا۔

حضرت شاہ دولہ ولی نے فرمایا، راجو اس مرتبہ تمہارے گھر میں جو لڑکی پیدا ہوگی، تم اس کو قتل نہ کرنا، بلکہ تم اس کی پرورش انتہائی شاندار اور احسن طریقہ سے کرنا، اس کے بعد میرے اللہ کریم کا کمال دیکھنا۔

ملک راجو آپ کی بات سن کر بہت پریشان ہوا، اول لڑکی کی پیدائش کی خبر، دوم خاندانی روایات توڑ کر لڑکی کو زندہ رکھنا، اس کے بس سے باہر تھا، اس لئے کہ خاندانی روایات کے خلاف کوئی بھی عمل اس کو خاندان سے باہر نکلنے کے مترادف تھا۔

اس کے چہرے پر پریشانی کے اثرات دیکھ کر حضرت شاہ دولہ ولی سرکار نے اس کو سمجھایا! راجو تم میرے کہنے کے مطابق عمل کرو، انشاء اللہ تمہیں کوئی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

اس کا فرمان ذیشان سن کر راجو گھر چلا گیا اور بیوی کو سارا واقعہ سنایا تو اس کی بیوی بہت خوش ہوئی کہ حضرت شاہ دولہ ولی کی دعا سے اگر چہ لڑکی ہوگی، مگر زندہ تو رہے گی، مگر راجو لڑکی کی ولادت تک پریشانی کے دن گن گن گزار رہا تھا، اس کو کسی پل چین نہ آتا تھا، اس کو سمجھ نہیں آرہی تھی، کہ وہ کیا کرے، اسی کشمکش میں دن پورے ہوگئے، اور اس کے گھر لڑکی پیدا ہوئی۔

لڑکی کی پیدائش کے ہوتے ہی خاندان کے تمام افراد بچی کو ہلاک کرنے پر زور دیتے رہے، حتیٰ کے راجو کی ماں نے بھی مجبور کرتے ہوئے کہا کہ جب مدتوں سے ہمارے ہاں بچیوں کو قتل کرنے کا سلسلہ روا اور جاری رہے تو تم اس پر کیوں عمل نہیں کرتے اور مختلف حیلوں بہانوں سے کام لے رہے ہو۔

ملک راجو نے اپنی والدہ سے کہا کہ میں حضرت شاہ دولہ ولی کے حکم سے کسی طرح بھی سرتابی نہیں کرسکتا، نہ ہی ان کی ہدایت کے بغیر کوئی قدم اٹھا سکتا ہوں۔

میں بچی ان کی خدمت میں لے جاتا ہوں وہ جیسا حکم دیں گے میں تعمیل کروں گا۔

چنانچہ ملک راجو بچی کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا ملک راجو یہ بچی ایک بادشاہ کی

بیوی اور کئی بادشاہوں کی ماں ہوگی، اس کی وجہ سے تیرا رتبہ اس معاشرے میں بلند ہوگا۔

اس کے بعد آپ نے اس بچی کا نام ''بائی'' رکھا، بائی کا مطلب ''عزت دار خاتون'' اس کے بعد آپ نے ملک راجو کو حکم دیا کہ اس بچی کی پرورش اعلیٰ طریقے سے کی جائے اور اس کو گزند نہ پہنچایا جائے۔

چنانچہ حسب الارشاد راجو نے اس بچی کو بڑے ناز و نعم سے پالا اور اس کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا، حتیٰ کہ لڑکی جوان اور بالغ ہوگئی۔

انہی دنوں شاہ جہان کشمیر کی سیر کرتے ہوئے لاہور پہنچا، اس کے ساتھ اس کا بیٹا اور برادرِ نسبتی آصف خان بھی تھا، بادشاہ کو مقامی اور لاہور کے قرب و جوار کے والیان ریاست اور امرأ نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق تحائف پیش کئے۔

ملک راجو نے اپنی طرف سے اپنی بیٹی بادشاہ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا یہ میرا حقیر ساتحفہ ہے، شاہ جہان بادشاہ لڑکی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، اور اس کا نکاح اپنے بیٹے اورنگزیب سے کر دیا، اورنگزیب اپنی بیوی کو لے کر ملتان چلا گیا۔

اس طرح حضرت شاہ دولہ کی پیشن گوئی بعینہٖ حرف بہ حرف پوری ہوئی اور ملک راجو کو خداوند عالم نے کئی اولادیں نرینہ عطا فرمائیں۔

اورنگزیب کو تختِ شاہی کی بشارت ☆: جب تخت نشینی کے لئے شاہ جہان نے داراشکوہ کو نامزد کیا تو اورنگزیب کو بڑی فکر لاحق ہوئی اور نگزیب کی بیوی بائی نے جب اپنے خاوند کو آزردہ خاطر دیکھا تو اس کو تسلی دیتے ہوئے کہا، کہ حضرت ''شاہ دولہ'' کی بات غلط نہیں ہو سکتی، کیونکہ انہوں نے پیشن گوئی کی تھی کہ میں ایک بادشاہ کی بیوی اور کئی بادشاہوں کی ماں بنوں گی، اس وجہ سے مجھے امید ہے کہ آپ ضرور بادشاہ بنیں گے۔

یہ بات سُن کر اورنگزیب حضرت شاہ دولہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اُن سے دعا کرائے، اورنگزیب نے اپنے ہمراہ ایک زرد مرغ دو ولایتی بلیاں اور ایک لکڑی کی چھڑی لے کر گجرات پہنچا اور یہ چیزیں آپ کی خدمت میں پیش کیں، اور دل میں خیال کیا کہ اگر حضرت شاہ دولہ ولی نے لکڑی کی چھڑی مجھے واپس دے دی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں بادشاہ بنوں گا، کیونکہ چھڑی حکمرانی کا نشان ہوتی ہے۔

حضرت شاہ دولہ ولی سرکار نے اورنگزیب کی عقیدت و محبت دیکھ کر اس کو بادشاہت کی مبارکباد دی اور چھڑی بھی اس کے حوالے کر دی، شہزادہ اورنگزیب خوشی خوشی واپس لوٹا اور اپنی بیوی سے کہا میں حضرت شاہ دولہ ولی کو اتنا بڑا ولی نہیں سمجھتا تھا، لیکن آج میں اُن کی کشف و کرامات کا قائل ہوگیا ہوں، بائی نے جواب میں کہا شہزادے ہمارے خاندان میں لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جاتا تھا، مگر میرے والد کو حضرت شاہ دولہ ولی نے ایسا کرنے سے باز رکھا، جب میں پیدا ہوئی تو حضرت نے میرے متعلق خوشخبری دی تھی کہ میں بادشاہ کی بیوی اور بادشاہوں کی ماں بنوں گی۔

چنانچہ آپ کی یہ بشارت حرف بحرف صحیح اور پوری ہوئی، اورنگزیب بادشاہ بنا، اور اس نے ہندوستان پر بڑی شاندار مستحکم اسلامی طرز کی حکومت کی، اس کے بعد اس کا بیٹا بہادر شاہ اول جو اسی ''بائی'' کے بطن سے پیدا ہوا تھا، وہ بھی ہندوستان کا بادشاہ بنا۔

کرامت نمبر۳ ☆: ایک مرتبہ کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور بارش کے لئے دعا فرمایئے، آپ نے دعا فرمائی اور لوگوں سے کہا کہ "میری چادر لے جاؤ اور اس کو دھوپ میں ڈال دو۔"

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، چند ہی لمحوں میں چمکتی دھوپ سیاہ بادلوں میں تبدیل ہوگئی، اور اتنی موسلا دھار بارش ہوئی کہ ہر طرف ندی نالے بہنے لگے۔

کچھ دنوں کے بعد لوگ پھر حاضر خدمت ہوئے، اور عرض کی حضور ہماری ضرورت سے بھی زیادہ بارش ہو چکی ہے، اس لئے خدا کی بارگاہ میں بارش کی بندش کے لئے دعا فرمائیں، آپ نے فرمایا جاؤ میری چادر باہر صحن میں سے اٹھالاؤ۔

چنانچہ لوگوں نے جونہی چادر صحن سے اٹھائی بارش اُسی وقت بند ہوگئی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۰۸۵ھ بمطابق ۱۶۷۴ء کو ہوا، مزار پُر انوار گجرات شہر میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی منہ مانگی مرادیں پا رہے ہیں۔

آپ کا مزار پُر انوار گجرات شہر کے مزارات میں خوبصورت مزارات میں شمار ہوتا ہے، جس پر خوبصورت گنبد اور اس کے ساتھ ہی عظیم الشان مسجد بھی موجود ہے۔

کسی عارف کامل نے آپ کی تاریخ وصال کا قطعہ ان اشعار میں لکھا ہے۔

به توحید آں عارف حق گزیده

بگو شاهدوله بجنت رسیده

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت بابا دیوان بادشاہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی العصر، امام العارفین، برہان الواصلین، دلیل الکاملین حضرت بابا دیوان بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ موضع پوہڑانوالی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کے قبیلہ گوجر پوہڑ سے آپ کا تعلق تھا وہیں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی آپ کو بھینسیں پالنے کا بہت شوق تھا۔ جب سن شعور کو پہنچے تو بھینسیں چرانے کے ساتھ ساتھ ذکر خدا میں مست رہتے، آپ کو بزرگان دین کے مزارات کی حاضری کا شوق بچپن ہی سے تھا، ایک مرتبہ آپ مختلف مزاروں اور درباروں سے ہوتے ہوئے اجمیر شریف بھی تشریف لے گئے اور حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ سید محمد معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضری دی آپ کافی عرصہ تک اجمیر شریف میں مقیم رہے۔

آپ حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور آپ کو روحانی طور پر حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی فیض حاصل تھا۔ آپ کے مرشد کامل نے روحانی طور پر آپ کو پنج ڈھیر۔ پانچ پہاڑیاں جہلم جانے کا حکم دیا تو آپ نے مرشد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ڈھینڈہ اور بجاڑ کے سامنے پانچ پہاڑیوں میں ڈیرہ لگالیا۔

جب کالا گوجراں کے چوہدری کو معلوم ہوا کہ ایک نیک سیرت بزرگ اور ولی کامل نے ہمارے علاقہ کو رونق بخشی ہے تو وہ جلوس کی شکل میں اکٹھے ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کالا گوجراں چلنے کی درخواست کی۔

آپ ان کے ساتھ چل دیئے اور جب راٹھیاں کے مقام پر پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں اس مقام سے آگے جانے کی اجازت نہ ہے لہٰذا آپ نے قدم وہیں روک دیئے اور وہیں قیام فرمایا۔ راٹھیاں کے مشہور راٹھ نے اپنی نصف زمین آپ کے نام کردی اور آپ سے اسی مقام پر رہنے کی درخواست کی۔ اس کے بعد آپ نے اس جگہ کو تبلیغ وارشاد کا مرکز بنایا اور خدمت خلق اللہ میں مصروف ہو گئے۔

وصال باکمال ☆: روایات کے مطابق آپ کا وصال باکمال گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں ہوا۔ وصال کے بعد ایک ہندو عقیدت مند نے آپ کا مزار شریف راٹھیاں میں ہی تعمیر کروایا۔ موضع راٹھیاں تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم میں آج تک آپ کے خاندان کے لوگ آباد ہیں۔ آج بھی لوگ آپ کے دربار پر حاضری دے کر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر شاہ عیسیٰ قتال بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، عارف ابن عارف، کامل ابن کامل، جانشین زہد الانبیاء، شاہد بزم الانسان سری، ہادی ساکنان بحری و بری حضرت پیر سید شاہ عیسیٰ قتال بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نسان حق کا ترجمانِ معارف ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت بلوٹ شریف ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ سرحد میں حضرت سید عبدالوہاب شاہ بخاری سہروردی علیہ الرحمۃ کے روحانی گھر میں ہوئی، اور والدِ گرامی کے ہاتھوں ہی ظاہری و باطنی تعلیم کی تکمیل انجام پائی۔

آپ حضرت نوری شاہ عبدالرحمٰن خدا بخش دیوان کبیر المعروف نور کلیان علیہ الرحمۃ کے جانشین اور صاحب کشف و کرامت ولی کامل ہوتے ہیں۔

آپ کی شادی خانہ آبادی اپنے ہی خاندان میں حضرت شاہ محمد دھیرو علیہ الرحمۃ کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی، آپ کے سُسر علم وادب اور علم الکلام کے بے مثال عالم مانے جاتے تھے، بڑے بڑے حکمران اُن سے دیوان حافظ کی شرح سنتے تھے۔

حضرت شاہ عیسیٰ قتال بخاری سہروردی علیہ الرحمۃ کے گھر جب بچے کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضرت شاہ عبدالرحمٰن نے ہی ان کا نام رکھا تھا، اور فرمایا تھا کہ جلال الدین کا یہ جانشین پیدائشی ولی اللہ ہے، مگر اس کا اپنا رنگ ہوگا، پھر فرمایا کہ یہ رنگ جلال ہے، اسی لئے ان کا نام رنگی جلال کے نام سے مشہور ہوا، حضرت رنگیا جلال نے اپنی ظاہری زندگی میں لاتعداد کرامات دکھائیں جو آج بھی تذکرہ اولیاء کی زینت ہیں۔

حضرت پیر شاہ عیسیٰ قتال بخاری سہروردی علیہ الرحمۃ کی دوسری شادی سلطان سارنگ خان گکھڑ کی صاحبزادی سے ہوئی، سلطان سارنگ خان بادشاہ ہفت اقلیم کا مالک تھا، بابر کے بیٹے کامران کو بھی سلطان سارنگ نے پکڑ کر ہمایوں کے حوالے لیا تھا، جس نے بابر کی پاکبازی کو خاک میں ملا رکھا تھا۔

حضرت شاہ عبدالرحمٰن نوری علیہ الرحمۃ نے جب کھتر اور گکھڑ قبائل کو داخل اسلام کیا تو انہوں نے آپ کے اعلیٰ حسب ونسب کے اعتراف میں آپ کے ساتھ رشتہ داری کی، مگر آپ کی دوسری بیوی سے اولاد نہیں ہوئی تھی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ اپنے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت شاہ عیسیٰ قتال سہروردی علیہ الرحمۃ کی بیوی مصلے پر بیٹھے ہوئے رو رہی ہیں۔

آپ نے اُسی وقت رب کعبہ کے حضور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جو اُسی وقت قبول و منظور ہوئی، اور اللہ کریم نے اُسی زوجہ محترمہ سے تین صاحبزادے حضرت حاجی امام، حضرت غازی امام، حضرت عبد الرب عطا فرمائے۔

آپ کے ان صاحبزادوں کے تبلیغی مراکز اور روحانی آستانے آج بھی اٹک، ہری پور، ایبٹ آباد اور راولپنڈی میں موجود ہیں حضرت غازی امام علیہ الرحمۃ کا مزار پُر انوار موضع "نون" گولڑہ شریف تر نول راولپنڈی پشاور روڈ کے مضافات میں مرجع خلائق ہے، جہاں اُن کا سالانہ میلہ و عرس دس روز تک بڑے ہی پُر تپاک انداز میں منایا جاتا ہے۔

حضرت زہد الانبیاء سخی شاہ عبد الوہاب بخاری سہروردی علیہ الرحمۃ کے دوسرے تخت کے وارث حضرت شاہ عیسیٰ قتال سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اوقات کار اور معمولات کو کچھ اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ، آپ ہر ماہ کے دو ہفتے پردۂ غیب میں جا کر عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے، اور ایک ہفتہ اپنے گھر میں ازواج و اولاد اور دیگر رشتہ داروں کے پاس گزارتے تھے، جبکہ ایک ہفتہ درس و تدریس اور دور دراز سے آنے والے مہمانوں کے لئے وقف تھا، آپ کی شہرت پورے ہندوستان میں تھی، دور دراز سے لوگ ولایت کے حصول کے لئے بلوٹ شریف آئے، اور فیض باطنی حاصل کر کے واپس جاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ زمانے کے بڑے بڑے صلحا اولیاء اور کئی معروف شخصیات کو آپ کے دور بزرگی میں ولایت کا فیضان ملا، جن میں۔

سلطان غیرت خان المعروف بھنور سلطان، حاجی بلوچ، حضرت سخی دو دامر دحقانی حسین کا مزار تحصیل کلر سیداں ضلع راولپنڈی میں مرجع انام ہے۔

حضرت نونہال نوری، حضرت لعل عیسن کروڑ، ضلع لیہ حضرت نارنگ سلطان، حضرت شیخ موسیٰ، درّہ تنگ ضلع میانوالی، حضرت میاں حسین پھوبی، حضرت منگھو سلطان، حضرت پتنگ سلطان، حضرت جانکا سلطان کے علاوہ لاتعداد اولیائے کاملین کو آپ کے ذریعہ ہی ولایت کا فیضان و عرفان حاصل ہوا ہے۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال گیارہویں صدی ہجری میں ہوا، مزار پُر انوار بلوٹ شریف ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ سرحد میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت لعل سلطان کروڑی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پروردہ نگاہ لطف رسول مدنی، آئینہ جلال و جمال حقانی، مظہر تامہ کمالِ انسانی، صاحب تجرید و ترک قطب ابدال، حضرت لعل سلطان کروڑی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ آپ شانِ عظیم، حال قوی، ہمت بلند اور نفس قاطع رکھتے تھے۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد سلطان اور لقب کروڑی تھا، لقب کروڑی کی وجہ تسمیہ تذکرہ نگاروں کے مطابق یہ بیان کی جاتی ہے کہ خراسان اور افغانستان میں مخصوص علاقہ کے حاکم کو کلکٹر کہا جاتا تھا، یہ عہدہ اس شخص کے لیے ہوتا تھا جو علاقہ بھر سے ٹیکس (مالیہ) وغیرہ وصول کرتا ہو۔

جب ہندوستان میں افغانوں اور مغلوں کی حکومتوں کی داغ بیل پڑی تو پورے ہندوستان میں کروڑی یعنی (کلکٹر) مالیہ وصول کرنے والے عہدیداروں کا تقرر عمل میں لایا گیا، اس دور میں کروڑی کا عہدہ بہت ہی اختیارات و دبدبے اور اقتدار کا حامل تھا۔

قرین قیاس ہے کہ آپ کا خاندان کسی حکمران کی طرف سے عہدہ کروڑی پر فائز رہا ہو، یا پھر آپ بذات خود اس عہدہ پر تعینات رہے ہوں۔ اور جب مرشد کامل کی تعلیمات سے متاثر ہو کر دنیاداری اور سرکاری عہدیداری چھوڑ کر دین داری کی طرف راغب ہو گئے ہوں، اس وجہ سے آپ تادم آخر کروڑی کے لقب سے جانے پہچانے جاتے رہے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت شاہ عیسیٰ سہروردی بلوٹی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے، اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و صاحب مجاز ہوئے۔

مقام طے فی الارض ☆: صاحب تذکرہ اولیائے بھکر جناب مہر نور محمد تھند صاحب اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ ایک مرتبہ آپ اپنے مرشد کامل حضرت شاہ عیسیٰ بلوٹی کی خانقاہ بلوٹ شریف نزد ڈیرہ اسماعیل خان میں تشریف فرما تھے۔

محفل میں عشاق اپنے پیشواء کی طرف نظریں جمائے ہوئے تھے کہ اچانک دوران محفل حضرت شاہ عیسیٰ بلوٹی سہروردی علیہ الرحمۃ کو بذریعہ کشف علم ہوا کہ اُچ شریف ضلع بہاولپور میں حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری سہروردی علیہ الرحمۃ کی اولاد سے ایک

صاحبزادے کو اُن کے نوکر کے ذریعے زہر دینے کی سازش تیار ہو چکی ہے۔

حضرت شاہ محمد عیسیٰ علیہ الرحمۃ نے محفل میں موجود اپنے مریدین کو اس سازش سے آگاہ کر کے فرمایا ہے کوئی اللہ کا بندہ جو اُچ شریف کے سیدزادے کو زہر دینے سے پہلے سازش سے مطلع کرے، دوسری مرتبہ حضرت شاہ محمد عیسیٰ سہروردی علیہ الرحمۃ نے آپ حضرت محمد سلطان کروڑی علیہ الرحمۃ کی طرف دیکھ کر بات کو دہرایا اور نظریں آپ پر جمادیں، آپ نے مرشد کے حکم کی تعمیل کی حامی بھری، اور عرض کی غلام حاضر ہے۔

حضرت شاہ محمد عیسیٰ سہروردی بلوٹی علیہ الرحمۃ نے ایک رقعہ لکھ کر آپ کو دیا، آپ نے مرشد سے اجازت لی اور وہاں سے روانہ ہو کر چند لمحوں میں اُچ شریف ضلع بہاولپور پہنچ گئے۔

جب آپ وہاں پہنچے تو سازش کے تحت حقہ تیار تھا، جس کی چلم میں زہر رکھ کر آگ رکھی جا چکی تھی۔ قریب تھا کہ مذکورہ سیدزادے حقے کا کش لگاتے کہ آپ رقعہ لے کر وہاں پہنچ گئے، اور وہ رقعہ سیدزادے کو دے دیا۔ انہوں نے رقعہ پڑھ کر اپنے نوکر سے جو اس سازش میں ملوث تھا سے فرمایا میں حضرت شاہ محمد عیسیٰ بلوٹی علیہ الرحمۃ کا رقعہ پڑھتا ہوں تم اتنی دیر دو چار کش لگا کر حقہ گرم کرو۔

چونکہ نوکر اس سازش میں پوری طرح ملوث تھا اسے کش لگانے میں اپنی موت واضح نظر آ رہی تھی، لیکن حکم کی سرتابی کی جرأت بھی نہ کرسکتا تھا۔ اُچ شریف کے سیدزادے نوکر کو حقہ کے کش لگانے کا حکم دے کر خود رقعہ پڑھنے میں مصروف ہو گئے، رقعہ میں سازش سے آگاہ فرمایا گیا تھا۔

ادھر نوکر نے جب کش لگائے تو زہریلے دھویں کے باعث اس کی موت واقع ہو گئی۔ آپ اُچ شریف کے سیدزادے سے اجازت لے کر واپس بلوٹ شریف ڈیرہ اسماعیل خان کی جانب روانہ ہوئے۔ اور اپنے مرشد کامل حضرت شاہ محمد عیسیٰ بلوٹی سہروردی علیہ الرحمۃ کی قدمبوسی کر کے اُچ شریف کے مکمل حالات اور سیدزادے کے بچ جانے اور نوکر کے مرنے کے بارے مطلع کیا، جس سے آپ کے مرشد کامل حضرت شاہ محمد عیسیٰ بلوٹی خوش ہو کر آپ کو سینے سے لگایا اور فرمایا کہ آج سے تمہارا نام "لعل سلطان کروڑی" ہے۔

اس کے بعد حکم دیا کہ بھکر کے نزدیک بہت سے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات ہیں، وہاں کے لوگ ایک مدت سے ان مزارات کو فراموش کر چکے ہیں، لہٰذا تم بھکر جاؤ اور ان مزارات کی تجدید و تعمیر کر کے وہاں ڈیرے لگاؤ اور مخلوق خدا کی خدمت کا فریضہ سرانجام دو۔

بھکر میں ورود مسعود اور قوم چھینہ کا معافی مانگنا☆: جناب نور محمد تھند مصنف تذکرہ اولیائے بھکر آپ کے

دربار کے سجادہ نشین حضرت انتظار مہدی کا بیان نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ آپ نے بھکر تشریف لا کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات کی تجدید و تعمیر کرائی اور لوگوں کو ان کی حرمت سے آگاہ کیا، بارہ برس تک آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات سے روحانی استفادہ فرمایا۔

جب بارہ برس گزر گئے تو آپ کے پیرومرشد کے فرمان کے مطابق بستی چھینہ کے لوگوں کی تربیت واصلاح میں مصروف ہو گئے۔

قوم چھینہ کے لوگ نہایت جنگ جو اور زبردست قسم کے لوگ تھے مار دھاڑ ان کا شیوہ خاص تھا۔ بندوبست 1857ء کی موضع سواگ ضلع لیہ کی رپورٹ کے مطابق قوم چھینہ کے لوگ اقوام سواگ پر کئی بار حملہ آور ہوئے اور ان کے مال مویشی چھین کر لے گئے تھے، بالآخر اس وقت کے بلوچ حکمرانوں کی فوج کی مداخلت کے باعث قوم سواگ کو ان سے نجات ملی تھی۔

آپ مرشد کامل کے فرمان پر پیر اصحاب یعنی صحابہ کرام کے مزارات کو چھوڑ کر بستی چھینہ میں ''پیلو'' کے ایک درخت کے نیچے قیام پذیر ہوئے۔ یہاں آپ نے درس قرآن اور تبلیغی حوالے سے اصلاحی پروگرام شروع کیا، جو وہاں کے بدخصلت اور سخت دل زمینداروں کو پسند نہیں آیا، اور وہ آپ کو تنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

چونکہ ان لوگوں کی چیرہ دستیوں سے آپ کی عبادت وریاضت میں خلل پڑتا تھا اس لئے آپ نے بستی چھینہ کو خیر باد کہہ کر علاقہ تھل کے ریگستان میں جا کر ڈیرہ ڈالا اور عبادت وریاضت میں مصروف ہو گئے۔

ادھر قدرت خداوندی سے دریائے سندھ اچانک پانسہ پلٹ کر زمین کے کٹاؤ کر کے بستی چھینہ کے نزدیک جا پہنچا، جس کی وجہ سے وہاں کی زرخیز زمین، آموں اور کھجوروں کے درخت و باغات کے علاوہ فصلیں تباہ ہو گئیں۔

بستی چھینہ کے چند بزرگوں نے اس دریائی عذاب کو حضرت لعل سلطان کروڑی سہروردی علیہ الرحمۃ کو ستانے اور اپنی قوم کی کوتاہی وزیادتی پر اللہ کی طرف سے عذاب سمجھا کہ یہ اللہ کے ولی کو تنگ کرنے کی وجہ سے سزا مل رہی ہے۔

قریب تھا کہ بستی کے مکین و مکان بھی اس دریائی ریلے اور کٹاؤ کا شکار ہو جاتے، بستی کے چند بزرگ جمع ہو کر اپنے کیے کی آپ سے معافی مانگنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے۔ اور آپ سے معافی کے خواستگار ہوئے اور اس عذاب سے نجات کے لیے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی درخواست کی۔

چونکہ آپ ان لوگوں کے سابقہ سلوک کا مظاہرہ دیکھ چکے تھے، مگر مشیت الٰہی کچھ اور تھی جو خدا کو منظور تھا ہونا وہی تھا کہ جن لوگوں نے ایک اجنبی درویش کو اپنے مظالم سے جس بستی سے نکلنے پر مجبور کیا تھا آج وہی لوگ نہ صرف معافی کے خواستگار بلکہ آپ کو بستی کا مالک بنا کر لے جانے پر مصر ہیں۔

آپ نے ان لوگوں سے فرمایا میں بستی چھینہ میں واپس جانے کو تیار ہوں، لیکن میری یہ شرط یہ ہے کہ میں سرسوں کے بیج بقول

سجادہ نشین جناب انتظار مہدی صاحب جبکہ دوسری روایت کے مطابق سموکھا کے بیج کا چھینٹا دریا کے پانی میں دوں گا، جس جس جگہ پر سرسوں، سموکھا کی فصل پیدا ہوگی وہ جگہ فقیر کی ملکیت ہوگی۔

اُن لوگوں نے اس شرط کو قبول کرتے ہوئے آپ کو ہمراہ لیا اور بستی چھینہ میں لے آئے آپ نے اس جگہ پر ڈیرہ لگایا جہاں آج کل آپ کا مزار پُرانوار ہے۔ اس جگہ آپ نے سرسوں، سموکھا کے بیج لے کر دریا کے پانی میں چھینٹا مارا اور لوگوں سے فرمایا جاؤ اپنے اپنے گھروں میں آرام کرو، انشاء اللہ صبح کے وقت یہاں سے دریا کا پانی دور چلا جائے گا۔

جب صبح ہوئی تو دریا کا پانی بستی چھینہ سے ہٹ کر مغربی جانب جا چکا تھا۔ اسکے بعد سے لوگ امن وسکون سے زندگی گزارنے لگے اور دریا کا پانی دوبارہ کبھی بھی اس بستی میں نہیں آیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال گیارھویں صدی ہجری کو ہوا۔ مزار پُرانوار تحصیل کروڑ لعل عیسن روڈ بستی چھینہ ضلع بھکر میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کے دربار کے موجودہ سجادہ نشین حضرت انتظار مہدی صاحب مدظلہ العالی ہیں جو بڑے مہمان نواز، خوش اخلاق اور پیار ومحبت کا مجسمہ ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ جان محمد سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قبلہ طالبان، پیکر علم وعرفان، محدث وجدو پیان، مدرس مسائل عشق وعرفان عالم ربانی، شیخ لاثانی، حضرت شیخ جان محمد سہروردی رحمتہ اللہ علیہ طریقت وشریعت فقہ اور حدیث کے عالم اکمل اور مقتدائے زمانہ ہیں۔

آپ لاہور کے محلہ پرویز آباد کے رہنے والے ہیں۔

بچپن ہی سے آپ کو دین متین کی تعلیم کے حصول کا شوق پیدا ہوا تو آپ اس وقت کے معروف عالم دین حضرت شیخ عبدالحمید علیہ الرحمتہ جو حضرت میاں شیخ محمد اسماعیل عرف میاں وڈا کے مرید وخلیفہ تھے۔ کہ مدرسہ میں داخل ہو کر دین متین کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔

ایک روز آپ کے استاد حضرت شیخ عبدالحمید اپنے شیخ کامل میاں وڈا صاحب سہروردی کی خدمت میں تشریف لے گئے تو آپ بھی ان کے ہمراہ تھے۔

حضرت میاں وڈا صاحب اس وقت بڑے ہی اچھے موڈ میں تشریف فرما تھے کہ انہوں نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا اے لڑکے اگر تم عالم وفاضل بن جاؤ تو کیا میرے ساتھ حدیث پاک کا دورہ کیا کرو گے۔

آپ شرم وحیاء اور ادب کی وجہ سے خاموش رہے تو آپ کے استاد محترم شیخ عبدالحمید نے آپ سے فرمایا کہ تم میاں صاحب سے عرض کرو حضور کی توجہ سے مجھے علوم متداولہ پر عبور حاصل ہو گیا تو پھر میں آپ ہی کے قدموں میں آ پڑوں گا۔

چنانچہ آپ نے اسی طرح میاں وڈا صاحب سے عرض کر دیا۔ حضرت میاں وڈا نے جواب سن کر ہاتھ اُٹھائے اور آپ کے لئے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی۔ اس دعا کی برکت سے تھوڑے ہی عرصے میں آپ علوم متداولہ سے فارغ التحصیل ہو گئے۔ آپ کے استاد محترم حضرت شیخ عبدالحمید سہروردی علیہ الرحمتہ نے جب دیکھا کہ ان کا شاگردان سے بھی زیادہ قوت علمی حاصل کر چکا ہے۔ اور اس کا طائر ہمت برابر محو پرواز ہے تو انہوں نے آپ کو اپنے پیر بھائی حضرت تیمور سہروردی علیہ الرحمتہ کے حوالے کر دیا۔ حضرت شیخ تیمور سہروردی نے آپ کو اپنی تربیت میں لے کر تھوڑے ہی عرصہ میں جملہ علوم طے کروانے کے بعد آپ کو دستار فضیلت سے سرفراز فرمایا۔

ادھر آپ کی دستار بندی ہو رہی تھی۔ دوسری طرف حضرت میاں وڈا صاحب سہروردی اپنے مدرسہ میں مراقبہ فرما رہے تھے۔ دفعتاً ان کی توجہ آپ کی طرف منعطف ہوئی تو اسی وقت آپ کے دل میں میاں صاحب سے ملنے کے لئے بے قراری پیدا ہوئی تو اُسی حال میں ملنے کے لئے میاں صاحب کے درس کی جانب مغلپورہ چلے گئے۔

بیعت وخلافت ☆: جب آپ حضرت شیخ محمد اسماعیل عرف میاں وڈا سہروردی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں پہنچے تو حضرت میاں وڈا نے آپ کو دیکھتے ہی چھاتی سے لگالیا اور آپ کو نعمت باطنی سے سرفراز فرما کر اپنے دستِ مبارک پر شرف بیعت بخشا اور خرقہ، خلافت سے سرفراز فرما کر ارشاد فرمایا کہ اب تم وعدے کے مطابق دوشنبہ اور جمعہ کے روز آ کر میرے ساتھ حدیث شریف کا دورہ کیا کرو۔

سیرت وکردار ☆: آپ اپنے زمانے کے بہترین فاضلین میں سے تھے۔ بڑے بڑے علماء اور مشائخ مسائل پوچھنے کے لئے آتے تھے۔ شریعت وطریقت کے ظاہری و باطنی تمام علوم پر آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ تمام عمر شریعت وطریقت کے مطابق گزاری۔ عبادت وریاضت میں یکتائے زمانہ تھے۔ لنگر آپ کا وسیع اور دراز تھا۔ دور دور سے لوگ اکتساب فیض کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ بڑے بڑے کاملین زمانہ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ جن میں حضرت شاہ محمد غوث قادری علیہ الرحمتہ قابل ذکر ہیں۔ جو پشاور سے علم حدیث پڑھنے کی غرض سے جب لاہور تشریف لائے تو انہوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہر کر زانوئے تلمذ طے کیا اور حدیث پاک کی اجازت بھی آپ ہی سے حاصل کی تھی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۱۲۰ھ بمطابق 1708ء کو بعہد بہادر شاہ اول خلف اورنگزیب عالمگیر ہوا۔ پہلے آپ کو پرویز آباد میں دفن کیا گیا۔ لیکن بعد میں آپ نے اپنے خادم خاص کو خواب میں فرمایا کہ مجھے میرے مرشد میاں وڈا صاحب کے مزار کے پاس ہی دفن کرو۔

آپ کے اس فرمان کے بعد علاقہ کے نمبردار نے آپ کے جسد اطہر کو پرویز آباد سے نکلوا کر مغلپورہ لاہور میں حضرت میاں وڈا صاحب کے قدموں میں لا کر دفن کر دیا۔ مگر دوسرے ہی دن لوگوں نے دیکھا کہ آپ کی مرقد منورہ میاں صاحب کی مرقد منورہ کے بالکل متوازی بنی ہوئی تھی۔

آپ کے مزار پر درج ذیل اشعار کندہ ہیں ۔

جہاں معنی وجان محمد
کہ از عشق محمد گشت محمود
فرداز فضل حق تاریخ سالش
وصال عاشق ومعشوق فرمود

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت دادا شیخ محمد موسیٰ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قدوۃ الکاملین، بُرھان الواصلین، امام العاشقین، قطب العارفین، حضرت دادا شیخ موسیٰ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ سندالاصفیاء ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت تقریباً ۱۰۲۴ھ بمطابق 1615ء کو وقت کے عظیم بزرگ جناب حضرت شیخ محمد غوث خان علیہ الرحمۃ کے گھر عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں ہوئی، آپ کے اجداد افغانستان سے ہجرت کر کے عیسیٰ خیل میں مقیم ہوئے، آپ نسباً پٹھان اور مشرباً سہروردی جبکہ آپ کو امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد معصوم نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ کے دست مبارک سے بھی خرقہ خلافت حاصل ہوا۔ اس طرح آپ کو دو سلاسل طریقت سے خرقہ خلافت کا اعزاز حاصل ہے۔

آپ کی ابتدائی تربیت و تعلیم اپنے والد گرامی حضرت شیخ محمد غوث خان علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں مکمل ہوئی اور بچپن میں قرآن پاک اُنہی سے حفظ کیا اور دیگر دینی تعلیم بھی والدِ گرامی سے ہی حاصل کیا۔

دادا بزرگوار کی جانب سے راہنمائی ☆: بچپن ہی سے آپ کے چہرہ پر ولایت کے آثار نمایاں تھے، اور بچپن ہی سے طبیعت میں مذہبی رجحان کا غلبہ تھا۔ جس کی بنا پر آپ دن کے وقت مسیت والا کے جنگلوں میں محوِ ذکر وفکر اور عبادت وریاضت میں مشغول رہتے تھے۔

ایک دن خواب میں آپ کے دادا بزرگوار نے حکم فرمایا کہ آپ حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی علیہ الرحمۃ کے دربار گوہر بار جا کر معتکف ہو جائیں۔

چنانچہ آپ حضرت مخدوم کے دربار اوچ شریف جا کر معتکف ہو گئے۔ ایک ماہ کے بعد آپ کو سرکار مدینہ نور مجسم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی علیہ الرحمۃ کی زیارت نصیب ہوئی انہوں نے حکم دیا کہ آپ بلوٹ شریف میں حضرت شاہ عبدالرحمٰن سہروردی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری دیں۔

چنانچہ آپ کو بہ کو قریہ بہ قریہ پا پیادہ پھرتے پھراتے بلوٹ شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں حضرت شاہ عبدالرحمٰن سہروردی علیہ الرحمۃ کی خانقاہ معلیٰ میں پہنچے تو اُس وقت حضرت شاہ عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ اپنی مسجد کے اندر آپ کے انتظار میں تھے۔

جونہی آپ مسجد میں داخل ہوئے تو شیخ عبدالرحمٰن سہروردی علیہ الرحمۃ نے اُٹھ کر آپ کو گلے سے لگایا اور بغل گیر ہو گئے۔ آپ نے آگے بڑھ کر قدم بوسی کی، حضرت شاہ عبدالرحمٰن سہروردی علیہ الرحمۃ نے آپ کی علمی قابلیت کو تسلیم کرتے ہوئے آپ کو اپنے مدرسہ

کا صدر مدرس مقرر فرمادیا، آپ ایک عرصہ تک مدرسہ کے صدر مدرس کی ذمہ داریاں بھی احسن انداز میں نبھاتے رہے اور اس دوران طلبا کے لنگر میں استعمال ہونے والی لکڑیاں بھی جنگل سے کاٹ کر اپنے سر پر رکھ کر لاتے رہے۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ جلالیہ میں حضرت شاہ عبدالرحمٰن بلوٹی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور منازل سلوک طے کرنے کے بعد انہی کے ہاتھوں خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

اس کے علاوہ سہروردی سلسلہ کے معروف بزرگ حضرت شاہ عیسیٰ قتال بخاری سہروردی علیہ الرحمۃ بلوٹی سے بھی آپ کو خرقہ خلافت حاصل تھا۔

آپ کو امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ معصوم نقشبندی علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں بھی خرقہ خلافت حاصل ہوا۔

نوٹ☆: آپ کی بیعت سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں تھی۔ آپ کا شجرہ طریقت حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمۃ سے ہوتا ہوا حضرت سید مخدوم جلال الدین سرخ بخاری علیہ الرحمۃ اور حضرت غوث العلم شیخ بہاؤالدین سہروردی علیہ الرحمۃ ملتانی تک پہنچتا ہے جبکہ حضرت خواجہ محمد معصوم نقشبندی علیہ الرحمۃ کے ذریعے امام ربانی، مجدد الف ثانی نقشبندی علیہ اور بانی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت شیخ خواجہ بہاؤالدین نقشبندی علیہم الرحمۃ سے بھی باطنی فیضان حاصل ہوا تھا۔

احترام مرشد میں درجۂ کمال☆: آپ ہمہ تن گوش ہو کر ہر لحہ اپنے مرشد کامل حضرت شیخ شاہ عبدالرحمٰن سہروردی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں مشغول رہتے، مرشد کا ہر حکم بجالاتے۔

ایک مرتبہ آپ کے مرشد کامل نے وضو کے لئے آپ سے پانی مانگا آپ فوراً گرم پانی کا کوزہ لے کر حاضر خدمت ہو گئے۔ جب آپ پانی لے کر حاضر ہوئے تو مرشد کامل کسی کام کی غرض سے اپنے گھر تشریف لے گئے جب کافی دیر بعد تشریف لائے تو آپ نے مرشد کی خدمت میں گرم پانی کا کوزہ پیش کر دیا، مرشد نے پانی گرم دیکھا تو آپ نے فرمایا اے شیخ موسیٰ پانی کو ٹھنڈا ہونا چاہیے تھا، آپ نے عرض کی حضور میں نے اپنی قمیص اُتار کر کوزہ کو اچھی طرح ڈھانک کر سینے سے لگائے رکھا۔ اب سرکار کی خدمت میں حاضر ہے۔

آپ کی یہ بات سن کر مرشد کامل بہت خوش ہوئے، اور ڈھیروں دعاؤں سے آپ کو نوازا۔

احترام مرشد کا دوسرا واقعہ☆: ایک مرتبہ آپ اپنے مرشد کامل کے ہمراہ کسی مسجد میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور پانی مسجد کی چھت سے ٹپکنے لگا۔

آپ نے جب یہ سماں دیکھا تو اپنا عمامہ اتار کر اپنے مرشد کامل کے سر مبارک پر رکھ کر کھڑے ہو گئے تا کہ بارش کا پانی آپ کو تکلیف نہ دے، آپ کے مرشد کامل نے جب نماز ختم کی تو آپ کو بہت دعائیں دیں اور اپنا عمامہ شریف اتار کر آپ کے سر پر باندھ دیا۔

احترام مرشد کا تیسرا واقعہ☆: سخت گرمی کے موسم میں ننگے پاؤں اپنے مرشد کامل کے ہمراہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے، سخت گرمی اور تپش کی وجہ سے آپ کے پاؤں جل رہے تھے۔

آپ کے مرشد کامل حضرت شاہ عبدالرحمٰن سہروردی بلوٹی علیہ الرحمۃ گھوڑے پر سوار تھے نے آپ کو سخت تکلیف میں دیکھا تو اپنے جوتے اتار کر آپ کو دیئے اور فرمایا انہیں پہن لو۔

آپ نے ان کو پہننے کی بجائے اپنے سر پر رکھ لیا، مرشد کامل نے دیکھا کہ آپ جوتے سر پر رکھے چلے آ رہے ہیں تو آواز دے کر پوچھا شیخ موسیٰ میں نے جوتے پہننے کو دیئے تھے کیا وجہ کیوں نہیں پہنے۔

عرض کی حضور میری کیا مجال کہ آپ کے جوتے پہنوں، یہ سنتے ہی حضرت شاہ عبدالرحمٰن سہروردی بلوٹی علیہ الرحمۃ گھوڑے سے اترے اور آپ کو سینے سے لگا کر علم و عرفان کی دولت سے مالا مال کر کے ارشاد فرمایا شیخ موسیٰ کیا شیخ عیسیٰ آپ دونوں میرے بیٹے ہیں، میں نے کرم کے علاقے میں چھ ہزار کنال زمین تمہیں بخش دی ہے۔

کشف و کرامت ☆: عیسیٰ خیل میں کفار کی اکثریت تھی، آپ کی شبانہ روز کاوش کی وجہ سے لاتعداد کافر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے، مسلمانوں کی تعداد کا دن بدن بڑھنا کفار کو ناگوار گزرا اور ان کی بے چینی میں اضافہ ہونے لگا۔ ایک دن کافروں کا سردار اپنی پوری جمعیت کے ہمراہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت آپ پر حملہ آور ہوا جیسے ہی وہ ارادہ بد سے آپ کی خانقاہ معلیٰ کی طرف آگے بڑھے تو ان کے گھوڑے زمین میں دھنسنا شروع ہو گئے، آپ کی یہ کرامت دیکھ کر کافر ارادہ بد سے باز آئے اور آپ کے قدموں میں گر کر معافی کے خواستگار ہوئے۔

وصال باکمال ☆: ایک دن آپ نے اپنے عقیدت مندوں اور مریدین سے فرمایا کہ دریائے کرم کے کنارے جاؤ وہاں ایک ہستی آنے والی ہے جو بھی اُن کے ہاتھ چوم لے گا وہ راہ ہدایت پائے گا۔

عقیدتمندان و مریدین آپ کے صاحبزادے عبدالفتح محمد دریاء علیہ الرحمۃ کی قیادت میں دریا پر پہنچے تو کیا دیکھا کہ آنے والی ہستی حضرت شاہ محمد عیسیٰ سہروردی بلوٹی علیہ الرحمۃ کی تھی۔

آپ کے صاحبزادے عبدالفتح محمد دریا علیہ الرحمۃ نے آگے بڑھ کر اُن کے ہاتھ چومے بعد میں تمامی احباب نے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔

آنے والی ہستی حضرت شاہ محمد عیسیٰ بلوٹی علیہ الرحمۃ نے آپ کے صاحبزادے سے پوچھا کیا حضرت شیخ موسیٰ کا وصال ہو چکا ہے؟

کیونکہ گزشتہ رات خواب میں میرے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جاؤ شیخ موسیٰ کا جنازہ پڑھاؤ۔

چنانچہ جب یہ تمام لوگ حضرت شیخ موسیٰ علیہ الرحمۃ کی خانقاہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ واقعی ان کا وصال ہو چکا ہے۔

آپ کا وصال باکمال ۴ شوال ۱۱۲۵ھ بمطابق 1713ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار ضلع میانوالی کی تحصیل عیسیٰ خیل سے تقریباً 12 کلومیٹر درّہ تنگ کے پہاڑی ٹیلے پر مرجع خاص و عام ہے۔

جو آج بھی دور دراز سے آنے والوں کو دعوت نظارہ دے رہا ہے، لوگ اس دربار پر حاضری دے کر منہ مانگی مرادیں پا رہے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت عبدالفتح محمد دریا سہروردی علیہ الرحمۃ آپ کے سجادہ مقرر ہوئے، جو اپنے زمانے کے عارف کامل اور بہت ہی باکمال درویش ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ قاری حامد حسن سہروری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: معلم مکتب خانہ ام الکتاب، معلم مدرسہ یہدی بہ اللہ من اناب، عاشق و عامل و مبلغ قرآن، آفتاب بلندی ہائے عظمت وجلال، قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۷۱ھ بمطابق ۱۶۶۰ء بعہد محمد شاہ رنگیلا۔ اپنے وقت کے عظیم صوفی جناب حضرت حسن عالم کے گھر محلہ نور لاہور میں ہوئی۔ آپ قوم سے راجپوت تھے۔

بچپن سے ہی دینی علوم کے حصول کے متلاشی تھے۔ قرآن کریم سے آپ کو بہت عشق تھا۔ خداوند کریم نے آپ کو لحن داؤدی سے نوازا ہوا تھا۔ آواز میں اس قدر سوز وگداز تھا کہ سننے والا کھڑے ہو کر سنتا رہتا تھا۔ عوام تو عوام رہے زمانے کے حکام امراء بادشاہ آپ کی خدمت میں رہ کر فیض یاب ہوا کرتے تھے۔

جب آپ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے تو سننے والے عش عش کرتے تھے۔ حکام امرائے لاہور نے اسی بنا پر آپ کو قاری صاحب کے خطاب سے نوازا ہوا تھا۔ محمد شاہ رنگیلا کے دور حکومت میں آپ کا فتویٰ چلتا تھا۔ لاہور میں مدرسہ حامد قاری کی اتنی شہرت تھی کہ دور دور سے قرآن کریم کی قرآت سیکھنے اور حفظ کرنے کے لئے لاتعداد طلباء ہمہ وقت جمع رہتے تھے۔ اس مدرسہ کے اخراجات پورے کرنے کے لئے محمد شاہ رنگیلا نے پچاس بیگھ زمین مزروعہ وقف کی ہوئی تھی۔ اس کے بعد جو بھی حاکم آیا وہ معافی بحال رکھتا رہا مگر سکھوں کے عہد میں یہ معافی ضبط ہوگئی۔

نواب ابوالحسن آصف خان نے جو مدرسہ تعمیر کروایا تھا اس کے ناظم آپ ہی تھے۔ اس مدرسہ پر لاکھوں روپے سالانہ آپ کے دست مبارک سے ہی خرچ ہوتے تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ حضرت شیخ مولانا تیموری سہروردی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے۔ انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

شجرہ طریقت حسب ذیل ہے۔ حضرت شیخ قاری حامد سہروردی مرید وخلیفہ حضرت شیخ مولانا تیموری مرید وخلیفہ شیخ عبدالکریم مرید مخدوم طیب مرید مخدوم برہان الدین مرید مخدوم چنن مرید شیخ میلون مرید شیخ حسان الدین متقی مرید شیخ صدر الدین مرید شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی مرید شیخ شہاب الدین عمر سہروردی مرید شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی مرید شیخ وجیہ الدین مرید محمد بن عمویہ مرید احمد

آسود دینوری مرید حضرت شیخ جنید بغدادی مرید خواجہ سری سقطی مرید خواجہ معروف کرخی مرید حضرت داؤد طائی مرید حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام مرید خواجہ حسن بصری مرید حضرت مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔ اسد اللہ الغالب رحمتہ اللہ علیہم اجمعین وعلیہم الرضوان الغفران۔

آپ کی علمی خدمات ☆: آپ اپنے وقت کے بلند پایۂ عالم دین اور بلند پایہ بزرگ اور شیخ کامل تھے۔ جس مقام پر آپ کا مزار پرانوار ہے اس سے ملحقہ مسجد میں تمام عمر درس وتدریس امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

آپ نے ایک رسالہ ''حرمت حقہ وتمباکو'' بھی تحریر فرمایا جوکہ آج کل نایاب ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے ایک مرید نے آپ کے ملفوظات بھی جمع کئے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 95 برس کی عمر شریف ۱۷ جمادی الآخر ۱۱۶۶ھ بمطابق ۲۱ اپریل 1752ء کو ہوا۔ مزار پرانوار ویٹ مین روڈ نزد مقبرہ نواب علی مردان مغل پورہ لاہور میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

حضرت مفتی غلام سرور قادری لاہوری نے قطعہ تاریخ لکھی ہے

حامد آں قاری قرآن عظیم — بود محبوب ذوالمنن

افضل و اقطاب والا جاہ گو — سال تولیدش باقول ضمن

بہر تاریخ وصال آنجناب — گفت سرور حافظ و حامد حسن

۱۱۶۶ھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد خیر الدین جۓ شاہ جیلانی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف باللہ، عالم یگانہ سرخیل مبارزان طریقت، سالک مسالکِ حقیقت، سرّ دفتر مجاہدانِ راہ ترک وفناء، حضرت سیّد خیر الدین جۓ شاہ جیلانی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانے کے معروف شیوخ اور مشاہیر میں سے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۹۱۱ھ بمطابق 1505ء کو بغداد شریف (عراق) میں ہوئی۔ آپ پیران پیر غوث اعظم دستگیر حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی پانچویں پشت میں سے تھے۔

تعلیم وتربیت ☆: دلیل الذاکرین (قلمی) کے مؤلف فقیر حاجی پنہور رقمطراز ہیں:

آپ ابتدائی عمر میں بغداد شریف سے مکہ شریف آئے اور چودہ سال حرمین شریفین میں رہ کر تعلیم حاصل کی۔

آپ اپنے وقت کے بلند پایہ کے عالم فاضل اور عارف باللہ بزرگ تھے۔

سفر حرمین شریفین ☆: آپ نے بارہ حج کئے اور اتنی ہی بار مدینہ منورہ میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔

سندھ میں آمد ☆: حضرت شاہ خیر الدین کے خادم فقیر سدھوسوں کی روایت ''دلیل الذاکرین'' میں درج ہے:

''شاہ خیر الدین سندھ میں پہلے حضرت مخدوم نوح سرور صدیقی سہروردی (متوفی ۹۹۸ھ) ہالا والے کے پاس آئے۔''

بیعت وخلافت ☆: وہی فقیر سدھو بیان کرتے ہیں کہ آپ مخدوم نوح کی صحبت بافیض میں رہے۔ فیضیاب ہونے کے بعد خلافت سے نوازے گئے اور مرشد کریم کے حکم سے سکھر تشریف لائے اور ایک پہاڑی پر عبادت الٰہی، درس وتدریس اور رشد وہدایت میں مصروف رہے۔ ہزاروں لوگ آپ کی تبلیغ اور صورت مبارکہ سے متاثر ہوکر آپ کے دست مبارک پر بیعت ہوکر صالح مسلمان بنے۔ میر محمد معصوم شاہ سکھر والے کے پوتہ میر محمد زکریا بھی آپ سے دست بیعت ہوکر فیضیاب ہوئے۔

مولانا میر محمد زکریا کے متعلق میر قانع ٹھٹھوی رقمطراز ہیں:

''آپ ظاہر خواہ علم باطن میں کامل تھے۔ شاہ خیر الدین مرشد کی محبت کی وجہ سے پرانہ سکھر میں سکونت اختیار کی اور وہیں زندگی بسر فرمائی۔'' (ایضاً)

سندھ کے مشہور صوفی بزرگ حضرت سیّد شاہ عنایت اللہ رضوی (نصر پور ضلع حیدر آباد) کے والد ماجد حضرت شاہ نصیر الدین بھی

آپ سے دست بیعت مرید تھے اور آپ ہی کے ارشاد پر نصر پور میں شادی کی اور آپ ہی کی بشارت پر شاہ عنایت کی پیدائش ہوئی۔ شاہ عنایت صاحب دیوان بزرگ تھے انہوں نے اپنے دیوان میں پیران پیر دستگیر سرکار غوث الاعظم بغدادی اور حضرت شاہ خیر الدین کی شان میں مناقب (سندھی) لکھے ہیں اور درگاہ شریف حضرت جئے شاہ جیلانی پرانہ سکھر پر حاضری دے کر روحانی طور پر فیضیاب ہوئے تھے۔

وصال باکمال ☆: حضرت سیّد خیر الدین جیلانی آخری عمر میں پہاڑی سے نیچے اتر کر آئے اور وہاں رہائش اختیار کی جہاں اب مزار شریف واقع ہے۔ ۱۱۵ سال کی عمر میں ۲۷ رمضان المبارک ۱۲۰۷ھ/۱۷۹۳ء کو آپ کا وصال باکمال ہوا۔ درج ذیل قطعہ سے تاریخ وصال دریافت ہوتی ہے۔

شاہ خیر الدین مہ برج شرق — مقبول درگاہ ایزد سرمدی
سال تاریخ وصالش عقل گفت — مرشد کامل طریق احمدی
۱۰۲۷

(تذکرہ مشاہیر سندھ)

درگاہ شریف جئے شاہ جیلانی، پرانہ سکھر میں مرجع خلائق ہے اور آپ کا سالانہ عرس مبارک ۲۷ رمضان المبارک کو وصال کی نسبت سے نہایت اہتمام سے منعقد ہوتا ہے اور ہر ماہ گیارہ تاریخ کو حضرت پیران پیر کی گیارہویں شریف کا بھی نہایت عقیدت سے اہتمام کیا جاتا ہے۔

بحوالہ: تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر یٰسین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: خانوادہ کلس شریف کے مورث اعلیٰ، فخر خاندان ہاشمیہ، کشورِ ولایت سہروردیہ، معدن فیوضات رحمانی، جامع کمالاتِ انسانی، حضرت پیر یٰسین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے مشاہیر میں سے تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۳۳ھ بمطابق 1720ء میں ولی العصر حضرت پیر محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے گھر واقع کلس شریف میں ہوئی۔

کلس شریف کی یہ بستی آپ کے دادا حضرت پیر محمد شافعی علیہ الرحمۃ نے ملتان سے ہجرت کر کے اس علاقہ میں آ کر آباد کی تھی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے عظیم والدِ گرامی کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ آپ بچپن ہی سے عبادت گذار، قائم الیل اور صائم النہار، عابد و زاہد تھے، عبادت میں محنت شاقہ فطرت میں شامل تھی۔ حافظ قرآن اتنے پختہ منزل کے تھے کہ ہمہ وقت قرآن پاک کی تلاوت آپ کی زبان پر جاری رہتی تھی۔ آپ کی طبیعت روز اول سے ہی جذب و فقر کی طرف مائل تھی۔ تمام عمر دنیا اور اہل دنیا سے کوئی سرکار نہ رکھا۔ ہر حال میں مرضی مولا پر راضی رہتے تھے۔

پیرِ کامل کی تلاش ☆: آپ جوانی میں پیرِ کامل کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے۔ کئی بزرگوں کے پاس جاتے مگر طبیعت سیر نہ ہوتی کسی بزرگ سے حضرت پیر لعل عیسن کروڑی رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر سنا۔ (حضرت پیر لعل عیسن کروڑی قریشی ہاشمی تھے۔ سلسلہ سہروردیہ کے اکابر بزرگ اور صاحبِ خلافت تھے) زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا۔ دریائے جہلم کے کنارے کنارے پیدل روانہ ہو لیے۔ بالآخر اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ موضع کروڑ میں پیر روشن ضمیر حضرت لعل عیسن کروڑی قریشی الہاشمی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ تین دن محفل میں رہے۔ ایک صبح بیعت ہونے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا، آپ حضرت غوث بہاؤالحق زکریا رحمتہ اللہ علیہ میرے جد امجد کی اولاد ہیں، نیک سیرت ہیں۔ آپ کو صرف مرید نہیں بنانا، بلکہ مراد بنانا ہے۔ جاؤ ایک لاکھ دفعہ سورہ یٰسین کا وظیفہ کر کے میرے پاس آ جاؤ پھر تمہیں بیعت کیا جائے گا۔ حضرت پیر یسٓین صاحب اپنے پیر کا حکم سن کر اس راستہ سے واپس گھر آ گئے۔ سردی کا موسم تھا، دریا خشک تھا، مگر دریا کے نشیبی حصوں میں وسیع پانی کھڑا تھا۔ ایک نشیبی دریائی تالاب (ڈھم) میں کھڑے ہو گئے۔ خیال فرمایا کہ میں اپنے پیر کے حکم کو دریا کے پانی میں کھڑا ہو کر پورا کروں گا۔ مجھے ایک لاکھ دفعہ سورۃ یسٓین پڑھنے کا حکم ملا ہے۔ مگر میرے پیر کے شہر کا نام کروڑ ہے، میں کروڑ دفعہ سورۃ یسٓین

پڑھوں گا۔ جب تک وظیفہ مکمل نہ ہولے روزہ سے رہوں گا اور پانی سے باہر نہیں آؤں گا۔ اللہ کا نام لے کر پانی میں کھڑے ہو گئے۔ روزہ کی نیت باندھ لی۔ کئی شب و روز پانی میں کھڑے رہے اور وظیفہ جاری رہا۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ پانی میں ڈوبے ہوئے حصوں کا اکثر گوشت آبی جانور، جونکیں اور کچھوے کھا گئے۔ جب پانی سے باہر نکلے تو پنڈلیاں اور رانوں کی ہڈیاں باقی تھیں۔ صحت بحال ہونے کے بعد دوبارہ اپنے پیر کی خدمت میں کروڑ حاضر ہوئے۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا "ہاشمی شہزادے۔ تجھے تو پہاڑ میں سوراخ کرنے کو کہا تھا۔ تم پہاڑ میں غار بنا لائے، اب جو چاہو کرو، اب رکاوٹیں ختم ہو چکی ہیں"۔ مشرف بیعت فرمایا۔ اس کے بعد حضرت پیر یسٰین صاحب کے دستِ حق پرست سے فیوض و اکرام کی دولت بٹنے لگی۔ حاجت مند جوق در جوق حاضریاں دینے لگے۔

ملک کے سیاسی حالات ☆: اس دور میں ملک میں سیاسی ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ خاندان مغلیہ کی حکومت کو زوال آ چکا تھا۔ بنگال پر انگریز اپنا تسلط جما چکے تھے۔ تخت دلی پر مرہٹوں اور انگریزوں کی للچائی ہوئی نظریں لگی ہوئی تھیں۔ پنجاب میں سکھ اقتدار پر قابض ہو رہے تھے۔ چوری، ڈاکے رہزنی کا بازار گرم تھا۔ کسی شریف کو اپنے جان و مال محفوظ نظر نہیں آتے تھے۔

خاندان ہاشمی کا کلس میں وُرود ☆: پیران کلس کا خاندان ہاشمی معہ قوم کھوکھر ملتان سے ہجرت کر کے دورِ مغلیہ میں موضع کلس ضلع جہلم میں آ گیا تھا۔ یہیں دریائے جہلم کے کنارے اپنی الگ بستی بسائی تھی جو کلس کے نام سے موسوم تھی۔ کلس کی اراضی اور گاؤں دریا کے کٹاؤ کی زد میں آ گیا۔ اہلیان کلس نے اپنی بستی دریا کے جنوبی کنارے بسانا چاہی کیونکہ پہلا گاؤں اور اس کی اراضی دریا بُرد ہو چکی تھی۔

کلس دریا کے جنوبی کنارے ☆: دریا کا جنوبی کنارہ گوندل قوم کے قبضے میں تھا۔ وہ کھوکھروں کو آباد نہ ہونے دیتے تھے۔ کئی بار کھوکھروں نے گاؤں کی بنیادیں رکھنے کی کوشش کی مگر گوندل قوم کی مزاحمت کی وجہ سے ہر بار ناکامی ہوئی۔ آخر حضرت پیر محمد صدیق شاہ جو کھوکھروں کے پیر و مرشد بھی تھے، سے امداد کی درخواست کی۔ ناکامی کی وجوہات میں سرفہرست یہ وجہ تھی کہ ان لوگوں کے پاس بندوق تھی۔ لاٹھیوں، برچھیوں سے تو مقابلہ ممکن تھا مگر بندوق سے مقابلہ مشکل اور بندوق کا رُعب اور خوف بھی دلوں میں چھا چکا تھا۔ عرض کی کہ ہمارا یہ گاؤں اور اراضی تو دریا کی تُند و تیز لہروں کی نذر ہو چکی ہے، اگر جنوبی کنارے پر بھی آباد نہ ہو سکے تو خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ حضرت پیر محمد صدیق شاہ نے اُن کے ہمراہ اپنے بڑے لڑکے پیر یسٰین شاہ کو روانہ کیا جو صاحب کشف و کرامات ولی اللہ ہونے کے علاوہ بہادر اور نڈر سپاہی بھی تھے۔ فرمایا تم اس کی حکم عدولی نہ کرنا، انشاء اللہ کامیابی تمہارے ساتھ ہو گی۔

موجودہ کلس شریف کی بنیاد ☆: حضرت پیر یسٰین شاہ صاحب کی قیادت میں موجودہ کلس کی بنیادیں رکھی گئیں۔ قوم گوندل مقابلہ کو آئی کیونکہ وہ موجودہ علاقے کو اپنی ملکیت سمجھتے تھے۔ حضرت پیر یسٰین شاہ صاحب کھوکھروں کی قیادت فرما رہے تھے۔ گوندلوں نے پیر صاحب پر بندوق کا فائر کیا۔ بندوق کی گولی جسم سے چھو کر زمین پر جا گری۔ ایسے معلوم ہو جیسے کسی نے پختہ دیوار کو گیند مارا ہو اور وہ خالی زمین پر جا گرا ہو۔ حضرت پیر یسٰین شاہ صاحب نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور کھوکھروں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا آج تم میں سے کوئی گولی کی موت نہ

مرے گا، بے خوف ہو جاؤ، یہ زمین تمہاری ہے۔ گوندلوں کو للکار کر کہا، بھاگو ورنہ غیبی لشکر تمہیں تباہ کر دے گا۔ گوندل بھاگ نکلے اور یہ تمام اراضی کھوکھروں کو مل گئی۔ گاؤں کی بنیادیں رکھی گئیں۔ اس گاؤں کی اراضی کا اندراج کاغذات مال میں 1750ء کے بندوبست میں کھوکھروں کے نام ہوگیا۔ اہلیان کلس آج تک حضرت پیر لیٹین شاہ صاحب کا دلی احترام کرتے ہیں۔

زمین کی تقسیم اور پیر لیٹین شاہ صاحب کے ارشادات ☆: موضع کلس کی تمام اراضی جو حضرت پیر لیٹین شاہ صاحب کی برکتوں اور کوششوں سے حاصل ہوئی تھی، آپ نے قوم کھوکھر کو عطا کر دی کیونکہ وہ بھی آپ کے وفادار ساتھی اور خادم تھے۔ تمام قوم کو اکٹھا کر کے فرمایا یہ تمام اراضی تمہاری ملکیت ہوگی۔ تم لوگ کھیتی باڑی کے کام میں حصہ لو مالک روزی میں برکت دے گا۔ میری اولاد کی عزت کرنا کیونکہ تمام اراضی جو میں تمہیں دے رہا ہوں اس کی خدائی برکتوں کا حصہ اپنی اولاد کو دے رہا ہوں، میری اولاد سے پُشت در پُشت اولیاء اللہ پیدا ہوں گے۔ اگر تمہاری اولادیں ان سے تعاون کرتی رہیں گی تو نہ روزی میں کمی آئے گی اور نہ کبھی کسی بیرونی طاقت سے مغلوب ہوں گے۔ تمہاری اولادیں کو میری خصوصی ہدایت ہے کہ یادِ خدا سے غافل نہ رہنا۔ نیکی اپنا سرمایہ سمجھنا، مالک تمہارا حافظ و نگہبان ہوگا۔

اہل خاندان پر خصوصی انعامات: ☆ اپنے خاندان کو حکم فرمایا، تم لوگ انبیائے کرام اور اولیائے عِظام کے ورثہ کے وارث ہو۔ یادِ خدا سے غافل نہ رہنا۔ نیکی، پاکیزگی طہارت اور عبارت اپنا شعار بنائے رکھنا۔ جب تک تمہارے پاس یہ نعمتیں رہیں گی تمہیں دنیا و دین کی کسی دولت کی کمی نہ آئے گی۔ دنیا تمہارے فیض بخش چشمہ سے فیض حاصل کرے گی۔ میں تمہیں چند ایک خصوصی انعامات دے رہا ہوں، اس کا فیض تا قیامت رہے گا۔ فرمایا کہ کسی کو باؤلا کتا کاٹ جائے تو تم لوگ اس طریقہ یہ آیت کریمہ پڑھ کر دم کرو گے تو کتے کے باؤلے پن کا زہر زائل ہو جائے گا اور مریض بفضل خدا تعالیٰ صحت یاب ہو جائے گا۔ اسی طرح سانپ کے کاٹے کا دم عطا فرمایا۔ یونہی مویشیوں میں وبائی بیماری گل گھوٹو وغیرہ پھیل جانے کی صورت میں کڑہ ڈالنے کے لئے کہا۔ اس طرح دم کرنے سے یہ بیماری دور ہو جائے گی جو آج تک اس خاندان میں موجود ہے اور ہزاروں لوگ فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ اور فرمایا اس کے علاوہ بھی ہر قسم کے مریض بفضل تعالیٰ آپ لوگوں سے شفا حاصل کریں گے۔ بے مرادوں کو مرادیں ملیں گی مگر نیکی اور یادِ خدا سے غفلت نہ کرنا۔ میں نے گاؤں کی تمام زمین کھوکھروں کو تقسیم کر دی ہے۔ مگر انہیں پابند کیا ہے کہ تمہارے ساتھ تعاون کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو انہیں خسارہ ہوگا۔ اہل کلس سے فرمایا جو زمینیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں تمہیں لے کر دے رہا ہوں یہ ہمیشہ تمہاری ملکیت رہیں گی مگر اسمیں مزارعین کا حصہ مالک سے ایک حصہ زیادہ ہوگا۔ تمام بھوسہ مزارع کا ہوگا۔ اگر تم خود کاشت کرو گے تو اس میں سے خدائی حصہ ادا کرنے کے بعد تمہاری ملکیت ہوگا جہاں چاہو خرچ کرو۔

حضرت قبلہ پیر لیٹین شاہ صاحب نے سے دو سو سال قبل جو احکام صادر فرمائے تھے، بفضل خدا تعالیٰ آج بھی اس میں وہی اثرات موجود ہیں۔ جو آدمی غفلت یا لاپرواہی کی وجہ سے خلاف ورزی کرتا ہے، خسارہ میں چلا جاتا ہے اور جو ان پر مکمل عمل کرتا ہے، دین و دنیا میں سرخروئی اور فلاح حاصل کرتا ہے۔

گفتہءاو گفتہءاللہ بود　　　گر چہ از حلقوم عبداللہ بود

کشف و کرامات ☆: حضرت پیر یٰسین شاہ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ عبادو زاہد نیک خو انسان تھے۔ آپ کے عقیدت مندوں کا سلسلہ کافی وسیع تھا۔ آپ اپنے مریدوں کی درخواست پر ان کے گھروں میں تشریف لے جاتے تھے۔ برکت اور رحمت بھری دعاؤں سے نوازتے۔ آپ کے وجود سے بہت سی کرامات کا ظہور رہا۔ کتاب کی طوالت کے خوف سے صرف دو کرامات لکھنے پر اکتفا کروں گا۔

نمبر۱ ☆: گولی سے نہیں مرے گا۔ موضع کوڑا پنڈ دادنخان میں آپ کے کافی عقیدت مند تھے۔ آپ وہاں اکثر تشریف لے جاتے تھے۔ اہلیان موضع کوڑا کا اپنے ملحقہ موضع ڈنڈوت سے حد بندی/ رقبہ کا تنازع تھا۔ اہل ڈنڈوت تجاوزت کر کے موضع کوڑا کی اراضی پر قابض ہونا چاہتے تھے۔ کئی بار لڑائی جھگڑے ہو چکے تھے۔ مصالحت نہ ہو سکی اور جھگڑا طول پکڑتا گیا۔ اس دفعہ اہل ڈنڈوت نے اہلیان کوڑا کو آخری چیلنج کیا کہ کل ہم اپنے موضع کی حدود کا پتھر آپ کے گاؤں کی دیواروں کے پاس لگائیں گے۔ اگر مقابلہ کی جرأت ہو تو میدان میں آجانا۔

حضرت پیر یٰسین شاہ صاحب اتفاقاً موضع کوڑا تشریف فرما تھے۔ تمام گاؤں مل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دُعا کی درخواست کی اور عرض کی حضور اگر لڑائی لاٹھیوں اور برچھیوں تک محدود ہو تو ہم مقابلہ کر سکتے ہیں، مگر اُن لوگوں کے پاس بندوقیں ہیں۔ ہم لاٹھیوں سے بندوقوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا میں دُعا کر رہوں، انشاءالہ فتح و نصرت تمہارے ساتھ ہوگی۔ تمہارا حق کوئی نہیں چھین سکے گا۔ تم کل اللہ کا نام لے کر میدان میں نکلو مگر یاد رکھیں میدان میں کوئی بے وضو نہ جائے۔ ان کی بندوقوں کا خوف نہ کرنا، انشاءاللہ تم میں سے کوئی بھی گولی کی موت نہ مرے گا اور میری دُعا کا اثر تمہاری نسلوں تک قائم رہے گا۔ صبح لڑائی ہوئی، دشمنوں نے بندوقیں چلائیں مگر بے سود رہیں۔ فتح موضع کوڑا کو ہوئی۔ سرحدی پتھر ان کی مرضی پر نصب ہوا جو آج تک اسی جگہ قائم ہے۔ اہلیان موضع کوڑا کا کہنا ہے کہ ہم پشتوں سے سپہ گیری پیشہ کرتے ہیں۔ ہمارے لوگ ہر جنگ میں شامل رہتے ہیں۔ اکثریت فوج میں ملازم ہے۔ گاؤں میں کئی لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں جن میں آتشیں اسلحہ بھی چلاتے رہے مگر آپ کی دُعا کے بعد آج تک کوئی آدمی گولی سے نہیں مرا۔ وہ لوگ آج بھی حضرت پیر یٰسین شاہ صاحب اور ان کی اولاد کی انتہائی عزت کرتے ہیں۔

حکم دریاؤں پر چلتے ہیں ☆: موضع احمد آباد پنڈ دادنخان سے بجانب مغرب ۷، ۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ گاؤں ایک دفعہ دریا کے کٹاؤ اور بہاؤ کی زد میں آگیا۔ گاؤں ہذا کے تقریباً نصف لوگ پیر کرم شاہ صاحب قریشی الہاشمی دربار کھارا شریف کے مرید اور نصف حضرت پیر یٰسین شاہ صاحب کی عقیدت مند تھے۔ حضرت پیر کرم شاہ صاحب دربار عالیہ کھارا شریف اور حضرت پیر یٰسین شاہ صاحب دربار کلس شریف آپس میں خالہ زاد بھائی بیان کئے جاتے ہیں۔ دونوں بزرگوں کے درمیان پیار کے روابط بھی قائم تھے۔

لوگوں نے دونوں بزرگوں کی خدمت میں معروضات پیش کیں، حضور کافی زمین دریا بُرد ہو چکی ہے۔ مکانات اور قبرستان بھی دریا کی طوفانی لہریں بہائے جا رہی ہیں۔ حضرت پیر کرم شاہ صاحب ممدوح بوقت مغرب آباد آ گئے۔ دریا کے کنارے مصلیٰ بچھایا اور محو عبادت ہو گئے۔ اللہ کے ولی کی پُر اثر دُعائیں درگاہِ خداوندی میں مستجاب ہوئیں۔ طلوع آفتاب تک دریا نے اپنا رُخ موڑ لیا۔ اتنے میں حضرت پیر لیٰسین شاہ صاحب بھی پہنچ گئے دریا کے اسی کنارے پر مصلیٰ ڈال کر نمازِ اشراق ادا کی۔ کافی دیر محوِ دعا رہے۔ اُٹھ کر بلند آواز میں دریا سے کہا میرے بھائی کو چھوٹا جان کر فریب نہ دو۔ تم نے اپنا رُخ تو موڑ لیا مگر ہمارے قبرستان سے چھینی ہوئی لاشیں بھی لوٹا دو۔ یکدم دریا میں گڑ گڑاہٹ پیدا ہوئی اور پانی از خود لاشیں اچھال اچھال کر دریا کے کنارے پھینکنے لگا۔ لوگوں نے اپنی اپنی لاشیں اُٹھائیں اور نئے قبرستان میں دوبارہ دفن کر دیں۔

ع۔ زبان میری ہے لیکن کہنے والا اور ہے کوئی

حضرت پیر لیٰسین شاہ صاحب کی کئی کرامات اور حیرت انگیز واقعات زبانِ زدِ عام ہیں۔

اولاد امجاد☆: حضرت پیر لیٰسین شاہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے نیک، سعادت مند، صاحب بخت فرزند عطا فرمایا جس کا نامِ نامی پیر بخش رکھا گیا جو بعد میں پیر شاہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

وصال باکمال☆: حضرت پیر لیٰسین شاہ صاحب کا وصال 1800ء میں ہو گیا۔ آپ کا مزار پر انوار کلس شریف نزد ملکوال ضلع سرگودھا میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دیکر اپنے قلوب و اذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔

کلس شریف کی بستی عجیب بستی ہے۔ کہ ایک طرف نسبی آباؤ اجداد بالخصوص حضرت شیخ اسلام والمسلمین شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی علیہ رحمۃ کے فیضان کا چشمہ اُبل رہا ہے۔ دوسری طرف اسی بستی میں حضور مخدوم پاک صابر کلیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیضان و عرفان کی بارش لیل و نہار برس رہی ہے مستانے دیوانے سجادہ نشین حضرت پیر شیم صابر صابری کے ہاتھوں جام پی رہے ہیں۔

جناب کے پہلو میں دوسرا مزار آپ کے بھائی حضرت دین صلاح شاہ صاحب کا ہے۔ ان کی اولاد نہیں تھی۔ آپ کا دربار جھنڈوں کے نام سے مشہور ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم سرحدی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: عارف کامل، جامع علوم معنوی وصوری، مقبول بارگاہ رحمانی، خورشید سپہر ہدایت حضرت مولانا محمد ابراہیم سرحدی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ مقتدائے اہل بصیرت ہیں۔

استادالعلماء، مرد حق آگاہ، حضرت مولانا محمد ابراہیم بھیو گوٹھ پرانی سرحد (تحصیل گھوٹکی) میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ والد انتقال کر چکے تھے۔ سر پر صرف والدہ کا سایہ تھا، غریبی، مسکینی کے سبب والدہ اپنے بیٹے سے بچپن میں چرواہے کا کام لیتی تھیں۔

ایک بار حضرت حافظ محمد سلیمان بھیو (جن کی ان دنوں سرحد میں دینی درسگاہ تھی) نے حضرت مولانا محمد ابراہیم کی صورت مبارک دیکھ کر آپ کی والدہ ماجدہ سے فرمایا: ''چرواہے کا کام اس بچے کی شان کے لائق نہیں اس کو میرے سپرد کر دے کہ انہیں قرآن مجید کی تعلیم دوں۔'' آپ کی والدہ صاحبہ نے کہا: ''ہم غریب، میں بیوہ اور بچہ یتیم ہے گذر بسر کیسے ہوگا؟ حافظ صاحب نے کہا: اماں! جب تک میں زندہ ہوں آپ ہمارے ہاں قیام فرمائیں آپ کا کھانا پینا میرے ذمہ ہوگا۔''

تعلیم وتربیت☆: آپ حافظ صاحب کے پاس رہ کر قرآن مجید حفظ کیا، اس کے بعد عادل پور (گھوٹکی کے قدیمی مدرسہ میں فارسی کی تعلیم حاصل کی، دوران تعلیم ایک بار کھہڑا شریف (ضلع خیر پور میرس) کے مخدوم صاحب عادلپور تشریف لائے تو مولانا سرحدی کا نورانی چہرہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اس لئے آپ کے استاد محترم سے اپنے مدرسہ کے لئے مولانا سرحدی مانگ لیا۔ مولانا سرحدی دربار مخادیم کھہڑا شریف پر طلباء کو فارسی کی تعلیم دی اور خود عربی کی تعلیم حاصل کی۔ ایک روز ایسا خوش نصیب دن آیا کہ مولانا سرحدی دربار مخادیم کھہڑا شریف کے مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ استاد غالباً حضرت علامہ مخدوم عاقل تھے۔

درس وتدریس☆: بعد فراغت وہیں مادر علمی کھہڑا میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ایک روز عارف کامل حضرت میاں محمد جامی اندھڑ رحمتہ اللہ علیہ کھہڑا شریف آئے اور مخدوم صاحب سے گزارش کی کہ انہیں ایک مولوی صاحب چاہیے جو کہ بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرے۔ چنانچہ حضرت میاں جامی کی نظر مولانا سرحدی پر پڑی تو انہوں نے حضرت مخدوم صاحب سے اسرار کیا کہ مولانا سرحدی انہیں دیا جائے تاکہ ان کے ہاں تعلیم کا سلسلہ جاری کر سکے۔ مخدوم صاحب نے فرمایا: ''یہ ہمارا محبوب ہے۔''

بہرحال اسرار پیہم کے بعد مخدوم صاحب نے مولانا سرحدی کو اجازت دی کہ وہ میاں صاحب کی درگاہ پر جا کر درس وتدریس کا سلسلہ جاری فرمائیں۔ مولانا سرحدی نے برابر تین برس حضرت میاں جامی رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ پر درس دیا۔

سفر حرمین شریفین ☆: اس کے بعد حضرت مولانا سرحدی نے حضرت میاں صاحب سے اجازت لے کر حرمین شریفین کا پیدل سفر اختیار کیا۔ حرمین شریفین میں تین برس گزارے انہیں دنوں میں تین حج کئے۔ مدینہ منورہ میں روضہ شریف سے حکم ملا کہ میاں جامی سے خلافت حاصل کریں۔

بیعت وخلافت ☆: وطن واپسی پر سیدھے حضرت میاں جامی رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر حاضری دی اور ان کے دست حق پرست پر بیعت کی بعد ازاں انہوں نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت میاں صاحب کا آستانہ قبہ جامی (جھانیاں ضلع سکھر) کے نام سے مشہور ہے۔

مولانا جامی سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت نواب الاولیاء پیر موسیٰ نواب سہروردی قدس سرہ (سنجر پور تحصیل صادق آباد) کے سلسلہ میں مرید وخلیفہ تھے۔ مرشد پاک کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ آپ نے حضرت نواب الاولیاء کا عظیم الشان دربار شریف تعمیر کروایا جو کہ اب بھی مرکز تجلیات ہے۔

مدرسہ کا قیام ☆: وہاں سے سیدھے اپنے گوٹھ سرحد تشریف لے آئے اور مدرسہ کی بنیاد رکھ کر درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا اور تقریباً ۲۴ سال اپنے گوٹھ میں قال اللہ وقال رسول کا سلسلہ جاری رکھا۔

مولانا سرحدی کا معمول تھا کہ ہر جمعہ کو سرحد سے پیدل ''عادل پور'' جاتے تھے اور اپنے دادا جان اور حضرت میاں سمہ کی مزارات مقدسہ کی زیارت کر کے اپنے قلب وسینہ کو منور کرتے اور فاتحہ دیتے تھے۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم سرحدی، حضرت حافظ محمد صدیق قادری بھرچونڈی شریف اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن سکھر والے تینوں ہم عصر بزرگ عارف کامل اور گہرے دوست تھے۔

تلامذہ ☆: (۱) استاد العلماء مولانا حافظ نظر محمد انڈھر (گوٹھ بھونگ والے تحصیل صادق آباد) آپ کے مکمل شاگرد اور خلیفہ تھے اور سندھ کے کئی علماء مولانا نظر محمد بھنگ والے سے شرف تلمیذ رکھتے ہیں۔

(۲) مولانا سید سلطان علی شاہ جیلانی (گوٹھ صادق نزد قادر پور)

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء میں گوٹھ سرحد (ضلع گھوٹکی سندھ) میں ہوا۔ ۲۲ سال کے بعد سیلاب کے سبب مولانا صاحب کو اپنی قبر سے نکال کر دوسری جگہ پر دفن کیا گیا۔ سرحد میں آپ کی مزار پُر انوار مرجع خلائق ہے۔ قبر سے نکالتے وقت آپ کا جسم بالکل صحیح سلامت، چہرہ بالکل روشن جیسا کہ ابھی تازہ وضو کر کے آرام فرما ہوں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید شرف شاہ بخاری سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی کامل، شیخ طریقت، عارف باللہ حضرت ابوعبداللہ سید شرف شاہ بخاری جنبری سیداں ضلع میرپور آزاد کشمیر میں ۱۸۲۰ء حضرت پیر سید صفدر علی شاہ بخاری علیہ الرحمتہ کے گھر آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت سید مخدوم جلال الدین حیدر سرخ بخاری علیہ الرحمتہ سے ملتا ہے۔

آپ اپنے والد محترم سے سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں بیعت تھے اور قادری سلسلہ میں پیران مکھڈ شریف سے آپ کو خرقہ خلافت حاصل تھا۔

آپ کا ذوق وعظ و تبلیغ کا تھا جہاں بھی کہیں جاتے اصلاح وارشاد اور واعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری فرمادیتے تھے۔

اپنے آبائی وطن سے ہجرت کر کے خطہ پوٹھوار کے معروف گاؤں دلمی تشریف لے آئے اور اسی جگہ کو خلق اللہ کی ہدایت کا مرکز و مرجع بنایا سینکڑوں کی تعداد میں لوگوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ دن رات اصلاح وارشاد اور وعظ و تبلیغ فرماتے بلکہ اس مقصد کے لئے دور دراز کے سفر بھی پیدل ہی فرماتے۔

زندگی کے آخری چند سالوں میں موضع دلمی سے ہجرت کر کے موضع بھائی خان تشریف لے آئے اور انیسویں صدی ہجری کے آخری عشرہ میں اسی جگہ آپ کا وصال باکمال ہوا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۱۳ھ بمطابق 1895ء میں ہوا مزار شریف موضع بھائی خان جی ٹی روڈ گوجرخان ضلع راولپنڈی میں مرجع خلائق عام ہے۔

معروف صوفی بزرگ اور پوٹھوہاری شاعر فخر السادات حضرت پیر سید حبیب شاہ بخاری آج کل آپ کے دربار کے سجادہ نشین ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم حقیقت، بحرِ شریعت وطریقت، خورشید ولایت، عالم ربانی، مرشدِ لاثانی، حضرت مولٰنا شاہ فضل الرحمٰن سہروردی رحمتہ اللہ علیہ قطب دوراں اور مرشد زمانہ تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۰۸ھ بمطابق ۱۷۹۳ء کو قصبہ ملانواں گنج مرادآباد انڈیا میں حضرت عارف باللہ شیخ اہل اللہ بن صوفی شیخ فیاض علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کی والدہ ماجدہ بی بی بصیرت کا سلسلہ نسب حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی علیہ الرحمۃ سے ہوتا ہوا امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والدِ گرامی کے پیرومرشد حضرت شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی علیہ الرحمۃ نے آپ کی ولادت کی خبر دے دی تھی۔

جب آپ کی عمر عزیز چھ برس کی ہوئی تو ایک دن آپ کے والد آپ کو اپنے ہمراہ اپنے پیرومرشد کے پاس لے گئے تو انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا یہ لڑکا آنے والے وقتوں میں وقت کا قطب ہوگا، یہ کہہ کر اپنا لعاب آپ کے لب مبارک پر لگا دیا۔

ایک دن آپ بچوں کے ساتھ سڑک پر کھیل رہے تھے۔ ایک گاڑی گزری آپ گاڑی کے پہیے کے نیچے دب گئے، پہیہ سر اور چہرہ پر سے گزر گیا۔ اس حادثہ میں آپ کا ایک کان جاتا رہا۔

آپ میں بچپن ہی سے آثار بزرگی نمایاں ہونا شروع ہو گئے تھے۔ ابھی آپ کی عمر شریف صرف آٹھ برس کی تھی کہ والد گرامی کے ہمراہ پرندے کا پنجرہ اٹھائے کہیں جا رہے تھے کہ ایک کھیت کے قریب سے گزرتے ہوئے آپ کے والد گرامی نے خوشہ توڑ کر پنجرے میں ڈال دیا۔ آپ وہیں رک کر کھڑے ہو گئے۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری کہ والد گرامی نے کسی کے کھیت سے بغیر اجازت خوشہ توڑ کر پرندے کو کیوں ڈالا۔ آپ کے والد گرامی نے جب دیکھا کہ آپ آگے نہیں آ رہے تو آپ کو بلایا۔ آپ نے فرمایا ابا جان جب تک کھیت کا مالک نہ آئے گا اور خوشہ معاف نہ کرالوں گا آگے نہ آؤں گا۔ آپ کے والد گرامی نے وہ خوشہ پنجرے سے نکال کر کھیت میں پھینکا تب آپ آگے کی جانب بڑھے۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے لکھنؤ میں مولوی نور محمد صاحب سے شرح وقایہ پڑھی پھر دہلی میں مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی

سے صحاح ستہ بطور درس پڑھی، حدیث شریف کی سند مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے حاصل کی۔

بیعت و خلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت شاہ محمد آفاق سہروردی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت و اجازت پا کر سرفراز ہوئے۔

آپ کے پیرومرشد کی آپ پر نظر عنایت دیکھ کر آپ کے دیگر بھائیوں نے مرشد کامل حضرت شاہ محمد آفاق سہروردی علیہ الرحمۃ سے عرض کیا ہم پہلے سے مرید ہیں ہم پر وہ نظر عنایت نہیں جو مولانا شاہ فضل الرحمٰن پر ہے۔

حضرت شاہ محمد آفاق سہروردی علیہ الرحمۃ نے جواب دیا کہ ''تم کو میں چاہتا ہوں کہ کچھ ہو جاؤ، اور ان کو خدا تعالیٰ خود چاہتا ہے۔''

سیرت و کردار☆: آپ نے کبھی بھی نوکری نہیں کی، بلکہ اپنی گزر اوقات کے لئے دہلی میں کتاب کی تصحیح کا کام کرتے تھے، دو ڈھائی روپے اُجرت کے مل جایا کرتے تھے۔ باجرہ کی روٹی کھاتے اور کھانا ہمیشہ مٹی کے برتن میں کھاتے تھے۔ گوشت بالکل چھوڑ دیا تھا۔ بستر کبھی پاس نہ رکھا، ایک چھوٹی سی چوکی پر چٹائی بچھی رہتی تھی۔ اسی پر نماز ادا فرما لیتے تھے، جو کچھ دن میں آتا وہ شام تک خرچ کر دیتے تھے جتنے تحفے آتے وہ غربا اور مساکین میں تقسیم فرما دیتے، سنت کے سخت پابند، نماز کبھی کسی حال میں نہ چھوڑی، تہجد آپ کا خاص معمول تھا۔ مرشد کامل کا بہت احترام اور ان کے فرمودات کی مکمل اتباع فرماتے تھے۔

ہمہ وقت ذکر و فکر اور فارغ وقت میں مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ کشف آپ کو اس قدر تھا کہ آنے والے کی زبان سے بات نکلنے سے پہلے جواب باصواب عنایت فرما دیتے تھے۔ اصولوں پر کبھی سمجھوتہ نہ کرتے، طبیعت میں قدرے سختی تھی، آنے والے کا کام اور مطلب سن کر اس کی تسلی کر کے فوراً رخصت فرما دیتے تھے۔ اپنے زمانے کے علماء اور مشائخ کے سرخیل تھے، آپ کے ہمعصر علماء مشائخ دل کی اتھاہ گہرائی سے قدر کرتے تھے۔

آپ کی ازواج واولاد☆: آپ نے دو شادیاں کیں، پہلی شادی حضرت شیخ بدلے صاحب کی دختر سے کی جن کے بطن سے دولڑکے پیدا ہوئے۔ بعد میں یہ دونوں صاحبزادے عالم فاضل بنے مگر ان کا انتقال آپ کی ظاہری حیات مبارکہ میں ہی ہو گیا تھا۔

آپ نے دوسری شادی رئیسہ بیگم سے گنج مراد آباد میں فرمائی۔ اور شادی کے بعد مستقل سکونت بھی گنج مراد آباد میں ہی اختیار کر لی۔ دوسری بیوی سے بھی خدا نے دو بچے عطا فرمائے، ان میں ایک صاحبزادے حضرت احمد میاں اور ایک صاحبزادی تولد ہوئی۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے خلفاء میں حضرت مولانا سید محمد علی کانپوری اور آپ کے صاحبزادے حضرت احمد میاں علیہ الرحمۃ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ وہی صاحبزادے آپ کے بعد سجادہ نشین بھی مقرر ہوئے۔

آپ کی تعلیمات وفرمودات☆: آپ فرماتے ہیں کہ مثنوی مولانا روم پڑھا کرو، اس کو پڑھنے سے تین سو آدمی قطب و ابدال ہو گئے ہیں۔

آپ کا معمول تھا کہ تہجد کے وقت اکثر تصوف کے مضامین بیان فرماتے تھے، تشہد میں رفع سبابہ نہیں فرماتے تھے، سرد آہیں بھرنا

آپ کا معمول خاص تھا۔ اللہ کے معنی آپ من موہن کیا کرتے تھے۔ مریدین کو تصور شیخ سے منع فرماتے تھے، حقہ پیا کرتے تھے مگر ساتھ یہ بھی کہتے یہ چھوٹ جائے تو بہتر ہے۔

آپ سے پوچھا گیا کہ مثنوی معنی کے ساتھ یا خالی الفاظ کے ساتھ پڑھی جائے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا فقط لفظ کے پڑھنے والے۔

نمبر۲ ☆: آپ فرماتے ہیں، کہ اشتیاق لقائے الٰہی یہی ولایت ہے، اتباع سنت یہی غوثیت اور قطبیت ہے۔

نمبر۳ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ صاحب حال اور صاحب مقام ہونا آسان ہے، مگر بانسبت ہونا مشکل ہے۔

نمبر۴ ☆: صاحب نسبت سے بیعت کرنا باعثِ نجات ہے، قیامت کے روز جب اس کے حال پر عنایت ہوگی تو اس کا پرتو اس کے مریدوں کو پہنچے گا۔ اور وہ سب اس کے ہمراہ جنت میں داخل ہونگے۔

کشف و کرامات ☆: ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کی خدمت میں آرہا تھا کہ راستے میں ندی پار کرتے ہوئے دلدل میں گھوڑا پھنس گیا۔ جب پانی میں ڈوبنے لگا تو ناچار ولاچار ہو کر آپ کو مدد کے لئے پکارا، گھوڑا فوراً دلدل سے نکل گیا۔

جب وہ آپ کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ اپنے حجرے میں چادر اوڑھے بیٹھے ہیں، اور اس شخص کو دیکھ کر فرمایا کہ لوگ مجھے تکلیف دیتے ہیں۔

یہ فرما کر اپنی پشت اس شخص کو دکھائی، پشت مبارک پر گھوڑوں کے چاروں سم کے نشان معہ کیچڑ کے موجود تھے۔

کرامت نمبر۲ ☆: آپ کی مسجد کے کنویں کا پانی کھارا تھا، آپ نے اپنا لعاب مبارک ڈالا تو پانی میٹھا ہو گیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ بمطابق ۱۸۹۵ء میں ۱۰۵ برس کی عمر میں ہوا۔

مزار پُر انوار گنج مراد آباد انڈیا میں مسجد کے صحن میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ جب نزع کا وقت آئے تو مجھے حدیث شریف سنانا، تاکہ حدیث شریف سنتے ہوئے روح پرواز کرے۔

آپ برصغیر پاک و ہند کے تمام علماء کے متفقہ بزرگ تھے اہل سنت و جماعت کے تمام علماء مشائخ آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جبکہ دیوبندیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی بھی دل کی گہرائیوں سے آپ کے معتقد خاص تھے۔ انہوں نے اپنی بہت سی کتابوں میں آپ کے معمولات پر کھل کر تبصرہ اور تائید کی ہے۔ بالخصوص ارواح ثلاثہ میں تو آپ کی شخصیت پر ایک باب باندھا ہے، مولوی تھانوی اور دیگر علماء دیوبند آپ کے در دولت پر اکثر حاضر ہوتے رہتے تھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت صوفی سید قلندر علی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: غزالیِ صحرائے الوہیت، رازیِ صحرائے نبوت، آشنائے رموز کنایت، مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ، غریق بحر توحید وعشق ومستی، مرآۃ و جمال بے مثال حضرت مولانا صوفی قلندر علی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ غریق بحر عشق ومحبت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ کے عظیم خانوادہ سادات کے فرد کامل کے گھر ہوئی۔ شجرہ نسب حضرت سید ابوالحسن قادری شاہ بدیع الدین آغا شہید اور حضرت ابوبکر عبدالرزاق گیلانی الحسنی والحسینی علیہ الرحمتہ کے ذریعے حضرت پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الصمدانی السید الشیخ عبدالقادر جیلانی والحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ جب آپ کی عمر عزیز چار برس کی ہوئی تو والدین کے زیر سایہ آپ کی تعلیم وتربیت کا آغاز ہوا۔ ابھی آپ کا تعلیمی سلسلہ کا آغاز ہوئے چند ماہ ہی گزرے تھے کہ والد گرامی کا وصال ہوگیا۔ مگر اس کے باوجود آپ نے سلسلہ تعلیم کو موقوف نہ کیا۔ اور تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھ کر مڈل تک تعلیم حاصل کی اس کے بعد علوم دینیہ کی تکمیل کی غرض سے مختلف مدارس دینیہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اسی ضمن میں آپ دارالعلوم دیوبند بھی گئے مگر ایک رات قیام کرنے کے بعد وہاں سے بریلی شریف چلے گئے اور امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں ڈھائی برس رہ کر تفسیر وحدیث، فقہ، منطق، قانون اور علم الکلام کی تعلیم حاصل کر کے سند فراغ حاصل کی۔

بیعت وخلافت ☆: علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد آپ نے تلاش حق اور معرفت وسلوک کی منازل کی رہنمائی کے لئے شیخ کامل کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے سب سے پہلے گولڑہ شریف پہنچے وہاں چند روز قیام کے بعد حیات گڑھ ضلع گجرات تشریف لے گئے وہاں حضرت میاں غلام محمد سہروردی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے دست مبارک پر شرف بیعت حاصل کیا اور بعد تکمیل مجاہدات اور سلوک ومعرفت کی منزلیں طے کرنے کے بعد حضرت میاں غلام محمد سہروردی کے دست مبارک سے خرقہ خلافت حاصل کر کے سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے۔ اور وہاں سے اپنے وطن مالوف کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ اس دوران آپ کچھ عرصہ غوث زماں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمتہ کی خدمت میں رہ کر ان سے بھی اکتساب فیض کرتے رہے۔

لاہور میں ورود مسعود ☆: آپ اپنے وطن مالوف کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ سے لاہور میں اپنے پیر بھائی میاں عبدالعزیز صاحب کے پاس محلہ ادیاں نزد قلعہ گجر سنگھ کے پاس تشریف لائے۔ جو کہ محکمہ دستکاری میں ملازمت کرتے تھے۔ لاہور میں آپ کے مختلف بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دیتے رہے بالخصوص حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر انوار پر باقاعدگی سے حاضری دیتے تھے۔ اس ضمن میں سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے عظیم روحانی پیشوا حضرت بابا شیخ حسو تیلی سہروردی، قطب العالم حضرت سید عبدالجلیل

چوہڑ بندگی سہروردی، شیخ موسیٰ آہنگر سہروردی کے مزارات پر خصوصیت سے حاضری دیتے رہے۔

لاہور میں خطابت کا دور ☆: چونکہ آپ بلند پایہ خطیب تھے اس سلسلہ میں آپ نے لاہور میں قیام کے دوران سلسلہ عالیہ قادریہ کے عظیم روحانی پیشواء حضرت شاہ ابوالمعالی قادری علیہ الرحمتہ کے مزار سے ملحقہ مسجد میں خطابت کے فرائض بھی ایک عرصہ تک سرانجام دیئے۔ جہاں آپ کے وعظ کی تاثیر سے بے شمار خلقت استفادہ کرنے لگی۔ اور دن بدن مسجد کے اجتماع میں اضافہ ہونے لگا۔ مورخ لاہور جناب محمد دین کلیم لاہوری قادری فرماتے ہیں کہ یہ فقیر بھی ایک عرصہ تک نماز جمعہ آپ کی مسجد میں آپ کی اقتداء میں پڑھ کر لطف اندوز ہوتا رہا اور آپ کے ساتھ ربط وضبط بھی رہا۔

مرشد کے فرمان پر مکان کی تعمیر ☆: آپ نے اپنے مرشد کامل کے فرمان پر محلہ ادیاں نزد قلعہ گجر سنگھ میں تھوڑی سی زمین خرید کر اپنا ذاتی مکان تعمیر کرایا۔ اور خطابت و امامت کو چھوڑ کر اپنے مکان میں سلسلہ درس وتدریس اور خانقاہی نظام قائم کیا۔ اور تصوف کی طرف مائل ہوئے۔

چونکہ ایک طویل عرصہ سے لاہور میں سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی ترویج واشاعت کا سلسلہ بند تھا اس کے لئے آپ نے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر سلسلہ عالیہ کی ترویج واشاعت میں نمایاں طور پر کامیابی حاصل کی۔ اس کام پر چند برس توجہ دے کر آپ نے اپنے محلہ کی جامع مسجد چوہدریاں میں ہی امامت وخطابت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جہاں روز بروز عاشقان اولیائے کاملین کا ٹھٹھہ لگنے لگا۔ بے پناہ مخلوق نماز جمعہ کے علاوہ آپ کے فیوض وبرکات اور روحانیت سے استفادہ کرنے لگے۔ اور یہ سلسلہ دن بدن طول پکڑتا گیا۔

آپ کی تصنیفات ☆: آپ نے بے شمار کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جو کہ فی زمانہ مارکیٹ میں دستیاب نہ ہیں۔ اس لئے کہ آپ کی چھپنے والی ہر کتاب مریدین وعقیدت مندوں میں تقسیم ہو جاتی تھی۔ آپ کی چند کتب درج ذیل ہیں: جمال الٰہی، جمال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیاح لامکان، الفقر وفخری، موعظۃ اللمتقین، دعوت الحنیفہ، پردہ نسواں حلیتہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، لباس التقویٰ، رسالہ علم غیب، تذکرہ سہروردی، قمیض یوسفی، تعارف سہروردیہ، اوراد سہروردیہ، صحیفہ غوثیہ، شعبان المعظم، صورت ہادی، کتاب الصوم، اسلامی عورت، شرح قصیدہ غوثیہ، کتب کا اسلامی نظام۔

آپ کی اولاد ☆: اللہ کریم نے اپنے فضل سے آپ کی تصنیف موعظۃ اللمتقین فقیر کی لائبریری میں موجود ہے۔ آپ کو چار صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے جن میں سید فیض احمد سہروردی، سید فیاض احمد سہروردی، صاحبزادہ سید امتیاز احمد تاج سہروردی، سید اعجاز احمد سہروردی، سید سجاد احمد سہروردی کے اسمائے گرامی ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال چند روز بخار ہونے کے بعد آخری چہار شنبہ ۲۷ صفر ۱۳۷۷ھ بمطابق 10 ستمبر 1957ء بروز بدھ کو 63 برس کی عمر شریف میں ہوا۔ نماز جنازہ حضرت سید ابوالبرکات سید احمد قادری حزب الاحناف والوں نے پڑھائی۔ مزار پر انوار ہنجروال برلب سڑک ملتان روڈ ساتویں میل پر مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

حضرت سید محمد عظیم برخیا قلندر بابا سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: حضرت مشہور روحانی بزرگ اور سلسلہ عظیمیہ کے بانی المعروف قلندر بابا اولیاء حضرت حسن اخریٰ سید محمد عظیم برخیا، نام سید محمد عظیم، خطاب حسن اخریٰ، تخلص برخیا اور مریدین قلندر بابا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ نجیب الطرفین سادات میں سے ہیں اور آپ کا خاندانی سلسلہ حضرت سیدنا امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

آپ ۱۸۹۸ء کو قصبہ خورجہ، ضلع بلند شہر، یو پی (بھارت) میں ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت ☆: قرآن پاک اور ابتدائی تعلیم محلے کے مکتب میں حاصل کی۔ ہائی اسکول تک بلند شہر میں پڑھا اور پھر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ علی گڑھ میں قیام کے دوران آپ کی طبیعت میں درویشی کی طرف میلان پیدا ہوگیا۔ اسی اثناء میں آپ اپنے نانا بابا تاج الدین ناگپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نانا صاحب نے انہیں اپنے پاس روک لیا۔ آپ کے والد محترم کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ ناگپور گئے اور بابا تاج الدین ناگپوری (یعنی اپنے سسر) سے عرض کی ''بابا صاحب! اسے علی گڑھ واپس بھیج دیجئے، اس کی تعلیم نامکمل رہ جائے گی۔'' بابا صاحب نے فرمایا: اگر اس سے زیادہ پڑھایا گیا تو جتنا یہ اب تک پڑھ چکا ہے تو یہ میرے کام کا نہیں رہے گا۔'' آپ کے والد جب اپنے سسر کے جواب سے مایوس ہوئے تو آپ کو ایک مشفق باپ کی طرح سمجھایا اور جب دیکھا کہ بیٹے کا میلان فقیری کی طرف ہے تو انہوں نے یہ کہہ کر کہ ''بیٹا! تم خود سمجھدار ہو جس طرح چاہو اپنا مستقبل تعمیر کرو'' انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

آپ نے بابا ناگپوری کے پاس ۹ سال رہ کر تعلیم وتربیت حاصل کی۔ اس زمانے میں ہونے والے واقعات کا تذکرہ انہوں نے اپنی کتاب ''تذکرہ تاج الدین بابا'' میں تحریر کیا ہے۔

شادی واولاد ☆: تربیت کے زمانہ میں آپ کی والدہ محترمہ چار بیٹیوں اور دو بیٹوں کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ آپ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی تربیت اور کفالت پر کمربستہ ہوگئے اور جب بچیوں کی تربیت کے سلسلے میں دقت پیش آئی تو بابا گپوری کے ارشاد کے مطابق ان کے ایک عقیدت مند کی صاحبزادی سے دہلی میں آپ کی شادی ہوگئی شادی کے بعد آپ دہلی میں قیام پذیر ہوگئے۔

پاکستان آمد ☆: تقسیم ہند کے بعد آپ اپنے والد بہنوں، بھائیوں اور اہل وعیال کے ساتھ پاکستان (کراچی) آگئے

اور لی مارکیٹ میں ایک خستہ حال مکان کرائے پر لیا اور رہائش اختیار کی۔

بیعت وخلافت ☆: ۱۹۵۶ء کو سلسلہ سہروردیہ کے بزرگ حضرت علامہ ابوالفیض سید قلندر علی سہروردی (آستانہ عالیہ سہروردیہ لاہور) کراچی تشریف لائے۔ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہونے کی درخواست کی۔ حضرت ابوالفیض نے رات کو تین بجے آنے کو کہا۔ سخت سردی کے عالم میں آپ گراؤنڈ ہوٹل ایم اے جناح روڈ کی سیڑھیوں پر رات دو بجے جا کر بیٹھ گئے۔ ٹھیک تین بجے حضرت ابوالفیض باہر تشریف لائے اور آپ کو اندر بلایا، سامنے بٹھا کر سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں آپ کو داخل فرمایا اور تین ہفتے کے بعد خلافت عطا فرمادی۔

لیکن سلسلہ عظیمیہ کے اسباق طریقت سب سے مختلف ہیں غالباً اس کے حضرت قلندر بابا موجد ہیں۔ وہ رنگوں روشنیوں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے روحانی تربیت کرتے تھے۔ ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ کراچی آپ کی تعلیمات کو ایک عرصے سے آپ کے تربیت یافتہ خواجہ شمس الدین عظیمی کے زیر ادارت عام کر رہا ہے۔ روحانی ڈائجسٹ نے آپ کے پیغام کو کافی وسعت دی ہے اب ہزاروں انسان آپ کے سلسلہ عظیمیہ سے منسلک ہیں۔ ملک بھر میں روحانی لائبریریاں اور مراقبہ ہال کھل چکے ہیں۔

صحافت ☆: دہلی میں سلسلہ معاش قائم رکھنے کے لئے مختلف رسائل وجرائد میں صحافت اور شعراء کے دیوانوں کی اصلاح اور تربیت کا کام اپنے لئے منتخب کیا۔

کراچی میں قیام کے کچھ عرصے بعد آپ ''اردو ڈان' میں سب ایڈیٹر کے عہدے پر فائز ہو گئے۔ اس کے بعد عرصے تک ماہنامہ ''نقاد'' میں کام کرتے رہے۔ کچھ رسالوں کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیئے اور کئی مشہور کہانیوں کے سلسلے بھی قلم بند کئے۔

شاعری ☆: آپ ایک نہایت اعلیٰ اور بلند پایہ شاعر تھے۔ شعر وسخن کا ذوق آپ نے بچپن ہی سے پایا تھا۔ آپ نے بہت سی رباعیات کہیں جن میں کائنات کی حقیقت اور انسانی زندگی کا مقصد ومقام اجاگر کیا گیا ہے۔

جس وقت کہ تن جاں سے جدا ٹھہرے گا
دو گز ہی زمین میں تو جا ٹھہرے گا
دو چار ہی روز میں تو ہو گا غائب
آ کر کوئی اور اس جگہ ٹھہرے گا

تصنیف وتالیف ☆: آپ نے مضامین اور کہانیوں کے علاوہ درج ذیل کتب تحریر فرمائیں:

☆ تذکرہ تاج الدین بابا — مکتبہ تاج الدین بابا ناظم آباد کراچی

☆ رباعیات قلندر بابا

☆ لوح وقلم مطبوعہ

☆ تذکرہ قلندر بابا — مرتبہ خواجہ شمس الدین عظیمی (آپ کے حالات ومقامات کے متعلق)

وصال باکمال ☆: قلندر بابا نے ۲۷، صفر المظفر ۱۳۹۹ھ بمطابق ۲۷ جنوری ۱۹۷۹ء بروز ہفتہ بوقت ایک بج کر دس منٹ پر ۸۱ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ خواجہ شمس الدین عظیمی نے نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو ''عظیمیہ ٹرسٹ فاؤنڈیشن'' کے شمالی حصہ (نارتھ ناظم آباد کراچی) میں مدفون کیا گیا۔ آپ کا عرس ہر سال جنوری میں متحدہ امارات، تھائی لینڈ، فرانس، ڈنمارک، برطانیہ، امریکہ، روس اور پاکستان کے چھوٹے بڑے شہروں میں منعقد کیا جاتا ہے۔ عرس کی مرکزی تقریب ۲۷ جنوری کو مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن کراچی میں خواجہ شمس الدین عظیمی (ایڈیٹر ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ کراچی) کی زیرنگرانی منعقد ہوتی ہے۔

بشکریہ، تذکرہ انوارِ علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

مدحِ درشان حضرت شاہ بغداد، وشاہ اجمیر علیہم الرحمۃ

رہا جوشِ محبت کا یونہی گرموجزن طوفاں
فدا ہو جائیں گے ہم آپ پر یا حضرت جیلاںؒ

یہ ہیں سرتاج اہل چشت وہ بغداد کے سلطاں
معین الدینؒ کے صدقے ہو محی الدینؒ کے قرباں

محمدؐ کی جو میمیں ہیں وہ ان ناموں میں شامل ہیں
معین الدینؒ اگر دیں ہیں تو محی الدینؒ ہیں ایماں

وہ اہل بیت کی سب خوبیوں کا عطر ہیں دونوں
سراپائے کرم ہیں یہ وہ ہیں خلق عظیم الشاں

معینؒ الدین حسن چشتی کریں گے پار اب کشتی
تو محی الدینؒ ڈالیں گے دِل مردہ میں میرے جاں

میرے آقا میرے مولا میرے والی میرے وارثؒ
معین الدینؒ اجمیری محی الدین ؒ شہ جیلاں

سگِ درگاہِ عالی ہے اسے در پر بلا لیجئے
پریشاں حال کب تک یوں پھرے گا حیرت حیراں

ازقلم: حضرت حیرت شاہ وارثی

﴿تعارف سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ o اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ o صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ o

سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ دو سلاسل کے بزرگوں کے سلاسل طریقت پر مشتمل ہے، اور اس کی تعلیمات و طور طریقے ہر دو سلاسل کے بزرگوں کی تعلیمات کا مجموعہ ہیں۔ ان بزرگوں میں حضرت پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی السیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شہنشاہ ولایت عطائے رسول ہندالولی حضرت خواجہ سید محمد معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات والا صفات ہیں۔

بعض لوگوں کے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہر سلسلہ کا کوئی نہ کوئی سالار، میر کارواں اور پیشواء ہوتا ہے اور اس کی اپنی تعلیمات اور چند خصوصیات ہوتی ہیں۔ جو ان کی طریقت کا حصہ کہلاتی ہیں۔ جیسا کہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے میر کارواں حضور غوث پاک ہیں اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے میر کارواں حضرت خواجہ غریب نواز سید محمد معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، قادریہ سلسلہ کی چند خصوصیات قادریہ سلسلہ کے باب میں درج کر دی گئی ہیں جو وہاں سے دیکھی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح چشتی سلسلہ کی بھی چند خصوصیات چشتیہ سلسلہ کے باب میں درج ہیں جن کا مطالعہ اس باب میں کر سکتے ہیں۔

جہاں تک عام آدمی کے ذہن میں آنے والے سوال کا تعلق ہے تو اس کا جواب اوپر کی سطور میں دے دیا گیا ہے کہ اس سلسلہ کا الگ سے میر کارواں کوئی نہ ہے بلکہ یہ دو سلاسل کے بزرگوں پر مشتمل سلسلہ ہے اور یہی بزرگ اس سلسلہ کے بھی میر کارواں ہیں اور انہی بزرگوں کے سلاسل کی تعلیمات ہی اس سلسلہ کی تعلیمات طریقت ہیں۔ رہا یہ سوال کہ یہ سلسلہ قادریہ چشتیہ الگ سے کیوں معرض وجود میں آیا اور اس کی وجہ تسمیہ کیا بنی؟ تو اس کا جواب اپنی ناقص عقل اور معلومات کے مطابق عرض ہے کہ:

ا۔ بعض اولیائے کاملین کی ولادت اپنے گھر میں ہوئی، تو گھر میں والد گرامی یا دادا بزرگوار پہلے سے قادری یا چشتی بزرگوں کی طریقت پر عمل پیرا تھے۔ اب گھر میں پرورش ہوئی اور گھر میں ہی والد گرامی یا دادا، چچا بزرگوار کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے، ابھی منازل سلوک طے کر رہے تھے کہ جن کے ہاتھ پر بیعت کی ان کا وصال ہو گیا تو پھر منازل سلوک کی تکمیل کے لیے یا حصول خلافت کے لیے اب قادری یا چشتی سلسلہ میں کسی دوسرے بزرگ کے پاس گئے ان کا سلسلہ طریقت ان کے خاندانی سلسلہ سے مختلف تھا لہٰذا ان سے تکمیل کے بعد یا ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت حاصل کرنے والا قادری سلسلہ کا مرید چشتی خلافت لے کر یا چشتی سلسلہ کا مرید قادری خلافت لے کر اب چشتی قادری کہلانے کا پابند ہو گیا کہ ایک سلسلہ میں مرید اور دوسرے سے خلافت لہٰذا اس طرح

وہ شیخ طریقت اپنے حلقہ احباب میں سلسلہ چشتی قادری، کے طور پر متعارف ہوا۔

۲۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ تذکروں اور تاریخ تصوف کی کتابوں میں بارہا ایسا بھی مقام لکھا دیکھا ہے کہ ایک شیخ طریقت نے اپنے مرید کو باطنی تربیت کے بعد کندن بنا کر اپنے سلسلہ کی خلافت سے سرفراز فرمایا، اب وہ بزرگ حصول خلافت کے بعد زیارات مزارات بزرگان دین کے لیے یا سیاحت کے لیے نکلے تو دوران سفر کسی دوسرے سلسلہ طریقت کے شیخ کامل سے ملاقات یا چند روز ان کی صحبت میں رہے اور ان بزرگ نے ان سے خوش ہو کر آنے والے کو اپنی طرف سے سلسلہ کی خلافت عطا کر دی۔ جیسا کہ قطب عالم حضرت عبدالقدوس گنگوہی چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ کو چاروں سلاسل اور چودہ خانوادوں سے خرقہ خلافت حاصل تھا مگر چونکہ اُن پر چشتی صابری رنگ غالب تھا لہٰذا وہ چشتی صابری ہی کہلائے۔ جبکہ فیضان تمام سلاسل طریقت کا تھا اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی کے والد گرامی حضرت شیخ عبدالاحد علیہ الرحمتہ حضرت شیخ عبدالقدوس چشتی صابری گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ سے مرید تھے اور تمام سلاسل سے ان کو بھی مجاز کیا گیا تھا۔ جبکہ ان کے صاحبزادے امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمتہ نقشبندی سلسلہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے مرید و خلیفہ مجاز تھے۔ مگر حضرت مجدد پاک کے والد گرامی نے اپنے وصال سے قبل اپنے فرزند مجدد پاک کو سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کا خرقہ خلافت عنایت فرمادیا تھا مگر چونکہ حضرت مجدد پاک پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا رنگ غالب تھا اس لیے ان سے نقشبندی مجددی فیضان جاری ہوا۔

۳۔ حضرت خواجہ سیّد بندہ نواز گیسودراز چشتی نظامی سلسلہ میں بیعت و مجاز تھے۔ مگر ان کو جو بھی صاحب نظر فقیر یا شیخ طریقت ملتا گیا، ہر ایک نے اپنا اپنا سلسلہ ان کو پیش کیا حتیٰ کہ ان کو باون جگہ سے خرقہ خلافت حاصل تھا۔

مختصر یہ کہ بعض بزرگوں کو مختلف سلاسل سے خرقہ ملنے کے باوجود وہ اپنے اوپر جو رنگ پہلے سے غالب ہوتا ہے وہ اسی نام سے اپنی پہچان برقرار رکھتے ہیں۔

بعض بزرگوں کے خاندانی بزرگ بھی چونکہ پہلے سے اسی خانوادے یا سلسلہ سے منسوب ہوتے ہیں، لہٰذا وہ بھی اپنے بزرگوں کے طریقہ پر قائم رہتے ہوئے اول سلسلہ جس سے بیعت و خلافت حاصل ہو اسی سے متعارف رہتے ہیں دیگر سلاسل کا فیضان بھی ان سے جاری رہتا ہے۔

اور بعض بزرگ مثلاً قادری سلسلہ میں بیعت ہیں اور خلافت چشتیوں سے حاصل کی تو انہوں نے اپنے اوپر ہر دو سلاسل کا رنگ غالب کر لیا اور مریدین کو ہر دو سلسلوں میں بیعت و خلافت سے نوازتے ہیں۔

اسی طرح بعض چشتی سلسلہ کے مرید بزرگوں کو سلسلہ عالیہ قادریہ سے خرقہ خلافت عطا ہو تو انہوں نے ہر دو سلاسل کا فیضان جاری کیا اور دونوں سلاسل سے ہی متعارف ہوئے۔

اس طرح یہ سلسلہ۔ سلسلہ چشتیہ قادریہ یا قادریہ چشتیہ کے نام سے معروف ہوا اور اس کی اکثر تعلیمات سلسلہ عالیہ قادریہ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بزرگوں کی تعلیمات پر مشتمل ہیں۔

وسلام مع الکرام۔ خاکپائے در مخدوم صابر نواز

صاحبزادہ مقصود احمد صابری

حضرت شاہ دتن ابدال چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: سلطان العرفاء، برھان التقیاء، سراج الاصفیاء، امام الفقراء حضرت سید شاہ دتن ابدال گیلانی ثمہ سیالکوٹی قادری چشتی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاولیاء ہیں۔

آپ کی ولادت با سعادت ۷ رمضان المبارک بروز سوموار ۶۵۱ھ بمطابق 1253ء کو فخر السادات حضرت سید مخدوم عبدالرشید کے گھر بغداد شریف ملک عراق میں ہوئی۔ سات برس کی عمر میں قرآن مجید کو قاریوں سے قرات و تجوید کے اصولوں سے سنتے اور خود بھی اسی قاعدے سے تلاوت فرماتے تھے۔

درویشی و فقر و ولایت کے آثار آپ کی جبین مبارک میں بچپن ہی سے اُجاگر ہونے شروع ہو گئے تھے۔ جب لڑکپن کی عمر میں پہنچے تو فقر و درویشی کا ایسا ذوق اُبھرا کہ دنیا انگشت بدانداں ہوگئی۔

بیعت و خلافت☆: آپ پندرہ برس کی عمر میں حضرت شیخ المشائخ حضرت سید احمد بغدادی قادری چشتی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ میں بیعت ہوئے، اور بارہ برس تک مجاہدہ میں مصروف و مشغول رہنے کے بعد جب مرشد کامل کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مرشد کامل نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، شطاریہ، سلسلہ عالیہ مداریہ میں خرقہ خلافت سے سرفراز و مامون فرمایا۔

خدمت مرشد اور مجاہدات و عبادات☆: مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کے بعد آپ ایک سال تک ان کی خدمت میں مصروف رہ کر ان کے فیضان باطنیہ سے مستفیض ہوتے رہے۔

ایک برس کے بعد مرشد کامل نے حکم دیا کہ دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھ کر عبادت و ریاضت کرو، اور بارہ برس تک مسلسل روزے رکھو، اس کے بعد میرے پاس آنا۔

مرشد کے حکم پر آپ دریائے دجلہ کے کنارے ایک گھنے جنگل میں تشریف لے گئے اور یادِ خدا میں اس قدر مست و مستغرق ہوئے کہ کھانے پینے کی بھی ہوش باقی نہ رہی، جب کبھی روزہ افطار کرتے تو جنگل کے درختوں کے پتوں اور پیاس بجھانے کے لئے دجلہ کے پانی سے افطار فرماتے۔

جب بارہ برس مکمل ہوئے تو اپنے شیخ کامل کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے تو آپ کے شیخ کامل آپ کی باطنی کیفیت دیکھ کر

جھوم گئے اور سینے سے لگا کر مزید انعام واکرام سے نواز کر آپ کو چھ سلاسل طریقت میں اجازت مرحمت فرما کر ہندوستان کے علاقہ پنجاب میں جانے کا حکم عنایت فرمایا۔

بغداد شریف سے سیالکوٹ میں ورود مسعود☆: مرشد پاک کے حکم سے آپ بغداد سے روانہ ہو کر براستہ ایران ہندوستان میں داخل ہوئے اور بلوچستان میں چند روزہ قیام کے بعد مسلسل سفر کرتے ہوئے پنجاب کے معروف شہر مظفر گڑھ کے قصبہ سلطان پور میں تشریف فرما ہوئے، وہاں بارہ برس تک مسلسل عبادت وریاضت اور مجاہدات ومنازل سلوک کی تکمیل میں مصروف رہے۔

اس علاقے کے لوگ مسلمان تو تھے مگر محض نام کے مسلمان تھے۔ دین اسلام خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات وسنت سے بالکل بے خبر تھے۔ آپ نے ان مسلمانوں کی تربیت کے لئے تربیتی کیمپ لگائے اور بذات خود ان کو دین اسلام کے اصول، احکام قرآن اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام وطریقہ ان تک پہنچایا اور انہیں بڑی محنت وجدوجہد سے سچا اور پکا مسلمان بنا کر ان ہی لوگوں میں سے مبلغین کی جماعت تیار کر کے دور دراز علاقوں میں تبلیغ اسلام کے لئے مختلف مواضعات میں بھیجیں وہاں سے رخصت ہو کر آپ دریائے جہلم کے بالائی حصے کی طرف تشریف لے گئے اور دس برس تک مسلسل عبادت وریاضت اور تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، اور لاتعداد افراد کو یہاں بھی ایمان واسلام کی دولت سے مالا مال کیا۔ دس برس کے بعد آپ وہاں سے سیالکوٹ میں ایک نالے کے کنارے تشریف لا کر ایک خندق تیار کی، دن میں آپ اس خندق کے اندر اور رات کو جنگلوں میں مصروف عبادت رہتے، اس دوران آپ پر جذب کی شدید کیفیت طاری ہو گئی۔ جس کے باعث اکثر آپ ننگ دھڑنگ (یعنی برہنہ) حالت میں رہنے لگے۔

پھر کچھ ہی عرصے کے بعد آپ پر شریعت کا لبادہ حاوی ہوا تو آپ نے لباس پہننا شروع کر دیا اور لوگوں کو بھی شریعت وطریقت کی دعوت عام دینے کا سلسلہ رشد وہدایت جاری فرما دیا۔

چند ہی دنوں میں آپ کی ولایت وکشف وکرامات کی شہرت دور دور تک ہو گئی اور آپ کے گرد عوام وخواص اور طالبان حق کا جم غفیر رہنے لگا اور لاتعداد افراد آپ کے ہاتھوں معرفت کے جام پینے لگے، سینکڑوں لاعلاج مریض شفایاب ہو کر جانے لگے، لاتعداد افراد منہ مانگی مرادیں پانے لگے۔

جذب واستغراق سے لبادہ شریعت میں آنے کی وجہ تسمیہ☆: افغان قوم کے دو بھائی بازید علی اور غلام علی تجارت کے سلسلہ میں لکھنؤ میں رہائش پذیر تھے جو کہ بین الاقوامی سطح کے تاجر تھے۔

ہر ملک میں ان کی تجارتی کوٹھیاں تھیں۔ ایک دفعہ یہ دونوں بھائی بحری جہاز میں سامان تجارت لاد کر عرب ممالک کی طرف جانے لگے، جب ان کا جہاز سورت کی بندرگاہ کے قریب پہنچا تو ریت کی دلدل میں پھنس گیا۔ انہوں نے بڑی کوشش اور دعائیں کیں مگر جہاز ٹس سے مس نہ ہوا۔

بالآخر دونوں بھائیوں نے مجبور ہو کر کسی روحانی بزرگ ہستی کی تلاش شروع کر دی تا کہ ان کی روحانی مدد سے جہاز روانہ ہو جائے۔

دونوں بھائی تلاش کرتے کرتے ایک بزرگ سید فتح علی شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے طالب ہوئے اور دل میں وعدہ کیا کہ اگر جہاز دلدل سے نکل گیا تو بارہ ہزار روپے بطور نیاز پیش کریں گے۔

دونوں بھائی ان بزرگ کے پاس سے جب ساحل سمندر پر پہنچے تو کیا دیکھا کہ ایک مجذوب فقیر جہاز کو کھینچ کر کھلے سمندر میں لے جا رہے ہیں اور جہاز کے پانی میں اترنے کے بعد اس فقیر نے خدا کا شکر ادا کیا اور نظروں سے غائب ہو گئے۔

یہ واقعہ ۱۲۷۴ھ کا ہے۔ دونوں بھائیوں نے عرب کی بندرگاہ پر جہاز لنگر انداز کر کے تجارت شروع کی۔ تمام مال ہاتھوں ہاتھ بک گیا۔ اور ان کو اس جہاز کے مال سے منافع بھی خوب ہوا۔

واپسی پر وہ سورت کی بندرگاہ پر اترے اور حضرت پیر سید فتح علی شاہ کو ڈھونڈتے ہوئے ان کی خدمت میں پہنچے اور ان کو بارہ ہزار روپے جو کہ آج کے دور کے حساب سے کم سے کم پچاس لاکھ روپے بنتے ہیں، پیش کئے۔ حضرت پیر سید فتح علی شاہ نے فرمایا کہ یہ نیاز میری نہیں بلکہ یہ نیاز حضرت سید دتن شاہ گیلانی ابدال کی ہے جو پنجاب کے ایک شہر سیالکوٹ میں قیام پذیر ہیں۔ آپ جا کر یہ نیاز ان کو پیش کر دیں۔

یہ دونوں بھائی وہاں سے چلتے چلتے پنجاب کے شہر سیالکوٹ میں پہنچے اور آپ کی تلاش شروع کر دی۔

یہ آپ کا وہ دور تھا کہ جب آپ دن بھر خندق میں مصروف عبادت رہتے تھے، اس لئے کوئی بھی شخص آپ کو جاننے سے قاصر تھا۔

بالآخر محلہ نخاس سے پتہ چلا کہ نالے کے کنارے خندق میں ایک بزرگ مصروف عبادت ہیں۔ دونوں بھائی وہاں پہنچے تو آپ ان کو دیکھ کر وہاں سے بھاگ نکلے اور ریت سے اپنی ستر پوشی کر لی۔

وہ دونوں بھائی دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ وہی بزرگ ہیں جو جہاز کو کھینچ کر گہرے سمندر میں لے جا رہے تھے۔

دونوں بھائی آپ کے پیچھے دوڑے اور آپ کو پکڑ کر قدموں میں گر گئے اور آپ کا شکریہ ادا کر کے نیاز پیش کرنے لگے۔

آپ نے فرمایا بھائیو میں نے ایک عرصہ اپنے آپ کو عام لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہوا تھا، لیکن تم لوگوں نے میرا راز فاش کر دیا، لہٰذا ابھی ابھی شہر جاؤ اور میرے لئے کرتہ اور پاجامہ ٹوپی اور چادر خرید کر لاؤ۔

چنانچہ وہ دونوں بھائی شہر کی جانب گئے اور مطلوبہ چیزیں خرید کر لائے۔ آپ نے غسل کیا اور اس کے بعد دو نفل ادا فرمائے اور اس جگہ سے اٹھ کر موضع بھابھڑاں تشریف لے گئے اور ان دونوں بھائیوں سے فرمایا کہ مجھے تمہارے ان روپوں کی کوئی حاجت نہیں۔ لہٰذا ان روپوں سے لنگر خانہ قائم کر کے لنگر جاری کر دو تا کہ ہر خاص و عام اس سے مستفید ہو سکے۔

اس کے بعد آپ ایک سال تک موضع بھابھڑاں میں قیام کے بعد موضع رتی پنڈی کے قریب ڈیرہ لگا لیا۔

ایک درخت کے نیچے چالیس روز تک قیام کے بعد آپ نے ان دونوں بھائیوں کو حکم دیا کہ سیالکوٹ جاؤ اور ہمارے قیام کے لئے جگہ تلاش کرو، دونوں بھائیوں نے ایک جگہ سیالکوٹ میں خریدی جہاں آج کل آپ کا مزار پر انوار ہے۔

سیالکوٹ شہر میں ورود مسعود☆: اس کے بعد آپ مستقلاً سیالکوٹ تشریف لے آئے اور اپنے لئے خریدی گئی جگہ پر

ڈیرہ لگا کر مخلوق خدا کی رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔

سیالکوٹ میں آپ کی بقیہ زندگی سالکانہ انداز میں گزری، شب و روز قریہ قریہ بستی بستی پھر کر لوگوں کو دعوت اسلام و ایمان دیتے رہے۔

بڑے بڑے پتھر دل کافروں کو آپ نے اپنی نگاہ ولایت سے مسلمان کیا۔ آپ بڑے ہی سیف زبان تھے۔ زبان ترجمان سے جو بھی ارشاد فرماتے، خداوند کریم کی بارگاہ سے مقبولیت کا پروانہ لے کر واپس آتی۔

آپ نے تمام عمر مجرد گزاری۔ نہ شادی کی نہ ہی اولاد کے گورکھ دھندے میں پڑے۔ ہاں آپ کے خاندان کے دیگر افراد میں بہت سے لوگ باعظمت و باکردار اور پڑھے لکھے اور ذہین قسم کے لوگ موجود ہیں۔

ان میں جناب سید وقار الحسن شاہ صاحب گیلانی، ایم اے ایل ایل بی جو کسی زمانے میں سرگودھا میں سول جج بھی رہے، انتہائی ذہین وفطین اور بڑے ہی بلند اخلاق و بامروت اور انسان دوست بندہ پرور شخصیت کے مالک ہیں، جن کی محفل کا ہر لمحہ کشت زعفران کا سماع باندھ دیتا ہے۔ سیالکوٹ کے سید اقبال شاہ صاحب سید وقار الحسن شاہ گیلانی صاحب کے ماموں ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۴۳ برس کی عمر شریف میں ستائیس رمضان المبارک ۷۹۴ھ بمطابق 1391ء کو ہوا۔ مزار پر انوار حضرت ملا عبدالحکیم حضرت امام علی لاحق، حضرت شاہ مونگا ولی اور حضرت ڈاکٹر فیروز الدین مرحوم کے مزارات کے بالکل سامنے سیالکوٹ شہر میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کے دربار پر دنبے یا بکرے کی اوجھڑی پکا کر اہل علاقہ نیاز تقسیم کرتے اور منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سخی سید شاہ محمد معروف چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: امام الاولیاء، غوث الاتقیاء، فخر سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ، صاحب جذبات جلال ونفحات جمال، قطب ابدال، حضرت خواجہ سخی پیر سید شاہ معروف چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ شان عظیم کے مالک اور پیشوائے کاملین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۹۰۹ھ بمطابق ۱۵۰۳ء کو چشتیاں شریف ضلع بہاولنگر میں ہوئی۔

آپ اپنے وقت کے بلند پایہ ولی کامل اور شہباز سلسلہ عالیہ چشتیہ ہیں۔ خداوند قدوس نے آپ کو مقام غوثیت سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ اپنے زمانے کے سالکوں، عارفوں، زاہدوں کے راہنما اور کاملوں کے رہبر تھے۔ آپ نسباً فاروقی ہیں آپ کا شجرہ نسب حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ سے ہوتا ہوا حضرت امیر المومنین خلیفہ دوئم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

بیعت وخلافت☆: آپ حضرت سید مبارک شاہ حقانی جلالی اُچوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتا ہوئے۔

آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ سے بھی دستار خلافت واجازت بیعت حاصل تھی۔ یہی وجہ تھی کے آپ سے دو سلسلے جاری ہوئے، ایک سلسلہ چشتیہ قادریہ، دوسرا سلسلہ قادریہ نوشاہیہ۔ حضرت سخی سلیمان نوری علیہ الرحمۃ آپ کے اجل خلفاء میں تھے۔ جبکہ بانی سلسلہ عالیہ نوشاہیہ قادریہ حضرت حاجی محمد شاہ نوشہ گنج بخش علیہ الرحمۃ سخی سلیمان نوری علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ مجاز تھے۔ جن سے سلسلہ نوشاہیہ جاری ہوا۔

عبادت وریاضت☆: آپ انتہا درجہ کے شب بیدار، عابد وزاہد تھے۔ اپنے مرشد کے فرمان کے مطابق لکھی بند بمقام بولا خوشاب کے قریب عرصہ ۲۴ سال تک عبادت وریاضت، مجاہدہ وسلوک میں مشغول رہے۔ اور اُسی مقام پر سلسلۂ رشد وہدایت بھی جاری فرمایا۔ لاتعداد بندگان خدا نے ظاہری وباطنی فیضان حاصل کیا۔

اس کے بعد آپ موضع کھڑولیاں نزد شاہ پور تشریف لے گئے اور مخلوق خدا میں دولتِ علم وعرفان تقسیم کرتے رہے۔ لاتعداد گم کردہ راہوں نے آپ کے ذریعے راہ ہدایت پائی۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: یوں تو آپ کے لاتعداد خلفاء ہوئے ہیں۔ چند معروف خلفاء کے اسمائے گرامی درج

ذیل ہیں۔ حضرت سخی شاہ سلیمان نوری، حضرت شیخ عبداللہ المعروف منگو قریشی، حضرت سید عبداللطیف ہمدانی علیہم الرحمۃ ان تمام بزرگوں کے مزارات بھلوال ضلع سرگودھا میں مرجع انام ہیں۔

ان کے علاوہ حضرت شاہ محمد شیرازی مزارِ پُر انوار شاہ پور ضلع سرگودھا، حضرت مہر علی شاہ رانجھا، ان کا مزارِ پُر انوار شہر چاواں نزد سیال شریف، ساہیوال، جھنگ روڈ ضلع سرگودھا میں مرجعٔ انام ہے، ان کے علاوہ رابعہ عصر حضرت بی بی بھاگ بھری رحمتہ اللہ علیہا یہ حضرت سخی شاہ محمد سلیمان نوری علیہ الرحمۃ کی والدہ ماجدہ ہیں، کو آپ نے چادر سے سرفراز فرمایا تھا۔

کرامت ☆: ایک رات چور آپ کے حجرہ مبارک میں گھس آیا اور کچھ اسباب گٹھڑی میں باندھ کر لے جانے لگا تو اندھا ہو گیا، چور بہت سٹ پٹایا تو غیب سے ندا آئی۔ بدبخت میرے دوست کا سامان رکھ دے اور چلا جا۔ اس نے گٹھڑی رکھی اور بینا ہو کر چلا گیا۔

دوسری رات آپ نے وہ گٹھڑی اٹھائی اور اس کے گھر تشریف لے گئے اور معذرت کی اور فرمایا کہ کل رات تم نے محنت کی اور خالی چلے آئے، یہ لو میری طرف سے تمہاری اُجرت ہے، جو ہم نے تمہیں بخش دی۔۔

آپ کے اس اخلاق کریمانہ کا یہ نتیجہ نکلا کہ چور نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کر لی۔ اور مرید ہو کر عبادت و ریاضت میں مگن رہا۔ بعد ازاں مردِ باکمال ہوا۔ ایک عالم نے اس سے فائدہ اٹھایا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال دس محرم الحرام بروز اتوار ۹۸۷ھ بمطابق ۸ مارچ ۱۵۷۹ء کو ہوا۔

مزارِ پُر انوار پہلے موضع کھرولیاں نزد شاہ پور ضلع سرگودھا میں بنا، وہیں آپ کا وصال بھی ہوا تھا۔

اس علاقہ میں خٹکی بلوچ قبائل کے لوگ آباد تھے۔ ایک دن آپ نے اپنے وصال کے بعد خواب میں اُن لوگوں سے فرمایا کہ دریا میں پانی آ رہا ہے، جس کی وجہ سے مرقد کو خطرہ ہے۔ لہٰذا مجھے یہاں سے نکال کر دریا کے مغربی جانب دفن کر دیا جائے۔

چنانچہ آپ کا تابوت نکال کر موجودہ جگہ خوشاب میں تدفین کی گئی۔ جہاں آپ کا مزارِ پُر انوار مرجع خلائق عام ہے۔

آپ کا سالانہ عرس مبارک دس محرم الحرام کو آپ کے دربار شریف پر نہایت عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے، ہزاروں افراد شرکت کر کے منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت علامہ پیر قاضی عبدالحلیم چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: قاضی القضاۃ، جگر گوشہ شیر خدا، نور نظر ام البنین فخر العلماء والفضلاء، جامع معقول ومنقول، مدرس مسائل قطب الاقطاب، عشق وعرفان، محدث وجد و پیان، نشان حق کے ترجمان، فاتح نجدیت، قاطع رافضیت، سرشکن وہابیاں، بیخ کن نجدیاں، غوث زمان حضرت علامہ مولانا بالفضل اولنا حکیم حاذق، عالم علوم ربانی، مرشد لاثانی حضرت علامہ پیر قاضی عبدالحلیم چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ دلیل الکاملین ہیں۔

ولادت باسعادت☆: آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۴۰ھ بمطابق 1727ء کو کھوٹ قریش قبیلہ کے عظیم فرد کامل حضرت حافظ فتح نور کے گھر نکہ کھوٹ تحصیل تلہ گنگ میں ہوئی۔ آپ کے آباؤ اجداد سینکڑوں برس قبل ایران وعراق سے ہجرت کر کے ہندوستان میں مختلف مقامات پر پڑاؤ کرتے ہوئے موضع نکہ کھوٹ تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال میں آ کر آباد ہوئے۔

آپ کے دادا بزرگوار جناب چوہدری نظام الملک اپنے قبیلہ کے سردار اور علاقہ کے بہت بڑے زمیندار تھے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت حافظ فتح نور علیہ الرحمۃ کا شمار اپنے زمانے کے جید حفاظ میں ہوتا ہے۔ آپ کا شجرہ نسب مختلف واسطوں سے ہوتا ہوا حضرت عباس علمبردارؓ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔

نکہ کھوٹ سے چکوال شہر میں منتقلی☆: ۱۶۵۹ھ بمطابق ۱۷۰۱ء زمانہ شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر میں آپ کے والد گرامی حضرت حافظ فتح نور علیہ الرحمۃ نکہ کھوٹ سے ترک سکونت کر کے چکوال شہر میں تشریف لے آئے۔

اس زمانے میں موجودہ چکوال شہر ایک قصبے کی شکل میں تھا، جہاں آج کل تحصیل کا دفتر واقع ہے۔ اس سے ملحق انہوں نے جامع مسجد ہجویری کے نام سے ایک مسجد کی تعمیر کا آغاز کیا اور اس مقصد کے لئے انہوں نے اپنی آبائی جائیداد کا کچھ حصہ فروخت کیا اور ملنے والی وہ تمام رقم مسجد کی تعمیر کے مصرف میں خرچ کر دی۔ اس تعمیر میں چکوالی چوہدریوں کے مورث اعلیٰ باوا گدا بیگ نے بھی بھرپور حصہ لیا۔

آپ کے والد گرامی نے جب مسجد سے ملحقہ زمین پر جب اپنی رہائش کیلئے مکان کی تعمیر کا آغاز کیا تو چکوالی چوہدریوں کی ایک شاخ بسوال نے اس تعمیر پر مزاحمت کی اور کہنے لگے کہ ہم اپنی مملوکہ زمین پر مکان کی تعمیر نہیں ہونے دیں گے۔

ان کی بات سن کر آپ کے والد گرامی نے فرمایا کہ مسجد کے ساتھ مکان میں اپنی مرضی سے نہیں بلکہ خدا کی مرضی سے تعمیر کر رہا ہوں، لہٰذا اس کی تعمیر میں رکاوٹ ڈالنے والے ختم ہو کے رہ جائیں گے۔

چنانچہ پھر ہوا بھی ایسا ہی کہ بسوال قوم کا کوئی فرد اس علاقہ میں ڈھونڈے سے نہیں ملتا اور ان کا نام ونشان ختم ہو کے رہ گیا، اور وہ مسجد اور اس سے ملحقہ مکان آج بھی پہلے سے بہتر حالت میں موجود ہے، جس کو آپ کے والد گرامی حضرت حافظ فتح نور علیہ الرحمۃ کی کرامت ہی کہا جاسکتا ہے۔

اسی مسجد کی تعمیر کے دوران موضع ڈھاب کلاں کے لوگوں نے اس تعمیر میں بہت تعاون کیا جس کی بنا پر ان لوگوں سے آپ کے والد گرامی کے بہت زیادہ مراسم ہو گئے اور آپ کے والد گرامی کا ڈھاب کلاں میں آنے جانے کا سلسلہ بن گیا، جس کی بنا پر وہاں کے لوگوں سے روابط مضبوط سے مضبوط ہوتے چلے گئے۔

آپ کے بارے میں فقیر کی پیشنگوئی ☆: موضع ڈھاب کلاں میں ایک خدا دوست فقیر حضرت باوا مخدوم صاحب اس خطے میں باطنی فیضان کی تقسیم پر مامور تھے، لاتعداد افراد ان کے علم وعرفان سے مالا مال ہوئے۔

آپ کے والد گرامی جب چکوال سے موضع ڈھاب کلاں تشریف لاتے تو اکثر اوقات آپ بھی ان کے ہمراہ ہوتے، آپ کو دیکھ کر حضرت باوا مخدوم صاحب آپ کے والد گرامی حضرت حافظ فتح نور سے فرماتے کہ تمہارا یہ زمیندار فرزند آنے والے وقت میں بہت بڑا عالم دین اور علاقے کا قاضی بنے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد ان بزرگ ولی حضرت باوا مخدوم صاحب نے آپ کے والد گرامی کو چکوال شہر چھوڑ کر موضع ڈھاب آنے اور سکونت اختیار کرنے کا مشورہ اور دعوت دی، جسے انہوں نے بڑی بحث وتمحیث کے بعد قبول کر لیا اور چکوال سے ڈھاب کلاں تشریف لا کر مستقلاً سکونت اختیار کر لی اور درس وتدریس اور امامت وخطابت میں مشغول ہو گئے۔ موضع ڈھاب کلاں کے لوگ بھی حضرت حافظ فتح نور کی قدر دل وجان سے کرتے اور ان کو حافظ جی کے لقب اور نام سے پکارتے تھے۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے قرآن کریم اپنے عظیم والد گرامی حضرت حافظ فتح نور علیہ الرحمۃ سے حفظ کیا اور علوم دینیہ کی ابتدائی کتب بھی اپنے والد بزرگوار سے ہی پڑھیں۔ اس کے بعد بادشاہان والے قاضی صاحب سے تحصیل علوم کرنے کے علاوہ ایک پٹھان عالم دین جو ہزارہ کے علاقہ دھمتوڑ کے رہنے والے تھے ان سے بھی بھکوی میں علوم دینیہ میں تحصیل وتکمیل کی۔

آپ اپنے اساتذہ کا بے حد احترام فرماتے تھے۔ زندگی کا معاملہ تو الگ رہا، اپنے ایک استاد کے وصال کے بعد جب کبھی ڈھاب کلاں سے چکوال تشریف لے جاتے تو بھکوی قبرستان میں اپنے استاد کی قبر گھوڑی پر بیٹھے ہوئے دور سے دیکھ کر گھوڑی سے اتر جاتے اور فاتحہ کے بعد جب تک قبر مبارک نظر آتی رہتی آپ گھوڑی پر سوار نہیں ہوتے تھے۔

الحاج قاضی مظہر الحق صاحب آف بھکوی سے روایت ہے کہ پیر خاکی صاحبؒ جن کا مزار مبارک موضع مرید (چکوال) میں ہے اور جو بحالت مجذوبیت کے بعد سالک ہوئے۔ انہوں نے مجھے خود بوقت ملاقات جو موضع مرید میں ان کے آستانہ عالیہ میں ہوئی تھی بتایا کہ حضرت قاضی عبدالحلیم کی سالکیت میں ایک کتاب قلمی طبع شدہ مجھے ملی تھی جس کا میں نے بغور مطالعہ کیا تھا اور بقول حضرت پیر خاکی صاحب کتاب کو پڑھنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ حضرت قاضی عبدالحلیمؒ صاحب کے پاس علم لدنی تھا۔

سلسلہ درس وتدریس ☆: علوم دینیہ کی تحصیل وتکمیل کے بعد آپ ڈھاب کلاں تشریف لے آئے اور اپنے عظیم والد

گرامی کے قائم کردہ مدرسہ میں سلسلہ درس وتدریس شروع کر دیا۔

چند ہی دنوں میں آپ کے درس کی شہرت مختلف علاقوں میں پھیل گئی اور دور دور سے متلاشیان علوم دینیہ آ کر اکتساب فیض کرنے لگے۔ آپ کی تدریسی صلاحیتوں اور کاوشوں اور علمی ودینی خدمات کا چرچہ مقامی طور پر تو مسلمہ تھا ہی مگر فن تدریس کی یہ شہرت سلطنت دہلی کے اطراف تک پھیل گئی۔

روایات میں ہے کہ آپ کا اسم مبارک دہلی دروازے پر نصب پتھر ''اسمائے اولیائے ہند'' میں کندہ ہے جس سے آپ کی علمی و روحانی شان وعظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور آپ کی اس علمی وروحانی کاوشوں کی بنا پر آپ کے علاقے چکوال اور بالخصوص ڈھاب کلاں کو آپ کے دم قدم کی بنا پر نہ صرف رونق شہرت ملی بلکہ شاہان وقت اور اہل علم وعمل کی نگاہ میں اس موضع کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا اور یہ چھوٹا سا گاؤں پورے برصغیر میں آپ کے نام کی وجہ سے معروف ہو گیا۔

غازی اسد خان عالمگیر ثانی کے زمانہ میں آپ کو حکومت کی جانب سے خلعت قضا عطا کی گئی جس کی وجہ سے علاقہ دھنی، پوٹھوہار، اور کہون کے عوام شرعی مسائل کے حل کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ ان کے مسائل شرعیہ کا حل تلاش کر کے ان کی تسلی وتشفی فرماتے تھے۔ عالمگیر ثانی نے آپ کو دہلی آنے کی دعوت دی جو آپ نے قبول کر لی۔

کچھ عرصہ بعد جب آپ کو دہلی جانے کا اتفاق ہوا تو عالمگیر ثانی نے آپ کو شاہی مہمان کی حیثیت سے اپنے پاس ٹھہرایا۔

جامع مسجد دہلی کے قریب ''حوض قاضی'' آپ ہی کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب ہے۔ آپ کے قائم کردہ مدرسہ میں برصغیر پاک وہند کے علاوہ افغانستان اور چین و دیگر اسلامی ممالک سے بھی لوگ آ کر علوم دینیہ میں اکتساب فیض کرتے رہے۔ اور اس چشمۂ فیض سے اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے۔

آپ اپنے زمانے کے بیک وقت ایک متبحر عالم دین اور چوٹی کے مدرس، فن مناظرہ میں ید طولیٰ رکھتے اور بہترین حافظ وقاری اور حکیم حاذق ہونے کے ساتھ ساتھ ایک پختہ صوفی شاعر تھے۔

غیرت ایمانی ☆: غازی اسد خان، عالمگیر ثانی بادشاہ دہلی جب پنجاب کے دورے پر آیا تو وہ سرداران دولہہ کے جدامجد جو اس وقت ذیلدار بھی تھے کے ہمراہ آپ کی خدمت میں ڈھاب کلاں حاضر ہوا۔

اس موقع پر اس نے آپ کو علاقے کا قاضی مقرر کر کے اپنی حکومت کی طرف سے باقاعدہ ایک مہر بھی عنایت کی جو آپ بوقت فیصلہ کاغذات پر ثبت فرمایا کرتے تھے۔

آپ کا قیام چونکہ مسجد میں ہی ہوتا تھا آپ کی ایک وسیع وعریض لائبریری بھی تھی جس میں آپ کے ہاتھ سے تحریر کردہ قرآن کریم کے نسخے بھی موجود تھے۔ ان میں سے قرآن کریم کا ایک نسخہ وآپ نے اپنے لئے خصوصی طور پر سونے کے پانی سے لکھا تھا، جس کی تکمیل پر یقیناً خاصہ وقت لگا ہوگا۔ عالمگیر کی نظر اس نسخہ پر پڑی تو اس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا حضرت میری خواہش ہے کہ آپ یہ قرآن پاک مجھے تحفے میں دیدیں تو میں زندگی بھر آپ کا نہ صرف احسان مند رہوں گا بلکہ آپ کو ایک حقیر ہدیہ اس گاؤں کی تین سو بیگھہ زمین کا

ٹکڑا بھی پیش کروں گا۔

بادشاہ عالمگیر ثانی کی یہ بات سن کر آپ جلال میں آ گئے اور بلا جھجک بادشاہ کو جواب دیا **اَلْاَرْضُ مِنَ اللّٰہِ** بادشاہ سلامت یہ زمین تو رب العالمین کی ہے، آپ اسے کب سے انعام و اکرام میں تقسیم کر رہے ہیں۔

جہاں تک ہماری ذات کا تعلق ہے تو ہم فقیر لوگ ایسی چیزوں اور تحفوں پہ قطعاً دھیان نہیں دیتے۔

اگرچہ آپ نے اپنی طرف سے دنیاوی نقطہ نظر سے قرآن پاک کی بڑی قیمت لگائی ہے مگر دینی نقطہ نظر سے اگر اس مسجد کے صحن کو سونے کی اشرفیوں سے بھی بھر دیں تو بھی میں اس قرآن پاک کو آپ کے حوالے نہیں کر سکتا۔

آپ کا غیرت ایمانی سے بھرپور جواب سن کر بادشاہ خاموشی سے واپس چلا گیا اور وہ قرآن کریم کا نسخہ آپ کے پاس تاحیات موجود و محفوظ رہا، اور دو سو برس گزر جانے کے باوجود وہ نسخہ آپ کے دربار کے سجادہ نشین کے پاس آج بھی موجود و محفوظ ہے، جسے دیکھ کر اہل علم و دانش کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

فقر و استغنا اور شان بے نیازی ☆: آپ نے تمام عمر فقر و استغنا اور شان بے نیازی میں گزاری، دنیا اور اہل دنیا سے آپ کو سخت نفرت تھی، خدا کی ذات پر توکل اس قدر کہ اگر کسی نے آپ کو دنیاوی مال و متاع نقدی یا زمین کی صورت میں پیش کرنا چاہا بھی تو آپ یہ کہہ کر انکار فرما دیتے تھے کہ میں زمین سے کہیں زیادہ اپنی آخرت کے انتظام میں مشغول اور کوشاں ہوں۔

آپ کے توکل اور شان بے نیازی کی حد یہاں تک تھی کہ وہ اپنی ذاتی جدی جائیداد اور زمین وغیرہ تک اپنے بھائیوں کو دی تھی کہ تم جانو اور کھیتی باڑی کرو۔ جب آپ کے صاحبزادگان جوان ہوئے تو پھر کھیتی باڑی کا نظام انہوں نے سنبھالا، مگر اس کے باوجود اپنے صاحبزادگان سمیت دیگر احباب و متوسلین کو بھی خدا کی ذات پر توکل کی تلقین فرماتے تھے۔

جن دنوں ہندوستان پر انگریزوں کی حکمرانی قائم ہوئی، تو ان دنوں برصغیر میں علماء کی قدر و منزلت ختم ہو کے رہ گئی تھی۔

صرف افغانستان ہی واحد ہمسایہ ملک تھا جہاں اسلامی قوانین کی علمبرداری تھی جس کی بنیاد پر کابل کے حکمرانوں سے آپ کے خصوصی مراسم تھے۔ اسی بنا پر کابل افغانستان کے بادشاہ دوست محمد نے آپ کو کئی مرتبہ کابل آنے کی پیشکش کی اور کہا کہ اگر آپ کابل تشریف لائیں تو میں آپ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ دوں گا۔

ایک خط میں بادشاہ کابل نے آپ کو لکھا کہ اگر آپ تشریف لائیں تو میں کابل کے کوہ دامن میں زمین کا ایک زرخیز ٹکڑا پیش کروں گا، مگر آپ نے نہایت ہی شکریہ کے ساتھ اس کی پیشکش کو مسترد کرتے ہوئے اسے بھی جواب میں لکھا کہ میں تو زمین سے کہیں زیادہ اپنی آخرت کے انتظام میں مشغول اور کوشاں ہوں۔

ایک دفعہ مہاراجہ رنجیت سنگھ آپ کے علاقہ میں آیا اور آپ کے قریب کے گاؤں شاہ پور میں ایک سید گلو شاہ کو نصف کے قریب گاؤں انعام میں دیا جس کا معاملہ معاف تھا اور انگریزوں کی عملداری میں بھی معاف رہا۔

رنجیت سنگھ نے ڈھاب کلاں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو بھی اس قسم کی پیشکش کی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے ان

چیزوں سے نفرت ہے۔ میں بذات خود ایک زمیندار گھرانے کا چشم و چراغ ہوں، میں اپنی موروثی زمین کو چھوڑ کر اپنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے دین اسلام کی ترویج واشاعت کے لئے مصروف عمل ہوں اور میری زندگی اسلام کے لئے وقف ہے لہٰذا تمہارا بہت شکریہ۔

۳ ☆: چک نورنگ کے ایک زمیندار نے سو بیگھ زمین آپ سے پوچھے بغیر آپ کے نام منتقل کرادی۔ جب آپ کو اس کا پتہ چلا تو آپ نے نہایت سختی سے اس زمین کو واپس کر دیا۔

لوگوں نے بہت کہا کہ آپ ایسا نہ کریں، اگر آپ کو ضرورت نہیں، تو آپ کی اولاد کے کام آجائے گی۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میری اولاد میں سے جو بھی میرے راستے پر چلے گا وہ آگے آگے ہوگا اور دنیا اس کے پیچھے پیچھے ہوگی۔ جو میرے راستے پر نہیں چلے گا وہ جانے اور اس کا کام۔

اس سے آپ کی دنیاوی مال ومتاع اور اسباب سے لاتعلقی کا پتہ چلتا ہے کہ آپ خدا کی راہ میں کس قدر مست و مستغرق تھے کہ دنیا اور اہل دنیا سے کوئی سروکار باقی نہ رہے۔

آپ کی ذات بحیثیت مفتی ☆: آپ ایک حافظ قاری اور متبحر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین مفتی بھی تھے۔ بڑے بڑے الجھے ہوئے مسائل کو آن واحد میں حل فرما دیتے تھے۔ آپ کے فتوے زیادہ تر عربی و فارسی زبان میں ہوتے تھے اور آپ کو ان زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا۔ آپ فتوے جاری کر کے مقامی مقدمات کا فیصلہ صادر فرماتے تھے۔ آپ کے چند عربی فتوے جو مختلف دینی مسائل سے متعلق ہیں آج بھی آپ کی اولاد کے پاس موجود و محفوظ ہیں۔

ان فتاویٰ پر آپ کے دستخط و مہر کے جہاں دستخط ہیں وہاں دیگر علمائے کرام کے علاوہ علاقہ کی سرکردہ شخصیات کے بھی بطور گواہ دستخط موجود ہیں۔

آپ اکثر معاملات میں علمی دلائل کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل سے کام لے کر مختلف پیچیدہ مسائل کو حل فرماتے تھے۔ آپ کے تقدس علمیت اور وجاہت کا ایسا سکہ بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کا فتویٰ مارشل لاء سے بھی زیادہ موثر اور قابل احترام سمجھا جاتا تھا۔

آپ کی ذات بحیثیت مناظر ☆: آپ سے اکثر علمائے کرام اور مشائخ عظام سے فروعی مسائل میں مناظرے ہوتے رہتے تھے۔ آپ مناظروں کے دوران علمی دلائل کے ساتھ الزامی اور عقلی دلائل سے بھی کام لیتے اور مخالف فریق پر غلبہ حاصل کر لیتے تھے۔

آپ کے ہم عصر علماء میں حضرت مولانا احمد دین کرسالوی جو اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل اور متبحر عالم دین اور چوٹی کے مدرس و مناظر تھے۔

ایک دفعہ طلاق کے مسئلہ پر مولانا احمد دین کرسالوی سے آپ کا اختلاف ہو گیا۔ حتیٰ کہ نوبت مناظرے تک پہنچ گئی اور موضع کرسال میں مناظرہ ہونا طے ہوا۔

آپ وقت مقررہ پر مناظرہ کے لئے کرسال گاؤں میں پہنچ گئے۔ مناظرہ شروع ہونے سے پہلے مولانا کرسالوی نے آپ سے ایک غیر متعلقہ سوال کر دیا وہ یہ کہ مولانا کرسالوی نے ایک کتاب ''شرح چغمینی'' جو علم ہیئت سے متعلق ہے کو درمیان سے کھول کر آپ کے سامنے رکھ دی اور کہنے لگے کہ آپ اس کی دو تین سطریں پڑھ کر مجھے اس کا مطلب سمجھا دیں تا کہ مجھے آپ کی علمی قابلیت کا اندازہ ہو جائے۔ آپ نے چونکہ وہ کتاب پڑھی ہوئی نہ تھی اس لئے آپ نے بغور اس کتاب کو دیکھنا شروع کر دیا، جس سے مولانا کرسالوی سمجھ گئے کہ انہوں نے یہ کتاب نہیں پڑھی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے عقلی دلائل سے کام لیتے ہوئے کہا کہ لوگو سنو تم جو کام کرتے ہو وہ کسی ایک طرف سے شروع کرتے ہو یا درمیان سے۔ زمینداروں! کیا تم اپنی زمین میں ایک طرف سے ہل جوتنا شروع کرتے ہو یا درمیان سے۔ جولا ہو! تم کپڑا ایک طرف سے بننا شروع کرتے ہو یا درمیان سے، موچیو! تم جوتا ایک طرف سے سیتے ہو یا درمیان سے، سب نے بیک زبان کہا ایک طرف سے شروع کرتے ہیں۔

ان سب کا جواب سن کر آپ نے فرمایا، ''یہ مولانا نہ تو مجھے زمیندار لگتے ہیں نہ ان کا کسی دوسرے پیشے سے تعلق معلوم ہوتا ہے، جنہوں نے کتاب درمیان سے کھول کر میرے سامنے رکھ دی ہے'' آپ کی بات سن کر مولانا کرسالوی نے درمیان کی بجائے کتاب پہلے صفحے سے کھول کر آپ کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ چلو ابتداء کی چند سطریں ہی سنا دو۔

آپ نے کتاب ہاتھ میں لے کر مولانا کرسالوی کو مخاطب کرتے ہوئے جواب دیا کہ کتاب کی ابتداء **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥** سے ہے۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ بسم اللہ کے شروع میں جو ''ب'' حرف ہے اس کی ذات اور صفات کیا ہیں، گو یہ بھی غیر متعلقہ بات تھی، لیکن مولانا کرسالوی آپ کا سوال سن کر خاموش ہو گئے تو لوگوں نے شور مچا دیا کہ ان کو تو بسم اللہ کے ب کی بھی خبر نہیں ہے یہ مناظرہ کیا کریں گے۔

آپ کا یہ جواب الزامی تھا، جو کہ مناظر بوقت مناظرہ اس قسم کے الزامی جوابات مخالف فریق پر استعمال کرتے ہیں۔

آپ کی ذات بحیثیت ایک طبیب ☆: آپ ایک عالم و مفتی و قاضی و مناظر ہونے کے علاوہ ایک بہترین طبیب بھی تھے۔ آپ کے نسخے بہت مجرب اور عمدہ تھے جو کہ آج کے دور میں نایاب ہیں۔ مثلاً کسی کو اگر باؤلا کتا کاٹ کھائے اور آدمی پاگل اور باؤلا ہو جائے تو پھر کوئی علاج کار گر نہیں ہوتا۔

لیکن آپ کے پاس ایک ایسا نسخہ تھا کہ جس سے باؤلے شخص کا علاج ہو سکتا تھا۔ آپ کے گاؤں کے قریب ایک گاؤں کھودے ہے وہاں کا نمبردار باؤلے کتے کے کاٹنے سے باؤلا ہو گیا تھا۔ اس کے اہل خانہ اسے زنجیروں میں جکڑ کر خانقاہ جودینہ کے قریب ہے لے کر جا رہے تھے، جب وہ آپ کے گاؤں کی گلی سے گزرے تو اتفاقاً آپ سے ان حضرات کی ملاقات ہو گئی۔ معلوم کرنے پر جب آپ کو پتہ چلا کہ یہ شخص باؤلا ہو گیا تو آپ ان کو اپنے حجرے میں لے آئے اور ایک پڑیا سفوف پانی کے ساتھ اس کے منہ میں ڈال دی۔ کچھ ہی دیر کے بعد اس نمبردار کو قے اور جلاب شروع ہو گئے اور ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد جب اسے ہوش آیا تو اس نے اپنے رشتہ داروں اور رفقاء سے کہا کہ میں ٹھیک ہو چکا ہوں لہٰذا مجھے زنجیروں سے آزاد کر دو۔

اس طرح وہ نمبردار خانقاہ جانے کے بجائے آپ کے در دولت سے اپنے گھر اپنے قدموں پہ چل کر واپس گیا۔
بعد ازاں اسی نمبردار نے شکرانے کے طور پر آپ کے لئے بیس بیگھ زمین وقف کر دی جولنڈے والے کھیت کے نام سے مشہور ہے۔
چونکہ آپ کو ان تحفے تحائف سے سخت نفرت تھی اسی لئے اس نمبردار نے آپ کے وصال کے بعد وہ زمین آپ کے صاحبزادوں کے نام منتقل کر دی تھی جو آج تک آپ کی اولاد میں منتقل ہوتی چلی آ رہی ہے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ میں اپنے والد گرامی حضرت حافظ فتح نور چشتی قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز تھے اور انہی کی خدمت میں حاضر رہ کر مجاہدات و منازل سلوک کی تکمیل فرماتے رہے اور اپنے والد گرامی کے فیوضات روحانی سے مالا مال ہوتے رہے، اور ان کی وصیت خاص کے مطابق ان کے وصال کے بعد ان کے جانشین اور ان کی جگہ پر مسند ارشاد پر جلوہ افروز رہے۔ اس کے علاوہ حضرت خواجہ شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ سے بھی آپ کو بذریعہ خط اویسی خلافت حاصل تھی۔
جس کی تصدیق حضرت شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے محمدی شریف ضلع جھنگ کے جلسہ میں اپنے صدارتی خطبہ میں آپ کے وہ اشعار پڑھ کر کی تھی جو آپ نے حضرت خواجہ شمس العارفین کو اپنے خط میں لکھ کر بھیجے تھے اور اسی خط کے جواب میں حضرت خواجہ شمس العارفین نے آپ کو خلافت و اجازت کا پروانہ بھیجا تھا۔
جامع محمدی شریف جھنگ کے جلسے کے اختتام پر حضرت شیخ الاسلام نے یہ بھی فرمایا کہ آپ کا وہ خط آج بھی ہمارے کتب خانے میں موجود ہے۔
نوٹ ☆: آپ اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں کبھی بھی سیال شریف تشریف نہ لے جا سکے باوجود اس کے فقط آپ کی ذات والا صفات حضرت خواجہ شمس العارفین کے خلفاء میں واحد ہے کہ جنہیں سیال شریف کی حاضری کے بغیر بذریعہ خط خلافت و اجازت بیعت حاصل تھی۔
آپ کو حضرت محبوب سبحانی، قطب الاقطاب، غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے ازحد عقیدت تھی۔ آپ عربی، فارسی کے علاوہ پنجابی زبان کے بہترین شاعر تھے لہٰذا آپ نے ان ہر دو حضرات کی شان میں پنجابی اور عربی زبان میں قصیدہ غوثیہ" قصیدہ امام اعظم تحریر فرمایا جو قارئین کرام کے لئے اگلے صفحات پر پیش کئے جا رہے ہیں۔ آپ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے تینوں قصیدہ جات اپنی اصلی حالت میں آپ کے پوتے قاضی حاجی سعید ظفر صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے ایک طویل عربی قصیدہ بھی امیر دوست محمد والئی کابل (۱۷۵۳۔۱۸۶۳) کے لئے لکھا تھا۔ اس قصیدہ کے تحریر کرنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ موضع دعولہ کے ایک شخص کو امیر کابل نے سزائے موت کا حکم دے دیا تھا۔ بندہ بے گناہ تھا اس واسطے بغرض سفارش آپ نے یہ قصیدہ لکھا اور مزید تقویت کے لئے پیر صاحب" کھارا شریف (ٹوپی والے) کی مہر ثبت کروائی۔ جب یہ قصیدہ امیر کابل نے پڑھا تو اس نے سزائے موت منسوخ کر کے ملزم کو بری کر دیا۔ ملزم مذکور کے ورثاء شکرانے اور عقیدت کے طور پر بمعہ

اپنی ساری برادری آپ کے مرید ہو گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ ۱۸۲۴ کے بعد لکھا گیا جبکہ امیر مذکور انگریزوں کی قید سے رہا ہو کر دوبارہ تخت کابل پر متمکن ہوا۔ اس طویل قصیدہ کا پہلا شعر یہ تھا:

بحمداللہ بفتح کل باب
کامل الحمد یسقیٰ من سواق

عالم بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت☆: محمد طاہر عباسی آف بھکاری کلاں سے روایت ہے کہ ہمارے گاؤں میں ایک باعفت بزرگ خاتون حاجن امیر بانو بچوں کو درس و تدریس دیتی تھیں اور میں بھی اُن کے شاگردوں میں شامل تھا۔ وہ ایک تہجد گزار اور انتہائی نیک سیرت خاتون تھیں اور اپنا زیادہ تر وقت عبادت و وظائف و اذکار میں گزارتی تھیں۔

انہوں نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں بذریعہ خواب آنحضور ﷺ کی زیارت مبارک سے مستفید ہو چکی ہوں اور یہ عمل میرے روحانی پیرومرشد قاضی عبدالحلیمؒ آف ڈھاب کلاں نے دوران مراقبہ مجھے بتلایا کہ درود تاج کا کثرت سے ورد کرو اور رات کے پچھلے پہر اس کا زیادہ عمل کرو۔ اُن کے بتلائے ہوئے عمل کی وجہ سے مجھے آنحضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی جبکہ بقول پیرومرشد اُنہیں حالت بیداری میں آپ ﷺ کی پاکیزہ صحبت متعدد مرتبہ حاصل ہوئی ہے۔

سیرت و کردار☆: آپ کی زندگی کا اکثر حصہ مسجد میں گزرا۔ دن میں ایک مرتبہ اپنے اہل خانہ کی خیریت و دیگر گھریلو مسائل کے حل کے لئے مسجد سے ملحقہ اپنی رہائش گاہ میں تشریف لاتے اور دوپہر کے کھانے کے بعد واپس مسجد میں تشریف لا کر نماز ظہر ادا کر کے عصر تک درس و تدریس میں مصروف رہتے، جبکہ عشاء کی نماز کے بعد اپنے حجرے میں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد پچھلی رات عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر مراقبہ میں مصروف رہتے۔ تہجد کی ادائیگی کے بعد اوراد و وظائف میں مشغول ہوتے اور نماز فجر خود پڑھا کر ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ اشراق کی ادائیگی کے بعد درس و تدریس میں مصروف رہتے۔

درس و تدریس سے فارغ ہو کر دوپہر تک لوگوں کے مسائل سن کر ان کا حل نکالتے۔ فتاویٰ کے جوابات لکھتے اور اس کے بعد دوپہر کے کھانے اور اہل خانہ کی خیریت دریافت کرنے کے لئے گھر تشریف لے جاتے۔

آپ نے اپنے صاحبزادگان کے جوان ہونے کے بعد گھریلو ذمہ داریاں ان کے سپرد کر دیں اور زرعی زمین کھیتی باڑی کے فرائض کے علاوہ مال مویشی کی دیکھ بھال بھی ان کے سپرد کر دی۔

آپ کے مویشی خانہ میں ہمیشہ اچھی نسل کی گھوڑیاں اور بھینسیں آپ کی حیات کے بعد بھی موجود رہیں۔ آپ غضب کے حافظ قرآن تھے، ماہ رمضان کی ہر رات میں ایک قرآن ختم کرنا آپ کا معمول تھا۔ آپ نے مسجد میں ایک الگ جگہ مختص کر رکھی تھی جہاں بیٹھ کر آپ نے سوا لاکھ مرتبہ قرآن کریم پڑھ کر ختم کیا۔

موضع ڈھاب لوہاراں کا بابا الیاس اونٹوں والا محنت و مزدوری کے سلسلے میں سہارنپور یوپی انڈیا گیا تو اسے وہاں پر ایک رات شبینہ میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ اس شبینہ میں کسی حافظ نے ایک رات میں بارہ سپارے پڑھے تو لوگوں نے اس حافظ قرآن کی بہت تعریف کی تو بابا

الیاس نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس میں تعریف کی کون سی بات ہے، اس حافظ نے آج نہ سارا قرآن ختم کیا نہ کل کرے گا۔

ہمارے گاؤں کے قاضی عبدالحلیم تو رمضان شریف کی ہر رات میں ایک قرآن پاک ختم کرتے ہیں اور اس طرح پورے مہینہ میں تیس قرآن پاک ہمارے گاؤں میں پڑھے جاتے ہیں۔

مجلس میں موجود ایک شخص نے کہا کہ یہ ناممکن اور انسانی طاقت سے باہر ہے۔ بابا الیاس نے کہا کہ اگر کسی کو شک ہے تو وہ ہمارے گاؤں میں آ کر دیکھ سکتا ہے۔ اس شخص نے وعدہ کر لیا کہ میں رمضان میں تمہارے گاؤں میں آؤں گا۔

چنانچہ وعدے اور دعوت کے مطابق وہ آیا اور اس نے یہ نظارہ جب اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ایک رات میں پورا قرآن کریم مکمل سنا اور ہر رکعت میں کھڑے کھڑے جب سوکھ گیا اور رکوع میں بھی نہ جاسکا تو اس کو یقین کامل ہو گیا اور فارغ ہونے کے بعد آپ کا ایسا گرویدہ ہوا کہ پھر تمام عمر آپ کے قدموں میں ہی گزار دی اور واپس سہارنپور نہ گیا بلکہ بعد مرنے کے اس کی تدفین بھی آپ کے مزار کے قریب چاردیواری کے احاطہ سے باہر موجود ہے۔

آپ کا سب سے پسندیدہ مشغلہ قلمی قرآن مجید لکھنا تھا۔ پوری زندگی کے فارغ اوقات میں جس قدر قرآن کریم اپنی قلم سے آپ نے لکھے وہ آج بھی آپ کے خاندان کے افراد کے پاس بطور تبرک موجود ہیں۔

آپ کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے۔ اس دوران کسی بھی شخص کو کلام کرنے کی اجازت نہ تھی۔

تمام عمر آپ نے سادہ مگر صاف ستھرا لباس پہنا، سر پر عمامہ پگڑی جو سفید ململ کی ہوتی تھی۔

سواری کے لئے ہمیشہ عمدہ قسم کی گھوڑی کا استعمال فرماتے جو کہ اکثر سفید، سرخ رنگ کی ہوتی تھی۔

آپ کے وصال کے بعد کافی عرصہ تک آپ کے پوتوں تک گھوڑی کا استعمال رہا اور آپ کے خاندان کے ہر فرد کے گھر میں گھوڑی اور بھینس موجود رہی۔

شادی و اولاد☆: آپ نے تین شادیاں کیں۔ آپ کی پہلی شادی اپنے استاد جو اپنے وقت کے قاضی القضاۃ اور پادشاہان گاؤں کے رہنے والے تھے، ان کی دختر نیک اختر سے ہوئی جن کے بطن سے خدا نے آپ کو ایک فرزند قاضی احمد نور اور دو صاحبزادیاں عطا کیں۔ بعد ازاں آپ کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کی دوسری شادی اپنی چھوٹی سالی سے ہی پادشاہاں میں ہوئی۔ جن کے بطن سے ایک فرزند قاضی سرور نور اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ ان کے بعد آپ کی یہ اہلیہ بھی داغ مفارقت دے گئیں۔

اس کے بعد آپ کی تیسری شادی ڈھوک ڈبری میں ایک معزز خاندان کی دختر سے ہوئی۔ ان اہلیہ کے بطن سے خدا نے آپ کو تین فرزند قاضی محمد نور، قاضی سید نور اور قاضی فضل نور، اور ایک صاحبزادی عطا فرمائی۔

اس طرح آپ کی کل اولادیں پانچ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ہوئیں۔

آپ کے تمام صاحبزادے حافظ قرآن اور علوم دینیہ کے فارغ التحصیل اور آپ کے وصال سے قبل عالم شباب میں تھے۔ سب کے سب نیک اور آپ کے مشن اور مسلک و مشرب پر کاربند تھے۔

آپ نے پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ایک قصیدہ پنجابی زبان میں تحریر فرمایا جو کہ درج ذیل ہے۔

قصیدہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اول حمد ثناء الہی جسدا اسم غفاری فرکانہہ درود محمد تائیں نال ربے دی یاری
سبھے نبیاں دی رب دتی احمدؐ نوں سرداری ہور پیغمبر تاریاں وانگن حضرت چن آسمانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے یاعبدالقادر جیلانی

سرور عالم وچ نبیاں چن جیویں وچ تاریاں اینویں غوث الاعظم ہوریں وچ ولیاں ساریاں
لکھ لکھ رحمت رب دی ہووے اللہ دیاں پیاریاں برکت نام جھاندے دی رب کیتی مسلمانی
کرو نگاہ کرم دی میں نے یاعبدالقادر جیلانی

سرور عالمؐ حکم کیتو نے سنھوئیو مسلمانوں متھوں چارے یار نبیؐ دے نہ خالی وجھوں ایمانوں
ابوبکرؓ، عمرؓ نوں بہتر جانوں کر اقرار زبانوں وت شاعلیؓ تھیں بہتر پھر عثمانؓ ابن عفانی
کرونگا کرم دی میں تے یا عبدالقادر جیلانی

سرور عالمؐ نانا تیرا دوجگ وچ سرتاج اللہ صاحب آپ سدائے دیکھ آئے معراج
اول آخر ظاہر باطن سبھ اوسیدے راج جس دن مولیٰ پیدا کیتے بت ہوئے سبھ فانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے یاعبدالقادر جیلانی

پیر پیراں دا حضرت میراں کیتون آپ الٰہی بادشاہاں دے شاہ کہاون تخت تیرا بادشاہی
ہر ولی تے قدم تساڈا سچی ایہہ گواہی جاں اللہ صاحب ظاہر کیتو چن چڑھیا رمضانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے یا عبدالقادر جیلانی

غوث الاعظم اسم تساڈا تسیں سیدلاقدیمی پاک محمدؐ نانا تساڈا جس وچ خلق حلیمی
پیغمبری رب صاحب بخشی جدآ ہے وچ یتیمی تسی آل اوسدی تھیں پیدا ہویو پیروڈے لاثانی
کرونگاہ کرم دی میں تے یا عبدالقادر جیلانی

لسان چوراں نوں چاقطب کریا وچ درگاہ ربانی تساں ڈبی بیڑی فیر کڈھائی جو غرق آہی وچ پانی
ہو رسی ہزار کرامت تیری نہ تھی سی تم کہانی عاجز در تیرے تے آیا من کے مدد حقانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

وچ زمیاں اسماناں اندر اسم تساڈا عالی شرف دتا رب نام تیرے وں ایڈا حسن جمالی
جے کوئی سورے تینوں حضرت ہرگز رہے نہ خالی رب کرے مراد آسان اوسیدی اندر دونہیں جہانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے یاعبدالقادر جیلانی

جاں آپ خداوند قاضی ہوسی کرسی عدل غفاری اوس دیہاڑے غوث الاعظم کریں اساڈی کاری
دنیا وچ ہورا دکھ نہ کوئی اوھا اوکھی واری کراں سوال تساں نوں حضرت میں عاجز نفسانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے یاعبدالقادر جیلانی

جاں آپ خداوند قاضی ہوسی کرسی عدل سچاواں پیو پتراں نوں پچھسن ناہیں نہ دھیاں پچھسن ماواں
دوست یار نہ ملسن ہرگز نہ جب رہسی آشناواں اوھے پھر پھر دیسن لیکھے حافظ چور ظالم وت زانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے یاعبدالقادر جیلانی

روز قیامت حشر دیہاڑے ہوسی بے آرامی زمین تیرہ ماشے دا نیزہ رھوسی خلق تمامی
جھاں چنگے عمل کمائے ہوسن اوہ انعامی میں عاجز تھیں عمل نہ ہو یاضایاں گئی جوانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے یاعبدالقادر جیلانی

جاں سرور عالمؐ ختم نلبیاں چڑسی نال سواری سبھ اصحاب کبار بنی دے ہوسی فوج پیاری
جاں ہوسی آپ شفیع محمدؐ تاں چھٹ سن لوک ہماری اوتھے موجب عمل جزادے سی عدل ہوسی سلطانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے یاعبدالقادر جیلانی

درجے رب تسانوں حضرت دتے وڈے کمال ودھ حساب شمارو پھر نہ آون چ خیال
تساں بھیجو فریاد نہ پچھاں ویکھو میرا حال تسی سید حسن حسینی ایہو غوث ایہو صمدانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

چودھیں طبقیں حکم تساڈا مولیٰ کیتا جاری نام اللہ دا انہیں حضرت سنھوں میری زاری
تساں باجھوں ہو رجانہ کوئی جتھے کانہہ حقیقت ساری سد کے منیوں کول بہا ہو کر کے حب اسانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

کل ولیاں تے قدم تساڈا رکھیا آپ غفار وکل وسیہ قدم اھیے تیرا گرم بازار
مریدی لاتخف واشن ایہ سچا قول قرار میں خاص غلام تساڈا حضرت رکھیں امن امانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

جے رتی بھر نظر دی کرو رہے گناہ نہ باقی بے شاداں دی شادی ہوئے ونجے چھوڑ ھلاکی

میں ہر دم بیٹھا ذکر کماواں رب صاحب نوں یا کی ۔ میں سگ درگاہ تیری دا حضرت خدادانی خددانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

اوہ قدرت نال سیاپے مولا قادر قدرت والا بادشاہاں نوں تختو سٹے رب قدیم تعالیٰ
شیطاں فخر تکبر کیتا رب کیتس منہ کالا سجدہ ہک ملعون نہ کیتا طبق پیں گل گانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

جاں بابا آدم جنت وڑیا ہویس حکم ریانا خبر ہوئی ملعو نے تائیں تھیتیا بت نمانا
آکھیں آں پیغمبر تائیں کھاتیو کنکے دادا نا بارے آدم دانا کھادا کیتی بے فرمانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

وت حضرت ابراہیم پیغمبر خواب کے نظریں آیا خوا بے اندر اللہ صاحب آپ اینویں فرمایا
دے دوست قربانی میری ایہہ فرزند سوایا اوہ کر بسم اللہ نام اللہ دے کرن لگے قربانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

وت بادشاہ سلیمان پیغمبر کیڑیاں مارونجایا کئی کروڑیں لشکر آھا ہرگز کم نہ آیا
چڑیاں تھیں توں باز کوہائے آپ باز خدایا پل وچ کیہڑیاں مارونجائے کل لشکر سلیمانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

فرکفاراں سر زکریا دے کیا کج باب کیتھونے رکھ کلوتر اوپر سریدے سبھ چیر چھوڑیوتے
ایوبی دارل مل کیڑیاں سبھے، ماس کھدلیونے دیکھو عجب تماشالوکو کر کے فکر دھیانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

وت حضرت یونس پاک پیغمبر مچھلی نگل گیو نے لاالہ الانت سبحانک انی کنت من الظلمین منہ تھی لبوں بھر پوتے
کتنی مدت پچھو مولیٰ کر کے فضل کڈھیو نے رب کے دکھ قضیے حافظ فر کردا مہمانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

فیر موسیٰ دوست رب و اخاص جیہڑا نزدیکی اوہ کر دے نال کلام اللہ دے صحی اینویں تحقیقی
سنے کوہ طورے رب اوہدی واحد لاشریکی کوہ طورے تواد کیوتی موسیٰ بن عمرانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

اللہ صاحب نال نبیاں کر کیتاں ازماشاں یعقوب تے یوسف اند وکھ اللہ دیاں خاشاں
یوسف چاہ چھپایا مولیٰ جداھا وقت تماشاں مصرے اند جاویکانا یوسف پھر کنعانی

کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

درد فراق نبیاں جھلے ویکھو حکم خدا دے کربلا وچ قتل ہیونے حسنؓ حسینؓ شہزادے
اوہ اللہ صاحب آپے کیتے والی سبھ ملکاں دے شاہ علی وت باپ جہاندا حق جس دی مردانی

کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

ملجم افیر ویکھ تماشہ شیطان آن پھولایا دودھوئی سبھ بندگی پل وچ کلیے سخن ونجایا
کہندا شاہ منصور سولی تے کرتوں فضل خدایا ایہہ بے پروا ہیاں لائق رب نوں جیہڑا لامکانی

کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

قصہ شیخ صنعانی داندھ عاجز ذکر نہ کیتا اوتھاں بیٹھیں آپے ہی چا زہر پیالا پیتا
یک پل وچ اندر یاڑو بخاس سو ورہیاں دا سیتا سب جگ اندر معلوم ایہہ قصہ پیا صنعانی

کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

غوث الاعظم پیر پریاں دے سید عرب عجم دے وچ بغداد مکان تساڈا تسیں واقف لوح وقلم دے
بلار اللہ ملکے تخت حکمے تساں تے فضل کرم دے رب عبدالقادر نام تساڈا کیتا نور نورانی

کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

غالب نفس میرے تے ہویا منداراہ دسیندا جت ول جایئے نال کھلوتا ہرگز ونجن نہ دیندا
راتیں دیہیں ہریک ویلے وتے رہ مریندا منہ ٹھکر دے جیویں کر آوے بکدا اپیا حلوانی

کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

میں تے نظر کرم دی کر یورہن مچھیاں جیویں جل وچ اوہ پانی باجھوں غوث الاعظم پل نہ رہندیاں تھل وچ
اینویں عشق اللہ دا حضرت پاواں میں گل وچ سیں ورہیاں دا پاٹا ہویا ستیا ونجے پل وچ
دور ہووے سبھ فخر دلتیوں کالک پئی شیطانی کرو نگاہ کرم دی میں تے یاعبدالقادر جیلانی
رنگ برنگی قدرت رب دی حافظ کریں فکر وچ ہک مردے ہک جسمدے پئے ہک غوٹے کھاون سرودھ
ہک پھرن مسافر دنیاں تے ہک ستے ونج قبر وچ عاجز سچ میں پیا آکھیں رکھی غرض جگر وچ
ہک چاڑن جھگیاں کوٹھے ہک تخت نباون خانی کرو نگاہ کرم دی میں تے یاعبدالقادر جیلانی
رکھ کے تکیہ فضلاں والی قہراں کولو ڈریئے مان نہ کرنی شہ دریا سمندر اندر باولیاں کیوں ترنی اینویں مرنی
باجھ رچھاں تھیں مچھ نہ مردے سمجھ دل وچ دھونی اکثر جوتی خوش ہویں تک فضلاں ولوں قہراں تھیں پرشانی

کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

خادم کل فقیر تساڈے خرسانی، ملتانی، ہندوستانی غوث قطب سبھ کامل اکمل ایرانی، تورانی، اصفہانی
در تیرے تے آن کھلوون سارے وچ زمانے نال حیرانی عاجز سچ ماہی تھیں آکھیں عارف سخن زبانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

کر کے فضل الٰہی بخشیں صاحب بخشن ھارا یا جبارا برکت کلمے پاک نبیؐ دے امت دا چھٹکارا ہوسی یارا
توڑیں اسیں گناہیں بندے اغفر کریں غفارا یا ستارا کریں نصیب لقاء الٰہی رحمت بھی گردانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

یک نقطہ تساں تھیں من کے عاجز ناؤ عبدالحلیم نقطے اندر فرق کو بھابے نقطے رب رحیم
نال نقطے معلوم ہوئے شیطو بھی بدکار رجیم بے نقطے تے بانقطے اندر فرق کیتا یزدانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

دت فصلو فصل نہ ہووے ہرگز جے نقطہ ہک نہ پایئے پا کے نقطہ فصلے اتے فضل بنا ویکھایئے
جے نقطہ ہک فضل دا کریو دوجگ وچ تر جایئے باجھوں نظر تیزی تھیں حضرت میں عاجز نقصانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

یارب بخشیں ماں پیو میرے تیرے عام خزانے فضل تیرے کل عام الٰہی سمجھن عالم ذانے
تو پکڑ کریں نیک بختاں تائیں بخشیں چاہتانے ایہہ الٹ پلٹ سبھ لائق تینوں وس نہیں انسانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

مومن مسلم بخشیں ربا عاجز کرے دعائیں جان سرور عالمؐ پھرے شفاعتاں کرسی رب قضائیں
تاں جنت والا راہ الٰہی کر کے فضل دکھائیں ونجورا ہنا جنت اندرے کے زیور ایمانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

باقی دنیا ہرگز ناہیں حافظ کریں تمیزاں الدنیا جیفہ، آکھ سناؤ عزیزاں
باجھوں ذات مبارک تھیں ہور غرق ہوسن سبھ چیزاں کل من علیھا فان پھر ویکھو آیت فرقانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

جیہڑی غرض دل وچ لبھا ظاہر کرتوں جنیاں جے نکا سو ترکت کرایئے خاصا تانا تنیاں
وجھ سبھے رب حاصل کیتے عجب تماشا بنیاں ہرگز تانی ائیسیں ناہیں جے وچ نہ پایئے کافی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

درد ونڈاندے ایہہ سن قصے فکر دے تے آیم قصہ جوڑ دے دے اندر ظاہر آکھ سنائم

عقل فکر تمیزاں کر کے مسئلے خوب بتائم شروع کیتا میں اس قصہ نوں وچ ماہ شعبانی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

ہکو تکیہ فضلاں والا ہور امید نہ کائی جنت دے وچ جاگاں لین جنھاں نیک کمائی
پکڑیسن سبھ جان ہتھ وچ جے کجھ خلق خدائی وتضع الموازین القسط لیوم القیمہ سمجھ دے وچ جائی
کرو نگاہ کرم دی میں تے عبدالقادر جیلانی

کشف وکرامات☆: ایک مرتبہ دھن کے علاقہ میں سخت قحط سالی پیدا ہوئی جس کے باعث انسان تو انسان حیوانوں کے لئے بھوسے اور چارہ وغیرہ کی بھی قلت محسوس ہونے لگی۔

آپ کے ڈیرے اور خانقاہ میں چونکہ شیر دار جانور ہمہ وقت موجود رہتے تھے، اس لئے صاحبزادگان کو فکر لاحق ہوئی تو آپ کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ حضور قحط سالی کے پیش نظر یا تو جانور فروخت کر دیئے جائیں یا پھر چند مریدوں کے علاقوں سے رابطہ کر کے بھوسہ جمع کر لیا جائے تا کہ مال مویشی تو بھوکے نہ رہیں۔

آپ نے اپنے صاحبزادگان کی دونوں باتوں کو سنی ان سنی کر دیا اور کوئی پروانہ کی۔

آپ کے بڑے سے چھوٹے صاحبزادے قاضی سرور نور جو آپ کی مرضی کے خلاف آپ کو بتائے بغیر موضع چک نورنگ کے ایک زمیندار چوہدری اللہ داد کے پاس بھوسہ لینے چلے گئے۔ مگر وہاں معاملہ یہ ہوا کہ وہ بھوسہ دینے کو تیار تھے، مگر ان کی بوڑھی والدہ نے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ ایک فتنہ کھڑا کر دیا۔ اس واقعہ کا جب آپ کو علم ہوا تو اپنے صاحبزادے قاضی سرور نور سے رنجش اور ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے فی البدیہ درج ذیل اشعار پڑھے

اٹوات ہو یا اے ٹبر ہک نہ بجھے سبی
سرور نور بھویں نوں گیا بھونہہ نہ دتا کبی
اللہ تعالیٰ بارش کرسی جمسن میڑے پھلیاں
بھونہاں والے لازم ہوسن ٹانڈے رل سن گلیاں

ان اشعار کو پڑھنے کے بعد پر جوش انداز میں کھڑے ہو کر اپنی مسجد سے نکل کر پورے گاؤں کی سرحد کے چاروں طرف چکر لگایا اور چاروں کونوں پر پتھر گاڑے جو کہ آج بھی موجود ہیں۔

پتھر گاڑنے کے بعد رب کبریا کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے رب کریم نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور خوب بارش برسی۔ جس کے سبب زمینداروں کی فصل بہت اچھی ہوئی۔ آپ کی یہ کرامت تا حال جاری ہے۔ ڈھاب کلاں کے بڑے بوڑھے بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد دوبارہ کبھی قحط سالی نہیں ہوئی، اور آپ کی دعا کی برکت سے یہ گاؤں آج تک ہر آفت وارضی وسماوی سے محفوظ چلا آ رہا ہے۔ فصل نہ صرف اچھی ہوتی ہے بلکہ جانوروں کا دودھ اور دودھ سے گھی بھی بہت اچھا نکلتا ہے۔

کرامت نمبر۲ ☆: آپ کا ایک مرید وخصوصی خدمت گار چوہدری گل محمد چکرالوی قتل کے کسی مقدمے میں گرفتار ہو گئے، حالانکہ وہ اس قتل میں ملوث نہ تھے۔ چند ایک سازشی افراد کی بنا پر ان کو زبردستی اس قتل میں ملوث کیا گیا۔

ان دنوں آپ پوری پوری رات جاگ کر مصروف عبادت رہتے تھے۔ ایک دن چوہدری گل محمد کی والدہ بغرض دعا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس وقت آپ مسجد کے اندر تلاوت قرآن پاک میں مصروف تھے۔ چوہدری کی والدہ مسجد کے دالان میں بیٹھ کر آپ کے فارغ ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ ادھر آپ نے تلاوت قرآن کریم ختم کر کے رب کبریا کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی کہ اے مالک اپنے اس قرآن کریم اور اس ماہ مقدس رمضان المبارک کی برکت اور نبی کریم ﷺ کے طفیل چوہدری گل محمد چکرالوی کو ناگہانی قید سے آزادی عطا فرما۔ آپ یہ دعا مانگ کر حسب معمول نماز تہجد میں مصروف ہو گئے۔ اس کے بعد نماز فجر ادا کر کے جب آپ نے مسجد کے دالان میں قدم رکھا تو چوہدری گل محمد کی والدہ سامنے آ کر رونے اور گریہ وزاری کر کے کہنے لگیں حضرت میرا بیٹا آپ کے ایک اشارے پر اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے والا شخص ہے۔ اور وہ جیل میں بے گناہ وقت گزار رہا ہے۔ مگر آپ نے اس کے لئے کوئی دعا نہ کی جبکہ کل اس کے مقدمے کے فیصلے کی تاریخ ہے۔

آپ نے فی البدیہہ جواب میں ارشاد فرمایا میں گل محمد کی طرف سے غافل نہیں ہوں اور نہ ہی میں نے اسے اپنے دل سے بھلایا ہے بلکہ میں تو اسے جیل کی قید سے آزاد کروا کر مسجد سے باہر قدم رکھ رہا ہوں۔ انشاءاللہ وہ کل جیل سے بری ہو کر گھر آ جائے گا۔

چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا کہ اگلے روز سیشن کی عدالت سے چوہدری گل محمد باعزت بری ہو گئے۔

کرامت نمبر۳ ☆: کسی دوست کے مقدمے کی گواہی کے سلسلہ میں ایک مرتبہ آپ کو جج کی عدالت میں پیش ہونے کے لئے جہلم جانا پڑا۔

اس زمانے میں ذرائع آمد و رفت کم ہونے کے سبب لوگ ایک روز قبل ہی جہلم پہنچ جایا کرتے تھے۔

آپ بھی مقررہ تاریخ سے ایک روز قبل پہنچ گئے اور رات عدالت کے احاطے میں واقع مسجد میں قیام فرمایا۔

اگلے روز صبح نماز فجر کے بعد آپ حسب معمول اپنے اوراد و وظائف میں مصروف تھے کہ جج نے سب سے پہلے جس مقدمے میں آپ کی گواہی مطلوب تھی اسے سننے کا اعلان کیا۔

چونکہ آپ اپنے وظائف میں مصروف تھے اس لئے وکیل نے جج کو بتایا کہ مقدمہ میں مطلوب گواہ مسجد کے اندر عبادت میں مصروف ہیں۔ جیسے ہی وہ فارغ ہوں گے عدالت میں حاضر ہو جائیں گے۔ یہ بات سن کر جج غصے میں آ کر کہنے لگا یہ عدالت ہے، قاضی صاحب کو بتلائیں کہ عدالت کے وقت کو ملحوظ خاطر رکھیں اور کل صبح بر وقت عدالت میں حاضر ہوں وگرنہ بصورت دیگر توہین عدالت کی سزا بھی دی جائے گی۔ چنانچہ وکیل نے حاضر خدمت ہو کر عدالتی حکم آپ کے گوش گزار کیا تو آپ نے فرمایا اچھا کل ہو گی تو دیکھا جائے گا۔

قدرت خدا کی اسی رات جج مذکورہ کو دل کا دورہ پڑا اور وہ مر گیا۔ ادھر دوسرے روز آپ جب عدالت پہنچے تو خبر ملی کہ جج مذکورہ دل کا دورہ پڑنے سے مر گیا ہے۔ آپ نے وکیل کو مخاطب کر کے فرمایا کل تو وہ بڑی متکبرانہ گفتگو کر رہا تھا۔ موت کے فرشتے نے اسے اتنی بھی

مہلت نہیں دی کہ وہ آج میری گواہی لے لیتا۔

مجذوب فقیر کی آپ کے دربار پر حاضری ☆: محمد طاہر عباسی آف بھکاری کلاں سے روایت ہے کہ ان کے گاؤں کے ایک مجذوب فقیر بنام محمد یوسف اکثر اوقات اپنے گلے میں قرآن کریم لٹکا کر مختلف مزاروں پہ پیدل جاتے تھے۔ اور ان کا تادم حیات یہ معمول رہا کہ اپنے گاؤں سے پیدل چل کر پہلے موضع چاولی (چکوال) میں ایک بزرگ حافظ کلیم اللہ کے مزار پر حاضری دیتے وہاں سے چل کر موضع اوڈہروال کے نزدیک مکھیاں میں ایک بزرگ بنام چن پیر شاہ کے مزار پر حاضر ہوتے ہوئے موضع ڈھاب کلاں میں حضرت قاضی عبدالحلیم کے مزار پر حاضری دیتے۔ کچھ دیر رکنے کے بعد پھر پاپیادہ جلالپور شریف (جہلم) حضرت خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ کے مزار پر حاضری دیتے۔ ان کی زبان پر ہر وقت یہ الفاظ جاری رہتے۔ ''چارے چارے چارا ے۔''

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ایک سو ساٹھ برس کی عمر شریف میں یکم رمضان المبارک ۱۳۰۰ھ بمطابق 1882ء کو بوقت نماز فجر ہوا۔ ڈھاب کلاں کی تاریخ میں اس سے بڑا جنازہ اس سے پہلے نہ ہوا نہ بعد میں ہوگا۔ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر سیلاب کی طرح آپ کے آخری دیدار کے لئے امڈ آیا۔

جب آپ کے صاحبزادگان جنازہ اٹھا کر لے جا رہے تھے کچھ فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ آپ کی چار پائی صاحبزادوں کے کندھوں سے اوپر اٹھ گئی۔ جیسا کہ ہوا میں معلق ہو جاتی ہے اور پھر چند قدم چلنے کے بعد خود بخود کندھوں پر آ گئی۔

یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ آپ کے مدرسے میں انسانوں کے علاوہ جنات بھی انسانی روپ میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ جنازے کے وقت چار پائی کا خود بخود کندھوں سے اٹھ جانا اور واپس آنا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت جنازے میں جنات طلباء جنازہ اٹھائے ہوئے تھے جس کا مشاہدہ جنازے میں شریک تمام افراد نے کیا کہ جنازہ ہوا میں معلق تھا بعد میں خود بخود کندھوں پر آ گیا۔

آپ کی نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے قاضی احمد نور علیہ الرحمۃ نے پڑھائی۔ ہزاروں افراد جنازے میں شریک تھے۔

آپ کے چہلم کے موقع پر آپ کے بڑے صاحبزادے قاضی احمد نور کی دستار بندی حضرت پیر صاحب کھارا شریف جن سے آپ کے دیرینہ اور گہرے مراسم تھے کے ہاتھوں ہوئی۔

آپ کی نماز جنازہ کے بعد آپ کے ایک مرید صادق اور مخلص و جانثار عاشق جناب میاں نواب بخش آف جھالے نے لوگوں سے استدعا کی کہ جانے سے پہلے میری ایک رباعی سن کر جانا۔

انہوں نے باآواز بلند اپنے جذبات کی ترجمانی اور آپ کے دنیا سے ظاہری پردہ کر جانے کے بعد اپنے خیالات کو ایک رباعی میں یوں پیش کیا۔

ش شمع روشن ڈھابے وچ جیہڑی وا موت والی پھوک مار گئی آ
جیہڑی بیڑی سی پارنوں کھڑن والی او لنگھ اُرار توں پارے گئی آ
جیہڑا باغ بہار وچ ڈھاب کھڑیا پئی خزاں تے چمن اجاڑ گئی آ

میاں نواب بخشا قاضی صاحب باجھوں ایہہ دھن ساری مونہہ بھار پئی آ

آپ کے بعد آپ کے پانچوں صاحبزادے اپنی اپنی ہمت اور بساط کے مطابق آپ کے مشن کی تکمیل میں بڑے ہی اخلاص سے مصروف عمل رہے۔ آج کل موجودہ سجادہ نشین آپ کے پڑپوتے حضرت قاضی عبداللطیف صاحب مسند پر جلوہ افروز ہیں اور اپنے اسلاف کی شمع کو بڑے ہی احسن انداز میں روشن کیے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی عمر علم وعمل میں لافانی برکتیں پیدا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سیدالمرسلین ﷺ جبکہ آپ کی جامع مسجد کی امامت وخطابت کے فرائض آپ کے پڑپوتے قاضی محمد انوارالحق صاحب بخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ کے پڑپوتے جناب حاجی قاضی سعیدالظفر صاحب مدظلہ العالی جو کہ آرمی کے اہم عہدوں پر اندرون وبیرون ملک تعینات رہ کر ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے ہیں اور آج کل زمینداری اور گھریلو ذمہ داریوں کے علاوہ آپ کے مشن کی تکمیل اور آپ کی دینی وملی خدمات کو اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

جناب حاجی قاضی سعیدالظفر صاحب نے 262 صفحات پر ایک کتاب بنام "سوانح حیات اعلیٰ حضرت قاضی عبدالحلیم چشتی قادری" تصنیف فرما کر اسے ذاتی خرچ سے شائع کر کے عوام الناس اور اہل علم وقلم تک پہنچایا ہے۔ اس کتاب میں آپ کے آباؤ اجداد اور آپ کی مکمل سوانح حیات، آپ کی شاعری کے کلام اور آپ کے عملیات اور اوراد ووظائف حتیٰ کہ آپ کے نادر ونایاب نسخے بھی درج کیے ہیں۔

فقیر راقم الحروف نے بھی اسی کتاب سے یہ تمام مواد نقل کیا ہے جو کہ حاجی قاضی سعیدالظفر صاحب مدظلہ کا اہم کارنامہ ہے۔

جناب حاجی قاضی سعیدالظفر صاحب اس سلسلے میں بہت سے اہل علم وقلم سے بھی رابطے میں ہیں اور بہت سے حضرات کو آپ کی تعلیمات وسوانح حیات سے روشناس کرا رہے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں فقیر راقم الحروف کے پاس چند ایک مرتبہ چکوال سے راولپنڈی تشریف لائے اور آپ کے بارے میں بہت سی معلومات فراہم کرنے کا نہ صرف ذریعہ بنے بلکہ وہ اب فقیر سے مستقل رابطے میں ہیں جس سے ان کی حضرت قاضی عبدالحلیم قادری چشتی علیہ الرحمۃ سے وابستگی کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔

جناب حاجی قاضی سعیدالظفر صاحب بڑے بلند اخلاق کے مالک، صاحب علم وعمل اور انتہائی اعلیٰ درجے کے کریم النفس اور مخلص ومہربان طبیعت کے مالک ہیں۔

پروردگار عالم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولا کریم حاجی قاضی سعیدالظفر صاحب کو حیات خضر عطا فرمائے اور اُن کے خاندان کے تمام افراد بالخصوص آپ کے صاحبزادوں ہمایوں ظفر وشاہ جہان ظفر صاحب کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اپنے بزرگوں کے مشن پر سختی سے قائم رہنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ بزرگوارِ من جناب حاجی قاضی محمد سعیدالظفر صاحب کے بڑے فرزندِ ارجمند جناب ہمایوں ظفر صاحب حال مقیم یو۔کے، بھی فقیر کے غریب خانے پر تشریف لائے۔ یو۔کے میں رہنے کے باوجود اپنے بزرگوں اور اِنکی تعلیمات سے آشنا ہونا آج کے پرفتن دور میں وہ بھی جوانی کے عالم میں، اِسکو حضرت قاضی عبدالحلیم صاحب کا تصرف اور والدین کی تربیت کا اثر ہی کہا جا سکتا ہے۔

جن کتب سے استفادہ کیا گیا: دھنی ادب وثقافت ص، 173، 291، 293۔ پروفیسر انور بیگ، ☆دھن مسکولی، 245، پروفیسر انور بیگ، ☆تاریخ چکوال، ص 84، 128، 129، ڈاکٹر لیاقت نیازی صاحب۔ ☆پنجابی ادب دی کہانی، ص، 345-344، عبدالغفور قریشی ☆فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص 494 تا 501، حاجی محمد مرید احمد چشتی، ☆تذکرہ علمائے پنجاب، جلد اول، ص۔ 263، اختر راہی صاحب۔

حضرت آغا سید تجمل حسین گیلانی چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فخر السادات، اولاد غوث اعظم، نیرّ افق ولایت، شیخ یگانہ، حضرت آغا سید تجمل حسین گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ دریائے گوہر فضل وکمال ہیں۔

آپ غوث زماں حضرت شاہ محمد غوث گیلانی قادری لاہوری علیہ الرحمتہ کے اولاد سے ایک ولی کامل حضرت سید سکندر شاہ قادری چشتی علیہ الرحمتہ کے گھر 1891ء کو پیدا ہوئے۔

آپ کے والد گرامی حضرت سید سکندر شاہ چشتی قادری علیہ الرحمتہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں شیخ المشائخ سید اکبر شاہ المعروف آغا پیر جان پشاوری کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے اور انہی سے خرقہ وخلافت پا کر صاحب ارشاد ہوئے جبکہ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ سے خلافت واجازت حاصل تھی۔

آپ کے والد گرامی کی خدمت میں حاضری دینے والوں اوران سے فیوض وبرکات حاصل کرنے والوں میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری حضرت مولانا غلام قادر بھیروی اور حضرت مولانا سراج الدین چشتی جیسے نامور بزرگوں کے نام شامل ہیں۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ اپنے وقت کے بہت بڑے فقیہہ اور معقولی عالم تھے۔آپ نے اپنے زمانے کے بڑے بڑے علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے فقہ، منطق اور فلسفہ مولانا محمد احسن المعروف حافظ دراز صاحب سے پڑھی حدیث شریف، شیخ المحد ثین مولانا محمد ایوب اور صوبہ سرحد کے معروف محدث مولانا عبدالقادر سے پڑھ کر سند فضلیت حاصل کی جبکہ قرآن پاک کی تفسیر جامع مسجد اہل حدیث کے خطیب مولوی محمد عثمان سے پڑھی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ میں اپنے عظیم والد گرامی حضرت سید سکندر شاہ قادری چشتی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے اور اپنے برادر بزرگ آغا سعید جان کے وصال کے بعد اپنے والد گرامی کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

سیرت و کردار☆: آپ نہایت درجہ کے متقی وزاہد پارسا اور عبادت وریاضت میں یکتائے روزگار تھے' آپ طریقت میں توحید وجودی کا مسلک رکھتے تھے' طبیعت مبارک' پرسوز وگداز اور عشق الٰہی کا جذبہ غالب رہتا تھا آپ کی زندگی کا اکثر حصہ استغراق اور محویت میں گزرا۔

آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ کی ترویج واشاعت کے لئے پشاور اور لاہور میں مختلف مراکز قائم کئے ہوئے تھے۔آپ کی زندگی بھر یہ خواہش رہی کہ مسلمان اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے میدان میں آگے بڑھیں۔

آپ کے بارے سردار عبدالرب نشتر کے تاثرات☆: سابق گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر نے اپنی آپ بیتی کتاب ''آزادی کی کہانی میری زبانی'' میں آپ کا ذکر بڑی عقیدت ومحبت سے کیا اور آپ کو اپنا عظیم محسن قرار دیا ہے سردار عبدالرب نشتر اپنے ابتدائی حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ 1920ء میں' میں نے ایف اے کا امتحان دیا لیکن امتحان سے چند روز قبل بیمار ہو گیا جب نتیجہ نکلا تو تاریخ کے مضمون میں فیل تھا اس کے بعد میں دوبارہ امتحان دینا چاہتا تھا لیکن والد گرامی خفا ہو گئے اور مجھے مزید پڑھانے سے انکار کر دیا میں کچھ عرصہ یونہی پھرتا رہا میرے والد کی خواہش تھی کہ مجھے سرکاری نوکری مل جائے لیکن میرے دل میں مزید تعلیم کا شوق تھا میرے ایک نہایت شفیق دوست تھے جن کا نام آغا سید تجمل حسین جو گیلانی سید اور سلسلہء عالیہ چشتیہ قادریہ کے بہت بڑے شیخ طریقت تھے،حضرت شاہ محمد غوث صاحب جنکا مزار شریف لاہور میں ہے ان کی اولاد میں تھے میرے مخلص ترین دوست تھے اگرچہ تعلق تو اس خاندان اور ان کے تمام مریدین سے تھا لیکن آغا سید تجمل حسین صاحب اور لالہ عبدالرشید کے ساتھ میرے تعلقات حقیقی بھائیوں کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ تھے سید صاحب نے کہا کہ منشی فاضل کا امتحان دے دو۔

چنانچہ دو تین ماہ میں تیاری کی اور منشی فاضل کا امتحان پاس کر لیا۔پھر میں نے بی اے کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے 1923ء میں پاس کیا اس کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا بعض تذکرہ نگاروں کے قول کے مطابق سردار عبدالرب نشتر آپ کے مرید بھی تھے۔

کشف و کرامات☆: جامع مسجد درگاہ حضرت شاہ محمد غوث لاہوری قادری گیلانی کے امام حافظ محمد سلیم فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سردار عبدالرب نشتر (جس زمانے میں پشاور میں وکالت کرتے تھے) وہ پشاور سے لاہور آپ کو ملنے کیلئے تشریف لائے۔ان دنوں آپ درگاہ حضرت شاہ محمد غوث سے متصل ایک مکان میں مقیم تھے۔

اتفاق سے سردار صاحب جب تشریف لائے تو دوپہر کا وقت تھا آپ اس وقت قیلولہ فرما رہے تھے خادم نے سردار صاحب سے کہا کہ آغا صاحب قیلولہ فرما رہے ہیں یہ سن کر سردار عبدالرب نشتر وہیں ایک چارپائی پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگے تھوڑی دیر کے بعد کسی

دوسرے آدمی نے خادم کو یاد دلایا کہ سردار عبدالرب نشتر صاحب کافی دیر سے انتظار کر رہے ہیں۔ تم جا کر آغا صاحب کو اطلاع کر دو خادم نے اپنی روایتی لاپرواہی سے کہا کہ اگر انتظار کر رہے ہیں تو کیا ہے یہ کوئی گورنر تو نہیں ہیں اسی اثناء میں آپ کی آنکھ کھل گئی اور اتفاق سے خادم کے منہ سے نکلا ہوا جملہ آپ نے سن لیا کہ یہ کوئی گورنر تو نہیں ہیں۔

آپ نے فوراً خادم کو آواز دی عجب خان، سردار عبدالرب نشتر کو فوراً میرے پاس لے آؤ سردار صاحب اندر گئے تو آپ نے اپنے خادم سے فرمایا عجب خان تم نے کیا کہا تھا کہ یہ کوئی گورنر تو نہیں ہیں میری بات یاد رکھنا سردار عبدالرب نشتر مستقبل کے گورنر ہیں۔

چنانچہ جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہو کے رہا، اور سردار صاحب گورنر بن گئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 21 رمضان المبارک 1322ھ بمطابق 18 اگست 1903ء کو ہوا حضرت سید محمد امیر شاہ گیلانی پشاوری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "تذکرہ مشائخ قادریہ حسینیہ" میں رقم طراز ہیں کہ آخری مرتبہ جب آپ پر استغراق کا عالم میں طاری ہوا تو ان دنوں نہ ہی چھ ماہ تک آپ کو کھانے پینے کی خبر رہی نہ ہی بول و براز کیا اس عالم میں آپ تبلیغ کے لئے چونیاں ضلع قصور میں مقیم تھے کہ اسی حالت میں آپکا وصال چونیاں میں ہو گیا وہاں سے آپ کا جسد اطہر لاہور لایا گیا نماز جنازہ کے بعد حضرت شاہ محمد غوث کے مزار کے احاطے میں آپکی تدفین کی گئی وہیں آپکا مزار مرجع خلائق عام ہے سابق گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر نے قطعہ تاریخ لکھی۔

چُوں تَجَمّل حُسّین آقَایَمّ
پِیّگرِ فَقّرُ وُ مَخُزَنِ عِرُفَانْ
جَانِ شِیّرِیُں بَحَقِّ سَپُردّ آں روز
بُودْ شَنَّبہ وَیَست وَیَکّ رَمّضَان
گُفّت تَارِیّخ رِحُلَتَّش نَشّتَرُ
مَشّعَلِ مَعَرّفَتّ دِلْ اِیُمَان

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر عبدالغفور شاہ چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: واقف اسرار شریعت وطریقت' راز دار اسرار معرفت وحقیقت' صاحب جمال وکمال' حضرت پیر عبدالغفور شاہ چشتی قادری رحمتہ علیہ آپ کی ولادت باسعادت 1242ھ بمطابق 1826ء کو قصبہ چوٹی ضلع ڈیرہ غازی خان میں وقت کے صوفی منش بزرگ جناب فضل شاہ کے گھر ہوئی آپ کا شجرہ نسب 26 واسطوں سے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے آپ قریشی النسب اور بنو ہاشم کی اولاد سے ہیں۔

آپ کے والد ماجد حضرت فضل شاہ نیک سیرت باکردار اور یاد خدا میں مست ومستغرق اور صوفی منش بزرگ اور حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے مرید تھے۔ تمام عمر اپنے شیخ کامل حضور پیر پٹھان کے دامن کرم سے وابستہ رہے۔ ایک دن جناب فضل شاہ اپنے مرشد کریم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضور پیر پٹھان خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ نے پوچھا فضل شاہ آپ کے گھر میں حمل ہوا ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جی حضرت ہے تو سہی۔ حضرت پیر پٹھان نے فرمایا کہ تمہیں مبارک ہو۔ اللہ کریم تمہیں دولت فرزندی سے نوازے گا اور پیدا ہونے والا بچہ اپنے وقت کا ولیٔ کامل ہوگا۔

چنانچہ جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کو حضرت پیر پٹھان کی خدمت میں پیش کیا گیا حضرت شاہ محمد سلیمان نے آپ کو گود میں لیکر پیار کیا اور آپ کے حق میں دعا فرمائی اس کے بعد بچپن سے ہی اپنے والد گرامی کے ساتھ حضور پیر پٹھان کی خدمت میں تونسہ مقدسہ حاضری دیتے رہے۔

جس سن شعور کو پہنچے تو تونسہ شریف میں ہی آپ نے علوم دینیہ کی تعلیم مکمل کی اور ظاہری تعلیم سے فراغت کے بعد عبادت و ریاضت اور مجاہدات میں مشغول ہو گئے۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں طالب علمی کے دوران حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے چونکہ آپ مادر زاد ولی تھی اس لئے حضور پیر پٹھان نے بیعت کے کچھ عرصہ کے بعد ہی آپ کو خرقہ خلافت عطا فرما کر صاحب ارشاد ومجاز فرما دیا۔

مرشد کامل کا وصال اور فیض سلسلہ عالیہ قادریہ☆: آپ کی عمر عزیز ابھی 25 برس کی تھی کہ اپنے گھر چوٹی ڈیرہ غازی خان میں تھے کہ آپ کو اطلاع ملی کے مرشد کامل حضرت پیر خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمتہ کا وصال باکمال ہو گیا ہے یہ

سنتے ہی آپ بے قرار ہو گئے اور شدت غم سے آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ آپ روتے روتے نڈھال ہو گئے اور اسی کیفیت میں آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھا کہ حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کا دیدار ہوا اور فرما رہے ہیں عبدالغفور غم نہ کرو میں زندہ ہوں صرف دنیا کی نظر سے اوجھل ہوا ہوں اور میرا حکم ہے کہ تم جنوب کی طرف جاؤ اور سلسلہ عالیہ قادریہ کا فیض حاصل کرو۔

چنانچہ صبح کو بیدار ہوئے رخصت سفر باندھا اور جنوب کی جانب چلتے ہوئے احمد پور شرقیہ پہنچے اس وقت اس علاقے میں حضرت عبداللہ شاہ قادری علیہ الرحمۃ کی ولایت کا شہرہ بلند تھا۔ آپ ان کی خدمت میں پہنچے اور ان کے دست حق پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہو کر کچھ عرصہ ان کی خدمت میں رہ کر فیوضات قادریہ سے مستفیض ہوتے رہے۔

حضرت عبداللہ شاہ صاحب قادری نے سلسلہ عالیہ قادریہ سے آپ کے حصے کا فیض اور خرقہ خلافت عطا فرما کر صاحب ارشاد و مجاز فرما دیا۔

آپ حضرت عبداللہ شاہ قادری علیہ الرحمۃ کے پاس کچھ عرصہ قیام کے بعد سیاحت کے لئے نکلے اور مختلف مزارات پر حاضری دیتے ہوئے گڑھ مہاراجہ تحصیل شورکوٹ میں سلطان العارفین حضرت سلطان محمد باہو قادری علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر پہنچے ابھی آپ مزار پر انوار پر پہنچے ہی تھے کہ کسی شخص نے آپ کو اسلام علیکم کہا آپ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے مڑ کر دیکھا تو سلام کرنے والی شخصیت حضرت عبداللہ شاہ قادری علیہ الرحمۃ کی تھی آپ آگے بڑھ کر ان کے سینے سے لگ گئے لیکن اندر ہی اندر حیران و پریشان تھے کہ آپ یہاں کیسے آ گئے۔

حضرت عبداللہ شاہ علیہ الرحمۃ آپ سے ملنے کے بعد دربار شریف سے باہر چلے گئے تو آپ بھی ان کے پیچھے پیچھے باہر نکلے مگر اب اور زیادہ حیران و پریشان تھے کہ مرشد عبداللہ شاہ کہیں نظر نہیں آ رہے تھے آپ نے دروازے کے قریب بیٹھے ہوئے سجادہ نشین صاحب سے پوچھا ابھی یہاں سے کوئی بزرگ تو باہر کی طرف نہیں نکلے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے کسی کو باہر نکلتے نہیں دیکھا۔ اب آپ اور زیادہ متفکر ہو گئے اور وہاں سے نکلے اور منزل بہ منزل چلتے ہوئے احمد پور شرقیہ مرشد خانے پہنچے جب خانقاہ میں داخل ہو کر مرشد کامل کا پوچھا تو معلوم ہوا کہ آج سے چھ روز قبل یعنی جس روز حضرت سلطان باہو کے دربار پر آپ کی ملاقات ہوئی تھی۔ اس روز حضرت عبداللہ شاہ کا وصال ہو چکا ہے۔

تب آپ کو حقیقت پتہ چلی کے ادھر بوقت وصال احمد پور میں تھے ادھر مجھ سے آخری ملاقات کے لئے شورکوٹ میں حضرت سلطان باہو کے مزار پر تھے۔

آپ چند روز قیام کر کے احمد پور سے واپس شورکوٹ تشریف لے آئے۔

شورکوٹ میں ورود مسعود☆: شورکوٹ کے زمیندار اور خاص و عام آپ کی ذات سے پہلے ہی قدرے مانوس تھے انہوں نے آپ کی آمد کو اپنے لئے باعث رحمت سمجھا اور بہت سے حضرات آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے بیعت ہونے والے ان حضرات میں ٹمڑ رجانہ کا مراد سیال جو کہ بہت بڑا زمیندار تھا وہ بھی شامل تھا چند ماہ شورکوٹ میں قیام کے بعد آپ مراد سیال کی

خواہش اور فرمائش پر ایک رات کے لئے مڈ تشریف لائے جب نماز عشاء کے بعد آپ کوزہ لے کر ایک جگہ سے گزرے تو آپ کے کانوں میں آواز آئی۔ ''تمہارا مدفن یہیں ہوگا۔'' یہ سن کر آپ نے سفر کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور مڈ میں ہی مستقل سکونت اختیار کر لی اور تقریباً 50 برس تک اپنے ارادت مندوں میں سلسلہ درس و تدریس جاری رکھ کر ان کے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کیا اور بہت سے لوگوں کو عرفان و فیضان کی دولت سے مالا مال کیا۔

آپ کے وجودِ مسعود سے بے شمار خرق عادات کرامات کا ظہور عمل میں آیا۔ لاتعداد مریضوں کو شفا ملی اپنے خانقاہ معلیٰ میں ایک حجرہ الگ بنوایا ہوا تھا جہاں علمائے کرام آ کر علمی تذکرے اور مباحثے کرتے تھے جہاں آپ نے حجرہ بنوایا ہوا تھا اس کے جنوبی کونے میں آپ کسی کو بیٹھنے نہیں دیتے تھے کسی کے استفسار پر آپ نے بتایا کہ میں اس کونے میں حضرت غوث الثقلین پیران پیر محبوب سبحانی اور حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی اور حضرت پیر عبداللہ شاہ علیہم الرحمتہ کو دیکھتا ہوں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۲۸ھ بمطابق 1910ء دس صفر المظفر بروز پیر کو ہوا آپ کو آپ کے حجرہ کے اسی جنوبی کونے میں دفن کیا گیا۔

مزار پر انوار قصبہ مڈ رجانہ تحصیل شورکورٹ ضلع جھنگ میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کے پہلے سجادہ نشین حضرت عبدالرزاق شاہ ہوئے ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے سالانہ عرس بڑی عقیدت و محبت اور دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

آپ کا سن وصال اس مصرعہ سے نکلتا ہے۔

''سال ہجری گشت غرق وتوحید''

1328ھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شاہ محمد نبی رضا خان چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شمس العارفین، سراج السالکین، دلیل الکاملین، برھان الواصلین، قطب یگانہ، مرشد زمانہ، اسد جہانگیری حضرت شاہ محمد نبی رضا خان چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ آفتاب و ماہتاب ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 25 ربیع الاول شریف 1282ء ہجری بمطابق 1865ء بروز دوشنبہ قصبہ بھینسوڑی ریاست رام پور انڈیا میں ہوئی۔

آپ کی عمر عزیز جب چار برس چار ماہ چار دن کی ہوئی تو والدین نے ابتدائی تعلیم کے لیے رسم بسم اللہ شریف ادا کروا کر ایک قابل ترین استاد کے مدرسے میں بٹھا دیا۔ آپ نے اپنی قابلیت اور ذہانت کی بنا پر چھ برس کی عمر شریف میں قرآن کریم مع تجوید و قرأت کے مکمل کر لیا تھا۔

اس کے بعد درس نظامی عربی و فارسی، ریاضی اور تاریخ پر عبور حاصل کر کے ظاہری تعلیم سے فراغت حاصل کی۔

ظاہری تعلیم کی تکمیل کے بعد عین عالم شباب میں آپ کو فن سپاہ گری اور پہلوانی سے دلچسپی پیدا ہوئی اور اس کی باقاعدہ مشق کرنے لگے۔

اسی دوران آپ نے فوج میں ملازمت اختیار کر لی اور دوران ملازمت بلند مقام حاصل کیا۔ فوج کی ملازمت کے دوران طلب حق کی جستجو ہوئی تو راہبری کے لیے مرشد کامل کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے تلاش مرشد کی جستجو میں سرگرداں رہنے لگے۔ بالآخر مقدر کا ستارہ بام عروج پر پہنچا کہ اس دوران آپ شیخ العارفین حضرت شاہ محمد عبدالحئ کی خدمت میں پہنچے تو ان کا جمال جہاں آراء دیکھتے ہی دل و جان سے فدا ہو گئے اور قدموں میں سر رکھ کر غلام بے دام ہو کے رہ گئے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ میں حضرت فخر العارفین شاہ محمد عبدالحئ چشتی قادری جہانگیری ابوالعلائی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور بعد از تکمیل مجاہدات و ریاضات و منازل سلوک کے 15 جمادی الثانی کو حضرت قطب الاقطاب شیخ احمد عبدالحق ردولوی چشتی صابری علیہ الرحمتہ کے عرس مبارک کے موقع پر ردولی شریف ضلع انبالہ میں حضرت فخر العارفین شاہ محمد عبدالحئ چشتی قادری علیہ الرحمتہ کے دست مبارک سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

وطن واپسی اور فیضان مرشد☆: خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد چند دن مرشد کامل کی خدمت میں رہنے کے بعد آپ فوج کی ملازمت سے استعفیٰ دے کر وطن مالوف ریاست رام پور تشریف لائے تو آپ کے چہرہ انور پر ولایت کے آثار دیکھتے ہی اہل علاقہ گرویدہ ہو کے رہ گئے۔ بہت سے خوش نصیب حضرات نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت توبہ کی اور یاد خدا میں مست و مستغرق ہو گئے۔

آپ کے خاندان کے ایک بزرگ نے جب آپ کے چہرہ انور پر جلال و جمال دیکھا تو کہنے لگے آپ بہت دور جا کر مرید ہوئے۔ اگر کہیں نزدیک کسی مرشد کے دامن سے وابستہ ہوتے تو مرشد کی زیارت سے جلدی جلدی مالا مال ہوتے۔ اور ان کی دعاؤں سے مستفید ہونے کے علاوہ مراد برآری کی معروضات میں سہولت میسر ہوتی۔

ان بزرگ کی یہ بات سن کر آپ خاموش تو ہو گئے مگر اس عقدے کے حل کے لیے عہد کر لیا کہ جب تک یہ عقدہ حل نہ ہوگا اس وقت تک عام لوگوں سے کنارہ کشی کر کے الگ کمرے میں بند ہو کر تصور شیخ کر کے مشغول بحق ہو گئے اور دل میں خیال کیا کہ عقدے کے حل تک کمرے سے باہر نہ جاؤں گا۔

آپ تصور شیخ کر کے مشغول بحق ہو کر ابھی بیٹھے ہی تھے کہ تھوڑی دیر کے بعد کمرے میں ایک گولہ پھٹنے کی آواز آئی اور اس کے بعد پورا کمرہ منور ہو گیا۔ جب چہرہ انور اٹھا کر دیکھا تو سامنے مرشد کامل فخر العارفین شاہ محمد عبدالحئی چشتی قادری علیہ الرحمتہ کا جمال جہاں آرا یہ کہتے ہوئے نظر آیا کہ محمد نبی رضا خان صاحب قرب و بعید دیکھ لیا۔ اس کے بعد فرمایا۔ خان صاحب اللہ کا ولی ہر جگہ دیکھ لیتا ہے، سن لیتا ہے، پہنچ جاتا ہے، یہ بات پریشان ہونے والی نہیں ہے۔

آپ اپنے حجرے سے باہر نکلیں اور مخلوق خدا کی راہنمائی اور دادرسی فرمائیں۔ اور صراط مستقیم رکھائیں۔

آپ کا مجاہدہ اور مرشد کامل کی نظر التفات☆: ایک طرف آپ سلسلہ رشد و ہدایت میں مصروف تھے دوسری طرف آپ نے سخت مجاہدات شروع کر دیئے۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے ایک وضو سے چالیس یوم تک اعتکاف کیا۔ اس دوران نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ اپنے پاس ایک ڈلی کوزہ مصری کی رکھ لی اور بوقت سحر و افطار اس کو چکھ لیتے تھے۔ پندرہ بیس روز تک بھوکا پیاسا رہنا آپ کے لیے معمولی بات بن گئی تھی۔

سلسلہ عالیہ قادریہ میں چہل کاف کا وظیفہ چالیس دن میں مکمل کرنا اکثر بزرگوں کا معمول رہا ہے۔ مگر آپ نے صرف ۹ دن میں چہل کاف کا وظیفہ سوا لاکھ مرتبہ پڑھ کر مکمل کر لیا۔ دوران مجاہدہ آپ کے جسم کا لباس ایک کمبل ہوتا تھا جو کہ آپ نے کفنی کی شکل میں جسم سے لپیٹا ہوا تھا۔

عرصہ تین برس کے بعد آپ جب اپنے مرشد کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ خان صاحب ہم نے سنا ہے کہ آپ پندرہ بیس روز تک کچھ نہیں کھاتے پیتے ہیں۔

انہوں نے فرمایا میاں نفس کا آپ پر حق ہے۔ جو کچھ آپ کر رہے ہیں اگر ہم کرتے تو گنہگار ہو جاتے۔ ہمارے مریدوں کو ہمارا

طریقہ اور روش اختیار کرنی چاہیئے۔ جو ہم کرتے ہیں اگر وہ کرو گے تو فقیری ملے گی ورنہ کچھ نہ ملے گا۔ ایسے ہی زمین و آسمان میں سر پٹکتے بھی رہو کچھ نہ ملے گا۔ اگر فاقے کرنے سے فقیری ملتی تو سب غریب جنہیں دو وقت کا کھانا میسر نہیں ہوتا وہ فقیر ہوتے۔ اگر ننگے رہنے سے فقیری ملتی تو سب ننگے لوگ فقیر ہوتے۔ اگر جاگنے سے فقیری ملتی تو سب پہرے دار فقیر ہوتے۔ نبی رضا خان صاحب تم میری طرف دیکھو میں تم کو بتادوں فقیری کس طرح ملے گی۔ جو ہم کرتے ہیں وہ ہی کرو گے تو فقیری ملے گی۔ میاں اتباع شیخ سے فقیری ملتی ہے۔

ان نصائح کے بعد مرشد کامل حضرت شاہ محمد عبدالحیٔ نے اپنے خادم حافظ مقبول علی سے فرمایا ایک جوڑا لاؤ۔ اسی وقت تعمیل ارشاد ہوئی جوڑا پیش کیا گیا۔

آپ نے اپنے مرشد گرامی سے جوڑا وصول کر کے آنکھوں سے لگا کر بوسہ دیا اور اپنے پیر و مرشد کے سامنے اسے زیب تن فرمایا۔ اس کے بعد سے باقاعدگی کے ساتھ کھانا کھانا شروع کر دیا اور سادہ لباس زیب تن فرماتے رہے۔

آپ کا لقب (اسد جہانگیری) ☆: آپ کے ایک پیر بھائی حافظ مقبول احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ ایک مرتبہ ردولی شریف میں بموقع عرس حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی علیہ الرحمۃ تشریف لے گئے اس موقع پر میں بھی ہمراہ تھا۔ اتفاقاً میں کمرے سے باہر گیا ہوا تھا۔ جب واپس آیا تو مجھے کمرے میں ببر شیر نظر آیا۔

میں خوفزدہ ہو کر کمرے سے واپس بھاگ کر باہر آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے کمرے سے آواز آئی حافظ صاحب اندر آ جاؤ۔ جب میں واپس کمرے میں گیا تو کیا دیکھا کہ کمرے میں آپ کے سوا وہاں کچھ بھی موجود نہ تھا۔ اس دن سے آپ کا لقب اسد جہانگیری مشہور ہوا۔

کیفیت وجد و حال ☆: آپ پر ایک مرتبہ محفل سماع میں وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس دوران آپ کے جبہ مبارک کا دامن ایک شخص کے سر پر گرا۔ جوں ہی آپ کا دامن اس کے سر سے مس ہوا اس شخص کو بھی وجد ہو گیا۔

آپ کے خلفائے نامدار ☆: یوں تو آپ کے بہت سے خلفاء ہوئے۔ جن میں سے چند کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں حضرت خواجہ مولانا محمد احمد شاہ انڈیا، حضرت خواجہ مولانا سید احمد علی شاہ انڈیا، حضرت مولانا سخاوت حسین ریاست رام پور انڈیا، حضرت میر حافظ محمد اسماعیل بریلی شریف انڈیا، حضرت مولانا سید الشاہ محمد عبدالشکور، بستی جیون ہانہ گارڈن ٹاؤن لاہور، حضرت مولانا شاہ عنایت حسین خان سجادہ نشین اول شاہ محمد نبی رضا خان، علیھم الرحمۃ والغفران۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 24 ربیع الاول شریف ۱۳۲۹ ہجری بمطابق 1911ء بروز جمعۃ المبارک کو 42 برس کی عمر شریف میں ہوا۔

مزار پر انوار قبرستان صدر بازار لکھنؤ میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت آغا سید سکندر شاہ قادری چشتی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: شہنشاہ بغداد کے گلشن کی کلی، ولی ابن ولی، عارف ابن عارف، پروردۂ آغوش ولایت، محرم رازِ حقیقت و معرفت حضرت آغا سید سکندر شاہ گیلانی قادری چشتی رحمتہ اللہ علیہ دلیل الکاملین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۸۴۹ء کو ولی العصر قطب الاقطاب حضرت سید میر محی الدین المعروف سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ کے گھر علم وفضل اور روحانیت کے مرکز یکہ توت بازار کلاں پشاور صوبہ سرحد میں ہوئی۔

آپ حضرت قطب دائرہ کائنات ابوالبرکات حضرت سید حسن شاہ گیلانی بن حضرت سید عبداللہ صحابی ثمہ ٹھٹھوی علیہم الرحمۃ کے فرزندار جمند محدث اعظم، مرشدنا ومولانا سید شاہ محمد غوث لاہوری قادری علیہ الرحمۃ کی اولاد سے ہیں۔

پشاور میں آپ کے والد کے چچا حضرت سید میر عیسیٰ شاہ علیہ الرحمۃ ۱۳۱۸ھ میں تشریف لا چکے تھے، آپ کے والدِ گرامی اور آپ کے چچا حضرت میر رسول شاہ کو حضرت سید میر عیسیٰ شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم نے کشمیر سے بلوا کر اپنی دو صاحبزادیاں ان ہر دو حضرات یعنی آپ کے والد میر سید محی الدین شاہ اور حضرت میر سید رسول شاہ کے عقد میں دے دیں۔

حضرت میر سید رسول شاہ صاحب کی اولاد بچپن ہی میں فوت ہوگئی اور جناب حضرت میر محی الدین شاہ رحمتہ اللہ علیہم کو خدا نے دو فرزند عطا فرمائے، جن کے نام حضرت آغا سید سکندر شاہ اور دوسرے حضرت سید میر اسحاق شاہ صاحب رکھے گئے۔

آپ حضرت آغا سید سکندر شاہ صاحب نے علوم دینیہ کی تعلیم کے حصول کے بڑی محنت وجدوجہد فرمائی اس کے لئے آپ نے پشاور سے لے کر کشمیر تک کے کٹھن راستوں کا سفر اختیار کیا اور علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد وطن مالوف تشریف لا کر درس وتدریس میں مصروف ہوگئے۔

بیعت وخلافت☆: آپ نے دو سلاسل میں بیعت اختیار کی، اول بیعت اپنے ماموں جان حضرت پیر سید اکبر شاہ المعروف آغا پیر جان قادری گیلانی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں اختیار کی۔

جبکہ بیعت ثانی سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر فرمائی، اور انہی سے خرقہ خلافت بھی حاصل کر کے سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے۔

اس کے علاوہ بہت سے بزرگوں کی صحبت بھی اختیار فرمائی، سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت، پھر بیعت ثانیہ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اختیار کرنے کے بعد آپ کو دو سلاسل کا فیض حاصل ہوا۔ اسی لیے آپ ہر طالب کو سلسلہ علایہ قادریہ چشتیہ میں بیعت فرماتے تھے۔

سیرت و کردار☆: آپ انتہا درجہ کے متقی و پرہیزگار، عابد و زاہد، عالم و فاضل اور عارفین و کاملین میں سے تھے، اگرچہ تنہائی پسند اور شہرت سے سخت نفرت فرماتے تھے، مگر آفتاب کسی کے چھپائے سے نہیں چھپ سکتا۔ آفتابِ ولایت کی شعائیں خود ہی اپنا پتا بتا دیتی ہیں کہ آفتاب چمک رہا ہے۔

آپ کی مجلس میں فقراء، علماء، مشائخ و صوفیاء اور اُمراء کا ہر وقت جم غفیر رہتا تھا۔ اور ہمہ وقت آپ کی خانقاہ میں کسی نہ کسی دینی مسئلہ پر گفتگو رہتی تھی۔ آپ کی ذات والا صفات ایک واحد ذات و شخصیت تھی کہ جن کے دم قدم سے پشاور میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کی شمع روشن ہوئی، اور پشاور سے یہ روشنی پورے صوبہ سرحد میں پھیل گئی، اور اس دور میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کو کافی رونق و دوام نصیب ہوا۔

آپ کے زمانے میں اس علاقہ میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کا کوئی درویش یا شیخ کامل موجود نہ تھا، جو طریقتِ چشتیہ کی ترویج و اشاعت کرتا، اور اس علاقہ میں اُس وقت سلسلہ عالیہ چشتیہ کی اشاعت کا کام بہت مشکل تھا۔ اس لئے کہ اس علاقہ میں اخوند صاحب سوات شریف سلسلہ عالیہ قادریہ کی ترویج و اشاعت اور لاتعداد نقشبندی بزرگ نقشبندی طریقت کو فروغ دینے میں مصروف عمل تھے، ان دونوں سلاسل کے بزرگوں کے نزدیک محفل سماع کا سننا انتہائی درجہ کی گمراہی اور بے دینی سمجھا جاتا تھا۔

آپ نے اس پُرسکوت ماحول کے جمود کو توڑا، اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کو فروغ دینے میں کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھی، ایک طرف آپ سلسلہ کی اشاعت میں مصروف دوسری طرف متذکرہ سلاسل کے بزرگوں سے سماع پر بحث و مباحثہ بسا اوقات مناظروں تک نوبت آئی۔

ایسے ماحول میں جہاں بزرگان دین کے مخالف ٹولے سے تو کبھی کی مخالفت و مخاصمت رہی، آپ کو اپنوں کی مخالفت نے بہت مجبور کیا، مگر آپ نے ہمت نہ ہاری بلکہ انتہائی جرأت و استقلال اور اخلاق حمیدہ کے ساتھ سلسلہ عالیہ کو گھر گھر پہنچایا اور سماع کی محافل قائم کر کے وجد و حال کی مجالس کو قائم رکھا۔

آپ نے پورے سرحد بالخصوص پشاور میں مضبوط حلقۂ ارادت قائم کیا۔ تمام بزرگان دین کے عرس نہایت ادب و احترام کے ساتھ منعقد کرائے، بالخصوص ماہ ربیع الثانی کی گیارہ تاریخ کو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی گیارہویں کا عرس بہت ہی شان و شوکت و عظمت سے کراتے، تمام دن لنگر تقسیم ہوتا، تمام رات محفل سماع اور حلقہ ذکر و فکر کا اہتمام ہوتا تھا۔

آپ توجہ باطنی کے مالک تھے، دوران محفل جب مریدین پر توجہ فرماتے تو وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگ جاتے تھے۔ آپ کے مریدین پر حال اور جذبہ بہت غالب تھا۔

آپ کی توجہ باطنی میں کچھ ایسی کشش و تاثیر تھی کہ کیسا ہی منکر کیوں نہ ہو، ایک ہی توجہ میں اپنی طرف کھینچ لیتے اور اسے اپنے فیوض باطنی سے مالا مال فرما دیتے تھے، اور لاتعداد لوگ آپ کی توجہ باطنی اور کشش دلی و جذبۂ باطنی سے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر صاحب سیر سلوک ہو گئے۔

آپ کے اپنے ہمعصر بزرگوں سے رابطہ و تعلق☆: حضرت شیخ المشائخ میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی آپ سے ملاقات کے لئے پشاور تشریف لائے، اور روانگی کے وقت آپ کو شرقپور شریف کی دعوت بھی دے کر گئے، آپ ان کی دعوت پر

شرقپور شریف بھی تشریف لے گئے تھے۔

حضرت پیر سید غلام حیدر علی شاہ جلالپوری آپ کے پیر بھائی تھے، ان سے آپ کا گہرا دلی تعلق تھا، قبلہ عالم غوثِ زماں حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی سے بھی آپ کی اکثر ملاقات رہی یہ بھی آپ کے پیر بھائی تھے۔

ان کے علاوہ غوث زماں حضرت خواجہ محمد قاسم صادق موہڑہ شریف، حضرت مولانا سراج الدین چشتی لاہور، حضرت مولانا غلام قادر بھیروی خطیب بیگم شاہی مسجد لاہور کے علاوہ لاتعداد بزرگوں سے ملاقاتیں اور بہت سے اولیائے کاملین کے مزارات پر حاضری آپ کا معمول رہا ہے۔

کشف وکرامات ☆: پشاور کے سادات میں یہ طریقہ زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے کہ جب ان کے خاندان میں میت ہو جائے تو جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر کیا جاتا ہے۔

چنانچہ آپ کے خاندان میں ایک میت ہوگئی، جنازہ کے ساتھ ذکر کا حلقہ جاری تھا، آپ حلقہ کے وسط میں تھے، جبکہ چیف جسٹس جناب شیخ عبدالحمید کے والد شیخ غلام رسول مرحوم وجدوحال میں مصروف تھے۔

تحصیل کے دروازہ پر ایک پولیس کا سپاہی ڈیوٹی پر مامور تھا، وہ جناب شیخ غلام رسول صاحب کے وجدورقص پر مذاق اور ہنسی کر رہا تھا، آپ نے مراقبہ سے سر اُٹھا کر اس سپاہی کی طرف دیکھا اور توجہ فرمائی، تو اس کے ساتھ ہی وہ سپاہی بمعہ بندوق وردی کے حلقہ ذکر میں وجدوحال میں مصروف ہوگیا۔ اور روتا پیٹتا رہا۔ آپ نے اس کو حلقہ سے باہر نکلوا دیا، سپاہی کے حواس بیگانے ہوگئے، اس کے ساتھی اسے تھانے میں لے گئے، وہ وہاں بھی بدستور روتا پیٹتا رہا۔ آخر پولیس افسران اس کو لے کر دوبارہ حلقۂ ذکر میں لائے۔

اس وقت جنازہ چوک قصاباں کے قریب پہنچ چکا تھا، آپ نے اُس کی طرف نظر کرم سے دیکھا تو اس شخص کو ہوش آ گیا، اور اُس سے وہ کیفیت جاتی رہی، آپ نے اسے نصیحت فرمائی کہ اللہ والی مخلوق پر مت ہنسا کرو۔ اور پھر یہ شعر ارشاد فرمایا

خاکساران جہاں رابحقارت منگر　　توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اولا دو امجاد ☆: خداوندِ عالم نے آپ کو دو صاحبزادے حضرت آغا سید محمد سعید جان المعروف آغا جان اور حضرت آغا سید تجمل حسین المعروف آغا گل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم عطا فرمائے۔ ہر دو حضرات کا وصال باکمال ایک کا ۱۹۳۵ء جبکہ آغا سید تجمل حسین صاحب کا ۱۹۴۷ء میں وصال ہوا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال چودہ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ بمطابق 1912ء بروز پیر کو ہوا۔ وصال کی خبر سنتے ہی پشاور کے تمام بازار بند ہوگئے، ہر آنکھ اشک بار تھی، اس قدر مخلوق جنازہ میں شامل تھی کہ بمشکل کندھا دینے کا موقع ملتا تھا۔

آپ کا مزار پُر انوار سلطانپورہ پشاور صوبہ سرحد میں جدِّ امجد حضرت سخی حسن شاہ ابوالبرکات علیہ الرحمۃ کے قبرستان میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شاہ آغا محمد چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: صدر نشین محفل مشاہدات غیبی، بہ ہستی ذات مطلق موجود، آئینہ جلال و جمال حقانی، مظہر تامہ کمال انسانی، برہان الاتقیاء، سلطان الاصفیاء، واقف اسرار رموز علوم لدنیہ حضرت شاہ آغا محمد چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ آفتاب نور توحید وتفرید ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت تقریباً 1248 ہجری بمطابق 1832ء کو محلہ مشک گنج لکھنو انڈیا میں حضرت محمد مرزا صاحب کے گھر میں ہوئی۔

آپ کے آباؤ اجداد تہرانی النسل تھے۔ آپ کے والد گرامی کے پردادا میرزا محمد قاسم ولایتی تہرانی علیہ الرحمتہ سلطنت اودھ کے عہد میں تہران سے لکھنو تشریف لائے تھے۔

بادشاہ وقت کی جوہر شناس نظروں نے انہیں فوراً محکمہ دارلضرب میں بہ عہدہ داروغہ نقرہ خانہ مامور فرمایا۔ اس تقرر اور شاہ اودھ کی قدر شناسی نے انہیں ہمیشہ کے لیے لکھنو ہی کا کر دیا۔

ان کے بعد ان کی اولاد بھی نسل در نسل لکھنو میں ہی متمکن رہی اور شاہی دربار میں معزز عہدوں پر فائز رہے۔ دولت وثروت کے علاوہ علم وفضل میں بھی یہ خاندان ہمیشہ سرفراز وممتاز رہا۔

آپ کے والد گرامی حضرت محمد مرزا علیہ الرحمتہ شاہ بہادر کے عہد میں داروغہ تعمیرات تھے۔ سلطنت لکھنو کے زوال کے بعد ریاست محمود آباد ضلع استاپور میں داروغہ درگاہ مقرر ہوئے اور وہیں ان کا وصال ہوا۔ آپ کے والدِ گرامی کی سخاوت وایثار اور نیک نیتی کی داستانیں زبانِ زد خاص وعام تھیں جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ محمود آباد میں بدن کے کپڑے میلے ہوگئے تو ان کے پوتے نے عرض کی دادا جان کپڑے تبدیل کرلیں۔ جواب میں فرمایا کہ دھوبی کپڑے لے کر نہیں آیا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ نے فرمایا کہ کپڑے ہوں گے ہی نہیں کسی سائل کو دے آئے ہوں گے۔ آپ کے صاحبزادے مرزا مقصود الحسن صاحب دھوبی کے پاس گئے کپڑوں کا پوچھا تو دھوبی نے بتایا کہ حضرت مرزا صاحب لے گئے ہیں۔ تحقیق کرنے پر علم ہوا کہ کپڑے دھوبی سے لاکر کسی مستحق کو دے دیئے تھے۔

اسی طرح آپ کے دادا پڑدادا والد چچا دادی اور خاندان کے دیگر حضرات صاحب ثروت اور ذی اقتدار اور جاہ وحشمت والے اور نیک سیرت وباکردار تھے۔

آپ کا بچپن عام بچوں سے مختلف تھا والدہ محترمہ محب اہل بیت تھیں تمام عمر آٹھ محرم سے کھانا پینا چھوڑ دیتیں۔ اسی وجہ سے جب

اہل بیت اطہار آپ کو والدہ محترمہ سے ورثے میں ملی تھی۔ ایام عشرہ محرم میں مجلسوں اور زیارتوں میں شریک ہوتے۔ بچپن ہی سے آپ کو کھیل کود سے نفرت رہی۔ نہ ہی کبھی کوئی کھیل کھیلا نہ ہی سمجھا۔ فطرتاً بہت نازک مزاج تھے۔ اپنے ایک چچازاد بھائی میرزا آغا محمد حسین سے فن سپہ گری، بانک، بنوٹ اور فن پیرا کی میں مہارت حاصل کی۔

ابتدائی تعلیم ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر کے قریب ہی مکتب میں حاصل کی۔ جس میں قرآن کریم، مسائل نماز، روزہ اس کے علاوہ فارسی کی کتاب گلستان، بوستان، میزان الصرف، گھر ہی کے مکتب میں پڑھی۔

طلب حق کی جستجو ☆: آپ تیرہ بہن بھائی تھے۔ جن میں سے گیارہ کا وصال ہو گیا تھا۔ اور صرف ایک آپ اور ایک چھوٹے بھائی بقید حیات تھے۔ آپ کی والدہ گیارہ اولادوں کے صدمے سے نڈھال ان کے صرف دو ہی کام تھے یا سینہ پرونا، یا خدا کی یاد میں مگن رہنا۔ یا کبھی اولاد کے غم میں روتے رہنا۔ آپ والدہ ماجدہ کو پریشان دیکھتے اور قریب ہو کر کبھی کبھی ان سے پوچھتے "اماں خدا کیسے ملے گا"۔ والدہ ماجدہ سوال سن کر خاموش ہو جاتیں۔

اس دوران آپ کو فقراء کی خدمت وصحبت کا شوق دامن گیر ہوا تو جہاں کسی فقیر کا علم ہوتا چلے جاتے اور حتی المقدور خدمت بجالاتے۔

ایک دن ایک خدارسیدہ شاہ صاحب کا پتہ چلا تو ان سے ملنے کے لیے گئے۔ ملاقات کے بعد واپس آ گئے۔ جب دوسری مرتبہ گئے تو شاہ صاحب کی جھونپڑی کا دروازہ بند تھا۔ آپ سکوت کی حالت میں افسوس سے کھڑے تھے کہ آیا بھی، مگر شاہ صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی۔ اتنے میں جھونپڑی کے اندر سے شاہ صاحب کی اہلیہ کی آواز سنی جو شاہ صاحب سے کہہ رہی تھی کہ گھر میں تین روز کا فاقہ ہے۔ بچے بلک بلک کر غم سے نڈھال ہو کر سوئے ہیں۔ جاگیں گے تو مجھ سے ان کا رونا، بھوک سے تڑپنا دیکھا نہ جائے گا۔ خدا کے لیے ان معصوم بچوں پر ترس کھایئے۔

آپ سن کر برداشت نہ کر سکے فوراً گھر پہنچے جو بن پایا وہ لے کر فوراً دوبارہ شاہ صاحب کے پاس پہنچے۔ جھونپڑی کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب دروازہ کھلا تو جو کچھ تھا ان کو پیش کر دیا۔ شاہ صاحب نے بیوی سے کہا لو بھئی اللہ نے تمہارے بچوں کے کھانے کا انتظام کر دیا ہے۔ لہٰذا ان کو جگا کر کھانا کھلا دو۔ بی بی صاحبہ نے بچوں کو جگایا اور ان کا ہاتھ منہ دھلانے میں مصروف ہو گئیں۔ شاہ صاحب نے مٹی کا لوٹا اٹھایا اور پانی کے لیے باغ میں گئے۔ جب پانی لے کر واپس آئے تو کیا دیکھا کہ شاہ صاحب کا کتا وہ کھانا کھا رہا تھا۔ شاہ صاحب نے شکر ادا کیا اور جھونپڑی میں ایک طرف ہو کے بیٹھ گئے۔

بی بی صاحبہ جب بچوں کا منہ دھلا کر فارغ ہوئیں اور کتے کو کھانا کھاتے اور شاہ صاحب کو ایک طرف خاموش بیٹھے دیکھا تو رنجیدہ ہو کر شاہ صاحب سے کہنے لگیں کہ افسوس کتا تو اس طرح رزق کھائے اور انسان کے معصوم بچے بھوک سے بلبلائیں۔ کیا آپ کو ان بچوں پر ترس نہیں آتا۔ اب ان بچوں کو کس طرح بھوکا سلاؤں۔ یہ سن کر شاہ صاحب بہت متاثر ہوئے اور کتے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا تو "مر نہیں جاتا۔" کتے نے فوراً انگڑائی لی اور ڈھیر ہو گیا۔

یہ سب واقعات دیکھ کر آپ کے قلب پر گہرا اثر ہوا۔ اور رقت طاری ہو گئی۔ مگر چونکہ رات زیادہ ہو گئی تھی۔ دوکانیں بند اور گھر میں

بھی کوئی چیز تیار نہ تھی اور دوبارہ گھر سے آنا بھی مشکل نظر آتا تھا۔ اسی طرح کے معاملات نے آپ کو پریشان کر دیا اور طبیعت پر سخت ندامت چھائی ہوئی تھی کہ شاہ صاحب آپ کے قریب آئے اور کہنے لگے۔ صاحبزادے غمگین مت ہو۔ مشیت خداوندی یونہی تھی۔ تم نے حق خدمت ادا کر دیا۔ اللہ آپ کو جزا دے گا۔ یہ الفاظ سن کر آپ کا دل بھر آیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ شاہ صاحب نے آپ کو گلے سے لگایا اور فرمایا۔ ''میاں صاحبزادے اس کو یاد رکھنا آج میں نے تمہیں گلے لگایا ہے۔ کل نہ جانے کون تم کو گلے لگائے گا''

اس کے بعد آپ گھر واپس آ گئے مگر تمام راستے حتیٰ کہ گھر پہنچ کر تمام رات نیند کی بجائے وہی معاملہ ذہن وخیال میں رہا جس کا قلب پر گہرا اثر پڑ چکا تھا۔ بمشکل رات کٹی، صبح ہوئی تو والدہ ماجدہ کو تمام حال عرض گذار کیا تو وہ تڑپ گئیں اسی وقت لونڈی کی امداد سے جو تیار ہو سکا، آپ کو دیا۔ آپ لے کر جلدی جلدی شاہ صاحب کے گھر پہنچے تو وہاں نقشہ ہی بدل چکا تھا وہاں جھونپڑی خالی پڑی تھی۔ نہ شاہ صاحب، نہ ہی ان کے بچے، نہ ہی بیوی، نہ جانے ان کو کونسی ہوا کب اور کہاں اُڑا کر لے گئی۔ اس واقعہ سے تو آپ کو بہت ہی صدمہ پہنچا اور اس کے بعد سے اداس اداس سے نظر آنے لگے۔ طبیعت میں عجیب سی الجھن پیدا ہو گئی اور ہر ملنے والے سے پوچھتے کہ ''خدا کہاں ملے گا۔''

ایک دن مسجد میں نماز کو گئے تو امام مسجد جو عارف کامل تھے۔ ان سے نماز کے بعد پوچھا۔ حضرت ''خدا کیسے ملے گا'' غرض جس سے پوچھتے وہ حسب استطاعت ورد وظیفہ بتا دیتا کہ اسے پڑھو خدا مل جائے گا۔

آخر عشق نے کام دکھایا کہ ایک صاحب ملے اور کہنے لگے افسوس کہ حضور فخر عالم کا وصال ہو چکا ہے۔ وہ آپ کو فوراً خدا سے ملا دیتے۔ مگر اب آپ کے سوال کا جواب باندہ جبل پور کے قریب ہے وہاں حضرت شاہ مخصوص عالم کے پاس ملے گا۔ لہٰذا آپ ان کی خدمت میں چلے جائیں۔

تلاش مرشد میں گھر سے روانگی ☆: آپ تلاش مرشد میں گھر سے نکلے اور پا پیادہ 13 برس کی عمر میں لکھنو سے باندہ کی جانب چلے اور چلتے چلتے کانپور پہنچ گئے۔ کانپور میں ایک رئیس نے آپ کو دیکھا اور پہچان لیا کہ یہ کسی بڑے گھر کے صاحبزادے ہیں جو طلب حق میں پھر رہے ہیں اور کئی دن سے پا پیادہ سفر کے تھکے ہوئے اور بھوک کے ستائے ہوئے ہیں۔

اس نے آپ سے حال احوال لے کر شام کے کھانے کی دعوت دی اور کہنے لگے میاں آپ سفر کے تھکے ہوئے ہیں۔ آپ میرے پاس آرام کریں کھانا کھائیں رات گذاریں۔ صبح کو اگلی منزل کا کوئی معقول انتظام ہو جائے گا۔ آپ اس کی بات سن کر فکرمند ہوئے کہ شاید اس نے مجھے پہچان لیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو صبح کو مجھے لکھنو واپس بھجوا دے۔ بہرکیف وہاں قیام کیا۔ رات گذاری اور صبح کو وہاں سے روانہ ہو کر کئی دن کی پیدل مسافت کے بعد ایک گاؤں میں پہنچے۔ وہاں کی ایک گوالن نے بڑی خدمت وخاطر کی۔ وہاں سے چل کر موضع گدیا میں پہنچے۔ وہاں ایک بڑے ہی نیک سیرت اور بہت بڑے آدمی جناب میر انچھا میاں سے مسجد میں ملاقات ہوئی۔ بعد فراغت نماز مغرب انچھا میاں نے حال احوال پوچھا۔ تو آپ نے بتایا کہ میں خدا کا بندہ اور مسافر ہوں۔ ایک ضرورت سے باندہ آیا ہوں۔ سنا ہے کہ باندہ آپ کے گاؤں کے قریب ہی ہے۔

آپ کی گفتگو سے انچھا میاں سمجھ گئے کہ یہ بہت بڑے گھرانے کے رئیس و امیر کبیر صاحبزادے ہیں اور دنیا کے مکر وفریب سے قطعاً نابلد ہیں۔ دل میں خیال پیدا ہوا کہ ان کو گھر لے جا کر مفصل حال پوچھا جائے۔ انچھا میاں نے موقع پا کر کہا صاحبزادہ صاحب عشاء کے بعد اگر غریب خانے پر تشریف لے چلیں تو تناول ما حضر سے ممنون فرمائیے۔ آپ نے فوراً فرمایا کہ مجھ سے آپ کی پہلے کی کبھی ملاقات نہیں۔ کوئی مراسم نہیں۔ دعوت کیسی۔ یہ جواب سن کر انچھا میاں خاموش ہو گئے اور سمجھ گئے کہ اس طرح کام نہ چلے گا۔ نماز عشاء کے بعد کوئی بہانہ بناتے ہیں۔

بہرکیف میرانچھا صاحب عشاء کے بعد آپ کو اپنے گھر لے گئے۔ دستر خوان لگا تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا۔ انچھا میاں نے کام بگڑتے ہوئے دیکھا تو پوچھا۔ حضرت تعلیم کتنی ہے۔ آپ نے تعلیم کا بتایا تو انچھا میاں کہنے لگے۔ آپ ملازمت کر لیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میری حیثیت کے مطابق ملے تو ضرور کر لوں گا۔ انچھا میاں نے کہا کہ میرے بیٹے نے گلستان شروع کی ہے۔ آپ اس کو گلستان کا سبق پڑھا دیا کریں۔ چار روپے ماہانہ اور تین وقت کا کھانا آپ کا وظیفہ مقرر ہو گا۔ آپ نے اس کو قبول کیا۔ تو انچھا میاں نے کہا کہ آج سے آپ کی ملازمت شروع ہو گئی ہے لہٰذا آپ کھانا کھا لیں۔ آپ نے فرمایا پہلے لڑکے کو بلاؤ اس کو سبق پڑھاؤں گا پھر کھانا کھاؤں گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب تک میرا جی چاہے گا ملازمت کروں گا۔ جب جی چاہے گا چلا جاؤں گا۔

آپ نے انچھا میاں کے صاحبزادے کو سبق پڑھایا۔ اس کے بعد کھانا کھایا اور کچھ عرصہ تک اس کو پڑھاتے رہے۔ اس دوران دل میں ایک دن خیال آیا کہ آئے کس لیے اور کر کیا رہے ہو۔ یہ سوچ کر اچانک ملازمت سے استعفیٰ دیا اور باندہ کی جانب چل دیئے۔ جو وہاں سے تھوڑا ہی دور تھا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ میں حضرت شاہ مخصوص عالم علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

علوم دینیہ کی تکمیل ☆: آپ کے مرشد نے آپ کو شاہی مدرسہ میں داخل کرا دیا۔ جہاں آپ نے درسی کتب کا آغاز کیا۔ مگر دوران تعلیم حضرت مولانا احسان الحق جو آپ کے پیر بھائی اور حضرت مخصوص عالم کے خلیفہ مجاز اور شہر باندہ کے متجر عالم دین تھے نے جب آپ کو دیکھا اور آپ کی ظاہری وضع قطع اور خوبصورتی کو دیکھا۔ اور آپ کی علم سے لگن اور محبت کو دیکھا تو حضرت شاہ مخصوص عالم سے عرض کی۔ حضور ان کو تعلیم ظاہری کے لیے میرے سپرد کر دیں۔ حضرت شاہ مخصوص عالم علیہ الرحمتہ کو ان کی بات اچھی لگی اور فوراً منظور کر لی۔

حضرت مولانا احسان الحق آپ کو اپنے گھر لے گئے۔ چونکہ وہ لاولد تھے۔ آپ کی سعادت نے ان کے دل میں ایسی جگہ کر لی تھی کہ وہ مثل فرزند محبت کرتے تھے۔

مولوی احسان الحق خوشی خوشی آپ کو لے کر گھر پہنچے اور بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ خدا نے ہمیں بیٹا عطا فرما دیا ہے۔ میں نے اپنے حضرت کے سامنے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے۔ لہٰذا آج کے بعد تم بھی ان کے ساتھ بیٹوں والا سلوک کرنا۔

مرشد کامل کا وصال سے پہلے آپ کو سجادہ مقرر کرنا ☆: آپ ابھی ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کے مراحل سے

گذر رہے تھے کہ آپ کے مرشد کامل نے آپ کے استاد مولوی احسان الحق صاحب کو بلوا کر تمام مریدین کے سامنے وصیت فرمائی کہ اب میرے وصال کا وقت قریب ہے۔

اور صاحبزادہ مرزا آغا محمد کی تکمیل میں کافی وقت ہے۔ میں اس کو تکمیل کے لیے آپ کے سپرد کرتا ہوں اور اپنا جانشین وسجادہ نامزد کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنی دستار آپ کو عنایت فرما دی۔ اس کے چند روز بعد آپ کے مرشد کامل کا وصال ہو گیا۔ جس کا آپ کے قلب پر گہرا اثر پڑا۔ ہر وقت صدمے سے دوچار رہنے لگے۔

ایک طرف یہ صدمہ عظیم دوسری طرف 1857ء کے فتنہ وفسادات کی آگ بھڑک اٹھی۔ جس نے آپ کے وطن مالوف لکھنو کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ادھر اہل خانہ اور بالخصوص والدہ کی محبت دوسری طرف وطن کی محبت نے آپ کو بہت رلایا، کہ لکھنو میں ہر وقت توپوں کی گھن گرج اور قتل عام کا سلسلہ عروج پر تھا۔ ایسے میں آپ نے اللہ کی بارگاہ میں صبر واستقامت کی دعا کی اور عرض کی اے اللہ! اگر میرے عزیز واقارب اور والدہ محترمہ اگر اس دنیا میں زندہ ہوں تو ان کا ٹھکانہ اچھا کر دے۔ اگر ان کی زندگی پوری ہو چکی ہے تو مولا ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرما۔

باندہ سے جبل پور روانگی ☆: لکھنؤ کے فتنے فساد کے بعد ہر روز کسی نہ کسی شہر کی بربادی کی اطلاع ملنے لگی تو آپ کے استاد محترم مولانا محمد احسان الحق نے باندہ کو الوداع کہا اور گاڑی منگوا کر سامان رکھا۔ آپ کو اور اپنے مرشد کے داماد یار علی اور مرشد کے صاحبزادے نیاز علی اور مرشد کی اہلیہ محترمہ اور اپنی بیوی اور بیٹی کو ہمراہ لیا اور وہاں سے ترھوانی پہنچے۔ وہاں ایک تحصیلدار آپ تمام حضرات کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر اپنے گھر لے گئے۔ اور 30 روپے ماہانہ اور تین وقت کا کھانا تنخواہ مقرر کر کے اپنے بچوں کا مولوی احسان الحق کو استاد مقرر فرما دیا۔ مولوی احسان الحق صاحب کچھ عرصہ پڑھاتے رہے۔ ایک دن تحصیلدار صاحب کے گھر سے مولوی صاحب کے لیے کھچڑی پک کر آئی تو انہوں نے واپس کر دی اور خود گھر تشریف لا کر بیوی سے کہنے لگے چلو اب یہاں سے رزق اٹھ گیا ہے۔ بیوی نے کہا کہ خدا نے اچھا ٹھکانہ دیا ہے۔ آپ کیوں جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ تحصیلدار پر عتاب آنے والا ہے۔ بات کچھ بھی نہیں مگر آج میرے لیے چھوٹی سی پلیٹ میں کھچڑی آئی تھی۔ جو میں نے واپس کر دی۔ تحصیل دار کو آپ کے ارادے کا پتہ چلا تو منت سماجت کرنے لگا مگر مولوی احسان الحق صاحب نے ایک نہ سنی اور وہاں سے رخصت ہو کر چل دیئے۔

قدرت خدا کی تھوڑے ہی دنوں بعد تحصیلدار صاحب کو صرف شک وشبہ کی بنا پر کالے پانی کی سزا ہو گئی۔

وہاں سے چل کر جبل پور پہنچے اور وہاں مختلف حضرات کے بچوں کے اتالیق مقرر رہے۔ اور اس کے بعد دل میں خیال گذرا کہ جبل پور شہر کو چھوڑ کر جبل پور صدر میں منتقل ہو جائیں۔

جبل پور صدر میں مسجد کی تعمیر ☆: جبل پور صدر میں تالاب کے کنارے ایک چھوٹی سی مسجد جو چبوترے کی شکل میں تھی اس پر چھپر پڑا ہوا تھا۔ مولوی احسان الحق صاحب وہیں تشریف لے کر جاتے پانچوں نمازوں کے علاوہ طلباء کو درس وغیرہ اسی جگہ پر دیتے۔ ایک روز موسم کی خرابی کی بنا پر بارش ہوئی اور ایک قطرہ بارش کا ایک طالب علم کی کتاب پر گرا تو آپ کو ناگوار گذرا۔

اسی دن سے وقت نکال کر اپنے شاگردوں فرید الدین، جہانداد بخش، مرزا الف بیگ، حضرت مرزا آغا شاہ محمد، صاحبزادہ نیاز علی اور یار علی سمیت دیگر شاگردوں کو ہمراہ لے کر شہر سے باہر جا کر پتھر اٹھا کر لاتے۔ جب کافی سارے پتھر جمع ہو گئے تو اپنے بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ ہم ایک مکان آخرت میں خریدنا چاہتے ہیں۔ اگر تم اس میں حصہ لینا چاہو تو لے سکتی ہو۔ چونکہ صدر میں مسجد نہیں ہے۔ میں نے تعمیر کا ارادہ کر لیا ہے۔ لہٰذا تم کیا مدد کر سکتی ہو۔ نیک بخت زوجہ کے پیروں میں سونے کے کڑے تھے۔ وہ اتار کر عرض کی میرے پاس کل پونجی یہی ہے۔ بخوشی لے سکتے ہیں۔ آپ نے وہ کڑے بازار میں چالیس روپے کے فروخت کیئے۔ جس سے کچھ سامان تعمیر خریدا۔ معمار کی مزدوری بھی سستی تھی۔ مزدور مولوی احسان الحق صاحب اور تمام شاگرد خود بنے تعمیر کا کام شروع ہوا اور بہت جلد مکمل ہو گیا۔

مولوی صاحب نے اس جگہ بڑے اطمینان سے طلباء کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اور کم سن طلباء کو سبق پڑھا کر اپنے گھر حضرت شاہ آغا محمد صاحب کے پاس بھیج دیتے۔ ایک دن آغا صاحب نے طلباء کو بہت مارا تو شکایت مولوی صاحب کی پہنچی تو سمجھ گئے۔ اس کے بعد سے آپ کو بھی مولوی صاحب نے مسجد میں ہی بلا لیا۔ جہاں طلباء کو ظاہری تعلیم کے بعد باطنی تعلیم کا نظام مسجد میں ہی شروع کیا گیا۔ اور طریقت اور تصوف کے مسائل بھی بیان ہوتے۔ مولوی صاحب بڑے طلباء کے علاوہ کم سن بچوں سے بھی ذکر وغیرہ کراتے۔ جو مرید بھی نہ تھے جس کا چرچا لوگوں میں ہوا۔ طلباء کے ورثا نے شکایت کی تو مولوی صاحب نے فرمایا تمہاری قسمت میں ہی نہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ میری خواہش تو یہ تھی کہ ہر شخص خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لے۔

آپ کی شادی خانہ آبادی ☆: ایک روز آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شاہ مخصوص عالم چشتی نظامی علیہ الرحمۃ شادی کا سامان خریدنے میں مصروف ہیں اور آپ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ لو میاں ہم تمہاری شادی کر چلے۔ آپ نے صبح اٹھ کر اپنے پیر بھائی اور استاد محترم مولوی احسان الحق صاحب سے اس کا ذکر کیا تو مولوی صاحب نے مسکرا کر اپنی بیوی سے فرمایا بی بی مبارک ہو۔ تمہارے صاحبزادے کی شادی ہمارے حضرت صاحب کر گئے اور لفظ شادی دھوم دھام کی دلیل ہے۔

چنانچہ مولوی احسان الحق نے اپنی اکلوتی صاحبزادی کا رشتہ آپ سے طے کر دیا۔ اور پورے شہر، صدر سے اپنے تمام شاگردوں جو سرکاری عہدوں پر فائز تھے اور عوام وخواص کو بلا کر دھوم دھام سے آپ کی شادی کر دی۔

آپ کے استاد مولوی احسان الحق کا وصال ☆: ایک روز کسی مولوی نے مولانا محمد احسان الحق کی دعوت کی جو انہوں نے قبول کر لی۔ نماز مغرب کے بعد مولوی صاحب بار بار فرماتے تھے کہ کھلاڑی کاش پانی برسا دیتا تو مجھے عذر ہو جاتا۔ حتیٰ کہ عشاء کا وقت ہو گیا۔ دعوت والے احباب لینے کے لیے آ گئے۔ مولوی صاحب آپ کو ہمراہ لے کر نہ گئے۔ خود اکیلے گئے۔ کھانا کھایا واپس گھر پہنچے تھوڑی دیر بعد اپنی بیوی سے فرمایا کہ میرا جی بہت گھبرا رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کھیل ختم ہو چکا ہے۔ اتنا کہہ کر ایک قے ہوئی۔ بی بی صاحبہ گھبرائیں، نصف شب کے بعد طبیعت کچھ دوبارہ خراب ہو گئی۔ ایک دوسرے کو اطلاع ہوئی۔ ڈاکٹر حکیم آئے دوائی دی مگر بے سود ثابت ہوئی۔ اور کہنے لگے کہ اگر قے نہ ہوئی ہوتی تو یہ وقت بھی نہ گذرتا مولوی صاحب خاموش تھے۔ یہ سن کر فوراً چونکے اور فرمایا لو اب کھلاڑی کا کھیل ختم ہو گیا۔ دوائی وغیرہ بے کار ہے۔ مولوی صاحب کی اہلیہ ان کے جملے کو بے کار نہیں سمجھتی تھیں۔ رونے لگیں۔

فرمایا کہ تم کو خدا جانے کس بات نے رلایا۔ موت تو برحق ہے۔ میرے بعد تم میرے اور اپنے عزیزوں سے علیحدہ اپنے اس دینی بیٹے کے ساتھ وقت گذارنا۔ یہ فرما کر لیٹ گئے اور مولوی احسان الحق صاحب نے تمام موجودہ احباب مریدین شاگردوں کے سامنے اعلان فرمایا کہ تم سب گواہ رہنا کہ میں نے اپنے شیخ حضرت شاہ مخصوص عالم چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کی تمام امانت ان تک پہنچا دی ہے۔ اور تم سب لوگ ان کو حضرت شاہ صاحب کا سجادہ نشین تصور کرنا۔

یہ اعلان فرما کر اپنے شیخ کی عطا کردہ دستار سبز رنگ آپ کے سر پر باندھی اور فرمایا لو میاں، اپنی امانت تمہیں سونپتا ہوں۔

آپ کے زانو پر مولوی صاحب کا سر رکھا ہوا تھا۔ آنکھ کھولی اور فرمایا اگر زندہ رہا تو تمام ظاہری و باطنی تعلیم کی تکمیل کرا دوں گا۔ بصورت دیگر میری دعا ہے کہ خدا تمہیں اپنے مقصد میں کامیاب کرے گا اور تم منزل مقصود پر پہنچو گے۔ انشاء اللہ اس میں فرق نہیں آئے گا۔ اگر فرق آیا تو روز محشر مجھ سے شکایت کرنا۔ اس کے بعد مولوی صاحب کا وصال ہو گیا۔

سلسلہ درس و تدریس☆: اگرچہ استاد محترم مولوی احسان الحق کے وصال کے بعد لوگ بیعت کے لیے آنے لگے۔ اصرار کے باوجود آپ نے کسی کو بیعت نہ کیا۔ بالآخر حضرت شاہ نیاز بریلوی علیہ الرحمتہ کے آستانہ قدس پناہ سے آپ کو خرقۂ خلافت عطا ہوا۔ اور لوگوں کو بیعت کرنے کا حکم ملا تب آپ نے لوگوں کو بیعت کرنا شروع کیا۔

اس کے ساتھ ہی مولوی صاحب کے مزار شریف سے ملحقہ ان کے قائم کردہ مدرسہ میں درس و تدریس اور طلباء کی ظاہری و باطنی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ ہزاروں افراد نے آپ سے استفادہ کیا اور منزل مقصود کو پہنچے۔ لاتعداد گم کردہ راہوں کو راہ ہدایت ملی۔

بچھڑے ہوئے والدین و اعزا سے ملاقات☆: جب آپ تاج الاولیاء حضرت شاہ نظام الدین چشتی قادری علیہ الرحمتہ کی خدمت میں بریلی شریف گئے اور ان کے دست مبارک پر حضور شاہ مخصوص عالم علیہ الرحمتہ کے باطنی حکم پر بیعت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا تو راستے میں لکھنؤ بھی پڑتا تھا۔

آپ کو والدین کی محبت نے ستایا اور لکھنؤ اسٹیشن پر اترے۔ شہر میں جا کر دیکھا تو نقشہ ہی بدل چکا تھا۔ بڑی مشکل اور تلاش بسیار کے بعد ماموں آفتاب الدولہ اور والدہ ماجدہ سے ملاقات ہوئی۔

ان سے ملے اور والدہ کو ہمراہ لے کر محمود آباد والد گرامی کی خدمت میں پہنچے اور چند روزہ قیام کے بعد جبل پور واپس تشریف لا کر سلسلہ رشد و ہدایت میں مصروف و مشغول ہو گئے۔

بعد ازاں آپ بھی لکھنؤ اور رام پور رشتہ داروں میں آتے جاتے رہے۔ دیگر اعزا بھی آپ کو ملنے جبل پور آتے رہے۔

سیرت و کردار☆: آپ شریعت مطہرہ اور سنت رسول اللہ پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ روزمرہ کے معمولات میں سنت کا خاص خیال فرماتے۔ مدت دراز تک حضرت سید چراغ علی شاہ صاحب کی مسجد میں نماز کے لیے ظہر کے وقت جاتے اور عشاء کے بعد واپس تشریف لاتے۔

جن دنوں استغراق کا غلبہ ہوا تو آپ احباب سے فرماتے کہ نماز کے وقت مجھ سے کوئی رعایت نہ برتی جائے۔ مجھے نماز کے وقت

نماز پڑھوا دیا کرو۔

رمضان المبارک کا احترام اتنا تھا کہ دن کے وقت بچوں کے لیے بھی کبھی کھانا نہ پکانے دیتے۔ بہت سخت علالت کے دنوں میں رمضان میں اگر آپ کا روزہ نہ بھی ہوتا تو کبھی بھی کسی کے سامنے دوائی استعمال نہ فرماتے اور پانی نہ پیتے۔

آپ نے جہاں مخلوق کو درس و تدریس اور علم کی دولت سے مالا مال کیا وہاں اپنی اولاد کو بھی سب سے پہلے قرآن کریم پڑھایا۔ اس کے بعد فقہی مسائل کی کتابیں، نام حق، کریما، بوستان، گلستان وغیرہ زبانی یاد کرائیں جو خود سنتے تھے۔ اور ان سے مسائل پر بحث کر کے تشریح فرماتے تھے۔ مسائل وعقائد کی تعلیم اور اس کے علاوہ آپ کی اولاد ظاہری و باطنی علوم سے مرصّع اور اس پر مکمل طور پر پابند تھی۔

آپ کے تمام صاحبزادے شغل و ذکر و فکر میں بہت زیادہ آگے بڑھے ہوئے تھے۔ مولانا نظامی صاحب اور حضرت شاہ مرتضٰی حسین کو تو آپ نے بڑے ہی انہماک سے تعلیم دی اور ان کی تعلیم پر بطور خاص توجہ فرمائی۔ آپ نے موسم کے لحاظ سے لباس میں کچھ تبدیلی نہیں فرمائی۔ ہمیشہ کرتا اور پاجامہ کا استعمال فرمایا۔ استغراق کے دنوں میں تہبند کا استعمال شروع کرایا گیا۔ اسی طرح خوراک بھی سادہ مگر مختصر مگر کھانا وقت پر تناول فرماتے۔

مزاج مبارک میں صفائی اور احتیاط بے انتہا تھی۔ تولیہ مبارک وضو کے وقت یا منہ دھونے کے وقت استعمال کر کے فوراً دھلوا دیتے تھے۔ جس تولیہ سے ہاتھ پونچھتے اس سے کبھی منہ نہیں پونچھا۔ کوئی بات خلاف مزاج ہوتی تو بلا تامل فرما دیتے تھے۔

آداب مجلس کا حال یہ تھا کہ مجلس میں انگڑائی یا اونگھ لینے والے احباب سے نفرت فرماتے تھے۔ خود بھی ایک پہلو سے بیٹھتے اور دوسروں کو بھی اسی طرح تاکید فرماتے۔

کسی شخص کو پہلو بدلتے دیکھتے یا بے چین دیکھتے تو فوراً ٹوک دیتے۔

رحم دلی، سخاوت و ایثار آپ میں اس قدر کہ مثال ناممکن تھی۔ ہر آنے والے کا خصوصی خیال فرماتے اور اس کی منشا کے مطابق اس کا معاملہ حل فرماتے تھے۔

کشف و کرامت ☆: آپ کی چھوٹی صاحبزادی کی شادی منشی سید احمد حسین سب انسپکٹر پولیس کے صاحبزادے سید الطاف حسین سے طے ہوگئی۔ شادی کا وقت مقرر کرتے ہوئے آپ نے لڑکے والوں سے کہہ دیا تھا کہ میاں ہم دنیاوی جاہ حشم سے کام نہیں کرینگے۔

فقیر لوگ ہیں صرف چند آدمی بارات میں ہوں۔ اس شادی کے لیے حضرت تاج الاولیاء شاہ نظام الدین حسین علیہ الرحمتہ نے بریلی شریف سے سو روپے کا منی آرڈر بھجوایا تھا۔

آپ کے بڑے صاحبزادے نیاز احمد صاحب نے بارات کے لیے ایک من چاول کا انتظام کیا تھا۔ مگر شادی سے ایک دن پہلے لڑکے والوں کا پیغام آیا کہ پولیس کی ملازمت کی وجہ سے تعلقات بہت زیادہ ہیں۔ اور ہمارے ہاں یہ پہلی شادی ہے۔ لہٰذا کھانا سب باراتیوں کا ہونا چاہئے۔

آپ نے سن کر فرمایا بسم اللہ آپ کو اجازت ہے جس قدر چاہیں آدمی لے آئیں۔ ادھر اپنے صاحبزادوں سے فرمایا کہ اپنی طرف سے بھی لوگوں میں دعوت بھجوائی جائے۔

یہ فرمان سن کر تمام خدام اور صاحبزادگان اور آپ کے داماد خواجہ غوث محمد بہت متفکر ہوئے اور بڑے صاحبزادے سے سب نے کہا کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح انتظام کیا جائے۔

ابھی یہ تمام احباب اس سلسلہ میں پریشان تھے تو آپ نے ان کو بلا کر پوچھا کھانے کا کیا انتظام ہے۔ عرض کی گئی حضور صرف ایک من چاولوں کا انتظام ہوسکا ہے۔ آپ نے اپنے داماد خواجہ غوث محمد سے فرمایا۔

دیکھو جب کھانا تیار ہو جائے تو کوئی بھی شخص دیگوں کے نزدیک نہ جائے اور کھانا لال خان پکائیں گے۔ جب کھانا شروع کیا جائے تو اس پر میری چادر ڈال دینا۔

چنانچہ بارات آئی نکاح ہوا۔ آپ نکاح سے فارغ ہو کر اپنے مصلے پر بیٹھ گئے۔ صاحبزادگان اور دیگر احباب بارات کو کھانا کھلاتے رہے حتیٰ کہ سہ پہر ہوگئی۔ جب تمام لوگ فارغ ہو گئے اور باقی لوگوں کی آمد و رفت بند ہوگئی تو آپ نے پوچھا کوئی باقی تو نہیں رہا۔ عرض کی حضور سب نے کھانا کھالیا۔ اب صرف منتظمین باقی ہیں۔

آپ نے فرمایا اچھا دستر خوان بچھاؤ۔ سب اکٹھے ہو کر بیٹھے سب نے مل کر کھانا کھایا۔ آپ بھی اس کھانے میں شریک ہوئے۔ بعد میں دیکھا تو کھانا ابھی کچھ باقی تھا۔

وصال باکمال☆: زندگی کے آخری ایام میں استغراق بہت زیادہ اور اسی طرح کمزوری بھی لاحق ہوگئی تھی۔ جس کے باعث اکثر بیہوش رہتے تھے۔

وصال سے چار روز قبل شام 4 بجے ہوش میں آئے اور صاحبزادوں سے فرمایا ''آج عصر اور مغرب کے درمیان جو بھی میری زیارت کرے گا وہ جنتی ہوگا'' یہ سنتے ہی قریبی اعزا اور خصوصی مریدین کو اطلاع ہوئی سب نے زیارت کی۔

وصال سے قبل طبیعت سخت بے چین تھی۔ فوراً حکم ہوا کہ فاتحہ کے لیے کچھ تیار کرو۔ فاتحہ کے لیے کھانا تیار ہوا۔ آپ نے خود کھڑے ہو کر نذرانہ نیاز پیش کی۔ ختم شریف پڑھا، تب طبیعت کو قرار آیا۔

آپ کا وصال باکمال مورخہ 13 ذیعقد ۱۳۳۴ ہجری بمطابق ماہ مارچ 1915ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار جبل پور انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے۔

جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید محمد عبدالحئ شاہ چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ المعروف چھوٹے میاں

تعارف ☆: فخر العارفین، برہان العاشقین، قدوۃ السالکین، نمونہ سلف صالحین حضرت سید محمد عبدالحئ چشتی قادری ابوالعلائی جہانگیری رحمتہ اللہ علیہ آفتاب نور توحید وتفرید ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت بروز یکشنبہ بوقت ظہر وعصر کے درمیان 1246ھ کو ولی العصر حضرت شیخ العارفین خواجہ سید مخلص الرحمان علیہ الرحمتہ کے گھر موضع مرزاخیل ضلع چاٹگام بنگلہ دیش میں ہوئی۔

آپ کے والد گرامی نے آپ کا نامی اسم گرامی سید محمد عبدالحئ رکھا اور پیار سے آپ کو چھوٹے میاں کے نام پکارتے تھے اس لئے کہ آپ تمام بھائیوں میں سب سے چھوٹے اور والدین کے محبوب تھے۔

تربیت وتعلیم ☆: بچپن میں آپ کی تربیت اپنے والدین کے زیر سایہ ہوئی اور بنیادی تعلیم کی ابتداء بھی اپنے عظیم والد گرامی سے بسم اللہ پڑھ کر مکتب میں مکمل کی آپ کا حافظہ نہایت قوی اور بلا کے ذہین تھے جس کی بناء پر بہت جلد قرآن عظیم اور علوم دینیہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

اس کے بعد درسیات عربیہ دینیہ کی تعلیم شروع ہوئی تو عربی وصرف ونحو میں ابتداء آپ کی طبیعت نہ لگی جس کی وجہ سے کافیہ تک پہنچنے میں کافی وقت لگ گیا۔

اس طرح کھانے پینے کے معاملات میں بھی بے توجہی برتنے لگے تو آپ کے عزیز واقارب نے محسوس کیا اس بات کا ذکر آپ کے قریبی عزیز جناب چوہدری فضل الرحمان صاحب نے آپ کے والد گرامی کے گوش گزار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب گھر میں چند لائق افراد موجود ہیں تو ان میں کوئی ایسا بھی ہو جو ان لائق حضرات کی خدمت بھی کرے چھوٹے میاں اگر نہ پڑھیں گے تو اپنے بڑے بھائیوں کی خدمت کیا کریں گے۔

والد گرامی کی زبان ترجمان سے یہ باتیں آپ بھی دیوار کے پیچھے اوٹ میں کھڑے ہو کر سن رہے تھے ان کے فرمان نے آپ کے ضمیر کو جھنجوڑا اور آپ نے سفر کا قصد کر لیا اور دل میں تہیہ کر لیا کہ جب تک پڑھ لکھ کر کسی قابل نہ ہو جاؤں گا گھر واپس نہ آؤں گا۔

چونکہ آپ کے دل میں والد گرامی کا بہت احترام تھا اور انکے سامنے کبھی کھل کر گفتگو نہ فرماتے تھے۔ اس لئے اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کیا کہ میں علم حاصل کرنے کے لئے کلکتہ جانا چاہتا ہوں لہٰذا مجھے کچھ زادراہ دیجئے۔ والدہ ماجدہ نے آپ کو چھ روپے عنایت کئے

آپ وہ روپے لے کر پندرہ برس کی عمر شریف 1291ھ میں پختہ عزم صمیم قلب سے حصول علم کے لئے گھر سے نکلے۔اور چلتے ہوئے چوہدری فضل الرحمان صاحب سمیت دیگر اعزا سے فرمایا کہ جب تک اتنا نہ پڑھ لوں کہ آپ جیسے لوگ وقار و احترام کرنے لگیں اس وقت واپس نہ آؤں گا۔

پھر خدا کے فضل و کرم سے ہوا بھی ایسے ہی کہ لڑکپن کے زمانے میں آپ کی زبان ترجمان سے جو الفاظ نکلے تھے وہ حقیقت کا روپ دھار کے رہے۔

پھر وہ وقت بھی لوگوں نے دیکھا کہ چوہدری فضل الرحمان صاحب جیسے لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور جب وہ خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ کے قدم مبارک ہاتھوں سے چھو کر اس طرح آپ کو سلام کرتے جس طرح شرفائے زمانہ اپنے بزرگوں کو قدیم زمانے سے سلام کرتے چلے آرہے ہیں۔

زمانہ طالب علمی میں مشکلات اور آپ کا استقلال ☆: آپ نے کلکتہ پہنچ کر تین برس تک کافیہ کا درس حاصل کیا اس زمانہ میں آپ کے دادا مرشد حضرت قبلہ سید امداد علی شاہ علیہ الرحمتہ بھاگل پور سے کلکتہ تشریف لائے ہوئے تھے جب آپ کو انکی آمد کا علم ہوا تو سعادت سمجھ کر ان کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت قبلہ سیدی امداد علی شاہ صاحب علیہ الرحمتہ بھی کمال شفقت و محبت سے پیش آئے۔

آپ کچھ عرصہ ان کی خدمت میں رہ کر اپنے ہم مکتب مولوی بشیر اللہ کے ہمراہ مرزاپور مولوی عبدالسمیع صاحب کے پاس پہنچے مگر یہاں آپ کے قلب کو تسکین واطمینان نہ ہوا آپ مرزاپور سے لکھنؤ میں مولانا عبدالحئی فرنگی محل کی خدمت میں پہنچے چونکہ مولانا فرنگی محل آپ کے والد گرامی کی عظیم المرتبت شخصیت سے آشنا تھے اس لئے انہوں نے آپ کو اپنے ادارے میں ٹھہرا کر قیام و طعام کا خاطر خواہ انتظام فرمایا اس جگہ آپ نے پوری توجہ اور لگن اور کمال محنت و مستعدی سے تحصیل علم کے لئے جدوجہد شروع کی جس سے آپ میں حصول علم کا خداداد ذوق و جذبہ پیدا ہوا۔

آپ خود فرماتے ہیں کہ اس وقت میرے دل میں ایک ہی بات تھی کہ میرے والد گرامی بہت بڑے عالم ہیں لہٰذا مجھے بھی محنت کر کے علم حاصل کرنا چاہیے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب ہم لکھنؤ میں علم حاصل کرتے تھے تو معمول یہ تھا کہ صبح سے گیارہ بجے تک عربی اور اس کے بعد خواجہ عزیز لکھنوی سے فارسی پڑھتے اور کھانے کا معمول یہ تھا کہ رات کے کھانے سے دو روٹیاں بچا کر طاق میں رکھ لیتے صبح کو وہ باسی اور سوکھی روٹی کھا کر صبر شکر کرتے اور دن دو بجے جب کمرے میں آتے تو دو روٹیاں طاق میں سے ملتیں جو اکثر سوکھ جایا کرتی تھیں ہم صبر و شکر سے کھا لیتے۔کھانے کے سلسلے میں کبھی نہ اعزا اور نہ ہی اپنی جاگیر کے مزارعوں کو زحمت دی۔

جبکہ گھر سے پورے دو برس میں صرف چالیس روپے خرچ کو منگوائے جو ماہانہ ایک روپیہ گیارہ آنے بنتے ہیں اس سے ہم اپنے تمام خرچ پورے کرتے۔

جبکہ زمانہ طالب علمی میں ایک دفعہ سات برس کے دوسری مرتبہ دو برس کے بعد تیسری مرتبہ تین برس کے بعد گھر کا چکر لگایا۔

آپ کی شادی خانہ آبادی ☆: جس زمانہ میں آپ لکھنو میں زیر تعلیم تھے آپ کے والدین نے آپ کی شادی کا پروگرام طے کر دیا مگر اس کے ساتھ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ چھوٹے میاں گھر سے جاتے ہوئے کہہ گئے تھے کہ جب تک تعلیم مکمل نہ ہوگی واپس نہ آؤں گا چونکہ آپ کو گھر سے گئے ہوئے سات برس ہو چکے تھے اس لئے آپ کو لکھنؤ سے واپس بلانے کیلئے آپ کے منجھلے بھائی حضرت مولانا سید عبدالقیوم صاحب کو بھیجا گیا اور وہ آپ کو لے کر مرزا خیل واپس تشریف لائے اور والدین کی رضا مندی کی خاطر شادی کی اور پھر بقیہ علوم دینیہ کی تکمیل کے لئے دوبارہ لکھنؤ تشریف لے گئے۔

والدگرامی کی آپ کے لئے وصیت ☆: آپ کے والدگرامی نے 1303ھ میں وصال با کمال سے قبل آپ کے نام ایک مکتوب میں وصیت تحریر فرمائی کہ ضروری سمجھ کر تین وصیتیں کرتا ہوں اگر توفیق ہو تو ان پر عمل کرنا۔ 1۔ دوپہر کو قیلولہ کرنا' 2۔ انگریزی نوکری نہ کرنا تمہارے لئے زہر ہے۔

3۔ کبھی کبھی یہ شعر پڑھ لیا کرنا۔

مراد ر منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم

جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

اپنے وصال سے قبل آپ کے والد گرامی نے اپنے مریدین اور حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ ہمارا سجادہ (یعنی مصلہ) صندوقچہ' ہماری کتابیں ہمارا عصا اور ہمارا حقہ یہ سب کچھ چھوٹے میاں کو دے دینا ہم نے انہیں سجادہ نشین مقرر کیا وہ ہمارے مریدوں کو دیکھیں گے۔ اب وہ ہمارے سجادنشین ہیں جب آپ کے والدگرامی کا وصال باکمال ہوا تو آپ لکھنؤ سے واپس غمناک حالت میں تشریف لائے اور والدگرامی کے ایصال ثواب کی مجالس ومحافل سے فارغ ہوئے تو مریدین وعقیدت مندان نے آپ کو والدگرامی کے فرمان کے مطابق وہ تمام امانتیں پیش کیں اور سر پر دستار سجادگی باندھی

مگر چونکہ آپ حصول علم کے لئے ھل من مزید کا دم بھر رہے تھے کچھ عرصہ قیام کر کے پھر واپس لکھنو تشریف لائے اور علومتدوالہ کی تکمیل کر کے سند فراغ حاصل کی۔

گستاخان امام پاک دیوبندیہ وہابیہ سے نفرت ☆: تحصیل علوم کے زمانے میں ایک مرتبہ آپ مولوی نذیر حسین سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے تو ان کے حلقہ درس میں کسی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر کوئی خلیفہ وقت کی موجودگی میں اپنے لئے کسی سے بیعت لے تو وہ واجب القتل ہے۔ مولوی نذیر حسین نے ان کی تقریر سن کر نہ اس کی مذمت کی نہ ہی تردید کہ امام برحق حضرت امام حسین علیہ السلام کا اقدام ہرگز کسی خلیفہ واجب الاطاعت کے خلاف خروج نہ تھا۔

مولوی نذیر حسین کی خاموشی پر آپ سمجھ گئے کہ دیوبندیوں وہابیوں کا عقیدہ حضرت امام کے بارے میں ایسا ہی ہے جس کی بناء پر

آپ کے قلب پر یہ بات بجلی بن کر گری اور فوراً وہاں سے اٹھ کر چلے آئے اور دوبارہ کبھی مولوی نذیر حسین کے درس میں نہ گئے۔

اور اس دن سے آپ نے دیوبندیوں وہابیوں کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا کہ انکا عقیدہ غلط ہے۔

سید الشہداء حضرت امام عالی مقام سے والہانہ عشق ☆: آپ کی ذات والا صفات کو سید الشہداء راکب دوش مصطفیٰ ﷺ نواسہ رسول جگر گوشہ بتول حضرت سیدنا امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام سے والہانہ عشق اور محبت جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ محرم الحرام کا چاند نظر آتے ہی آپ کا جسم مبارک اور سر مبارک گرم اور آنکھیں سرخ ہو جاتیں تھیں۔

اگر کبھی انتیسویں ذوالحج یاد نہ رہتی اور واقعتاً چاند نظر آ گیا تو آپ کا سر اور جسم مبارک گرم اور آنکھیں سرخ ہو جاتیں جس سے آپ سمجھ جاتے تھے کہ محرم کا چاند نظر آ گیا ہے اور یہ کیفیت آپ پر پورے عشرے طاری رہتی۔

عاشورہ کی رات عشاء کی نماز کے بعد آپ لنگر شریف پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کی غرض سے ختم شریف پڑھتے اور لوگوں میں لنگر حسینی تقسیم فرماتے اور باقاعدہ ایک محفل کا اہتمام فرماتے جس میں تلاوت قرآن پاک' نعت رسول مقبول ﷺ اور حضرت امام کی یاد میں مناقبات اور علمائے کرام سے اس موضوع پر تقاریر کرواتے ہیں اس مجلس کی کیفیت بیان سے باہر ہے کہ ہر شخص پر ایک غمناک کیفیت طاری ہوتی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم بقدم ☆: آپ کی ظاہری تعلیم کا آخری سال تھا کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آگے آگے حضور ﷺ تشریف لے جا رہے ہیں اور آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔

سیرت و کردار ☆: آپ کی تمام زندگی احکام خداوندی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عبارت ہے کوئی لمحہ بھی ذکر خدا اور ذکر رسول ﷺ کے بغیر نہ گزرتا فرائض و واجبات کی ادائیگی اور پابندی صحت ہو یا مرض ہر حالت میں فرماتے تھے۔ نماز ہر حال میں ادا فرماتے۔ سفر ہو یا حضر اذان واقامت اور جماعت کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے کا ہمیشہ سے معمول رہا جمعہ کے روز سفر نہ فرماتے۔

بزرگان دین کے معمولات اوراد و وظائف میں مصروف رہتے اور فیضان کا عالم یہ تھا کہ آپ کے چہرے کی زیارت کرنے والا نہ صرف گرویدہ ہو جاتا تھا بلکہ فیضان و کرم کی جھولیاں بھر کر لوٹتا تھا۔ آنے والا کوئی سائل کبھی آپ کے در سے خالی اور مایوس نہیں جاتا تھا۔ آپ کا لباس آپ کی خوراک آپ کی وضع قطع آپ کا اٹھنا بیٹھنا احکام خداوندی اور سنت اللہ رسول ﷺ کے مطابق تھا یعنی آپ کی زندگی کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ ﷺ کا عمل نمونہ تھی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۷ ا ذی الحجہ ۱۳۳۹ ہجری بمطابق 22، اگست، 1921ء بروز سوموار کے اوائل میں ہوا۔ مزار پر انوار ردولی شریف ضلع انبالہ مشرقی پنجاب انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت علامہ پیر سیّد نور الزمان کاظمی چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قدوۃ الاذکیا بُرھان الاصفیاء سلطان الاتقیاء شمس العلماء والفقراء عالم ربانی، مرشد لاثانی حضرت علامہ مولانا پیر سیّد نور الزمان شاہ کاظمی چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ آفتاب آسمان طہارت و پاکیزگی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۷۸ھ بمطابق ۱۸۱۶ء میں کاظمی سادات کے عظیم فرد کامل حضرت پیر سیّد نظام الدین شاہ کاظمی علیہ الرحمتہ علمی و روحانی گھر کوٹ چاندنہ ضلع میانوالی میں ہوئی،

آپ کے والدین کریمین نیک بخت، نیک سیرت و با کردار متقی و پرہیزگار تھے، والدِ محترم اگر عبادت و ریاضت میں درجہء کمال کو تھے تو والدہ محترمہ بھی اس دور کی رابعہ تھیں جو حافظہء قران وہ بھی ایسی کے ہمہ وقت ان کی مصروفیت تلاوت قرآن اور نماز پنجگانہ ،نوافل کا خصوصی اہتمام ہر رات میں ایک قرآن کریم کا ختم کرنا ان کا وصف خاص تھا، اس کے علاوہ ہر جمعرات کو اپنے مرشد کامل حضرت میاں ملوک علی علیہ الرحمتہ کے آستانے پر حاضری ان کا مقدر تھی۔

پورے ہفتے میں جتنے قرآن پڑھے جاتے اس کے علاوہ دیگر ذکر واذکار اور اوراد و وظائف مکمل کئے ہوئے وہ تمام اپنے مرشد کریم کی روح پُرفتوح کو ایصال ثواب کر دیتیں تھیں۔

والد گرامی یادِ خدا اور ذکر رسول ﷺ کے علاوہ اپناہ زمیندارہ رکھتے تھے، اپنے بچوں اور اہل خانہ کی کفالت کے لئے ہل میں بیل جوڑ کر ہل چلاتے اور اس سے جو رزق میسّر آتا اسی پر قناعت فرماتے تھے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت ☆: آپ کی ابتدائی تربیت تو گھر میں مکمل ہوئی قرآن کریم کی تعلیم کے لئے محلے کی مسجد میں جب آپکو داخل کرایا تو گھر واپس آ کر والد گرامی نے ہل چلانے والی بیلوں کی جوڑی میں سے ایک بیل راہ خدا میں ذبح کیا اور کھانا تیار کر کے لوگوں کی دعوت کی اور سب کو کھانا کھلا دیا، دعوت پر آئے ہوئے لوگوں نے آپکے والِد گرامی سے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ بیلوں کی جوڑی ادھوری کر دی، آپ کے والد گرامی نے ارشاد فرمایا کہ بچے کی دینی تعلیم کی ابتداء پر صدقہ کر کے خوشی کرلوں خدا

جانے پھر میری آنکھیں یہ خوشی دیکھیں یا نہ دیکھیں، پھر ہوا بھی ایسا ہی کہ ابھی آپ نے پورا قرآن کریم مکمل پڑھا بھی نہ تھا کہ آپ کے والدِ گرامی کا وصال ہو گیا۔

دینی تعلیم کا باقاعدہ آغاز☆: والدِ گرامی کے وصال کے بعد آپ نے قرآن حکیم مکمل کیا اور ابتدائی دینی کتب کی تعلیم کے لئے کلور شریف تحصیل عیسٰی خیل تشریف لے گئے اور وہاں فارسی کی چند کتابیں پڑھیں۔

پھر آپ ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لے گئے جہاں مولانا فتح محمد صاحب جو تونسہ شریف کے مفتی بھی رہے ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علوم متدوالہ کی کتب پڑھیں۔

بعد ازاں آپ ڈیرہ غازیخان میں ایک عالم کی تعریف سُن کر انکے مدرسہ میں پہنچے اور داخلہ کے لئے درخواست پیش کی، اس مدرسہ میں صرف ۱۴ طالب اور دو کتابیں تھیں، ایک کتاب طالب علموں کے پاس دوسری کتاب استاد کے پاس ہوتی تھی۔

آپ کی درخواست دیکھ کر استادِ محترم نے یہ کہہ کر معذرت چاہی کہ اول مسئلہ کتب کا ہے، دوسرا کھانے کا بندوبست نہیں ہے، آپ چونکہ اپنی علمی پیاس بجھانا چاہتے تھے، آپ نے عرض کیا حضور مجھے صرف ایک دن کے مطالعہ کے لئے کتاب دے دیں پھر میرا امتحان لے لیں اگر میں کسی قابل ہوا تو آپ اجازت دیں وگرنہ آپ کی مرضی۔

استادِ محترم نے کتاب دے دی آپ نے کتاب کا مطالعہ کیا اور اگلے روز استادِ محترم کو سبق سنایا اور اس سبق سے متعلقہ استاد سے اپنے سوالات کے جواب پوچھے تو استادِ محترم کو معلوم ہو گیا کہ یہ کوئی عام طالب علم نہیں ہے۔

چنانچہ انہوں نے آپ کو سبق میں بیٹھنے کی اجازت دے دی اب سب سے بڑا مسئلہ کھانے کا تھا وہاں کا نمبردار سب طلباء کا خرچ برداشت کرتا تھا، استادِ محترم نے نمبردار کو جا کر بتایا کہ ایک نیا طالب علم آیا ہے جو بہت قابل اور ہونہار ہے، لہذا آپ اسکی روٹی کا بھی انتظام کر دیں، نمبردار نے کہا کہ ایک طریقہ ہے کہ میرے پاس پانی بھرنے والے کی جگہ خالی ہے، اگر وہ طالب عالم میرا پانی بھر دیا کرے تو میں اسکی روٹی کا بندوبست کر دیتا ہوں، استادِ محترم نے فرمایا نمبردار صاحب آپ رات کو اپنے برتن گھر کے باہر رکھ دیا کریں، وہ طالب علم آکر بھر دیا کرے گا، اس طرح نمبردار کو پانی اور آپ کو روٹی ملنے لگ گئی۔

ایک رات نمبردار جب باہر نکلا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ استادِ محترم خود پانی بھر کر لا رہے ہیں، اس نے پوچھا استاد جی کیا پانی آپ خود بھرتے رہے ہو، طالب علم کو کیوں نہیں کہا؟ استادِ محترم نے جواب میں فرمایا ایک تو یہ کہ وہ سیّد زادہ ہے، دوسرا یہ کہ میں اسکی تعلیم میں حرج نہیں ڈالنا چاہتا، استادِ محترم کی بات سُن کر نمبردار نے کہا آپ آئندہ یہ کام نہیں کرینگے ہم پانی کا انتظام خود کر لیں گے۔

آپ نے ڈیرہ غازی خان میں علوم متدوالہ کی تمام کتب کی تکمیل کی اور وہاں سے معروف زمانہ مدرسہ فیض عام کانپور انڈیا

تشریف لے گئے اور وہاں سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کر کے سند فراغ حاصل کی۔

کانپور سے دورہ حدیث کی تکمیل کے بعد آپ امروہہ انڈیا میں مولانا احمد حسن امروہوی علیہ الرحمتہ کے مدرسہ میں مدرس کی حیثیت سے عرصہ دراز تک پڑھاتے رہے، جہاں ہزاروں طالبان حق اور متلاشیان علم نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علم حاصل کیا، اسی دوران مولانا احمد حسن علیہ الرحمتہ کا وصال ہو گیا جس کے بعد آپ وطن مالوف کی طرف واپس پلٹے، تقریباً ۳۶ برس کا طویل دورانیہ آپ نے علم حاصل کرنے اور علم کی شمع کو فروزاں کرنے میں گزارا، اس کے بعد کوٹ چاندنہ تشریف لائے اور یہیں مستقل اقامت اختیار کر کے دین حق کی خدمت میں مصروف رہے۔

تلاشِ مرشد کامل ☆: آپ کافی عرصہ سے مرشد کامل کی تلاش میں تھے کہ اچانک ایک رات نصیبا بیدار ہوا کہ حضرت شاہ مظفر علی دہلوی نقشبندی علیہ الرحمتہ کالا باغ والوں کی زیارت سے مشرف ہوئے تو حضرت شاہ مظفر دہلوی علیہ الرحمتہ نے اپنے پاس آنے کا اشارہ دیا۔

آپ ان دنوں چکی شیخ جی میں درس و تدریس میں مشغول تھے، چنانچہ آپ پہلی فرصت میں کالا باغ پہنچے اور حضرت سیّد شاہ مظفر علی دہلوی نقشبندی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے آپ کو روہڑی صوبہ سندھ میں حضرت سیّد محمد عارف حسین شاہ چشتی قادری علیہ الرحمتہ کے پاس پہنچنے کا حکم دیا۔

آپ بذریعہ ٹرین روہڑی کے لئے روانہ ہوئے، جب روہڑی اسٹیشن پر پہنچے تو وہاں ایک شخص پکار رہا تھا مولانا نور الزمان کالا باغوی، مولانا نور الزمان کالا باغوی، یہ صدا سُن کر آپ حیران ہوئے کہ یہاں کون میرا جاننے والا موجود ہے، جب اُس شخص کے پاس گئے، علیک سلیک کے بعد اُس نے بتایا کہ مجھے حضرت سیّد محمد عارف حسین شاہ صاحب علیہ الرحمتہ نے حکم دیا ہے کہ تم اونٹ لے کر جاؤ، روہڑی ریلوے اسٹیشن پر میرا نور الزمان نامی مہمان آ رہا ہے، اسکو لے آؤ، وہ شخص آپ کو اونٹ پر بٹھا کر حضرت پیر سیّد محمد عارف حسین شاہ علیہ الرحمتہ کی خانقاہ میں لے گیا، جب آپ وہاں پہنچے تو حضرت عارف حسین شاہ جو چونکہ پہلے سے آپکی آمد کے منتظر تھے، اُنہوں نے آگے بڑھ کر آپ کا پُر جوش استقبال کیا اور گلے سے لگا لیا۔

بیعت و خلافت ☆: آپ حضرت سیّد محمد عارف حسین شاہ علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، اور چالیس دن تک مرشد کامل کی خانقاہ سے متصل مسجد میں چلہ کش رہے چالیس روز کے بعد مرشد کامل نے آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ، اویسیہ سہروردیہ میں خرقہ خلافت عطا فرما کر صاحب ارشاد و مجاز فرما دیا۔

نوٹ ☆: آپ کے پیر و مرشد حضرت سیّد عارف حسین شاہ علیہ الرحمتہ روہڑی ضلع سکھر سے متصل ایک مقام ارو ڑ میں قیام

پذیر تھے، اور حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی علیہ الرحمتہ سے انہیں نسبت اویسی حاصل تھی،

اس کے علاوہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپکے پیر صحبت حضرت شاہ مظفر دہلوی نقشبندی مجددی علیہ الرحمتہ نے بھی آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔

حضرت شاہ مظفر دہلوی علیہ الرحمتہ نے جب آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا تو آپ کو حکم دیا کہ آپ یہاں سے دہلی تشریف لے جائیں اور میرے مرشد حضرت شاہ غلام علی نقشبندی مجددی علیہ الرحمتہ کے مزار پر جا کر خلوت نشینی اختیار کریں، آپ نے رخت سفر باندھا اور دہلی پہنچ کر حضرت شاہ غلام علی نقشبندی علیہ الرحمتہ کے مزار پُر انوار پر چلہ کشی اختیار کی' ساٹھ روز کی مسلسل مشقت و ریاضت وعبادت کے بعد حضور پُر نور سیّدِ عالم ﷺ کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوئے تو سرکار مدینہ ﷺ نے حکم دیا کہ آپ یہاں سے اپنے وطن کو چلے جائیں اور مخلوق خدا میں رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیں۔

سیرت و کردار☆: آپ کی تمام عمر خدمت دین متین میں گذری، عبادت و ریاضت مجاہدہ، تقوی، ورع علم وعرفان سے ایک لمحہ بھی غفلت نہ فرمائی، بڑے بڑے صاحب کمال بزرگوں سے آپ فیض یافتہ تھے، مرشد کامل کے سلسلہ کو چلانے میں بڑی ہمت و استعداد سے ایسا کام لیا چہار دانگ عالم میں آپکی شہرت اور علم وعرفان کے ڈنکے بجنے لگے، چہار جانب سے مخلوق آکر استفادہ کرنے لگی، خداوند عالم نے آپ کو وہ بلند مقام عطا فرمایا کہ آپ (رسُول نُما) کے لقب سے معروف ہوگئے، آپ اپنی محفل میں آنے والے طالب صادق کو چند دنوں میں آقائے نامدار حضور پُر نور یوم شافع النشور ﷺ کے نورانی جلوؤں کا دیدار کرادیتے تھے، آپ کی مجالس کی کیفیت یہ تھی کہ بے نمازی آتے تو باجماعت نماز پڑھنے والے بن جاتے گنہگار آتے تو گناہوں سے تائب ہوکر ایسے جاتے کہ دوبارہ گناہ نہ کرتے، اور ہمہ وقت ہاتھوں میں تسبیح پکڑ کر درود سلام پیش کرنے والے بن جاتے، یہاں تک مشہور ہوگیا کہ آپ کی خدمت میں چرواہے آتے ہیں اور حضوری کے مقام پر پہنچ کر واپس ہوتے ہیں اور ذکر واذکار کرنے والے اور نوافل پڑھنے والے بن جاتے ہیں، آپ اپنے مریدوں کو درود خضری کی تلقین فرماتے، آپ کے عام مرید کا وظفیہ پانچ ہزار مرتبہ روزانہ درورد پاک پڑھنے کا معمول ہوتا تھا۔

حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول کریم ﷺ☆: ۱۹۲۲ء میں آپ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول کریم ﷺ کے لئے اپنے اہل خانہ اور بہت سے درویشوں مریدین وعقید تمندوں کے ہمراہ تشریف لے گئے۔

گھر سے روانگی سے پہلے آپ نے ارادہ کرلیا تھا کہ اب بقایا تمام زندگی دیار حبیب ﷺ میں ہی گزاروں گا اور واپس نہیں آؤں گا لیکن حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی کے بعد جب مدینہ پاک تشریف لے گئے اور سرکار کی بارگاہ میں حاضری دی تو چند دنوں کے بعد

اپنے اکلوتے فرزند و جانشین حضرت علامہ سیّد فخر الزمان شاہ کاظمی علیہ الرحمتہ سے فرمایا کہ مجھے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ تم واپس اپنے علاقے میں جاؤ وہاں تمہاری ضرورت ہے لہٰذا اب واپس جانا ہے۔

جناب فتح محمد کشفی صاحب سوانس والے فرماتے ہیں کہ جن دنوں آپ چکی شیخ جی میں تدریس فرماتے تھے، اس وقت آپ کو چالیس روپیہ ماہانہ اعزازیہ ملتا تھا، آپ نے وہ تمام رقم حج کے لئے سنبھال رکھی تھی، اور جب حج پر تشریف لے گئے تو وہ تمام رقم وہاں کے غریبوں اور مساکین میں تقسیم فرمادی۔

آپ کے مشہور زمانہ تلامذہ ☆: یوں تو آپکے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں تھی، جن میں سے چند مشاہیر زمانہ کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

حضرت مولانا اکبر علی چشتی نظامی بلوخیل روڈ میانوالی شہر والے، حضرت علامہ غلام محمد گھوٹوی گھوٹہ شریف ملتان والے، حضرت علامہ عبدالرحمٰن ضلع اٹک والے، حضرت خواجہ غلام نصیر الدین شاہ خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی، حضرت علامہ سیّد فخر الزمان شاہ صاحب علیہ الرحمتہ یہ آپ کے اکلوتے فرزند اور جانشین اور شاگرد بھی ہیں۔

آپکے خلفائے نامدار ☆: حضرت خواجہ پیر سیّد فخر الزمان شاہ جو آپکے فرزند و جانشین ہیں، حضرت علامہ مولانا محمد امین کشمیری جموں کشمیر انڈیا، حضرت مولانا عبدالرزاق بخارا، حضرت مولوی سراج محمد لنڈی ضلع مردان حضرت علامہ مولوی محمد حیات مندہ خیلوی علیہ الرحمتہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 28 شوال المکرّم ۱۳۴۲ھ بمطابق دو دجون 1924ء کو ہوا، مزار پرانوار کوٹ چاندنہ تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں مرجع خاص و عام ہے جو آپ کے خلیفہ و شاگرد رشید حضرت مولوی محمد حیات مندہ خیلوی علیہ الرحمتہ نے تعمیر کروایا جو اپنے اندر ایک کشش رکھتا ہے اور آنے والوں کو دعوت نظارہ دیتا ہے۔

آجکل آپ کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ علامہ منیر الزمان شاہ کاظمی مدظلہ العالی جو آپکے پوتے اور علامہ پیر سیّد فخر الزمان شاہ کاظمی علیہ الرحمتہ کے فرزند ارجمند ہیں، جو بڑے ہی احسن انداز میں سلسلہ عالیہ کی خدمت اور مسجد و خانقاہ معلیٰ کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ سید مخلص الرحمان چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قدوۃ السالکین، دلیل الکاملین، برھان الواصلین، شیخ یگانہ، مرشد زمانہ، عالم ربانی، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت خواجہ السید شاہ مخلص الرحمان المعروف حضرت جہانگیر شاہ چشتی قادری ابوالعلائی رحمتہ الہ علیہ حجتہ الکاملین بہ مقلب خطاب غیبی شیخ العارفین ہیں۔

آپ کا نام نامی اسم گرمی سید مخلص الرحمان ہے جبکہ مرشد کامل نے جہانگیر شاہ کے لقب سے نوازا اور شیخ العارفین کا خطاب غیبی طور پر عطا ہوا تھا۔

آپ کی ولادت باسعادت 1229ھ بروز پیر موضع مرزا خیل شریف دیا نگ ضلع چاٹگام بنگال موجودہ بنگلہ دیش کے ایک متمول زمیندار گھرانے کے حسنی حسینی سادات کے عظیم فرد کامل حضرت خواجہ سید غلام علی شاہ علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ کے جدِ اعلیٰ عرب سے ہجرت فرما کر ہندوستان میں جب تشریف لائے تو آپ کی خاندان شان وعظمت اور بلند پایہ مقام کے پیش نظر ہندوستان کے شاہی خاندان کے فرمانروا اور دیگر امرا نے گلشن مصطفیٰ ﷺ اور اہل بیت اطہار کے ان عظیم سپوتوں کی خدمت اپنے لئے باعث سعادت سمجھا اور ان کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہو کر اپنی سلطنتوں کو مضبوط کیا اور ان نفوس قدسیہ کو دہلی میں اپنے محلات کے قریب آباد کئے رکھا۔

جب سلاطین دہلی کی فتوحات کا رخ بنگال کی طرف ہوا اور مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں اسلام کا جھنڈا بنگال میں لہرایا تو اس لشکر کے ساتھ سادات بنی فاطمہ کے دو پھول یعنی آپ کے اجداد کے دو عظیم بزرگ بھی تشریف لائے تھے جو فتح بنگال کے بعد سے موضع مرزا خیل قصبہ دیا نگ ضلع چاٹگام موجودہ بنگلہ دیش میں مستقلاً قیام پذیر ہو کر اپنے اجداد کے فیوض وبرکات سے یہاں کے لوگوں کو بہرہ ور فرماتے رہے ان بزرگوں کی کوششوں سے ضلع چاٹگام کی بے شمار غیر مسلم اقوام کے سرکردہ افراد اپنے پورے پورے قبیلوں سمیت جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے الحمدللہ کہ چاٹگام کی پچانوے فیصد آبادی کے لوگ آپ کے بزرگوں کی بدولت مسلمان ہوئے۔ آپ کے خاندان کے یہ دونوں بزرگ اس علاقہ میں حضرت بڑے میاں صاحب اور حضرت چھوٹے میاں صاحب کے نام سے معروف ومشہور ہیں اور قصبہ دیا نگ انہی بزرگوں کی اولاد سے آباد و شاد ہے۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ کی تربیت اور ابتدائی تعلیم کی تکمیل اپنے گھر ہی میں اپنے والد گرامی سے ہوئی آپ کے والد گرامی ایک متمول زمیندار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین وکیل بھی تھے اور وکالت کے شعبہ سے منسلک ہونے کے باوجود عبادت وریاضت

مجاہدات میں کوئی فرق نہ آنے دیا اور دن بدن مجاہدات و منازل سلوک کی تکمیل میں مشغول رہ کر ولایت کے بلند درجے پر فائز تھے۔

ایسے عظیم والد بزرگوار کی تربیت اور ابتدائی تعلیم کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ نے عربی و فارسی کی تکمیل اپنے علاقہ میں کرنے کے بعد مزید تعلیم کے حصول کیلئے کلکتہ کے اسلامی مدارس اور دینی مراکز میں داخلہ لے کر کتب متداولہ پڑھ کر دینی علوم کی بہت جلد تکمیل کر کے سند فراغ حاصل کی۔

آپ اپنے علاقہ میں وقت کے بہت بڑے محدث و مفسر اور جید عالم دین کی حیثیت سے مانے اور پہچانے جاتے تھے۔

بیعت و خلافت ☆: علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ کی طبیعت کا میلان علوم باطنیہ کی طرف بڑھا اور سینے میں محبت الٰہی جوش مارنے لگی تو آپ کو کسی رہبر و شیخ کامل کی جستجو ہوئی تو آپ کلکتہ سے لکھنؤ میں مولانا برہان الدین فرنگی محل جو اس علاقہ میں اس وقت کے نہ صرف بڑے عالم بلکہ شیخ طریقت بھی تھے کے پاس حاضر ہو کر مدعا بیان کیا تو مولانا فرنگی محل بڑی محبت سے پیش آئے اور اچھی طرح مہمان نوازی کرنے کے بعد فرمایا کہ آپ کا حصہ میرے پاس نہ ہے آپ یہاں سے بھاگل پور میں حضرت سید امداد علی شاہ علیہ الرحمتہ کے پاس چلے جائیں جب آپ لکھنؤ سے بھاگل پور کے لئے روانہ ہونے لگے تو مولانا فرنگی محل نے آپ کو حزب البحر پڑھنے اور پڑھانے کی اجازت عنایت فرمائی۔

جب آپ بھاگل پور پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ سید امداد علی شاہ صاحب علیہ الرحمتہ صدر اعلیٰ کے عہدہ پر فائز ہو کر بکسر میں تشریف فرمائیں آپ وہاں سے بکسر پہنچے اور حضرت سید امداد علی شاہ چشتی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہو کر چھ ماہ تک مرشد کامل کی خدمت میں حاضر رہ کر مجاہدات و منازل سلوک کی تکمیل کرتے رہے اسی دوران مرشد کامل کے حکم سے آپ چھپرہ شریف میں اپنے دادا مرشد حضرت خواجہ شاہ محمد مہدی چشتی قادری فاروقی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں چند روز قیام پذیر رہ کر ھل من مزید کا دم بھرتے رہے۔

دادا مرشد کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے کے بعد آپ بھاگل پور میں اپنے مرشد کامل حضرت سید امداد علی شاہ چشتی قادری کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے تو مرشد کامل نے خصوصی توجہ سے نواز کر تمام روحانی منزلیں طے کروا کر آپ کو دستار خلافت عطا فرما کر صاحب ارشاد و صاحب مجاز فرما کر طریقت میں آپ کو جہانگیر شاہ کے لقب و نام سے نواز کر بڑی محبت و شفقت سے وطن مالوف کی طرف روانہ کر دیا۔

مرزا خیل واپسی اور خانقاہ کا قیام ☆: مرشد کامل سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ اپنے وطن مالوف مرزا خیل چاٹگام میں تشریف لائے اور وہاں مخلوق خدا کی رشد و ہدایت کے لئے ایک خانقاہ قائم کی اور علوم دینیہ کے شائقین کیلئے دینی مدرسہ کا اجراء کیا۔

جس میں دور دور سے شائقین علوم دینیہ آ کر دین مصطفی ﷺ کا علم حاصل کرتے رہے لاتعداد طلباء نے درس حدیث اور قرآن کریم کی تفسیر آپ سے پڑھی اور مختلف علاقوں میں جا کر دین اسلام اور مسلک حقہ کی اشاعت و ترویج میں مصروف ہو گئے۔

آپ چونکہ ظاہری و باطنی علوم کا مرجع تھے۔ اس لئے وقت کے بڑے بڑے علماء مسائل پوچھنے کے لئے آتے تھے آپ اپنی خداداد فہم وفراست سے پیچیدہ گتھیاں آن واحد میں سلجھادیا کرتے تھے۔

حافظہ اس قدر قوی تھا کہ ایک کتاب کا اگر سرسری مطالعہ کرلیا تو وہ ازبر ہو جاتی تھی اسی طرح آپ کی خانقاہ معلیٰ میں ہمہ وقت مخلوق خدا کا ہجوم رہتا لاتعداد افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے ان میں سے بہت سے حضرات واصل الی اللہ ہو کر مخلوق خدا کی رشد و ہدایت میں مشغول رہے۔

آپ بیک وقت ایک جید عالم دین شیخ التفسیر والحدیث اور شیخ طریقت و عارف کامل تھے۔

آپ کی دینی و علمی اور قلمی خدمات☆: جہاں آپ اپنے زمانے کے بہترین مدرس و عالم تھے وہاں ایک بہترین مناظر بھی تھے بہت سے بدعقیدہ نام نہاد مولویوں سے مختلف موضوعات پر آپ نے مناظرے کئے۔

مناظرہ کے میدان میں آپ کا مخالف اپنی کتابیں گاڑی میں رکھ کر لاتا جبکہ آپ ایک کتاب بھی لے کر کبھی نہ گئے کسی عقیدت مند نے عرض کیا حضور آپ کا مدمقابل تو گاڑی میں کتابیں رکھ کر لاتا ہے مگر آپ خالی ہاتھ آپ نے جواب میں فرمایا کہ مولوی کا علم کتابوں میں ہوتا ہے اور ہمارا علم ہمارے سینے میں ہے آپ کی بارعب اور پرکشش شخصیت کا اس قدر دبدبہ تھا کہ مخالف مناظر سٹیج پر آنے کی جرأت ہی نہ کرتا تھا بلکہ آپ کو اسٹیج پر بیٹھا دیکھ کر دور سے ہی راہ فرار اختیار کر لیتا تھا۔

آپ نے بدنام زمانہ مولوی اسماعیل دہلوی قتیل کی کتاب تقویۃ الایمان کے رد میں ایک کتاب ''شرح الصدور تحریر فرمائی جس میں مقام اولیاء کا تحفظ اور عقائد اہل سنت کی حقانیت اور مولوی اسماعیل کی کفریہ تحریروں کا قرآن وسنت کی روشنی میں مضبوط دلائل سے رد کر کے مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کی ترجمانی کی۔

سیرت و کردار☆: آپ عرصہ تیس برس تک مسلسل سخت مشقت وریاضت وعبادت میں مشغول رہے ایک لمحہ کے لئے کبھی نیند نہیں کی اور نہ ہی کبھی فرائض واجبات، سنن مستحبات ونوافل کی ادائیگی میں غفلت آنے دی آپ اکثر اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ ایسی تونگری سے بچانا جو غفلت میں ڈال دے اور ایسی غریبی سے بچانا جو تیری یاد سے غفلت پیدا کر دے آپ ہمیشہ غفلت وسستی اور کاہلی سے بچتے تھے آپ فرماتے کہ غفلت وسستی شریفوں کا شعار نہیں ہے۔ شرافت ونجابت کی بقاء محنت کشی اور چستی سے ہوتی ہے

سنت مصطفی ﷺ کا خصوصی اہتمام فرماتے پوری زندگی میں آپ سے قہقہہ کی آواز کسی نے نہیں سنی قدم ہمیشہ جما کر چلتے گویا کہ آپ کا چلنا بھی ذکر وفکر سے خالی نہ تھا۔

آپ کے سینے میں عشق مصطفی ﷺ اور محبت الٰہی کا جو دریا موجزن تھا اس کا اثر یہ تھا کہ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والوں کے دلوں میں درد اور سوز پیدا ہو جاتا تھا بہت سے طالبان حق آپ کی صحبت اور تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر گوہر مقصود تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔

کشف و کرامات☆: موضع مرزا خیل ضلع چاٹگام کے ایک شخص بشیر صاحب کو ایک مرتبہ سخت قسم کا ہیضہ ہوا کہ موت کی علامات ظاہر ہوئیں اور آخرکار سانس بند ہو گیا لوگوں کو جب ان کی موت کا یقین ہو گیا تو وہ کفن دفن کی تیاری میں مصروف ہو گئے مگر ابھی

تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ان میں زندگی کے آثار نمودار ہو گئے اور وہ اٹھ کے بیٹھ گئے اور بالکل تندرست نظر آنے لگے۔

لوگوں نے حیران ہو کر معاملہ پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ جب مجھ پر نزاع کا عالم تھا تو میرے پاس تین شخص آئے اور مجھے ایک پروانہ دکھا کر کہنے لگے چل جس نے تجھے پیدا کیا ہے کہ وہ تمہیں بلاتا ہے۔

یہ کہہ کر ان میں سے دو آدمیوں نے میرے بازو پکڑ لئے اور کشاں کشاں مجھے لے کر چلنے لگے چلتے چلتے راستے میں ایک درخت آیا جس کے نیچے وہ ٹھہر گئے اور مجھ سے کہنے لگے تم بھی بیٹھ جاؤ جب میں بیٹھ گیا تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ العارفین سیدنا مخلص الرحمان المعروف جہانگیر شاہ رحمتہ اللہ علیہ تشریف لے آئے اور مجھ سے پوچھا کہ بشیر اللہ یہاں کیسے بیٹھے ہو؟ اور کہاں جا رہے ہو میں نے عرض کی حضور ان لوگوں نے پروانہ دکھا کر مجھے گرفتار کر لیا ہے اور مجھے کچھ معلوم نہیں کہ یہ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا وہ پروانہ کہاں ہے؟ ہمیں دکھاؤ میں نے پروانہ دکھایا تو آپ نے ان لوگوں سے (جو مجھے لے گئے تھے) فرمایا یہ وہ بشیر اللہ نہیں ہے وہ دوسرا شخص ہے جس کے لئے یہ پروانہ ہے وہ بشیر اللہ (فٹ کچری) میں ہے تم وہاں جاؤ اور اس بیچارے کو چھوڑ دو۔

چنانچہ انہوں نے آپ کے حکم سے مجھے چھوڑ دیا اور وہ وہاں سے چلے گئے اس کے بعد حضرت شیخ العارفین نے مجھ سے فرمایا بشیر اللہ اب تم اپنے گھر چلے جاؤ میں نے عرض کیا حضور کیسے جا سکتا ہوں؟ میرے اس سوال پر آپ نے مجھے دو پھول عطا فرمائے ان کے وسیلے سے میں اپنے گھر پہنچا اور ہوش میں آیا تو اپنے آپ کو اپنے بستر پر موجود پایا۔

حضرت سیدی قبلہ سکندر شاہ صاحب چشتی قادری جہانگیری ابو العلائی فرماتے ہیں کہ ہمیں اس واقعہ کا اس طرح علم ہوا کہ ہمیں حضرت شیخ العارفین نے فرمایا کہ بشیر اللہ بیمار ہیں آپ جا کر ان کی عیادت کر آئیں میں تعمیل ارشاد کی خاطر چلا گیا اور تیمارداری کر آیا۔

اس طرح ایک دن آپ نے اپنے دو مریدین عبدالجلیل اور خادم علی کو حکم دیا کہ بشیر اللہ صاحب سخت بیمار ہیں آپ جا کر عیادت کر آئیں۔

جس وقت عبدالجلیل صاحب اور خادم علی صاحب وہاں گئے تھے اس وقت بشیر اللہ صاحب لوگوں کو اپنے مر کر زندہ ہونے کا واقعہ بیان فرما رہے تھے۔ تب عبدالجلیل صاحب اور خادم علی صاحب کو پتہ چلا کہ آپ نے ہمیں کیوں بھیجا ہے۔

جناب بشیر اللہ صاحب اس واقعہ کے بعد آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور اس کے بعد سالہا سال زندہ رہے اور خدمت اقدس میں حاضری دیتے رہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ زندہ ہونے کے چند روز بعد مجھے معلوم ہوا کہ عین اسی روز موضع فٹ کچری میں ایک شخص بشیر اللہ نامی کا انتقال ہوا ہے۔

وصال کے بارے میں اشارے کنائے ☆: ایک دن آپ نے بذات خود فرمایا کہ میرے شیخ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب تم ہر مرض کی دوا ہو جاؤ گے اس وقت تمہارا اس دنیا سے انتقال ہو جائے گا جب تک ایسا نہ ہو جائے انتقال نہ ہوگا۔

چنانچہ میرے مرشد کامل کا فرمان پورا ہو گیا ہے انہوں نے جیسا فرمایا تھا وہ پورا ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ ہماری دعا

سے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے مایوس اور لاعلاج مریضوں کو شفا بخشی ہے اس لئے اب جانے کا وقت قریب ہے۔

2۔ ایک دن فرمایا کہ اللہ کے پیارے محبوب رسول کریم ﷺ کے وصال باکمال کا دن دوشنبہ (یعنی پیر کا دن ہے) لہٰذا ہمارے وصال کا دن بھی دوشنبہ پیر کا دن ہوگا۔

3۔ آپ نے اپنے وصال باکمال سے قبل اپنے سفر آخرت کے تمام انتظامات اور اس کے خرچ کا پہلے سے بندوبست فرما لیا تھا اور آستانے پر آنے والے عقیدت مندان سے فرماتے ہیں کہ اب دنیا سے جانے کا وقت قریب ہے میرا گھر (قبر) خانقاہ کے ساتھ تالاب کے شمالی گوشہ میں بنایا جائے تاکہ آنے جانے والوں کی خبر گیری کرتا رہوں اور چھوٹے میاں یعنی صاحبزادہ سید عبدالحئی کی تعلیم ابھی نامکمل ہے لہٰذا ان کی تعلیم مکمل ہونے دینا۔

4۔ ایک دن فرمایا کہ صاحبزادہ عبدالحئی المعروف چھوٹے میاں آج کل لکھنو میں حضرت مولانا فرنگی محل کے پاس تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

ہمارے وصال کے بعد ہمارا سجادہ، قلمدان، گدی شریف، حقہ، عصا مبارک، اور کتابیں وغیرہ ان کو دے دینا ہم نے ان کو اپنا سجادہ نشین مقرر کیا ہے ان سے کہہ دینا کہ ہمارے مریدین کی خبر گیری رکھیں۔

5۔ وصال سے قبل چونکہ آپ بیمار تھے۔طبیعت کافی ناساز ہوگئی تو فرمایا کہ ہم نے سوموار کے دن سفر آخرت کو جانا ہے یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی عقیدت مندان ملاقات وزیارت کے لئے آنا شروع ہوگئے اتوار کا دن گزرا رات بھر اپنا حجرہ بند کر کے سب سے الگ تھلگ عبادت وریاضت میں مصروف رہے صبح فجر کا وقت ہوا تو تازہ وضو کر کے تمام احباب کے ہمراہ باجماعت نماز ادا فرمائی۔اس کے کافی دیر بعد فرمایا کیا سورج نکل آیا ہے مریدین نے عرض کی جی حضور تھوڑی دیر پہلے ہی نکلا ہے یہ سن کر انگشت شہادت آسمان کی جانب بلند کی اور لبوں پر حرکت وجنبش آئی محسوس ہوتا تھا کہ کچھ پڑھ رہے ہیں اسی حالت میں آپکا وصال باکمال ہوگیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ماہ ذیقعد بروز دوشنبہ (سوموار) ۱۳۵۲ھ بمطابق 1933ء کو ہوا۔مزار پُر انوار موضع مرزا قصبہ دیا نگ ضلع چاٹگام بنگلہ دیش میں مرجع خلائق عام ہے جہاں آج بھی اہل عشق ومحبت حاضری دے کر علم وعرفان کی دولت لوٹتے ہیں آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے جناب خواجہ سید عبدالحئی المعروف چھوٹے میاں چشتی قادری جہانگری ابوالعلائی سجادہ نشین مقرر ہوئے

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر قاضی سید نور چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: درویش مست الست، فقیر یگانہ، ہمہ صفت موصوف، عارف ربانی، مرشد لاثانی پیر طریقت حضرت قاضی سید نور چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ نمونہ سلف صالحین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۶۵ھ بمطابق 1848ء موضع ڈھاب کلاں تحصیل وضلع چکوال میں عارف اکمل حکیم حاذق حضرت پیر قاضی عبدالحلیم چشتی قادری علیہ الرحمتہ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔

آپ اپنے عظیم والد گرامی کے چوتھے بیٹے ہیں۔ بچپن سے ہی طبیعت کا رجحان کھیل کود کی طرف مائل تھا۔ دیگر کھیلوں کے علاوہ شکار کے حد درجہ شوقین تھے، جس کی بنا پر تعلیم ظاہری و باطنی کی طرف آپ کی توجہ نہ تھی۔ آپ کے عظیم والد گرامی آپ سے اکثر اس وجہ سے ناراض رہتے تھے کہ ان کی طبیعت کھیل کود اور شکار کی جانب تو ہے مگر علم حاصل کرنے کا کوئی شوق نہ ہے۔ اسی بنا پر آپ کے والد گرامی نے آپ کے بارے میں درج ذیل شعر ارشاد فرمایا تھا:

گل نہ چولا سر نہ کھنڈاوا پیر نہ پاندہ جُتی
اٹھے پھر فقیر خدادا پیا ڈھونڈیدا گتی

پھر ایک وقت آیا کہ قسمت نے یاوری کی اور آپ کی توجہ والد گرامی کے مشن کی طرف مبذول ہوئی مگر ان دنوں آپ کے والد گرامی کی طبیعت علیل تھی اور آپ اپنے دیگر بھائیوں کے ہمراہ ان کی خدمت میں مصروف ہوگئے۔

چمن میں رقص فرماتی ہوئی موج خمار آئی ☆: آپ کے والد گرامی حضرت پیر قاضی عبدالحلیم قادری چشتی علیہ الرحمتہ کے وصال کا وقت آیا تو تمام اہل خانہ و برادران اس موقع پر جمع تھے تو آپ اپنے عظیم والد گرامی کے قدموں میں گر گئے اور رو کر عرض کی حضرت میں نے تمام عمر کھیل کود میں گزار دی اور آپ کے مشن کی طرف کوئی توجہ نہ دی خدارا میری اس کوتاہی کو معاف فرما دیں اور میں آج سے توبہ اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کروں گا آپ مجھے معاف فرما دیں اور اس دنیا سے مجھ سے ناراض نہیں بلکہ راضی ہو کر جائیں اور رب ذوالجلال کے حضور میرے لیے دعا بھی فرمائیں کہ مالک کریم میرے گناہوں کو معاف فرمائے۔

آپ کی طبیعت میں یک لخت انقلابی تبدیلی دیکھ کر آپ کے والدِ بزرگوار نے دفور محبت سے سرشار ہو کر آپ کو اپنے سینے سے لگایا اور باطنی فیضان و معرفت کی دولت سے مالا مال کر کے فرمایا بیٹا تو میری فقر کی مسند کا وارث ہوگا اور تو نے ہی میرے سلسلے کو فروغ دینا ہے۔

اس کے ساتھ ہی آپ کے والد بزرگوار نے اپنی تمام کتب جن میں اوراد واذکار درج تھے وہ منگوا کر اپنے تمام صاحبزادگان اور اہل خانہ کی موجودگی میں آپ کے حوالے کیں اور ساتھ ہی نصیحت فرمائی کہ بیٹا اس امانت کو سنبھال کر رکھنا اور اس پر زندگی بھر عمل کرنا پھر دیکھنا کہ تمہاری زندگی میں کیسا انقلاب آتا ہے اور پھر ہوا بھی کچھ ایسا کہ

نگاہ لطف ساقی نے میری قسمت بدل ڈالی
ذرا سی دیر میں بدبخت کی فطرت بدل ڈالی

پھر کیا تھا کہ بدبختی کی جگہ خوش بختی نے لے لی، برائی کی جگہ اچھائی نے جہالت کی جگہ علم نے کھیل کود اور لعو ولعب کی جگہ مسند ارشاد ودرس وتدریس نے لے لی، اور پھر وقت اور آپ کے قول وفعل اور عملی کردار نے ثابت کر دکھایا اور دنیا نے تسلیم کیا کہ آپ نے اپنے عظیم والد بزرگوار کا حقیقی وارث ہونے کا حق ادا کر دیا۔

علوم دینیہ کی تعلیم ☆: آپ نے قرآن کریم اپنے والد گرامی کی ظاہری حیات مبارکہ میں ہی حفظ کر لیا تھا، اور علوم دینیہ کی کتب اپنے برادر اکبر حضرت قاضی احمد نور چشتی قادری علیہ الرحمتہ سے پڑھ کر علوم دینیہ پر عبور حاصل کیا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ میں اپنے والد بزرگوار حضرت قبلہ پیر قاضی عبدالحلیم چشتی قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز تھے اور خرقہ خلافت واجازت آپ کے والد بزرگوار نے اپنے وصال سے قبل تمام اہل خانہ وآپ کے برادران کے سامنے عطا فرما کر آپ کو اپنی مسند ارشاد کا وارث اور جانشین مقرر فرما دیا تھا۔

سیرت وکردار ☆: اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد آپ نے ڈھاب کلاں کی مسند سنبھالنے کے بعد کوئی نماز قضا نہ ہونے دی، فرض نمازوں کے علاوہ آپ کا معمول تھا کہ رات کو اول وقت آرام فرماتے اور نماز تہجد کے وقت بیدار ہو کر تہجد ادا کر کے اپنے شیخ طریقت اور والد بزرگوار کے بتلائے ہوئے اوراد ووظائف میں مشغول ہو جاتے۔

نماز فجر کے بعد سے لے کر دن دس بجے تک آپ کا کمرہ بند رہتا اور آپ اوراد ووظائف اور ذکر وفکر میں مصروف رہتے۔

صبح دس بجے سے لے کر نماز ظہر تک دور دراز سے آئے ہوئے سائلین وعقیدتمندان ومریدین کے مسائل سن کر ان کے دکھوں کے علاج اور تدارک کے لیے رب کبریا کی بارگاہ میں دعا کرتے، بعض احباب کو تعویزات سے بھی نوازتے۔

آپ کے تعویز کے بارے میں گرد ونواح کے علاقہ میں اس قدر شہرہ تھا کہ دور دور سے لوگ تعویز لینے آتے اور اس کی برکت سے اپنی مشکلات سے نجات پاتے، آپ کے لکھے ہوئے تعویزات میں خدا نے اتنی برکت رکھی تھی کہ بے شمار لوگوں کے مسائل حل ہوئے اور لاتعداد افراد کو بیماریوں سے نجات ملی۔

آپ کی طبیعت میں اس قدر سختی اور چہرے پر اتنا جلال تھا کہ آپ جب کبھی گھر سے باہر نکلتے تو ہر وہ شخص جو راستے میں ملتا خواہ وہ پیدل ہو یا سواری پر سوار وہ فوراً رک کر آپ کی خدمت میں سلام پیش کرتا اور آپ کے احترام میں راستے سے ایک طرف ہو جاتا اور نہایت درجہ کی تعظیم کرتا۔ اسی طرح آپ کی خانقاہ میں آنے والا چاہے کتنے بڑے منصب کا مالک اور کیسا ہی وجیہہ ہو وہ جلدی جلدی آپ کے

سامنے لب کشائی کی جرات نہ کرتا۔ آپ کا قد مبارک 5 فٹ 8 انچ چہرہ انتہائی پرکشش، رنگ گندمی، لباس سفید اور صاف ستھرا پہنتے، سر پر بھاری ململ کی پگڑی باندھتے تھے، داڑھی مبارک پر کالی مہندی لگواتے جس کے لیے چکوال کا رہنے والا ایک حجام جو آپ کا مرید بھی تھا چکوال شہر سے ہفتے میں دو مرتبہ آتا اور آپ کے بالوں کو مہندی سے سجاتا اور آپ کی حجامت وخط وغیرہ بناتا تھا۔

آپ اپنے والد گرامی کی طرح گھوڑی کی سواری پسند فرماتے تھے۔ جب بھی کہیں جانا ہوتا گھوڑی کی سواری کرتے تھے۔

آپ نے اپنے والد گرامی کے طریقہ کو قائم رکھتے ہوئے گھر میں گھوڑیاں، گائے، بھینس اور بھیڑ بکریاں پال رکھی تھیں جن کی خدمت کے لیے باقاعدہ تنخواہ پر تین ملازم رکھے ہوئے تھے۔

خداوند کریم نے آپ کو ظاہری و باطنی علوم ومعرفت اور فیضان سے اس قدر نوازا ہوا تھا کہ جس طرف نظر اٹھاتے بگڑے ہوئے کام سنور جاتے آپ کی نظر ولایت سے بہت سے افراد کی زندگیوں میں انقلاب برپا ہوا بہت سوں کے بگڑے ہوئے مقدر سنورے، بہت سے لاعلاج مریض شفایاب ہوئے۔

آپ مستجاب الدعوات تھے۔ جو بھی دعا کسی کے حق میں فرماتے رب کائنات اسے شرف قبولیت عطا فرماتے، آپ کی زبان سے نکلا ہوا جملہ تیر بہدف تھا، جو فرماتے وہ اسی وقت ہو کے رہتا تھا۔

آپ کا خدمتگار حجام ایک مرتبہ معمول سے ہٹ کر کچھ تاخیر سے آیا تو آپ نے اس سے وجہ پوچھی تو اس نے بتایا حضور کچھ بکریاں پال رکھی ہیں، ان کے لیے جنگل سے کتھی یعنی (جانوروں کی) خوراک لینے گیا تھا جس کی وجہ سے کچھ تاخیر ہوگئی ہے۔ اس کی بات سن کر آپ نے فرمایا ''تو اب ساری عمر کتھی لاتا رہے گا'' آپ کی زبان ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ نے حقیقت کا ایسا روپ دھارا کہ وہ جانوروں کی کتھی (خوراک) کے لیے ہر روز باہر جاتا رہا، حالانکہ بعدازاں وہ آپ کے دعا کے صدقے ایک خوشحال گھرانے کا سربراہ بن چکا تھا مگر آپ کی زبان ترجمان سے نکلے ہوئے جملے اسے چین سے نہ بیٹھنے دیتے تھے۔

اس حجام نے آپ کی جس قدر خدمت وعزت کی، خداوند کریم نے اس کو اور اس کی اولاد کو اس کے بدلے اس قدر رزق عطا فرمایا کہ اس کی اولادوں کا شمار چکوال کے امیر ترین لوگوں میں ہوتا ہے۔

شادی و اولاد☆: آپ نے دو شادیاں کیں، پہلی شادی ''چک بازید'' سے کی۔ خداوند کریم نے ان اہلیہ سے آپ کو ایک صاحبزادہ قاضی علی اکبر عطا فرمائے جبکہ دوسری شادی اپنے گاؤں ڈھاب کلاں کے ایک زمیندار گھرانے کی معزز خاتون سے کی، ان سے آپ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

آپ کے صاحبزادہ قاضی علی اکبر کی پرورش اور تربیت وتعلیم کے تمام مراحل ان کے ننھالی گاؤں چک بازید میں ہی طے ہوئے۔ خداوند کریم نے قاضی علی اکبر کو دو صاحبزادے عطا فرمائے ان میں قاضی عبدالعزیز جو اپنے ننھالی گاؤں میں مستقلاً قیام پذیر رہے دوسرے صاحبزادے قاضی عبداللطیف صاحب ہیں جو آپ کی ڈھاب کلاں کی مسند کے وارث اور سجادہ نشین ہیں۔

کشف و کرامات☆: روال بالا گاؤں ضلع چکوال کا نمبردار جو آپ کا مرید مگر بے اولاد تھا، ایک مرتبہ آپ کی خانقاہ میں اس

نے حاضر ہو کر عرض کیا حضور خدا کا دیا سب کچھ موجود ہے مگر آج تک اولادِ نرینہ سے محروم ہوں۔ لہٰذا میرے واسطے دعا فرمائیں کہ خداوند کریم اولادِ نرینہ عطا فرمائے۔

اس کی بات سن کر آپ نے اس کے لیے پروردگارِ عالم کی ربارگاہ میں دعا کی اور چلتے ہوئے اسے تعویز بھی دیا اور فرمایا غمگین مت ہونا، خدا کے ہاں دیر نہیں۔ انشاء اللہ میرا خدا تمہیں اولاد کی دولت سے مالا مال کرے گا۔

تعویز لے کر وہ نمبردار چلا گیا اور ٹھیک ایک سال بعد خدا نے اسے چاند سا بیٹا عطا فرمایا۔ جس کی پیدائش کی خوشی میں وہ ایک خوبصورت اونٹنی لے کر آپ کی خانقاہ معلیٰ میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور خدا نے آپ کی دعا اور تعویز کی برکت سے بیٹا عطا فرمایا ہے۔ میری طرف سے یہ اونٹنی آپ کی سواری کے لیے نذر ہے قبول فرمالیں۔

اگرچہ خدا نے مال مویشی کی وافر مقدار سے آپ کو نوازا ہوا تھا مگر آپ نے اس کے خلوص کو نہ ٹھکراتے ہوئے اس کا تحفہ قبول کرلیا۔

آپ کو مال مویشی سے ازحد رغبت تھی اور یہ شوق آپ کو اپنے برادرِ اکبر قاضی سرور نور علیہ الرحمۃ سے ورثے میں ملا تھا۔

کرامت نمبر ۲ ☆: آپ کے مال مویشی چرانے والا خادم کسی کام کی غرض سے اپنے گاؤں چلا گیا تو گھر میں آپ کے مویشیوں کو جنگل میں لے جانے والا کوئی نہ تھا۔

آپ نے اپنے پڑوسی لڑکے شیر زمان کو بلوا کر فرمایا بیٹا آج ہمارے مویشی تم ہی جنگل میں لے جاؤ، اس لیے کہ ملازم چھٹی پر ہے اور کوئی ایسا آدمی گھر میں نہیں جو انہیں لے جائے۔

شیر زمان نے عرض کیا حضرت بات یہ ہے کہ میں آپ کے مویشی ضرور لے جاتا مگر معاملہ یہ ہے کہ میرے اپنے مویشیوں کی تعداد اتنی ہے کہ ایک آدمی سے نہیں سنبھلتے کجا کہ آپ کے بیس پچیس مویشی بھی ساتھ ہوں تو میں اکیلا کس طرح سنبھالوں گا۔

آپ نے فرمایا شیر زمان تم اپنے اور ہمارے مویشی بے فکر ہو کر لے جاؤ اور جنگل میں لے جا کر جس جگہ انہیں چھوڑو گے یہ وہاں سے آگے پیچھے نہیں جائیں گے اور نہ ہی کسی کی فصل کو نقصان پہنچائیں گے۔

چنانچہ شیر زمان نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور مویشی لے کر چلا گیا اور جنگل میں مویشی ایک جگہ چھوڑ کر خود ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ تمام دن کسی مویشی نے نہ ہی کسی کی فصل کو نقصان پہنچایا اور نہ ہی مقررہ حدود سے باہر گئے۔

ان مویشیوں میں تین گھوڑیاں، دو بھینس، تین گائے اور تقریباً پندرہ بکریاں شامل تھیں۔

اس کے دل میں بار بار یہ خیال آرہا تھا کہ ایک آدمی کے لئے اتنے جانور سنبھالنا محال ہے مگر یہ آپ کی کرامت تھی کہ کوئی جانور آگے پیچھے نہ ہوا نہ ہی کسی کی فصل کو نقصان پہنچایا۔

کرامت نمبر ۳ ☆: آپ کے پڑوسی شیر زمان کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے ساتھ والے پڑوسی کے گھر میں کالا ناگ نکل آیا جس کی وجہ سے پورے گھر میں بھگدڑ مچ گئی، شور کی آواز سن کر میں بھی پڑوس والے گھر میں گیا تو پتا چلا کہ سانپ نکل آیا ہے۔ چونکہ رات

کالی تھی اندھیرے کی وجہ سے کچھ نظر نہ آتا تھا صرف سانپ کی آنکھیں اندھیرے میں چمک رہی تھیں۔ میں دوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت فلاں شخص کے گھر میں کالا ناگ نکل آیا ہے جس کے باعث وہ اہل خانہ پریشان ہیں۔ میری بات سن کر آپ اپنی جگہ سے اٹھے اور پڑوس والے گھر میں جا کر آپ نے اپنی جوتی اتار کر سانپ کی طرف پھینکی جو کہ سانپ کو تو نہ لگی مگر جب ہم نے آگے بڑھ کر دیکھا تو سانپ مر چکا تھا۔

حالانکہ میں دیکھ رہا تھا کہ سانپ کو جوتی نہیں لگی، مگر درحقیقت آپ نے کچھ کلام ایسا پڑھا تھا کہ سانپ اندھا ہو گیا اور علامتی جوتی سے ہی مر گیا، جو آپ کی کرامت ہی ہو سکتی ہے۔

کرامت نمبر ۴☆: موضع ڈھاب کلاں کے قریبی گاؤں میاں مائر کا نمبردار تعویذ دھاگے اور فقراء کی کرامت سے انکاری تھا اور ان تمام معاملات کو ڈھکوسلا کہتا تھا۔

اچانک اسے ایک عورت پسند آ گئی اور وہ اس سے محبت کرنے لگا، مگر وہ عورت کسی بھی صورت اس شخص کو پسند نہ کرتی تھی۔

اس تمام صورتحال سے پریشان ہو کر وہ ڈھاب کلاں میں آپ کی خانقاہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا حضرت مجھے وہ عورت پسند آ گئی اور میں چاہتا ہوں کہ اس سے میری شادی ہو جائے مگر وہ عورت ہے کہ میری طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی، لہٰذا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ دعا فرمائیں اور ایسا تعویذ دیں کہ وہ عورت میری طرف رجوع کرنا شروع کر دے۔

آپ نے فرمایا کہ نمبردار صاحب آپ تو بزرگوں کی کرامات اور تعویزات کو ڈھکوسلا کہتے ہو اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تم علماء کی اکثر توہین ۔کے مرتکب بھی ہوئے ہو۔

اس نے عرض کی حضرت میں لاعلمی میں یہ غلطی کر بیٹھا ہوں لہٰذا آپ مجھے معاف کر دیں۔ آپ نے اس نمبردار کا گھمنڈ توڑنے کے لئے فرمایا ایک شرط پر تمہیں تعویز دوں گا کہ تم میرے گوبر کے ڈھیر کو بالٹیوں میں اپنے سر پر رکھ کر میری بھنوڑی والی زمین میں پھینک کر آؤ پھر تعویز ملے گا ورنہ نہیں۔

یہ زمین آپ کے گھر سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر واقع ہے۔

چونکہ نمبردار ہر قیمت پر اس لڑکی کو حاصل کرنا چاہتا تھا، اس نے مجبوراً اسی وقت بالٹی اٹھائی اس میں گوبر بھرا اور بالٹی سر پر رکھی اور آپ کے دروازے سے باہر نکلنے لگا تو دروازے پر آپ کے بڑے بھائی حضرت قاضی سرور نور صاحب جو اس نمبردار کے دوست تھے، اچانک سامنے آ گئے اور نمبردار سے معاملہ پوچھا تو اس نے تمام ماجرا ان کو سنایا، اس کی روداد سن کر حضرت قاضی سرور نور آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے یہ علاقے کا نمبردار اور معزز آدمی ہے اس نے عملاً آپ کے حکم کی تعمیل تو کر دی ہے۔ لہٰذا آپ نمبردار صاحب کو میرے کہنے پر معاف کر دیں اور تعویز عنایت فرمائیں۔

چنانچہ آپ نے اپنے بڑے بھائی کے کہنے پر نمبردار کو معاف کر دیا اور اسے ایک تعویذ عنایت کر کے فرمایا اس تعویز کو اپنے پلنگ کے پائے کے نیچے رکھ کر سو جاؤ۔

اگر وہ آج رات ہی کو تمہارے پاس چل کر آ جائے اور نکاح کی درخواست کرے تو سمجھ لینا کہ قاضی سید نور کے تعویز کا اثر ہے۔ اگر وہ کل یا پرسوں آئے تو پھر سمجھنا کہ وہ خود چل کر اپنی مرضی سے آئی ہے۔ اس میں میرے تعویز کا کوئی کمال نہ سمجھنا۔

چنانچہ وہ نمبردار تعویز لے گیا اور آپ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کر کے سو گیا، پھر وہی ہوا، جو آپ نے فرمایا کہ وہ عورت اسی رات نمبردار کے پاس خود چل کر آئی اور اسی رات اس عورت کا نکاح بھی اس کے ساتھ ہوا۔

دوسرے دن وہ نمبردار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدموں سے لپٹ گیا اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوا اور اس کے بعد سے علماء کی خدمت و عزت اس کا وطیرہ بن گیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال دو شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ بمطابق ۱۲ اکتوبر بروز جمعرات بوقت ظہر 1939ء کو ہوا۔ آپ کا مزار پُر انوار آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے والد گرامی حضرت قاضی عبدالحلیم چشتی قادری علیہ الرحمۃ کے پہلو میں موضع ڈھاب کلاں تحصیل و ضلع چکوال میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دیکر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آج کل آپ کے پوتے حضرت صاحبزادہ قاضی عبداللطیف چشتی قادری مدظلہٗ آپ کے دربار کے سجادہ نشین ہیں جنہوں نے سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ کے پرانے مزار کو شہید کروا کر نئے انداز سے بڑے ہی دلکش اور خوبصورت انداز سے مزار شریف اپنی ذاتی گرہ سے تعمیر کرایا ہے اور بڑے ہی احسن انداز میں سلسلہ عالیہ اور دربار عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

فقیر راقم الحروف نے آپ کے پڑپوتے جناب حاجی سعید الظفر صاحب کی تحریر کردہ کتاب ہی سے آپ کی ذات والا صفات کا تذکرہ نقل کیا ہے۔

آج کے دور میں اپنے بزرگوں کی تاریخ اور سوانح حیات تحریر کرنا بہت مستحسن کام ہے جو کہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے منارۂ نور ثابت ہوگی اور اگلی صدی کا مورخ اس سے استفادہ بھی کر سکے گا۔ دعا ہے کہ خدا حاجی قاضی سعید الظفر صاحب اور ان کے دیگر اہل خاندان کو اپنے بزرگوں کے مشن کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت فقیر حافظ غلام محمد چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: متعلم مکتب خانہ ام الکتاب، معلم مدرسۃ یہدی بہ اللہ من اناب، مدرس مسائل عشق و عرفان، محدث وجدو بیان، حضرت فقیر حافظ غلام محمد چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ قبلہ طالبان ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت بستی بختاور ضلع بھکر کے معروف فقیر خاندان کے عظیم بزرگ حضرت فقیر غلام اسحاق قادری اویسی علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھرانے میں ہوئی۔

آپ کے والدگرامی فقیر غلام اسحاق علیہ الرحمۃ نے آپ کی تربیت وتعلیم پرخصوصی توجہ دیتے ہوئے گھر میں ہی ناظرہ قرآن مجید اور ابتدائی فقہی مسائل سکھائے اور حفظ قرآن کے لئے بستی مائی روشن اور ٹھٹھی سناواں تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفرگڑھ کے حافظ عطامحمد مرحوم کے مدرسہ میں داخل کرایا۔

حفظ قرآن مجید کی تکمیل کے بعد آپ کی توجہ باطنی علوم پرگئی تو آپ نے اوراد و وظائف، عبادت وریاضت کا سلسلہ بڑے ہی انہماک سے شروع کیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بزرگان کی خدمت میں حاضری اور اولیائے کاملین کے مزارات پر حاضری کو اپنا شعار بنایا، اس ضمن میں ایک دفعہ آپ کڑی خسور ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک بزرگ جو سلسلہ عالیہ قادریہ سے منسلک تھے۔ حضرت بابا نور قادری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی باباجی آپ کے پاس اللہ کا نام سیکھنے آیا ہوں۔

حضرت بابا نور قادری علیہ الرحمۃ نے فرمایا "آپ اپنے والدگرامی کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف کو پابندی سے پڑھیں، آپ کو آپ کا گوہر مقصود ایک گیلانی بزرگ سے ملے گا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ قادریہ چشتیہ میں غوث زماں فاتح قادیاں حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پاکر سرفراز ہوئے۔

نوٹ ☆: حضور تاجدار گولڑہ کا سلسلہ طریقت چشتی نظامی تھا، جبکہ قادری فیضان اپنے اجداد سے حاصل تھا۔ اس لئے آپ قادری سلسلہ میں داخل ہونے کے خواہشمند کو قادری سلسلہ طریقت میں بیعت فرمالیتے تھے، اس طرح حضور خواجہ گولڑوی کے ہاتھ سے قادری سلسلہ میں داخل ہونے والے کو دوسلاسل کا شرف حاصل ہوتا، قادری اور چشتی (از مؤلف)

سیرت وکردار ☆: آپ اپنے زمانے کے معروف وعظ وخطیب تھے، جرأت وہمت والدگرامی سے ورثہ میں ملی ہوئی تھی۔ حق بات کے کہنے میں کبھی خوف محسوس نہ کیا۔

ایک دفعہ داربن کلاں کے ایک معزز شخص حاجی غلام شاہ نے آپ سے عرض کی کہ لوگ قبروں پر میلہ لگاتے ہیں، عورتیں پردہ

نہیں کرتیں اور جاہل لوگ کہتے ہیں کہ قبروں والے سب کچھ دیتے ہیں۔
آپ نے فرمایا ہم جاہلوں کے ذمہ دار نہیں ہم اس بات کے قائل ہیں کہ زیارات قبور شرعی طریقہ کے مطابق ہوں، عورتیں اپنے محرم کے ساتھ جائیں، اور پردہ کی پابندی کریں، لوگ مسنون طریقہ سے ایصال ثواب کریں اور اللہ تعالیٰ سے حاجات طلب کریں، البتہ بزرگوں کے توسل میں کوئی حرج نہیں۔
آپ کا اپنے بزرگوں کے حلقہ ارادت سے منسلک لوگوں کی تربیت واصلاح میں آپ کی حکمت آمیز مواعظ حسنہ اور اخلاق عالیہ کو بڑا دخل تھا۔ اخلاص ومحبت اور حسن اخلاق کے ذریعے آپ نے جس سادہ اور مؤثر طریقے سے متعلقین کی راہنمائی فرمائی بلاشبہ وہ آپ کے اجداد کی تبلیغی جدوجہد کا نمونہ کامل تھا، اپنے بزرگوں کے حلقۂ ارادت کو مزید پھیلانے میں بھی آپ کی سیرت وکردار کا گہرا اثر ہے۔
سرحد کے علاقہ دامان تشریف لے جاتے تو دیہاتی علاقوں سے سینکڑوں لوگ آپ کی زیارت کے لئے جمع ہو جاتے تھے، بلاشبہ آپ کی تمام عمر شریعت وطریقت کی پاسداری میں گزری۔
اولاد وامجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو تین بیٹے حضرت علامہ مولانا فیض احمد صاحب چشتی نظامی، حضرت علامہ مولانا سید احمد صاحب، حضرت مولانا مشتاق احمد عطا فرمائے۔
اول الذکر آپ کے صاحبزادے استاذ العلماء والفضلا حضرت علامہ مولانا فیض احمد فیض چشتی نظامی مدظلہ العالی اپنے زمانے کے چوٹی کے عالم ومدرس وخطیب ہیں۔
جو تاجدار گولڑہ حضرت پیر خواجہ سید مہر علی شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر دربار عالیہ گولڑہ شریف سے منسلک ہوئے، اور دربار شریف کی مسجد میں نماز جمعہ ایک عرصہ تک پڑھاتے رہے، اس کے علاوہ کافی عرصہ تک گولڑہ شریف کے دارالافتاء میں فتویٰ نویسی کی ذمہ داری نبھاتے رہے۔
1960ء میں انہوں نے دربار عالیہ گولڑہ شریف سے منسلک مدرسہ غوثیہ میں درس وتدریس کا جو سلسلہ شروع کیا۔ وہ آج تک جاری وساری ہے۔ ہزاروں افراد وہاں سے مستفید ہو کر مدرس، مفتی، خطیب، پروفیسر بنے، غالباً آج کل بھی ضعیفی کے باوجود اپنے شیخ کے آستانہ گوہر بار میں ہی قیام پذیر رہے اور آج سے دو برس قبل اِن کا وصال ہو گیا مرقد منورہ گولڑہ شریف میں ہی بنی۔
حلیہ مبارک☆: استاذ الاساتذہ جناب محترم حضرت علامہ مولانا حافظ ممتاز احمد چشتی مدظلہ اپنی کتاب انوار العارفین میں رقمطراز ہیں کہ مجھے حضرت فقیر حافظ غلام محمد علیہ الرحمۃ کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ آپ مناسب قد وقامت، سفید گندمی رنگ، چمکدار کشادہ پیشانی، موٹی سیاہ آنکھیں، پروقار چہرہ نورانی شکل وشباہت رکھتے تھے، سر پر دستار باندھتے اور چھوٹا سا شملہ رکھتے تھے۔
وصال باکمال☆: حضرت فقیر حافظ غلام محمد علیہ الرحمۃ کا وصال باکمال سات شوال ۱۳۶۵ھ بمطابق 1945ء کو ہوا۔ مزار پُرانوار والد گرامی کے پہلو میں بستی بختیار بہل روڈ بھکر شہر میں مرجع خاص وعام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

حضرت سید محمد احمد صدیق شاہ المعروف قاتل شاہ چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شہید تیغ محبت، شہباز میدان حقیقت و معرفت، فقیر یگانہ حضرت سید محمد احمد صدیق شاہ المعروف قاتل شاہ چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ السالکین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۷۲ھ بمطابق 1885ء 14 جنوری کو حضرت سید میر یعقوب علی شاہ کے گھر واقع لکھنؤ انڈیا میں ہوئی۔ آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ جہانگیریہ، ابوالعلائیہ شکوریہ کے عظیم ترجمان و مبلغ اعظم ہیں۔ آپ انتہا درجہ کے نیک سیرت باکردار اور صاحب حال وقال اور صاحب کشف وکرامات بزرگ ہوئے ہیں۔

آپ کا نام محمد احمد صدیق جبکہ کنیت ابوالقاسم اور تخلص قاتل، خطاب ادبی سیف الکلام نسباً حسنی حسینی سید، مسلکاً اہل سنت و جماعت، مذہباً حنفی، مشرباً چشتی قادری تھے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ میں حضرت شاہ عبدالشکور چشتی قادری ثمہ لاہوری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور اپنے شیخ کی سرپرستی میں رہ کر عبادت و ریاضت، مجاہدہ وسلوک و معرفت کی منازل طے کیں اور مرتبہ بلند کو پہنچے اور اپنے شیخ کامل سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔ ابتدائی زمانے میں ریلوے میں گارڈ کی پوسٹ پر ملازم تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا آپ گاڑی کو جھنڈی دکھا کر روک لیتے۔ اور گاڑی سے اتر کر کسی مسجد میں جا کر نماز ادا فرماتے۔ مگر جب گاڑی اگلے اسٹیشن پر رکتی تو آپ گاڑی سے پہلے وہاں موجود ہوتے تھے۔

خلفائے نامدار ☆: یوں تو آپ کے لاتعداد خلفاء ہوئے ہیں، صرف دو خلفا کے نام پیش خدمت ہیں۔ حضرت صاحبزادہ سید رضاء الانبیاء شاہ پیر ورومی، ان کا مزار کراچی میں جبکہ دوسرے خلیفہ مجاز حضرت ابوالرضا شاہ محمد عمر رضا روحی جن کا مزار حیدرآباد شہر میں مرجع خلائق ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 28 صفر المظفر 1370 ہجری بمطابق 9 دسمبر 1950ء بوقت 9:55 پر بروز اتوار کو ہوا۔ مزار پُر انوار حضرت پیر سید عالم شاہ کے دربار واقع جامع کلاتھ مارکیٹ بندر روڈ کراچی میں مرجع خاص و عام ہے۔

جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو دربار شریف پر حاضری کی سعادت حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد یوسف شاہ غازی چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پروردۂ لطف رسول مدنی، فخر السادات، جامع الحسنات وکمالات وصفات، صاحب کشف وکرامات حضرت سید یوسف شاہ غازی گیلانی چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ صادق حال قوی اور ہمت بلند میں مشہور تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ☆: ستائیس رمضان کو ولی العصر حضرت سید بزرگ شاہ گیلانی چشتی قادری کے علمی وروحانی گھر واقعہ بلہ شریف صوبہ سرحد میں ہوئی، ابھی آپ کی عمر عزیز ایک برس کی تھی تو والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا، آپ نے بچپن ہی میں حضرت شاہ صاحب سلطان پور شریف سے ظاہری وباطنی علوم کا فیض حاصل کیا۔ خداداد ذہانت وقابلیت سے آپ نے تھوڑے عرصے میں تحصیل علم کر کے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ آپ اپنے وقت کے جید عالم دین اور شیخ کامل تھے۔

صوبہ سرحد سے بلوچستان کی جانب ہجرت ☆: 1932ء میں آپ بلوچستان کے معروف مقام توغی میں تشریف لائے اور چار برس کے بعد کوئٹہ شہر کے نزدیک جیل روڈ پر ہدی کی غیر معروف اور غیر آباد فضا میں ایک جھونپڑی بنائی اور اس میں عبادت وریاضت میں مصروف ہو گئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ نے توغی روڈ کی عیدگاہ کے پاس والے تالاب میں سخت سردیوں کے موسم میں چلہ کشی کی۔ بعد میں مسلسل تین سال تک کوہ مردار کے دامن میں چلہ کشی فرماتے رہے۔

آپ انتہا درجہ کے حلیم الطبع، سادہ مزاج اور ہنس مکھ تھے، خداوندِ عالم نے ظاہری وباطنی حسن وجمال وافر مقدار میں آپ کو عطا فرمایا تھا۔ جو بھی آپ کے روئے تاباں کی زیارت کرتا دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ علم وعرفان کا یہ عالم تھا کہ وقت کے جید علماء آپ کے پاس بڑے بڑے پیچیدہ مسائل لاتے اور الجھی ہوئی گتھیاں سلجھا واپس جاتے تھے۔

تعلیمات وارشادات ☆: آپ کے اقوال وارشادات میں دین حق کی تعلیمات کا خلاصہ ملتا ہے۔ آپ ہمیشہ تزکیہ نفس پر زور دیتے تھے۔

آپ انسانی وجود کو اس کائنات میں اسیر زندان سے تشبیہ دیتے تھے۔

نمبر۲ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ۔ نبی لازماً ولی ہوتے ہیں، مگر ولی نبی نہیں ہوسکتا۔

نمبر۳ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ نبی کی شان معجزات پر بلکہ تقدس اور عصمت پر ہے۔

نمبر۴☆: آپ فرماتے ہیں کہ تذلیل نفس کمال مجاہدہ وعبادات ہے۔

نمبر۵☆: آپ فرماتے ہیں کہ انسان میں نفس امارہ مکار اور ذلیل دشمن کی طرح ہے۔ جس طرح چمڑے کو رنگا نہ جائے تو وہ پاک نہیں ہوسکتا، اسی طرح نفس بھی تزکیہ کے بغیر پاک نہیں ہوسکتا۔

نمبر۶☆: آپ فرماتے ہیں کہ، عارف عالم بھی ہوسکتا ہے، مگر عالم عارف کامل نہیں۔

نمبر۷☆: آپ فرماتے ہیں کہ سکون وتحمل زاہد ومجاہد کیلئے ہے، وہی قرب خداوندی کا مستحق ہوسکتا ہے جس پر عنایاتِ خداوند قدوس ہو۔

نمبر۸☆: آپ فرماتے ہیں کہ جو خلافت وولایت کے قائل نہیں ان کا کوئی قول معتبر نہیں، تصوف وخلافت کی بنیاد ولایت اور اس کے اثبات پر ہے۔

نمبر۹☆: آپ فرماتے ہیں کہ محبت ایک ایسی کیفیت ہے جو سراسر عطیہ الٰہی ہے۔

نمبر۱۰☆: آپ فرماتے ہیں کہ بلند مقام اُس کا ہے جو سر بسجود ہو کر رضائے الٰہی کی تحصیل کرے۔

نمبر۱۱☆: آپ شریعت وطریقت دونوں کے قائل تھے، توحید ورسالت پر مدلل گفتگو کرتے تھے۔ سننے والے مسرور اور بیخود ہو جائے، آپ کے ہمنشین ترک گناہ پر مجبور ہو جاتے تھے۔

بیعت وخلافت☆: آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ سلطان پوری پشاوری کے دست حق پرست پر بیعت اختیار کی۔ اور انہی سے خرقہ خلافت واجازت حاصل کر کے سرفراز وصاحب مجاز ہوئے۔

آپ گیلانی سید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضور غوث الثقلین پیران پیر دستگیر السیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔

آپ کے والدِ بزرگوار حضرت پیر سید بزرگ شاہ قادری بھی اپنے وقت کے عظیم شیخ کامل ہوئے ہیں۔ وہ صاحب شرع مجذوب تھے، اُن کے بارے مشہور ہے کہ وہ نعرہ "اللہ ھو" سے بڑے بڑے تالے کھول دیتے تھے، حتیٰ کہ ان کے نعرہ "اللہ ھو" سے دلوں پر پڑے ہوئے تالے بھی چشم زدن میں کھل جاتے تھے، ان کی تعلیمات سے لوگ دین حق کی طرف رجوع کرنے لگے، اور لاتعداد افراد راہ راست پر آئے۔

کشف وکرامات☆: آپ نے اپنی عبادت والی جھونپڑی پر جھنڈا لگایا ہوا تھا، ایک دن ایک سفید ریش بزرگ آئے انہوں نے وہ جھنڈا اُکھاڑنے کا ارادہ کیا، آپ کے مرید سائیں گلاب نے انہیں پکڑ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اُن بزرگ سے آنے کا سبب پوچھا تو اُن بزرگ نے کہا کہ میں اس علاقے کا ابدال ہوں، اور جھنڈا اتارنے کی غرض سے آیا ہوں۔

اُس کی بات سُن کر آپ نے مسکراتے ہوئے جھنڈا اکھاڑنے کی اجازت دے دی، جونہی وہ بزرگ جھنڈا اکھاڑنے کی غرض سے آگے کو بڑھے اور اپنا ہاتھ جھنڈے کی طرف بڑھایا تو وہ بزرگ زمین میں دھنسنا شروع ہو گئے۔

آپ نے اپنے خادم سائیں گلاب سے فرمایا اس کا ہاتھ پکڑ کر زمین سے باہر نکالو، سائیں گلاب نے عرض کیا حضرت انہیں زمین کھود کر باہر نکالنا پڑے گا، آپ نے برجستہ فرمایا کہ انہیں زمین کھود کر تو نہیں گاڑھا گیا تھا، نعرہ "اللہ ھو" کی ضرب لگا کر زمین سے باہر نکال دو۔

چنانچہ ہی ایسا ہی کیا گیا، وہ بزرگ بعدازاں وہاں سے رخصت ہو کر کوہ مردار کے ایک غار میں چلہ کش ہو گئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۷۲ھ بمطابق 27 اپریل 1952ء کو ہوا، مزار پُر انوار ہڈی جیل روڈ کوئٹہ شہر صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے بڑے بھائی حضرت پیر سید مسکین شاہ علیہ الرحمۃ سجادہ نشین مقرر ہوئے، جن کا وصال 17 اپریل 1963ء کو موضع مرزا ضلع اٹک صوبہ پنجاب میں ہوا، وہیں ان کا مزار پُر انوار مرجع خلائق ہے۔

حضرت سید مسکین شاہ علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد حضرت سید یوسف شاہ غازی علیہ الرحمۃ کے بڑے صاحبزادے حضرت پیر شہزادہ سید نور النبی شاہ قادری تاحال سجادہ نشین ہیں، جبکہ آپ کے دو صاحبزادے اور بھی ہیں جن میں حضرت پیر سیّد حبیب سلطان شاہ صاحب اور حضرت پیر سید مرتضیٰ شاہ صاحب مدظلہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو آپ کے دربار پر 1986ء میں حاضری کا موقع نصیب ہوا، اور حضرت پیر سید مرتضیٰ شاہ صاحب کی دعوت پر آپ کے دربار سے منسلک عظیم الشان جامع مسجد میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کا شرف حاصل کیا۔

آپ کے صاحبزادے حضرت پیر سید مرتضیٰ شاہ صاحب مدظلہ العالی بلند اخلاق کے مالک اور علماء ومشائخ سے بہت زیادہ پیار کرتے ہیں۔ فقیر راقم الحروف سے بڑی شفقت ومحبت فرماتے ہیں، بذریعہ خط وکتابت آپ سے بہت مضبوط رابطہ آج بھی قائم ہے، خدا تعالیٰ آپ کی تمام اولاد کو سلامت باشد تا قیامت رکھے۔ اور حضرت شہزادہ سید نور النبی، حضرت سیّد حبیب سلطان، اور پیر سیّد غلام مرتضیٰ شاہ صاحب مدظلہ کے درجات ومقامات کو بلند فرمائے اور اپنے بزرگوں کے مشن کی تکمیل کا جو بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں خدا ان کو سرخرو فرمائے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید عبدالستار شاہ المعروف باچاجان چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فخر السادات، پروردہ، آغوش ولایت، شہباز حقیقت و معرفت، واقف اسرار علوم شریعت و طریقت حضرت سید عبدالستار شاہ ترمذی چشتی نظامی المعروف باچاجان رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1290ھ بمطابق 1873ء میں موضع میراں تحصیل و ضلع مانسہرہ ہزارہ صوبہ سرحد میں ترمذی سادات کے عظیم روحانی پیشوا حضرت سید برہان علی شاہ ترمذی کے گھر ہوئی۔ آپ صوبہ سرحد کے علاقہ خراسان موجودہ (بنیر سوات) کے مشہور ولی اللہ شیخ الاسلام والمسلمین قطب الاقطاب حضرت سید علی ترمذی چشتی صابری المعروف پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔

آپ کے والد گرامی اپنے علاقہ میں ایک معزز اور صاحب جائیداد اور متمول زمیندار تھے۔ والدین کے وصال کے بعد کھیتی باڑی زمینداری کا نظام آپ کو سنبھالنا پڑا۔

آپ بچپن ہی سے نیک سیرت با کردار، پابند صوم و صلوٰۃ اور کشادہ رو، سخی اور انتہائی ملنسار شخصیت کے حامل تھے تمام علاقہ کے عوام و خواص آپکا دلی احترام کرتے تھے آپ کے کئی رشتہ دار علاقہ میں آپ کی بڑھتی ہوئی عزت و توقیر کو برداشت نہ کر سکے اور دشمنی پر اتر آتے۔

آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ رشتہ دار صرف اس جائیداد اور میری بڑھتی ہوئی عزت و آبرو کی وجہ سے دشمنی کرتے چلے جا رہے ہیں لہٰذا تمام مال و جائیداد اور دولت راہ خدا میں غربا اور مساکین میں تقسیم کر کے فقیرانہ زندگی اختیار کر لی جائے۔

چنانچہ آپ اپنے بزرگوں کی سلسلہ عالیہ چشتیہ میں نسبت کی وجہ سے اجمیر شریف میں حضرت شہنشاہ ولایت عطائے رسول خواجہ سید محمد معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور چند ماہ تک عبادت و ریاضت میں مصروف رہے اس دوران قسمت نے یاوری کی خواجہ ہند الولی عطائے رسول خواجہ غریب نواز نے خواب میں زیارت سے مشرف فرمایا اور حکم دیا کہ پہلے ظاہری علم کی تکمیل کرو۔

چنانچہ آپ چھ برس تک مسلسل دینی علوم پر توجہ دینے کے بعد فارغ التحصیل ہوئے اس دوران آپ کا تعلق ایک ٹھیکیدار سے ہو گیا۔ جو سڑکوں کی تعمیرات کا ماہر تھا آپ نے اس کے ہاں ملازمت کر لی جس کی وجہ سے آپ کی معاشی حالت قدرے بہتر تھی آپ دن بھر کام کرتے اور رات کو خانقاہ میں عبادت و ریاضت مجاہدہ و سلوک و معرفت میں مشغول ہو جاتے کچھ عرصہ کے بعد آپ نے معاشی حالت

کو مزید بہتر بنانے کیلئے دوبارہ سفر اختیار کیا چونکہ آپ کو سڑکوں کی تعمیر کا کافی تجربہ ہو چکا تھا۔ آپ نے ٹھیکیداری شروع کر دی۔ اجمیر سے نکل کر مختلف شہروں میں سڑکوں کی تعمیر کا کام کرتے کرتے جب آپ مردان میں سڑک کی تعمیر کا کام کر رہے تھے تو آپ کے مزدوروں میں ایک مزدور آغا غفور شاہ نقشبندی بھی کام کے سلسلہ میں آپ کے پاس آئے آپ نے انہیں پہلی نگاہ میں پہچان لیا یہ درویش کامل ہے جس کی بناء پر آپ نے ان سے بہت زیادہ مروت برتی اور آپ کو آغا غفور شاہ سے دلی محبت ہو گئی۔

جب آغا غفور شاہ نقشبندی آپ کے پاس سے جانے لگے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ ان سڑکوں کی تعمیر کے بعد میں بھی آپ کے ہمراہ سفر پر جاؤں گا۔

جب آپ اپنے کام سے فارغ ہوئے تو آپ آغا غفور شاہ کو اپنے ہمراہ خراسان کی طرف روانہ ہو گئے سفر کے دوران بہت سے اولیاء اللہ کے مزارات پر آپ نے حاضری دی اور بہت سے بزرگان دین کی صحبت میں رہے۔

بالآخر آغا عبدالغفور شاہ نقشبندی علیہ الرحمتہ آپ سے رخصت ہو کر کابل چلے گئے اور آپ زہد و ریاضت و عبادت میں مشغول ہو گئے اس کے کچھ عرصے کے بعد آپ آغا غفور شاہ نقشبندی کو ملنے کے لئے کابل گئے تو آپ کی ملاقات اس وقت کے شہرہ آفاق بزرگ حضرت سید حسن المعروف نقیب صاحب سے ہو گئی انہوں نے پہلی نگاہ میں آپ کو بھانپ لیا۔

سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت طریقت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سید حسن شاہ المعروف نقیب صاحب قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے نقیب صاحب نے پہلی نگاہ میں ہی آپ کو روحانی مدارج طے کرا کر سرفراز فرما دیا۔

دوبارہ اجمیر شریف کی حاضری ☆: آپ دوبارہ اجمیر شریف خواجہ غریب نواز کی بارگاہ میں پہنچے اور کئی برس تک اجمیر شریف میں عبادت و ریاضت اور چلہ کشی میں مشغول رہے اس دوران خواجہ غریب نواز نے باطنی طور پر آپ کو حکم دیا کہ بہار کے علاقہ میں جا کر اپنا کام کریں۔

بہار میں ٹھیکیداری کا آغاز بحکم غریب نواز ☆: آپ خواجہ غریب نواز کے حکم سے صوبہ بہار تشریف لے گئے اور ٹھیکیداری کا کام شروع کر دیا اور مسلسل نوں برس تک سڑکوں کی تعمیر کا کام کرتے رہے جس میں آپ کو بہت زیادہ منافع ہوا۔

اس نو برس کے عرصے میں ہر سال اجمیر شریف عرس مبارک پر حاضر ہوتے اور خوب سخاوت فرماتے آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ صوبہ بہار کی کمائی بہار کے غرباء مساکین اور فقراء میں صرف فرما دیتے تھے۔

منزل کی طرف نشاندہی ☆: اجمیر شریف میں قیام کے دوران آپ کے ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ شدت جذبات سے آنکھیں ہر وقت نم رہتیں بے قراری کی کیفیت یہ تھی کہ کئی کئی دن تک مسلسل جاگتے رہتے اور پچھلی رات عالم وارفتگی میں مزار شریف کا طواف کرتے رہتے۔

پھر وہ وقت بھی آیا کہ آپ کے نالے و فریادیں اور وارفتگی شوق نے کام دکھایا کہ حضور غریب نواز سلطان الہند نے آپ کو اپنی

بارگاہ میں قبول کرتے ہوئے فرمایا ستار شاہ تم اب کشمیر کا رخ کرو۔ تمہاری امانتوں کا امین تمہارا منتظر ہے۔

حضور غریب نواز کا حکم پاتے ہی آپ اجمیر شریف سے کشمیر کی جانب روانہ ہو گئے ادھر آپ کے ایک پرانے رفیق جناب حضرت سید رسول بادشاہ تبت کے مقام پر ایک مزار میں معتکف تھے۔ ان کو غیبی طور پر حکم ہوا کہ تم کشمیر میں حضرت سائیں محمد عظیم کشمیری چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں پہنچو تمہاری امانت وہاں ہے جب سید رسول بادشاہ حضرت سائیں محمد عظیم کے پاس پہنچے تو سائیں صاحب نے فرمایا کہ تم نے سید ستار شاہ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ جب میں کسی اللہ والے کو پاؤں گا تو تمہیں بتاؤں گا۔ لہٰذا تم جاؤ اپنا عہد پورا کرو جو تم نے وعدہ کیا تھا وہ نہ بھولو اور ستار شاہ حضرت سلطان الہند کے حکم سے ہماری طرف روانہ کیا گیا ہے تم اسکو لے کر ہمارے پاس پہنچو

چنانچہ سید رسول بادشاہ آپ کی تلاش میں نکلے اور کوہالہ کے مقام پر آپ سے ان کی ملاقات ہوئی پھر آپ انکے ہمراہ حضرت سائیں محمد عظیم چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں پہنچے سائیں صاحب نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا ستار شاہ تم آ گئے آپ نے عرض کیا حاضر ہو گیا ہوں۔

سلسلہ چشتیہ میں بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت سائیں محمد عظیم چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

بیعت کے بعد آپ کافی عرصہ اپنے مرشد کی خدمت میں رہے اور کماحقہ خدمت بجالائے ایک دن حضرت سائیں صاحب نے آپ کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ ستار شاہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قبول کر لیا ہے اس لئے میں بھی تمہیں اپنے خاص انعامات سے سرفراز کرتا ہوں اور آج کے بعد میرے سلسلہ کی تمام قسم کی اجازت تم کو دی جاتی ہے اور جو کچھ میری عبادت وریاضت اور مسلسل کاوش سے کمائی ہے اور حضور ﷺ سے جو نعمت مجھے نصیب ہوئی ہے وہ سب کچھ تمہیں دے کر اپنا حق پورا کر رہا ہوں۔

مرشد سے خرقہ خلافت واجازت کے بعد آپ نے عرض کیا کہ میری بھی ایک گزارش ہے کہ جس لباس میں میں ہوں اسی میں رہوں گا۔

چونکہ حضرت سائیں صاحب ایک کمبل اور لنگوٹ میں زندگی گزارتے تھے۔

جب آپ نے یہ عرض کی سائیں صاحب مراقبہ میں چلے گئے اور حضور غریب نواز خواجہ بزرگ سے اجازت حاصل کی اور فرمایا ستار شاہ بادشاہوں کا لباس پہنو تم فقر کے بھی بادشاہ ہو تمہیں ہر چہار سلاسل میں اجازت دی جاتی ہے اور فرمایا ستار شاہ اقلیم ولایت میں تم آفتاب کی طرح جگمگاتے رہو گے تمہارا نیرّ اقبال ہمیشہ عروج پر رہے گا تمہاری ذات سرچشمہ ہدایت بن کر رہے گی اور نصرت الٰہی ہر قدم پر تمہارے ساتھ رہے گی انشاء اللہ تعالیٰ

پشاور میں ورود مسعود☆: آپ اپنے مرشد حضرت سائیں صاحب سے رخصت ہو کر حضور غریب نواز کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے اجمیر شریف تشریف لے گئے اور وہاں کچھ عرصہ مصروف عبادت رہے اور اس کے بعد واپس آ کر چند ماہ مرشد کی خدمت میں رہے اور خلوت میں راز ونیاز ہوئے جو کہ عام آدمی کی سمجھ سے بالاتر تھے اس دوران مرشد کامل نے حکم دیا کہ پشاور چلے جاؤ آپ مرشد

کے حکم سے پشاور شہر کے ڈبگری محلہ کے عین وسط میں ایک مکان کرایہ پر لے کر مخلوق خدا کی رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے چند ہی دنوں میں مخلوق کا رُخ آپ کی طرف پھر گیا لوگ جوق در جوق آ کر فیض پانے لگے صرف پشاور ہی نہیں بلکہ آزاد قبائل سرحد اور صوبہ سرحد کے گوشے گوشے سے مخلوق کا تانتا بندھ گیا اور ہر ایک اپنے اپنے ظرف کے مطابق فیضیاب ہونے لگا۔

بڑے بڑے کبیرہ گناہ کرنے والے آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر نیک صالح بن گئے ان میں سے کئی حضرات درجہ ولایت کو پہنچے ان پڑھ جاہل سے ایک عالم و فاضل تک آپ کی خدمت نہ صرف حاضر ہوا بلکہ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر مجاہدہ میں مصروف نظر آنے لگا۔

سیرت و کردار☆: آپ پابند شریعت و طریقت بزرگ تھے، تمام عمر یاد خدا اور ذکر و فکر میں گزاری، اپنے پاس آنے والوں کو سلسلہ چشتیہ کی تعلیمات سے روشناس کراتے آپ کے مریدین پورے برصغیر میں موجود ہیں آپ کی مجلس میں آپ کے ہم عصر علماء مشائخ بھی حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے اور آپ کے ظاہری و باطنی علم سے استفادہ کرتے رہے۔

آپ کے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے پشاور شہر کے وہ لوگ جو آپ کے مرید بھی نہ تھے آپ کے اس قدر گرویدہ تھے کہ جان نچھاور کرتے تھے وہ علمائے کرام جنہوں نے آپ کی مجالس پر طعن تشنیع کا بازار گرم کر رکھا تھا جب آپ کے قریب ہوئے اور آپ کے تبلیغی مشن کا بغور مطالعہ کیا اور آپ کا اخلاق حسنہ دیکھا تو آپ کے مرید ہو کر غلام بے دام ہو گئے تمام رات عبادت و ریاضت و مجاہدہ میں گزارنے لگے۔

آپ کی مجلس میں کسی چھوٹے بڑے کی تخصیص نہ تھی آپ کی نظر عنایت ہر امیر و غریب پر یکساں تھی۔ لنگر کا یہ حال تھا کہ اچھے سے اچھا کھانا لنگر میں پکتا تھا جب دستر خوان بچھتا تو ہر امیر و غریب، مسکین و فقیر، ایک ہی دستر خوان پر بیٹھے نظر آتے تھے۔

جب تمام حاضرین ہاتھ دھو لیتے تھے تو آپ سب سے آخر میں ہاتھ دھو کر مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے ہر روز دونوں وقت آپ کا یہی معمول تھا۔ ہر اسلامی مہینہ کی چھ تاریخ کو لنگر عام و محفل سماع کا اہتمام فرماتے اور ہر جمعہ کی شب خصوصی مجلس ہوا کرتی تھی۔

آپ کا معمول تھا کہ ہر سال 22/23 ذوالحجہ کی درمیانی شب کو جشن مناتے تھے اس موقع پر ڈبگری بازار دلہن کی طرح سجایا جاتا تھا آپ عشاء کی نماز کے بعد اپنے احباب کے ہمراہ پورے بازار میں دوکان دوکان جا کر بنفس نفیس معائنہ فرماتے اور اس کے بعد تمام رات محفل سماع کا انعقاد ہوتا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 20 ذیقعد ۱۳۷۲ھ بمطابق ماہ جولائی 1953ء کو ہوا۔ مزار پر انوار خانقاہ ستاریہ بیرون ڈبگری دروازہ، پشاور میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں آپ کا سالانہ عرس ماہ ذیقعد کی ۱۵ تاریخ سے لے کر اکیس تاریخ تک ہر سال منایا جاتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شاہ محمد عبدالشکور چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: امام العارفین، برہان الواصلین، قدوۃ السالکین، سلطان العاشقین، حبیب رب غفور، خوکردہ جمال محمدی، پروردہ کمال احمدی، فائز بہ کمالات الفقر وفخری، صاحب کشف وکرامات وکمال، پیکر شوکت وجمال، قطب مادرزاد، تاج الاولیاء حضرت خواجہ الشاہ محمد عبدالشکور چشتی قادری جہانگیری ابوالعلائی رحمتہ اللہ علیہ آفتاب نور توحید وتفرید ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1294ھ ہجری بمطابق 1877ء لکھنو انڈیا میں ایک درویش منش صوفی بزرگ حضرت میاں وزیر علی علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ کی ولادت باسعادت سے گھر میں اجالا ہوگیا، تمام خاندان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی جیسے کوئی انوکھی چیز کسی کو مل جائے گھر کے ہر فرد کا دل فرحت وانبساط کا مرکز بنا ہوا تھا۔

بچپن ہی سے غیر معمولی عادات کا آپ سے اظہار ہو رہا تھا جس کی بناء پر اہل دل اور باطنی نظر رکھنے والے سمجھ گئے تھے کہ آج کا یہ نومولود آنے والے وقتوں میں آسمان ولایت پر ماہ کامل بن کر چمکے گا اور اس آفتاب معرفت وحقیقت کی شعاعوں سے ایک عالم منور ہوگا۔

آپ کا خاندان چونکہ علم وعمل اور عرفان کی دولت سے پہلے ہی مالا مال تھا جس کی بناء پر گھر کا پورا ماحول مذہبی علمی اور روحانیت کا مرکز تھا ایسے علمی روحانی ماحول میں آپ کی تربیت مکمل ہوئی اور جب چار برس چار ماہ اور چار دن کی عمر عزیز ہوئی تو آپ کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز والد گرامی کے زیر سایہ ہوا۔ اور بسم اللہ شریف کی رسم کی ادائیگی کے بعد وقت کے معروف اساتذہ سے علم حاصل کرتے رہے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد لکھنو کے معروف علمی مراکز سے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت وخلافت ☆: دین اسلام کی ظاہری تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ کی توجہ اور طلب علوم باطنیہ کی جانب مبذول ہوئی تو آپ حضرت خواجہ الشاہ محمد نبی رضا خان لکھنوی چشتی قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور مرشد کی زیر نگرانی عبادت وریاضت، مجاہدہ وسلوک کی منزلیں طے کرتے رہے مرشد کامل نے مجاہدات ومنازل سلوک کی تکمیل کے بعد آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر صاحب ارشاد ومجاز کر دیا۔

خلفائے راشدین کی جانب سے تاج الاولیاء کا خطاب ☆: جس وقت آپ کی عمر عزیز صرف گیارہ برس تھی کہ ایک رات خواب میں تاجدار صداقت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت سیدنا عمر فاروق، حضرت سیدنا عثمان غنی، حضرت سیدنا

علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت سے مشرف ہوئے حضرات خلفائے راشدین نے خصوصی نعمتوں سے نوازا جبکہ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے روٹی کے ایک ٹکڑے کو اپنا لعاب دہن لگایا اور آپ کو کھلا دیا روٹی کے اس ٹکڑے کو کھانے کی دیر تھی۔ کے باب ولایت سے نور عرفان مصطفوی ﷺ کا خزانہ علم لدنی آپ کو حاصل ہو گیا۔ اور اسی وقت آپ کو تاج الاولیاء کا روحانی خطاب بھی مرحمت فرمایا اور ساتھ ہی حکم ملا کہ آپ حضرت الشاہ نبی رضا خان چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاکر ان کی بیعت اختیار کریں۔

اس کے بعد ایک مرتبہ آپ کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے اپنے فیوض و برکات سے نوازا اور اپنا جبہ مبارک آپ کو پہنایا۔

آغاز سلسلہ رشد و ہدایت ☆: آپ کے شیخ کامل نے آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمانے کے بعد چونکہ صاحب ارشاد بھی کر دیا تھا مگر آپ مرشد کریم کے ادب کی وجہ سے لوگوں کو بیعت نہ فرماتے تھے چنانچہ ایک سال کے بعد مرشد کریم کے دوبارہ حکم پر آپ نے سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا اور آپ کی خانقاہ واقع نصیر آباد طالبان حق کی آماجگاہ بن گئی تیس برس کے عرصے میں نصیر آباد کے مرکز سے تصوف و عرفان کی نورانی کرنیں اجمیر شریف اور اجپوتانہ سمیت پورے برصغیر میں پھیل گئیں اور چہار سو آپ کے فیضان کے ڈنکے بجنے لگے لوگ آتے تھے اور علم و عرفان کی جھولیاں بھر بھر کے جاتے تھے دکھی آتے سکھ پاتے۔

1910ء میں جب آپ کے شیخ کامل کا وصال با کمال ہوا تو اس کے بعد عنایات خداوندی نے ایسا نوازا کہ آپ کا سلسلہ اجمیر شریف جے پور راجپوتانہ، جودھ پور، اودے پور، میواڑہ، میوات و گجرات، بمبئی احمد آباد، حیدر آباد دکن، سندھ حیدر آباد، کراچی، ملتان، لاہور، شکار پور، فیصل آباد، ساہیوال، پاکپتن شریف، شاہ پور، جہلم، راولپنڈی، بلند شہر، دہلی، کان پور، سکندر آباد، جالندھر، بریلی شریف، الہ آباد، مظفر نگر، میرٹھ و نینی تال اور دیگر مضافات کے قصبوں دیہاتوں میں ہزار ہا نہیں بلکہ لاکھوں افراد نے آپ کے دست مبارک پر نہ صرف بیعت کی بلکہ ان میں سے بعض حضرات ولایت کے درجے کو پہنچے اور ان کا سلسلہ فیضان بھی وسیع و عریض طریقہ سے جاری ہوا جو کہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔ اسکے لئے آپ نے پورے برصغیر کے بھرپور دورے کئے اور ہزاروں گمراہوں کو ایک نگاہ سے واصل الی اللہ کر دیا۔

ہندوستان سے لاہور میں ورود مسعود ☆: اجمیر شریف کے گرد و نواح نصیر آباد اور یوپی کے علاقہ سکندر آباد کی خانقاہوں میں تیس برس کے قریب آپ نے علم و عرفان کے دریا بہائے مگر جب ہندو پاک کی تقسیم عمل میں آئی تو آپ 1948ء میں سکندر آباد یوپی انڈیا سے ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے اور گارڈن ٹاؤن کوٹھی نمبر 6 میں جلوہ افروز ہو کر سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا۔

20 جولائی 1952ء کو آپ نے قصبہ جیون ہانہ، گارڈن ٹاؤن لاہور میں مرکزی آستانہ عالیہ شکوریہ، رؤفیہ، قدوسیہ کا سنگ بنیاد رکھا اور خانقاہ معلیٰ کی تعمیر کے بعد اسی مقام پر سلسلہ رشد و ہدایت اس انداز سے جاری فرمایا کہ پوری دنیا میں اس خانقاہ معلیٰ کے چرچے ہونے لگے اور دور دور سے طالب حق آ کر اپنے اپنے حصے کا فیض حاصل کرنے لگے اور اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھر کر جانے لگے۔

سیرت و کردار ☆: آپ بچپن ہی سے عبادت و ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے تھے، کم کھانا کم گفتگو کرنا کم نیند کرنا

آپ کا معمول خاص تھا' آخری عمر میں نیند کی یہ حالت تھی کہ بالکل سوتے ہی نہ تھے آپ کا سونا جاگنا بالکل ایک جیسا تھا' ظاہری زندگی کے آخری تیس برس آپ بالکل نہ سوئے آپ کی زندگی کا لحہ لحہ طالبان حق کے لئے وقف تھا مگر اس کے باوجود آپ مالی طور پر کسی بھی شخص پر بوجھ نہ بنے اور نہ ہی آپ کے مزاج عالی نے اس کو پسند فرمایا رزق کے معاملے میں تمام عمر خدا کے توکل پر گزاری۔ خانقاہ شریف میں آنے والے طالبان حق علماء صوفیاء کے لنگر وخورد ونوش کے سلسلہ میں کبھی فکر مند نہ ہوئے تمام عمر دست غیب اور خدا کے فضل وکرم کے سہارے اس نظام کو چلائے رکھا کبھی اپنے آرام کا خیال نہ کیا۔ بلکہ جس وقت جو بھی نام خدا سیکھنے آیا آپ نے تامل نہیں برتا آپ کا خدا کی مخلوق سے تعلق وواسطہ ورابطہ **اَلْحُبُّ لِلّٰہِ و الْبُغْضُ لِلّٰہ** کے مطابق رہا حسن اخلاق آپ کا بہت بلند تھا ہر ایک سے پیار ومحبت سے پیش آتے تھے آپ نے اپنے اخلاق سے ایک جہان کو گرویدہ بنایا ہوا تھا۔

آپ کی اولاد☆: خداوند کریم نے آپ کو سات صاحبزادیاں تین صاحبزادوں سے نوازا تھا۔ صاحبزادگان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں خواجہ حکیم علی احمد شاہ المعروف حضرت علاؤالدین شاہ شکوری قادری (دوئم' شاہ محمد عبدالستار عرف منا میاں شکوری قادری (سوئم) شاہ محمد عبدالروٗف نیئر شکوری قادری رحمتہ اللہ علیہ خدا کے فضل وکرم سے آپ کے تینوں صاحبزادے صاحب سلسلہ اور صاحب علم وعرفان اور ولی کامل ہوئے ہیں ہر ایک کا درجہ ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔

کرامت بعداز وصال☆: ہندوستان پاکستان کی تقسیم سے قبل ایک شخص آپ کا مرید ہوا جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو وہ بھی ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آ گیا جب آپ کے وصال باکمال کو بارہ برس ہو گئے تو اس کے دل میں خیال گزرا کہ کیوں نہ ہندوستان جا کر اپنے شیخ طریقت کی خدمت میں حاضری دوں اس مقصد کے لئے پاسپورٹ بنوانے کے لئے پاسپورٹ آفس گیا تو کیا دیکھا کہ آپ پہلے سے ہی پاسپورٹ کے دفتر میں تشریف فرما ہیں، آپ نے اسے دیکھتے ہی پوچھا کیوں ''بھئی کہاں جا رہے ہو؟'' مرید نے عرض کی حضور آپ سے ملاقات کو ایک لمبا عرصہ گزر گیا تھا آپ کی زیارت کی غرض سے انڈیا جانے کے لئے پاسپورٹ بنوانے کے لئے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہم بستی جیون ہانہ گارڈن ٹاؤن لاہور میں آ گئے ہیں لہٰذا تم آج تو گھر واپس چلے جاؤ پھر کسی دن وہاں آ جانا مرید نے عرض کی حضور ٹھیک ہے اس کے بعد جتنا وقت مناسب تھا وہ آپ کی خدمت میں ٹھہرا اور اپنے گھر واپس چلا گیا۔

اس کے بعد دوسرے یا تیسرے دن وہ مرید صادق بستی جیون ہانہ شریف گارڈن ٹاؤن لاہور میں حاضر ہوا اور وہاں پر دربار شریف تو دیکھا مگر اس نے کوئی توجہ نہ کی کہ یہ دربار کس کا ہے دربار پر موجود خادم سے پوچھا کہ میرے مرشد کریم حضرت تاج الاولیاء شاہ محمد عبدالشکور کہاں تشریف فرما ہیں خادم دربار نے بے خیالی سے کہا کہ آپ دربار شریف حاضری دیں آنے والے اس مرید نے سمجھا کہ شاید اسکو میری بات کی سمجھ نہیں آئی اس لئے اس نے کسی دوسرے سے پوچھا تو اس نے بھی وہی جواب دیا کہ آپ دربار شریف میں حاضری دیں اب اس مرید نے کہا بھائی میں نے اپنے مرشد کامل حضرت تاج الاولیاء کی زیارت کرنی ہے تم لوگوں سے مذاق نہیں کر رہا۔

مجھے بتاؤ کہ میرے سرکار اس وقت کہاں ہیں ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آپ کے فرزند و جانشین حضرت شاہ محمد عبدالروٗف علیہ الرحمتہ اپنے حجرہ خاص سے باہر تشریف لائے اور اس مرید نے قدم بوسی کی اور خیریت دریافت کرنے کے بعد آپ کے بارے میں پوچھا

کہ حضرت کہاں تشریف رکھتے ہیں صاحبزادہ نیئر کریم بات کو سمجھ گئے اور فرمایا بھائی حضرت کا تو 1955ء میں وصال ہو چکا ہے اس مرید نے عرض کی حضرت آپ کیا فرما رہے ہیں انہوں نے دوبارہ اپنی بات دہرائی کہ حضرت کا وصال ہو چکا ہے یہ سن کر اس مرید نے کپکپاتے ہونٹوں اور لرزتی ہوئی زبان سے عرض کی حضور...... حضور...... میری سرکار تو پرسوں مجھے پاسپورٹ کے دفتر میں ملے ہیں۔ یہ سن کر خادمین دربار بھی اکٹھے ہو گئے اور اس آنے والے مرید سے تفصیلی بات سنی تو حضرت صاحبزادہ نیئر کریم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا کہ یہ حضور تاج الاولیاء کا خاص تصرف اور اپنے مریدوں پر شفقت ہے کہ اپنے دنیا سے ظاہری پردہ کر جانے کے بعد بھی مریدوں کی خبر گیری اور ان کو سفر کی صعوبت و خرچ سے بچا رہے ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 1955ء 31 جولائی بمطابق 10 ذی الحجہ 1374ھ بروز اتوار بوقت مغرب کو ہوا، مزار پر انور بستی جیون ہانہ گارڈن ٹاؤن لنک (ڈائیو سٹاپ) فیروز پور روڈ لاہور میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت صاحبزادہ شاہ محمد عبدالرؤف نیئر کریم شکوری چشتی قادری علیہ الرحمۃ سجادہ نشین مقرر ہوئے جن کا وصال باکمال ہو چکا ہے۔

آج کل حضرت صاحبزادہ شاہ محمد غفران احمد رؤفی شکوری چشتی قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین ہیں جو بڑے ہی احسن انداز میں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سلسلہ عالیہ کی خدمت میں مصروف ہیں دعا ہے کہ خداوند کریم خواجگان کا صدقہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو مزید توفیقات سے نوازے آمین ثم آمین۔

حضرت شاہ قاتل چشتی قادری شکوری علیہ الرحمۃ نے آپ کی شان میں درج ذیل قطعہ لکھا ہے

جہاں کو راہ حقیقت دکھائی جاتی ہے
عطا کی شان عجب شان پائی جاتی ہے
نگاہ خاص سے میخانہ شکور میں بھی
شراب معرفت حق پلائی جاتی ہے

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید شریف حسین شاکر بغدادی قادری چشتی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: نجیب الطرفین سیّد، پروردۂ نگاہ لطف رسول مدنی، معدن گنجینۂ علوم لدُنی، آئینہ جلال و جمال حقانی حضرت سید شریف حسین شاکر بغدادی قادری چشتی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ السالکین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۳۰ھ بمطابق ۱۹۱۱ء کو خانوادۂ گیلانیہ کے عظیم سرخیل حضرت سید محمد سعید جان گیلانی علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھر واقع یکہ توت پشاور صوبہ سرحد میں ہوئی۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی سید شریف حسین جبکہ تخلص شاکر تھا، آپ کے والدِ گرامی اور دادا بزرگوار حضرت الحاج آغا سید سکندر شاہ قادری چشتی علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے عظیم شیخ کامل ہوئے ہیں، آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں حضرت ابوالبرکات سید حسن شاہ قادری گیلانی بن حضرت سید عبداللہ صحابی قادری گیلانی علیہم الرحمۃ سے جا کر ملتا ہے۔ آپ نجیب الطرفین سید اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔

ابھی آپ کی عمر عزیز صرف تین ماہ کی تھی کہ والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ جب عمر چار برس کی ہوئی تو حضرت حافظ حاجی سیّد ولایت شاہ مرحوم سے قرآن عظیم پڑھنا شروع کیا۔ قرآن مجید کے ساتھ دیگر فارسی اردو کی کتابیں بھی شروع کرادی گئیں۔ آپ نے کالج سے ایف اے کیا۔ اور فارسی میں منشی فاضل کیا۔ عربی و فارسی کی کتب متداولہ علامہ وقت صدر المدرسین سے دار العلوم رفیع الاسلام بھانہ ماڑی میں مولانا سید محمد ایوب شاہ صاحب مرحوم کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علوم دینیہ میں تکمیل حاصل کی۔

تدریس کے میدان میں خدمات ☆: آپ کچھ عرصہ مشن ہائی سکول پشاور اور خالصہ ہائی سکول پشاور میں فارسی پڑھاتے رہے۔

جناب مسعود انور شفقی ایڈیٹر روزنامہ ''انجام'' آپ کی سکول کی زندگی کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ آغا صاحب (مرحوم) سکول کے ماحول میں بہت بلند کردار اور حد درجہ کے خوددار تھے، وہ فارغ اوقات میں ہمیشہ سکول کی لائبریری میں مطالعہ میں مشغول دیکھے گئے، میں نے کبھی ان کو دوسرے اساتذہ سے بے تکلف ہوتے نہیں دیکھا، اور نہ ہی کسی سے مرعوب نظر آئے، انہوں نے اپنے آپ کو عام ماحول سے بلند رکھا، اور دوسرے کو اپنے اخلاق کی بلندی اور کردار کی پاکیزگی سے مجبور کیا وہ ان کی ضرورت ہر قدم اور ہر مرحلہ پر محسوس کریں۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ میں اپنے چچا حضرت آغا پیر سید تجمل حسین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

آپ کے والدِ گرامی حضرت سید محمد سعید جان علیہ الرحمۃ کا ۱۹۳۵ء میں جب وصال ہوا تو قُل شریف یعنی تیسرے دن جناب سردار عبدالرب نشتر مرحوم سابق گورنر پنجاب کی مختصر سی تقریر کے بعد آپ کے چچا نے آپ کو داخل سلسلہ فرما کر صاحب مجاز و صاحب ارشاد فرمایا اور جب تک وہ زندہ رہے آپ کی ہر طرح سے تربیت فرماتے رہے۔

سیرت و کردار ☆: آپ نے مسندِ رُشد و ہدایت پر جلوہ افروز ہو کر اپنے اسلاف کی روایات کو زندہ رکھتے ہوئے سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ کی ترویج و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا، آپ کی شفقت و محبت بھری شخصیت اور اخلاق کریمانہ نے تمام مریدین اور مخلصین کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔

ہندوستان، افغانستان، اور پنجاب کے اکثر سجادہ نشین آپ سے بڑی محبت اور دل سے احترام کرتے تھے۔ آپ نے ذکرو اذکار کی مجالس کا انعقاد کر کے مریدین کو ذکر بالجہر کی تلقین کی۔ آپ کی مجالسِ ذکر و اذکار میں ایسی روحانی کشش و تڑپ ہوتی کہ اہل مجلس وجد و رقص و کتاب ہو جاتے اور کسی کو اپنی خبر نہ رہتی۔

آپ خود بھی نماز روزہ اور احکام شریعت و طریقت کی پابندی فرماتے اور متعلقین و مریدین سے بھی پابندی کرواتے، رات ذکرو فکر کے بعد تہجد کا خصوصی اہتمام آپ کے معمول کا حصہ رہا، سماع کی محافل میں انتہائی اداب کی پابندی کرتے اور آپ کی توجہ و نظر عنایت سے اہل محفل ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہتے تھے۔ آپ پر بذات خود بھی جذب و کیف اور وجد و حال کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ آپ کے باوجود ہمیشہ اپنی ذات کی نفی فرماتے تھے۔

آپ کے وجود مسعود اور محنت و لگن سے سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ کو سرحد کے علاوہ پنجاب کے مختلف حصوں لاہور، چونیاں، قصور اور دیگر مقامات پر بہت فروغ حاصل ہوا۔

آپ نے معرفت الٰہی کے حصول کے لئے بہت دور دراز اور کٹھن سفر کیے۔ جن میں کابل، مزار شریف، بغداد شریف، نجف اشرف، کربلائے معلٰی، اور ہندوستان بھر کے تمام مزارات و درگاہوں بالخصوص اجمیر شریف دہلی، تو ہر سال تشریف لے جاتے تھے۔ ان اسفار کے دَوران مختلف الخیال اور صاحب حال و مقام بزرگوں سے بھی ملاقات فرما کر ان کے فیوض و برکات و روحانی سے بھی مال مال ہوتے رہتے تھے۔

شعر و شاعری ☆: آپ کو اردو ادب اور شاعری میں کمال ملکہ حاصل تھا۔ شاعری میں آپ حضرت علامہ سید وحید الدین صاحب بےخود دہلوی علیہ الرحمۃ کے شاگرد تھے۔ آپ کے استاد جناب بےخود کو بھی آپ سے حد درجہ محبت تھی، جب کبھی دہلی تشریف لے جاتے تو جناب بیخود آپ کی خاطر مجلس مشاعرہ آپ کی زیر صدارت منعقد کرواتے تھے۔

ایک بار فیصل آباد میں عظیم الشان مشاعرہ کی محفل منعقد ہوئی تو اُس میں ہندوستان کے معروف شعراء کو بھی بلایا گیا۔ ان میں

آپ کے استاد محترم جناب بیخود بھی تشریف لاتے تھے۔اس مجلس مشاعرہ میں شرکت کیلئے آپ کو بھی خصوصی طور پر دعوت دی گئی۔جس کی ایک نشست کی صدارت بھی آپ نے فرمائی تھی۔وطن عزیز کے بلند پایہ رسائل اور جرائد و اخبارات میں آپ کے مضامین اور اشعار اکثر شائع ہوتے رہتے تھے۔آپ نے اپنا کافی سارا کلام چھوڑا جس میں توحید و نعت، مناقبات، اور غزلیں شامل ہیں۔آپ کے کلام میں آپ کی طبیعت و ذوق کے مطابق تصوف کا رنگ نمایاں طور غالب ہے۔جو آپ کی فکر کا ترجمان ہے۔

زندگی کے آخری ایام اور علالت ☆: آپ کی صحت زندگی کے آخری ایام تک بہت اچھی رہی، ایک مرتبہ مری تشریف لے گئے تو مری میں شدید قسم کا دورہ پڑا۔اس تکلیف میں آپ نے چند دن گزارے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفائے کاملہ عطا فرما دی۔

ایک برس کے بعد لاہور سے پشاور آتے ہوئے ریل گاڑی میں رمضان المبارک میں آپ پر شدید قسم کا دورہ پڑا، جس کے بعد آپ کی طبیعت سنبھل نہ سکی، پشاور شہر کے معروف ڈاکٹر سید علی رضا آپ کے معالج خصوصی تھے۔

نماز عید آپ نے حسب سابق حضرت ابوالبرکات سید حسن شاہ بادشاہ علیہ الرحمۃ کے دربار پر ادا کی، گھر تشریف لائے دو دن بعد رات دو بجے تیسری مرتبہ آپ کے قلب پر شدید قسم کا دورہ پڑا، جس کی وجہ سے تکلیف بڑھ گئی۔آپ کو لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں داخل کرادیا گیا اور آپ زیر علاج رہے۔

وصال باکمال ☆: ۷ شوال المکرم ۱۳۸۹ھ بمطابق ۱۹۶۰ء بروز پیر آپ کے قلب پر شدید قسم کا دورہ پڑا۔آپ نے ایک نعرہ ''اللہ'' بلند کیا۔جس کے بعد آپ کا وصال باکمال ہوگیا۔

آپ کے وصال کی خبر پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، پشاور کے بڑے بڑے بازار بند ہوگئے۔

دوسرے دن ۱۵ اپریل ۱۹۶۰ء بمطابق ۱۳۷۹ھ بروز منگل آپ کی نماز جنازہ میں قصور، لاہور، چونیاں اور ہزارہ و پشاور کے گردونواح سے آئے ہوئے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

آپ کا مزار پُرانوار خانقاہ سیّد حسن شاہ وزیر باغ، پشاور شہر صوبہ سرحد میں مرجع خاص و عام ہے۔جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے ایک ہی فرزند ارجمند حضرت سید محی الدین شاہ گیلانی مدظلہ جن کی عمر آپ کے وصال کے وقت صرف سات برس تھی، اپنے ماموں قطب عالم حضرت علامہ سیّد محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کر کے روحانی تربیت پائی اور آنجناب رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت و اجازت پا کر سلسلہ عالیہ قادریہ کی ترویج و اشاعت کرتے ہوئے چھ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ بمطابق 28 فروری 1993ء کو واصل بحق ہوگئے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: متعلم مکتب خانۂ اُم الکتاب، معلم مدرسہ یہدی بہ اللہ من اناب، قبلۂ طالبان عشق و معرفت، مدرس مسائل عشق و عرفان، محدث وجد و پیان، نشان حق کے ترجمان، غزالی نوائے الوہیت، رازی گلستان نبوت، پیشوائے جمیع اہل کمال، جلیس مسند حق الیقین، قطب اقلیم عین الیقین، بحر اسرار معرفت و معدن حقائق و معارف، شمع قصر ہدایت، آثار و لا تپش ظاہر ہر خاص و عام بے دلیل، سید و سردار، وارث علوم مصطفیٰ، نائب امام احمد رضا، شیخ الحدیث والتفسیر، جامع الشریعت و طریقت، فیضان تام، فیضان اتم، منبع کرم، مقبول عصر، امیر العلماء، آئینہ اسرار، مقصود آفاق، زین دانش، مشہور انام، پیشوائے چارہ ساز بیکساں، ہادی بستاں، رہبر اسلام، نور الہدیٰ، وقیقۂ فہم، رفیع المرتبت، متوکل و سراپا برکت، ذکی و محدث بے مثال، ابوالفضل، مولانا محمد سردار احمد چشتی صابری قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ حقائق آگاہ و معارف دستگاہ علامہ زماں ہیں،

آپ کی ولادت باسعادت 1322ھ بمطابق 1904ء موضع دیال گڑھ ضلع گورداسپور مشرقی پنجاب انڈیا میں جناب چوہدری میراں بخش کے گھر ہوئی۔

سن شعور کو پہنچے تو ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ میں ہی حاصل کی، بعدازاں میٹرک تک تعلیم اسلامیہ ہائی سکول بٹالہ شریف سے 1924ء میں مکمل کی اور مزید تعلیم کے لیے لاہور تشریف لے آئے تھے۔ ان دنوں مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کے زیر اہتمام جامع مسجد وزیر خان میں ایک عظیم الشان اجلاس ہونا قرار پایا تھا جس کے بڑے بڑے اشتہار شہر میں آویزاں تھے۔ اس اجلاس میں برصغیر کے ممتاز علمائے کرام کے علاوہ بالخصوص شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان قادری نے بریلی شریف سے تشریف لا کر شرکت کرنا تھی۔ اگرچہ آپ ان دنوں علمائے حق کی جماعت سے وابستہ نہ تھے اور ایف اے پاس کرنے کے بعد محکمہ پٹوار کا امتحان بھی دے چکے تھے۔

چونکہ گھر کا تمام ماحول خالصتاً مذہبی تھا جس کی بناء پر آپ کے دل میں کالج کے زمانے سے ہی علمائے کرام مشائخ عظام کی عقیدت و محبت کا عنصر موجود تھا، جب آپ نے اعلانات سنے فلاں روز فلاں وقت شہزادۂ اعلیٰ حضرت بریلی شریف سے لاہور ریلوے

اسٹیشن پر پہنچیں گے تو آپ بھی مقررہ وقت پر لاہور ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے وہاں ہزاروں عاشقان مصطفیٰ شہزادہ اعلیٰ حضرت کے استقبال کو پہنچے ہوئے تھے۔

جب گاڑی پلیٹ فارم پر آئی اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت ڈبے سے باہر نکلے تو پوری فضاء نعروں سے گونج گئی اور ہر شخص فرط عقیدت و محبت سے ان کے ہاتھ چومنے اور زیارت کے لئے بے چین تھا۔ جب آپ نے آگے بڑھ کر ان کے چہرۂ مبارک کی زیارت کی تو دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ گئے۔

شہزادہ اعلیٰ حضرت کا روئے تاباں کیا تھا...... ایک کھلی ہوئی کتاب تھی...... جس سے تقویٰ...... طہارت...... جلال علم...... کا نور جھلک رہا تھا۔

اس نورانی چہرے کو دیکھ کر کئی غیر مسلم اسلام قبول کر چکے تھے، جس کو دیکھ کر آپ محو حیرت بن گئے۔ اور اسی حیرت و تجسس کے عالم میں ہجوم عاشقاں کے ساتھ ساتھ ریلوے اسٹیشن سے پیدل چلتے ہوئے جامع مسجد وزیر خان کی جلسہ گاہ میں پہنچے اور اسٹیج کے سامنے اس انداز سے بیٹھ گئے کہ شہزادے کی زیارت ہوتی رہے۔ جلسہ سے لاتعداد اکابرین اہل سنت نے خطاب کیا، بعد ازاں صدارتی خطبہ شہزادہ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا تو ان کی تقریر کا ہر ہر لفظ ہر ہر جملہ دل میں جگہ کرتا گیا۔

جلسہ کے اختتام کے بعد جب آپ دوبارہ ملاقات و زیارت و مصافحہ کے لئے آگے بڑھے تو شہزادہ اعلیٰ حضرت نے بھی پہچان لیا کہ یہ جوان ریلوے اسٹیشن پر بھی استقبال کے لئے موجود تھا، محبت بھری اداؤں سے آپ کو پاس بلایا خیریت معلوم کرنے کے بعد پوچھا تم کون ہو اور کیا کرتے ہو اور کہاں کے رہنے والے ہو؟

آپ نے حضرت حجۃ الاسلام کے سوالات کے جوابات تو دیئے مگر چہرۂ انور پر تشنگی باقی نظر آ رہی تھی جسے شہزادۂ اعلیٰ حضرت نے محسوس کر لیا اور فرمایا کہ تم کچھ اور بھی کہنا چاہتے ہو؟

آپ نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا کہو اور بغیر کسی تکلف کے کہو، آپ نے عرض کیا مجھے اپنے ساتھ بریلی شریف لے جائیں، اس لئے کہ آپ کی زیارت کے بعد اب دنیاوی تعلیم اور پٹوار کورس کا شوق ختم ہو گیا میں چاہتا ہوں کہ جس علم کے سمندر میں آپ غوطہ زن ہیں، میں بھی اسی سے اپنی پیاس بجھاؤں اور آپ کی زیارت سے مشرف ہو کر آپ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو سیراب کرتا رہوں۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام کی آنکھیں باطنی طور پر آپ کے سینے میں موجود عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سمندر کو دیکھ رہی تھیں آپ کی بات سن کر فوراً اپنے ہمراہ لے جانے پر آمادگی کا اظہار کر دیا اور فرمایا کل فلاں وقت فلاں گاڑی پر آپ کو لے چلیں گے۔

حصول علم کے لئے بریلی شریف میں داخلہ☆: شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان قادری رضوی علیہ الرحمۃ کے ساتھ آپ بریلی شریف پہنچے اور دارالعلوم مظہر الاسلام میں داخلہ لیکر بڑی لگن اور محنت و مشقت سے علوم دینیہ کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ بعد ازاں جامعہ معینیہ اجمیر شریف میں آٹھ برس تک زیر تعلیم رہ کر علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کر کے سند فراغ حاصل کی۔ قیام اجمیر شریف کے زمانہ میں آپ حضرت مولانا سید امیر اجمیری علیہ الرحمۃ سے بھی مستفید ہوئے۔

درس وتدریس ☆: آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ تکمیل علوم کے بعد پانچ برس تک جامعہ رضویہ منظر الاسلام بریلی شریف انڈیا میں تشنگان علوم کو علوم دینیہ سے سیراب کرتے رہے، اس کے بعد جامعہ رضویہ مظہر الاسلام بریلی شریف میں شیخ الحدیث کی مسند پر فائز ہو کر علم حدیث کی گرانقدر خدمت سرانجام دیتے رہے اس دور میں بہت سے مشاہیر زمانہ نے آپ سے علوم ومعرفت کے بیش بہا خزانے حاصل کئے۔

تقسیم ملک اور قیام پاکستان کے بعد آپ وزیر آباد تشریف لا کر دین متین کی خدمت کرتے رہے، بعد ازاں کچھ عرصہ ساروکی میں قیام فرما کر 1368ھ بمطابق 1948ء میں آپ لائل پور موجودہ فیصل آباد کے جھنگ بازار تشریف لے آئے اور بے سروسامانی کے عالم میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر درس حدیث پڑھانا شروع کر دیا اور آج کچھ کل کچھ کے مصداق چند دنوں میں علماء کی ایک بڑی جماعت درس حدیث کی تعلیم لینے کیلئے آپ کے پاس جمع ہو گئی۔

فیصل آباد کے خارجی مولویوں کو فکر لاحق ہوئی اور وہ پریشانی کے عالم میں سوچنے لگے کہ یہ مرد قلندر درخت کے سائے میں اتنا کام کر رہا ہے اگر کل کوئی جگہ ان کو مل گئی تو پھر علم کا انبوہ کثیر یہاں سے نکلے گا اور پھر ہمیں سر چھپانے کی جگہ بھی نہ ملے گی۔ یہ تمام چیزیں سوچ کر انہوں نے مقامی انتظامیہ کو درخواستیں بھجوانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔

پہلے پہل تو چھوٹے چھوٹے اہلکار بعد ازاں زیادہ واویلا کرنے پر ڈپٹی کمشنر بذات خود معائنہ کے لئے آیا تو آپ اس وقت درس حدیث پڑھا رہے تھے۔ وہ بھی بڑی خاموشی اور ادب سے درس میں بیٹھ گیا اور بڑی توجہ سے انکوائری کی نگاہ سے آپ کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔ آپ چونکہ درس حدیث پڑھانے میں پوری یکسوئی سے مگن تھے اور حدیث شریف کی شرح بیان کر رہے تھے۔ اس لئے آپ کو ڈپٹی کمشنر کی آمد کی کوئی خبر نہیں ہوئی۔

جب حدیث شریف کا درس ختم ہوا، آپ نے نگاہ اوپر اٹھا کر ایک اجنبی کو دیکھا، دوسری طرف وہ ڈپٹی کمشنر بھی بڑے ہی ادب سے آگے بڑھا اور آپ سے مصافحہ کر کے مؤدبانہ انداز میں دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔

آپ نے بڑی محبت وشفقت سے اس سے آنے کا مقصد نام اور تعارف پوچھا تو، اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے اپنے آنے کی غرض وغایت بیان کی اور عرض کرنے لگا آپ کے مخالفین نے مجھے آپ کے خلاف درخواستیں بھجوائی ہیں۔ ان میں جو کچھ انہوں نے تحریر کیا تھا وہ میرے یہاں آنے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد غلط ثابت ہوا۔

اب میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اپنے کام کو آگے بڑھائیں ہماری طرف سے کوئی رکاوٹ آئندہ نہ ہوگی اور ہم ہر سلسلے میں آپ کے معاون ومددگار رہوں گے۔

اس کے بعد آپ نے وہ جگہ جہاں آپ درس دیتے تھے اور آج گلستان محدث اعظم کے نام سے منسوب ہے، قیمت ادا کر کے خریدی اور تعمیری کام کا آغاز توکل برخدا شروع کرا دیا اور دن بدن یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا۔ دن ورات علماء کی جماعتیں آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتی رہیں اور ہر سال سالانہ جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر لاتعداد علماء فارغ التحصیل ہونے لگے، پھر دنیا نے دیکھا کہ وہ

بھی وقت آیا کہ سینکڑوں تک دستار فضیلت حاصل کرنے والوں کی تعداد ہوگئی۔

آپ کے شہرہ آفاق تلامذہ ☆: محدث کبیر علامہ غلام رسول قادری رضوی فیصل آباد، نائب محدث اعظم علامہ ابومحمد محمد عبدالرشید چشتی قادری رضوی سمندری شریف، حضرت علامہ عبدالمصطفی الازہری، سابق ایم این اے کراچی، حضرت مولانا وقارالدین نائب شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی، حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی مرحوم ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ لاہور، حضرت مولانا الحاج ابو داؤد محمد صادق گوجرانوالہ، حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی انڈیا، حضرت مولانا محمد صابر القادری نسیم بستوی انڈیا، حضرت مولانا مفتی محمد مجیب الاسلام اعظمی انڈیا، حضرت علامہ عبدالرشید جھنگوی، حضرت علامہ محمد اشرف سیالوی شیخ الحدیث سیال شریف استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی مہتمم دارالعلوم انوار رضا منگلال راولپنڈی، حضرت علامہ اللہ بخش مرحوم واں بھچراں ضلع میانوالی، حضرت حافظ الحدیث علامہ سید جلال الدین شاہ بھکھی شریف منڈی بہاؤالدین، حضرت مولانا ابوالمعالی محمد معین الدین شافعی ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ فیصل آباد، حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر مبلغ اسلام ماریش حضرت مولانا ابوالشاہ محمد عبدالقادر شہید لائکپوری، حضرت مولانا محمد شریف ملتانی، حضرت مولانا مفتی محمد عنایت اللہ سانگلہ ہل، حضرت مولانا ابوالانوار محمد مختار احمد فیصل آبادی، حضرت مولانا سید زاہد علی شاہ فیصل آباد، حضرت علامہ مولانا سید منصور شاہ فیصل آباد، حضرت مولانا فیض احمد اویسی بہاولپور، حضرت مولانا مفتی محمد حسین قادری سکھر صوبہ سندھ، حضرت مولانا مفتی محمد امین فیصل آباد، حضرت مولانا حافظ محمد احسان الحق فیصل آباد، حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ سلطانپوری مہتمم جامعہ رضویہ ڈی بلاک راولپنڈی کے علاوہ سینکڑوں علمائے کرام کا شمار آپ کے تلامذہ میں ہوتا ہے جو اندرون و بیرون ملک دین اسلام اور مسلک حقہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

سیرت و کردار ☆: آپ کی ذات الاصفات پیکر اخلاق و محبت، سراپا شفقت باوقار، بارعب اور پرکشش شخصیت کی مالک تھی۔ آپ علوم و فنون کے بحر بے پایاں، زبردست مناظر اور باکمال محدث تھے، آپ کی ذات کو کشور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی اور اسی بے پناہ محبت و عقیدت کا اثر تھا کہ آپ کا ہر قول و فعل شریعت و سنت کے مطابق ہوتا تھا۔ آپ کا وعظ اس قدر پُر اثر ہوتا تھا کہ سخت سے سخت دل بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا۔ آپ کے مخالف لوگوں نے آپ کے خلاف مخالفتوں کے طوفان اٹھائے مگر آپ کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی۔ آپ کی شخصیت اس قدر پرکشش تھی کہ ایک دفعہ حاضری دینے والا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دام محبت و عقیدت میں گرفتار ہو جاتا تھا۔ کئی دیوبندی علماء آپ کے درس حدیث میں شامل ہوئے اور آپ کی زبان ترجمان سے مسلک اہل سنت و جماعت کے زور دار دلائل سن کر اس قدر متاثر ہوئے کہ بدعقیدگی سے تائب ہو کر مسلک اہلسنت و جماعت کے مبلغ بن گئے۔

حضرت شیخ القرآن ابوالحقائق علامہ عبدالغفور ہزاروی چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آپ جس کے سر پر ہاتھ پھیر دیتے (یعنی دستار بندی کر دیتے) تھے وہ راسخ العقیدہ سُنی عالم دین بن جاتا تھا۔

آپ کی شخصیت کو اپنے اور بیگانے سب ہی جانتے تھے۔ خدا نے آپ کو وہ مرتبہ اور مقام عطا فرمایا تھا کہ بڑے بڑے صاحب منصب آ کر قدموں میں بیٹھنا سعادت سمجھتے تھے۔ اور بڑے بڑے علماء آپ کی دست بوسی کو اپنا شرف تصور کرتے تھے۔ آپ نے تمام

زندگی علوم دینیہ کا درس دیا۔ دلوں کی دنیا میں حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوت جگائی۔ علماء اور محدثین کی اتنی بڑی جماعت تیار کی کہ اکابرین اہل سنت نے آپ کو محدث اعظم پاکستان تسلیم کیا۔ بلکہ قیامت تک تسلیم کرتے رہیں گے۔ آپ پیکر رشد و ہدایت اور سحر بیان خطیب تھے۔ کئی کئی گھنٹے خطاب فرمانا آپ کا معمول تھا۔ اس دوران زور بیان اور دلائل کے تسلسل میں فرق نہ آتا اور نہ ہی سامعین کی محویت ختم ہوتی۔ آپ کوہ استقامت تھے جو فرماتے تھے وہ کر کے بھی دکھایا کرتے تھے اور اس پر قائم رہنا جانتے تھے۔

مولانا غلام محی الدین قادری فیصل آبادی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حکومت نے چاند کا اعلان کر دیا۔ آپ کا مؤقف تھا کہ چونکہ شرعی گواہی موجود نہیں اس لئے چاند نہیں ہوا۔ رات کے وقت ضلعی حکام گفت وشنید اور مذاکرات کے لئے آپ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ کیا حکومت یہ سمجھتی ہے کہ سردار احمد موم کی ناک ہے جسے جدھر چاہو موڑ لیا؟ اتنا کہہ کر اپنا فیصلہ واپس لینے سے انکار کر دیا۔

عملی زندگی کا حال یہ ہے کہ فرائض واجبات تو اپنی جگہ رہے سنن اور مستحبات پر بھی عمل فرماتے تھے۔ اپنے اساتذہ کا ذکر محبت و عقیدت میں ڈوب کر کرتے تھے۔ دوستوں اور حاضرین سے ملتے تو مسرت وشادمانی کا پیکر نظر آتے۔ سادات کرام کا خصوصی احترام فرماتے۔ تبرک تقسیم فرماتے تو انہیں دو حصے دیئے جاتے تھے۔ اپنے شاگردوں اور مریدوں کی عزت افزائی اس قدر فرماتے کے آنے والا باغ باغ ہو جاتا اور یہ محسوس کرتا کہ حضرت سب سے زیادہ مجھ پر مہربان ہیں۔ آپ نے پوری زندگی اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ کے مطابق گزاری اور اس پر مکمل طور پر عمل پیرا تھے۔

آپ جب حرمین شریفین کی حاضری کیلئے تشریف لے گئے تو آپ نے نجدی اماموں کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اس لئے کہ جب وہ ہمیں مشرک سمجھتے ہیں تو پھر ان کے عقیدے کے مطابق ہماری نماز کیسی؟ اور ان کے پیچھے اقتدا کا کیا مطلب؟ نماز پڑھنا تو بڑی بات ہے آپ نے تمام عمر کسی گستاخ رسول وہابی نجدی خارجی ورافضی سے مصافحہ تک نہ کیا۔ ایک مرتبہ ایک شیعہ افسر آپ سے ملاقات کی غرض سے آیا تو آپ نے یہ کہہ کر ہاتھ پیچھے کھینچ لیا کہ میرے دل میں حضرات خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کی شمع روشن ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ ہاتھ ملانے سے اس کی روشنی ماند نہ پڑ جائے۔

اسی طرح ایک مرتبہ احرار کے مشہور مولوی قاضی احسان احمد شجاع آبادی سے ایک سفر میں آمنا سامنا ہو گیا۔ وہ مصافحہ کرنے کے لئے آگے بڑھے تو آپ نے فرمایا تحذیر الناس۔ براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی ایمان سوز عبارات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے عرض کیا میں مناظرہ کرنے نہیں آیا میں تو صرف ملاقات کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک ان عبارات کا تصفیہ نہیں ہو جاتا میں آپ سے ملاقات نہیں کر سکتا۔ مولانا محمد علی جوہر نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا تھا۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

بیعت وخلافت ☆: آپ طریقت کے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں حضرت مولانا خواجہ شاہ محمد سراج الحق گورداسپوری چشتی صابری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد سلسلہ قادریہ میں شہزادۂ امام

اہلسنت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان قادری سے قادریہ سلسلہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔

آپ سلسلہ طریقت کی رو سے چشتی صابری قادری رضوی ہیں۔ یعنی بیعت اور مرشد کامل کی نسبت سے چشتی صابری اور خلافت کے اعزاز اور حجۃ الاسلام کی نسبت سے قادری اور امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان بریلی کی نسبت سے آپ رضوی ہیں۔

آپ کے دست مبارک پر لاتعداد افراد بیعت ہوئے اور لاتعداد افراد کو آپ نے تاج خلافت سے نواز کر صاحب ارشاد فرمایا۔ ہزاروں گمراہوں کو آپ کی بدولت ہدایت ملی۔ بہت سے بے عمل باکردار اور صاحب عمل ہوئے۔ آپ کی خدمت میں بیٹھنے والا جاہل بھی تھوڑے عرصے میں عالم بن جاتا تھا۔

تقویٰ کی ایک مثال ☆: مولانا عبدالرزاق مرحوم سابق خطیب مرکزی جامع مسجد واہ کینٹ ضلع راولپنڈی فرماتے ہیں کہ جن دنوں حضرت محدث اعظم پاکستان بریلی شریف میں زیر تعلیم تھے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہم سبق تھا۔ اور ایک ہی کمرے میں ہماری رہائش تھی۔ مولانا عبدالرزاق مرحوم فرماتے ہیں کہ ایک دن میں کمرے میں آیا تو شام کو چراغ جلانے کے لئے ماچس (دیا سلائی) ڈھونڈی مگر نہ ملی چونکہ ختم ہوگئی تھی میں مسجد میں گیا اور مسجد کی ماچس کی تیلی جلا کر چراغ روشن کر کے کمرے میں لے آیا۔ تھوڑی دیر گزری کہ آپ تشریف لائے اور چراغ جلتا ہوا دیکھ کر پوچھا مولانا ماچس تو ختم تھی آپ نے چراغ کیسے روشن کیا۔ مولانا نے کہا کہ مسجد کی ماچس سے روشن کر کے لایا ہوں۔ یہ سن کر آپ آگے بڑھے اور پھونک مار کر چراغ گل کر دیا اور فرمایا کہ مسجد کی چیز پر تصرف کرنا ہمارا حق نہیں ہے۔ لہٰذا آپ یہ پیسے لیں اور دو ماچس کی ڈبیاں خرید کر لائیں۔ ایک ماچس مسجد میں رکھ دیں اور دوسری ماچس اپنے کمرے کے لئے رکھ لیں۔ اس واقعہ سے آپ کے زمانہ طالب علمی کے تقویٰ کا پتہ چلتا ہے اگر طالب علمی کا تقویٰ یہ ہے تو پھر محدث کی حیثیت سے کیا عالم ہوگا۔

نوٹ ☆: یہ واقعہ فقیر راقم الحروف کو آج مورخہ 13 فروری 2006ء شام 6 بجے کے قریب علامہ قاضی عبداللطیف قادری خطیب اعظم برطانیہ کے صاحبزادے شیخ الحدیث علامہ قاضی محمد سعید الرحمٰن قادری صدر مدرس و ناظم اعلیٰ ادارہ فیضان رسالت مہریہ قادریہ پیر مہر علی شاہ ٹاؤن غوث اعظم روڈ (سابقہ چکری روڈ) راولپنڈی نے بیان کیا جبکہ یہ فقیر حضرت محدث اعظم کا تذکرہ قلمبند کر رہا تھا۔

ایک اور مثال قارئین کی دلچسپی کے لئے نقل ہے کہ آپ کو حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام احمد رضا خان شاہ بریلی علیہ الرحمۃ کی ذات سے محبت عشق کی حد تک تھی۔ چونکہ فوٹو کے بغیر پاسپورٹ نہیں بنتا اور دیگر ضروری کاغذات پر فوٹو کا استعمال قانونی طور پر ضروری ہوتا ہے۔ اس کے بغیر بیرون ملک جانے پر پابندی تھی اس لئے پاکستان آنے کے بعد بے انتہاء آرزو کے باوجود نہ ہی آپ بغداد شریف تشریف لے گئے اور نہ ہی بریلی شریف جاسکے کہ فوٹو کھنچوانا غیر شرعی فعل ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال یکم شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ بمطابق 29 دسمبر 1962ء جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب کو کراچی میں ہوا۔ آپ کا جسد مبارک کراچی سے بذریعہ شاہین ایکسپریس لائلپور موجودہ (فیصل آباد) لایا گیا۔ کراچی سے فیصل آباد تک راستے کے تمام اسٹیشنوں پر عوام اہلسنت اپنے ہردلعزیز محبوب محدث اور شیخ طریقت کے چہرۂ انور کی زیارت کرتے رہے۔ بہت سے احباب اسی گاڑی میں سوار ہو کر جنازے کے ہمراہ مختلف شہروں سے ملتے گئے جب یہ ٹرین فیصل آباد پہنچی تو سینکڑوں افراد راستے

سے سوار ہونے والے اور ہزاروں افراد جو پورے ملک سے فیصل آباد کے ریلوے اسٹیشن پر استقبال کیلئے موجود تھے۔ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور ایک دوسرے کے گلے لگ کر بلکنے لگے۔ وہاں سے جنازہ جھنگ بازار لایا گیا۔ ہزاروں افراد نے دیکھا کہ ریلوے اسٹیشن سے جھنگ بازار تک جنازہ پر ہلکی ہلکی پھوار نور کی برس رہی تھی حالانکہ بادل کا نام ونشان تک نہ تھا۔ آپ کی نماز جنازہ میں تین لاکھ افراد شامل ہوئے۔

اس موقع پر بہت سے دیوبندی اور نجدی مولویوں نے بھی جنازہ میں شرکت کی تھی۔ آپ کا مزار پُر انوار گلستان محدث اعظم سنی رضوی مسجد جھنگ بازار فیصل آباد میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں آج بھی اہل عقیدت ومحبت حاضری دیکر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ اور یہ بات بھی مشہور ہے کہ علم کی طلب رکھنے والا جو بھی شخص دربار شریف پر حاضری دے وہ بہت جلد عالم بن جاتا ہے۔ خطیب پاکستان علامہ محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ نے تاریخ وصال کہی۔

سید وسردار ما............وارث علوم مصطفیٰ نائب احمد رضا............اللہ سے واصل ہوا

۱۳۸۲ھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ شاہ محمد احمد رضا خان چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم ربانی، مرشد لاثانی، شمس العارفین، زبدۃ السالکین، دلیل الکاملین، عارف باللہ حضرت خواجہ شاہ محمد احمد رضا خان چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ عمدۃ الاخیار ہیں۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد احمد خان اور مرشد گرامی کی جانب سے عطا کردہ لقب دہلی والے پیر صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ کے اجداد پٹھانوں کے ایک معروف یوسف زئی قبیلہ کے سرداروں میں سے تھے۔ آپ کے جد اعلیٰ اگرچہ اپنی قوم اور خاندان کے سردار تھے۔ مگر اس کے باوجود وہ ایک نیک اور خدارسیدہ بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم دین بھی تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت اپنے زمانے کے نیک صفت بزرگ عالم دین حضرت مولانا سردار محمد خان علیہ الرحمتہ کے گھر اجمیر شریف انڈیا میں ہوئی۔

آپ کا ننھیالی خاندان سادات کے عظیم روحانی خاندان سے متعلق تھا۔ آپ کے نانا حضرت سید عزیز علی شاہ قادری اپنے زمانے کے نہ صرف معروف عالم دین بلکہ بہت بڑے شیخ طریقت بھی تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی ایک نیک سیرت اور باکردار پابند صوم وصلوٰۃ خاتون تھیں۔ نماز پنجگانہ کے علاوہ تہجد کی ادائیگی کا بھی بہت خیال کرتی تھیں۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد گرامی نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی تھی اے مالک و مولیٰ مجھے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ایک ایسا بیٹا عطا فرما جو ظاہری و باطنی علوم و معارف کا خزینہ ہو۔

چنانچہ بارگاہ ایزدی میں ان کی دعا کو قبولیت کا شرف حاصل ہوا۔ اور اللہ کریم نے ان کو چاند سا بیٹا عطا فرمایا۔ جو بعد میں اپنے زمانے کے کاملین میں شمار ہوئے۔

آپ کی ولادت کے بعد آپ کے والدین نے آپ کی تربیت پر خصوصی توجہ دی اور جب آپ عمر عزیز چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تو آپ کے والد گرامی قدر نے آپ کی رسم بسم اللہ شریف ادا کرائی۔ آپ نے بہت جلد قرآن کریم کی تعلیم مکمل کی اور اپنے والد گرامی

سے دینی کتب کا آغاز کیا اور شرح جامی تک کی کتابیں ان سے ہی مکمل کیں۔ اس کے بعد بقیہ تعلیم کی تکمیل کے لیے اپنے نانا حضرت سید وزیر علی شاہ قادری علیہ الرحمتہ کے خدمت میں پہنچے اور ظاہری تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ نے اپنے نانا جان سے عرض کیا کہ مجھے اپنے دست مبارک پر بیعت کر کے میری باطنی تربیت بھی آپ ہی مکمل کرائیں۔ یہ سن کر آپ کے نانا جان نے فرمایا، بیٹا تمہارا حصہ جہاں ہے تم بہت جلد اس عظیم مرد کامل کے پاس پہنچ جاؤ گے۔ مگر ابھی ضرورت اس بات کی ہے کہ تم اپنے آپ کو اس قابل بنالو کہ اس شیخ کی خدمت میں حاضری دے کر اس کے فیوض و برکات سمیٹ سکو۔

اس کے بعد سے آپ نے عبادت و ریاضت اور مجاہدات اس ذوق محبت سے کی کہ بہت جلد کندن بن گئے۔ آپ کو دن رات ایک ہی جستجو رہتی تھی کہ کب وہ مبارک گھڑی آئے کہ مجھے مرشد کامل سے شناسائی حاصل ہو اور میں اپنی منزل مکمل کروں۔

اسی دوران آپ ریلوے کے محکمہ میں ملازم ہو گئے۔ ملازمت کے دوران بہت سے شہروں میں آپ کے تبادلے بھی ہوتے رہے۔ مگر آپ نے اس تمام مصروفیات کے باوجود اپنی عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں کوئی کمی نہ آنے دی اور دن بدن عبادت و ریاضت میں مگن رہ کر اپنے قیمتی وقت کو نہ صرف بچایا بلکہ اپنے سینے کو آئینے کی طرح صاف وشفاف کر دیا۔

ایک روز آپ کے بہنوئی حضرت خواجہ شاہ محمد حفیظ الدین جہانگیری علیہ الرحمتہ نے آپ سے فرمایا کہ سکندر آباد سے سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ کے ایک بزرگ یہاں تشریف لا رہے ہیں۔ جو کہ اپنے زمانے کے معروف روحانی بزرگ ہیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان سے ملاقات کے لیے تشریف لے آئیں۔

چنانچہ یہ مژدہ جاں فزاں سن کر آپ گھر سے نکلے اور اپنے بہنوئی کے ہاں تشریف لے گئے اور ان کے ہمراہ حضرت تاج الاولیاء کی زیارت کے لیے چل دیئے۔ جب آپ حضرت تاج الاولیاء کی خدمت میں پہنچے تو جمال جہاں آرا دیکھ کر یکدم فریفتہ ہو گئے اور اس وقت کیفیت یہ تھی کہ جیسے شکار خود چل کر شکاری کے پاس چلا آئے ہے۔

مرشد کامل کے ہاں محفل سماع اور آپ پر نظر التفات ☆: جب آپ شیخ کامل کے آستانے پر پہنچے تو حضرت والا شان نے خدام سے فرمایا کہ محفل سماع کا آغاز کرایا جائے۔ حسب الحکم تعمیل ارشاد کی گئی تو محفل سماع میں وہ جذب و مستی اور کیف پرور نظارہ بندھا جو بیان سے باہر ہے۔ محفل کے تمام سامعین پر ایک کیفیت طاری تھی۔ ایسے میں حضرت تاج الاولیاء کی نگاہ ولایت جب آپ پر پڑی تو آپ پر بھی وجد و رقت طاری ہو گئی۔ اور اسی عالم میں ہاتھ میں پہنی ہوئی انگوٹھی سے آپ کے چہرے پر زخم لگا جس سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا مگر اس دوران آپ کی وجدانی کیفیت میں کوئی فرق نہ آیا۔ بلکہ لوگ حیران تھے کہ وقت کے بہت بڑے عالم دین پر اس محفل میں آتے ہی کیا کیفیت طاری ہو گئی۔ حالانکہ ابھی مرید بھی نہ ہوئے تھے۔ مگر انہیں کیا معلوم کہ دل والوں کے فیصلے نگاہ اور دل سے

ہوتے ہیں۔

آپ کی یہ کیفیت جب حضرت مستان شاہ صاحب نے دیکھی تو فرمایا یہ کیا ہوا ہے جناب ابھی تو سلسلہ پاک کی نسبت بھی نہیں تو آپ نے خوان خرابہ کرلیا ہے۔ آپ نے آنسو صاف کرتے ہوئے جواب دیا کہ مستان شاہ صاحب مرید ہو کر یہ سیکھا تو کیا سیکھا۔ ہم تو سیاہ رو آئے تھے اور سرخ رو ہو کر جائیں گے۔

یہ کہہ کر آپ مرشد کامل حضرت تاج الاولیاء کے قدموں میں گر گئے۔

مرشد کامل حضرت تاج الاولیاء نے اٹھا کر سینے سے لگایا اور ہاتھوں میں ہاتھ لے کر آپ کو بیعت سے سرفراز فرمایا اور خصوصی توجہ سے نواز کر نعمت باطنی آپ کے سینے میں منتقل کی اور اپنے دست مبارک سے تاج پوشی کی اور خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر صاحب ارشاد وفائز المرام کیا۔ اور فرمایا کہ آج کے بعد آپ کو لوگ دہلی والے پیر کہہ کر پکاریں گے۔

چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی کہ اس کے بعد سے لوگ آج تک آپ کو دہلی والے پیر کے نام نامی سے یاد کرتے ہیں۔

دہلی سے ہجرت اور حیدر آباد میں ورودِ مسعود☆: آپ کو اپنے شیخ کامل سے بے حد عقیدت و محبت تھی ہمہ وقت انہی کے جلوؤں میں گم رہتے۔

قیام پاکستان سے قبل آپ دہلی میں قیام پذیر رہے اور وہاں پر مخلوق خدا کو رشد و ہدایت کا درس اور صراط مستقیم کا راستہ دکھاتے رہے۔ ہزار ہا افراد کو داخل سلسلہ کیا۔ اکثر اوقات دہلی سے سکندر آباد مرشد کامل کے آستانے پر حاضری دے کر ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے اور اپنی منزل و مقام کی جانب راہنمائی حاصل کرتے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ کے پیرو مرشد بستی جیون ہانہ گارڈن ٹاؤن لاہور میں منتقل ہو گئے اور آپ بھی مرشد کامل کے پاس لاہور تشریف لے گئے۔

حیدر آباد میں قطب کی ضرورت☆: ایک دن بستی جیون ہانہ گارڈن ٹاؤن لاہور کی خانقاہ شکوریہ میں آپ کے پیرو مرشد حضرت تاج الاولیاء تشریف فرما تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام حاضر ہوئے اور فرمایا کہ حیدر آباد وادئ مہران سندھ کے لیے غوث ضرورت ہے۔ حضرت تاج الاولیاء نے دائیں بائیں دیکھا جب نظر ولایت آپ پر پڑی تو شفقت و محبت بھری نگاہ سے دیکھ کر فرمایا وادئ مہران سندھ میں چلے جائیں۔ وہاں آپ کی سخت ضرورت ہے۔ شیخ کامل نے سینے سے لگایا اور فیض سے مالا مال کرتے ہوئے فرمایا کہ تاخیر نہ کریں چلے جائیں۔

چنانچہ آپ شیخ کامل کے حکم کی تعمیل کی غرض سے وہاں سے چلے اور جب حیدر آباد پہنچے تو ہزاروں لوگوں نے آپ کا پر تپاک

استقبال کیا۔ آپ نے حیدر آباد کے علاقے سرے گھاٹ نزد مدینہ مسجد مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اور آخری وقت تک وہیں مقیم اور جلوہ افروز رہے۔

جہاں آپ نے علم و معرفت اور عشق و محبت کے دیپ روشن کیئے۔ جس سے لاتعداد افراد کے سینے نور معمور ہوئے اور بہت سے گمراہوں کو ہدایت اور صراط مستقیم ملی۔

آپ کی شادی واولاد☆: آپ کی شادی حضرت پیر فتح محمد شاہ کی صاحبزادی سے ہوئی جو کہ حافظ قرآن ہونے کے علاوہ نیک سیرت اور باکردار پابند صوم وصلوٰۃ و تہجد تھیں۔ محلہ کے بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیتی تھیں اور ہر سال ماہ ربیع الاول شریف میں پورہ مہینہ سحری کے وقت آقا علیہ السلام کی ذات والا صفات پر درود وسلام کے گجرے بھیجتیں۔

مائی صاحبہ حضرت تاج الاولیاء کی مریدہ تھیں۔ اعتقاد اتنا پختہ کہ جو بھی ہوتا فرماتیں کہ یہ حضور تاج الاولیاء کا صدقہ ہے۔

اللہ کریم نے آپ کو اس نیک بی بی سے چار صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ عنایت فرمایا۔ آپ کے صاحبزادے نور خان صاحب جوانی کی عمر میں ہی وصال فرما گئے تھے۔ جو بہترین حافظ اور باعمل عالم دین تھے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے خلفاء میں پہلے خلیفہ جناب صوفی مہر دین شاہ صاحب جو کہ آپ کے سجادہ نشین و خلیفہ اول ہیں جن کا مزار پُر انوار مہر واہ ناکہ قبرستان ٹنڈو اللہ یار سندھ میں مزار بابا مہر دین کے نام سے مشہور ہے۔

آپ کے دوسرے خلیفہ اور موجودہ سجادہ نشین حضرت شاہ محمد اسحاق رضا شکوری جہانگیری دامت برکاتہم العالیہ ہیں جو تا حال حیدر آباد میں مقیم ہیں۔

آپ کے تیسرے خلیفہ حضرت صوفی عبدالغنی شاہ شکوری بھی حیدر آباد میں مقیم ہیں۔ چوتھے خلیفہ حضرت صوفی اکبر رضا شاہ شکوری علیہ الرحمتہ جن کا مزار مہر واہ ناکہ قبرستان ٹنڈو اللہ یار سندھ میں سرکار اکبر رضا کے نام سے مشہور ہے۔

کشف و کرامات☆: آپ کے بھانجے صاحبزادہ عنایت الدین قاسم شاہ جہانگیری شکوری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم محفل سماع میں آپ کے ساتھ تھے۔ اختتام محفل پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ آج دل چاہتا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء زری زر بخش علیہ الرحمتہ کے مزار شریف پر حاضری دی جائے۔

چونکہ وقت آدھی رات سے زیادہ ہو چکا تھا۔ میں نے دست بستہ عرض کی حضرت اس وقت سواری کا انتظام کیسے ہوگا۔ آپ نے فرمایا میاں ارادہ درست کر لو۔ حضرت تاج الاولیاء کی برکت سے انتظام ہو ہی جائے گا۔

چنانچہ ہم حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سڑک پر آئے تو ایک حسین و جمیل نوجوان ٹانگہ لے کر وہاں آیا اور ٹانگے سے نیچے اتر کر آپ

سے معانقہ کیا اور ٹانگے پر سوار ہونے کے لیے کہنے لگا۔ آپ ان کے کہنے پر ٹانگے پر سوار ہوئے اور دربار شریف پہنچ گئے۔ آپ ٹانگے سے اترے اور دربار شریف میں داخل ہو گئے۔ نہ ہی آپ نے اور نہ ہی ہم نے اس ٹانگے والے کو کرایہ دیا۔ نہ ہی آپ نے اس سے کرائے کی بابت کوئی بات کی۔ میں یہ سمجھا کہ شاید ہم بھول گئے اور ٹانگے والے کو کرایہ نہیں دیا گیا۔

جب آپ دربار شریف میں پہنچے تو وہاں آپ کی بہت سے بزرگوں سے ملاقات ہوئی۔ آپ ان کے سامنے دست بستہ کھڑے رہے۔ میں یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔

واپسی پر آپ نے ان بزرگوں سے اجازت طلب کی تو انہوں نے آپ کو سینے سے لگایا اور اجازت دے دی۔

جب دربار شریف سے باہر آئے تو وہی ٹانگے والا سامنے موجود تھا۔ آپ ٹانگے پر سوار ہوئے اور راستے میں آپ سے راز و نیاز کی باتیں کرتا رہا۔ میں یہ سمجھتا رہا کہ یہ آپ کے پرانے تعلق والا ہے۔ لیکن ہم اسے چہرے سے نہیں پہچانتے تھے۔ جب خانقاہ شریف میں واپس پہنچے تو ٹانگے والا اجازت لے کر واپس چلا گیا۔

نہ میں نے اور نہ ہی آپ نے اس کو کرایہ دیا۔ جب وہ جا چکا تو میں نے عرض کی، حضور کیا آپ نے اس کو کرایہ دے دیا؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ کیا تو نے نہیں دیا۔ میں نے عرض کی حضور نہیں۔ اس کے بعد میں فوراً باہر آیا تا کہ اس کو کرایہ ادا کر دوں مگر دیکھا تو وہ دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں حیران تھا کہ اتنی لمبی گلی سے وہ یکدم کیسے غائب ہو گیا۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک گھوڑ سوار میرے پاس آ کر رکا اور پوچھا کیا بات ہے کیوں کھڑے ہو۔ میں نے کہا یار ایک ٹانگے والا تھا پتہ نہیں کدھر چلا گیا۔ وہ کہنے لگا دربار شریف سے تو میں آ رہا ہوں۔ ادھر تو کوئی ٹانگے والا نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ تم میرے ساتھ آؤ دوسری طرف دیکھ لیتے ہیں۔ ہم دو میل تک گئے مگر ٹانگے والا نظر نہیں آیا۔

جب میں واپس آیا تو آپ نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا، ملا وہ ٹانگے والا۔ میں نے عرض کی نہیں حضور۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں بتا دوں وہ ٹانگے والا کون تھا۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ کسی بزرگ کا بھیجا ہوا تھا۔ میں نے عرض کی کس نے بھیجا تھا۔ وہ کون تھا۔ آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور کچھ وقفے کے بعد فرمایا دربار عالیہ پر جو سفید لباس میں تاج والے بزرگ ملے تھے۔ جن کی میں نے قدم بوسی کی تھی۔ وہ میرے آقا حضرت تاج الاولیاء شاہ محمد عبدالشکور کی ذات والا صفات تھی۔ واپسی پر حضرت نے ہمیں کچھ تبرک بھی دیا تھا جو کہ میرے پاس موجود ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کو کھاؤ میں نے تبرک شریف لیا اور کھایا تو اس کے کھاتے ہی میرے دل کی کیفیت بدل گئی۔ آپ نے فرمایا آنکھیں بند کرو۔ جب آنکھیں بند کیں تو میرے تمام حجابات دور ہو گئے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ میرے شہنشاہ کا فیض و کرم اور میرے آقا کا مقام ہے۔

کرامت نمبر۲ ☆ : آپ کے ایک مرید کے بچوں کی شادی تھی سب انتظامات مکمل ہو گئے۔ مگر کھانے کے لیے تھوڑا سا گھی دستیاب ہوا۔ جبکہ خرچ کے لیے زیادہ درکار تھا۔ اس زمانے میں گھی کی قلت تھی ڈپو پر بھی ناپ تلا ایک گھر کے لیے ایک آدمی جتنا گھی ملتا تھا۔
بہر کیف وہ مرید آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی آقا کل شادی ہے گھی کی سخت ضرورت ہے۔ تمام وسائل بروئے کار لا چکا ہوں مگر ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔
حضور دعا فرمائیں میں سخت پریشان ہوں۔ آپ نے فرمایا میرے دوست گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرے آقا کالی کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے۔ **وَاللّٰهُ مُعْطِيْ وَاَنَا قَاسِمٌ**۔ میرا اللہ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔
اب تو گھر چلا جا اور پڑھتا جا اغثنی یا شہنشاہ عبدالشکور یہ پڑھتا ہوا گھر جا اور تیرے پاس جو گھی گھر میں موجود ہے اس پر کپڑا ڈال دے اور استعمال کے وقت حسب ضرورت کپڑے کے نیچے سے نکالتے رہنا۔
وہ مرید کہتا ہے کہ میں نے اس برتن سے تقریباً بیس دیگوں کا گھی نکالا۔ جب شادی ختم ہوئی اور اس برتن سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو جتنا گھی پہلے موجود تھا اب اس سے زیادہ موجود تھا۔ جبکہ بیس دیگیں پک گئیں۔
شادی سے فارغ ہو کر وہ مرید آپ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا سناؤ میاں گھی کا انتظام کیسا رہا۔ اس نے عرض کی حضور گھی پورا ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم کپڑا نہ اٹھاتے اور اغثنی یا شہنشاہ عبدالشکور پڑھ کر پوری زندگی استعمال کرتے رہتے تو یہ گھی کبھی ختم نہ ہوتا۔ پھر فرمایا میاں یہ عطا تھی میرے شیخ حضرت شاہ عبدالشکور تاج الاولیاء کی۔ اس کو کہتے ہیں ولایت یہ ہے شان اللہ والوں کی۔

وصال با کمال ☆ : آپ کا وصال با کمال ۱۳۸۴ ہجری بمطابق 22 اگست 1964ء بروز پیر کو ہوا۔ مزار پر انوار گوٹھ لالو لاشاری قبرستان کالی موری حیدر آباد صوبہ سندھ میں دربار دہلی والے پیر صاحب کے نام سے مرجع خاص و عام ہے۔
جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔
فقیر راقم الحروف کو آپ کے دربار پر ایک رات کے اعتکاف اور قیام کی سعادت حاصل ہے۔ آپ کے دربار کے سجادہ نشین انتہائی مخلص و مہربان اور نہایت ہی شفیق اور مہمان نواز شخصیت کے مالک ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ الشاہ محمد عبدالرؤف نیرؔ شکوری چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، نمونہ سلف صالحین، نیرِ افق ولایت، حضرت خواجہ شاہ محمد عبدالرؤف نیرؔ شکوری چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ نیرُ الاولیاء ہیں آپ کی ولادت باسعادت تاج الاولیاء حضرت شاہ محمد عبدالشکور قادری علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی گھر کے علمی وروحانی ماحول کا آپ پر خاصہ اثر پڑا جس کی وجہ سے آپ نے بہت جلد ظاہری وباطنی علوم پر دسترس حاصل کر لی۔

آپ اپنے علم وفضل کے لحاظ سے صاحب زہد وتقویٰ اور صاحب نظر تھے، عبادت وریاضت مجاہدہ وسلوک میں یکتائے روزگار تھے اپنے اسلاف اور عظیم والد گرامی کے بتلائے ہوئے طریقہ پر اور شریعت وطریقت کے اصولوں پر سختی سے خود بھی کاربند رہتے اور اپنے مریدین کے علاوہ اپنے پاس آنے والوں کو بھی سختی سے پابندی کراتے تھے۔

آپ اپنے عظیم والد گرامی کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے انکی ظاہری حیات میں خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

آپ اپنے والد گرامی حضرت تاج الاولیاء شاہ محمد عبدالشکور چشتی قادری علیہ الرحمتہ کی ظاہری حیات میں ہی سجادہ نشین مقرر ہوئے مگر ان کے وصال باکمال کے بعد ممتاز عالم دین شمس العلماء حضرت علامہ مولانا سید محمد احمد قادری رضوی سابق صدر جمعیت علمائے پاکستان ورئیس مدرسہ حزب الاحناف لاہور نے آپ کے والد گرامی کے چہلم کے موقع پر ہزارہا مریدین وعقیدت مندان کی موجودگی میں باقاعدہ دستار فضیلت کا اعلان فرمایا اور آپ کے بڑے بھائی حضرت خواجہ شاہ علاؤالدین شکوری قادری نے اپنے دست مبارک سے دستار باندھ کر مبارکباد دی اور استقامت بالحق کی دعا فرمائی۔

آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ شکوریہ ابوالعلائیہ کے عظیم درخشندہ ستارے ثابت ہوئے آپ کے دم قدم اور تبلیغی دوروں سے بہت تھوڑے عرصے میں ملک کے طول وعرض میں سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ شکوریہ کو دوام ملا اور آپ کے ذریعے سے آپ کے عظیم والد گرامی کا فیضان ہزارہا افراد کے سینوں میں منتقل ہوا جس سے لاتعداد افراد راہ ہدایت پا کر نیکی منزل پر گامزن ہوئے۔

آپ کی زندگی سنت مصطفیٰ ﷺ کا عملی نمونہ تھی طبیعت میں حلیمی اور بارعب چہرے پر نورانیت کا پرتو اور ظاہری وباطنی حسن وجمال کا عظیم پیکر تھے سخاوت میں آپ کی فیاضی اہل حلقہ کی زبان پر عام رہتی ہے لنگر وسیع اور دراز تھا ہر آنے والے کو اس انداز سے ملتے تھے کہ اسکی طبیعت میں خوشی کی ایک لہر دوڑ جاتی تھی اور وہ اپنا دکھ درد بھول کر آپ کے جمال جہاں آرا کو ہی دیکھتا رہ جاتا تھا۔

آپ کی اولاد وامجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو تین بیٹیاں اور چار بیٹے عنایت فرمائے تھے۔آپ کے صاحبزادوں کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں جن میں حضرت خواجہ شاہ محمد عبدالقدوس شکوری حضرت صاحبزادہ خواجہ شاہ محمد غفران احمد رؤفی شکوری چشتی قادری' حضرت صاحبزادہ شاہ محمد ضیاء الشکور رؤفی شکوری قادری چشتی کے نام نامی اسم گرامی شامل ہیں۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 29 مئی 1968ء بمطابق یکم ربیع الاول شریف ۱۳۸۸ھ بروز بدھ کو ہوا۔

مزار پرانوار اپنے عظیم والد گرامی کے پہلو میں بستی جیون ہانہ گارڈن ٹاؤن لنک ڈائیو وسٹاپ فیروز پور روڈ لاہور میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ شاہ محمد غفران احمد چشتی قادری شکوری رؤفی مدظلہ العالی سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

جو اپنی بے پناہ صلاحیتوں سے ملکی اور غیر ملکی سطح پر سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ ابوالعلائیہ شکوریہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں خدا آپ کا سایہ تا دیر مریدین ومتوسلین آستانہ شکوریہ کے سروں پر قائم ودائم رکھے آمین ثمہ آمین

رہے آستاں سلامت،رہے برقرار شاہی

حضرت پیر محمد عمر روحی چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی العصر، قدوۂ کاملاں، کشور طریقت و شریعت و معرفت مقتدائے راہ دین حضرت پیر محمد عمر روحی چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ منظور نظر جناب کبریائی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۷ صفر المظفر ۱۳۱۸ھ/ ۱۶ مئی ۱۹۰۰ء کو ہوئی۔

ملازمت ☆: مارچ ۱۹۱۷ء میں آپ جودھپور ریلوے میں بطور تار بابو ملازمت اختیار کی اور اس سلسلہ میں مختلف مقامات پر تعینات رہے۔ جون ۱۹۱۹ء میں انہوں نے مستقل ملازمت محکمۂ تار و ڈاک میں اختیار کی اور مختلف مقامات پر بطور پوسٹ ماسٹر تعینات رہے۔ مارچ ۱۹۲۳ء کو آپ کا تبادلہ آپ کے آبائی وطن ''ناوہ کچامن'' میں ہوا۔

بیعت و خلافت ☆: ناوہ کچامن میں جب آپ کا تبادلہ ہوا تو یہیں ۱۹۲۳ء کے اواخر میں ان کی ملاقات حضرت میر سید محمد احمد صدیق المتخلص بہ قاتل شاہ لکھنوی (مدفون دربار عالم شاہ بخاری جامع کلاتھ کراچی) سے ہوئی جو محکمہ ریلوے میں ملازم تھے اور اکثر اجمیر شریف سے قصبہ ناوہ آتے رہتے تھے۔ ان سے ملاقاتیں ہونے لگیں، صحبت میں بیٹھنا نصیب ہوا، رنگ چڑھا اثر ہوا اور بالآخر ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ/ ۱۷ جولائی ۱۹۲۵ء کو سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی شاخ جہانگیری چشتی قادری میں حضرت قاتل شاہ سے دست بیعت ہوئے اور ۲۵ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ/ ۱۱ ستمبر ۱۹۲۸ء کو انہیں خلافت و اجازت سے نوازا گیا۔ یوں انہوں نے ملازمت کے ساتھ ساتھ سلسلہ کا کام بھی جاری رکھا۔

صدر الشریعۃ سے عقیدت ☆: آپ کو خلیفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ سے جو تعلق و محبت تھی وہ آپ ہی کے الفاظ میں درج ہے۔ جو آپ نے خودنوشت سوانح ''روئے کتابی'' میں یوں لکھتے ہیں:

(۶ مئی ۱۹۴۰ء کو ں پالی پہنچنے پر وہاں کے مسلمان خصوصاً چھیپے ملنے کے لئے آئے اور انہوں نے ہم سے کہا کہ صدر الشریعۃ مولانا امجد علی علی صاحب (صاحب بہارِ شریعت) جب تک اجمیر شریف میں درگاہ شریف میں درگاہ کے مدرس تھے، ہر سال گیارہویں شریف میں تقریر کے لئے پالی تشریف لایا کرتے تھے۔ لیکن اب وہ دادوں ضلع مظفر پور چلے گئے ہیں ہم نے انہیں گیارہویں شریف پر بلانے کیلئے خط لکھے ہیں لیکن انہوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ ہم نے کہا کہ ہم ان کو بلائیں گے، ان سے پتہ لے کر ہم نے انہیں تار دیا کہ اس جواب میں ولانا نے پالی آنے کا اقرار کر لیا...... بڑی گیارہویں شریف پر مولانا امجد صاحب پالی تشریف لے آئے اور شام کو

چھیپوں کی بڑی مسجد کے سامنے پیارا چوک میں ان کی تقریر ہوئی، ہم نے بھی اور لوگوں کیساتھ سامعین میں تقریر سنی، تقریر ختم کرنے کے بعد مولانا چھیپوں کی بڑی مسجد کے اوپر حجرہ میں جائے قیام کیلئے تشریف لے گئے، ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے اوپر گئے۔ وہ جب جا کر چارپائی پر بیٹھ گئے تو ہم نے ان کو سلام کیا اور دست بوسی کی، انہوں نے ہمارے حضرت قبلہ (قاتل شاہ صاحب اور دادا قبلہ (حضرت عبدالشکور) کی خیریت معلوم کی اور دریافت کی کہ آپ یہاں کیسے آئے؟ میں نے عرض کیا کہ پوسٹ ماسٹر کی جگہ تبدیل ہو کر یہاں آیا ہوں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ آپ نے یہاں کچھ سلسلہ کا کام کیا؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے آئے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے اگر میرے حضرات کا کرم اور آپ کی دعا شامل حال رہی تو انشاء اللہ سلسلے کا کام شروع ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ کل صبح کا ناشتہ ہمارے ساتھ کرنا...... لہٰذا دوسری صبح فجر کی نماز کے بعد مولانا کے ساتھ ناشتہ کیا دوسرے روز شام کو پھر محلہ ناڑی میں مولانا کی تقریر بھی عام سامعین کے ساتھ سنتے رہے۔ وعظ ختم ہونے کے بعد ہم السلام علیکم کر کے مصافحہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کہاں بیٹھے تھے؟ یہاں میرے ساتھ تخت پر آ کر بیٹھنا چاہیے تھا۔

میں نے عرض کیا کہ مجھے سامنے بیٹھ کر ہی سننے میں مزا آتا ہے۔'' (روئے کتابی صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ حیدرآباد)

پاکستان آمد☆: قیام پاکستان کے بعد پاکستان تشریف لائے اور حیدرآباد سندھ میں سکونت اختیار کی۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال یکم محرم الحرام ۱۳۸۹ھ/۱۲ دسمبر ۱۹۶۹ء ۷۷ سال کی عمر ہوا، مزار پر انوار حیدرآباد شہر میں مرجع خاص وعام ہے۔ فقیر راقم الحروف مقصود احمد صابری کو 1983ء میں آپ کے مزار پرانوار پر حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے، دربار کے سجادہ نشین صاحب انتہا درجہ کے مہمان نواز اور خلیق شخصیت کے حامل ہیں۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ شاہ محمد عبداللہ چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: صوفی باصفا، منبع جودوعطا، زبدۃ العاشقین، سراج الاولیاء حضرت خواجہ شاہ محمد عبداللہ چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ صاحب ترک وتجرید ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1888ء کو جناب محترم میاں سیف اللہ کے گھر شاہجہاں پور کے قریب قصبہ شہباز نگر انڈیا میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں ہی حاصل کی جب سن شعور کو پہنچے تو والدین نے آپ کو فوج میں بھرتی کرا دیا۔ دوران ملازمت قسمت نے یاوری کی تو اپنے زمانے کے عظیم مرد کامل تاج العارفین حضرت خواجہ مولانا الشاہ محمد عبدالشکور چشتی قادری ابوالعلائی جہانگیری سے ملاقات سے ہوئی تو ان کی محبت میں گرفتار ہو کے رہ گئے اور ان کی مجالس میں آنے جانے لگے۔ اور پھر انہی کے ہو کے رہ گئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ شکوریہ میں حضرت خواجہ الشاہ محمد عبدالشکور چشتی قادری ابوالعلائی جہانگیری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور مجاہدات وریاضات کی تکمیل اور منازل سلوک طے کرنے کے بعد انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

شیخ کامل کی نسبت ومحبت ☆: آپ کو اپنے شیخ کامل سے اسقدر محبت تھی کہ ہمہ وقت ان کی زیارت کرتے رہتے تھے۔ بیعت ہونے کے بعد سے قیام پاکستان تک آپ اپنے شیخ کی خدمت میں اکثر حاضری دیتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد 1947ء میں آپ شیخ کامل کے ہمراہ ہی پاکستان تشریف لے آئے۔ اور مرشد کامل کے حکم سے پہلے آپ قصور میں قیام پذیر ہو کر رشدوہدایت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ بعد کچھ عرصہ گذر جانے کے آپ کراچی جانے کے لیے شیخ کامل کے دروازے پر اجازت کے لیے حاضر ہوئے تو شیخ کامل نے آپ کے کچھ کہنے سے قبل ہی فرما دیا آپ کراچی چلے جائیں، مرشد کا حکم ملتے ہیں آپ وہاں سے میر پور خاص اور حیدر آباد میں تھوڑا تھوڑا عرصہ قیام کرتے ہوئے کراچی تشریف لائے اور کراچی میں خانقاہ قائم کر کے سلسلہ رشد وہدایت میں مشغول ہو گئے اور تادم آخر کراچی ہی میں مقیم رہے۔

آپ کے خلفائے نامدار ☆: حضرت خواجہ عبدالجبار بیگ سی ایریا قبرستان لیاقت آباد کراچی حضرت خواجہ شاہ محمد یوسف سی ایریا قبرستان لیاقت آباد، کراچی، حضرت خواجہ شاہ احمد میاں لالوکھیت کراچی، حضرت خواجہ شاہ غلام قادر مزار شریف قبرستان میوہ شاہ کراچی، حضرت خواجہ شاہ کلیم اللہ مزار شریف قبرستان میوہ شاہ کراچی، حضرت شاہ محمد عرفان اللہ آستانہ عالیہ نور باغ منگو پیر روڈ کراچی،

حضرت خواجہ شاہ محمد ہدایت اللہ مزار شریف قبرستان میوہ شاہ کراچی، حضرت خواجہ شاہ محمد افضل مزار پرانوار سعود آباد ملیر کراچی، حضرت خواجہ سید محمد اسماعیل شاہ مزار شریف ٹھمس آباد میر پور خاص سندھ، حضرت خواجہ شاہ نور محمد مزار پرانوار قبرستان سخی حسن نارتھ ناظم آباد کراچی، حضرت خواجہ صندل میاں مزار شریف قبرستان سخی حسن شاہ ناظم آباد کراچی، حضرت خواجہ سید محمد طفیل شاہ مزار پرانوار جناح اسکوائر کراچی، حضرت خواجہ شاہ محمد اصغر میاں مزار پرانوار ملیر کراچی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ان کے علاوہ حضرت خواجہ شاہ محمد رفیق میاں آستانہ عالیہ 17/B رفیق آباد لیاقت آباد کراچی حضرت خواجہ شاہ عبدالجبار میاں دستگیر کالونی فیڈرل بی ایریا کراچی، حضرت خواجہ شاہ محمد بشیر میاں نئی کراچی، حضرت خواجہ شاہ محمد ذاکر حسین 3/600 لیاقت آباد کراچی، حضرت خواجہ شاہ مطلوب حسین دام فیوضکم الجاریہ۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۹۳ ہجری بمطابق 1973ء کو ہوا۔ مزار پرانوار قبرستان سی ایریا لیاقت آباد کراچی میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں آج بھی اہل نسبت ومحبت حاضری دے کر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

آپ کے مزار پُرانوار کے اندر آپ کے دو معزز خلفاء حضرت خواجہ شاہ عبدالجبار بیگ اور حضرت خواجہ شاہ محمد یوسف میاں چشتی قادری ابوالعلائی جہانگیری شکوری عبداللہی علیہم الرحمۃ کے مزارات بھی ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا الحاج خواجہ محمد حفیظ اللہ چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: امیر ہفت کشور، سلطانِ الفقرا، قطب المشائخؒ، عالم باعمل، متکلم ومحدث، مجاہد راہِ ترک وفنا، واصل بحق درعلم ظاہر وباطن، حضرت خواجہ مولانا الحاج محمد حفیظ اللہ چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ اپنے وقت کے مشاہیر شیوخ میں سے تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۱۸ھ بمطابق ۱۹۰۱ء کوعظیم روحانی درگاہ بڑیلہ شریف ضلع گجرات میں محدث وجدو پیمان، منبع علم و عرفان حضرت مولانا الحاج محمد محب النبی چشتی نظامی صابری علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کے اجداد کا اصل وطن منجر چٹھہ ضلع گوجرانوالہ تھا۔ یہ قصبہ آپ کے اجداد سے ایک بزرگ صاحب حشمت وجاہ جناب منجر چٹھہ کے نام پر آباد تھا۔ یہ بزرگ داخل اسلام ہونے کے بعد چوہدری غلام محمد خان چٹھہ کے نام سے معروف ہوئے۔ آپ کے خاندان کی ایک اور عظیم شخصیت حضرت علامہ پیر معظم الدین المعروف پیر بگا شیر علیہ الرحمۃ نے منجر چٹھہ سے ہجرت کی اور ''چوپالہ'' ضلع گجرات کو اپنی روحانی فیض رسانی اور مجاہدانہ سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔

حضرت پیر معظم الدین چوہدری بڈھے خان المعروف پیر بگا شیر علیہ الرحمۃ کے فرزندِ ارجمند حضرت خواجہ قطب الدین علیہ الرحمۃ نے بڑیلہ شریف گجرات کو اپنا مرکز فیضانِ علم وعرفان بنا کر رُشد وہدایت کا آغاز کیا۔ قطب زمانہ حضرت قطب الدین علیہ الرحمۃ نے اپنے وقت صاحب کشف وکرامت ولی اور دین اسلام کے سرفروش مجاہد اور مبلغ تھے، جن کے مومنانہ کردار سے پنجاب میں مسلمانوں پر سکھوں کی یلغار کا رُخ مڑا، دور دین اسلام پر کفر والحاد کے بادل چھٹ گئے۔

اسی طرح ان کے صاحبزادے اور آپ کے جدِ امجد یعنی دادا بزرگوار حضرت مولانا خواجہ عزیز الدین علیہ الرحمۃ بھی صاحب کمال بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا الحاج خواجہ محمد محب الٰہی چشتی نظامی صابری علیہ الرحمۃ اپنے زمانہ کے بے مثل وبے مثال ولی کامل ہوئے ہیں۔ ان کا مزارپُر انوار سیالکوٹ میں مرجع انام ہے۔

حضرت پیر الحاج مولانا محمد حفیظ اللہ چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ سرکار بڑیلہ شریف کا بچپن عام بچوں سے مختلف اور حیران کن تھا، آپ کے بچپن کی ایک کرامت تو اس قدر زبان زدِ خاص وعام ہے کہ پورے علاقے میں اس کی شہرت تواتر سے ملتی ہے۔

آپ کے پڑوسی چوہدری رحمت علی مرحوم کے مرض کے بارے پورا علاقہ آج بھی گواہ ہے کہ تمام ڈاکٹروں حکیموں طبیبوں نے لاعلاج قرار دیا اور وہ بستر مرگ پر لیٹے ہوئے تھے کہ آپ نے نزع کے عالم میں ان کو پکڑ کر اُٹھایا تو وہ مایوس العلاج دیرینہ مریض آن

کی آن میں اس طرح تندرست وتوانا ہوگیا کہ جیسے کوئی مرض لاحق ہی نہ تھا۔

آپ کے والدِ گرامی آپ کے بچپن کے حالات وواقعات کا بچشم خود اپنی نظر ولایت سے فرما رہے تھے کہ یہ ہونہار آنے والے وقتوں میں طریقت کا شہبازِ بلند پرواز ہوگا۔ دوسری طرف آپ کے والد گرامی کو اس ظاہری دنیا سے اپنا پردہ کر جانے کا بھی بخوبی علم تھا، جس کا اظہار انہوں نے وصال سے ایک ہفتہ قبل بڑیلہ شریف کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کے بعد اپنے رفقاً واہل خانہ سے کھلم کھلا کر دیا تھا۔

اس بنا پر انہوں نے آپ کو سینے سے لگا کر علم وعرفان کی دولت سے آپ کے بچپن میں ہی کر دیا تھا، اور یہ بھی فرمایا کہ یہ فیضان چشتیہ ہے، مگر تمہیں فیضان قادریہ ایک بزرگ سے عطا ہوگا۔ وقت آنے پر وہ بھی مل جائے گا۔

والدِ گرامی کے وصال کے بعد آپ نے اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ لاہور سے میٹرک کیا۔ اس کے بعد مدرسہ خیر المدارس ملتان اور جامعہ صابریہ دہلی میں علوم متداولہ کی کتب پڑھیں اور درس نظامی کی تکمیل بھی جامعہ صابریہ دہلی سے کر کے سند فراغ حاصل کر کے سرفراز وممتاز ہوئے۔

درس وتدریس ☆: علوم دینیہ کے حصول کے بعد آپ نے مسند تدریس پر بیٹھ کر علم وعرفان کے وہ دیپ جلائے جس کی لو سے صبح قیامت تک روشنی جاری رہے گی۔ آپ نے اپنی تمام تر توجہ اصلاح وہدایت اور احیائے دین متین اور ملت اسلامیہ کی فلاح کے لئے دن ورات محنت وکاوش کی۔ اور کشمیر سے لے کر پورے پنجاب کا بھرپور دورہ فرمایا۔ اس دوران تبلیغ کے ساتھ وقت کے بڑے بڑے مشائخ وصوفیا اور اہل علم وفضل سے ملاقاتیں بھی کیں، مگر ان بزرگوں میں کسی سے بھی آپ کے قلزم قلب کی بے پناہ وسعتوں کی سیرابی ممکن نہ تھی۔ اس کے بعد آپ نے گجرات سے دہلی تک کا سفر کیا۔ اور ایک عرصہ تک مرشد کامل کی تلاش اور جستجو میں رہے، اس کے ساتھ ہی جگہ جگہ جذبۂ عشق کے تحت امت مسلمہ کو دولتِ علم وعرفان سے مالا مال بھی کرتے رہے۔

بالآخر مقدر کا ستارہ چمکا اور طلب صادق نے کام دکھایا اور جذبۂ عشق آپ کو سلطان الاصفیاء حضرت خواجہ بابو جی غلام سرور قادری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں لے گیا، آپ کی ان سے پہلی ملاقات دہلی میں ہوئی تھی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت خواجہ بابو جی غلام سرور قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

اس کے علاوہ آپ کو چشتی نظامی صابری فیض وعرفان اپنے عظیم والد گرامی سے حاصل ہوا تھا، اس طرح آپ طریقت کے دو سلاسل، سلسلہ عالیہ چشتیہ اور سلسلہ قادریہ کے فیضان کے امین ثابت ہوئے اور آپ کے ہاتھوں دو سلاسل یعنی چشتی قادری کا فیضان جاری ہوا اور آپ کے خلفا ومریدین چشتی قادری کہلائے۔

سیرت وکردار ☆: آپ کی ظاہری زندگی سراپا کرامت تھی، جو بھی سوالی در پر آیا من کی مرادیں پا کر لوٹا، جو بھی طالب صادق جذبہ خدا طلبی لے کر آیا وہ فقر وتصوف کی لازوال دولت سے مالا مال ہو کر لوٹا، آپ نے طویل عمر پائی۔ اس دوران آپ نے اپنی

نورانی تربیت گاہ میں ہزاروں طالبان حق کو ظاہری و باطنی فیضان و تربیت سے نوازا اور علم و عرفان کے اعلیٰ مقام پر فائز المرام فرمایا۔
مشائخ وصوفیا کی ایک کثیر تعداد کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کر کے صاحب سلوک، صاحب منزل اہل سکر کو اپنے فیوض و برکات روحانی سے بہرہ مند فرما کر فقر کے اعلیٰ وارفع مقامات تک ان کی رسائی کروائی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۵ شوال ۱۳۹۴ھ بمطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار بڑیلہ شریف گجرات سے پچیس میل دور موضع ٹانڈہ کے قریب مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں آپ کا سالانہ عرس مبارک آپ کے صاحبزادے و جانشین حضرت خواجہ صاحبزادہ محمد رفیق اللہ صاحب چشتی قادری مدظلہ العالی کی زیر سرپرستی ۳۰ ستمبر کو منایا جاتا ہے۔

آپ کے دربار عالیہ بڑیلہ شریف میں ہر روز ساڑھے دس بجے سے دن بارہ بجے تک وظائف کی ادائیگی کے سلسلہ میں روح پر محفل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ہر جمعہ کو عظیم الشان روحانی جشن منایا جاتا ہے۔ ہر ماہ چاند کی گیارہویں رات کو محفل گیارہویں شریف انعقاد پذیر ہوتی ہے۔ ان مجالس میں قرآن خوانی، نعت خوانی اور اطاعت خدا و اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر علمائے کرام کے مواعظ حسنہ ہوتے ہیں۔ کسی بھی شخص کو سیاست یا مذہبی اختلاف پر مبنی تقریر کی اجازت نہیں ہوتی۔ ہر روز صبح و شام لنگر کا معقول اور عظیم الشان انجام ہوتا ہے۔ آستانہ عالیہ بڑیلہ شریف کی مہمان نوازی ملک بھر میں مشہور اور زبان زد خاص و عام ہے۔ جہاں مہمانوں کے بیٹھنے اور قیام، وضو، غسل اور بیماری میں علاج کے علاوہ دیگر سہولیات عام ہیں۔ یہ سب اہتمام سجادہ نشین دربار عالیہ بڑیلہ شریف حضرت خواجہ محمد رفیق اللہ صاحب مدظلہ کی جانب سے خصوصی ہدایات کے سبب ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں محمد شفیع قادری چشتی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : ولی مادرزاد، عالم ربانی مرشد لاثانی ستارہ ولایت آسمانی، حضرت میاں محمد شفیع چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ قبلہ طالبان ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ولی العصر حضرت میاں محمد عالم چشتی قادری کے گھر موضع چک دہی ضلع سیالکوٹ میں موزخہ ۱۳۱۹ھ بمطابق 1901ء میں ہوئی، آپ مادرزاد ولی ہیں۔ بچپن ہی سے چہرے پر آثار ولایت نمایاں تھے، جس کی وجہ سے عوام وخواص کی توجہ کا مرکز بچپن ہی میں ٹھہرے۔

بچپن ہی سے نیک اعمال نماز روزہ اور عبادت وریاضت آپ کا معمول خاص رہا، احکام اسلام پر خود بھی عمل پیرا تھے، دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔

روشن از عکس جمالش عالم امکان ماء ☆ : ایک رات آپ سوئے ہوئے تھے کہ قسمت نے یاوری کی، اور خواب میں ایک نہایت ہی فردوسی باغ اور نقرئی نہر دیکھی،

اس نہر میں ایک نورانی صورت والے بزرگ شخصیت کی زیارت ہوئی، جن کا دست مبارک پانی سے باہر نور کی ڈلیوں کی طرح چمک رہا تھا۔

صبح کو بیدار ہو کر آپ ان نورانی صورت بزرگ کی تلاش میں گھر سے نکلے اور کوبہ کوبہ پھرتے پھراتے موضع کنجوانی تائدلیانوالہ ضلع فیصل آباد پہنچے اور جب وہاں پر موجود بزرگ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو پہچان گئے کہ یہ وہی ہیں جن کی خواب میں زیارت ہوئی تھی۔

آپ آگے بڑھے اور قدموں میں گر گئے آپ پر رقت طاری تھی کہ ان نورانی صورت بزرگ جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت میاں لال دین چشتی قادری تھا انہوں نے اٹھا کر آپ کو اپنے سینے سے لگالیا اور فرمایا میاں محمد شفیع ہم تو کافی دنوں سے آپ کا انتظار کر رہے تھے، چلو اچھا ہوا تم آگئے۔

بیعت وخلافت ☆ : آپ سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ میں حضرت بابا لال دین چشتی قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

اور کچھ عرصہ مرشد کامل کی خدمت میں رہ کر عبادت وریاضت مجاہدہ وسلوک کی منازل طے کرتے رہے، مجاہدہ وسلوک کی منازل کی تکمیل کے بعد مرشد کامل نے آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر صاحب ارشاد ومجاز کیا۔

ایک دن آپ کے مرشد کامل نے آپ سے فرمایا میاں محمد شفیع پاکستان بننے والا ہے، تم پاکستان چلے جانا میں ایک ہندو میراثی کے ہاتھوں شہادت کا جام نوش کروں گا۔ اگر میں پاکستان چلا گیا تو ریاست جموں وکشمیر پاکستان کا حصہ نہیں بن سکے گی۔ کیونکہ ایک نہ ایک دن ریاست کو پاکستان میں شامل ہونا ہے، اس لئے میں یہیں رہوں گا۔

مرشد کے حکم سے سیالکوٹ کی واپسی ☆: آپ اپنے مرشد کامل کے حکم سے سیالکوٹ کے محلّہ ڈپٹی باغ میں تشریف لا کر مکان نمبر ۴۲/۲۰ میں قیام پذیر ہو کر ذکر وفکر میں مشغول ہو گئے۔

یہاں چند ہی دنوں میں آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ اور آپ کے درِ دولت پر لوگ آ کر شفا پانے لگے۔

مصیبت زدہ لوگ مشکلات سے نجات پانے لگے، غم کے ماروں کے غموں کا مداوا ہونے لگا، بے راہ روی کے شکار افراد ذاکر وشاغل بن گئے۔ لاتعداد بے نمازی نماز پنجگانہ کے عادی ہو گئے۔ آپ نے اپنے پاس آنے والے ہر شخص کو دیانت، صداقت، خدمت، خلوص، ادب وایثار کا نمونہ بنا کر رکھ دیا۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میری سب سے بڑی کرامت یہی اخلاقی انقلاب ہے۔ سیالکوٹ میں ایک مخلوق آپ سے مستفید ہونے لگی اور آپ کے ہاتھوں معرفت کے جام پینے لگی۔

آپ سیالکوٹ میں توحید رسالت اور احکامات الٰہیہ کے علمبردار کی حیثیت سے ایک عظیم منبع بن کر ابھرے آپ کا زیادہ تر معمول تھا کہ قصیدہ غوثیہ اور قصیدہ روحی پڑھا کرتے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۷۵ برس کی عمر میں ۱۳۹۶ھ بمطابق ۲۳ جنوری 1976ء کو ہوا۔

مزار پر انوار قبرستان شاہ مونگا ولی سیالکوٹ شہر میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ نمبردار شاہ نواز خان چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: زینت الفقراء، برہان الاصفیاء، فنافی المرشد، شیخ طریقت حضرت خواجہ نمبردار شاہ نواز خان چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے عظیم صوفی اور درویش ہوئے ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت جموں وکشمیر کے ایک معروف قصبہ کے باوجاہت اور جاہ وحشمت پٹھان گھرانے میں ہوئی۔ آپ کی طبع مبارک اوائل عمر سے ہی عشق الٰہی کی طرف راغب ہوگئی تھی۔ اور حصول علم کے دوران ہی آپ امیر ملت حضرت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ سرکار لاثانی نقشبندی علیہ الرحمۃ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور بائیس برس تک حضرت امیر ملت کے در دولت سے روحانی فیوض وبرکات حاصل کرتے رہے اور مقام بلند پر فائز المرام ہوئے۔

چونکہ آپ کی استعداد وقابلیت بہت زیادہ تھی، اور آپ **ھَلْ مِنْ مَزِید** کا دم بھرتے تھے، ایک دن حضرت امیر ملت سرکار لاثانی نے آپ سے فرمایا نمبردار صاحب آپ کا جو حصہ میرے پاس بنتا تھا وہ آپ کو مل گیا، ہم آپ کے مرشد نہیں ہیں، آپ کو مرشد تلاش کرنے کی ضرورت بھی نہیں بلکہ جن کے تمہارا حصہ ہے وہ خود ایک دن تمہارے گھر تشریف لا کر دولت عرفان سے تمہیں مالا مال کر دیں گے۔

چنانچہ آپ اپنے گھر تشریف لے گئے، اور عبادت وریاضت کے لئے گھر میں ایک جگہ مخصوص کر کے سترہ برس تک مجاہدہ وسلوک کی منازل طے کرتے رہے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ میں سلطان الفقرا، قطب المشائخ حضرت مولانا خواجہ محمد حفیظ اللہ چشتی قادری زیب آستانہ عالیہ بڑیلہ شریف گجرات والوں کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت وکردار مجاہدہ وریاضت ☆: آپ بائیس برس تک حضرت امیر ملت کی خدمت میں رہے پھر ان کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے ۱۷ برس تک گھر میں ہی عبادت وریاضت مجاہدہ وسلوک میں مشغول رہے، آپ کے بارے مشہور ہے کہ ۳۵ برس تک کھانا نہیں کھایا۔ اس دوران صرف تین چار مرتبہ دودھ پتی نوش فرمائی تھی، جسم نازنین کا یہ عالم کہ صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ باقی رہ گیا تھا۔ جس کے باعث آپ کا جسم مبارک کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا گیا۔ مگر ظاہری وباطنی حسن میں اسی قدر اضافہ ہوتا چلا گیا۔ چہرہ

مبارک کی کیفیت یہ تھی کہ عام آدمی کی نظر آپ کے چہرہ مبارک پر جمتی نہ تھی۔

آپ کے چہرہ مبارک کی زیارت کرنے والا پہلی نظر میں ہی گرویدہ ہو کے رہ جاتا اور یہی وجہ تھی کہ ہمہ وقت آپ کے گرد عوام الناس کا ایک جم غفیر جمع رہتا تھا، لاتعداد گمر کردہ راہوں کو آپ نے اپنی نظر ولایت سے صراط مستقیم پر گامزن کیا، بہت سے افراد کو علم و عرفان کی دولت سے مالا مال کر کے شریعت وطریقت کی منزل پر گامزن کیا۔ آپ کی صحبت بافیض سے کثیر تعداد میں طالبان حق عرفان الٰہی حاصل کر کے درجہ ولایت کو پہنچے۔

آپ نے اپنے مشائخ کے زریں اصولوں اور روایات کو جس انداز سے فروغ دیا اور دینی وتبلیغی خدمت وفریضہ کو جس احسن انداز سے انجام دیا اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

آپ حسن وظاہری باطنی کی دولت وعرفان کا حسین مرقع اور جامع الصفات وکمالات، صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۹۸۰ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار کوٹلہ افغاناں شریف تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال صوبہ پنجاب میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کا دربارِ فیض گوہر بار کی تعمیر کا انداز انتہائی دلکش وشاندار ہے، مہمانوں کے لئے لنگر کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے، ہر ماہ گیارہویں شریف کا ختم نہایت عقیدت واحترام سے دلایا جاتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا الحاج حکیم غلام رسول چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فاضل جلیل، عالم نبیل، حکیم حاذق امراض جسمانی و روحانی، مرشد لاثانی، حضرت مولانا الحاج حکیم غلام رسول چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ۔ آپ مشائخ کبار میں یگانہ روزگار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۱ء میں بمقام ''پکیودی ٹبی'' چک نمبر ۴ نزد رحمٰن آباد چوہڑکانہ، موجودہ منڈی فاروق آباد ضلع شیخوپورہ کے ایک متمول گھرانے میں ہوئی۔ آپ سمیت تمام اہل خاندان ہندو مذہب کے پیروکار تھے۔ آپ کے والد کا نام بخشی رام تھا۔ اور زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام کستوری لال تھا۔

ابھی آپ کے بچپن کا زمانہ تھا کہ ایک رات خواب میں حضرت خواجہ مولانا حفیظ اللہ چشتی قادری سرکار بڑیلہ شریف کی زیارت ہوئی۔ تو ولی کامل کا حسن و جمال دیکھتے ہی شیدا و فریفتہ ہو گئے۔ صبح کو اُٹھ کر اپنے گاؤں کی مسجد کے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ آپ کا اسلامی نام غلام رسول رکھا گیا۔

جب آپ کے قبول اسلام کا علم والد اور دیگر اہل خانہ کو ہوا تو انہوں نے زدوکوب کر کے دین سے مرتد کرنے کی کوشش کی مگر آپ کو ثابت قدم دیکھتے ہوئے والدین نے گھر سے نکال دیا۔

آپ گھر سے نکل کر فیصل آباد حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری رضوی علیہ الرحمۃ کے قائم کردہ ادارے جامعہ رضویہ مظہر الاسلام میں داخل ہو گئے اور مولانا سردار احمد قادری علیہ الرحمۃ و دیگر قابل ترین اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے اپنے زمانے کے قابل ترین متبحر عالم دین اور اس کے ساتھ ساتھ ایک مستند حکیم بن کر وہاں سے رخصت ہوئے۔

آپ عین جوانی کے عالم میں علوم دینیہ و حکمت کی تکمیل کے بعد کالا شاہ کاکو ضلع شیخوپورہ کی ایک بزرگ ہستی کے پاس تشریف لے گئے، اور ان کے ہاتھ پر بیعت اختیار کی۔ اور یاد خدا میں مست ہو کر مجاہدہ و سلوک کی منازل طے کرتے رہے، آپ نے اپنی گزر بسر اور رزق حلال کے لئے کریانہ کی دکان کھولی۔ اس دکان کے لئے سودا سلف وہاں کے معروف تاجر حکیم عبدالحمید صاحب سے خریدا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں حکیم صاحب سے لین دین بھی چلتا رہا۔

منزل مقصود کے حصول کے لئے زندگی کا اہم واقعہ ☆: آپ اپنے پیرومرشد کی خدمت میں اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہ پیر صاحب اکثر دوروں پر اپنے مریدوں کے ہاں جایا کرتے تھے۔ اُن کا ایک مرید سال میں ایک دفعہ ان کی

دعوت کیا کرتا تھا۔ حسب معمول پیر صاحب اُس مرید کے گھر تشریف لائے کھانا وغیرہ ہوا سب نے کھایا مگر اس مرید کے بچوں کے لئے کھانا نہ بچا۔ وہ غریب بھوکے ہی سو گئے۔

اس بات کا علم جب آپ کو ہوا کہ میرے پیر بھائی کے بچے بھوکے سوئے ہیں تو آپ تڑپ گئے اور اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی حضرت ایک بھیڑ ایک رات کسی زمین پر بیٹھ جائے تو جتنی جگہ پر وہ بھیڑ بیٹھتی ہے، اس جگہ کی شان باقی جگہ سے زیادہ ہوتی ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ولی رہ جائے وہاں غربت کیونکر باقی رہ سکتی ہے۔ آپ کی بات سُن کر پیر صاحب نے فرمایا مولانا غلام رسول صاحب میرا اور آپ کا ساتھ اس وقت تک ہی تھا۔ لہٰذا آپ کوئی ایسا پیر دیکھ لیں جو اگر کسی جگہ رات گزارے اور صبح وہاں لنگر جاری ہو جائے۔

آپ وہاں سے اُٹھے اور حکیم عبدالحمید صاحب کی دکان پر ان کے پیسے ادا کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ مگر دکان بند تھی، آپ نے سوچا کہ چلو ان کے گھر جا کر پیسے دے آتے ہیں۔

چنانچہ آپ حکیم صاحب کے گھر پہنچے انہوں نے بیٹھک کھول کر آپ کو جب اندر بلایا اور آپ بیٹھک میں داخل ہوئے تو وہاں ایک بزرگ کی تصویر لگی ہوئی ہے، جسے دیکھتے ہی آپ نے پہچان لیا کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں جو میرے اسلام قبول کرنے سے قبل مجھے اپنی زیارت کرا گئے تھے، تصویر دیکھ کر آپ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

آپ نے حکیم عبدالحمید صاحب سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں۔ میں ان کی زیارت خواب میں آج سے بیس بائیس برس پہلے کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ بڑیلہ شریف گجرات کے رہنے والے ہمارے مرشد مولانا خواجہ محمد حفیظ اللہ چشتی قادری مدظلہ العالی ہیں۔ اور میں آج ان کی خدمت میں حاضری کی غرض سے گجرات جا رہا ہوں۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ میں بھی ساتھ چلوں گا۔

چنانچہ دونوں خوشی خوشی گھر سے نکلے بس میں سوار ہو کر بڑیلہ شریف پہنچے، جونہی آپ سامنے ہوئے تو حضرت خواجہ مولانا محمد حفیظ اللہ علیہ الرحمۃ نے دیکھتے ہی فرمایا مولانا ہم بائیس برس سے آپ کی انتظار کر رہے ہیں۔ اور آپ آج آئے ہیں، پھر اُسی روز آپ کو داخل سلسلہ کر کے خرقہ خلافت سے نواز کر صاحب ارشاد و مجاز فرمایا اور آپ کی روحانی تربیت فرما کر ولایت کے اعلیٰ مدارج طے کرائے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ستر برس کی عمر میں ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۹۸۹ء بروز منگل کو ہوا۔ مزار پُر انوار جیون پورہ کلاں نزد شیخوپورہ میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آپ کے فیضان سے مستفید ہو رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ شاہ محمد اکبر رضا خان چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: پیر طریقت، رہبر شریعت، واقف اسرار حقیقت ومعرفت، فخر العاشقین، سراج الاولیاء حضرت خواجہ صوفی محمد اکبر رضا شاہ چشتی قادری ابوالعلائی جہانگیری شکوری رحمتہ اللہ علیہ صاحب ترک وتجرید ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1352 ہجری بمطابق 1933ء کو انڈیا کے صوبے راجھستان کے ایک گاؤں سنیز میں جناب کریم بخش کے گھر ہوئی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں ہی حاصل کی۔ آپ کو بچپن ہی سے دینی کاموں میں حصہ لینے کا شوق تھا اور بزرگوں کی صحبت میں ہمیشہ وقت گذارتے تھے۔ آپ کا بچپن عام بچوں سے مختلف تھا۔

آپ 1372 ہجری بمطابق 1952ء کو انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان کے صوبہ سندھ کے شہر حیدرآباد میں تشریف لائے اور کچھ ہی عرصے کے بعد حیدرآباد کے قریب ہی مشہور جگہ ٹنڈو اللہ یار میں آکر مقیم ہوئے اور تادم آخر اسی جگہ کو اپنا مسکن بنائے رکھا۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ میں حضرت خواجہ شاہ احمد رضا شاہ چشتی ابوالعلائی جہانگیری شکوری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور آٹھ برس تک مسلسل مجاہدات وعبادات وریاضت میں مشغول رہے۔ مرشد کامل نے جب دیکھا کہ منازل سلوک طے کر لی ہیں تو مورخہ 27 مئی 1961ء بمطابق گیارہ ذالحج 1380 ہجری بروز ہفتہ کو اپنی خانقاہ سرے گھاٹ حیدرآباد سندھ میں آپ کو خرقہ خلافت واجازت عنایت فرما کر صاحب ارشاد فائز المرام کیا۔

سیرت وکردار☆: آپ بہت ملنسار وبااخلاق شخصیت کے مالک تھے۔ گفتگو انتہائی دھیمے لہجے میں فرماتے تھے۔ حسد وکینہ کی آپ میں بو تک نہ تھی۔ مریدین کے ساتھ نرم رویہ رکھتے اور ان کو بھی تلقین فرماتے تھے کہ دوسروں کے ساتھ نرم روئی رکھا کرو۔ مریدین یا عقیدتمندان میں سے اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جاتی تو اسے بڑے ہی پیار ومحبت سے سمجھاتے۔ کبھی کوئی کو بددعا نہ دی۔ ہر ایک کے لیے ہمہ وقت دعا گو رہتے اور فرماتے کہ اللہ نیک ہدایت نصیب فرمائے۔

آپ بزرگوں کا بے حد احترام کرتے۔ اور طریقت کے ہر سلسلہ کے بزرگ سے ملاقات کر کے خوش ہوتے تھے۔ آنے والے مہمان کی اپنی حیثیت سے بڑھ کر تواضع فرماتے تھے۔ بچوں سے انتہائی شفقت ومحبت سے پیش آتے اور بچوں کی تربیت کا انداز انوکھا تھا۔ ہمیشہ بچوں کے ساتھ بچہ بن کر ان کی تربیت فرماتے تھے۔

بزرگوں کا ادب واحترام☆: آپ کے پیرومرشد کے صاحبزادے جناب صوفی نظام الدین چشتی قادری شکوری مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ آپ کے دل میں بزرگوں کا بے حد احترام تھا۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگ سکتا ہے۔

ایک دن آپ ہمارے گھر تشریف لائے اس دن آپ کو کسی جگہ محفل سماع میں شرکت کرنا تھی۔ رات کے کھانے کا وقت آگیا کھانے کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میاں نظام الدین کرتا اور تاج مبارک لے آؤ۔

نوٹ☆: سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ شکوریہ کے بزرگوں کے سر پر جو ٹوپی ہوتی ہے اسے تاج کہا جاتا ہے۔

صوفی نظام الدین فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا کرتہ اور قبلہ والد گرامی کا تاج مبارک لاکر آپ کو دیا تو آپ نے میرا کرتا تو پہن لیا مگر تاج یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم کہاں اس قابل یہ خلاف ادب ہے کہ ہم دربار عالیہ کے سجادہ نشین کا تاج پہنیں۔ وہ ہمارے بزرگ ہیں۔ تم ہمیں دوسرا تاج لادو۔

صوفی نظام الدین فرماتے ہیں کہ آپ کا یہ جملہ سن کر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے کہ آپ اس قدر مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود اپنے بزرگوں کا کس قدر احترام کرتے ہیں۔ میں فوراً دوسرا تاج لے آیا اور پیش کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور سر پر ہاتھ رکھ کر دعاؤں سے نوازا۔

شادی واولاد☆: آپ کی شادی ایک نیک سیرت خاتون سے ہوئی جن کے بطن سے خدا نے آپ کو چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے عطا فرمائے۔ جس میں دو صاحبزادے جناب محمد مظہر اور علاؤالدین اکبری شکوری مدظلہ العالیٰ جو کہ آپ کے خلیفہ اکبر اور سجادہ نشین ہیں۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: حضرت صاحبزادہ صوفی رحیم بخش اکبری شکوری، حضرت صوفی نظام الدین اکبری شکوری، صوفی محمد یعقوب اکبری شکوری گوجرانوالہ حضرت صوفی محمد شفیع ٹنڈوالہ یار، حضرت صوفی خادم حسین اکبری شکوری چشتیاں شریف ضلع بہاولنگر۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۴۱۰ھ بمطابق گیارہ جولائی 1989ء کو ہوا۔ مزارِ پُرانوار قبرستان میرواہ ناکہ ٹنڈو اللہ یار صوبہ سندھ میں مرجع خاص وعام ہے۔

جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو 1982ء میں جب حویلیاں ہزارہ میں خطیب تھا ان دنوں ہزارہ سے مختلف شہروں میں مختلف سلاسل طریقت کے بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتا ہوا حیدرآباد آپ کے آستانے پر پہنچا تو اس موقع پر آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔ بڑے ہی مہمان نواز اور خوش اخلاق وباکردار شخصیت کے مالک ہیں۔ فقیر کی بہت ہی اچھے انداز میں دلجوئی فرمائی اور رات تک فقیر سے طریقت وتصوف کے مسائل پر تبادلۂ خیال فرماتے رہے، اس موقع پر اپنے بزرگوں کے تذکرے پر مشتمل کتاب بھی راقم الحروف کو عنایت فرمائی تھی۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ صوفی غلام نبی چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: فخر الاصفیا، فنافی المرشد، صوفی باصفا، پیکر اخلاص ووفاء، حضرت خواجہ صوفی غلام نبی چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ زینتِ حلقہ اربابِ حقیقت ومعرفت ہیں۔

آپ کا شمار دورِ حاضر کے عظیم المرتبت صاحب کشف وکرامات بزرگوں میں ہوتا ہے، بچپن ہی سے صوفیا فقراء کی مجالس میں حاضری دینا آپ کے معمول کا حصہ ہے، ابھی سات برس کی عمر عزیز تھی کہ والد گرامی کے ہمراہ قطب المشائخ حضرت مولانا خواجہ محمد حفیظ اللہ چشتی قادری علیہ الرحمۃ آف بڑیلہ شریف کی خدمت میں حاضر ہو کر قدمبوسی ہوئے تو انہوں نے آپ کو اپنی گود میں بٹھا کر شفقت سے نوازا، اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنی انگلی سے آپ کی پیشانی پر ایک لفظ تحریر فرمایا۔

حضرت پیر کاکے شاہ کی خدمت میں حاضری ☆: آپ کے خاندان کے بہت سے بزرگ حضرت پیر کاکے شاہ آف سیدانوالی سیالکوٹ والوں کے عقیدت مند و مرید تھے۔ ایک دفعہ آپ کو بھی اپنے بزرگوں کے ہمراہ حضرت کاکے شاہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوا تو حضرت کاکے شاہ علیہ الرحمۃ نے بھی آپ کو بڑی شفقت ومحبت سے اپنی گود میں بٹھایا، حضرت کاکے شاہ صاحب مجذوب فقیر تھے۔ انہوں نے کئی مرتبہ اپنی ہتھیلی پر تھوک لگا کے آپ کے ماتھے پر اپنا ہاتھ رگڑا، بعد ازاں ارشاد فرمایا ایک مرد کامل نے ان کی پیشانی پر ''چشتی قادری'' سلسلہ کی مہر لگا دی تھی، جسے مٹانے کی ہم نے بہت کوشش کی مگر ہم نے جتنا رگڑا وہ اتنی ہی اُبھر کر سامنے آئی، اور پختہ ونمایاں ہوتی گئی، یہ شہباز اُسی مرد خدا کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگا۔

حضرت خواجہ مولانا محمد حفیظ اللہ کی خدمت میں حاضری ☆: ایک مرتبہ آپ سائیکل پر سوار ہو کر آستانہ عالیہ بڑیلہ شریف ضلع سیالکوٹ میں حضرت خواجہ محمد حفیظ اللہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی سائیکل لنگر کی خدمت کے لئے پیش کی۔

حضرت مولانا خواجہ محمد حفیظ اللہ چشتی قادری علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا صوفی صاحب دل کا سودا کرنا ہے سَر کا سودا کرنا ہے؟ آپ نے عرض کی سرکار دل بھی حاضر اور سَر بھی حاضر ہے، سرکار بڑیلہ نے فرمایا دل کا سودا ٹھیک ہے۔ اور سر بھی میں نے قبول کرلیا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ میں بڑیلہ شریف گجرات کے آفتاب و ماہتاب حضرت خواجہ مولانا محمد حفیظ اللہ چشتی قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی کے دست مبارک سے خرقۂ خلافت پا کر

سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے۔

بڑیلہ شریف میں خدمت گزاری اور مرشد کی جانب سے انعام☆: مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کے بعد آپ کافی عرصہ بڑیلہ شریف میں مرشد کامل کی خدمت اور لنگر غوثیہ وگیارہویں کی تقسیم کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، اور مرشد کامل کی خصوصی توجہات کا مرکز بنے رہے، اور بہت جلد تصوف وسلوک کی منازل طے ہوئے تمام کمالات ظاہری وباطنی کا مظہر بنے، دربار عالیہ بڑیلہ شریف میں گیارہویں شریف اور سالانہ عرس مبارک ودیگر تقاریب کے موقع پر روشنی کا انتظام کرنا، آپ کی ذمہ داری تھی۔ جسے آپ نے بحسن وخوبی انجام دیا۔ آپ کی اس اعلیٰ کارکردگی سے خوش ہوکر مرشد کامل اکثر فرماتے صوفی صاحب جس طرح آپ اپنے پیر کے دربار کو جگمگاتے ہیں، اسی طرح آپ کے فیوض وبرکات سے دنیا جگمگائے گی۔

لاڈوپنڈی میں خانقاہ کا قیام☆: ہیڈ مرالہ سے ایک سڑک سید پور گوندل کی طرف جاتی ہے، اس کے چند کلومیٹر کے فاصلے پر مشہور قصبہ لاڈوپنڈی ہ، ہیڈ مرالہ سے دوسری سڑک ڈھلے والی کو جاتی ہے، ڈھلے والی سے لاڈوپنڈی دوتین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

آپ کے مرشد کامل نے ایک دن فرمایا صوفی اب آپ یہاں سے ضلع سیالکوٹ کے معروف قصبہ لاڈوپنڈی تشریف لے جائیں اور وہاں خانقاہ قائم کرکے مخلوق خدا کی رشد وہدایت کا فریضہ سرانجام دیں اور گیارہویں شریف کا لنگر بھی جاری کریں۔

آپ نے لاڈوپنڈی ضلع سیالکوٹ میں مسند سجائی، خانقاہ کی تعمیر میں آپ کے مرشد کامل اور پیر بھائیوں، عقیدت مندان نے بھرپور حصہ لیا، اس کے بعد تمام عمر اسی جگہ پر رُشد وہدایت اور خلق خدا کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ ہزاروں افراد نے آپ کے ہاتھوں معرفت کے جام نوش فرمائے، لاتعداد طالبات حق انعام واکرام الٰہی کی دولت سے مالا مال ہوئے آپ کی صحبت خاص میں بیٹھنے والے بہت سے افراد نے ظاہری وباطنی فیضان حاصل کرکے مخلوق خدا کو فیض پہنچایا۔ لاتعداد گمراہوں کو صراط مستقیم پر گامزن کیا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۴۱۳ھ بمطابق ۱۹۹۲ء کو ہوا۔ مزار پُرانوار قصبہ لاڈوپنڈی ہیڈ مرالہ ضلع سیالکوٹ میں مرجع خاص وعام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نورایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ نے اپنی ظاہری حیات میں ہی اپنے صاحبزادے جناب غلام میراں صاحب مدظلہ العالی کو اپنا سجادہ مقرر فرمادیا تھا۔ جنہوں نے آپ کے بعد آپ کا مزار مبارک شاندار انداز میں تعمیر کروایا، مہمانوں کے لئے لنگر کا خصوصی اہتمام ان کی طبیعت کا خاصہ ہے، ہر ماہ ان کی نگرانی میں گیارہویں شریف کی محفل ولنگر کا اہتمام ہوتا ہے، دربار شریف کے ساتھ عظیم الشان جامع مسجد جس میں پانچوں وقت کی نماز اور جمعہ کے علاوہ بچوں کو قرآنی تعلیم دینے کا خصوصی انتظام ہے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت غلام میراں مدظلہ العالی بھی بڑیلہ شریف میں بیعت اور اپنے مرشد کے منظور نظر ہیں۔ خدا تعالیٰ تادیران کا سایہ اہل سلسلہ ومحبان دربار شریف پر قائم رکھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ پیر صوفی محمد نقیب اللہ شاہ چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ محبوب ذات الٰہ، واصف شاہ ھدٰی، قدوۃ الاصفیاء، بُرھانُ الاتقیاءُ، صاحب صدق وصفاء رونق بزم عاشقاں حضرت خواجہ پیر صوفی محمد نقیب اللہ شاہ چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ زینت بزمِ صوفیاء ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۱۳ ہجری بمطابق 5 جنوری 1895ء موضع بٹل شریف ضلع مانسہرہ میں ایک دین دار زمین دار گھرانے کے چشم وچراغ جناب حضرت زید اللہ شاہ کے گھر ہوئی۔

خاندان کے معمول کے مطابق آپ" بھیڑ بکریاں چراتے تھے یوں زندگی کی ابتداء ہی اس سنت نبوی ﷺ سے ہوئی۔ ۱۹۱۵ء کا واقعہ ہے کہ آپ" برسات کی ایک دوپہر پہاڑی نالے کے کنارے نالے میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے کہ نیچے سے زمین سرک گئی آپ سر کے بل دوسوفٹ کی بلندی سے نالے میں گرے ابھی راستے میں تھے کہ آواز آئی ''یا غوث اعظم المدد'' یہ ندا غیب سے تھی کسی ہستی نے آپ کو دونوں شانوں سے تھام کر صحیح سلامت نیچے کھڑا کردیا' لوگ سرعت سے وہاں پہنچے ان کا خیال تھا کہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہوگی آپ کو زندہ وسلامت دیکھ کر ششدرہ گئے۔ آپ نے اسی روز عہد کیا کہ جو ندا غیب سے آئی تھی اور جس ہستی نے آپ کو تھام کر بچالیا اس ہستی کی تلاش کی جائے۔

چنانچہ آپ اپنے آبائی گاؤں اور گھر بار کو چھوڑ کر تلاش حق میں نکل پڑے' لیکن آپ عنفوان شباب میں ہی ''الٰہی خیر گردانی بحق شاہ جیلانی'' کا بھید پا چکے تھے۔ آپ تلاش حق اور تلاش مرشد میں سرگرداں تھے' تمام بڑے بڑے آستانوں پر حاضری دی' بزرگوں کی قدم بوسی کی' عبادت وریاضت بھی بہت کی' لیکن گوہر مقصود نہ ملا۔

۱۹۲۰ء کی بات ہے آپ کا کوئٹہ میں قیام تھا' اسی بے چینی اور بے کلی میں دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ عالم رویاء میں ایک انتہائی خوبصورت اور وسیع وعریض میدان کا نظارہ کیا' ایک عالی شان دربار سجا ہوا ہے' جس کو سجانا انسانی بساط میں نہ تھا' اتنے میں آواز آئی یہ دربار رسالت ﷺ ہے رسول اللہ ﷺ رونق افروز ہیں اٹھو اور قدم بوسی کرو! آپ نے بڑھ کر سرکار مدینہ ﷺ کی قدم بوسی کی! رحمت للعالمین ﷺ آپ کو دیکھ کر مسکرائے اور ایک کامل ہستی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تمہارا فیض ان کے پاس ہے پہچان لو گے! عرض کی جی! سرکار! دفور مسرت میں یہ بھی نہ پوچھ سکے یہ ہستی کون ہے اور کہاں ہیں! اب اس عظیم شخصیت کو تلاش کرنا تھا جن کی طرف اللہ کے رسول ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا۔ آپ پھر تلاش مرشد میں سرگرداں ہوگئے!

۱۹۳۵ء میں آپ نے اچھا خاصا کاروبار چھوڑ کر فوج میں بحیثیت ٹیلر سپاہی شمولیت اختیار کرلی' ۱۹۳۵ء میں آپ نے کوئٹہ کو زلزلے سے تباہ ہوتے دیکھا' اسی دوران آپ کی یونٹ بریلی شریف انڈیا چلی گئی' وہاں بھی آپ تلاش مرشد میں سرگرداں رہے وہاں سے بدیواں تشریف لے گے، بدایوں شریف تو اولیاء کا مرکز تھا مگر آپ کو گوہر مقصود نہ ملا۔ پھر آپ کی یونٹ فرید پور چلی گئی، ایک روز آپ نے اپنی یونٹ کے ایک ساتھی سپاہی محمد شفیع ساکن آزاد کشمیر کو کمرے کی تزئین وآرائش میں مصروف پا کر پوچھا کس کی آمد ہے! محمد شفیع نے جواب دیا کہ میرے مرشد تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت صوفی محمد نقیب اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بزرگان دین سے بے پناہ محبت تھی آگے بڑھ کر خود بھی تزئین وآرائش میں مگن ہوگئے، تھوڑی دیر میں مرشد پاک تشریف لائے! دیکھا تو منزل کو سامنے پایا! حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہ رحمتہ اللہ علیہ وہی مرشد کامل تھے جن کی طرف عالم رویاء میں رحمت دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔ فرط جذبات سے آنکھوں نے آنسوؤں کی مالا پرو ڈالی۔ مرشد عالی مقام حضرت خواجہ محمد حسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بڑھ کر آپ کو سینے سے لگالیا۔ اب ولایت منتقل ہونا تھی۔ تیسرے روز مرشد کامل رحمتہ اللہ علیہ نے پولیس لائن فرید پور میں امام مسجد حافظ شبیر احمد کے آستانہ پر جلوہ افروز ہونا تھا، اسی روز حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جہانگیری سلسلہ میں داخل ہونا تھا، آپ نے پوری رقم جو آپ کے پاس تھی اس کی ۲۵ سیر مٹھائی خریدی اور حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پیش ہوگئے، حضرت صوفی محمد حسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' نقیب اللہ اتنی ڈھیر ساری مٹھائی کیوں لائے ہو' پیر بھائی صوفی انعام اللہ نے عرض کی آقا مٹھائی بھی بہت لایا ہے حصہ بھی زیادہ ہی لے گا مرشد پاک نے فرمایا،''سب کچھ اسی کا ہے، اس نے ہمیں بہت انتظار کرایا ہے'' بکریاں چرانے والا نوجوان، تلاش مرشد میں سرگرداں نقیب اللہ، آج جلال الدین خواجہ فقیر صوفی محمد نقیب اللہ شاہ قادری سہروردی ابوالعلائی نقشبندی مجددی صابری نظامی جہانگیری حسنی بن گئے!

نقیب آباد میں ورودِ مسعود☆ آپ موضع بھلو (حال نقیب آباد شریف، ضلع قصور) میں 1962ء میں قیام پذیر ہو گئے اور ابتدائی چار پانچ سال اپنے اس آستانہ عالیہ کی تعمیر میں صرف کئے جسے مستقبل میں خلق خدا کے لئے روحانی رہنمائی کا قطب مینار بننا تھا، جسے بھٹکتی ہوئی انسانیت کے لیے سکون قلب کا سامان بننا تھا، جسے بے سہاروں کے لئے سہارا، بے آسروں کے لئے ابر رحمت اور عشاق کی آنکھوں کی ٹھنڈک بننا تھا۔ ساتھ ہی آپ نے کھیتی باڑی پر توجہ دی۔ آستانہ عالیہ پر آنے والوں کے لنگر کے لئے کاشتکاری کو ذریعہ معاش بنا کر انتظام والنصرام کیا۔ کاشتکاری میں آپ نے نہ صرف اہل علاقہ، بلکہ محکمہ زراعت والوں کو بھی اپنی فی ایکڑ پیداوار سے حیران کردیا اور متعدد بار محکمہ زراعت نے آپ کو انعامات پیش کئے۔

بعد ازاں مرشد عالی مقام کی طرف سے خلق خدا کی روحانی تربیت کی جو ذمہ داری آپ کے کندھوں پر ڈالی گئی تھی اسے پورا کرنے کے لئے آپ نے انقلابی طریقہ اختیار کیا۔ آپ اپنی خانقاہ میں گوشہ نشیں ہو کر بیٹھنے کی بجائے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر بنفس نفیس مریدین اور خلق خدا کے پاس جاتے۔ موسم گرما کی جھلسا دینے والی گرمی اور موسم سرما کی منجمد کر دینے والی سردی میں دشوار گذار راستوں کی سفری صعوبتیں جھیلتے شہروں اور قصبات سے لے کر دور افتادہ مقامات پہنچتے۔ صبح سویرے مخلوق خدا کو ذکر خدا میں مشغول کر دیتے۔

کلمہ طیبہ کے ذکر اور اپنی نگاہ خاص سے ان کے دلوں کو ایسا گرماتے کہ پھر وہ دائمی طور پر ذکر خدا میں معروف رہتے۔ آپ فرماتے کہ نفس کو کثافتوں سے پاک کرنے کے لئے کلمہ طیبہ اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔ اس لئے آپ فرضی عبادات کے بعد سب سے زیادہ زور کلمہ طیبہ کے ذکر پر دیتے تھے۔ آپ فرماتے کہ انسان کی زندگی دنوں یا گھنٹوں نہیں بلکہ سانسوں پر مشتمل ہے۔ اس لئے جو سانس بھی لو کلمہ طیبہ کے ساتھ اللہ کی یاد میں لو۔ عشق مصطفیٰ ﷺ محبت اولیاء اور سکون قلب آپ کی محفل کے خاص تحفے تھے، جن سے آپ کی صحبت میں آنے والے اپنی جھولیاں بھر کر اور سیراب ہو کر لوٹتے۔

سیرت و کردار☆ آپ کی ذات والا صفات کو خدا نے بہت سی خصوصیات سے نوازا ہوا تھا۔ چونکہ آپ مادری ولی تھے، اس لئے بچپن ہی سے مقام غور و فکر اور تفکر کی دنیا میں کھوئے رہتے تھے، عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ بچپن ہی سے آپ کا شعار رہا، حسن اخلاق میں اپنی مثال آپ تھے، مہمان نوازی کا وصف خاص ورثہ میں ملا ہوا تھا، مریدین کی تربیت میں ید طولیٰ رکھتے تھے، عبادت ریاضت، مجاہدہ و سلوک اور یہ آپ کی تربیت کا ہی اثر ہے کہ آپ کے سلسلہ میں داخل ہونے والا کہیں بھی ہو پہچانا جاتا ہے کہ وہ حضرت خواجہ نقیب اللہ شاہ کا تربیت یافتہ ہے۔

آپ کی نگاہ ولایت سے دو، چار ہزار نہیں بلکہ آج پوری دنیا میں لاکھوں افراد فیض یاب ہوئے اور ہزاروں کی تعداد میں خلفاء پوری دنیا میں اسلام اور تصوف کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

سخاوت کا عنصر آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، ہر آنے والے کی ظاہری و باطنی امداد اپنا فریضہ تصور فرماتے کسی کو اپنے آستانے سے مایوس اور خالی نہ لوٹاتے تھے، آپ کی بارگاہ سے دنیا پرستوں کو دنیاوی دولت اور طالبان حق جادۂ مستقیم سے شرف یاب ہو کر جاتے۔

خدا اور اسکے رسول ﷺ کے طالب معرفت کو آن واحد میں بارگاہ حضوری میں پہنچانا آپ کا وصف خاص رہا یہی وجہ ہے کہ آج آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کا سلسلہ دن بدن اوج ثریا کی بلندیوں کو چھو رہا ہے، اور خانقاہ نقیب آباد میں ہر روز سینکڑوں افراد نہ صرف حاضری کے شرف سے بازیاب ہوتے ہیں بلکہ دین و دنیا کی دولت سے بھی مالا مال ہوتے ہیں، ہزاروں افراد آپ کے قائم کردہ لنگر خانے سے روزانہ لنگر تناول کرتے ہیں۔

محفل سماع کا مخصوص انداز☆ یوں تو آپ کو روحانیت کے چاروں سلسلوں سے فیض حاصل تھا، لیکن آپ نے اپنی تبلیغ کا زیادہ تر ذریعہ قادری چشتی سلسلے کو بنایا۔ "سماع" یعنی قوالی اس سلسلے کی جان ہے۔ شب بیداری نہایت اعلیٰ چیز ہے کہ رب کائنات نے اپنے محبوب پاک ﷺ کو بھی رات کو جب دوسری مخلوق سو رہی ہو اپنی عبادت کرنے کی تلقین فرمائی۔ شب بیداری، تزکیہ نفس کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ نے خلق خدا کو شب بیداری کی عادت ڈالنے کے لئے بھی محفل سماع کو ذریعہ بنایا۔ آپ ہمیشہ رات کو محفل سماع منعقد کراتے جو اکثر رات کے آخری پہر تک جاری رہتی۔ رات کے آخری اور نہایت بابرکت پہر میں بعد از محفل سماع ذکر الٰہی کی محفل سجتی۔ سماع کے دوران تجلیات و فیوض سے نرم اور نور سے بھرپور شدہ قلوب کلمہ طیبہ کی شدت اور محبت سے جگمگا اُٹھتے۔ مریدین اور خلق خدا شراب طہورا کے جام پی پی کر مست ہوتے، ذکر الٰہی کی لذت حاصل کرتے اور اپنے نفس کو کثافتوں

سے بچانے کے لئے ذکر میں مشغول رہتے۔آپ نے فرض عبادات کے ساتھ ساتھ شب بیداری اور ذکر الٰہی کا ایسا نسخہ کیمیا مریدین کو عطا کیا کہ جس پر عمل پیرا ہو کر بے شمار انفاس راہ سلوک کی منازل طے کر کے قرب الٰہی کی صورت میں منزل مقصود حاصل کر چکے ہیں۔

''سماع'' میں بھی آپ نے اجتہاد کا راستہ اختیار کرتے ہوئے انقلابی قدم اٹھایا۔آپ کی محفل میں حاضرین ایک جگہ بیٹھ کر قوالی نہیں سنتے تھے، بلکہ آپ کے فرمان کے مطابق اچھے کلام پر قوالوں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے نقدی کی صورت میں آپ کی خدمت میں قوالوں کے لئے نذرانے پیش کرتے۔آپ کے حلقہ مریدین میں ایک تعداد، عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ مت اور قادیانی مذاہب سے تائب ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہونے والوں کی ہے۔

۱۹۶۰ء کا واقعہ ہے پاک فوج میں میجر تھا اور کوئٹہ تعیناتی تھی، حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی ان دنوں کوئٹہ قیام پذیر تھے، محترم ملک امان صاحب کے گھر روزانہ محفل ذکر وفکر ہوتی تھی جو فجر کی اذان تک جاری رہتی، حضرت بنفس نفیس محفل میں موجود تھے، حضرت کے خلیفہ اور مرید خاص حضرت صوفی ولایت حسین رحمتہ اللہ علیہ بھی مع احباب موجود ہوتے تھے۔اس محفل ذکر وفکر میں عجیب روحانی کیف ومستی کا عالم ہوتا تھا جو صفحہ قرطاس پر منتقل نہیں ہوسکتا۔

بہر سو جلوۂ دلدار دیدم ☆ آپ کے مرید وخلیفہ جناب کرنل ریٹائرڈ راجہ محمد یوسف چشتی قادری جہانگیری فرماتے ہیں آج سے تقریباً چالیس سال قبل جہانگیری سلسلے سے میری وابستگی ہوئی۔بعدازاں ۱۹۶۲ء میں حضرت صوفی ولایت حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی معیت میں نقیب آباد (قصور) حاضر ہونے کا موقع ملا۔جہاں حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر شیخ العارفین حضرت شاہ محمد مخلص الرحمٰن جہانگیر شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک یعنی جشن جہانگیری کی تقریبات بڑی شان وشوکت سے ہو رہی تھیں۔ملک کے گوشہ گوشہ سے عشاق کے قافلے چلے آرہے تھے، خوب رونق اور بہار تھی ہر طرف کیف ومستی کا عالم تھا، محفل سماع میں تو عجیب کیفیت ہوئی۔

سماع شروع ہوتے ہی میں پنڈال میں محو رقص ہو گیا۔لوگوں نے مجھے بڑی مشکل سے قابو کیا اور حضرت کے قدموں میں ڈال دیا سماع کی آواز میرے کانوں میں پڑی تو میں پھر محو رقص تھا اور دفور جذب وشوق سے بے خود و بے ہوش ہو گیا اسی کیفیت میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں آپریشن ٹیبل پر لیٹا ہوں اور مرشد عالی مقام حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ میرا سینہ چاک کر کے میرے قلب کو باہر نکالتے ہیں اور اسے پانی سے دھو کر صاف کر کے پھر دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ دیتے ہیں۔جب میں ہوش میں آیا تو میرے پاس حضرت صوفی ولایت حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کھڑے ہیں، مجھے شدید تے ہوئی جس میں خون بھی آرہا تھا اور سینے میں درد بھی محسوس ہو رہا تھا جس سے یہ احساس بھی ہو رہا تھا کہ شق صدر کا یہ واقعہ محض خیالی نہیں بلکہ حقیقی ہے، پھر حضرت خواجہ ولایت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا ہوا کہ آپریشن ہو گیا، اب میں ٹھیک تھا، لیکن ومستی کی کیفیت کئی روز طاری رہی۔محفل سماع کے اختتام پر حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مجھ فقیر کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور خلافت واجازت کا باقاعدہ اعلان فرمایا، حضرت خواجہ ولایت حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس پر خاص طور سے بڑے شاداں وفرحاں تھے، اتنی بڑی نعمت ملنے پر میری بھی خوشی کی انتہا

نہ تھی جس کا اظہار میری آنکھوں سے ہو رہا تھا، آنسوؤں کا ایک سیلاب تھا کہ امنڈا چلا آتا تھا اور رکتا نہیں تھا۔ جشن جہانگیری کی سہ روزہ تقریبات اختتام پذیر ہوئیں اور ہم کامیاب کامران کوئٹہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

اس واقعہ کے تیس سال بعد ۱۹۹۲ء میں مجھے دل کا شدید دورہ پڑا (ہارٹ اٹیک ہوا) سب کی یہی رائے تھی کہ دل کے آپریشن کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اس دوران مرشدی حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ عیادت کے لیے غریب خانہ پر تشریف لائے میں نے عرض کی ''حضور! دل کا آپریشن کرانا پڑے گا'' سرکار نے فرمایا'' آپ کے دل کا آپریشن تو میں نے تیس سال پہلے جشن جہانگیری کے موقع پر کر دیا تھا اب اس کی ضرورت نہیں پڑے گی'' اللہ کا شکر ہے سات سال گزر گئے ہیں ابھی تک دل کے آپریشن سے محفوظ ہوں۔ ستر سال سے زیادہ عمر ہو گئی ہے اور بھرپور زندگی گزار رہا ہوں، اس سال رمضان المبارک میں عمرہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی، قیام مکہ کے دوران ایک عمرہ کے بجائے پانچ عمرے کئے اور خوب طواف کئے' جو ایک دل کے مریض بوڑھے شخص کے لئے ممکن نہیں یہ صرف میرے مرشد کامل حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ رحمتہ اللہ کا روحانی تصرف ہے۔

آپ ۶۰ سال تک سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے آپ کے خلفاء کی تعداد چار ہزار کے قریب اور مریدین کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ ہے جو برصغیر پاک و ہند کے علاوہ امریکہ یورپ اور مشرق وسطی کے بیشتر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کے سلسلہ کی شاخیں پوری دُنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور آپ کا یہ فیضان تا ابدلآباد جاری وساری رہے گا۔ انشاء اللہ

فقیر راقم الحروف سے آپ کا تعلق ☆ فقیر راقم الحروف ۱۹۸۳ء میں جامع مسجد نوری خیابان سرسید سیکٹر تھری، راولپنڈی میں خطیب تھا۔ مسجد کے سامنے آپ کے مرید خاص کرنل ستی صاحب نقیبی رہائش پذیر تھے۔ آپ جشن جہانگیری کی تقریب میں شرکت وصدارت کے لیے ہر سال تشریف فرما ہوتے تھے۔ فقیر کا اس موقع پر خطاب بھی ہوتا ختم شریف میں بھی باقاعدہ شرکت ہوتی اور تمام رات محفل سماع بھی اکٹھے سماعت کرتے تھے۔

آپ پوری محفل میں فقیر پر خصوصی توجہ اور شفقت فرماتے تھے۔ اور اپنے ساتھ نشست میں بیٹھاتے تھے یہ سلسلہ متعدد بار آپ کی ظاہری حیات میں جاری رہا۔

بعد از وصال بھی فقیر کو بارہا آپ کے در دولت پر حاضری شرف حاصل رہا۔ فقیر 2009ء میں جب پنجاب کے زیاراتی دورے پر اپنے 20 رُکنی قافلے کے ہمراہ نکلا تو حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو کے دربار سے زیارات کا سلسلہ شروع ہوا وہاں سے آپ کے دربار نقیب آباد قصور میں حاضری کا شرف حاصل کیا اتفاق سے سالانہ سہ روزہ جشن جہانگیری کی تقریبات کا سلسلہ شروع تھا لاکھوں افراد آستانے سے اردگرد مستانہ وار جمع تھے۔ ایک عجیب کیفیت و رونق اور بہار تھی۔ ہر طرف حق نقیب یا نقیب کے نعروں کی صدا بلند ہو رہی تھی۔

وصال باکمال ☆ آپ کا وصال باکمال ۱۰۵ برس کی عمر میں، ۱۴۱۶ ہجری بمطابق 1995ء رمضان المبارک کی مقدس اور عظیم رات یعنی لیلۃ القدر کی رات میں ہوا۔ مزار پر انوار نقیب آباد قصور شہر میں مرجع خاص و عام ہے۔

منقبت در شان حضرت فیض الملت

پابند شریعت بھی شہنشاہ طریقت بھی
ان اوصاف کا پیکر ذات تھی فیض الملت کی

تدریس طلباء و تعمیر مدارس میں دن کٹے تھے
گزرتی عبادت میں ہر رات تھی فیض الملت کی

جس کی ہوئی ملاقات کبھی ہر وقت یہی وہ کہتا ہے
مجھ سے محبت میں سب سے سوا ذات فیض الملت کی

خدمت دین متین کے لیے وہ سینہ سپر ہی رہتے تھے
دشمن دیں کے لیے ننگی تلوار ذات تھی فیض الملت کی

قاری قرأت، عالم ذیشان، قائد وحدت اسلامیہ
دنیا کے ہر غم کا مداوا ذات فیض الملت کی

پانچ تھی رمضان کی اور دن جمعے کا تھا
جب دنیا سے چلی بارات تھی فیض الملت کی

پچیس دسمبر کو وہ ہو گئے جابر ہم سے جدا
اس عالم فانی میں وہ آخری رات تھی فیض الملت کی

از قلم۔صاحبزادہ محمد جابر خان ماجد لنگر شریف

حضرت ابوالفیض قاری غلام محمد خان چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: عاشق رسولؐ، گوہر آبدار، مرد حقیقت آگاہ، ہمالۂ علوم، وارث علوم ریاض الملت، قطب العصر، شہنشاہ خطابت، شہباز طریقت، واقف اسرار و رموز معرفت، حضرت ابوالفیض قاری غلام محمد خان چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ آفتاب و ماہتاب طہارت و پاکیزگی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1373ھ بمطابق 2 جون 1953ء میں قطب شاہی اعوان قبیلہ کے ایک بزرگ شہید ملت حضرت باباجی ملک محمد عبدالستار خان صاحب علیہ الرحمۃ کے گھر موضع لنگر شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک میں ہوئی۔

والدین کریمین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی غلامی کی نسبت سے آپ کا نام نامی اسم گرامی غلام محمد خان رکھا، آپ نے والدین کے رکھے ہوئے نام کی لاج رکھتے ہوئے کملی والے آقا علیہ السلام کی غلامی کا حق ادا کر کے دنیائے اہلسنت میں ابوالفیض کا خطاب پایا اور اسی لقب سے مشہور و معروف ہوئے، درحقیقت آپ اپنے جداعلیٰ حضرت مولائے کائنات مشکل کشا شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور امام الانبیاء تاجدار ختم نبوت سرکار دو عالم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روحانی فیض یافتہ اور منظور نظر تھے۔

آپ کے والد گرامی شہید ملت حضرت باباجی ملک محمد عبدالستار صاحب علیہ الرحمۃ انتہاء درجہ کے نیک متقی و پرہیزگار عابد و زاہد اور خدارسیدہ بزرگ تھے، آپ کی والدہ ماجدہ رابعہ دوراں بھی عبادت و ریاضت، زاہد و تقویٰ، سخاوت و اخلاق میں کسی سے کم نہ تھیں، اگر یہ کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ کے والدین کریمین جامع الصفات والحسنات تھے۔

ایسے پاکیزہ ماحول میں آپ کی تربیت ہوئی، جب سن شعور کو پہنچے تو اپنے برادر اکبر ریاض الملت حضرت علامہ مفتی پیر محمد ریاض الدین چشتی قادری علیہ الرحمۃ کی شاگردی اختیار کی اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علوم دینیہ کی اول تا آخر تمام چھوٹی بڑی کتابیں پڑھیں دورہ حدیث شریف جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد میں مکمل کیا اور دورۂ تفسیر القرآن اپنے برادر اکبر سے پڑھ کر علوم دینیہ میں مکمل دسترس حاصل کر کے معتبر علماء میں شمار ہوئے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ میں اپنے برادر اکبر استاذی المکرم مفسر قرآن ریاض الملت حضرت علامہ مفتی ریاض الدین چشتی قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے، بعد از تکمیل مجاہدات اپنے شیخ کامل سے ہی دربار عالیہ مسعود العلمین بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار گوہر بار میں حاضری کے موقع پر خرقہ خلافت پا کر

سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیرت و کردار☆: آپ کی ذات والا صفات کشتۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی، تمام زندگی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت تھی، آپ کی زندگی کا ہر ہر گوشہ، ہر لحہ مشک بار و مشک بہار اور ہر پہلو نورانی مینار تھا، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم متاع زیست تھا، عمر بھر اسی لازوال نعمت کی خیرات سے مستانوں اور کملی والے کے دیوانوں کے دامنوں کو بھرتے رہے۔ آپ نے اپنے عقیدت مندوں، شاگردوں وعزیزوں کے لئے یہی میراث امانت میں چھوڑی اور بذات خود اپنی خلوتوں کو عشق حبیب لبیب سے معنبر و منور اور اپنی جلوتوں میں اہل ایمان کے قلوب واذہان کو معطر ومطہر کرتے رہے۔

آپ کے حجرۂ مبارک اور آستانہ عالیہ لنگر شریف میں ہمہ وقت امیر وغریب اور حاجتمندوں کا جم غفیر رہتا تھا، ہر کس وناکس کے لئے لنگر آپ کا وسیع اور دراز تھا، دسترخوان پر اکثر مہمانوں کی تواضع کھیریا کدو شریف سے فرماتے تھے۔

آپ بلا کے ذہین اور چوٹی کے علامہ زماں تھے، اپنے وقت کے علماء میں خاص مقام رکھتے تھے، بڑے بڑے ذی وقار علماء آپ کا دل کی گہرائی سے احترام فرماتے تھے، فن قرأت وتجوید درس نظامی، دورۂ تفسیر واحادیث شریف، فقہ اصول فقہ اور دیگر علوم دینیہ پڑھانے پر خصوصی مہارت تامہ حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے عظیم خطیب بھی تھے، خطابت میں اس قدر ملکہ حاصل تھا کہ جب عوام سے خطاب فرماتے تو اجتماع کی حالت دیدنی ہوتی، دوران خطاب شرعی مسائل کے ساتھ باطنی رموز معارف کی گتھیاں بھی بڑے ہی احسن انداز میں سلجھاتے جاتے، ہر ہر جملہ عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشنی سے لبریز ہوتا۔

آپ زہد وتقویٰ، طہارت، پاکیزگی کے آفتاب وماہتاب اور عبادت وریاضت ومجاہدہ وسلوک میں یگانہ روز تھے، ہر ہر قدم پر سنت رسول کا احترام واحیاء آپ کی طبیعت ثانیہ کا حصہ بن چکی تھی، اپنے قول وفعل سے پوری زندگی میں کوئی کام خلاف شریعت سرزد نہ ہونے دیا۔ طریقت بزرگان کے خصوصی پاسدار تھے، اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے میں ہی اپنی نجات تصور فرماتے تھے۔

علم وعمل وفضل وکمال کا جو بحر بے کنار آپ کے پاس موجود تھا اس کی بدولت اگر دنیاوی دولت واقتدار کا حصول چاہتے تو اس کی بڑی بڑی مثالیں موجود ہیں کہ آپ کو کس کس طرح کی پیشکشیں ہوتی رہیں مگر آپ نے عیش وعشرت کی زندگی سے بوریہ نشینی کو ترجیح دی اور تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مستقلاً اس پر خار ودشوار راستے کا انتخاب فرمایا کہ جس کی مشقت وصعوبت سے لبریز تنگ و تاریک گلیوں سے ہوکر انسان جب دوسرے راستے پر قدم رکھتا ہے تو رحمت خداوندی کے دروازے کھل جاتے ہیں اور شب وروز خدا وحدہ لاشریک کی حمد وثناء کرنے والے حور وغلمان اس کا استقبال کرتے ہیں۔ بدعقیدہ، وبدمذہبوں کے لئے آپ نہ صرف ضیغم اسلام تھے بلکہ ان کے لئے شمشیر بے نیام بھی تھے۔ آپ کی للکار پر گستاخان رسالت اور صحابہ واہل بیت اطہار اور اولیائے کاملین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بے ادبوں کے دل دہل جاتے تھے۔

جہاں کسی گستاخ نے کسی بھی پہلو سے اہل ایمان کی غیرت کو للکارا اسی لحہ آپ کا قلم حرکت میں آجاتا اور آناً فاناً کتابچہ تحریر فرما کر بے ادبوں کو چیلنج دے کر برسر میدان رسوا کردیتے تھے۔

آپ نے پوری زندگی صلح کللیت اور نام نہاد اتحاد بین المسلمین کی تنظیمات کے کسی بھی پروگرام میں شرکت نہ کی اور نہ ہی صلح کللیت کے فارمولے کو تسلیم کیا اس کی بجائے اپنے برادر اکبر و شیخ کامل و استاد محترم حضرت ریاض الملت علامہ محمد ریاض الدین چشتی قادری علیہ الرحمۃ کے اس شعر کو اپنی منزل کا نشان تصور کیے رکھا۔

محمد دے ناں توں میں تن وار دیواں
ایہہ من دھن تے سارا زمن وار دیواں

سعادت، سیادت، عبادت ہے علم — بصیرت ہے دولت ہے طاقت ہے علم
لازم ہے ہو علم کے ساتھ عمل بھی — سرسبز جو اشجار میں رکھتے ہیں پھل بھی
ریاض کا یہ نکتہ ہے ہمیں یاد برابر — ہیں علم و عمل دونوں کے اعداد برابر

آپ کے قریب بیٹھنے والے محرم راز آج بھی اس بات کے معترف ہیں کہ آپ جوش عمل، کمال خلوص، ہمت و استقامت اور اقدام و ایثار میں اپنے اسلاف کا مظہر اتم اور قریب تر تھے اپنے اسلاف کی پیروی آپ کی زندگی کا وطیرہ اور سرمایہ تھا۔

آپ کا سراپا وجود مسعود ☆: سیاہی مائل سرخ گندم گوں رنگ، باوقار و پرجلال چہرہ، فکر و تدبر کی لکیروں سے منقش پیشانی، استوان ناک ذہانت و فطانت کی غماز، حیادار مگر پرتاثیر آنکھیں، سرگیں خوبصورت ریش مبارک، معتدل جسم، قابل رشک قدامت، حسین رفتار و گفتار، بلند کردار، بارعب و گرجدار آواز، متانت و سنجیدگی میں دلنواز، سراپا عجز و نیاز، گفتگو میں اعتدال، رائے میں توازن، قاعدہ و ضابطہ میں بندھے ہوئے نکات، تکلفات سے کوسوں دور، تصنع و بناوٹ سے پاک، صاف ستھرا اور سادہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔

آپ کا انداز وفن خطابت ☆: حضرت علامہ ابوالفیض نے خطابت کے اس وسیع و عریض میدان میں اپنی آواز کا جادو جگا کر خدا اور سول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کا پھریرا لہرایا، آپ کے خطابات میں بسا اوقات یوں محسوس ہوتا تھا کہ خود حضرت ریاض الملت کی روح مبارک بول رہی ہے۔ آپ کی نگاہ بلند، سخن دلنواز اور بجلی کی سی کڑکتی ہوئی آواز میں شبنم کی سی ٹھنڈک، پھول کی مہک، تلمیحات و محاورات کا وافر استعمال، تجوید و ترتیل سے تلاوت قرآن و احادیث مبارکہ، مسحور کن طرز میں قصیدہ بردہ شریف اور کلام اعلیٰ حضرت بریلوی اور اپنے شیخ کامل و برادر اکبر و استاذی المکرم کا لکھا ہوا کلام، رومی و جامی اور حضرت عارف کھڑی و سلطان باہو کا عارفانہ کلام آپ کے خطاب دلنواز کا طرہ امتیاز تھا۔

دوران خطابت اپنے عمیق مطالعہ اور دلائل و براہین قاطعہ سے مخالف و بدعقیدہ و بدمذہبوں کا رد آپ کے فن خطابت کا امتیازی نشان تھا، آپ اپنے علم و فضل و کمال اور متانت و ثقاہت، تدبر و فقاہت، تحریر و تقریر اور تدریس میں یکساں شان دلآویزی سے عشاق کے قلوب و اذہان میں ہلچل مچا دیتے، اجتماع کی اکثر یہ کیفیت کہ کوئی وجد و حال میں آہ و فغاں درد و سوز کی لذتوں میں کھو جاتا، آپ کی عشق سے مخمور محافل میں اکثر اہل نظر و صاحب دل لوگوں کو بار ہا حاضری و حضوری کا جلوہ نصیب ہوا۔

درس وتدریس ☆: 24 رجب المرجب 1391ھ بمطابق 1972ء سے آپ نے ضلع بھر کے علمائے اہل سنت کے اصرار پر جامعہ ریاض الاسلام فیض آباد شریف اٹک شہر سے درس وتدریس کا آغاز کیا۔

جب آپ مسند تدریس پر جلوہ فگن ہوتے تو قرآن وحدیث، تفسیر وفقہ، فنون مروجہ کے اسرار ورموز اور نکات کو اس انداز سے بیان فرماتے کہ مشکل سے مشکل مسئلہ چشم زدن میں اپنے طلباء کے سامنے کھول کر رکھ دیتے۔ جب تصوف کے مقامات علیاء سے پردہ اٹھاتے تو اپنے شیخ کامل واستاذی المکرم کے بحر ناپیدا کنار کے انمول موتیوں کی بارش برسا دیتے اور طالبان عشق ومعرفت جھولیاں بھر بھر کر لے جاتے۔

آپ کی تبلیغی وتنظیمی خدمات ☆: آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے جہاں میدان خطابت مین اپنا لوہا منوایا وہاں تدریس وتحریر میں بھی یکتا اور منفرد مقام پایا۔ خطابت وتدریس وتحریر کے میدان میں گوں نہ گوں مصروفیات کے باوجود عبادت وریاضت و مجاہدہ میں بھی کسی بھی صورت کمی نہ آنے دی۔

اس پر طرہ امتیاز یہ کہ ان تمام مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ نے عوام اہلسنت کی بوڑھی سوچ کو جوانی بخشی، بکھرے ہوئے علمائے اہل سنت ومشائخ عظام کو ایک نکتہ پر اکٹھا کیا، وہ عظیم نکتہ اور نظریہ کیا تھا، جسے آپ کے مرشد مکرم حضرت ریاض الملت نے ایک شعر میں بیاں کیا ہے۔

ایک ہوں مسلم نبی کی نعت خوانی کیلئے
ہے یہی دستور ان کی کامرانی کے لئے

آپ کی پرسوز اور عشق رسول سے بھرپور دعوت پر سب نے لبیک کہا اور اہل سنت کی تمام تنظیمات کے عہدیداران پر مشتمل ایک تنظیم "عالمی مرکزی وحدت اسلامیہ رجسٹرڈ" قائم فرمائی۔

ماہ رمضان المبارک میں آپ اپنے شیخ طریقت کے ہمراہ اعتکاف میں تھے کہ آپ نے اپنے استاذی المکرم اور شیخ طریقت حضرت ریاض الملت کی خدمت میں سنی کانفرنس کے انعقاد کے لئے عرض کیا تو اس وقت آپ کے برادر اکبر استاد محترم حضرت ابوالو... قاری خان محمد خان قادری مدظلہ العالی نے حضرت ریاض الملت کی خدمت میں عرض کیا کہ دن پیر کا، ابھی یہ لفظ حضرت قاری خان محمد خان صاحب قبلہ کی زبان ترجمان پر تھا کہ حضرت ریاض الملت نے ان الفاظ میں منظوری دیتے ہوئے فرمایا کہ سبحان اللہ بفضلہ بکرمہ کانفرنس تو ہوگی، نسبت یوم میلاد سے بابرکت اور ہمارے لئے سامان شفاعت بنے گی اور پیر کا دن خود گواہ ہے کہ میلاد منانے والے سنی ہی سنی کانفرنس کر رہے ہیں۔

اجازت کے ملتے ہی آپ نے عالمی مرکزی وحدت اسلامیہ رجسٹرڈ کے ضلعی صدور وناظمین وارا کین اور دیگر وابستگان کو کانفرنس کی ذمہ داریاں سونپیں اور بذات خود مختلف آستانوں پر تشریف لے جا کر مشائخ عظام وسجادگان اور علمائے اہل سنت کے دروازوں پر حاضری دیکر دعوتیں دیتے رہے۔ اس سلسلے میں ضلعی وصوبائی انتظامیہ سے بھرپور میٹنگیں کیں۔ پریس رپورٹروں اخبار ورسائل کے

نمائندگان کو رہنما مضامین، اشتہارات و دعوت ناموں کی ترسیل اور ملک بھر کے علماء اور مشائخ سے ٹیلی فون پر رابطے مقررین کو دعوتیں ارسال فرماتے تھے۔

پورے تین ماہ تک ایک ہی دھن میں مست و سرشار ہو کر کانفرنس کی کامیابی کیلئے مصروف عمل رہے، اس دوران ایک دن بھی چار پائی پر آرام نہ فرمایا، مگر تدریسی ذمہ داریوں میں بھی فرق نہ آنے دیا۔

آپ کے برادر اکبر و استاد محترم حضرت ابوالوفا علامہ قاری خان محمد خان قادری مدظلہ العالی دعوت ناموں کا بیگ اور اشتہارات کے بنڈل اٹھائے ہوئے اٹک ضلع کی چاروں تحصیلوں میں قریہ قریہ، بستی بستی، ہر موضع اور یونین کونسل سطح تک پا پیادہ دور دراز مقام تک تشریف لے جا کر کانفرنس میں شرکت کے لئے ذہنی طور پر عوام اہلسنت کو تیار فرماتے رہے۔ علماء سے رابطے اور مشائخ عظام کو نہ صرف دعوت نامے ارسال کرتے رہے بلکہ ان کی تائید و حمایت بھی حاصل کرتے رہے۔

سب سے پہلی سنی کانفرنس ریلوے گراؤنڈ اٹک شہر میں انعقاد پذیر ہوئی جس میں عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آ رہا تھا، ملک بھر سے جید علمائے کرام و مشائخ عظام نے اس کانفرنس میں شرکت کی۔ یہ کانفرنس 1993ء سے لیکر 1996ء تک ریلوے گراؤنڈ اٹک میں ہوتی رہی، تاریخ اور سن میں تبدیلی ضرور آئی، مگر ہر سال دن پیر کا ہی مختص رہا۔

اس چار سالہ دور میں کانفرنس میں شرکت کے لئے جن زعماء اور مشاہیر اہل سنت نے شرکت و خطاب کیا۔ ان میں قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمۃ، علامہ محمد سلیم قادری شہید مرکزی صدر سنی تحریک کراچی، پیر طریقت رہبر شریعت قائد کشمیر حضرت صاحبزادہ پیر محمد عتیق الرحمٰن صاحب سجادہ نشین ڈھانگری شریف، شیر پنجاب علامہ محمد اورنگزیب خان قادری علیہ الرحمۃ، حضرت علامہ غلام محمد صدیقی اٹک، حضرت علامہ صاحبزادہ محمد ندیم سلطان قادری صاحب، حضرت صاحبزادہ محمد فاروق صاحب اچھڑیاں شریف مانسہرہ، نازش اہلسنت جگر گوشۂ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالفضل خواجہ پیر محمد فضل رسول حیدر رضوی مدظلہ العالی، حضرت علامہ صاحبزادہ محمد اکرم خان علوی، شیخ القرآن حضرت علامہ پیر سید محمد زبیر شاہ علیہ الرحمۃ، استاذی العلماء حضرت علامہ قاضی محمد اسرار الحق حقانی ڈویژنل خطیب راولپنڈی، خطیب العصر حضرت علامہ صاحبزادہ پیر محمد ابوبکر چشتی صاحب، مجاہد اہلسنت حضرت علامہ محمد یوسف چشتی صاحب، حضرت علامہ سید محمد عارف شاہ صاحب، حضرت علامہ حافظ پیر محمد قاسم صاحب کینال شریف، حضرت علامہ الحاج میاں محمد صاحب میانوالی، حضرت علامہ ابوالشفا پیر محمد خان قادری موچھ شریف ضلع میانوالی، حضرت علامہ قاری گل محمد میروی، حضرت علامہ قاری پیر محمد امیر شاہ قادری صاحب کھاریاں، حضرت صاحبزادہ حافظ محمد سعید احمد صاحب دریا شریف، حضرت علامہ الحاج حافظ سلطان محمود صاحب دریا شریف، حضرت علامہ صاحبزادہ محمد احسان الحق صاحب حضرو، حضرت علامہ مفتی محمد نعمان صاحب غور غشتی حضرو، حضرت علامہ الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب گوجرانوالہ کے علاوہ دیگر جید علمائے کرام و مشائخ شرکت و خطاب فرماتے رہے۔

ان تمام کانفرنسوں کے انتظامات آپ کے شیخ کامل حضرت ریاض الملت کی خصوصی توجہات اور استاذی المکرم حضرت شیخ الحدیث والتفسیر علامہ قاری خان محمد خان قادری، آپ کے تایا جان حضرت شہسوار محمد عبدالرحمٰن خان چشتی، حضرت علامہ صاحبزادہ محمد خان

رضوی، حضرت صاحبزادہ محمد عتیق الرحمان قادری، حضرت الحاج قاضی محمد حبیب الرحمٰن انجم ایڈووکیٹ، حضرت صاحبزادہ محمد اکرم خان علوی، حضرت صاحبزادہ محمد صلاح الدین خان رضوی، حضرت صاحبزادہ محمد جابر خان ماجد قادری رضوی کے علاوہ دیگر اعزاز واحباب اہلسنت کا خصوصی تعاون شامل حال رہا۔

فقید المثال استقلال☆: 1996ء میں انعقاد پذیر ہونے والی کانفرنس سے ایک دن پہلے آپ ایک جانکاہ حادثہ کا شکار ہوئے کہ آپ کی والدہ ماجدہ رابعہ دوراں کا وصال باکمال ہوگیا، اس عظیم حادثہ کے باعث بہت سے علمائے اہلسنت وزعمائے کرام نے مشورہ دیا کہ کل ہونے والی سُنی کانفرنس ملتوی کردی جائے، مگر اس موقع پر آپ نے آقا علیہ السلام کی یاد میں منعقد ہونے والی کانفرنس کو ملتوی کرنا اپنے ایمان کی توہین سمجھا اور ببانگ دہل فرمادیا کہ ہم تمام برادران پر اگرچہ یہ صدمہ بہت بھاری ہے مگر ہم کملی والے آقا علیہ السلام کی یاد میں سُنی کانفرنس کل ضرور کرائیں گے۔

چنانچہ والدہ کی تدفین سے فارغ ہوکر آپ کانفرنس کی تیاری میں لگ گئے۔ کانفرنس میں خطاب کے لئے جب قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمۃ سمیت تمام علماء نے آپ سمیت آپ کے تمام بھائیوں اور اعزا کو فقید المثال استقلال اور کالی کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت وعشق پر خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ یہ ان ہی کا حوصلہ ہے کہ کل والدہ صاحبہ کا جنازہ تھا اور آج اتنی عظیم الشان سُنی کانفرنس کی کامیابی آپ کے خلوص ومحبت کی بین دلیل ہے۔

آپ کے خصوصی تلامذہ کرام☆: آپ کے تلامذہ میں لاتعداد علماء موجود ہیں ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ مولانا قاری محمد اورنگزیب قادری رضوی، قاری محمد متین الدین چشتی کوٹ سجی اٹک، قاری محمد یعقوب رضوی، خطیب جی پی او اٹک، علامہ قاضی محمد اسحاق قادری خطیب بسال شریف، علامہ سید غفور حسین شاہ خطیب واہ کینٹ، علامہ قاری نزاکت علی قادری خطیب فیصل آباد، قاری محمد مشتاق قادری، علامہ محمد ریاض قادری خطیب بوٹا گاؤں اٹک، علامہ قاری محمد ارشاد رضوی، ڈھک لیٹ تحصیل جنڈ، قاری شفاء اللہ خان قادری میانوالی، قاری محمد حسین رضوی، خطیب پنڈ ہون ضلع اسلام آباد، علامہ عطاء المصطفٰے رضوی خطیب مرزا ضلع اٹک، علامہ محمد عبدالرحمٰن جامی، خطیب ڈھوک حاجی احمد اٹک، حافظ محمد اشتیاق قادری، خطیب دہمی کسراں اٹک، قاری سعید احمد قادری خطیب پاک آرمی، پشاور، نائب صوبیدار قاری محمد عبدالرحمٰن خطیب پاک آرمی۔

بعد از وصال مثل زندہ ملاقات☆: جناب ملک محمد مقصود کی ہمشیرہ ملک حق نواز خان کی زوجہ محترمہ نے آپ کے وصال کے بعد دربار شریف پر حاضر ہوکر حلفاً اپنا یہ واقعہ بیان کیا کہ میں ملک نور خان صاحب لنگر شریف کی دختر کی فوتگی کے بعد افسوس کے لئے جاتے ہوئے بروز جمعرات مورخہ 27/9/2004 کو قریباً دن گیارہ بجے کے قریب دربار شریف سے غربی جانب سے گزرنے والے راستے پر روڈ کراس کر رہی تھی کہ روضہ شریف کے اندر سے ایک نورانی لباس میں ملبوس بزرگ سفید چادر اوڑھے ہوئے اسی راستے کی جانب چلے تو میں نے سمجھا کہ ماموں جان حضرت صاحبزادہ ابوالفیض کہیں تشریف لے جارہے ہیں۔

میں بپاس ادب راستے سے الگ ہوکر اس خیال سے کھڑی ہوگئی کہ آپ گزر جائیں، تو پھر میں آگے چلوں گی۔

مگر ہوا یہ کہ وہ نورانی صورت بزرگ مجھ سے دو قدم پہلے میرے قریب آ کر رک گئے اور فرمانے لگے میں تو تمہاری ملاقات کیلئے رکا تھا، میں آگے بڑھ کر قدم بوسی کرنے لگی تو آپ نے سہارا دیکر قدم بوسی سے روکا اور سر پر ہاتھ پھیر کر مجھ سے پوچھا کہ مقصود کا کیا حال ہے، پھر میری والدہ کے بارے میں پوچھا تو میں نے رو کر عرض کیا ان کے وصال کو تو سال ہونے والا ہے، یہ سن کر آپ نے فرمایا ہمیں تو ان کی فوتگی کی کوئی اطلاع بھی نہیں ہے، مقصود احمد مجھ سے شکوہ کرے گا پھر فرمایا شاید فوتگی کے وقت ہم حج پر گئے ہوئے ہوں گے میں آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھ رہی تھی کہ اس قدر نورانی تھا کہ نظر نہ ٹھہرتی تھی۔

میں آپ سے الوداع ہو کر جب گھر کی جانب دو چار قدم چلی تو میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت ابوالفیض قاری غلام محمد خان صاحب کا تو وصال ہو چکا ہے میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپ نظروں سے غائب ہو چکے تھے۔

الاستقامت فوق الکرامت ☆: آپ کی سب سے بڑی کرامت دین اسلام وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقت بزرگان دین پر استقامت ہے

سنی کانفرنس اٹک کے ہر موقع پر ارباب اقتدار اور انتظامیہ کے اراکین اور دیگر احباب نے آپ سے اجازت چاہی کہ کانفرنس کی کارروائی ٹی وی پر دکھائی جائے تو کانفرنس کی خوب تشہیر ہوگی جبکہ عالمی وملکی میڈیا ذاتی دلچسپی اور غیر مشروط طور پر تعاون کی پیش کش کر رہا ہے، اگر ویڈیو بنوالی جائے تو کیا حرج ہے اور ہم یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کی تصویر نہیں بننے دیں گے۔

آپ نے فرمایا دین اسلام اللہ کے محبوب میرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے نہ وزیر اعلیٰ کا نہ ہی وزیر اعظم کا ہے۔

اس فعل کی اجازت دینے سے میرے پیر و مرشد برادر اکبر حضرت ریاض الملت اور میرے آقا علیہ السلام اور خدا ناراض ہو جائیں گے۔

اس موقع پر موجود اسسٹنٹ کمشنر اٹک جناب قاضی محمد حبیب الرحمٰن انجم نے ہزار کوشش کے بعد آپ سے عرض کیا اگر کوئی گناہ ہوا تو آپ میرے سر ڈال دیجئے گا۔ آپ نے جواب فرمایا بھائی جان ہم بوجھ ڈالنے کی بجائے بھائیوں کا بوجھ اٹھانے والے ہیں اس لئے کہ مشکل کشا کی اولاد ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 5 رمضان المبارک بروز جمعۃ المبارک بوقت سحر ۱۴۱۹ھ بمطابق 25 دسمبر 1998ء کو 46 برس کی عمر میں ہوا۔

مزار پر انوار مرکزی دارالعلوم جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ ریاض الاسلام فیض آباد شریف محمد نگر اٹک کینٹ میں اپنے مرشد حضرت ریاض الملت کے پہلو میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے استاذ و برادر اکبر حضرت شیخ الحدیث والتفسیر عالم باعمل حضرت علامہ قاری حافظ خان محمد خان قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین اور لنگر شریف کی مسند تدریس پر جلوہ افروز ہیں۔

حضرت ابوالوفا علامہ خان محمد خان مدظلہ دور حاضر کے معتبر علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ تقویٰ پرہیزگاری ان کے چہرہ سے عیاں

ہے وفادار، دھڑے کے پکے، وعدے کے سچے اور لجپال اور بندہ نواز طبیعت کے مالک ہیں۔

فقیر راقم الحروف سے اچھی یاد اللہ ہے، فقیر کے غریب خانے پر اکثر قدم رنجہ فرما چکے ہیں جبکہ ان کی پرخلوص دعوت پر فقیر راقم الحروف سالانہ عرس و میلاد النبی کے موقع پر آستانہ عالیہ لنگر شریف میں حاضری دے چکا ہے۔

۲۷ ربیع الاول شریف کی یہ کانفرنس اجتماع اور انتظامی حوالے سے لائق داد و تحسین ہے۔ فقیر نے اس کے انتظامی معاملات اور مہمانوں کے استقبال و خدمت و تواضع میں جناب حضرت صاحبزادہ محمد جابر خان ماجد کو انتہائی متحرک اور فعال کردار ادا کرتے ہوئے پایا۔ خداوند کریم آستانہ عالیہ لنگر شریف کے تمام صاحبزادگان کو مزید نعمتوں اور علم و عرفان کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین، اللھم آمین۔ جناب علامہ صاحبزادہ محمد جابر خان قادری رضوی فقیر سے بہت زیادہ عقیدت و احترام سے پیش آتے ہیں، نہایت ہی عمدہ صلاحیتوں سے مالک کریم نے انہیں نوازا ہوا ہے، فقیر بھی اپنے عزیز اور دلبر جانی کے لیئے ہمیشہ دُعا گو رہتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت حاجی عبدالرشید بادشاہ چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف باللہ، مرد حقیقت آگاہ، پروردۂ نگاہ ولایت، پیر طریقت واقف اسرار رموز حقیقت، حضرت خواجہ پیر حاجی عبدالرشید چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد تحصیل دینہ نگر ضلع گورداس پور انڈیا بھارت کے رئیس خاندان کے سرخیل تھے۔ آپ کے والد گرامی صوفی فیروز دین جو کہ صوفی منش بزرگ اور تاجر تھے دینہ نگر ضلع گورداس پور انڈیا بھارت سے قیام پاکستان کے وقت ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہجرت کر کے پاکستان تشریف لا رہے تھے۔ ابھی آپ کا قافلہ راستے میں ہی تھا کہ ۱۸ اگست ۱۹۴۷ء کو یعنی قیام پاکستان کے چار روز بعد آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ کے والد بزرگوار ہندوستان سے فیصل آباد میں آ کر مقیم ہوئے۔ آپ نے بھی بچپن کے چند سال فیصل آباد میں گزارے۔ جب سن شعور کو پہنچے تو آپ قالین سازی کی صنعت سے وابستہ ہو کر رزق حلال کے لئے کوشاں ہوئے۔ چند برس گزارنے کے بعد آپ فیصل آباد سے ہجرت کر کے راولپنڈی تشریف لے آتے اور مختلف جگہ قیام کے بعد محلہ موہن پورہ عقب مشرق ہوٹل میں قیام پذیر ہو گئے۔ آپ کو خداوند کریم نے بچپن ہی سے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہوا تھا۔ بچپن ہی فکر معاش اور ذکر خدا میں مشغول رہے۔ اگرچہ دنیاوی اور دینی تعلیم سے کچھ زیادہ مرصع نہ تھے مگر باطنی طور پر خداوند کریم کا خصوصی انعام آپ پر تھا جس کی بنا پر آپ دنیاداری اور تجارت کے ساتھ ساتھ یاد خدا میں مست و مخمور رہتے تھے۔

جب آپ راولپنڈی تشریف لائے تو آپ ۱۹۷۱ء میں رشتہ ازدواج سے منسلک ہو گئے اسی دوران آپ نے راولپنڈی صدر میں اولڈ اسپیئر پارٹس کا کاروبار شروع کر دیا۔ کاروباری سلسلہ میں آپ سامان کی خریداری کے لئے ہر جمعرات کو لاہور تشریف لے جاتے اور سامان کی خریداری کے بعد شام کو حضرت سیّد عثمان بن علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے دربار گوہر بار میں حاضری دیتے اور رات حضور داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار کے قدموں میں گزارتے اور اگلے روز نماز جمعہ وہیں پر ادا فرما کر واپس راولپنڈی تشریف لے آتے۔ کاروبار زندگی میں آپ کا یہ معمول مستقل عرصہ دراز تک جاری رہا۔

تلاش مرشد اور بیعت و خلافت ☆: کاروبار کے دوران اگرچہ آپ ہر وقت یاد خدا میں مستغرق رہتے تھے مگر باوجود اس کے آپ یہ بات اچھی طرح سمجھتے تھے کہ مرشد کامل کے بغیر گزارا مشکل ہے۔ اس لئے کسی مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت بہت ضروری ہے۔ اس دوران آپ ہر وقت تلاش مرشد میں سرگرداں رہتے۔ حتیٰ کہ جمعرات اور جمعہ کے روز حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ

کے مزارِ پُرانوار پر رو رو کر گریہ وزاری کرتے اور دعا کرتے کہ کوئی رہبر کامل مِل جائے تا کہ زندگی سنور جائے اور مقصد حیات کو پا سکوں۔

اپنے معمول کے مطابق ایک دن آپ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے مزارِ پُرانوار پر گریہ وزاری میں مصروف تھے اس دوران آپ کے چند ساتھی جو کہ راولپنڈی سے کاروبار کی غرض سے تشریف لے گئے تھے وہ بھی موجود تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ آپ آنکھیں بند کئے حضور داتا گنج بخش کے مزار کے سامنے کھڑے گریہ وزاری میں مصروف ہیں کہ اچانک ایک کبوتر آیا اور آپ کے سر پر چکر لگا رہا تھا کہ دوران پرواز پنکھے سے ٹکرایا اور ہلاک ہوگیا۔ آپ کو اس کی کوئی خبر نہیں کہ کیا ہوا کیا نہیں آپ آنکھیں بند کئے داتا حضور کے قدموں کی جانب کھڑے تھے کہ اچانک تقدیر پلٹی مقدر کا ستارہ اوج ثریا کو پہنچا کیا دیکھا کہ حضور داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ ایک درویش کے ہمراہ اپنے مزار سے آپ کی طرف تشریف لائے اور داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ نے ان بزرگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ سے فرمایا کہ راولپنڈی جا کر ان کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ سے مژدہ جانفزاں سن کر آپ خوشی خوشی راولپنڈی کی جانب چل دیئے۔ اس دوران واپسی پر ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا کہ جب آپ اپنی گاڑی میں اپنے دوستوں کے ہمراہ راولپنڈی کی جانب تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں جی ٹی روڈ پر دو ٹرک ایک دوسرے کو اوورٹیک کرتے ہوئے آپ کے سامنے آ گئے۔ آپ اگر گاڑی سائیڈ پر کرتے تو ایک موٹر سائیکل سوار جا رہا تھا۔ اس نازک صورتحال میں آپ کی زبان سے بے ساختہ یا داتا نکلا۔ حضور داتا گنج بخش علی ہجویری کا نام نامی اسم گرامی پکارنا تھا کہ یکدم آپ کی گاڑی کو کسی غیبی قوت نے دو پہیوں پر کر دیا۔ اور آپ دونوں ٹرکوں کے درمیان معمولی راستے میں سے گزر کر خدا کے فضل وکرم سے ایک بڑے حادثے سے بال بال بچ گئے۔

آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ساتھی جن میں آپ کے برادر نسبتی اور موجودہ سجادہ نشین صاحبزادہ محمد جمیل رشید کے سسر محمد یونس نے داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے مزار شریف پر پیش آنے والا کبوتر کا واقعہ سنایا جو کہ آپ کے سر کے سات چکر کاٹ کر جان دے چکا تھا۔ جب آپ راولپنڈی پہنچے تو صدر میں ایک حجام کی دکان پر حجامت بنوانے کی غرض سے تشریف لے گئے تو وہاں ایک بزرگ کی تصویر لگی دیکھ کر فوراً پہچان لیا کہ یہ بزرگ تو وہی ہیں جو کل داتا صاحب کے مزار سے ان کے ہمراہ تشریف لائے تھے اور انہی کے متعلق حضور داتا صاحب نے فرمایا تھا کہ راولپنڈی پہنچ کر ان کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔ آپ نے اس حجام سے پوچھا یہ بزرگ کون ہیں؟ اس نے کہا یہ میرے پیر و مرشد ہیں اور میں ان کے ہاتھ پر بیعت ہوں۔

حجام کی بات سُن کر آپ نے فرمایا مجھے بھی ان بزرگوں کے پاس لے چلو۔ چنانچہ حجام آپ کو موٹر سائیکل پر بٹھا کر اپنے پیرو مرشد کی رہائش گاہ واقع ٹینچ بھاٹہ لے گیا۔

جب آپ ان بزرگ جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت پیر سیّد اظہر حسین شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ ہے کی خدمت میں قدم بوس ہوئے تو انہوں نے آپ کو دیکھ کر بغیر کسی تعارف کے فرمایا ہاں بھئی عبدالرشید پورے دو دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ نے فوراً

اپنا سر نیاز قدموں میں رکھ کر بیعت کی درخواست کی۔ انہوں نے فوراً آپ کو بیعت سے سرفراز فرما کر ارشاد فرمایا کہ ہر جمعرات اپنے گھر پر ختم شریف کرایا کریں۔

بعدازاں آپ کے پیرومرشد سیّد اظہر حسین شاہ بخاری علیہ الرحمۃ نے آپ کو عبادت وریاضت میں مگن دیکھ کر سخت مجاہدوں سے گزار کر مورخہ گیارہ ربیع الاول بمطابق ۱۹۸۵ء-۱۱-۲۵ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ ابوالعلائیہ، جہانگیریہ کے بزرگوں کے طریقہ کے مطابق آپ کو خلافت واجازت سے سرفراز وممتاز فرما کر صاحب ارشاد فرمایا اور حکم دیا کہ ہر ماہ چاند کی گیارہ تاریخ کو حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہویں شریف کا ختم کراتے رہنا۔

سیرت وکردار☆: آپ انتہا درجہ کے نیک متقی وپرہیزگار، شب بیدار، عبادت گزار، پابند تہجد اور صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔ فرض نمازوں کے علاوہ نفلی عبادات کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ اپنے شیخ کامل کے بتائے ہوئے تمام اوراد ووظائف کو حتی المقدور پورا فرماتے۔ ہر ماہ چاند کی گیارہ تاریخ کو باقاعدگی سے گیارہویں شریف کا ختم اور لنگر کرتے رہے۔ اپنے پاس آنے والے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں گم کردہ راہوں کو راہ ہدایت سے نوازا۔ لاتعداد غیر مسلموں کو کلمہ پڑھا کر دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ آپ اپنے ارادے کے پکے اور وعدے کے سچے اور کھرے مسلمان تھے۔ منافقت کو کبھی اپنے نزدیک نہیں پھٹکنے دیا۔ صلہ رحمی اور عدل و انصاف آپ کا مرکز ومحور تھا۔ تمام زندگی مخلوق خدا کی خدمت کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ آپ کی شخصیت پیار ومحبت کا مجسمہ اور حسن اخلاق آپ کا نصب العین تھا۔ عشق رسول ﷺ کا ایک سمندر آپ کے سینے میں موجزن تھا۔ نعت رسول ﷺ سنتے ہوئے اشکبار ہوجاتے اس دوران نعت خوان حضرات کو خوب داد وتحسین دیتے اور نقد رقم ان پر نچھاور کرتے ایک مرتبہ ۱۹۸۸ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول کریم ﷺ سے مشرف ہوئے۔ روضۂ رسول ﷺ پر حاضری کے وقت آپ کی کیفیت دیدنی تھی، رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کو اپنے مرشد کامل سے خصوصی اور والہانہ محبت تھی۔ ۱۹۹۶ء میں جب آپ کے پیرومرشد کا وصال باکمال ہوا تو اس کے بعد سے ان کی جدائی میں آپ مغموم رہنے لگے، ہر وقت یادِ مرشد میں تڑپتے رہتے تھے۔

آپ کے ہم عصر علماء اور مشائخ عظام☆: آپ کا بہت سے علمائے کرام اور مشائخ عظام سے تعلق اور رابطہ تھا مگر جن حضرات سے خصوصی مراسم تھے۔ ان میں آپ کے تایا مرشد حضرت پیر صوفی نقیب اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ قصور والے اور حضرت حافظ حبیب الرحمٰن نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ آف عیدگاہ شریف حضرت قبلہ پیرومرشد غلام معین الدین شاہ گیلانی چشتی نظامی المعروف بڑے لالہ جی صاحب رحمتہ اللہ علیہ گولڑہ شریف والے چھوٹے لالہ جی حضرت پیر سیّد شاہ عبدالحق گیلانی چشتی نظامی مدظلہ العالی گولڑہ شریف حضرت صاحبزادہ پیر سیّد نصیر الدین نصیر شاہ گیلانی گولڑہ شریف حضرت قمر المشائخ الحاج حافظ قمر الدین چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ الحاج حافظ محمد شیر عالم مجددی رحمتہ اللہ علیہ استاذی العلماء حضرت علامہ پیر سیّد حسین الدین شاہ سلطان پوری استاذی الاساتذہ رئیس المناطقہ حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی حضرت پیر محمد نقیب الرحمٰن آف عیدگاہ شریف حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن ساجد بگھار شریف حضرت میاں نعیم الدین المعروف فقیر احمد شاہ وارثی صاحبزادہ مقصود احمد صابری سے خصوصی تعلق اور رابطہ تھا۔

تعلیمات وارشادات☆: آپ اپنے پاس آنے والوں کو خصوصیت سے فرمایا کرتے تھے کہ ہمیشہ باوضو رہا کرو۔

نمبر۲☆: آپ فرماتے ہیں کہ اگر تمہاری گردن پر تلوار رکھ دی جائے تب بھی سچ ہی کو ترجیح دینا۔

نمبر۳☆: آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ محبت کی بنا پر یہ دنیا تخلیق ہوئی ہے لہٰذا محبت کو عام کرو۔

نمبر۴☆: آپ اپنے عقیدت مندوں سے ہمیشہ فرماتے تھے کہ ہمیشہ عاجزی اور انکساری میں رہا کرو۔ عاجزی ہی اللہ کی راہ میں قبول ہے۔

نمبر۵☆: آپ فرماتے ہیں کہ ہر مشکل گھڑی میں اور فارغ وقت میں درود شریف کا ورد کیا کرو۔

نمبر۶☆: آپ فرماتے ہیں کہ ہر حال میں اللہ کی ذات کا شکر ادا کیا کرو چاہے غمی ہو یا خوشی۔

نمبر۷☆: آپ فرمایا کرتے تھے کہ بحث ومباحثہ سے پرہیز کرو۔ اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

نمبر۸☆: آپ فرماتے ہیں کہ کدورت سے سینے کو پاک کرو۔ اور بندگان خدا کا خود کو غلام سمجھو۔ مخدوم بننے کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ۔

نمبر۹☆: آپ فرماتے ہیں کہ موت کا خیال ہر وقت رکھو دل سے دنیا کا خیال نکال دو۔

نمبر۱۰☆: آپ اپنے پاس آنے والوں سے اکثر فرمایا کرتے تے کہ نماز جمعہ کبھی قضا نہ ہونے دو۔

نمبر۱۱☆: آپ فرماتے ہیں کہ تجارت یا محنت کچھ نہ کچھ ضرور کرو۔ اس کے بعد توکل پر گامزن ہو جاؤ۔

اولاد و امجاد☆: خداوند قدوس نے اپنے فضل سے آپ کو پانچ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں عطا فرمائیں تھیں صاحبزادوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ (نمبر۱) محمد شکیل، (نمبر۲) محمد عقیل، (نمبر۳) محمد جمیل، (نمبر۴) بابر رشید، (نمبر۵) محمد عدیل ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادوں بابر رشید کا ۱۹۸۷ء اور محمد عدیل کا ۱۹۸۳ء میں انتقال ہو گیا تھا۔ جبکہ بقایا صاحبزادے اور صاحبزادیاں بقید حیات اور اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔

کشف وکرامات☆: جن دنوں آپ گوالمنڈی میں رہائش پذیر تھے ۱۹۸۷ء میں اپنے مریدین کے ہمراہ پیدل کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ جاتے وقت آپ کے دو صاحبزادے جمیل رشید موجودہ سجادہ نشین اور بابر رشید کھیل رہے تھے کہ آپ نے جمیل رشید کو گود میں اٹھا لیا اور بابر رشید سے مخاطب ہو کر فرمایا مہمان ہے تو ہاں مہمان ہے تُو۔ آپ کے مریدین نے آگے بڑھ کر عرض کی حضور یہ کیا معاملہ ہے کہ بڑے کو آپ نے اٹھا لیا اور چھوٹے سے فرمایا کہ مہمان ہے تو۔ آپ نے فرمایا کچھ دن بعد دیکھنا۔ چنانچہ کچھ روز بعد ۲۵ فروری بروز بدھ ۱۹۸۷ء آپ کے چھوٹے صاحبزادے بابر رشید کرنٹ لگنے سے وصال فرما گئے۔ جب آپ کو اس حادثہ جانکاہ کی خبر دی گئی تو فرمایا الحمدللہ جو مالک کی رضا اُسی پر میں راضی۔

کرامت نمبر۲☆: آپ کے ایک دیرینہ مرید نوید شہزاد کی چھوٹی خالہ جو کہ آپ سے بے پناہ عقیدت رکھتی تھیں۔ ایک دن کچھ احباب جن میں ایک معذور عورت بھی تھی کو لے کر آپ کے در دولت پر آئی اور کہنے لگی یہ عورت سانحہ اوجڑی کیمپ کی وجہ سے

معذور ہے۔ یہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک میزائل ان کے مکان کی دیوار کو لگا اور وہ دیوار اس خاتون کے اوپر گر گئی جس کی وجہ سے یہ خاتون چلنے پھرنے سے معذور ہے اندرون ملک کے علاوہ امریکہ تک علاج کرایا مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ اب آپ کی خدمت میں اللہ کی ذات پر بھروسہ کر کے لے آئی ہوں ان کے لئے دعا فرمائیں۔

آپ نے اس خاتون کے جسم پر ہاتھ رکھ کر کچھ پڑھے بغیر اپنا سانس زور سے اندر کی طرف کھینچا اور معذور خاتون سے فرمایا کہ اٹھو اور چلو پھرو۔ آپ کے در دولت پر موجودہ لوگوں کی حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ عورت ایک دم سے اٹھی اور چلنا پھرنا شروع کر دیا۔

کرامت نمبر ۳ ☆: ایک دن آپ کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے ہمیں آپ کے پیرومرشد حضرت سید اظہر حسین شاہ بخاری نے بھیجا ہے۔ ہم لوگ بہت پریشان ہیں ہمارے لئے دعا کرو کہ خدا ہماری مشکل آسان فرمائے۔

آپ نے ان سے پوچھا ماجرا کیا ہے۔ تو کہنے لگے کہ ہمارے ایک بھائی سوئٹرلینڈ میں رہتے ہیں ان کا ایک پانچ سالہ بچہ کئی روز سے لاپتہ ہے۔ بہت تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہیں چل رہا ہے۔ اُن کی بات سُن کر آپ نے آنکھیں بند کیں اور چند ساعت کے بعد آنکھیں بند کئے ہوئے ان کے گھر واقع سوئٹزرلینڈ کا محل وقوع بیان کرنا شروع کر دیا اور فرمایا آپ کے گھر کی پچھلی جانب ایک پہاڑ ہے اُس پہاڑ کے قریب ایک گہری جگہ ہے۔ آپ کا بچہ اس گہری جگہ میں گر گیا ہے اور اس کے اوپر برف پڑ گئی ہے۔

آپ کی زبان ترجمان سے یہ بات سُن کر وہ لوگ اپنے گھر گئے اور سوئٹزرلینڈ فون کر کے انہیں بتایا کہ گھر کے پچھلے حصے کی جانب گہرائی میں بچے کو تلاش کرو جب سوئٹزرلینڈ والوں نے گھر کی پچھلی جانب پہاڑ کی گہرائی میں جا کر برف ہٹائی تو دیکھا کہ واقعی ان کا بچہ وہاں پڑا ہوا تھا جو کہ برف کی ٹھنڈک کی بنا پر جاں بحق ہو چکا تھا۔

کرامت نمبر ۴ ☆: آپ کے پاس کچھ لوگ پریشانی کے عالم میں آئے اور کہنے لگے کہ ہمارا لڑکا یہاں سے برازیل گیا تھا اور وہاں پہنچنے کے بعد اپنی خیریت کا اس نے فون بھی کیا تھا مگر اس کے بعد کئی ماہ گزر گئے کہ اس نے نہ گھر فون کیا اور نہ ہی بذریعہ خط کوئی اپنی خیریت کی اطلاع دی۔ ان کی بات سن کر آپ نے فرمایا کل آنا۔

چنانچہ وہ لوگ چلے گئے اگلے روز شام ۴ بجے آپ اپنے آستانے پر اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ آپ نے فرمایا جو لوگ کل آئے تھے رات کو میں نے اس لڑکے تک رسائی کی تو وہ لڑکا برازیل کے کسی علاقہ میں چھپا ہوا تھا۔ اس کی وجہ چھپنے کی یہ تھی کہ اس کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا تھا۔ جس میں اس کے سامان کے علاوہ اس کا پاسپورٹ اور ضروری دستاویزات بھی ڈاکو لے گئے۔ اب پاسپورٹ نہ ہونے کی وجہ سے وہ پولیس کے پکڑے جانے کے خوف سے کسی اور علاقہ میں چھپ گیا تھا۔ میں نے ڈاکوؤں سے دیگر کاغذات اور پاسپورٹ اسے دلوا دیا ہے۔ تا کہ وہ آزادانہ طریقے سے چل پھر سکے۔

ابھی آپ یہ گفتگو فرما رہے تھے کہ اُس لڑکے کے وارثان جو ایک روز قبل آپ کے پاس دعا کی غرض سے آئے تھے وہ مٹھائی کے ڈبے ہاتھ میں اٹھائے خوشی خوشی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ آج ہی ہمارے لڑکے کا فون آیا ہے اور وہ

یہ کہہ رہا تھا کہ کل کوئی بزرگ میرے پاس آئے اور مجھ سے میری پریشانی کا سبب پوچھا۔ جب میں نے تمام قصہ ان کے گوش گزار کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ جوڈاکو تمہیں لوٹنے کی غرض سے آئے تھے وہ تمام سامان تو ساتھ لے گئے اور تمہاری دستاویزات اور پاسپورٹ کہیں اور ویرانے میں پھینک گئے تھے۔ یہ لو تمہارے کاغذات اور پاسپورٹ جو کہ میں نے وہاں سے اٹھا لئے ہیں لہٰذا اب انہیں سنبھال لو۔ اب مجھے کاغذ ملے ہیں تو میں آزادانہ پھرنے لگا ہوں۔ اس لئے اب فون کر کے تمہیں اپنی خیریت سے مطلع کر رہا ہوں۔

سب بڑی کرامت باطنی علم ہے☆: آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ کی ظاہر دینی و دنیاوی تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی۔ مگر باوجود اس کے باطنی علم سے خداوند کریم نے آپ کو اس قدر نوازا ہوا تھا۔ کوئی بھی شخص آ کر کیسا ہی سوال کیوں نہ کرے آپ فوراً سے پہلے بلا تامل اس کو جواب سے مرحمت فرماتے۔

بڑے بڑے پروفیسر اسکالرز خدمت میں حاضر ہو کر سوال کرتے اور شافی جواب پاتے۔ پھر آپ ان سے فرماتے اگر اب بھی جواب میں کچھ ابہام باقی ہے تو بتاؤ پھر تفصیلی جواب دیئے دیتا ہوں۔ حتیٰ کہ وہ پروفیسر حضرات آپ کے سامنے عاجز آ جاتے۔

وصال سے قبل کا واقعہ☆: ۱۹۹۸ء میں آپ نے رتہ امرال قبرستان کی جنازہ گاہ میں محفل نعت کی صدارت کے لئے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ جو کہ قبرستان سے ملحقہ تھی۔ (جہاں آج کل آپ کا مزار ہے) وہاں رُک گئے اور اپنے ساتھ مریدین اور اپنے صاحبزادے جناب جمیل رشید چشتی سے فرمایا بیٹا یہ جگہ خرید لو۔ آپ کی بات سُن کر صاحبزادہ محمد جمیل چشتی اور دیگر مریدین پریشان ہو گئے کہ اس جگہ کو خریدنے کا حکم کس لئے دیا جا رہا ہے۔ آپ نے اپنے ہمراہیوں اور صاحبزادے کی پریشانی کو بھانپتے ہوئے فرمایا کہ بیٹا یہاں میری آخری آرامگاہ ہو گی۔

لہٰذا کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ۲۰۰۰ء میں وہ جگہ خریدی گئی۔ ۲۳ رمضان المبارک ۲۰۰۰ء میں آپ نے شہتوت والی مسجد سید پوری گیٹ راولپنڈی میں محفل نعت کی صدارت فرمائی۔ اس کے بعد آپ خرابی صحت کی بنا پر علیل رہنے لگے۔ ماہ ذی الحج کی آخری تاریخ کی رات کو آپ نے ماہ محرم کا چاند دیکھا اور اپنے احباب کو چاند کی مبارک دی۔ آپ کے احباب نے بھی آپ کو جواباً مبارک پیش کی تو آپ نے فرمایا کہ اب تو مبارک باد پیش کر رہے ہو اگلے سال کل کو پیش کرو گے۔ اس لئے کہ یہ چاند تمہارے لئے خوشیوں کا نہیں بلکہ جدائی کا پیغام دے رہا ہے۔

وصال باکمال☆: گیارہ محرم الحرام کو آپ نے اپنی رہائش گاہ پر گیارھویں شریف کا ختم شریف کرایا اور بذات خود محفل میں شریک ہوئے۔ ۲۳ محرم الحرام ۲۹ اپریل ۲۰۰۰ء بروز ہفتہ دن گیارہ بجے آپ کا وصال باکمال ہوا۔ نماز جنازہ میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔ اور رتہ امرال قبرستان کے قریب جو پلاٹ آپ کے حکم سے خریدا گیا تھا وہیں پر آپ کا مزار پُر انوار تعمیر کیا گیا۔ جو کہ مرجع خلائق عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے پیر محمد جمیل الرشید آپ کے دربار کے سجادہ نشین ہیں جن کو آپ نے اپنی ظاہری حیات

مبارکہ میں اپنا نائب وسجادہ نشین مقرر کر دیا تھا۔ جو کہ نہایت ہی ملنسار بلند اخلاق اور پیار ومحبت کا عملی نمونہ ہیں۔ بڑے ہی احسن انداز میں سلسلہ عالیہ کی خدمت میں مصروف عمل ہیں اور اپنے اسلاف کے طریقہ پر چلتے ہوئے ہر ماہ چاند کی ۱۰ تاریخ کو گیارہویں شریف بلاناغہ کرواتے ہیں اور دربار شریف ہو یا آستانہ آنے والے مریدین کی دن ورات خدمت میں مصروف وکوشاں رہتے ہیں۔ اور سلسلہ عالیہ کی ترقی وترویج کے لئے انتہائی لگن اور محنت سے کام کر رہے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کے ساتھ بڑی ہی اچھی یاد اللہ ہے۔ فقیر کی دعوت پر اکثر وبیشتر سالانہ عرس غریب نواز اور بڑی گیارویں شریف وعرس فیض ملت میں تشریف لا کر محفل کو رونق بخشتے ہیں۔ فقیر بھی آپ کی دعوت پر کئی مرتبہ حضرت پیر حاجی عبدالرشید صاحب چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے سالانہ عرس پر حاضر ہوا۔ قبرستان کے شہر خاموشاں میں عرس کے موقعہ پر ایک خاص رونق اور کیفیت ہوتی ہے۔ لاتعداد صوفیہ اور مشائخ وعلماء تشریف لاتے ہیں۔ ملک کے نامور قوال حضرات محفل سماع میں عارفانہ کلام پیش کر کے عرس پاک کی رونق کو دوبالا کرتے ہیں۔ قبرستان میں آپ کے دربار پر آپ کے جانشین صاحبزادہ پیر جمیل الرشید صاحب کا اندازِ تعمیر اور دربار شریف پر نقش ونگار اور حسن انتظام دیکھنے کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب کو داد دیئے بغیر نہیں رہا جاتا۔ دُعا ہے مالک ومولا بزرگان دین کا صدقہ صاحبزادہ صاحب کو درازی عمر اور استقامت عطا فرمائے۔

منقبت در شان حضرت ریاض الملت مفتی محمد ریاض الدین چشتی قادری

جہان فقر ہے دولت کدہ مفسرِ قرآن کا
خدا ہی جانتا ہے مرتبہ مفسرِ قرآن کا

فقیری راستے کی منزلیں پوچھو فقیروں سے
فقیری راستہ ہے راستہ مفسر قرآن کا

چھوڑ کر دنیائے فانی لحد میں وہ جا بسے
نظروں سے اوجھل ہو گیا چہرہ مفسر قرآن کا

در پر ہزاروں جھولیاں پھیلی نظر آتی ہیں
جھولیاں بھرتا نظر آتا ہے ہر شیدا مفسرِ قرآن کا

زمانہ آپ کی ہر بات کو تسلیم کرتا ہے
مسلم ہے مذہب حنفی میں ہر فیصلہ مفسرِ قرآن کا

جابر خوش نظر نے ڈوب کر موجِ تصور میں
کیا دیدار کتنی مرتبہ مفسرِ قرآن کا

از قلم۔ صاجبزادہ محمد جابر خان ماجد، لنگر شریف

حضرت علامہ پیر محمد ریاض الدین چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عمدۃ المدرسین، مفسر قرآن، شیخ الحدیث عالم باعمل، شیخ العصر، حضرت مولانا محمد ریاض الدین صاحب چشتی قادری عرف گلاب خان رحمتہ اللہ علیہ ۸ ذی الحج ۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۶ اپریل ۱۹۳۳ء کو ملک عبدالستار مرحوم کے گھر موضع لنگر ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ آپ ہاشمی اعوان قبیلہ کے عظیم و کبیر علم دوست گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے پردادا ملک نواب خان اعوان مرحوم اپنے وقت کے مشہور صاحب علم اور دین دار انسان تھے۔

آپ کے والد گرامی ملک عبدالستار اعوان مرحوم نے اپنے والد ملک نواب خان اعوان مرحوم کی یاد میں ان کے ایصال ثواب کی غرض سے اپنے گاؤں لنگر شریف ضلع اٹک میں آٹھ کنال ذاتی اراضی وقف کر کے دین اسلام اور مسلک اہل سنت کا مرکز بنایا۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ کے خاندان کے افراد اگرچہ زمیندار تھے۔ کاشت کاری ان کا معمول زندگی تھا مگر اس کے باوجود یہ تمام خاندان نیک سیرت باکردار اور علم دوست تھا۔ ایسے ماحول میں آپ نے جب آنکھ کھولی تو آپ کے آباؤاجداد نے آپ کی تربیت بھی اسی طرز پر کی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو والدین نے دین متین اور مسلک اہل سنت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آپ نے ابتدائی انگریزی و دنیاوی تعلیم مڈل تک اور قرآن عظیم کی ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں لنگر شریف میں ہی حاصل کی۔

بعدازاں دینی علوم کی باقاعدہ تکمیل کیلئے چورہ شریف، مکھڈ شریف مرکزی دارالعلوم احسن المدارس باغ سرداراں راولپنڈی، مدرسہ فیض العلوم پاکپتن شریف، اور جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد جیسے علمی مراکز میں علوم دینیہ کی تکمیل کیلئے داخل رہے۔

آپ کے اساتذہ کرام ☆: آپ نے علوم دینیہ کے حصول کے لیے جن عظیم شخصیات سے اکتساب فیض کیا ان میں محدث اعظم پاکستان ابوالفضل حضرت مولانا محمد سردار احمد فیصل آبادی، شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی ثمہ وزیر آبادی، مولانا پیر سید محمد زبیر حسین شاہ آف چکوال، صاحبزادہ محمد ارشاد حسین چورا شریف، علامہ قاضی محمد اسرار الحق حقانی راولپنڈی، مولانا سلطان محمود صاحب، مولانا اللہ بخش واں بھچراں میانوالی، مولانا محمد اسحاق صاحب رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

مختلف علوم و فنون کی تکمیل کے بعد کتب احادیث جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد میں حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھ کر ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ بمطابق گیارہ فروری ۱۹۶۱ء کو سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل کر کے سرفراز ہوئے۔

آغاز درس و تدریس ☆: آپ نہایت ہی قابل محنتی اور باصلاحیت مدرس ہوئے ہیں تکمیل علوم دینیہ کے فوراً بعد دارالعلوم رحمانیہ ہری پور میں بحیثیت نائب صدر مدرس تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے اس کے بعد دربار عالیہ میرا شریف تحصیل پنڈی

گھیپ ضلع اٹک اس کے بعد دارالعلوم عربیہ غوثیہ لالہ موسیٰ اور مدرسہ تبلیغ الاسلام گجرات میں بطور صدر مدرس فرائض سرانجام دیتے رہے اسی طرح آپ جامعہ اسلامیہ چک سواری میرپور آزاد کشمیر میں بطور شیخ الحدیث فرائض سرانجام دیتے رہے بعدازاں اپنے علاقہ مرزا روڈ تحصیل جنڈ ضلع اٹک میں ایک عظیم الشان دین اسلام اور اہلسنت و جماعت کا مرکز قائم کیا اور بطور مہتمم و صدر مدرس و شیخ الحدیث کی حیثیت سے تادم آخر پوری جانفشانی سے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

الحمدللہ آپ کی دن ورات کی محنت شاقہ کی وجہ سے آپ کے لاتعداد شاگرد علمائے کرام اندرون و بیرون ملک مسلک حقہ اہل سنت و جماعت اور دین اسلام کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ نے کئی مرتبہ جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال میں بھی دورہ تفسیر القرآن پڑھانے کی سعادت حاصل کی۔

خطابت ☆: اگرچہ آپ بنیادی طور پر ایک فاضل ترین اور پختہ ذہن مدرس تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک اچھے خطیب بھی تھے۔ آپ نے اپنے علم اور خطابت کے فن سے ملکی سطح پر مذہبی تبلیغی واشاعت دین کی خاطر ملکی سطح پر دورے کر کے عوام اہل سنت کے دلوں کو گرمایا۔ اس کے علاوہ دربار عالیہ میرا شریف تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک اور لال جامع مسجد لالہ موسیٰ میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اس کے بعد تادم آخر جامع مسجد محمدیہ نوریہ اٹک میں بطور خطیب فرائض سرانجام دیتے رہے۔

آپ کی تصانیف ☆: آپ نے تدریس اور خطابت کے علاوہ میدان تحریر میں بہت کام کیا اور بہت سی کتابیں لکھی ہیں جو کہ آپ کے علمی یادگار ہیں۔ (نمبر۱) سیف جدید بجواب رشید ابن رشید۔ (نمبر۲) گنجینہ حق۔ (نمبر۳) آئینہ حق۔ (نمبر۴) خزینہ حق۔ (نمبر۵) مدینہ حق۔ (نمبر۶) مرأت دین۔ (نمبر۷) سفینہ حق۔ (نمبر۸) اسلامی عقائد اوران کے احکام۔ (نمبر۹) حاشیہ فارسی صغریٰ و اوسط۔ (نمبر۱۰) تفسیر ریاض القرآن ۴ جلدوں پر مشتمل چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے۔ اس کے علاوہ تفسیر العرفان جو کہ غیر مطبوعہ ہے۔

سلسلہ بیعت ☆: آپ نے ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ بمطابق ۱۰ فروری ۱۹۶۱ء کو حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری رضوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا اور تمام زندگی اپنے شیخ طریقت کے مشن کی تکمیل میں مصروف رہے۔

شعری ذوق ☆: آپ کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صفات کا مالک بنایا ہے مختلف علوم وفنون کے علاوہ آپ کو شعر گوئی کا ملکہ بھی حاصل تھا۔ آپ نے اردو کے علاوہ فارسی اور عربی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں نعتیں لکھیں اس کے علاوہ عربی زبان میں اپنے استاد مکرم و شیخ طریقت حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری رضوی فیصل آبادی کی شان میں ایک منقبت بھی لکھی جو کہ آپ کے شاعرانہ ذوق کی آئینہ دار ہے۔

آپ کے مشہور تلامذہ ☆: یوں تو آپ کے تلامذہ کی ایک بہت بڑی جماعت ہے مگر اختصار سے کام لیتے ہوئے چند مشہور شاگرد علماء کے اسمائے گرامی تحریر کئے جاتے ہیں۔ جنہوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا ہے۔ (نمبر۱) ابوالوفا حضرت علامہ مولانا حافظ محمد خان قادری بانی و مہتمم جامع مسجد محمدیہ نوریہ اٹک۔ (نمبر۲) حضرت مولانا قاری غلام مجتبیٰ خطیب کالا باغ میانوالی۔ (نمبر۳) مولانا قاری غلام محمد خان خطیب جامع مسجد اٹک صدر۔ (نمبر۴) مولانا محمد اکرم ہاشمی خطیب شاہدرہ لاہور۔ (نمبر۵) مولانا غلام

رسول نقشبندی آزاد کشمیر۔ (نمبر ۶) مولانا محمد صدیق ہزاروی مدرس جامعہ نظامیہ لاہور کے نام قابل ذکر ہیں۔

سیرت و کردار☆: آپ کی تمام زندگی احکام دین وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں گزری، زندگی کا ایک ایک لمحہ خوف خدا اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر ہوا، کوئی لمحہ شریعت وطریقت بزرگان کی خلاف ورزی میں نہ گزرنے دیا، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف سرمایہ حیات بلکہ جزو ایمان سمجھا۔

عبادت وریاضت میں یگانہ روزگار تھے، فرائض کی کماحقہ ادائیگی کے ساتھ ساتھ سنتوں کا اہتمام اور نفلی عبادات خصوصیت سے ادا فرماتے رہے، تمام عمر خلاف شریعت کوئی فعل سرزد نہ ہونے دیا اور نہ ہی کسی بھی شخص کو جرأت تھی کہ آپ کے سامنے خلاف شریعت کام کرتا، اگر کسی سے ایسی کوئی غلطی سرزد ہو بھی جاتی تو سختی سے محاسبہ فرماتے تھے، آپ نے پوری زندگی اپنے شیخ کامل کے فرمان اور طریقہ کے مطابق کبھی کسی حال میں بھی مختلف الخیال اور مختلف عقائد ونظریات رکھنے والوں سے دوستی تعلق واسطہ نہیں رکھا۔ شیعہ، دیوبندی، اہل حدیث، چکڑالوی، پرویزی اور دیگر باطل نظریات کے حامل لوگوں سے کوئی میل جول تعلق واسطہ نہ رکھا۔

آپ کو علم اور صاحبان علم وفضل سے خصوصی لگاؤ تھا، دین اسلام کا علم حاصل کرنے کے بعد آپ نے بقیۂ زندگی درس وتدریس اور اشاعت وتبلیغ اسلام میں گزاری، سینکڑوں افراد آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا فریضہ سر انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی ذات والا صفات میں اخلاص، پیار، محبت، وفا، حیا وشرم، صبر ورضا، استقامت، عزت وشرافت، دیانت، امانت، صداقت، جرأت وبہادری کا عنصر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، اگر یوں کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ جامع الصفات وحسنات وکمالات اور صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔

جامعہ رحمانیہ چھوہر شریف میں قیام☆: چونکہ آپ اپنے وقت کے بلند پایہ معتبر عالم دین تھے مختلف جگہوں پر اہل علم و فن میں آپ کے علم وفضل کے چرچے ہو رہے تھے۔

جامعہ رحمانیہ ہری پور کی انتظامیہ اور چھوہر شریف کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ خواجہ محمد محمود الرحمٰن صاحب کو آپ کے بارے میں علم ہوا تو جامعہ رحمانیہ کی انتظامیہ کے اراکین ہری پور سے لنگر شریف میں آپ کے عظیم والد گرامی حضرت باباجی ملک محمد عبدالستار خان شہید ملت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ ہم آپ کے صاحبزادے علامہ محمد ریاض الدین صاحب کو لینے کے لئے آئے ہیں۔ لہٰذا آپ ان کو ہمارے ساتھ ہری پور جانے کی اجازت عنایت فرما دیں، ان کی یہ بات سن کر آپ کے والد گرامی کچھ پریشان سے ہو گئے اس لئے کہ ان کا خیال یہ تھا کہ آپ اب اپنا تمام وقت لنگر شریف میں قائم مسجد ومدرسہ کو آباد کرنے میں صرف کریں اور اپنی علمی وفنی صلاحیتوں سے اس جگہ کو آباد کریں کیونکہ آپ کے والد گرامی نے اس عظیم مقصد کے لئے نہ صرف آٹھ کنال رقبہ وقف کیا تھا بلکہ آپ سمیت دیگر صاحبزادوں کو بھی اس عظیم مشن کی تکمیل کے لئے وقف کر دیا تھا اور زندگی کے قیمتی لمحات آپ نے حصول علم میں گزارے ہیں اس لئے اب حق تو یہی تھا کہ لنگر شریف کو ہی وقت دیا جائے۔

مگر چونکہ اپنی خاندانی روایات کے پیش نظر اپنے دروازے پر آئے ہوئے کسی بھی شخص کو سوال پورا کئے بغیر واپس بھیجنا بھی محال تھا، آپ کے والد گرامی گہری سوچ میں پڑ گئے۔ بالآخر انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی اور دیگر اعزا سے مشورے کے بعد آپ کو جامعہ رحمانیہ کے منتظمین کے ساتھ جانے کی اجازت عنایت فرمادی۔ آپ کے ہمراہ آپ کے برادر حضرت ابوالوفا حافظ القاری علامہ خان محمد خان حیدر صاحب قادری کو بھی روانہ کردیا آپ نے اپنی والدین کے قدموں کو بوسہ دیا اور جامعہ رحمانیہ ہری پور کی جانب چل دیئے جب آپ وقت معینہ پر جامعہ رحمانیہ پہنچے تو اس وقت مہتمم جامعہ رحمانیہ اور چھوہر شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد محمود الرحمٰن مدظلہ العالی بڑی ہی شدت سے آپ کے انتظار میں تھے، آگے بڑھ کر ملے استقبال کیا اور آپ کو جامعہ رحمانیہ کی تدریس کی ذمہ داری سونپ دی۔

مفسر قرآن کا شیخ القرآن سے قلبی تعلق☆: جامعہ رحمانیہ ہری پور میں ان دنوں جامعہ کے صدر مدرس شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ پیر سید محمد زبیر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ تھے اور آپ مدرس چونکہ حضرت شیخ القرآن پیر سید محمد زبیر شاہ علیہ الرحمۃ آپ کے استاد بھی تھے، اس مقدس رشتے کے باوجود جامعہ رحمانیہ میں تین سالہ قیام کے دوران ہر دو حضرات میں دلداری، غم خواری، لج پائی کی عجیب بہار تھی، کسی نئے آنے والے کو یہ محسوس ہوتا کہ یہ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اگر کوئی نو وارد آ کر حضرت شاہ صاحب سے پوچھتا کہ آپ دونوں بھائیوں میں بڑا کون ہے تو حضرت شیخ القرآن آپ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے یہ ہر لحاظ سے مجھ سے بڑے ہیں اور اگر کوئی نو وارد آپ سے پوچھتا تو آپ حضرت شیخ القرآن کی طرف اشارہ کر کے فرمادیتے کہ حضرت قبلہ شاہ صاحب ہمارے مخدوم ہیں اور یہ سلسلہ صرف جامعہ رحمانیہ تک نہیں بلکہ تاحیات جاری رہا اور حضرت شیخ القرآن کا احترام اسی انداز سے فرماتے رہے جیسا کہ زمانہ طالب علمی میں فرمایا کرتے تھے۔

حضرت محدث اعظم کی خدمت و تیمار داری☆: جن دنوں آپ کے استاد محترم حضرت محدث اعظم پاکستان ابوالفضل مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری علیہ الرحمۃ نے بوجہ علالت ہری پور تشریف لانا تھا تو اس وقت آپ نے اپنے ساتھی علماء اور شاگردوں کے ہمراہ نائب اعلیٰ حضرت محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری علیہ الرحمۃ کا استقبال حسن ابدال سے ہری پور آنے والے راستے پر شایان شان طریقہ سے کیا۔ اس موقع پر پورا ہری پور شہر نعرہ رسالت اور حضرت محدث اعظم کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ حضرت محدث اعظم تقریباً ایک ماہ تک جامعہ رحمانیہ میں قیام پذیر رہے اس دوران حضرت محدث اعظم کی مکمل تیمار داری، ادویات، قیام، طعام، آرام، نشست و برخاست دیگر معمولات کی ذمہ داری آپ نے سنبھالے رکھی اور بڑی ہی عقیدت و محبت سے اپنے شیخ کامل و استاذ المکرم کو نماز کے لئے وضو کراتے، بوجہ کمزوری دوران نماز حضرت محدث اعظم کو نماز میں قیام کے دوران سہارا دیکر کھڑا کرتے حتیٰ کے تمام امور کی انجام دہی خود اپنے ہاتھوں سے فرماتے رہے۔

ہری پور میں قیام کو ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ حضرت محدث اعظم کی طبیعت پہلے سے بہت بہتر ہوگئی دن کی نمازیں مسجد شریف میں ادا فرمانے لگے اور نماز عصر اور مغرب کے درمیانی وقت میں آپ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر چہل قدمی کے لئے باہر بھی تشریف لے جانے لگے۔ آپ کی خدمت و محنت کو دیکھ کر حضرت محدث اعظم بہت خوش تھے اور ہمہ وقت آپ کو دعاؤں سے نوازتے تھے۔

حضرت محدث اعظم خانقاہِ معلیٰ لنگر شریف میں ☆: قیام ہری پور کے دوران ہی آپ نے ربیع الاول شریف کے مقدس مہینہ کی مناسبت سے لنگر شریف میں جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم رکھا اور حضرت محدث اعظم پاکستان کو اس میں شرکت کے لئے دعوت دی جسے انہوں نے منظور فرمالیا، تو اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے آپ نے شیخ القرآن حضرت قبلہ پیر سید محمد زبیر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو بھی دعوت دی کہ لنگر شریف میں جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جشن حضرت محدث اعظم ہونا قرار پایا ہے لہٰذا آپ بھی اس میں شرکت فرمائیں جسے انہوں نے بھی قبول فرمالیا۔

نائب اعلیٰ حضرت محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ حسب پروگرام جب لنگر شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک پہنچے تو ان کا شایانِ شان استقبال کیا گیا۔ اس موقع پر آپ کے عظیم والد گرامی حضرت بابا ملک عبدالستار صاحب علیہ الرحمۃ بھی موجود تھے۔ حضرت محدث اعظم نے پرنم آنکھوں اور بھرائی ہوئی آواز میں خوشی سے مسکراتے ہوئے آپ کے والد گرامی حضرت بابا جی کی طرف دیکھ کر فرمایا آپ کے صاحبزادے نے میری بڑی خدمت کی ہے، آپ کے والد گرامی نے انتہائی احترام سے عرض کیا سرکار یہ جیسے میرے بچے ہیں، اسی طرح آپ کے بھی بچے ہیں، والدین و بزرگوں کی خدمت اولاد کا حق بنتا ہے، حضرت محدث اعظم نے جواباً فرمایا۔ لاریب میرے بچے ہیں۔

اس موقع پر حضرت محدث اعظم کی دوررس نگاہیں آپ کے چہرہ مبارک پر جمی ہوئی تھیں اور وہ محسوس فرما رہے تھے کہ یہ مستقبل میں مفسر قرآن کے منصب پر فائز ہوں گے۔ جلسہ میلاد النبی و جشن محدث اعظم اپنے عروج پر تھا کہ حضرت محدث اعظم نائب اعلیٰ حضرت مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی علیہ الرحمۃ نے شیخ القرآن علامہ پیر سید محمد زبیر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اور دیگر لاتعداد علماء اور عوام کے بھرے اجتماع میں اعلان فرمایا کہ فقیر لائل پور (موجودہ نام فیصل آباد) میں دوران ملاقات احباب کو امانت ایصال کرتا ہے۔ مگر حضرت مولانا محمد ریاض الدین صاحب کو ان کے گھر آ کر امانت خلافت سپرد کرتا ہوں۔ اس اعلان کے بعد حضرت محدث اعظم نے تمام علماء اور مشائخ کی موجودگی میں عوام اہل سنت کے ہزاروں کے اجتماع میں آپ کے سر پر سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ کی دستار خلافت باندھ کر آپ کو صاحب مجاز وارشاد فرمایا۔

اس سے آپ کی شان عظمت اور قدر و منزلت کا پتہ چلتا ہے کہ آپ کا اپنے مرشد کامل اور استاد محترم کی نگاہ میں کتنا مقام تھا، کہ شیخ کامل نے فیضان ولایت کی بارش آپ کے گھر لنگر شریف میں آ کر برسادی اور دنیا والوں کو بتا دیا کہ ریاض الملت میرا مرید و شاگرد ہی نہیں بلکہ میرا محبوب بھی ہے۔

حالت بیداری میں زیارت والیٔ کونین ☆: آپ کے برادر اصغر و مرید و خلیفہ و جانشین حضرت علامہ پیر طریقت ابو الوفا قاری حافظ خان محمد خان چشتی قادری مدظلہ العالی اپنے ایک مکتوب میں فقیر راقم الحروف سے فرماتے ہیں کہ وصال سے ایک ہفتہ قبل آپ نے میری اقتداء میں نماز فجر ادا کی۔ اس کے بعد جناب صاحبزادہ محمد عبدالرحمٰن خان صاحب کی موجودگی میں مجھ سمیت دیگر صاحبزادگان سے یکے بعد دیگر مکمل سورۃ یٰسین شریف سُنی، اس کے بعد آپ نے صاحبزادہ عتیق الرحمٰن خان سلمہ کو نعت پڑھنے کا حکم دیا۔

چنانچہ تعمیل ارشاد کی خاطر انہوں نے کتاب ذکر حبیب سے نعت شریف پیش کی جس کے اشعار درج ذیل ہیں۔

ہو تم روح رواں بزم ہستی یا رسول اللہ

جب صاحبزادہ صاحب نے اس نعت کا یہ آخری شعر پڑھا۔

گدا گر یہ ریاض آقا تمہاری دید چاہتا ہے
نہ رہ جائیں میری آنکھیں ترستی یا رسول اللہ

اس شعر کو آپ نے بتکرار سنا اور بار بار سنا۔

اس وقت آپ کی چارپائی مبارک تہہ خانہ کے غربی کمرہ میں شمالاً جنوباً بچھی ہوئی تھی، اس شعر کی تکرار کے دوران آپ نے جنوبی کونے کی طرف توجہ مرکوز کر کے اپنے دونوں ہاتھ مبارک اپنی پیشانی مبارک تک لے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بار بار استغاثہ پیش کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبول فرمالو، اسی دوران آپ نے ایک مرتبہ معصوم سی مسکراہٹ فرمائی، اور چند لمحوں کے بعد آپ دوبارہ اپنی پہلی حالت میں واپس آ گئے جب آپ کی طبیعت کو سکون ہوا تو خلوت کے دوران میں نے عرض کیا، حضرت بڑی ہی محبوبانہ اداؤں سے کس عظیم ہستی کا انتظار اور بعد میں ملاقات فرما رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس کونے میں ایک حسین ترین کرسی پر ایک عدیم المثال حسین وجمیل ہستی تشریف فرما ہوئی، تو میں نے ان کی خدمت میں سلام پیش کیا تھا، کیا تم نے سنا تھا، میں نے عرض کیا حضور مجھ سمیت سب نے سنا تھا، اس کے بعد فرمایا کہ میں نے عتیق الرحمٰن کو کہا تھا کہ قدم بوس ہو کر قدوم مبارک کی حکمت دریافت کرو۔

میں نے عرض کیا حضور آپ نے ظاہراً تو عزیز کو حکم نہیں فرمایا، پھر قدرے توقف کے بعد فرمایا۔

ہر زماں از غیب جانے دیگر است

اس کے بعد خود ہی اعلیٰ حضرت محدث بریلی کی مشہور زمانہ نعت کا یہ شعر پڑھنا شروع کر دیا۔

لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مِّثْلِ تُوْ نَہ شُدْ پَیْدَا جَانَا

اس کی تلاوت کے دوران آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا کہ کرسی اس قدر شان والی تھی کہ اس کی تعریف بیان سے باہر ہے، پھر فرمایا کہ اگر کرسی کی خوبصورتی اور شان ودلکشی اس قدر تھی تو کرسی والے کی شان کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے صحابی رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور زمانہ کلام

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِیْ
وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

یہ پورا کلام سن کر اعلیٰ حضرت محدث بریلی کی شہرہ آفاق نعت

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں

اس دوران آپ پر گریہ طاری تھا اور انگشت شہادت ہوا میں لہرا لہرا کر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور سحاب ساون کی طرح

آنکھوں سے آنسوں برساتے رہے۔

لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء ☆: آستانہ عالیہ لنگر شریف کی جامع مسجد شاہ جیلان میں سالانہ جلسہ عید میلاد النبیؐ و عرس بزرگان لنگر شریف کے موقع پر خصوصی خطاب کے لئے فیض الملت عاشق رسول علامہ قاری غلام محمد خان چشتی قادری علیہ الرحمۃ نے اعلان فرمایا اب داتا کی نگری لاہور سے تشریف لائے ہوئے ہمارے معزز مہمان حضرت علامہ پیر محمد اکرم شاہ ہاشمی قادری خطاب فرمائیں گے اس وقت مسجد میں 63 کے قریب علماء و مشائخ تشریف فرما تھے۔ علامہ محمد اکرم شاہ الہاشمی نے خطبہ پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا میں قائد عالمی وحدت اسلامیہ حضرت علامہ ابوالوفا حافظ خان محمد خان صاحب مدظلہ العالی کے حکم پر حاضر ہوا ہوں، یہ ان کی ذرہ نوازی ہے کہ مجھے مہمان ذیشان جیسے لقب سے نوازا۔ میں اس در کا غلام ہوں، میلاد والے آقا کے دستر خوان نعمت کا صدقہ (مرشد خانے کا فیضان) مخدوم امم حضرت سیدنا داتا سرکار کے زیر سایہ تقسیم کر رہا ہوں۔

اس کے بعد انہوں نے بھرے اجتماع میں فرمایا کہ گذشتہ ہفتے بیگم کوٹ لاہور میں غیر مقلدوں کے ساتھ میرا مناظرہ ہو رہا تھا، دوران مناظرہ حوالے دیتے وقت کتاب کا نام میرے ذہن سے نکل گیا، اس مشکل کی گھڑی میں سخت گھبرایا کہ تحفظ ناموس رسالت کا معاملہ ہے، کیا کیا جائے۔

اسی سوچ میں تھا کہ سامعین محترم شہید ملت بابا جی ملک محمد عبدالستار خان کے خوش بخت خاندان اور قابل صد احترام علماء اور مشائخ و شمع رسالت کے پروانو میں دوبارہ حلف اٹھا کر کہتا ہوں کہ چشم زدن میں میرے مرشد مفسر قرآن ریاض الملت کا دایاں ہاتھ مبارک نمودار ہوا اور کتاب کھول کر مطلوبہ عبارت میرے سامنے رکھ دی۔

آج بھی میری نگاہوں میں وہ منظر گھوم رہا ہے، دست مبارک کی تینوں انگلیاں کتاب کی پشت سے سہارے ہوئے اور انگوٹھا مبارک اور چھنگلیا کتاب کی سیدھی طرف، میں نے وہ عبارت دیکھ کر غیر مقلدین مد مقابل کو سنائی، اس کے بعد فوراً وہ ہاتھ غائب ہو گیا۔

حضرت علامہ محمد اکرم شاہ ہاشمی فرماتے ہیں کہ بس دستگیری کیا تھی کہ میں نے خدا کے فضل و کرم سے غیر مقلدین پر گرفت حاصل کی، خدا نے مجھے اپنے مرشد کریم کے طفیل کامیابی سے ہمکنار فرما دیا۔

لنگر شریف کی دولت میرا شریف میں تقسیم ☆: حضرت قبلہ پیر ارشاد حسین شاہ صاحب چوراہی کے بار بار اصرار پر آپ ہری پور سے آستانہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میرا شریف تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک کے معروف دینی مدرسہ میں بطور مفتی و شیخ الحدیث اور خطیب اعلیٰ مرکزی جامع مسجد میرا شریف مقرر ہو کر تشریف لائے۔

آپ کے آتے ہی مدرسہ کی رونقیں دوبالا ہو گئیں اور دور دراز علاقوں سے لاتعداد طلباء آ کر زانوے تلمذ طے کر کے تحصیل علوم دینیہ کرنے لگے۔

ان دنوں دربار عالیہ میرا شریف کے سجادہ نشین حضرت شیخ العصر فقیر محمد عبداللہ صاحب چشتی نظامی علیہ الرحمۃ تھے۔ وہ آپ سے بہت شفقت و محبت فرماتے تھے۔

ایک دفعہ میر اُشریف کے قریبی گاؤں نکہ توت کے ایک بدعقیدہ شخص نے ایک جنازہ کے موقع پر حیلہ اسقاط کرنے پر اپنی خباثت کا اظہار کرتے ہوئے قرآن پاک اور دیگر اشیاء کو اٹھا کر باہر پھینک دیا کہ یہ سب فضول ہے بند کرواسے شریعت میں اس کا کوئی جواز نہیں وغیرہ وغیرہ جیسے نازیبا الفاظ استعمال کیئے۔

اس واقعہ کا علم جب حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کو ہوا تو انہوں نے بڑے دکھ بھرے لہجے میں آپ سے حیلہ اسقاط کی اہمیت کے بارے کتاب لکھنے کو فرمایا تو آپ نے جواباً عرض کیا حضرت دعا آپ فرمائیں کام میں آج ہی شروع کر دیتا ہوں۔

چنانچہ آپ نے حیلہ اسقاط کے موضوع پر چند دنوں میں تحقیق و تدقیق کا سمندر کوزے میں بند کر کے ایسی بے مثال و لاجواب کتاب سفینۂ حق کے نام سے مرتب فرمائی کہ آج تک کوئی بدمذہب، بدعقیدہ اس کا جواب نہ لکھ سکا، اس کتاب کو علمائے اہل سنت اور عوام اہلسنت نے اس قدر پذیرائی بخشی کے آج تک لاتعداد ایڈیشن شائع ہو کر عوام اہلسنت میں تقسیم ہو چکے ہیں۔

مبلغ طریقت شیخ الکاملین حضرت خواجہ احمد میروی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے سالانہ عرس کے موقع پر آپ کے عظیم والد بزرگوار حضرت باباجی ملک محمد عبدالستار صاحب علیہ الرحمۃ بھی میر اُشریف میں جلوہ افروز ہوئے تو ان کی آمد کے پیش نظر سجادہ نشین میر اُشریف خواجہ فقیر محمد عبداللہ چشتی نظامی علیہ الرحمۃ نے مصروفیات کے باوجود حضرت باباجی سے ملاقات کیلئے خصوصی نشست کا اہتمام فرمایا۔ دوران مجلس و گفتگو آپ کے والد گرامی حضرت باباجی صاحب نے حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ صاحب علیہ الرحمۃ سے آپ کے متعلق دریافت فرمایا تو اپنی سادہ سی اور کھلی طبیعت کے مطابق حضرت فقیر صاحب نے فرمایا۔ ''طریقت کی دولت خواجگان تقسیم فرما رہے ہیں اور شریعت کی نعمت لنگر شریف والے اعوان تقسیم فرما رہے ہیں، خوش نصیب جھولیاں بھر رہے ہیں، میں تو ایک رکھوالا ہوں۔''

ہمیں کیا خبر تھی کہ چورے والے پیروں نے سید محمد زبیر شاہ اور چھوہر شریف والوں سے زبردستی چھین کر یہ نعمت ہمیں عطا فرما دی ہے۔

یہ سن کر آپ کے والد بزرگوار حضرت قبلہ باباجی صاحب نے عرض کیا حضرت دعا و نگاہ فرمایا کریں، جواباً حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ دعا و نگاہ کے ذمہ دار تو بنگلے والے ہیں (یعنی حضرت خواجہ میروی)

میرے لئے تو جس طرح منظور احمد، محبوب احمد، مقبول احمد، ظفر احمد اسی طرح ریاض الدین صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: یوں تو آپ نے لاتعداد حضرات، علمائے کرام کو دستار خلافت سے نوازا ہے ان میں سے چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں۔ حضرت پیر محمد روح الامین، قادری شہباز گھڑامردان، حضرت علامہ ابوالشفا پیر محمد خان قادری موچھ شریف ضلع میانوالی۔ حضرت پیر سید امیر حسین قادری ڈیرہ سادات سرائے عالمگیر، صاحبزادہ پیر قاری محمد عبدالمالک قادری رضوی لنگر شریف، پیر محمد اکرم شاہ بیگم کوٹ لاہور، پیر قاری سلطان احمد چشتی قادری کلر سیداں، علامہ پیر محمد ابوذر قادری ریاض آباد شریف اٹک، پیر ابوالمظہر محمد بشیر قادری فتح جنگ، پیر قاری خداداد خان قادری جھامرہ مورگاہ راولپنڈی،، خلیفہ پیر محمد اشرف قادری اٹک شہر، پیر المسعود غلام رسول قادری نقشبندی حال مقیم انگلینڈ، حضرت علامہ پیر محمد دلاور قادری، حال انگلینڈ، حضرت علامہ پیر مشتاق احمد قادری کمال آباد راولپنڈی کینٹ، پیر محمد

عبدالوارث چشتی قادری خطیب میرا شریف پنڈی گھیپ، حضرت علامہ قاری اعجاز خان رضوی قادری لنگر شریف، حضرت علامہ قاری غلام محمد خان لنگر شریف، حضرت شہسوار ملک محمد عبدالرحمن خان چشتی قادری لنگر شریف، حضرت علامہ صاحبزادہ محمد جابر خان ماجد چشتی قادری، علامہ قاضی محمد احسان الحق قادری خطیب مرزا گاؤں ضلع اٹک، حضرت علامہ قاری عطاء المصطفیٰ رضوی مرزا گاؤں۔

اولاد وامجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو چار صاحبزادے عطا فرمائے جن میں حضرت صاحبزادہ محمد خان قادری رضوی، حضرت صاحبزادہ محمد اکرم خان علوی، حضرت علامہ صاحبزادہ محمد صلاح الدین خان واحد رضوی، حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عثمان خان قادری رضوی، الحمد اللہ تمام صاحبزادگان علم وفضل کی دولت سے مالا مال اور گوں نہ گوں صلاحیتوں سے بھرپور زندگی گزار رہے ہیں۔ ہر چہار صاحبزادگان پابند شریعت وطریقت اور اپنے اسلاف کے مشن وعلوم کے حقیقی وارث ومظہر ہیں اور آپ کے بنائے ہوئے ادارے کی مکمل طور پر نگرانی ونگہبانی کر رہے ہیں۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 1422ھ 13 ربیع الثانی بمطابق 2001ء بروز جمعۃ اللہ مبارک بوقت فجر کو ہوا۔ مزار پر انوار مرکزی دارالعلوم جامعہ غوثیہ معینیہ ریاض الاسلام فیض آباد شریف، محمد نگر اٹک کینٹ میں مرجع خاص وعام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے شاگرد وخلیفہ مجاز وچھوٹے بھائی شیخ الحدیث والتفسیر عالم باعمل حضرت علامہ ابوالوفا قاری حافظ خان محمد خان قادری رضوی دامت برکاتہم القدسیہ جو اپنے وقت کے عظیم مدرس ومقرر اور باعمل عالم دین ہیں، آج کے دور میں تقویٰ وپرہیزگاری، دین پر استقامت اور اپنے اسلاف کے اصولوں کی پابندی، شریعت مطہرہ کی پاسبانی، طریقت بزرگان دین کا حقیقی وارث اور اپنے بزرگوں کی عملی اور منہ بولتی تفسیر ہیں۔

جن کو تدریس، تجوید، فقہ، منطق، علم الکلام، علم ادب، فلسفہ، تفسیر وحدیث اور فن خطابت پر مکمل دسترس حاصل ہے۔

حضرت ابوالوفا علامہ خان محمد خان قادری مدظلہ العالی، سلیقہ شعار، وفادار، ڈھڑے باز، وعدے کے پکے، راست گو، مستقل مزاج، بااخلاق، باکردار، بامروت، نیک سیرت وپاک طبیعت شخصیت کے حامل ہیں۔

فقیر راقم الحروف پر خصوصی شفقت ومحبت فرماتے ہیں۔ اکثر غریب خانہ کو رونق بخشتے ہیں جبکہ فقیر آپ کی دعوت پر 27 ربیع الاول شریف کے سالانہ جلسہ میلاد وعرس بزرگان لنگر شریف میں حاضری سے سرفراز ہوا ہے۔

اس کے علاوہ اپنے چاروں صاحبزادگان کو بھی خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

آپ کے خلیفہ اکبر وجانشین ممتاز عالم دین حضرت علامہ مولانا حافظ القاری علامہ خان محمد خان قادری رضوی مقرر ہوئے۔ جو ایک باغ وبہار شخصیت کے مالک اور اپنے وقت کے بہترین شیخ الحدیث والتفسیر، عالم ربانی اور مرشد لاثانی ہیں۔ علم وعمل کا بحرِ بیکراں، مہمان نواز، بااخلاق وباوفا شخصیت کے مالک ہیں۔ فقیر کے ساتھ ٹیلی فون پر رابطہ کے علاوہ فقیر کے غریب خانے پر بھی کئی مرتبہ تشریف لائے ہیں۔ دعا ہے کہ مولا کریم علامہ موصوف کا سایہ تادیر اہلِ سنت پر قائم ودائم فرمائے۔

حضرت ابو محمد محمد عبدالرشید چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: قبلۂ طالبان، نائب محدث اعظم پاکستان، مفسر قرآن، فصیح اللسان، تیغ بے نیام، ضیغم اسلام، رازدان نغمۂ ام الکتاب، کامران منزل یوم الحساب، امام المجتہدین، سند المحد ثین، فیض یاب منزل توحید، باریاب جلوہ دید، شہسوار عرصۂ تجرید، شہباز اوج تفرید وہدایت وریاضت کے فرد فرید، حضرت ابو محمد، محمد عبدالرشید چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ کشتۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حق گو حق سنج ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1348ھ بمطابق 13 اپریل 1927ء کو جناب حضرت صوفی دین محمد چشتی صابری علیہ الرحمۃ کے گھر گورداسپور انڈیا میں ہوئی۔

آپ کے والد گرامی جناب حضرت صوفی دین محمد چشتی صابری علیہ الرحمۃ انتہائی پاکباز شخصیت کے مالک اور صوفی منش بزرگ تھے جو سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں سراج الاولیاء حضرت خواجہ شاہ محمد سراج الحق چشتی صابری گورداسپوری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے آپ بذات خود فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد گرامی اور والدہ ماجدہ اللہ کے مقبول بندوں میں سے تھے۔ ذکر و فکر، تلاوت قرآن اور دلائل الخیرات شریف کی تلاوت پابندی سے کرتے تھے اور ہر روز نماز مغرب کے بعد سب اہل وعیال کو لیکر درود پاک کی محفل سجاتے تھے۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد گرامی جناب حضرت صوفی دین محمد چشتی صابری اور حضرت بابا رستم علی المعروف بابا ہو علیہم الرحمۃ سے حاصل کی۔

ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد جب جوانی کی عمر کو پہنچے تو آپ کے والد گرامی نے فرمایا فوج میں بھرتی ہو جاؤ تو زندگی اچھی گزر جائے گی مگر آپ کا قلبی رجحان دینی تعلیم کی طرف تھا۔

والد گرامی کا فرمان ذیشان سُن کر آپ گھر سے فوج میں بھرتی ہونے کے لئے نکلے اور لاہور میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے مزار پرانوار پر پہنچے اور فاتحہ کے بعد دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی یا اللہ مجھے مدینہ شریف جانے والی فوج میں بھرتی کرا دے آپ خود فرماتے ہیں کہ میں حضور داتا صاحب کی بارگاہ میں عرض کی ایک طرف دنیا کی نوکری تو دوسری طرف دین کی نوکری، حضور داتا صاحب جو میرے لئے بہتر وہ فرما دیجئے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر مانگی ہوئی دعا قبول ہوئی آپ لاہور سے واپس لائلپور (موجودہ فیصل آباد) تشریف لائے اور حضرت محدث اعظم پاکستان کی خدمت میں داخلے کے لئے حاضر ہوئے۔

حضرت محدث اعظم پاکستان چونکہ آپ کے والد گرامی کے پیر بھائی ہیں، اس تعلق کی بناء پر آپ پر خصوصی شفقت فرماتے ہوئے داخلہ بھی دیا اور رہائش کے لئے اپنے ساتھ والا کمرہ عنایت فرما دیا۔ حضرت محدث اعظم پاکستان اکثر دوروں میں آپ کو اپنے ساتھ بھی رکھا کرتے تھے، اس طرح تدریس کے ساتھ ساتھ تربیت بھی احسن انداز میں ہوتی چلی گئی اور حضرت محدث اعظم پاکستان کی صحبت و تربیت کا ہی اثر تھا کہ آپ امام اہل سنت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمۃ کے سچے عاشق و فدائی اور سراپا رضویت بن گئے۔

جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد میں گیارہ برس کے تعلیمی دور میں آپ نے حضرت محدث اعظم پاکستان کے علاوہ حضرت مولانا حافظ محمد احسان الحق رضوی، محدث کبیر حضرت علامہ غلام رسول شارح بخاری اور حضرت علامہ مولانا معین الدین شافعی علیہم الرحمۃ سے اکتساب فیض کیا اور علوم دینیہ میں تحصیل و تکمیل کر کے سند فراغ حاصل کی۔

آپ بذات خود فرماتے تھے کہ دوران تعلیم ہی میری شادی ہوگئی تھی، دو بچے بھی ہوگئے تھے مگر اس کے باوجود تعلیمی عمل میں رکاوٹ نہ آنے دی اور مسلسل گیارہ برس میں صرف دو اسباق کا حرج ہوا۔ زمانہ طالب علمی میں آپ اپنے زہد و تقویٰ و پرہیز گاری کی وجہ سے تمام طلباء میں ایک جداگانہ حیثیت کے حامل اور تمام اساتذہ کے منظور نظر تھے، مطالعہ کا اس قدر شوق تھا کہ اکثر رات بھر مطالعہ میں ہی مصروف رہتے تھے۔

شیخ القرآن ابو الحقائق حضرت علامہ عبد الغفور ہزاروی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ سے آپ نے دورۂ تفسیر قرآن وزیر آباد میں پڑھا تھا۔

علم دین سے محبت ☆: آپ کو علوم دینیہ سے اس قدر لگاؤ تھا کہ زمانہ طالب علمی میں مدرسے میں سبق کے لئے جاتے ہوئے سائیکل اگر کیچڑ گارے میں پھنس جاتی تو آپ سائیکل راستے میں ہی چھوڑ کر پیدل ہی سبق کے لئے مدرسے چلے جاتے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ تبلیغ کیلئے دور دراز سفر پر بھی تشریف لے جاتے مگر پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ کبھی موقوف نہیں ہوا، یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ حدیث شریف پڑھا رہے تھے کہ کسی نے آکر بتایا کہ حضرت آپ کی صاحبزادی کا انتقال ہوگیا ہے۔ یہ خبر سن کر آپ نے **انا للہ و انا الیہ راجعون** پڑھا اور دوبارہ سبق پڑھانے میں مشغول ہوگئے۔ اسباق کی تکمیل کے بعد گھر تشریف لے کر گئے۔

اسباق پڑھانے کے وقت اگر کوئی آجاتا تو آپ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے بلکہ سبق پڑھانے میں مصروف رہتے تھے، آپ کی تمام زندگی دین کی تعلیم پڑھنے اور پڑھانے میں بسر ہوئی۔

محدث اعظم پاکستان کی خدمت ☆: جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد میں گیارہ سال تک طالب علمی کے دور میں

آپ حضرت محدث اعظم پاکستان ابوالفضل مولانا محمد سردار احمد قادری رضوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ہمہ وقت مصروف عمل رہتے تھے۔

اسباق سے فراغت کے بعد حضرت محدث اعظم کی زلفوں میں تیل لگانا، سر کی مالش کرنا آپ نے اپنے اوپر لازم کرلیا تھا، ہمہ وقت استادِ محترم اور شیخ کامل کی صحبت میں رہتے ان کے رخ انور کی زیارت کرتے، اس طرح آپ پر تصوف کی راہیں کھلتی گئیں اور عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے دریا بہتے گئے اور مرشد کامل کی خصوصی توجہات سے ایسا رنگ چڑھا کہ لوگ آپ کو مظہر و نائب محدث اعظم کے لقب سے پکارنے لگے اور پوری دنیائے اہل سنت میں آپ کو نائب محدث اعظم کے نام سے ہی یاد کیا اور لکھا جاتا ہے۔

غلبۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ☆: عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سینے میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا تمام زندگی عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی درس دیا، کیفت یہ تھی کہ طلباء کو پڑھاتے ہوئے اگر ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا سنت خیر الانام آ گیا تو وہ درس وسبق بھی عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرصع ہوتا، ہر ہر لفظ اور ہر ہر جملے سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک آتی تھی۔ اگر یوں کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ سفیر عشق اور کشتۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

آپ ایسے عاشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عالم یا واعظ، یا صوفی نہ تھے کہ گستاخ گستاخی کرتا رہے اور عالم، واعظ یا صوفی کمرے میں بیٹھ کر یہ کہہ دے کہ ہم اسے کچھ نہیں کہتے وہ جانے اس کا ایمان، ہم کسی سے کیوں لڑائی لڑیں خدا خود پوچھ لے گا۔

اور نہ ہی آپ صلح کلی نظریہ کے قائل تھے کہ اتحاد امت کے لئے ایک دوسرے کو برداشت کرنا ضروری ہے، آپ ایسے نظریے کے بھی قائل نہ تھے بلکہ آپ کی تمام زندگی جہاں درس وتدریس، تبلیغ دین، عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ میں بے مثال گزری اس کے ساتھ ساتھ گستاخان رسالت، گستاخان اہل بیت اطہار، گستاخان صحابہ واولیائے کرام کاملین کے منکروں کا نہ صرف علمی رد فرماتے بلکہ عملی طور پر بھی کسی قربانی سے دریغ نہ فرماتے تھے۔ گستاخوں، بدمذہبوں کا علمی محاسبہ ان کے خلاف جہاد اپنے اوپر فرض تصور کرتے تھے۔ عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک ہر فتنے کی ہر ممکن سرکوبی فرمائی۔ اس کے لئے چاہے کتنی ہی بڑی تکلیف اور نقصان آپ کو برداشت کرنا پڑا۔ بڑی ہی خندہ پیشانی سے برداشت کیا مگر بدمذہبوں سے کوئی سمجھوتہ نہ کیا۔

شکر گڑھ کے علاقہ میں بدمذہبوں دیوبندیوں وہابیوں نے اپنا تسلط جما رکھا تھا، وہاں سنی ان کے اس عمل سے سخت پریشان تھے کہ کوئی عالم دین ایسا ہو کہ جو ان کا محاسبہ کر سکے وہ تمام اکٹھے ہو کر حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمۃ کے پاس وزیر آباد پہنچے اور تمام قصہ کوتاہ عرض کیا۔

ان دنوں آپ دورۂ تفسیر پڑھنے کی غرض سے وزیر آباد میں علامہ ہزاروی صاحب کے پاس ہی مقیم تھے۔ شیخ القرآن علامہ ہزاروی نے ان کے مسئلہ پر ہمدردانہ غور فرماتے ہوئے ان لوگوں کے ہمراہ آپ کو روانہ کر دیا۔

چنانچہ شکر گڑھ پہنچ کر آپ نے اپنے پہلے خطاب میں ہی دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر دیا۔ عوام اہلسنت نے آپ کی زبان کی تاثیر اور حقائق اور ابطال باطل کو دیکھا تو گرویدہ ہو کے رہ گئے اور آپ سے مستقلاً شکر گڑھ میں ہی قیام کی درخواست کی جسے عوام کے پرزور اصرار پر آپ نے قبول فرما لیا۔

شکر گڑھ میں قیام کے دوران آپ نے مسلک حق اہل سنت و جماعت کو خوب اجاگر کیا اور دن ورات کی محنت شاقہ سے امام اہلسنت مجدد دین ملت الشاہ احمد رضا خان محدث بریلوی کے افکار ونظریات وعقائد کا کھلے دل سے ایسا پرچار کیا اور عوام کے دلوں پر ایسے انمٹ نقوش چھوڑے جس کے نشانات تا قیامت باقی رہیں گے۔ آپ کی جدوجہد اور عملی کردار سے بدمذہبوں کے ایوانوں میں زلزلہ طاری ہو گیا اور آپ کے نام کی ان پر ایسی ہیبت طاری ہوگئی کہ کوئی بھی مقابلے میں آنے کی جرأت نہ کرسکا۔

اس صورتحال پر آپ کو کئی صبر آزما مرحلوں سے گزرنا پڑا، کئی مصائب وآلام آئے مگر آپ کے پائے استقلال میں کبھی جنبش نہ آئی اور کسی حال میں بھی اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخوں اور صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور منکرین اولیائے کبار سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی مصلحت کو آڑے آنے دیا۔ اس سلسلے میں آپ کو کئی مقدمات کا بھی سامنا کرنا پڑا مگر آپکے پائے استقامت باکرامت میں کبھی لغزش نہیں آئی بلکہ پورے جوش وجنون سے باطل قوتوں کے خلاف عملی جہاد کو جاری رکھ کر عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پھریرا لہراتے رہے۔

شکر گڑھ کی عدالت میں کامیابی ☆: ایک دفعہ اہل تشیع حضرات نے آپ کے خلاف عدالت میں مقدمہ قائم کر دیا، عدالت کے طلب کرنے پر آپ اہل تشیع کی کتابیں ہمراہ لے گئے اور جج کے سوال کرنے پر فرمایا کہ ان شیعہ حضرات سے کہو کہ ہماری بات نہیں مانتے نہ مانیں مگر اپنے بڑوں کی کتابوں کو تو مان لیں۔ آپ کا جواب سن کر اہل تشیع نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر کوئی ٹھوس بات نہ کرسکے تو جج نے اس صورتحال میں آپ کی علمی گفتگو سے متاثر ہوکر اہل تشیع سے کہا کہ تم حضرت مولانا صاحب کی بات کا جواب دو، جب تمہاری کتب ان کے مسلک وموقف کی تائید کررہی ہیں تو میں ان کو کیسے جھٹلا سکتا ہوں۔

مختلف مقامات پر مناظرے ☆: گوجرانوالہ میں بھی آپ نے بدمذہبوں اور صلح کلی نظریہ رکھنے والوں کے خلاف عملی جہاد کیا اور گستاخان نبوت وصحابہ واہل بیت اور منکرین شان ولایت کو کھلے عام مناظروں کے چیلنج کیے اور میدان مناظرہ میں بدمذہبوں اور بدعقیدہ لوگوں کا نہ صرف علمی محاسبہ کیا بلکہ ان کے چھکے چھڑا دیئے۔ بعض مناظروں میں تو اکثر مدمقابل آپ کا نام سن کر میدان مناظرہ میں آیا ہی نہیں، حالت یہ تھی کہ بدمذہب بدعقیدہ تو الگ رہے آپ کے اپنے مسلک کے وہ لوگ جو صلح کلی نظریہ کے حامی تھے وہ اپنی محافل میں اکثر آپ کے بارے میں کہتے سنے گئے کہ حضرت صاحب تو ہر وقت بدمذہبوں، وہابیوں، چکڑالیوں اور شیعوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

مگر آپ نے اپنوں اور بیگانوں کی پرواہ کیے بغیر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کی خاطر ان بدمذہبوں اور بدعقیدہ لوگوں پر اتمام حجت اور عوام اہلسنت کے اطمینان کے لئے باطل نظریات رکھنے والے لوگوں سے متعدد مناظرے کیے اور ہر میدان میں خداوند عالم نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے آپ کو کامیابی عطا فرمائی، ضلع گوجرانوالہ کے موضع خانووال کا مناظرہ اس سلسلے کی ایک کڑی ہے، جو اس زمانے میں آپ کا مشہور مناظرہ تھا۔

2۔ سمندری شریف ضلع فیصل آباد کے چک 468 گ۔ب میں دیوبندیوں سے کفریہ عبارات پر زبردست مناظرہ ہوا جس میں

آپ کے ذمہ تھا کہ آپ دیوبندی علماء کی کتابوں سے کفریہ عبارات دکھلائیں گے۔

آپ کے مدمقابل چھ دیوبندی وہابی مولوی تھے، جب آپ نے ان کے مولوی کی لکھی ہوئی کتابوں سے لاتعداد کفریہ عباراتِ مجمع عام میں دکھا کر ثابت کیا کہ یہ کفریہ عبارات ہیں اور عوام وخواص نے بھی تسلیم کیا تو آپ نے مدمقابل چھ وہابی مولویوں سے جواب مانگا تو چھ کے چھ مبہوت ہو کے رہ گئے اور انہوں نے بھرے اجتماع میں نہ صرف اقرار کیا بلکہ لکھ کر اعتراف حقیقت کیا کہ واقعی ہمارے علماء کی کتابوں کی یہ عبارات کفریہ ہیں۔ جب انہوں نے لکھ کر دیا اور شکست تسلیم کی اجتماع میں موجود سینکڑوں دیوبندی عوام وخواص نے دیوبندیت سے تائب ہونے کا اعلان کیا اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت اختیار کر کے سنی حنفی بریلوی مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جس مسجد میں مناظرہ ہوا تھا اس مسجد کا دیوبندی وہابی امام بھی بدعقیدگی سے تائب ہو کر سنی حنفی بریلوی کے عقیدے کا ترجمان بن گیا۔

3۔لاہور کے قریب ایک گاؤں میں اہل حدیث مکتبہ فکر کے معروف مولوی عبدالقادر روپڑی سے مسئلہ حاضر وناظر پر مناظرہ ہوا۔

آپ نے لاتعداد دلائل قاطعہ پیش کر کے رات کے آخری حصے میں ایک حدیث شریف پیش کی تو وہ لاجواب ہو گئے، مگر جان بچانے کے لئے کہنے لگے یہ حدیث ضعیف ہے، آپ نے فرمایا کہ میں صبح کو اسی جگہ سب کے سامنے اس کے صحیح ہونے کا حوالہ پیش کر دوں گا، وہابیہ نے شکر کیا کہ صبح پر بات ٹل گئی۔

جب صبح ہوئی آپ نے کتاب کھول کر حدیث کی صحت ثابت کرنا چاہی اور وہابیہ کو مسجد میں بلوایا تو معلوم ہوا کہ وہابیہ نے راہ فرار اختیار کر لی ہے اور جاتے ہوئے یہ کہہ گئے ہیں کہ اگر مولانا محمد عبدالرشید صاحب حدیث شریف دکھلا دیں تو کہہ دینا یہ بھی ضعیف ہے۔

آپ نے عوام الناس کی زبانی بات سن کر فرمایا کہ واہ کیا ضعیف حدیث ہے کہ جس نے مولوی عبدالقادر روپڑی کو دوڑا دیا ہے۔ اس موقع پر اپنے خطاب میں جب آپ نے روپڑی کو ان لفظوں یعنی رو...... پڑی فرمایا تو عوام بہت محظوظ ہوئے۔

جرأت و بے باکی ☆: آپ نے اپنے شیخ کامل حضرت محدث اعظم پاکستان کی اتباع کرتے ہوئے تمام زندگی نہ کسی وہابی گستاخ رسول سے ہاتھ ملایا اور نہ ہی ان کے بچے بچیوں کے نکاح پڑھائے اور نہ ہی صلح کلی کو اختیار کیا اور نہ ہی کسی بھی تحریک میں مشترکہ جلسوں سے خطاب کیا نہ صدارت کی اور فرماتے تھے کہ فقیر ایسے مخلوط جلسوں کی صدارت نہیں بلکہ صدا...... ردّ کرتا ہے۔

جامعہ نظامیہ لاہور کے مہتمم مفتی عبدالقیوم ہزاروی مرحوم اکثر اپنی محافل میں فرمایا کرتے تھے کہ حضرت نائب محدث اعظم مولانا ابومحمد، محمد عبدالرشید صاحب اپنے مسلک وعقیدہ میں اتنے مضبوط اور ٹھوس نظریہ کے مالک تھے کہ جس کسی سُنی نے بھی کسی بدعقیدہ سے معمولی تعلق رکھا اس سے بھی میل جول اپنی غیرت ایمانی کے منافی سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ سمندری شریف میں ابوالکلام شہنشاہ خطابت، فخر سادات حضرت صاحبزادہ پیر فیض الحسن شاہ صاحب آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ والے خطاب کے لئے تشریف لائے چونکہ صاحبزادہ صاحب اپنی ریش مبارک پر سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے۔

جب نماز کا وقت ہوا تو آپ نے فرمایا حضرت آپ خضاب لگاتے ہیں اس لئے فقیر کی نماز آپ کے پیچھے نہیں ہوگی، آپ کی بات

سن کر حضرت صاحبزادہ صاحب نے مسکرا کر کہا حضور نماز آپ پڑھائیں میں آدھا سنی ہوں اور آپ پورے سُنی ہیں۔

2۔ اسی طرح ایک مرتبہ فوجی جرنیل کا دور حکومت تھا رمضان المبارک کی 29 تاریخ کو چاند نظر نہ آیا آپ نے تراویح پڑھوا کر صبح کے روزے کا اعلان کروادیا۔

رات کے دو بجے ایک فوجی افسر سرکاری حکم لیکر آپ کے پاس آیا مسجد میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اعلان فرما دیجئے کہ صبح عید ہے چونکہ چاند نظر آ گیا ہے۔

آپ نے اس فوجی کو مخاطب کر کے پوچھا کہ رات دو بجے چاند نظر آنے کی کیا تک بنتی ہے، میں اس حکم کو تسلیم نہیں کر سکتا اور صبح کو عید پڑھانے کی بجائے ہم روزہ رکھیں گے۔ یہ کہہ کر آپ اپنے فیصلے پر ڈٹ گئے، فوجی افسر نے مختلف حربے استعمال کئے اور بعد کو دھمکیوں پر اُتر آیا مگر آپ کسی چیز کو خاطر میں نہ لائے، پھر صبح کو ہوا یہ کہ شہر کے بعض مولویوں نے حکومت سے مرعوب ہو کر نماز عید پڑھائی مگر آپ کے مقتدیوں اور پورے شہر کے سنیوں نے روزہ رکھ کر اگلے روز عید منائی۔

اور اگلے روز عید پڑھاتے ہوئے فرمایا کہ جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہی افضل جہاد ہے،

3۔ سمندری شریف میں جب آپ کی والدہ محترمہ کا وصال ہوا تو کالعدم سپاہ صحابہ تنظیم کا سربراہ مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی جو سمندری میں ہی خطیب تھا، فاتحہ کیلئے آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا مولوی صاحب تمہاری فاتحہ کی ہمیں ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ دیوبندی گستاخ رسول اور بے ادب ہونے کی وجہ سے کافر ہیں تم چلے جاؤ اور اس لئے بھی کہ تمہاری ماں کے مرنے پر فقیر فاتحہ پڑھنے کیلئے نہیں گیا تم کیوں آئے ہو۔

اس سے آپ کی غیرت ایمانی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اہلبیت اطہار علیہم الرضوان کی غیرت ایمانی کی خیرات سے آپ کو کس قدر نوازا ہوا تھا جبکہ آپ کے فعل و کردار کی روشنی میں قرآن وسنت سے بیزار لوگوں نے آپ کو اخلاق سے عاری سمجھا، مگر حقیقت اس کے برعکس تھی کہ آپ ایسے نام نہاد لوگوں سے اخلاق کی سند لینا کب پسند فرماتے تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ میں حضرت محدث اعظم پاکستان ابوالفضل محمد سردار احمد قادری رضوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور گیارہ برس کی طویل خدمت، عبادت وریاضت اور مجاہدہ کی تکمیل کے بعد حضرت محدث اعظم کے ہاتھوں سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ ایک راسخ العقیدہ، پابند شریعت وطریقت اور سچے پکے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے آپ کی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ حصول علم، خدمت علم دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خدمت خلق خدا کے لئے وقف تھا۔ تمام عمر زہد وتقویٰ ورع، عبادت وریاضت، خشوع وخضوع، خوف خدا، اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزری۔

کبھی کسی بھی حال میں شریعت وطریقت کے دامن کو ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیا، ہر قدم پر اپنے ایمان وعقیدہ کی حفاظت اور شاتمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور گستاخ وبدمذہب فرقوں سے نبرد آزما ہونا، ان کا علمی محاسبہ آپ کی زندگی کا شعار رہا ہے۔

خدمت وتبلیغ اسلام ہو، یا بد مذہبوں، بدعقیدہ لوگوں کی شامت اعمال ہو، اس کے لئے دور سے دور بھی سفر کرنا پڑا تو کبھی دریغ نہ کیا اور نہ ہی کبھی کسی مصلحت کو آڑے آنے دیا۔ کئی مرتبہ آپ کے دورے پر جانے کے وقت مخالفین نے راستے میں ناکے لگائے، قتل وشہید کرنے کے منصوبے بنائے مگر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضور غوث الاعظم ومحدث اعظم سرکار کے وسیلہ جلیلہ سے ہر بار ان بدبختوں کو ناکامی اٹھانا پڑی کہ آپ ان کے سامنے سے گزر گئے اور وہ کچھ نہ کر سکے۔

اپنے تو اپنے رہے بیگانوں اور مخالفین نے بھی ہزار بار اعتراف کیا کہ ہمیں حضرت نائب محدث اعظم کا کوئی قول وفعل اور زندگی کا کوئی کردار یا گوشہ ایسا نظر نہیں آرہا کہ ہم ان کی ذات والا صفات پر تہمت باندھ سکیں۔

آپ جس طرح شریعت وطریقت اور اپنے عقیدہ پر سختی سے عمل پیرا تھے اسی طرح اپنے قول وفعل کے بھی سچے اور پکے تھے، کبھی ایک لحہ کیلئے جنبش نہ آنے دی اور نہ ہی معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا۔ آپ کی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح تھی، جس کا ہر ہر باب اہل سنت وجماعت بالخصوص آپ کے متبعین، مریدین وعقیدت مندان وشاگردان کے لئے مشعل راہ ہے۔

آپ بیک وقت ایک معتبر عالم دین، محدث ومفسر، فقیہہ ومفتی، اعلیٰ درجہ کے مدرس، بہترین مقرر، بلند پایہ مناظر ومحقق ومدقق تھے۔ آپ کے ظاہر وباطن میں جلال حیدری نمایاں تھا۔

آپ نے موجودہ دور کی پیری مریدی سے اجتناب کیا، نہ ہی اس کو ذریعہ روزگار بنایا، اپنے مریدین کو شریعت وطریقت اور اعلیٰ حضرت بریلوی کے افکار اور نظریات پر عمل کرنے کی سختی سے ہدایت فرماتے تھے۔

تمام عمر تصویر بنوانے، لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھانے کے سخت خلاف رہے، داڑھی منڈے شخص کو سنت رسول زندہ کرنے کا حکم داڑھی کترانے والوں کو ایک مٹھی بھر داڑھی رکھنے کا حکم اور انگریزی لباس پہننے والوں کو غیر مسلموں کی نقل کرنے سے منع فرماتے تھے، غیر محرم عورتوں کو اپنے حجرہ مبارک، گھر میں، یا کسی بھی جگہ اپنے خاوند، والد، بھائی، بیٹے کے بغیر نہ آنے دیتے نہ ہی بیعت فرماتے۔ مستورات کو بیعت فرماتے وقت چادر یا دستار مبارک کا پلو پکڑا کر بیعت فرماتے اور شریعت پر سختی سے عمل اور گستاخ ومذہب فرقوں کے نام لیکر ان سے بچنے کی تلقین فرماتے تھے۔ بالخصوص مستورات کو پردہ میں رہنے کی خصوصی تاکید فرماتے تھے۔

آپ کی ذات والا صفات بزرگان دین سلف صالحین کا نمونہ اور باقیات الصالحات سے ہے، آپ مجمع البحر، جامع الحسنات و صفات وکمالات، جامع معقول ومنقول، علم ظاہری وباطنی سے مرجع اور فیوض وبرکات کا سرچشمہ ہے۔

تقویٰ کی جھلک ۱☆: خطیب اہل سنت مولانا صوفی محمد شعیب منیر رضوی فرماتے ہیں کہ میں عرصہ چھ برس تک آپ کے قائم کردہ مرکزی دارالعلوم غوثیہ رضویہ مظہر الاسلام سمندری شریف کا ناظم رہا، مدرسہ کے اندرونی وبیرونی معاملات، لین دین فقیر کے ذمہ تھے۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ وخیرات، صدقات وقربانی کی کھالوں کی رقوم بھی فقیر کے ہاتھوں مدرسہ کے دفتر میں جمع رہتیں۔

چھ برس کے عرصہ میں آپ مدرسہ کے دفتر میں ایک دن بھی نہیں تشریف لائے کہ کسی کے دل میں یہ خیال گزرے کہ حضرت یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ اکثر فرماتے تھے کہ مدرسہ کے دفتر میں فقیر اس لئے نہیں جاتا کہ یہاں مدرسہ کے چندے کی رقوم جمع ہوتی ہیں ساری

عمر مدرسہ کے لنگر سے ایک لقمہ بھی نہ کھایا۔ باوجود اس کے اپنی ذاتی گرہ سے مدرسہ کے دفتر میں ہر ماہ پانچ سو روپے یہ کہہ کر جمع کرواتے تھے کہ اس لنگر سے میرے مہمان کبھی کبھی لنگر کھاتے اور چائے پیتے ہیں جبکہ میں بھی مدرسہ کا پنکھا وغیرہ استعمال کرتا ہوں، اس لئے مجھ سے ماہانہ پانچ سو روپے چندہ وصول کرلیا کرو۔

۲۔ دوران سفر جس گاڑی میں ٹیپ ریکارڈ پر گانے وغیرہ لگے ہوتے اس میں سفر نہ فرماتے، دوران سفر اگر ڈرائیور گانا لگادیتا تو منع فرمادیتے، اگر ڈرائیور آپ کے احترام میں باز نہ آتا تو گاڑی رکوا کر نیچے اتر جاتے تھے۔

۳۔ سردیوں کے موسم میں آپ واسکٹ کا کبھی کبھی استعمال فرمالیتے تھے مگر واسکٹ کے تمام بٹن بند رکھتے خصوصاً نماز کے وقت۔

ایک دن اپنے مدرسہ میں نماز ظہر پڑھائی، عصر کے وقت اعلان فرمادیا کہ جس کسی نے فقیر کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھی ہو، وہ اپنی نماز لوٹالے کیونکہ ظہر کے وقت فقیر کی واسکٹ کا ایک بٹن کھلا رہ گیا تھا، نماز اگرچہ ہوگئی تھی لیکن آپ کا یہ فرمانا کہ نماز لوٹا لینا صرف تقوٰی کی بنیاد پر تھا۔

آپ کی سب سے بڑی کرامت ☆: آپ قرآن کریم کی آیت اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ کی مکمل تفسیر اور نمونہ تھے، اپنے شیخ کامل کی طرح تمام عمر کسی بھی بدمذہب اور بے دین کی نہ تعظیم کی نہ ہی اس سے ہاتھ ملایا۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت استقامت فی الدین تھی، دنیا کی کوئی طاقت ساری زندگی آپ کو اپنے مشن سے نہ ہٹا سکی، آپ کی ذات والاصفات آج بھی ہمیں یہ پیغام دے رہی ہے کہ

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کے لئے
وقت کی تند ہواؤں سے بغاوت کی ہے

اتباع سنت وطریقت بزرگان اور دین پر استقامت دیکھ کر بے اختیار قرآن مجید کی یہ آیت نظروں کے سامنے گھوم جاتی ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ٥ بے شک جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر ثابت قدم رہے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

دیکھنے والے تو کہا کرتے ہیں اللہ اللہ
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

آپ کی ذات دراصل نقیب عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عبارت تھی، عشق رسول آپ کا سرمایہ حیات تھا، ہر راحت وخوشی ہر لمحہ، ہر آن، ہر منزل، ہر گام، آپ کا ایک ہی اعلان تھا کہ

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر تو مان گیا

آپ کے خلفائے نامدار ☆: آپ کے خلفائے نامدار لاتعداد ہوئے ہیں۔ چند ایک کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت علامہ صاحبزادہ قاری عبدالمالک قادری رضوی شیخوپورہ، حضرت علامہ مولانا محمد افضل قادری شکر گڑھ، حضرت علامہ محمد کاشف اقبال مدنی شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ، حضرت علامہ محمد افضل قادری رضوی لاہور، حضرت مولانا صوفی محمد شعیب منیر رضوی سمندری شریف، حضرت علامہ قاری محمد ابرار رضوی خطیب راولپنڈی، حضرت مولانا عبدالشکور قادری رضوی، حضرت علامہ ابوحماد محمد اشرف قادری رضوی ایم اے، گوجرانوالہ۔ حضرت قبلہ پیر سیّد شبیر حسین گیلانی مدظلہ العالی آستانہ عالیہ غوثیہ رضویہ گلشن امام احمد رضا محلہ غازی آباد نزد ڈھوک سیداں راولپنڈی کینٹ جو بڑے ہی احسن انداز میں سلسلہ عالیہ اور دین مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، حضرت پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب گیلانی سے فقیر راقم الحروف سے اچھی یاد اللہ ہے۔ فقیر راقم اطراف کو یہ سعادت حاصل ہے کہ آپکی ظاہری حیات مبارکہ میں کئی مرتبہ مختلف مقامات اور مختلف پروگراموں میں آپ کے ساتھ شرکت کی بعض مقامات پر خطاب اور بعض پر نقابت کے فرائض انجام دیئے سمندری شریف میں بھی حاضری کی سعادت حاصل ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۴۲۶ھ بمطابق مورخہ 6 ستمبر بروز منگل 2005ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار آپ کے قائم کردہ ادارے واقع سمندری شہر ضلع فیصل آباد میں مرجع خاص وعام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے پیر طریقت پروفیسر حضرت محمد غوث قادری رضوی مدظلہ العالی سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ فقیر کو حضرت صاحبزادہ پروفیسر محمد غوث قادری رضوی صاحب سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

﴿تعارف سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَ اَکْمَلُ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ الطَّیِّبِیْنَ وَ اَصْحَابِہٖ الطَّاھِرِیْنَ وَ اَوْلِیَائِہٖ الْکَامِلِیْنَ الْاَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ ○ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○

ولایت اللہ کریم کا خاص انعام ہے، کسی کو یہ انعام کسب اور مجاہدہ کے ذریعے عطا ہوتا ہے اور کسی کو بغیر محنت اور ریاضت کے اس انعام کے لیے چن لیا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ ○

اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنی طرف جس کو چاہتا ہے اور مطلوب تک پہنچا دیتا ہے، اس کو جو اس کی طرف رجوع کر لے۔

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ ولایت وہبی بھی ہوتی ہے اور کسبی بھی، اور خداوند متعال تک پہنچے کے یہی دو راستے ہیں، جن کو جذب......اور سلوک...... سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جو ولایت محض اللہ کے فضل واحسان اور جذب سے ملتی ہے اس کو وہبی کہا جاتا ہے اور جو ولایت کسب انابت اور سلوک کی منازل طے کرنے سے حاصل کی جائے تو کسبی کہلاتی ہے۔

جن لاتعداد اولیائے کاملین کو خداوند متعال نے ولایت وہبی سے نوازا، ان میں سے ایک بزرگ بانی سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ حضرت حاجی محمد المعروف نوشہ گنج بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والاصفات بھی ہے۔ حضرت حاجی محمد نوشہ گنج قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت جناب حضرت الحاج علاؤالدین حسین غازی کے گھر ۹۵۹ ہجری بمطابق 1552ء بعہد شیر شاہ سوری بمقام گھوگا نوالی تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں ہوئی۔

آپ نے علوم ظاہریہ کے چند اسباق اپنے والد گرامی سے پڑھے اردیگر علوم دینیہ میں حضرت مولوی حافظ قائم الدین اور حافظ بڈھا سے تحصیل وتکمیل کی۔

علوم سے دینیہ سے فراغت کے بعد شیخ کامل کی تلاش میں لاہور کی جانب نکلے اور ملا کریم الدین جوکالوی کی معرفت سلسلہ عالیہ قادریہ کی عظیم روحانی شخصیت سخی محمد سلیمان نوری بھلوالی کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور شرف خلافت سلسلہ عالیہ قادریہ میں ان سے حاصل کر کے سرفراز وممتاز ہوئے۔

اگرچہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے سرفراز اور صاحب مجاز تھے، مگر بفرمان قرآن کہ خدا جس کو چاہے چن لیتا ہے، کے مصداق چونکہ آپ ولایت وہبی کے نوازے ہوئے تھے اور بچپن ہی سے گونہ گوں صلاحیتوں سے مالا مال تھے، چہرہ انوار اور پیشانی مبارک پر بچپن ہی سے آثار ولایت نمایاں تھے، ادھر مرشد کامل کی خصوصی عنایت وتوجہ کا اثر تھا کہ آپ (نوشہ) یعنی ولیوں کی جماعت کے دولہا اور کہیں اپنی بیش بہا سخاوت کی بنا پر گنج بخش کے نام سے پکارے جانے لگے۔

مرید ہونے والا ہر شخص دوسرے سے کہتا تھا کہ میں نوشہ پاک، نوشہ گنج بخش کا مرید ہوں، جب مریدین کی جماعت کا وسیع پیانے پر سلسلہ پھیلا تو ہر طرف سے آپ کے مریدین کو سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔

اس طرح اپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کے امام سالار اور روح رواں ٹھہرے، اور آج پوری دنیا میں آپ کے مریدین نوشاہی کہلوانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کے سالار اور امام حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ کی پوری زندگی دین اسلام کی تبلیغ کے لیے وقف تھی، وہ اکبری دور حکومت جو کہ الحاد کا دور تھا، اس زمانے میں آپ کے تبلیغی کارناموں کا یہ اثر ہوا کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ اتباع سنت کے پابند ہوگئے۔

بے شمار لوگ برائیوں کو چھوڑ کر آپ کی نگاہ ولایت سے گناہوں سے تائب ہوئے اور آپ کی راہ پر چل کر درجۂ ولایت کو پہنچے۔

آپ کی نگاہ میں وہ تاثیر تھی کہ جس طرف نگاہ کرتے لوگوں کے قلوب جاری ہو جاتے، جس کی بنا پر ہزاروں کفار مسلمان ہوئے۔

ایک فرانسیسی نامہ نگار مستشرق گارساں وتاسی (Mustasriq Garsa Wtasi) نے اپنے خطبات میں اور پروفیسر آرنلڈ (Prof. Arnold) پریچنگ آف اسلام (Preaching of Islam) میں اعتراف کیا ہے کہ آپ کی تبلیغ سے دو لاکھ غیر مسلم کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے ہیں۔

آپ نے اپنے خلفاء کی ایک جماعت تبلیغ دین کے لیے مختلف ممالک میں بھیجی، جس نے اسلام کے بنیادی اصول اور احکامات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا پیغام لوگوں تک پہنچا کر ان کی تقدیر کو بدلا۔ اور اسلام کی حقانیت واضح کر کے بہت سے غیر مسلموں کو کلمہ پڑھا کر صاحب ایمان کیا۔

آپ کریم الاخلاق عمیم الاشفاق اور خلق محمدی کا عملی نمونہ تھے، غریبوں مسکینوں سے محبت فرماتے اغنیاء امراء سے کو ملنے سے احتراز

فرماتے اوران کے سلام دعا میں سبقت نہ فرماتے ،بنسبت اس کے غریبوں مسکینوں سے سلام میں سبقت فرماتے تھے۔

آپ نے تمام عمر کسی سائل کو کبھی خالی نہ لوٹایا۔ اگر سائل کی مدد کرنے کے لیے وقت پر کچھ موجود نہ ہوتا تو قریبی دوکاندار سے ادھار منگوا کر اس کی حاجت کو پورا فرماتے ، بعدازاں دوکاندار کا قرض چکا دیتے تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں سماع بالمزامیر اپنے عروج پر رہتی ہے اور سماع کے دوران حال ووجد کی جو کیفیت اس سلسلہ میں دیکھی گئی ہے وہ دیگر سلاسل میں نہ ہے، محفل سماع کے دوران جس کسی بھی شخص کو حال یا وجد ہو جائے تو اہل سلسلہ اس کو درخت پر الٹا لٹکا دیتے ہیں۔

وسلام مع الکرام۔ خاکپائے در مخدوم صابر نواز

صاحبزادہ مقصود احمد صابری

حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شہباز فضائے تجرید، ہمائے آشیانہ تفرید، قطب اقلیم، جلیس مسند حق الیقین، مجذوب عشق رحمان ومخمور شراب عرفان، خورشید ولایت، محوتوحید ومعرفت، غزالئی صحرائے الوہیت، رازی صحرائے نبوت، مخصوص بعنایات رسول عربی، متصرف ولایت شرقی وغربی حضرت حاجی محمد شاہ المعروف نوشہ گنج بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ آفتاب بلندی ہائے عظمت وجلال ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت شب دوشنبہ بتاریخ یکم رمضان المبارک ۹۵۹ھجری بمطابق 1552ء بمقام گھوگانوالی تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین میں حضرت حاجی سید علاؤالدین حسین غازی علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ کے والد بزرگوار اکثر سفر حج میں رہتے تھے۔انہوں نے پاپیادہ سات حج کیئے اور زیارت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مشرف ہوئے۔اس کے علاوہ آپ کے والد بزرگوار بہت نیک اور عارف کامل تھے۔جب کہ اسی طرح آپ کی والدہ محترمہ بی بی جیونی صاحبہ بھی ذاکروشاغل عابدہ صالحہ عارفہ اور ولیہ تھیں۔

آپ کا اصل نام حاجی محمد ہے۔مگر آپ نے حاجی نوشہ گنج بخش کے نام سے شہرت پائی۔اس نام کو اتنی شہرت ملی کہ پوری دنیا میں آپ حاجی نوشہ گنج بخش کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔

آپ جب آغوش مادر میں تھے تو نہایت ہی پاکیزہ مرد وعورتیں آپ کو گود میں اٹھاتی اور بہلاتی تھیں۔اگر کوئی ناپاک جسم والی عورت یا مرد آپ کو ہاتھ لگانا چاہتا تو اسے نقصان پہنچ جاتا تھا۔

تربیت وتعلیم ☆: چونکہ آپ کے والد گرامی اکثر سفر حج پر رہا کرتے تھے۔اس لیے آپ کی تربیت والدہ ماجدہ اور آپ کے چچا شاہ عبدالرحیم علوی کے زیر سایہ ہوئی۔ابتدائی تعلیم گھر میں ہی مکمل کی بعد ازاں قابل ترین اساتذہ کی زیرنگرانی علوم دینیہ کی تکمیل سترہ برس کی عمر میں مکمل کر کے سند فراغت حاصل کر کے گھر واپس چلے آئے۔

جس زمانے میں آپ موضع جاگوتارڑ میں حضرت مولوی حافظ قائم الدین اور حافظ بڈھا قادری جو سبع قرأت کے ماہر تھے اور باطنی علوم سے بھی مالا مال تھے۔ان کے بارے میں مشہور ہے کہ جب وہ سوتے تھے تو صدائے اسم ذات ان کے قلب سے ظاہر ہوتی تھی۔ان دنوں ان کے درس کی بہت شہرت تھی۔آپ جب ان کے ہاں داخل ہوئے تو بڑی کوشش کے باوجود قرأت کے قوائد ومخارج

اچھی طرح ادا نہ ہوتے تھے۔

اتفاقاً ایک رات خواب میں دو فرشتے آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم خدا کے حکم سے تمہیں تعلیم قرآنی دینے آئے ہیں۔ آپ اپنا منہ کھولیں۔

آپ نے منہ کھولا تو ایک فرشتے نے آپ کے منہ میں انگلی رکھ کر فرمایا کہ فلاں حرف کا یہ مخرج ہے۔فلاں کا یہ مخرج ہے اسی طرح تمام حروف کے مخارج آپ کو بتلائے۔صبح کو جب آپ بیدار ہوئے تو قرأت اچھی طرح ازبر تھی۔

سبق لینے کے لیے جب استاد کے پاس بیٹھے تو الفاظ اس طرح ادا ہو رہے تھے کہ حافظ صاحب بھی اس طرح ادا نہ کر سکتے تھے۔

جب آپ نے قرآن مجید مکمل حفظ کر لیا اور علوم دینیہ کی تکمیل کر لی تو آپ کے استاد محترم نے رخصت کرتے ہوئے بطور شکریہ ارشاد فرمایا کہ الحمدللہ کہ آپ جیسا کامل انسان ہماری شاگردی میں رہا۔امید ہے کہ قیامت والے دن آپ کے طفیل ہماری نجات ہو جائے گی۔اور آپ سے فرمایا حاجی محمد روز قیامت ہم کو فراموش نہ کر دینا۔

چونکہ آپ مادرزاد ولی تھے۔علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد طلب حق اور باطنی علوم کی جانب طبیعت کا میلان ہوا۔اور ایسی رغبت پیدا ہوئی کہ آپ گھر سے نکل کر تنہا جنگل کی طرف چلے گئے اور ایسے مقام پر قیام کیا جہاں پانچ پانچ کوس تک گردونواح میں آبادی کا نام ونشان تک نہ تھا۔دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام کرتے۔اس دوران آپ کی خوراک عناب صحرائی جس کو عام طور پر جھڑ بیر اور (پینجو) بھی کہتے ہیں۔یا درختوں کے پتے یا گھاس ہوتی تھی۔جس سے آپ روزہ افطار فرماتے اور دن رات کسی بھی درخت کے نیچے بیٹھ کر یادالٰہی میں مشغول رہتے۔کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد ایک خداترس زمیندار کو آپ کے بارے میں علم ہوا تو وہ روزانہ جنگل میں آ کر آپ کو ایک پیالہ دودھ پلا کر واپس چلا جاتا تھا۔جس سے آپ روزہ افطار فرماتے تھے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر حاضری ☆: اس دوران آپ کے دل میں کچھ بزرگوں کے مزارات پر حاضری کا شوق پیدا ہوا تو چند عقیدتمندوں کے ہمراہ سفر کرتے ہوئے لاہور تشریف لائے اور حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے علاوہ دیگر مزارات پر حاضری دی۔چلہ کشی کی اور حضرت داتا صاحب کے مزار سے استفادہ کیا اور اس دوران جو اس زمانے میں مشائخ ظاہری طور پر بقید حیات تھے ان کی صحبت سے بھی مستفیض ہوئے۔

خصوصاً حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری شاذلی علیہ الرحمتہ جو قطب مکہ تھے۔ان دنوں لاہور میں حضرت شیخ فرید بخاری کی مسجد میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ان سے استفادہ کیا۔اگرچہ آپ ہمہ وقت عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے لیکن علم معرفت و حقیقت جو اسرار و حقائق صدریہ سے ہے آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس کا حصول کسی شیخ کامل کے بغیر ناممکن ہے۔اس لیے لاہور سے واپس آتے ہی آپ نے ارادہ کر لیا اور کسی مرشد کی تلاش کے لیے گھر سے نکلے اس دوران کسی آدمی سے آپ نے حضرت مُلا کریم الدین جو کالوی کی تعریف سنی جو حضرت شاہ محمد سلیمان قادری نوری کے خلیفہ تھے۔ان کی خدمت میں حاضری دی۔انہوں نے جب آپ کے

جذبات واحساسات اور آپ کے دل کی حقیقت کو بھانپ لیا تو آپ کے دل کی حالت ان کے پاس بدل گئی اور عشق کا ایک سمندر سینے میں جوش مارنے لگا۔

حضرت ملا کریم الدین جو کالوی آپ کو ہمراہ لے کر بہلول شریف میں اپنے مرشد گرامی کے پاس پہنچ گئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سخی سلیمان نوری قادری کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ جب آپ کے مرشد کامل کے آستانے پر حضرت ملا کریم الدین جو کالوی کے ہمراہ پہنچے تو ملا کریم الدین نے آپ کا تعارف کرایا اور آپ کی دلی کیفیت بیان کی تو حضرت سخی شاہ سلیمان نوری قادری علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ ہم اس نوجوان کے حال سے خوب واقف ہیں۔ اس نے ہم کو بہت انتظار کروایا ہے۔ مرشد کامل کی پہلی نگاہ سے ہی آپ کے دل کی کیفیت بدل گئی مگر چونکہ آپ استعداد عالی رکھتے تھے۔ اس لیے حتی الوسع اپنے آپ کو سنبھالا اور استقامت اختیار کی۔

مرشد کامل نے بیعت کے بعد آپ کو گلے سے لگایا اور آپ کے سینے کو روحانی فیضان وعرفان کی دولت سے مالا مال کر کے فرمایا شکر الحمد للہ کہ امانت اپنے اہل کو موصول ہوئی۔

حضرت شاہ سلیمان نوری قادری علیہ الرحمتہ نے جس روز آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا تو اس وقت آپ کو بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں باطنی طور پر حاضر کیا تو آپ نے دیکھا کہ ایک روحانی نورانی وجدانی مجلس ہے۔ آقا علیہ السلام اپنی مجلس میں بمعہ چار یاروں صحابہ کے تشریف فرما ہیں۔ آپ کے مرشد کامل نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا بچہ ہے۔ اس کو قبول فرمائیں اور اپنی نعمتوں سے نوازیں۔ تو اس وقت آقا علیہ السلام نے بمعہ صحابہ کے آپ کو اپنے فیوض وبرکات سے نوازا۔ اس طرح آپ فیضان نبوت وولایت سے مستفیض ومشرف ہوئے۔

سیر وسیاحت ☆: آپ نے بحکم سیروفی الارض کے مطابق کچھ عرصہ سیاحت میں بھی گذارا۔ ان مقامات میں ہندوستان، سندھ، افریقہ اور عرب ممالک میں تشریف لے گئے۔ اسی طرح مصر کی ایک جامع مسجد میں حضرت خضر علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اسی طرح کوہ علقا میں ایک درویش سے ملاقات ہوئی۔

ساہن پال شریف کی مسند ارشاد پر جلوہ افروزی ☆: آپ اپنے شیخ کامل کے حکم سے نوشہرہ تارڑاں جو آج کل ساہن پال شریف کے نام سے معروف زمانہ ہے کی مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ نے اس جگہ کو دار الارشاد بنایا۔ اس جگہ پر دور دراز علاقوں سے مخلوق خدا جوق در جوق آکر فیض یاب ہونے لگی۔ پنجاب اور سندھ، افغانستان اور دیگر بلاد اسلامیہ کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں آکر فیض پانے لگے۔ ان میں سے لاتعداد افراد غوثیت وقطبیت کے مناسب جلیلہ پر فائز ہو کر واپس گئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ کی تمام زندگی دین اسلام کی خدمت کے لیے وقف تھی۔ تمام عمر نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ خیرات و عبادت وریاضت، فرائض ونوافل اور سنت کی ادائیگی میں کوتاہی نہ آنے دی۔ آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ مجاہدہ وسلوک سے عبارت ہے۔

خدمت خلق اللہ کو شعار بنائے رکھا۔ سخاوت میں عدیم المثال تھے۔ دین حق کی تبلیغ آپ کا نصب العین تھا۔ آپ کے زمانے میں دین اکبری کے فتنے نے جنم لیا جس کا آپ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

آپ کی تبلیغی جدوجہد کا یہ اثر ہوا کہ ہزاروں افراد گمراہی کے دلدل سے نکل کر فلاح و کامیابی کی طرف آ گئے۔ لاتعداد افراد اتباع سنت پر کاربند ہو گئے۔ بے شمار افراد برائیوں کو چھوڑ کر آپ کی نگاہ ولایت کے اثر سے تائب ہو کر مرتبہ ولایت کو پہنچے۔ آپ کی نگاہ میں وہ تاثیر تھی کہ جس پر ایک مرتبہ نگاہ کرتے اس کا قلب جاری ہو جاتا۔ ہزاروں کافر آپ کے دست حق پرست پر کلمہ پڑھ کر صاحب ایمان ہوئے۔

آپ کی تبلیغ سے دو لاکھ ہندو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے۔ اس کا اعتراف پروفیسر آرنلڈ (Prof. Arnold) نے پریچنگ آف اسلام (Preaching of Islam) میں کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک فرانسیسی مستشرق گارساں وتاسی نے اپنے خطاب میں کیا۔

آپ کا اردو اور پنجابی کلام پڑھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قدر نومسلموں کی تعداد میں اضافہ کچھ مبالغہ نہیں۔ آپ نے ہندوؤں کے بنیادی مسائل اور گون وغیرہ کی عقلی طور پر خوب تردید کی اور انہیں کی زبان میں انہیں سمجھانے کی کوشش کی ہے اور ان پر اسلام کی حقانیت روز روشن کی طرح عیاں کر دی۔

آپ نے اپنے خلفاء کی ایک جماعت دین اسلام کی تبلیغ کے لیے مختلف ممالک میں بھیجی تھی۔ انہوں نے ان ممالک میں لاتعداد غیر مسلموں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا۔

آپ کی زندگی بھر کا معمول تھا کہ سفر ہو یا حضر موسم گرمی کا ہو یا سردی کا آدھی رات کے بعد بیدار ہوتے اور وضو کر کے دوگانہ تہجد نہایت ہی خشوع و خضوع سے ادا فرماتے اور اس کے بعد ذکر و فکر و مراقبہ میں مشغول ہو جاتے۔

نماز پنجگانہ کا خصوصی اہتمام با جماعت فرماتے۔ ذکر بالجہر بامد کھینچ کر الا اللہ کی ضرب دل پر لگاتے۔ لسانی وظائف میں سے تلاوت قرآن کریم بمع ترجمہ کے روزانہ بلا ناغہ فرماتے۔ اس کے علاوہ کلمہ طیبہ درود شریف ہزارہ، درود خضری، اسم اعظم، قصیدہ خمریہ محبوبیہ کا ورد آپ کا معمول خاص تھا۔

سنت نبوی کا خصوصی طور پر خیال فرماتے، ہر کام میں شریعت مطہرہ کا پاس رکھتے۔ اپنے مریدوں کو مرید کہنے کی بجائے یار کہہ کر پکارتے تھے۔ اپنے یاروں کو پابندی شریعت کی خاص طور پر تاکید فرماتے۔

آپ نے اپنی خانقاہ معلیٰ ساہن پال شریف میں دین کی تعلیم کے احیاء و فروغ کے لیے ایک مدرسہ کی داغ بیل ڈالی۔ جہاں سے کئی بزرگان ملت اور ہزاروں طالبان علم نے تعلیم حاصل کی۔

آپ کریم الاخلاق، عمیم الاشفاق اور خلق محمدی کا مکمل نمونہ تھے۔ غریبوں، مسکینوں سے محبت کرتے اور سلام کرنے میں سبقت حاصل کرتے تھے۔ امراء اور سلاطین و اغنیاء سے ملاقات میں احتیاط برتتے تھے۔ آنے والے سائل کو کبھی خالی نہ جانے دیا۔ اگر اس کی حاجت پوری کرنے کی سکت نہ ہوتی تو کسی خادم کو دوکان پر بھیج کر اس کی حاجت کی چیز دوکاندار سے ادھار منگوا کر دے دیتے تھے۔ جب

کوئی فتوحات آتیں تو سب سے پہلے قرض داروں کا قرض ادا فرماتے۔

اسی طرح مسافروں کی خدمت اور ان کی واپسی کے کرائے کا خصوصی خیال فرماتے تھے۔

اپنے گھر کا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں کبھی عار محسوس نہ کرتے۔ حتیٰ کہ گائے بھینسوں کے چارے کا اہتمام بھی کبھی کبھی خود فرما لیا کرتے اور کبھی کبھی بیلہ میں چرانے کے لیے بھی لے جایا کرتے تھے۔

مشتبہ طعام سے پرہیز فرماتے تھے۔ لنگر آپ کا ہمیشہ اور ہر آنے والے کے لیے کھلا رہتا تھا۔ لنگر امیر و غریب سب کے لیے یکساں ہوتا تھا۔ اکثر اوقات مہمان کے ہاتھ خود دھلواتے اور ان کے آگے کھانا خود رکھتے تھے محتاجوں، بیواؤں، یتیموں، بیکسوں کی دستگیری کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ ہر دم ذات الٰہی کے خوف سے ڈرتے۔ آپ کی سادہ مزاجی، حلیم الطبعی، خوش اخلاقی، دیانت داری، راست گفتاری، شیریں کلامی ضرب المثل ہو گئی تھی۔ آپ کے بلند حوصلہ اور اولوالعزمی اور فیاضی کا چرچہ ہر زبان زد و خاص و عام پر تھا۔ اسلام کے اصولوں پر آپ کا طریقہ اور آپ کی پختگی دیکھ کر لوگ آپ کے نقش قدم پر چلنا سعادت سمجھتے تھے۔

آپ کا لباس انتہائی سادہ مگر درویشانہ ہوتا تھا۔ دیسی کھدر کے کپڑے اکثر سیاہ کمبل استعمال کرتے جس میں سرخ دھاری ہوتی تھی۔ کبھی کھیس اور چادر کا استعمال بھی فرماتے تھے۔ کمر میں تہہ بند، سر پر ٹوپی طاقیہ جس کو عرف عام میں کانوں والی ٹوپی کہتے ہیں استعمال فرماتے اور کبھی دستار عمامہ شریف بھی سر پر رکھتے تھے۔

آپ کی شادی و اولاد☆: آپ نے تین شادیاں کیں جن میں سے دو بیویوں کے اولاد نہ ہوئی جبکہ تیسری بیوی بی بی روئیل خاتون جو کہ حضرت حافظ بہاؤ الدین ہیلانی کی دختر نیک اختر اور متقیہ خاتون تھیں ان کے بطن مبارک سے خدا نے آپ کو دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی عطا فرمائیں۔ بڑے صاحبزادے جناب حافظ برخوردار صاحب جو کہ عرصہ اپنے زمانے کے عظیم ولی کامل اور آپ کے بعد 29 برس تک آپ کے سجادہ نشین رہے۔ ان کا مزار پُر انوار سیالکوٹ میں مرجع انام ہے۔ دوسرے صاحبزادے جناب مولانا سید محمد ہاشم صاحب دریادل جو کہ کامل ولی تھے۔

خلفائے نامدار☆: یوں تو آپ کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مگر آپ کے خلفاء میں درج ذیل حضرات سے آپ کے سلسلہ کا کافی عروج حاصل ہوا۔ جن میں حضرت سید خواجہ محمد فضیل قادری نوشاہی متوفی 1111 ہجری جن کا مزار کابل افغانستان میں ہے۔ دوسرے خلیفہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک متوفی 1115ھ ان کا مزار بھڑی شاہ رحمان گوجرانوالہ میں ہے۔ تیسرے خلیفہ حضرت سید صالح محمد متوفی 1118ھ ان کا مزار چک سادہ شریف ضلع گجرات میں ہے۔ چوتھے خلیفہ حضرت شیخ پیر محمد سچیار متوفی 1120 ہجری ان کا مزار نوشہرہ شریف ضلع گجرات میں مرجع خاص و عام ہے۔

آپ کا شجرۂ طریقت☆: آپ کا شجرہ طریقت بارہ واسطوں سے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

حضرت حاجی محمد المعروف نوشہ گنج بخش قادری مرید وخلیفہ حضرت سخی سلیمان نوری کے وہ مرید حضرت شاہ معروف خوشابی کے، وہ مرید حضرت سید مبارک حقانی کے، وہ مرید سید محمد غوث اوچی کے، وہ مرید حضرت سید شمس الدین گیلانی حلبی کے، وہ مرید حضرت سید میر میراں گیلانی حلبی کے، وہ مرید حضرت سید علی گیلانی حلبی کے، وہ مرید حضرت سید مسعود شاہ گیلانی حلبی کے، وہ مرید حضرت سید احمد گیلانی حلبی کے، وہ مرید سید صفی الدین صوفی گیلانی بغدادی کے، وہ مرید سید عبدالوہاب گیلانی بغدادی کے، وہ مرید حضرت پیران دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے۔

لقب نوشہ گنج بخش ☆: آپ کو نوشہ کا لقب آپ کے مرشد کامل حضرت سخی سلیمان نوری علیہ الرحمتہ نے عطا فرمایا تھا۔ جس کا معنیٰ ہے (دولہا) یعنی مرشد کامل کے نزدیک آپ کا مقام اولیاء اللہ کی جماعت میں دولہا کی طرح ہے۔ گنج بخش کا خطاب آپ کو اس زمانے کے اولیاء نے آپ کی سخاوت اور مریدین پر بے پناہ ظاہری و باطنی سخاوت دیکھ کر عطا فرمایا تھا۔ آپ کو بھورے والا کے لقب سے بھی پکارا جاتا تھا۔

کشف وکرامات ☆: آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت حافظ محمد برخوردار علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ آپ کا جھنڈا نامی مرید جو کہ چوہدری ساہن پال کے مزارعہ کی زمین کاشت کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کی فصل بہت اچھی ہوئی تو اس نے سوچا کہ اس فصل سے جو منافع ہوگا۔ اس سے اپنی لڑکی کی شادی کروں گا۔

جھنڈا کے کسی مخالف نے حاکم پرگنہ سے شکایت کی کہ موضع ساہن پال میں فصل بہت اچھی ہوئی ہے لہٰذا ان پر لگان زیادہ لگانا چاہئے۔ حاکم پرگنہ چوہدری ساہن پال کا مخالف تھا۔ اس نے مولراج قانونگو کو اس کام پر مامور کیا کہ تم وہاں جا کر سارے رقبے کی پیمائش کر کے ان پر لگان لگالو۔ اتفاق سے مولراج کی بھی چوہدری سے رنجش تھی۔ وہ بڑی خوشی سے اس خدمت کو انجام دینے آیا۔ اتفاقاً سب سے پہلے جھنڈا کا کھیت سامنے آیا۔ اس کی پیمائش ہونے لگی۔ جھنڈا نہایت مغموم ہو کر حضور کی خدمت میں آیا۔ اور حقیقت حال عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ تیری زمین پیمائش میں کس قدر ثابت ہو تو تم راضی ہو۔ اس نے عرض کیا اگر بیس ۲۰ بیگھ بن جائے تو کام میری مرضی کے مطابق بن جائے گا۔ جبکہ زمین تیس بیگھ سے بھی زیادہ تھی۔ آپ نے فرمایا جس طرح تیری مرضی ہے۔ اس طرح ہو جائے گا۔ اگر پیمائش میں تکرار کریں گے تو اس سے بھی کم ہو جائے گی۔ جھنڈا کی تسلی ہوگئی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے نکلا اس سے تفاوت نہیں ہو سکتی۔ آ کر اپنے کھیت کے پاس کھڑا ہوا۔ ملازموں پٹواریوں نے جریب سے پیمائش کی، امر الٰہی سے وہ زمین بیس ۲۰ بیگھ بنی۔ قانونگو نے پٹواریوں کو ڈانٹا کہ تم نے کچھ رشوت لے لی ہے۔ اور زمین کی پیمائش میں بددیانتی کر رہے ہو۔ پھر پیمائش کرو۔

چنانچہ دوبارہ پیمائش کرنے پر انیس ۱۹ بیگھ ہوئی۔ قانونگو غصہ میں آیا اتر کر ایک طرف سے خود جریب پکڑی۔ اور دوسری طرف سے کسی اعتبار والے کو پکڑائی۔ پیمائش کرنے پر زمین اٹھارہ ۱۸ بیگھ بنی۔ قانونگو نہایت متحیر ہوا کہ اس میں کیا اسرار ہے؟ جھنڈا کو پوچھنے لگا کہ تمہارا کھیت بہت وسیع ہے۔ پیمائش میں کم آتا ہے۔ کیا بات ہے؟ اس نے کہا یہ سب کچھ میرے پیر و مرشد نوشہ صاحب کی ذات

اقدس کا تصرف ہے۔

چنانچہ مولراج جھنڈ اندکورہ کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔ اور اپنی تقصیر کی معافی چاہی اور عرض کیا جس قدر آپ ارشاد فرما دیں گے گاؤں کا اتنا معاملہ مقرر کیا جائے گا۔ آپ نے چوہدری ساہنسپال کو بلا کر اس کی مرضی کے مطابق معاملہ مختص کروایا۔ اس کے بعد مولراج بھی آپ کے معتقدوں میں شامل ہو گیا۔

کرامت نمبر ۲ ☆: ایک مرتبہ آپ اپنے شیخ عالی جاہ حضرت سخی شاہ سلیمان نوری علیہ الرحمتہ کے ہمراہ بار گوندلاں کی سیر فرماتے ہوئے موضع دیودال میں پہنچے وہاں کا نمبردار آپ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا۔ یا حضرت، میرا ایک ہی فرزند ہے اور عرصہ سے بیمار ہے۔ چالیس ۴۰ روز گذر چکے ہیں۔ کہ اس نے منہ میں کوئی چیز نہیں ڈالی صرف چمچہ سے پانی اس کے منہ میں ڈالتے ہیں۔ اکثر بیہوش رہتا ہے۔ پانچ چھ گھڑی کے بعد آنکھ کھولتا ہے۔ صرف رمق باقی ہے۔ زندگی کی امید نہیں۔ اگر حضور کچھ دعا فرما دیں تو شاید قبول ہو جائے۔ حضرت سخی بادشاہ نے فرمایا ہمارے درویش کو لے جاؤ وہ لڑکا تندرست ہو جائے گا اور آپ کی طرف دیکھ کر فرمایا میاں حاجی محمد جاؤ بزرگ کام بزرگوں سے ہی ہوتے ہیں۔ آپ حکم بجالاتے ہوئے ان کے ساتھ چلے گئے۔ اور بیمار کی چارپائی کے قریب بیٹھ گئے۔ اور پوچھا کہ کلام بھی کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کی والدہ نے بلایا کہ بیٹا! شاہ حاجی محمد آئے ہیں۔ آنکھیں کھول کر ان کے چہرہ مبارک کو دیکھو بیمار نے آنکھیں کھولیں۔ اور نمبردار کے بیٹے کی رگوں میں طاقت پیدا ہو گئی۔

آپ نے فرمایا کچھ کھاؤ گے اس نے عرض کی اگر کھچڑی ہو تو شاید کھا سکوں۔ اس کے کہنے پر فی الفور کھچڑی تیار کروائی گئی۔ پھر آپ نے فرمایا بھائی تمہارے گاؤں میں حضرت سخی بادشاہ آئے ہوئے ہیں۔ ان کی زیارت کے واسطے چلو۔ اس نے عرض کی ٹھیک ہے۔ آپ نے اس کے والدین سے فرمایا اس کو بغلوں سے پکڑ کر اٹھاؤ۔ اور آہستہ آہستہ لے چلو۔ جب وہ لے کر حویلی سے باہر نکلے تو آپ نے فرمایا چھوڑ دو اب یہ خود چلے گا۔

چنانچہ وہ بغیر کسی سہارے کے حضرت سخی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت سخی سلیمان نوری قادری خوش ہوئے اور آپ کی طرف نظر کر کے فرمایا آؤ بابا آ گئے ہو۔ واقعی مرد اسی طرح کرتے ہیں۔ تم میرے پہلوان ہو۔ اسی روز سے حضور کو پہلوان سخی کا خطاب ملا۔ اور وہ شخص بالکل تندرست ہو گیا۔

کرامت نمبر ۳ ☆: آپ کے مرید حضرت شیخ نور محمد سیالکوٹی سے منقول ہے کہ ایک روز حضور جنگل کی طرف سیر کو نکلے میں بھی ہمراہ تھا۔ راستہ میں بارش شروع ہو گئی۔ ہم ایک موضع میں ٹھہر گئے۔ میں آپ کے پاؤں دبانے لگا۔ آپ استراحت فرمانے لگے۔ مجھے پیاس لگی، میں ایک کنویں پر پانی پینے چلا گیا۔ وہاں ایک مرد و عورت شتر سوار بھی پانی پینے کے لیے اترے۔ میں نے ان سے پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ اور کہاں جاؤ گے کہنے لگے کہ ہم خوشاب سے آئے ہیں اور چک ساہن پال میں حضرت نوشہ صاحب کی خدمت میں جا رہے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ یہ مکان شریف پر جا کر پریشان ہوں گے۔ اس واسطے ان کو بتا دیا کہ حضور اسی جگہ استراحت فرما

رہے ہیں۔ وہ نہایت خوش ہوئے اور وہیں ٹھہر گئے۔ جب حضور بیدار ہوئے تو جوڑا دست بستہ سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ قوم بلوچ سے معلوم ہوتا ہے۔ پھر آپ نے پوچھا کہ کیا مطلب رکھتا ہے۔ اُس نے عرض کی یا حضرت یہ میری بیوی ہے اور مجھے اِس کے ساتھ کمال درجہ کی محبت ہے اور میرے گھر کی آبادی اسی سے ہے۔ یہ دونوں آنکھوں سے نابینی ہو گئی۔ ہر چند فقیروں اور طبیبوں کے پاس لے گیا ہوں مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اب حضور کا نام مبارک سن کر یہاں حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا عورت کہاں ہے؟ اس نے کہا یہاں گوشہ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو لا کر ہمارے روبرو بٹھا دو۔ وہ بلوچ عورت کا ہاتھ پکڑ کر سامنے لے آیا۔ آپ ہمارے ساتھ گفتگو میں مشغول ہوئے۔ اور اس عورت کو فرمایا کہ ہماری طرف دیکھتی رہو۔ جب اس نے دیکھا تو پوچھا کہ کچھ دکھائی دیتا ہے۔ اس نے عرض کیا قدرے نظر آتا ہے۔ پھر ایک ساعت کے بعد پوچھا کہ اب کیا حال ہے۔ اس نے کہا حضور کی صورت اچھی طرح نظر آتی ہے۔ پھر ذرا دیر کے بعد پوچھا تو کہنے لگی اب پہلے کی طرح بالکل تندرست ہوں۔ اور میری آنکھیں روشن ہو گئی ہیں۔ چنانچہ وہ بالکل تندرست ہو گئی۔ اور وہاں سے رخصت ہو گئے۔

کرامت نمبر ۴ ☆: ایک مرید حضرت مولانا حافظ معموری صاحب سے روایت ہے کہ ایک روز میاں جیون حجام نے عرض کیا کہ یا حضرت مدت ہوئی ہے کہ آپ موضع باہو کی ہمارے غریب خانہ میں رونق افروز نہیں ہوئے۔ آپ اس کی التماس قبول فرما کر وہاں تشریف لے گئے میں بھی ہمراہ تھا۔ رات کو میاں جیون کے کارندوں نے عرض کیا کہ یا حضرت ہماری زراعت میں چوہے بہت ہیں۔ کھیتی کا نقصان کرتے ہیں۔ آپ سن کر خاموش ہو گئے۔ چند ساعت گزری تھیں کہ ایک قطعہ ابر ظاہر ہوا جو ان کھیتوں پر خوب برسا۔ اور کچھ گاؤں پر بھی قطرات پڑے۔ صبح کارندے گئے تو دیکھا تمام قطعہ زمین پانی سے لبریز ہے۔ اور چوہے مرے پڑے ہیں۔ وہ خوش ہو کر آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ حضور اللہ تعالیٰ کے حکم اور آپ کی توجہ سے مینہ خوب برسا ہے اور آپ کی دعا سے خوب فصل ہوئی۔

کرامت نمبر ۵ ☆: آپ کے مرید و خلیفہ حضرت حافظ معموری علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ جو مشہور ہے کہ قیامت کے دن سب گروہ اپنے اپنے سرکردہ گروہوں کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ آیا یہ سچ ہے۔

فرماتے ہیں کہ جس دن یہ خیال پیدا ہوا اُسی رات میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور مخلوق لاتعداد جمع ہے اور بہت سے جھنڈے نظر آرہے تھے۔ ان میں ایک جھنڈا جو سب سے بڑا تھا وہ حضرت غوث الاعظم کا تھا۔ میں نے نوشاہی جھنڈے کو تلاش کیا اور اس کے پاس پہنچا تو کیا دیکھا کہ حضرت حاجی محمد قادری نوشہ گنج بخش بمع اپنے یاروں کے موجود ہیں اور مجھ کو دیکھ کر فرمایا کہ آ تیری یہ جگہ ہے۔

جب صبح ہوئی میں بیداری کے عالم میں حضرت کی خانقاہ میں گیا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ حافظ مسئلہ قیامت برحق ہے جیسا کہ تو نے خواب میں دیکھا ہے ایسا ہی انشاء اللہ ہوگا۔

پہلوان کے ہاتھ سے خون کے قطرے گرنے لگے ☆: امام الطریقہ سلسلہ عالیہ نوشاہیہ حضرت حاجی محمد

المعروف نوشہ گنج بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ لاہور تشریف لے گئے تھے۔ ان دنوں وہاں ایک شاہی پہلوان شیر علی نام مغل زادہ بیجا پوری آیا ہوا تھا۔ جو پہلوان پائے تخت کا خطاب رکھتا تھا۔ اس نے افغانستان کے ایک پہلوان جنگی زور کو کشتی میں شکست دی تھی۔ اس لیے اس کا شہرہ عام ہو گیا تھا۔ آپ کو شوق تھا کہ اس کو دیکھیں۔ آپ ہمرائیوں سمیت اس کے اکھاڑہ میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ورزش کر رہا تھا۔ آپ چونکہ بلند قامت جسم اور طاقتور تھے۔ پائے تخت نے آپ کو دیکھ کر سمجھا کہ یہ کوئی پہلوان ہے۔ کہنے لگا اے نوجوان اگر خواہش ہے تو میرے کسی شاگرد سے کشتی کرو۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو استاد سے کشتی لڑوں گا۔

چنانچہ آپ کپڑوں کے ساتھ ہی آگے بڑھے۔ پہلوان نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ آپ نے ایسا دبایا کہ اس پہلوان کے ہاتھ سے خون کے قطرے گرنے لگے وہ سمجھ گیا۔ کہ یہ بندے کی طاقت نہیں۔ زور ولایت ہے اور آپ کے قدم بوس ہو گیا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ایک سو پانچ برس کی عمر شریف میں 8 ربیع الاول 1064 ہجری بمطابق 1691ء کو ہوا۔

مزار پرانوار رنمل شریف موضع ساہن پال شریف ضلع گجرات میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی منہ مانگی مرادیں پا رہے ہیں۔ حضرت مفتی غلام سرور قادری لاہوری نے درج ذیل قطعہ تاریخ وصال لکھی ہے:

قطعہ تاریخ وصال

حضرت حاجی محمد پیر نوشه گنج بخش
آنکه شد مشهور در اهل جهان اجلال او
کرد چوں آخر عروج از فرش بر عرش بریں
پیر فیاض است هم اهل سخاوت سال او

1064 ہجری

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ فضیل قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف ربانی، مرشد لاثانی، امام الفقراء، مستغرق ذات خدا حضرت خواجہ فضیل قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کابل کے رہنے والے اور اپنے وقت کے چوٹی کے عالم اور شیخ کامل ہوئے ہیں۔ ابتدائی جوانی کی عمر میں فوج میں ملازم ہوئے۔ بعد میں دل اکتا گیا اور فوج سے استعفیٰ دے کر یادخدا میں مست ومستغرق ہوگئے۔ جب طلب حق بڑھنے لگی تو شیخ کامل کی تلاش میں کابل سے عازم پنجاب ہوئے اور پنجاب کے ضلع گجرات کے قصبہ ساہن پال جو اس زمانے میں علم وعرفان کا گہوارہ تھا میں آ کر حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

اس کے بعد عبادت وریاضت اور مجاہدات میں مشغول ہو کر منازل سلوک طے کیں۔ بعد میں مرشد کامل سے خرقہ خلافت سے سرفراز ہو کر مالا مال ہوئے۔ اور مرشد کامل کے حکم سے کابل تشریف لے گئے وہاں پر طالبان حق کے لیے خانقاہ قائم کر کے رشد وہدایت میں مصروف ہوگئے۔

چند ہی دنوں میں اس قدر شہرہ بلند ہوا کہ دور دور سے لوگ آ کر فیض یاب ہونے لگے۔ آپ کی نگاہ ولایت میں خدا نے وہ تاثیر پیدا کی تھی کہ آپ کے سامنے کیسا ہی فاسق وفاجر آ جائے وہ تائب ہو کر نیکوکار بن جاتا تھا۔ دنیا کا لاعلاج بیمار مریض آپ کے پاس آتا مکمل شفا پا کر واپس جاتا تھا۔

کشف وکرامات: ایک سرکاری باغ سے ستر آدمی ایک بہت بڑا پتھر نیچے لانا چاہتے تھے مگر وہ پتھر اپنی جگہ سے ہلتا نہ تھا۔ باغ کے مالی نے آ کر حضرت خواجہ محمد فضیل قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ اس کے ساتھ باغ میں گئے اور زور سے **الا اللہ** کا نعرہ مارا تو اس پتھر کے ستر ٹکڑے ہو کر باغ میں جدا جدا گر گئے۔

یہ کرامت دیکھ کر حاکم کابل نے وہ باغ آپ کو نذر کر دیا۔

کرامت نمبر ۲ ☆: آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ چند کابلی بغرض شرارت ایک زندہ شخص کو چارپائی پہ ڈال کر مردہ بنا کر برائے امتحان کرامت حضرت کے روبرو سے نکلے آپ برائے ادائے نماز جنازہ اس جنازہ کے ساتھ ہو لئے۔ جب جنازہ گاہ میں پہنچے تو ان لوگوں نے آپ سے گزارش کی کہ حضرت آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔

صفیں بن گئیں تو آپ نے نماز جنازہ کی تکبیر پڑھی تو اسی وقت اس مسخرے شخص کی روح اس کے جسم سے پرواز کر گئی۔ اس کے ساتھی منتظر تھے کہ یہ اب اٹھ کر کہے گا کہ حضرت میں آپ کی کرامت سے زندہ ہوا ہوں اور ہم مسخرہ پن کریں گے۔ جب وہ نہ اٹھا تو سب حیران و پشیمان ہوئے نماز جنازہ کے بعد جب انہوں نے چادر ہٹا کر اس کا منہ کھولا تو کیا دیکھا کہ وہ مر چکا ہے۔ وہ تمام مسخرے آپ کے قدموں میں گر گئے اور معافی مانگنے لگے مگر آپ نے فرمایا۔ **جیف القلم بما ھو کائن۔**

کرامت نمبر۳ ☆: آپ ہمہ وقت جذب و شکر کے عالم میں رہتے تھے جس کی وجہ سے گاہے بہ گاہے فرض نماز فوت ہو جاتی تھی۔ کابل کے علمائے ظاہر چونکہ آپ کی شہرت سے خائف تھے۔ انہوں نے آپ کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے ایک فتویٰ پر آپ کے خلاف دستخط کروا کر آپ کو طلب کیا اور کہنے لگے آپ پر نماز فرض ہے۔ اگر آج کے بعد آپ اگر نماز نہیں پڑھیں گے تو آپ پر حد شرعی جاری کر دی جائے گی۔

آپ نے فرمایا کہ میں شریعت کا احترام کرتا ہوں۔ اور نماز فرض ہے اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ مگر آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ نماز کی ادائیگی کے لیے وضو کرنا فرض ہے۔ اور بغیر وضو کے نماز جائز نہیں۔

چونکہ وہ علم ظاہری کے رکھنے والے باطنی علم سے نا آشنا تھے۔ بات کو سمجھ نہ سکے اور کہنے لگے ہم آپ کو وضو کراتے ہیں۔ یہ کہہ کر پانی لائے اور آپ کو وضو کرانے لگے جب آپ وضو کرنے لگے تو انہوں نے ہاتھ پر پانی ڈالا تو پانی نے آپ کے ہاتھ پر کوئی اثر نہ کیا۔ ہاتھ بالکل خشک دیکھ کر وہ تمام مولوی حیران رہ گئے۔ تب آپ نے فرمایا اے علمائے کرام مسئلہ یہ ہے کہ جب تک پانی ہاتھ پر نہ بہے وضو مکمل نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے میں مجبور ہوں۔ وہ تمام علماء قدموں میں گر کر معافی کے خواستگار ہوئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۱۱۲ ہجری بمطابق 1700ء میں ہوا۔ مزار پر انوار کابل میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر محمد سچیار کمبل پوش قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ماہر رموز مقطعات فرقان، واقف اسرار متشابہات قرآنی، مورد الطاف یزدانی، آئینہ جلال و جمال حقانی، مزین بعزت مرتبہ کمال، فارغ از مستقبل و حال، مظہر الجلال والجمال، کاشف العلم والکمال، نقیب آقائے دو جہاں، رونق بزم عاشقاں، سلطان ملک بقاء، جلیس مسند حق الیقین، قطب اقلیم حضرت خواجہ پیر محمد سچیار کمبل پوش نوشۂ ثانی قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ زینت بزم عارفاں ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت گیارہویں سن ہجری کے آغاز 1012 ہجری بمطابق 1119ء میں موضع ڈھوک نڑالی تحصیل گوجر خان چکوال روڈ ضلع راولپنڈی میں گکھڑ راجپوت خاندان کے ایک عظیم چشم و چراغ اور صاحب ثروت نیک سیرت بزرگ جناب ملک محمد وارث خان کے گھر میں ہوئی۔

آپ کے آباؤ اجداد ایران سے ہجرت کر کے موضع نڑالی تحصیل گوجر خان چکوال روڈ میں آ کر آباد ہوئے۔ نڑالی کو ڈھوک نڑالی اور نہونگ نڑالی بھی کہا جاتا ہے۔

والدین نے آپ کا نام نامی اسم گرامی پیر محمد رکھا۔ جبکہ بیعت کے بعد آپ کے مرشد کامل نے آپ کو سچیار کے لقب سے نوازا۔ (سچیار کا معنی سچا یار) ہے۔

آپ عام طور پر کمبل اوڑھے رہتے تھے۔ اس لیے آپ کو کمبل پوش کے لقب سے بھی پکارا جاتا ہے۔ مرشد کامل نے ایسا رنگ چڑھایا کہ دیکھنے والا اگر باطن کی نگاہ سے دیکھے تو نوشۂ ثانی کے نام سے پکارنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

تربیت و تعلیم ☆: آپ کی تربیت زیادہ والدہ ماجدہ کی زیر نگرانی ہوئی۔ اس لیے کہ ابھی کم عمری میں تھے کہ آپ کے والد گرامی ملک وارث خان صاحب کا انتقال ہو گیا۔

جس کی وجہ سے آپ کی تربیت اور تعلیم کی ذمہ داری آپ کی والدہ ماجدہ پر آن پڑی۔ جس کو انہوں نے بحسن و خوبی سرانجام دیا اور دینی تعلیم کے حصول کے لیے ایک دینی مدرسے میں داخل کرا دیا۔

جہاں آپ نے اپنی شب روز کی محنت و لگن سے بارہ برس کی عمر عزیز میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ اس کے بعد آپ نے علوم دینیہ کے حصول کے لیے کتابی شعبہ میں داخلہ لے کر عربی و فارسی کی ابتدائی کتب کے علاوہ تفسیر و حدیث، فقہ، منطق، علم الکلام اور دیگر علوم میں

دسترس حاصل کرنے کے بعد دورۂ حدیث مکمل کر کے سند فراغت حاصل کی۔

آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ حافظ الحدیث تھے آپ کو آٹھ ہزار احادیث زبانی یاد تھیں۔ زمانے کے بڑے بڑے فاضلین آپ کی قوت حافظہ پر انگشت بدنداں تھے۔

نقل مکانی ☆: ابھی آپ لڑکپن کے عالم میں تھے کہ آپ کے والد گرامی کا وصال ہو گیا تو قبیلہ میں ناچاقی کی بنا پر آپ کے والد بزرگوار کا ایک فدائی آپ کو نڑالی سے گجرات کے ایک گاؤں کالیکی میں لے آیا۔ بقیہ تعلیم آپ نے کالیکی میں حاصل کی تھی اور ایک عرصہ تک وہیں پر مقیم رہے۔

سیر و سیاحت اور زندگی میں انقلابی تبدیلی ☆: کھیتی باڑی آپ کا آبائی شعبہ تھا اس کے ساتھ ساتھ آپ نے تجارت کو بھی اپنائے رکھا۔ اس سلسلہ میں تجارت کی غرض سے آپ ہندوستان کے مختلف شہروں میں اکثر جاتے۔

ایک مرتبہ بغرض تجارت وسیاحت لاہور تشریف لے گئے تو آپ حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمتہ کی خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ اور حضرت میاں میر کی ملاقات سے بھی مشرف ہوئے۔ تو حضرت میاں میر نے آپ کے چہرہ پر ظاہر ہونے والے اثرات دیکھ کر فرمایا کہ، اے عزیز تمہارے کاروبار اپنی جگہ پر لیکن اللہ کریم نے آپ کو کسی اور مقصد کے لیے منتخب کیا ہوا ہے۔ اور میں دین اسلام کی خدمت تمہارے مقدر میں لکھی دیکھ رہا ہوں۔

جب آپ نے حضرت میاں میر کی یہ پیشن گوئی سنی تو آپ کی طبیعت میں یک لخت انقلاب آ گیا۔ کاروبار دنیا اور دنیاوی معاملات سے دل اچاٹ ہو گیا اور آپ کی تمام تر توجہ دین اسلام کی خدمت واشاعت وترویج اور فکر آخرت کی طرف ہو گئی اور اس کے بعد سے ہمہ وقت ذکر وفکر اور عبادت وریاضت میں مشغول ہو گئے اور خدمت خلق اللہ کو اپنا شعار بنا لیا۔

حضرت میاں میر کے پاس سے واپس آنے کے بعد آپ کی طبیعت میں سوز وگداز کی ایک عجیب کیفیت اور عشق الٰہی کی آگ سلگنے لگی۔

اسی سوز کی کیفیت اور عشق الٰہی کی لگن میں آپ دوبارہ حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمتہ کی خدمت میں لاہور پہنچے اور ان کی خدمت میں بیعت کے لیے درخواست کی تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارا فیض ہمارے پاس نہیں کہیں اور ہے۔ اس موقع پر میاں میر صاحب نے کوئی واضح نشاندہی بھی نہیں کی۔

اس کے بعد آپ کچھ عرصہ حضرت میاں میر کی خدمت میں رہے اور اس کے بعد ضلع گجرات کی حد میں واقع چک کالے میں تشریف لے آئے اور وہاں پر عارف کامل حضرت سید شاہ بھولا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر چند دن ان کے فیض باطنی سے مستفیض ہو کر ان سے بیعت کی درخواست کی تو انہوں نے بیعت کرنے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا حصہ میرے پاس نہیں بلکہ حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ کے پاس ہے۔

لہٰذا تم ساہن پال شریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات جا کر ان کی خدمت میں حاضری دو۔ حضرت سید بھولا شاہ سے حضرت حاجی محمد

نوشہ گنج بخش علیہ الرحمتہ کا نام نامی سن کر آپ کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اسی وقت حضرت سید بھولا شاہ علیہ الرحمتہ کے ہمراہ حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے چل دیئے۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے جب آپ ساہن پال شریف پہنچے تو خدام نے حضرت نوشہ پاک کو بتایا تو حضرت نوشہ پاک نے حجرہ سے باہر تشریف لاکر آپ کا استقبال کیا۔

بڑی محبت سے آپ کو اپنے حجرے میں لے گئے اور فرمایا پیر محمد مدت سے ہمیں تمہارا انتظار تھا۔ شکر ہے اس مالک حقیقی کا کہ تم منزل مقصود تک بخیریت پہنچ گئے۔

اس کے بعد مرشد کامل نے آپ کو بیعت سے سرفراز فرمانے کے بعد آپ کے سینے کو عرفان وانوار سے پر کیا اور پہلی نظر میں ہی تمام باطنی حجابات ختم کر دیئے۔

آپ نے مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کے بعد تین دام بطور نذرانہ پیش کیئے۔ مرشد کامل نے ایک دام اپنے بڑے صاحبزادے حافظ برخوردار اور دوسرا دام چھوٹے صاحبزادے حضرت ہاشم دریادل کو اور تیسرا دام آپ کو واپس عنایت کر دیا۔

بیعت کے بعد آپ بارہ برس تک مرشد کامل کی خدمت اور عبادت وریاضت میں مشغول رہے۔ لنگر کے لیے مختلف مواضعات سے لکڑیاں چن کر لاتے۔

سردی کے موسم میں پانی گرم کر کے مرشد کامل کو بوقت نماز وتہجد وضو کراتے۔ لنگر کے وقت مہمانوں کے سامنے دستر خوان بچھاتے وغیرہ وغیرہ۔

ایک دن آپ کسی گاؤں میں لکڑیوں کے لیے گئے ہوئے تھے تو کسی عقیدت مند نے گنے کے رس کی بنی ہوئی کھیر کا دیگچہ نذر کیا تو آپ نے سر پر رکھ لیا۔

راستہ میں بارش شروع ہوئی تو دیگچے کی کالک سیاہی بارش کے پانی سے اتر کر آپ کے منہ پر پڑتی رہی۔ اس سیاہی کی آپ کے چہرے پر لکیریں پڑ گئیں مگر آپ نے کچھ پرواہ نہ کی۔

دیگچہ اٹھائے ہوئے جب مرشد کی بارگاہ میں پہنچے اور مرشد نے وہ سیاہ لکیریں چہرے پر دیکھی تو اپنی چادر مبارک سے آپ کا چہرہ صاف کیا اور فرمایا پیر محمد تم نے ہماری محبت کے جذبے میں اپنے چہرے کے سیاہ ہونے کی پرواہ نہیں کی۔ ہم نے تمہارا چہرہ ماہتاب کی طرح روشن کر دیا۔ چنانچہ فرمان کے مطابق آپ کا چہرہ چاند کی طرح منور ہو گیا۔

اس اثناء میں مرشد کامل حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ نے جب دیکھا کہ تمام منازل فقر وسلوک طے ہو گئیں تو انہوں نے آپ کو بلا کر خرقۂ خلافت سے نواز کر ارشاد فرمایا۔

پیر محمد ہم نے مغلپورہ کی ولایت تمہارے سپرد کی۔ اب تم وہاں جا کر لوگوں کی رشد وہدایت کا فریضہ سرانجام دو۔ اللہ تعالیٰ تم کو برکت

دے گا اور قیامت تک تمہاری ولایت کا ڈنکا بجتا رہے گا۔

مغلپورہ موجودہ نوشہرہ شریف میں ورود مسعود☆: مرشد کامل کے حکم سے آپ مغلپورہ موجودہ نوشہرہ شریف تشریف لے آئے اور رشد وہدایت اور خدمت خلق اللہ میں مصروف ہو گئے یہ علاقہ ایک غیر آباد علاقہ تھا۔

اس علاقہ کے ایک جاگیردار کے ہاں اولاد نرینہ نہ ہوتی تھی اس کی بیوی آپ کا شہرہ سن کر حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اپنے خاوند کو بھیجنا۔ رات کو جب اس کا خاوند گھر آیا۔ اس نے اس بات کا ذکر خاوند سے کیا تو وہ اگلے روز خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے خدا کی بارگاہ میں تمہارے واسطے دعا کر دی ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی تمہیں خداوند کریم اولاد نرینہ سے نوازے گا۔ پھر ہوا بھی ایسا ہی کے خدا نے اس کو فرزند عطا کیا۔ وہ میاں بیوی خوشی خوشی بیٹے کو لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے اس کا نام غلام حسین رکھا اور فرمایا کہ یہ ہمارا مرید ہوگا۔

اس بچے کے والد نے بیٹے کی پیدائش کی خوشی میں آپ سے عرض کی حضور جس جگہ پر آپ جلوہ افروز ہیں یہ میری ملکیت ہے۔ میں اس میں سے پچپن بیگھے زمین آپ کے نام ہبہ کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ ہم درویش لوگ ہیں ہمیں دنیا اور زمین جائیداد کی کوئی حاجت نہ ہے۔ اس نے عرض کی حضور میں نے یہ زمین آپ کو دے دی ہے۔ اب آپ اس کو رکھیں یا کسی کو دے دیں یہ آپ کی مرضی ہے۔

میرا اس پر اب کوئی حق نہیں ہے۔

آپ اس کی بات سن کر خوش ہوئے اور اس علاقے کے غریب لوگوں میں اعلان فرما دیا کہ جو جتنی چاہے زمین مکان بنانے کیلئے لے لے۔ آپ کا اعلان عام سن کر مغلپورہ اور گرد ونواح کی بستی کے لوگوں نے اس جگہ مکان بنانے شروع کر دیئے۔ وہاں کے رہنے والی خوجہ برادری نے مکانات کے علاوہ دوکانوں کی تعمیر بھی کر دی جس کی بنا پر یہ غیر آباد جگہ صرف دو سال کے قلیل عرصہ میں آباد ہو گئی۔ اس کا نام نوا شہر رکھا گیا۔ جو بعد میں تلفظ کے تغیر اور علاقائی بولی کی بنا پر نوشہرہ مشہور ہو گیا۔

نوشہرہ شریف جہاں آج کل آپ کا مزار پر انوار ہے۔ جلال پور جٹاں گجرات سے آٹھ کلومیٹر اور گجرات شہر سے مشرق کی جانب 15 پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

مرشد کامل کی جانب سے سچیار کا خطاب و دیگر انعامات کی بارش☆: آپ کو اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش علیہ الرحمتہ سے جنون کی حد تک عشق اور لگاؤ تھا۔

پیر اور مرید بامراد کے درمیان کسی قسم کی دوئی کا پردہ حائل نہ تھا۔ اسی یگانگت مثالی کی وجہ سے آپ کا خطاب اپنے ہادی و رہنما کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ اور ہر طرف ہر علاقہ ہر طبقہ میں حضرت پیر محمد سچیار حضرت نوشہ سچیار اور نوشہ ثانی کے نام سے پکارے جانے لگے اور اسی نام سے تا قیامت آپ کی پہچان باقی رہے گی۔

سیرت و کردار☆: آپ اخلاق کریمانہ کے مالک اور انتہائی مشفق و مہربان شخص تھے۔ کبھی کسی کی دل آزاری نہ کی، غرباء

اور مساکین علماء اور مشائخ کا خصوصیت سے خیال فرماتے تھے۔ مال و دنیا سے نفرت اور مشتبہ چیزوں سے پرہیز فرماتے تھے۔ خودنمائی کا آپ میں شائبہ بھی نہ تھا۔ تکلف کو بالکل پسند نہ کرتے۔

اگر کوئی شخص آپ کے خلاف برائی سے کام لیتا تو اسے کچھ نہ کہتے بلکہ معاف فرما دیتے تھے۔ آپ ہمیشہ اپنے مریدین یاروں کو بھائی چارے کی تلقین فرماتے تھے۔

بذات خود کسر نفسی سے کام لیتے آپ کے مزاج میں صبر و تحمل کا مادہ وافر موجود تھا۔ کبھی کسی سے انتقام نہ لیا نہ ہی کسی پر طعن کیا۔

احسان مند اس طرح کے تھے کہ کسی نے ذرا بھی احسان کیا تو آپ نے اس کو عمر بھر نہ بھلایا۔ حضرت سید بھولا شاہ نے آپ کی راہنمائی کر کے حضرت نوشہ پاک کی خدمت میں مرید ہونے کو بھیجا۔

آپ ان کے اس احسان کے بدلے بھولا شاہ کے وصال کے بعد سے ہر سال سات ربیع الاول کو ان کے مزار پر نہ صرف حاضری دیتے بلکہ باقاعدہ نذر نیاز بھی پیش کرتے اور آج تک آپ کی اولاد اس روایت کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔

آپ ظاہری وضع قطع کو بالکل نہ پسند کرتے اور لباس بالکل سادہ زیب تن فرماتے تھے۔ اکثر تہبند اور کرتا استعمال فرماتے سر مبارک پر سفید رومال یا دستار باندھتے ٹوپی کا استعمال کبھی کبھی فرماتے۔

سردی کے موسم میں کمبل یا چادر استعمال کرتے تھے۔ تمام عمر نماز پنجگانہ کبھی قضا نہ ہونے دی ماہ صیام کے روزے مکمل رکھتے، تہجد کی نماز باقاعدگی سے ادا فرماتے، تمام عمر شریعت و طریقت کی پاسداری میں گذاری۔

ہر وقت اپنے شیخ کی تعلیمات اور طریقہ کا خیال رکھتے۔ مرشد خانے کا احترام اس قدر دل میں تھا کہ جب کبھی مرشد خانے تشریف لے جاتے تو پاؤں میں جوتا نہ ہوتا تھا۔

شادی و اولاد☆: آپ نے دو شادیاں کیں آپ کی پہلی بیوی آپ کے خلیفہ حضرت عبدالرحمٰن کی دختر نیک اختر تھیں، ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ جبکہ دوسری شادی آپ نے موضع بھکھڑیوالی سے کی ان اہلیہ کے بطن سے خدا نے آپ کو ایک فرزند و جانشین عطا فرمایا جن کا نام صاحبزادہ سلطان عبدالجلیل قادری نوشاہی علیہ الرحمۃ ہے۔

وہی بعد میں آپ کے سجادہ نشین ہیں۔ ان سے بہت فیض جاری ہوا اور سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ سچیاریہ کے عظیم ترجمان تھے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: یوں تو آپ کے لاتعداد خلفائے نامدار ہوئے لیکن جن حضرات نے اس چشمہ علم و عرفان سے معرفت و حقیقت کا فیضان حاصل کر کے پوری دنیا میں عشق و محبت کی شمع روشن کی وہ یہ بائیس خلفائے نامدار ہیں:

اس کے علاوہ آپ کی بارہ باونیاں اور بہتر امرا بھی مشہور ہوئے ہیں۔ ذیل میں آپ کے خلفائے نامدار کے اسمائے گرامی پیش خدمت ہیں:

حضرت سلطان عبدالجلیل فرزند و جانشین و خلیفہ اعظم، حضرت داؤد بخت جمال حضرت شاہ مراد، حضرت حافظ سید قائم الدین برقندازی، حضرت میر شاہ سلطان بگا شیر، حضرت میاں میہوں حضرت سید نتھا شاہ سلطان حضرت رحمت اللہ حضرت محمد پناہ حضرت شاہ میر

قلندر حضرت حافظ محمد صدیق حضرت حافظ سعد اللہ حضرت حافظ محمد اسماعیل حضرت سید شریف شاہ حضرت سید شاہ جمال حضرت سید شاہ فرید، حضرت حافظ اللہ بخش حضرت رحیم شاہ، حضرت سید شاہ بلاق حضرت رحمان اللہ حضرت شیخ محمد حضرت شیخ حبیب اللہ چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

سچیار پاک کا تصرف ☆: شہنشاہ ملک ولایت حضرت پیر محمد سچیار المعروف سچیار پاک قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ کے پیر بھائی حضرت خواجہ فضیل کابلیؒ کو اپنے پیشوا حضرت نوشہ عالیجاہ کے وصال کی خبر ہوئی تو فاتحہ خوانی کے لیے کابل سے چل پڑے۔ غم فرقت سے نڈھال چلے آ رہے تھے۔

آپ پر کچھ ایسی کیفیت وارد تھی کہ راستے میں دریائے اٹک سے پار ہی تھے کہ حضور نوشہ عالیجاہ کے اکثر یاروں نے خوفزدہ ہو کر حضرت سچیار پاکؒ سے عرض کی کہ خواجہ فضیل صاحب آ رہے ہیں۔ اور شدت غم میں سب کا فیض سلب کرتے چلے آ رہے ہیں۔ حضرت سچیار پاک نے سب یاروں کو تسلی دی اور خواجہ صاحب پر ایسی توجہ فرمائی کہ جونہی خواجہ صاحب نے دریائے اٹک پار کیا۔ ان کی اپنی ہی حالت سرد پڑ گئی۔

چنانچہ اسی حالت میں وہ درگاہ شریف پر حاضر ہوئے۔ حضرت سچیار پاک نے آپ سے دریافت کیا کہ اے فضیل جو نصیحت میں نے تمہیں کی تھی۔ وہ تمہیں یاد ہے۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ وہ تو یاد ہے۔ لیکن دریائے اٹک پار کرتے ہی میری حالت سرد ہو گئی ہے۔ حضرت سچیار پاک نے فرمایا کہ تم نے راستہ میں فقیروں کا فیض سلب کرنا شروع کر دیا تھا۔

تمہیں اس فعل سے باز رکھنے کی خاطر ایسا کیا گیا ہے۔ واپسی پر جب تم دریائے اٹک پار کر جاؤ گے تو تمہاری اصل حالت بحال ہو جائے گی۔

اس وقت خواجہ صاحب کو معلوم ہوا کہ میرے جذب کا سرد پڑ جانا دراصل حضرت سچیار پاک کے تصرف کا نتیجہ ہے۔ جب خواجہ صاحب واپس ہوئے اور دریائے اٹک کے پار اترے تو ان کی اصل حالت دوبارہ لوٹ آئی۔

کشف و کرامات ☆: حضرت پیر محمد سچیار المعروف سچیار پاک رحمتہ اللہ علیہ نے لالہ نواب رائے گجراتی پر ایسی نگاہ کرم ڈالی کہ انوپ رائے پر حالت جذب طاری ہو گئی۔ اور ان کو ایسے مرتبہ عالی پر فیض دے کر فائز کر دیا کہ جو شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوتا صاحب گداز ہو جاتا۔ مصنف ثواقب المناقب جن کی حیات (۱۱۲۶ھ-۱۹۱۴ھ) میں وہ زندہ موجود تھا۔ لکھتے ہیں کہ انوپ رائے آج کل جمعیت ظاہری و باطنی رکھتا ہے۔ اور ہندو مسلمان سب اس کے معتقد ہیں۔ لالہ انوپ رائے خود اپنے متعلق بیان کرتا ہے۔ کہ میں ابھی بچہ تھا کہ حضرت سچیار پاک کی نظر عنایت مجھ پر ہو گئی میں مست وار ہو گیا۔ ایک رات میں نے عالم رویا میں دیکھا کہ میں آپ سے بھاگنا چاہتا ہوں۔ مگر آپ نے مجھ کو پکڑ لیا۔

جب صبح میں آپ کی محفل میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے متبسم ہو کر حاضرین سے فرمایا کہ آج یہ لڑکا ہم سے بھاگنا چاہتا تھا۔ مگر ہم

نے اس کو بھاگنے نہیں دیا۔

اس کے بعد میں نے پختہ ارادہ کرلیا۔ کہ اب تمام عمر حضور سچیار پاک کی خدمت اقدس میں ہی بسر کروں گا۔ ایک دن میرے والد بخت گل نے مجھے حضور کی بارگاہ میں حاضر کر کے کہا۔ کہ حضور ہم کو فخر ہے کہ ہمارا فرزند مقبول و منظور ہو چکا ہے لیکن ہندو دھرم چھوڑنے کا خوف غالب ہے۔

آپ نے ان کی بات سن کر فرمایا اے بخت گل تم کوئی فکر مت کرو اہل فقر قید مذاہب سے آزاد ہوتے ہیں۔

کرامت نمبر۲ ☆: منقول ہے کہ سردار کوسالی سنگھ جو کسی ریاستی مہاراجہ کا وزیر تھا۔ حضرت پیر محمد سچیار پاک کی شہرت سن کر نوشہرہ شریف آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض گزاری کہ حضور مجھے نصیحت فرمائیں، حضور نے فرمایا حق تعالیٰ کو یاد کرو۔ ایک کو دیکھو اور ایک ہی جانو ایک ہی کہو اور ایک کے ہی ہو کر رہو۔ اس کو ان کلمات سے ہی ایسی تاثیر ہوئی کہ وزارت چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی۔

آپ نے اس پر ایسی نظر لطف ڈالی کہ عشق حقیقی کے سمندر میں غوطہ دے کر مست و مجذوب کر دیا۔ ایک بار اس کے پیر بھائیوں نے اسے طعنہ دیا کہ تجھے پیر محمد سچیار پاک سے اتنی زیادہ الفت ہے تو تو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا اس وقت یہ کوٹھے پر بیٹھا ہوا قوالی سن رہا تھا۔

اس نے مستی میں ایسا نعرہ لگایا کہ سب اہل مجلس کو وجد ہو گیا اور جو لوگ کوٹھے پر بیٹھے قوالی سن رہے تھے۔ سب کے سب نیچے گر پڑے لیکن کسی کو ذرا برابر بھی چوٹ نہ آئی۔

کرامت نمبر۳ ☆: حضرت پیر محمد سچیار المعروف سچیار پاک قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید کے بیٹے حضرت سید شاہ شریف صاحب سکنہ تلکونڈی چوہدریاں کے والد محترم تجارت کرتے تھے۔ وہ اکثر مال تجارت لے کر گجرات اور سیالکوٹ میں فروخت کے لیے آتے رہتے تھے۔

وہ حضرت سچیار پاک کی زیارت کرنے نوشہرہ شریف بھی آتے اور اپنے مال تجارت میں سے آپ کو بھی نذر و نیاز دیتے تھے۔ باپ دادا کی زندگی میں حضرت شاہ شریف صاحب فارغ البال ہونے کی وجہ سے جنگلوں اور بیابانوں میں سیر و تفریح کرتے رہتے تھے۔ آپ کو پہاڑوں میں ایک کیمیا گر ملا۔ آپ اس کے ہمراہ کچھ عرصہ رہے۔ اس نے آپ کی ذہانت و فطانت سے متاثر ہو کر اور سید جان کر آپ کو کیمیا گری سکھلا دی۔

جب ان کے باپ دادا وفات پا گئے تو آپ نے بھی تجارت شروع کر دی اور ویسے ہی گجرات اور سیالکوٹ میں مال تجارت بیچنا شروع کر دیا۔ اپنے باپ دادا کی پیروی میں ایک دن نوشہرہ شریف میں حضرت سچیار پاک کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ کے مصارف کی فراوانی درویشوں کی کثرت اور آپ کہ فقر و فاقہ کو دیکھ کر متاثر ہوئے اور پانچ سیر تانبہ منگوا کر اس پر اکسیر ڈالی تو وہ سونا بن گیا۔

انہوں نے یہ سونا حضرت سچیار پاک کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت سچیار پاک نے پوچھا بیٹا یہ کیا ہے۔ تو شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور آپ کی مصارف کی فراوانی دیکھ کر میں یہ ہدیہ پیش کر رہا ہوں۔ آپ جناب نے فرمایا کہ اسے سامنے والے طاقچہ میں رکھ دو۔ شاہ صاحب نے ویسا ہی کیا اور آپ سے رخصت لے کر واپس چلے گئے۔

تقریباً ایک سال کے وقفہ کے بعد دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پہلے سے بھی زیادہ فقر و فاقہ دیکھ کر خیال کرنے لگے کہ حضرت سچیار پاک کے لنگر خانے کا خرچہ بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا مجھے دو چار اینٹیں سونے کی اور بنا کر آپ کی خدمت اقدس میں پیش کرنا چاہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور سونے کی چار اینٹیں اور بنا کر آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیں۔ اور ساتھ ہی حضور سچیار پاک سے پوچھا کہ حضرت صاحب پہلے والی اینٹ کی کتنی قیمت لگی تھی۔ تو آپ نے فرمایا بیٹا وہیں پر دیکھو جہاں رکھ کر گئے تھے۔

شاہ شریف صاحب نے دیکھا تو وہ سونے کی اینٹ طاقچہ میں بعینہٖ پڑی تھی۔ دیکھ کر بہت متعجب ہوئے کہ کتنا غنی فقیر ہے۔ جس کی نگاہ میں سونا بھی وقعت نہیں رکھتا۔ اسی حیرانگی کے عالم میں ہی تھے کہ حضرت سچیار پاک نے فرمایا بیٹا مجھے پیشاب کی حاجت ہو رہی ہے۔ ذرا میرے ساتھ باہر تک چلو۔

چنانچہ حضور سچیار پاک کے ہمراہ باہر گئے۔ حضرت سچیار پاک نے ایک تازہ ہل چلائی ہوئی زمین میں پیشاب کیا اور ایک مٹی کا ڈھیلا پیشاب سے مس کر کے کھیت میں پھینک دیا تو کھیت کے سارے ڈھیلے سونے کے دکھائی دینے لگے۔

آپ نے شاہ صاحب سے فرمایا کہ دیکھو بیٹا ہم اگر چاہیں تو سب در و دیوار کو سونے کا بنا سکتے ہیں۔ لیکن ایسا کرنے سے فقر کا وقار مجروح ہوتا ہے۔

آپ کا مشہور مقولہ ہے

نظر جہاندی کیمیا اوہ سونا کردے وٹ
عملاں سیتی ہون نبیڑے کیا سید کیا جٹ

یہ سب کچھ دیکھ کر حضرت سید شاہ شریف صاحب بہت نادم ہوئے۔ تو حضرت سچیار پاک نے آپ سے بقول مصنف خزینۃ الفقراء فرمایا۔ جب یہ سب باتیں سید شاہ شریف صاحب نے سچیار پاک کی زبانی سنیں تو خاموش ہو کر ورطہ حیرت میں کھو گئے۔ جب حواس بحال ہوئے تو آپ سے معافی مانگ کر آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا حضرت سچیار کی نظر کرم کے صدقے اور آپ کی کرم نوازی سے شاہ شریف صاحب کی نظر میں ایسا جوہر پیدا ہو گیا کہ جس کسی چیز پر نظر ڈالتے اس کو سونے کا کر دیتے۔ بے شمار لوگ آپ کی نظر کیمیا اثر سے مستفید ہوئے آج تک آپ کے در دولت پر فیضان سچیار یہ جاری ہے۔ اور آپ کا سلسلہ رشد و ہدایت پورے برصغیر میں پھیلا ہوا ہے۔

کرامت نمبر ۴☆: ایک مرتبہ آپ لاہور تشریف لے گئے اور حضرت میاں میر قادری کے ہاں بطور مہمان ٹھہرے دوران قیام ایک دن حضرت میاں میر قادری کی مجلس میں شہنشاہ شاہجہاں کا بیٹا شہزادہ دارا شکوہ بھی موجود تھا۔ حضرت سچیار پاک بھی کمبل اوڑھے جلوہ افروز تھے۔ سب حاضرین مجلس خاموش بیٹھے تھے۔ کہ حضرت سچیار پاک نے اچانک ہنسنا شروع کر دیا۔ شہزادہ دارا شکوہ نے حضرت میاں صاحب سے پوچھا کہ یہ کون درویش ہے جس کو آداب مجلس کا بھی خیال نہیں ہے۔ اور بار بار ہنس کیوں رہا ہے۔ شہزادہ دارا شکوہ کے استفسار پر حضرت میاں میر صاحب نے شہزادے کو مؤدب رہنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ یہ بزرگ سالار سلسلہ عالیہ نوشاہیہ حضرت نوشہ

گنج بخش کالاڈلا سچیار ہے۔آج قلعہ دہلی میں تیرے باپ شہنشاہ ہندوستان شاہجہاں کے دربار میں کچھ بازیگر اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔اور یہ بزرگ اس تماشا سے محظوظ ہو رہے ہیں۔شہزادہ داراشکوہ اپنی بے جامداخلت پر معذرت خواہ ہوا اور حضرت میاں میر صاحب سے عرض کی حضور ہماری آنکھوں پر سے پردہ ہٹائیں تاکہ ہم بھی نظارہ کریں۔حضرت میاں میر صاحب نے فرمایا کہ اگر یہ فقیر چاہیں تو سب کو نظارہ کرواسکتے ہیں۔

چنانچہ شہزادہ داراشکوہ کی التماس پر حضرت میاں میر صاحب نے سچیار پاک سے سفارش کی کہ جناب انہیں بھی وہ منظر دکھادیں جو خود دیکھ رہے ہیں۔حضرت سچیار پاک نے اپنے مرشد نامدار کے نام نامی کا بلند آواز سے نعرہ لگایا اور ایسا تصرف فرمایا کہ قلعہ دہلی کو وہیں حاضر کر دیا۔سب اہل مجلس نے وہیں بیٹھے بٹھائے بچشم ظاہر تماشا دہلی دیکھا۔

کرامت نمبر ۵ ☆: آپ کے مرید حضرت سید شاہ جمال صاحب سکنہ پٹی شریف صاحب سکنہ تلونڈی چوہدریاں دونوں پیر بھائی جب حضرت سچیار پاک کی بیعت سے مشرف ہونے کے بعد جانے لگے تو حضرت سچیار پاک نے اپنے بیٹے سلطان عبدالجلیل صاحب سے فرمایا کہ بیٹا انہیں رخصت کر آؤ۔

حضرت سلطان عبدالجلیل صاحب دونوں صاحبان کو کچھ فاصلہ تک رخصت کرنے ساتھ آئے اور الوداع کہتے ہوئے انہیں فرمایا کہ راستہ میں رات شیخوپورہ میاں میہوں صاحب کے ہاں گزارنا۔جب دونوں پیر بھائی شیخوپورہ میاں میہوں صاحب کے ہاں پہنچے تو میاں میہوں صاحب نے سید شاہ شریف صاحب کو اپنے سینے سے لگایا اور ان کا فیض سلب کر لیا۔حضرت شاہ جمال صاحب نے بھی از راہ کشف میاں میہوں صاحب کا ارادہ بھانپ لیا جب میاں میہوں صاحب نے آپ کو سینے سے لگانا چاہا تو آپ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

شاہ جمال ولے جد آیا غضبوں انہاں فرمایا
میرے ول نہ آویں بھائی مکر تیرا دس آیا

چنانچہ شاہ جمال صاحب نے میاں میہوں صاحب کا ارادہ بھانپتے ہوئے اپنے مرشد روشن ضمیر حضرت سچیار پاک کو اپنی مدد کے لیے پکارا۔ادھر نوشہرہ شریف میں حضرت سچیار پاک کو بھی بذریعہ کشف سارا ماجرہ معلوم ہو گیا۔آپ جناب نے اپنے بیٹے حضرت سلطان عبدالجلیل صاحب کو بلایا۔جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں فرمایا کہ بیٹا تم نے ان دونوں کو میاں میہوں والا راستہ کیوں بتلایا تھا۔اس نے یہ حرکت کی ہے۔

چنانچہ آپ فی الفور مثالی صورت میں شیخوپورہ پہنچے اور شاہ شریف صاحب کو سینے سے لگایا اور ان کا فیض ان کو واپس کر دیا۔اور ان کی حمایت میں میاں میہوں کا فیض سلب کر لیا۔

کرامت نمبر ۶ ☆: جب حضرت سچیار پاک علیہ الرحمتہ کا بعد از وصال ظہور ثانی ہوا تو آپ کی اولاد میں سے صاحبزادہ دسن صاحب کی صاحبزادی محترمہ شاہ بیگم صاحبہ کو جو کہ نابینا تھی۔اشتیاق دیدار سے بیتاب ہو کر آپ کے تابوت مبارک سے لپٹ لپٹ کر روئی کہ اگر میری آنکھیں ہوتی تو میں بھی دوسروں کی طرح حضور کا دیدار کرتی۔یہ کہتی ہوئی وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔جب اس کو ہوش آیا تو

اس کی بینائی بحال ہو چکی تھی۔ اور اس نے اپنی آنکھوں سے حضور کا چہرہ انور دیکھا۔ یہ محترمہ کچھ عرصہ پہلے تک زندہ موجود تھیں۔ ان کی بینائی پھر آخر وقت تک قائم رہی حالانکہ یہ کافی ضعیف العمر تھیں۔

کرامت نمبر ۷☆: ایک مرتبہ آپ جناب اپنے ہزاروں ارادت مندوں کے ہمراہ مرشد پاک حضرت نوشہ حاجی گنج بخش کی خصوصی سلامی و زیارت کے لیے در مرشد پر جا رہے تھے۔ راستہ میں آپ نے ایک گاؤں میں قیام کیا۔ وہاں پر ایک ہندو اپنی نابینا لڑکی کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض گذاری کہ حضور میری لڑکی پیدائشی طور پر نابینا ہے۔ دعا فرمائیں کہ اس کو بینائی مل جائے۔ آپ آنکھیں بند کیے بیٹھے تھے۔ اسی حالت میں فرمایا۔ تیری بچی تو بڑی خوبصورت ہے درویشوں نے ہندو سائل کو سمجھایا کہ تو کہہ جی ہاں۔ اس نے اسی طرح کہا۔ حضرت سچیار پاک نے اپنی آنکھیں کھول کر فرمایا بیٹی ہماری طرف دیکھو۔ لڑکی نے آپ کی آواز کی سمت کا اندازہ کر کے آپ کی طرف نگاہیں اٹھالیں۔ آپ نے ہندو لڑکی سے پوچھا بیٹی کچھ نظر آیا۔ تو لڑکی بولی۔ ایک ڈھندلا سا سایہ نظر آیا ہے۔ آپ نے اسے فرمایا پھر دیکھو تو اس نے دوبارہ نگاہیں اٹھائیں آپ نے پوچھا اب دکھائی دیا تو اس نے کہا اب بالکل صحیح نظر آ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا بیٹی ہماری شکل کیسی ہے۔ اس نے کہا آپ کا نورانی چہرہ ہے اور آپ انتہائی حسین ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹی تو بھی تو حسین ہے۔ آپ کی نظر کرم سے اس ہندو لڑکی کو اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کا نور عطا فرمایا۔

چتی اپنی پگڑ نہ ہار ہیر نائیوں عشق دے وچہ ڈھلی
وارث شاہ فقیر رضا منی فقیر مار دے وچہ رضا کلی

کرامت نمبر ۸☆: ایک مغلانی عورت کی گردن پر پھوڑا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ سخت تکلیف میں رہتی تھی۔ علاج معالجہ کے باوجود اسے کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ حضرت ماکھن شاہ ولی بھاکری سے وہ پانی دم کروا کر پیتی رہتی تھی۔ تو اسے تھوڑا سا آفاقہ ہو جاتا۔ ایک دن اس کو تکلیف تھی اور درد کی شدت سے نیند بھی اچاٹ تھی۔ اس کی خادمہ حضرت سچیار پاک کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور اپنی مالکہ کے حق میں دعا کروائی۔ آپ نے اس کے حال سے مطلع ہو کر فرمایا کہ جاؤ انشاء اللہ تعالیٰ وہ آج ہی ٹھیک ہو جائے گی۔ خادمہ واپس گھر آئی تو کیا دیکھتی ہے۔ کہ اس کی مالکہ نیند کا مزہ لے رہی ہے۔ اور پھوڑا پھوٹ کر اس کا مواد بہہ چکا ہے۔ یعنی رب العالمین نے آپ کی دعا و برکت سے اسے صحت کاملہ عطا فرمادی۔ جیسے اسے کوئی تکلیف ہی نہیں تھی۔ جب اس کی مالکہ بیدار ہوئی تو اس نے حضرت سچیار پاک کی دعا کے بارے میں اسے بتلایا تو وہ عورت اپنے خاوند کے ہمراہ شکر گزاری کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ دونوں میاں بیوی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

کرامت نمبر ۹☆: صاحب مراۃ الغفور یہ اپنے مرشد پاک میاں عبدالغفور سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سید حافظ قائم الدین نوشہرہ شریف حضرت سچیار پاک سرکار کی زیارت کے لیے گئے۔ آپ جب واپس پاکپتن کے لیے آپ سے رخصت لینے حاضر ہوئے تو حضرت سچیار پاک نے آپ سے فرمایا حافظ جلدی واپس جاؤ کیونکہ تمہاری بیٹی جوان ہے اس کی کہیں شادی کر دو۔ حافظ صاحب نے عرض کیا حضور شادی کے اخراجات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کوئی سبب پیدا فرمادے گا۔

جب آپ حضرت سچیار پاک سے رخصت ہو کر لاہور پہنچے اور ایک باغ میں رونق افروز ہوئے تو ایک امیر شخص سیر کرتا ہوا وہاں آ گیا اور آپ کو دیکھ کر سامنے سے گزر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا اور آپ کی قدم بوسی کر کے مبلغ دوصد روپیہ ایک رول میں بندھا آپ کے حضور بطور نیاز پیش کر دی۔ جب آپ پاک پتن کو روانہ ہوئے تو ان روپیوں کی بالکل حفاظت نہیں کرتے تھے کہ یہ مجھے میرے مرشد روشن ضمیر حضرت سچیار پاک نے عطا کئے ہیں۔ ان کو کوئی چوری نہیں کر سکتا جب رات ہوتی تو کسی طاقچہ یا مسجد کے صحن میں رکھ دیتے اور صبح وہیں سے لے کر چل دیتے۔ پاکپتن شریف پہنچ کر آپ نے اپنی بیٹی کی شادی کا فریضہ سرانجام دیا۔

وصال باکمال ☆: آپ وصال باکمال 25 ربیع الاول شریف 1119 ہجری بمطابق 14 جون 1708ء کو 107 برس کی عمر شریف میں ہوا۔ آپ نے اپنے وصال مبارک سے بہت پہلے بتا دیا تھا کہ میرے وصال کے بعد میری قبر مبارک کی جگہ تین دفعہ تبدیل ہو گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پہلی مرتبہ مغلپورہ میں دفنایا گیا مزار بنا تو دریائے چناب کے پانی سے کٹاؤ کے سبب سے بستی زیر آب آ گئی اور آپ کا تابوت نکال کر دوسری جگہ دفن کیا گیا۔ مدت دراز کے بعد پھر ایسا ہی ہوا۔ پھر تابوت نکال کر دوسری جگہ دفنایا گیا۔ تیسری مرتبہ 1985ء میں آخری مرتبہ پانی آیا پھر اس دنیا میں دوبارہ آپ کا ظہور اس طرح ہوا کہ تابوت نکال کر تین دن تک نہ دفن کیا گیا۔ ہزاروں نہیں بلکہ روزنامہ جنگ راولپنڈی کی رپورٹ کے مطابق تین دن میں 90 لاکھ افراد نے آپ کے چہرے انور کی زیارت کی۔ بحمد للہ 1708 میں جس طرح آپ کو دفن کیا تھا۔ بفضل اللہ 280 برس کے بعد بھی چہرہ مبارک پر ایک نور خاص چمک رہا تھا۔ اور دیکھنے والے کہہ رہے تھے کہ واقعی خدا کے نیک بندوں کے چہروں پر بعد از وصال مزید رونق اور روحانیت آ جاتی ہے۔ نہ ہی ان کے چہرے بگڑتے ہیں نہ جسم خراب ہوتا ہے بلکہ وہ نور علی نور ہو جاتے ہیں۔

مزار پُر انوار نوشہرہ شریف تحصیل و ضلع گجرات میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہلِ عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت حافظ طاہر مجذوب نوشاہی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: حافظ کلام ربانی، فقیر لاثانی، فقیر مست الست، مستغرق دربحرِ عشق ومحبت حضرت حافظ طاہر مجذوب نوشاہی قادری رحمتہ اللہ علیہ صاحب ترک وتجرید وتفرید ہیں۔

آپ باقاعدہ حافظ قرآن اور ایک مستند عالم دین تھے۔ بعد حصول علم کے حضرت میاں میر لاہوری قادری کے خلیفہ حضرت ملا شاہ قادری علیہ الرحمتہ کی خدمت میں چند برس تک حاضر رہے۔ مگر گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا اور وہاں سے اس قدر بد اعتقاد ہو کر نکلے کہ اسلام سے بھی بیزار ہو گئے اور زنار گلے میں ڈال لیا، اور فقرائے ہنود کے ساتھ مل کر جا بجا گدائی کرنے لگے۔

ایک روز آپ کا گزر حضرت نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ کی خانقاہ پر ہوا۔ حضرت نوشہ پاک نے خدام کو حکم دیا کہ سب کو غلہ دو۔ جب آپ کی باری آئی تو غلہ ختم ہو چکا تھا۔ غلہ نہ ملنے کے باعث مایوس واپس لوٹنے لگے تو حضرت حاجی نوشہ گنج بخش علیہ الرحمتہ نے آواز دے کر بلایا اور فرمایا۔ حافظ طاہر ہمارے پاس آؤ۔ تمہارا حصہ ہمارے پاس ہے۔ اپنا نام حاجی صاحب کی زبانی سن کر آپ کو تعجب ہوا کہ یہ میرے نام سے کس طرح واقف ہیں۔

جب آپ حضرت حاجی نوشہ گنج بخش کے قریب ہوئے تو حاجی صاحب نے خدام سے فرمایا کہ اس کو پکڑ کر اس کا کرتہ اتار دو اور اس کے گلے میں جو زنار ہے، وہ اتار کر توڑ دو۔ خدام نے تعمیل ارشاد کی۔ اس کے بعد آپ حاجی صاحب کے ہاتھ پر نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ ان کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت حاجی نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ نے ایک ہی نگاہ فیض اثر سے وہ جام پلایا کہ مست و بیخود ہو گئے اور اس روز سے جذب واستغراق آپ پر طاری رہنے لگا۔ حتیٰ کہ سراپا برہنہ حالت میں جنگلوں میں پھرتے رہے، اور کسی سے کوئی تعلق واسطہ نہ رکھا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۱۳۶ ہجری بمطابق 1723ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار ضلع گجرات میں مرجعِ خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شاہ میر قلندر قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف یگانہ، مرشد زمانہ، ہمہ صفت قلندرانہ، عالم باعمل، عارف کامل، شہباز طریقت حضرت شاہ میر قلندر قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ ساقی خمخانہ اسرار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1059 ہجری بمطابق 1649ء بعہد شاہجہان فرید آباد انڈیا میں ہوئی۔ آپ کے والدین نے آپ کا نام نامی اسم گرامی لکھی میر رکھا تھا۔ جبکہ مرشد کامل نے آپ کو شاہ طریقت کے خطاب دلنواز سے نوازا۔ مگر عرف عام میں شاہ میر قلندر کے نام سے شہرت پائی۔

آپ فرید آباد سے لاہور تشریف لائے اور مولانا علی محمد صاحب سے مطول تک کتب پڑھیں۔ لاہور ہی میں آپ کی ملاقات معروف عالم دین اور مولانا نور محمد مدقق سے ہوئی اور کئی شرعی مسائل پر ان سے بحث و مباحثہ ہوا۔ اسی دوران آپ مولانا جان محمد سہروردی علیہ الرحمۃ سے بھی ملے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ حضرت حافظ قائم الدین برقندازی پاکپٹنی قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کے ہمراہ نوشہرہ شریف ضلع گجرات تشریف لے گئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت پیر محمد سچیار قادری نوشاہی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ جب آپ بیعت ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر صرف اٹھارہ برس تھی یعنی 1077 ہجری بمطابق 1667ء میں آپ داخل سلسلہ ہوئے۔

اور حضرت پیر محمد سچیار سے ہی قادری نوشاہی سلسلہ میں خرقہ خلافت پا کر صاحب ارشاد و سرفراز ہوئے۔

لاہور میں بحکم شیخ دوبارہ آمد ☆: آپ نے اپنے شیخ کامل کے حکم سے دوبارہ لاہور میں مستقل سکونت اختیار کی جس مسجد میں آپ نے امامت و اقامت اختیار کی وہ اکبر بادشاہ کے زمانے کی تعمیر شدہ تھی۔ آپ نے اس مسجد کو از سر نو آباد کیا۔ اس کے ساتھ مسافر خانے بنوائے اور لنگر عام جاری کیا۔

آپ کا نواب خان بہادر خان ناظم لاہور کے منصب داروں سے بھی رابطہ تھا مگر نہ تو کسی کے گھر سے آئی ہوئی چیز تناول فرماتے نہ ہی کبھی کسی امیر کے دروازے پر دستک دیتے تھے۔

شادی و اولاد ☆: جب آپ لاہور میں مستقلاً قیام پذیر ہو گئے تو فرید آباد جو کہ آپ کا آبائی علاقہ ہے سے آپ کی والدہ

محترمہ بھی تشریف لے آئیں۔ آپ نے والدہ کی خواہش کے لیے قصور کے ایک معزز خاندان کی لڑکی سے شادی کر لی جس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے دوسری شادی مولانا نور محمد بن شیخ احمد لاہوری کی دختر نیک اختر سے کی۔

ان اہلیہ کے بطن سے اللہ نے آپ کو دو صاحبزادے عطا فرمائے جن میں صاحبزادہ قطب الدین دوسرے صاحبزادہ شیخ عثمان جو کہ آپ کے بعد آپ کے سجادے ہوئے ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 95 برس کی عمر میں ۱۱۴۹ ہجری بمطابق 1736ء کو ہوا۔ نماز جنازہ مولانا محمد نقی نے پڑھائی۔ مزار پُر انوار مسجد شیخ بڈھا جو گندر تلہ لاہور میں مرجع خاص و عام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت حافظ برخوردار قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، عارف ابن عارف، کامل ابن کامل، غوث ابن غوث، حافظ کلام ربانی، واقف اسرار شریعت وطریقت ورموز حقیقت، شہباز میدان حقیقت ومعرفت حضرت حافظ برخوردار قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ ستارۂ ولایت آسمانی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت بانی سلسلہ عالیہ نوشاہیہ حضرت حاجی محمد شاہ المعروف نوشہ گنج بخش قادری نوری علیہ الرحمتہ کے علمی و روحانی وجدانی گھر میں موضع ساہن پال شریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں ہوئی۔

آپ کا اسم گرامی برخوردار اور تخلص حافظ تھا۔ جبکہ قوم رانجھا سے متعلق تھے۔ آپ کی تربیت اپنے والد گرامی حضرت حاجی محمد شاہ المعروف نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ کی زیرنگرانی مکمل ہوئی اور انہی کی سرپرستی آپ نے مقتدر علماء سے کتب متداولہ اور تفسیر وحدیث کی تحصیل وتکمیل کی علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ والد گرامی سے باطنی تربیت بھی حاصل کرتے رہے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ اپنے عظیم والد گرامی حضرت حاجی محمد شاہ المعروف نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی کے دست مبارک سے خرقۂ خلافت پر کر سرفراز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ مغل شہنشاہ شاہجہان کے دور میں ہوئے آپ کی زندگی کا زیادہ تر حصہ موضع چھٹی شیخاں ضلع سیالکوٹ میں گذرا، آپ اپنے وقت کے چوٹی کے عالم وفاضل تھے۔ فقہ، حدیث تفسیر اور علم الاکلام میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ بڑی بڑی دور سے تشنگان علوم دینیہ آپ کے در دولت پر حاضر ہو کر اس چشمۂ فیض سے سیراب ہو کر جاتے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ دن کا اول حصہ درس وتدریس میں گذارتے، بعدازاں کچھ وقت اپنی زمینوں میں کاشتکاری کرتے اور رات کو یاد الٰہی میں بسر فرماتے تھے۔ اکثر ایک رات میں پورا قرآن ختم فرماتے، تقویٰ ورع، عبادت وریاضت مجاہدہ وسلوک میں یگانۂ روزگار تھے۔

مہمان نوازی کا وصف آپ کو ورثے میں ملا تھا۔ جبکہ سخاوت آپ کا جزوحیات تھی، محفل سماع کے دلدادہ تھے۔

آخری العمر بالکل گوشہ نشین ہو کے گذاری، گاؤں کے قبرستان میں ایک حجرہ تعمیر کروا کر دن رات اسی میں عبادت وریاضت میں مشغول رہنے لگے۔ آپ پر جذب واستغراق کی ایک عجیب کیفیت طاری رہتی تھی۔ مگر باوجود اس قدر استغراق کے آپ کے پاس جو بھی آتا اسے قرآن پڑھنے کے لیئے فرماتے کہ مجھے خدا کا کلام سناؤ۔

اگر کوئی قاری قرآن قرأت وتجوید کے قواعد کے تحت سوز کے ساتھ قرآن پڑھتا تو آپ پر رقت کا غلبہ طاری ہو جاتا اور رو رو کر چہرہ مبارک اور ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔

کشف وکرامات ☆: ایک دن آپ زمینوں کو پانی لگانے کے لیے کنویں پر گئے تو کیا دیکھا کہ کنویں کے (ہرٹ) کا پرزہ ٹوٹا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے کنواں صحیح کام نہ کرتا تھا۔

آپ نے اپنے ساتھ والے زمیندار سے کہا کہ میرے کنویں کا پرزہ خراب ہو گیا ہے لہٰذا تم اپنا پرزہ تھوڑی دیر کو دے دو پانی لگا کر واپس کردوں گا۔ اس نے یہ کہہ کر دینے سے انکار کر دیا کہ خراب ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا اچھا بھئی تمہاری مرضی۔

جب وہ زمیندار اپنے کنویں پر گیا تو دیکھا کہ اس کا وہی پرزہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اس نے بہت کوشش کی مگر ٹھیک نہ ہو سکا۔ بلکہ اس کا کنواں ہی آہستہ آہستہ بیٹھنا شروع ہو گیا اور نیست و نابود ہو گیا۔

کرامت نمبر۲ ☆: ایک مرتبہ آپ اپنے خسر کے ہاں مقیم تھے کہ پاس ہی کسی زمیندار کی لڑکی چرخہ کاتتے ہوئے گیت گنگنا رہی تھی۔ آپ کو اس کا گنگنانا بہت پسند آیا اور حالت وجد میں اس لڑکی سے فرمانے لگے بیٹی دوبارہ اسی طرح گنگناؤ، مگر لڑکی کو حجاب آ گیا اور خاموش ہو کر گھر کے اندر داخل ہو گئی۔

آپ کے بار بار اصرار پر جب اس نے آپ کا کہنا نہ مانا تو اس کے پیٹ میں درد شروع ہو گیا اور درد کی شدت سے تڑپنے لگی والدین نے حکما اطباء سے علاج کرایا مگر اس کو افاقہ نہ ہوا۔ جب لڑکی کے والدین کو اصل قصّے کا پتہ چلا تو وہ آپ کی خدمت میں پہنچے اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ میری اس بیٹی کو میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ لے آئے تو آپ نے فرمایا ہاں بیٹی وہ گنگنا جو تو شام کو گنگنا رہی تھی۔ جیسے ہی لڑکی نے گنگنانا شروع کیا۔ اس کے درد میں خدا کے فضل و کرم سے آرام آنا شروع ہو گیا اور خدا نے اس کو مکمل طور پر شفائے کلی بخش دی۔

فنی صلاحیت کا شاہی دربار میں اعتراف ☆: آپ فن کتابت میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ ایک دن آپ کا لکھا ہوا رقعہ کوئی شخص نواب سعد اللہ خان چنیوٹی وزیر اعظم شاہجہان کے پاس لے کر گیا۔ نواب صاحب نے رقعہ کی خوشنما اور دیدہ زیب و جاذب نظر اور فن کتابت سے مرصع تحریر دیکھی تو بہت خوش ہوئے۔ اور آدمی بھیج کر آپ کو بلوایا کر عرض کی آپ بہت بڑے علمی و روحانی خاندان کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔ اس لیے آپ کو دربار شاہی سے عہدۂ منصب داری عطا کیا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ میں اپنے والد گرامی سے پوچھے بغیر یہ منصب ہرگز ہرگز قبول نہ کروں گا۔

جب آپ اپنے والد گرامی حضرت نوشہ گنج بخش علیہ الرحمتہ کی خدمت میں پہنچے اور ان کو تمام قصہ عرض کیا تو حضرت حاجی صاحب نے قرآن کریم کی آیت پڑھی "وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ" اور اس کے بعد مندرجہ ذیل شعر پڑھا۔

در پاک رزاق کردہ گذار　　　　کہنی منصب عبد را اختیار

اس کے بعد آپ نے منصب داری کے عہدے کی نامنظوری کا جواب نواب مذکور کو بھیج دیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۱۵۳ ہجری بمطابق 1720ء کو ہوا۔ مزار پرانوار موضع چٹی شیخاں سیالکوٹ میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: والیٔ اقلیم ولایت، حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت، غریق بحر محبت، مقتدائے اہل مودت، الموصوف بہ اوصاف، غوث الاسلام والمسلمین، قطب الحق والیقین، رئیس الابدال، امام الاوتاد، احسان الخلائق، خیر العباد، سرفراز دارین، بے نیاز کونین حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ قطب مادرزاد ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 995ھ ہجری بمطابق 1583ء کو حضرت شیخ محمد صالح المعروف میاں سہال موضع بھڑی دھوتھڑاں حافظ آباد روڈ میں ہوئی۔

آپ کے والد گرامی حضرت شیخ محمد صالح انتہا درجہ کے نیک اور صوفی منش بزرگ تھے، اسی طرح آپ کی والدہ محترمہ بھی متقیہ پرہیزگار پابند صوم وصلوٰۃ اور اللہ کی ولیہ تھیں۔ آپ کے والدین کریمین نے آپ کا نام نامی اسم گرامی عبدالرحمٰن رکھا۔ مگر مرشد کامل نے اپنی محبت میں گم پاکر آپ کے بارے میں فرمایا یہ تو پاک ہے۔ بس اس کے بعد سے آپ حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک کے نام سے مشہور ہو گئے اور اسی نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ اور آپ کا دربار بھڑی پاک رحمٰن کے نام سے پوری دنیا میں معروف ہے۔

آپ کا بچپن ☆: آپ بچپن سے ہی مجذوبانہ خصائل واوصاف کے حامل تھے۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو ہم عمر بچوں میں منفرد یگانہ نظر آتے تھے۔ ان کے درمیان رہنے کے باوجود تنہا دکھائی دیتے تھے۔ جب آپ چار سال کی عمر عزیز میں ایک دن اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ تو آپ کو ایک نورانی صورت بزرگ آتے دکھائی دیئے۔ سب بچے بھاگ کر ان کے گرد جمع ہو گئے اور معصومانہ سلام عرض کیا۔ یہ بزرگ امام العارفین، برہان الواصلین حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ تھے۔ جو ان بچوں کے ساتھ نہایت ہی شفقت ومحبت سے پیش آئے اور دعائے خیر وبرکت دی۔ اور آپ کی جانب خصوصی توجہ سے دیکھ کر چشم معرفت سے پہچان لیا کہ یہ بچہ اپنے زمانے کا ولی کامل ہوگا۔

اور آپ پر ایسی نگاہ ڈالی کہ عشق حقیقی کے دروازے کھل گئے اور آپ پر جذب ومستی طاری ہوگئی۔ سر پر دست محبت پھیرا اور تشریف لے گئے۔ ان کے جانے کے بعد بچے تو کھیل میں مصروف ہو گئے۔ مگر آپ کی دلی کیفیت بدل کے رہ گئی۔ اس تمام معاملہ سے آپ کے والدین بالکل بے خبر تھے کہ ان کا بیٹا کس نعمت لازوال سے مالا مال ہوگیا ہے۔

ہمری بولی وہ ہی جانے جو ہمرے دیس کا ہو☆: جب آپ کی عمر عزیز پانچ برس کی ہوئی تو والد بزرگوار نے آپ کو ایک مدرسے میں داخل کر دیا۔ مگر آپ کی توجہ پڑھائی کی طرف بہت کم تھی۔ اس لیے کہ ہمہ وقت آپ پر ایک عجیب مستی کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ آپ کے باطن میں جو چراغ عشق و مستی روشن ہو چکا تھا۔ وہ ظاہری تعلیم پر اثر انداز ہو رہا تھا۔

چھ سال کے عرصے میں بمشکل کتب خوانی کا کچھ ملکہ حاصل ہوا۔ مگر آپ کا سینہ مرشد کامل کی وجہ سے ظاہری و باطنی علوم کا گنجینہ بن گیا تھا۔ بسا اوقات آپ کی زبان ترجمان سے ایسے ایسے علم و معرفت اور اسرار و حکمت کے بیش بہا موتی نکلتے کے سننے والے دنگ رہ جاتے۔ ان کو یقین نہ آتا کہ آپ پڑھے لکھے نہیں۔

جوں جوں وقت گذرتا گیا آپ پر جذب و مستی کی کیفیت میں اضافہ ہوتا گیا۔ تو پریشان ہو کر دوا دارو کیا مگر آپ کی طبیعت میں کچھ افاقہ نہ ہوا۔ ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید آپ پر آسیب کا اثر نہ ہو۔ اس بنا پر آپ کے پاؤں میں زنجیریں ڈالیں عاملوں سے رابطے کیئے مگر تمام حربے ناکام ثابت ہوئے۔

اور حالت یہ بن گئی کہ جوں جوں دوا کی مرض بڑھتا ہی گیا۔ جس کی وجہ سے آپ کے والدین بہت ہی متفکر اور پریشان رہنے لگے۔ اولاد کا دکھ معمولی نہیں ہوتا اسی فکر و غم اور پریشانی کے عالم میں آپ کے والد گرامی میاں سہالی صاحب بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور باتوں باتوں میں میاں صاحب نے اپنے بیٹے کے بارے میں دکھ بیان کرتے ہوئے بیماری کا ذکر کیا۔ اس نے ان کی بات سن کر چند منٹ غور کرنے کے بعد بولا۔

میاں صاحب میرا خیال اور مشورہ ہے کہ آپ اپنے بیٹے کو سلطان العاشقین حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ کے پاس لے جائیں۔ سنا ہے کہ جو آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے اس کا آسیب دور ہو جاتا ہے۔

آپ کے والد گرامی کو اس کا یہ مشورہ اچھا لگا اور ان کے دل میں امید کا چراغ روشن ہوا۔ اور دل میں کہنے لگے کہ اولیاء اللہ اور خاصان خدا کے پاس کس مرض کی دوا نہیں۔ وہ فوراً اپنے بڑے بھائی شیخ اللہ داد کے پاس گئے۔ سکھ کو تمام ماجرا سنا کر کہنے لگے کہ تم اپنے بھتیجے عبدالرحمن کو حضرت نوشہ گنج بخش سرکار علیہ الرحمتہ کے پاس ساہن پال شریف لے جاؤ۔ تاکہ اس کا علاج ہو سکے۔

ان دنوں ساہن پال شریف ضلع گجرات کا دور دور تک شہرہ بلند تھا۔ بے شمار لوگ وہاں حاضری دے کر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھر کر واپس لوٹتے۔

آپ کے تایا شیخ اللہ داد آپ کو اپنے ہمراہ لے کر ساہن پال شریف ضلع گجرات شیخ المشائخ حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ کی خدمت میں پہنچے۔ اور تمام کیفیت گوش گذار کر کے عرض کی حضور دعا فرمائیں کہ خدا ان کو شفائے کاملہ عطا فرمائے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ عبدالرحمن کو کچھ نہیں ہوا۔ یہ ہمارا منظور نظر ہے اور جذب و مستی کے مقام سے گذر رہا ہے۔

آپ کے تایا حضرت کی زبان ترجمان سے یہ کلمات سن کر دلی طور پر مطمئن ہوئے اور اطمینان کا سانس لیا۔

حضرت حاجی نوشہ گنج بخش سرکار علیہ الرحمتہ نے آپ کو اپنے ہاتھ پر بیعت سے مشرف کیا اور اپنے پاس رکھ لیا۔ آپ کے تایا شیخ اللہ داد آپ کو وہیں چھوڑ کر واپس چلے گئے اور گھر جا کر آپ کے والد گرامی کو تمام قصہ سنا کر کہنے لگے کہ حضرت نے عبدالرحمٰن کو بیعت سے مشرف کر کے اپنے پاس ہی رکھ لیا ہے۔ اور وہاں اس کی طبیعت میں قرار ہے۔ آپ کے والد گرامی سن کر سجدہ شکر بجالائے اور کہنے لگے۔ کہ مجھے کیا علم تھا کہ یہ سب کچھ ایک ولی کامل کی نظر ولایت کا اعجاز ہے۔

مرشد کی خانقاہ میں ڈیوٹی و مجاہدات ☆: مرشد کامل کے دست مبارک پر بیعت ہونے کے بعد آپ اپنے مرشد کریم کی خانقاہ میں مقیم رہے۔ مرشد کامل کی جانب سے ابتداً آپ کے ذمہ ڈیوٹی تھی کہ آپ مزارعین کو کھیتوں میں کھانا پہنچاتے تھے۔ گھر والے یہ سوچتے رہے کہ آپ مزارعین کے ہمراہ کھانا کھا لیتے ہیں اور مزارعین یہ سوچتے تھے کہ گھر سے کھا کر آتے ہوں گے۔ اس طرح ہر دو فریقین میں سے کسی نے بھی آپ کو کھانے کا نہ پوچھا اور اس طرح چالیس دن گذر گئے۔ ان چالیس یوم میں آپ نے ایک لقمہ کھانا نہ کھایا نہ ہی کسی سے اس کا ذکر کیا۔ مگر جو کام مرشد نے ذمہ لگایا تھا۔ اس کو بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔

ادھر مرشد کامل کو چونکہ باطنی طور پر اس کا علم تھا۔ لیکن چونکہ یہ مرید کے تزکیہ نفس کا حصہ تھا۔

چنانچہ جب سلوک کی منزل کا یہ حصہ طے ہو گیا تو ایک دن آپ کو بلا کر محبت سے دیکھا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے کوئلے کی انگھیٹی پر روٹی پکا کر آپ کو کھلائی۔ آپ روٹی کھاتے جاتے تھے ادھر آپ کی نظروں سے حجاب اٹھتے جاتے تھے۔ چہرہ پر معرفت الٰہیہ کے رنگ نمایاں ہوتے جاتے تھے۔ عشق رگ و ریشہ میں سرائیت کرتا جاتا تھا۔ وہ منازل جو کئی سالوں کی ریاضت و مجاہدہ کے بعد نصیب ہوتی ہیں تھوڑی دیر میں طے کرا دیں۔

فنافی اللہ کے مقام پر پہنچنے کے لیے عارفین کو دو مقامات سے گذرنا پڑتا ہے۔ اس میں پہلی منزل فنافی الشیخ کی اور دوسری منزل فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اس کے چلے کرانے کے لیے مرشد کامل نے آپ کو کنواں چلانے پر مامور فرما دیا۔ آپ بڑی محبت سے اس ڈیوٹی کو سرانجام دینے لگے۔ ایک دن خیال آیا۔

اے عبدالرحمٰن گاہدی پر بیٹھنا اور بیلوں پر اپنا بوجھ ڈالنا خلاف ادب ہے۔ یہ خیال آتے ہی آپ گاہدی سے نیچے اترے اور بیلوں کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ اس طرح چند دن گذر گئے۔ ایک دن گاہدی کے پیچھے چل رہے تھے کہ دل میں آیا۔ اے عبدالرحمٰن بیل تو گاہدی کو کھینچتے ہیں اور میں بالکل فارغ آزاد پیچھے چلتا ہوں۔ یہ بھی ادب کے خلاف ہے۔

یہ سوچ کر بیلوں کو کھول دیا اور ان کی جگہ خود کنواں چلانے لگے۔ آپ کے دل میں مرشد کامل کی محبت اس قدر سرائیت کر چکی تھی کہ جب ایک چکر لگا کر اپنے مرشد کے سامنے آتے تو ادب سے سر جھکا دیتے۔ یہ حرکات و سکنات دیکھ کر لوگ آپ کو دیوانہ کہنے لگے۔ لیکن مرشد کو معلوم تھا کہ یہ دیوانہ کس قدر فرزانہ ہے۔

مرشد کی جانب سے لقب ''پاک'' کا عطا ہونا ☆: آپ کو آپ کے مرشد کامل نے ''پاک'' کے لقب سے نوازا۔ اور

آپ رہتی دنیا تک اسی نام سے پکارے جاتے رہیں گے۔اس کی وجہ تسمیہ یہ بنی کہ ایک دن آپ اپنے مرشد کامل کے ہمراہ دریا کے کنارے پہنچے۔ کشتی روانہ ہونے کے لیے تیار تھی۔آپ کے پیرو مرشد کشتی میں سوار ہو گئے۔جب آپ سوار ہونے لگے تو اچانک پاؤں پھسل گیا اور دریا میں گر پڑے۔اسی اثنا میں مٹی کی بہت بڑی سل دریا کے کنارے سے ٹوٹ کر آپ پر گری اور آپ اس کے نیچے دب گئے۔

اس واقعہ کو بیتے چالیس دن گذر گئے۔ایک دن مرشد کامل کی خانقاہ میں ان کی خدمت میں کس درویش نے عرض کیا حضور چالیس روز ہوئے بھائی عبدالرحمٰن کہیں نظر نہیں آئے۔آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ایک طرف چل دیئے۔ اس وقت خانقاہ معلیٰ ساہن پال شریف میں جو حضرات خدام درویش وفقراء موجود تھے ہاتھ باندھے باندھے پیچھے پیچھے چل دیئے۔

حضرت حاجی نوشہ گنج بخش سرکار قادری علیہ الرحمتہ دریا کے کنارے کھڑے ہوئے تو کیا دیکھا کہ جہاں آپ گرے تھے وہاں سے پانی ہٹ گیا اور جہاں مٹی کی سل گری تھی آپ نے مریدین سے فرمایا کہ وہ مٹی ہٹائیں۔ جب مٹی ہٹائی گئی تو نیچے سے آپ حضرت عبدالرحمٰن زندہ نکل آئے۔آپ کو دیکھ کر مرشد کامل حضرت نوشہ سرکار نے فرمایا اے عبدالرحمٰن تو زمانے کی تکلیفوں سے پاک ہے۔ چنانچہ اس دن سے آپ کا نام ''رحمٰن پاک'' مشہور ہو گیا۔

من زسودائے محبت والہ ءِ دیوانہ ام ☆: روحانی تربیت کے دوران آپ کبھی کبھی اپنے گھر والدین سے ملنے کو چلے جایا کرتے تھے۔ابتدائی زمانے میں بلند آواز سے ذکر کیا کرتے تھے۔اور ساری ساری رات نعرے لگاتے تھے۔لوگ آپ کو دیوانہ اور پاگل کہتے تھے۔

جن دنوں آپ گھر پر تھے ان دنوں کا ذکر ہے کہ بھڑی کا ایک ہندو جو مختلف جگہوں پر پھر کر سودا بیچتا تھا ساہن پال شریف پہنچا اور حضرت نوشہ پاک گنج بخش کے سامنے بیٹھ گیا۔آپ نے اس سے پوچھا کہاں کا رہنے والا ہے تو کہنے لگا بھڑی کا۔تو حضرت نے پوچھا کہ تمہارے گاؤں میں ہمارا ایک درویش رحمٰن ہے اس کا کیا حال ہے۔

ہندو نے سنا تو بڑی نفرت سے کہنے لگا۔

ہاں وہ ایک دیوانہ سا ہے۔ساری رات گاؤں کے گرد چکر لگاتا اور گیدڑ کی طرح چلاتا رہتا ہے۔لوگوں کو آرام بھی نہیں کرنے دیتا۔

حضرت حاجی نوشہ گنج بخش نے جب اس سے یہ الفاظ سنے تو ان کے چہرے پر جلال کے آثار نمودار ہوئے اور پر جوش انداز میں فرمایا۔یہ تم نہیں تمہاری ہندوانہ عصبیت بول رہی ہے۔اے گدھے تم کیا جانو وہ تو اللہ کا شیر ہے۔وقت آئے گا کہ وہ شیر کی طرح غرائے گا۔اور اس کی حالت از خود ظاہر ہو جائے گی۔اس واقعہ کو مولانا اشرف منچری نے ان الفاظ میں رقم کیا ہے۔

رحمے شاہ عشق وچ رجے بگے شیر وانگوں نت گجے

دوہیں جہانیں نوبت وجے بل بل پیا پکاری دا

چنانچہ جیسا آپ کے مرشد حضرت نوشہ سرکار نے فرمایا ویسا ہی ہو کے رہا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں امام العارفین، قدوۃ السالکین حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے۔

بھڑی کی جانب ورود مسعود اور ہندو فقیر سے ٹاکرا ☆: مرشد کامل نے خلافت اور لوگوں کو بیعت کرنے کی اجازت سے نواز کر حکم دیا کہ آپ اپنے گاؤں بھڑی میں جا کر مخلوق خدا کی رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیں۔ چنانچہ آپ بفرمان مرشد اپنے آبائی گاؤں بھڑی تشریف لے گئے۔ اور گاؤں سے باہر شمال کی جانب ایک خانقاہ قائم کر کے مخلوق خدا کی رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔ لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت اقدس میں آنے لگے اور فیض یاب ہو کر جانے لگے۔ آپ کے ڈیرے کے قریب ایک ہندو فقیر "وندورام" کی کٹیا تھی۔ وہ صاحب استدراج فقیر تھا۔ استدراج کے ذریعے خوب لوگوں کو لوٹ رہا تھا۔ اس نے جب لوگوں کی توجہ آپ کی جانب دیکھی تو مخالفت پر اتر آیا اور مختلف حیلوں بہانوں سے آپ کو وہاں سے جانے پر مجبور کرنا چاہا۔ تو آپ نے فرمایا وندورام مجھے یہاں میرے مرشد کامل نے بٹھایا ہے اور اس علاقہ میں لوگوں کی باطنی خدمت میرے سپرد ہے۔ اس لیے میرے معاملہ میں مداخلت نہ کرو۔

مگر چونکہ اسے اپنے استدراج ہر بڑا گھمنڈ تھا۔ وہ سانپوں کا بڑا عامل تھا۔ اس نے اپنے تصرف سے آپ کو بھگانہ چاہا اور اپنے سانپوں کو آپ پر مسلط کرنا چاہا تو آپ نے اُن پر ایسی نگاہ ڈالی کہ سب کا زہر کھینچ لیا۔ جس کی بنا پر وہ ہندو فقیر بے بس ولاچار ہو گیا۔ اور وہاں سے اٹھ کر دو میل دور جا کر ڈیرہ لگالیا۔

سیرت وکردار ☆: آپ نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں سخت سے سخت مجاہدے کیے، شریعت اور طریقت کے معاملات میں سختی سے کاربند تھے۔ نماز تہجد پابندی سے ادا فرماتے، ہمہ وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے کوئی دم غافل نہ گذرتا۔ اکثر رات کے وقت گاؤں سے نکل کر آبادی کی طرف چلے جاتے۔ ذکر جہر کثرت سے فرماتے تھے۔

نفس کشی کے لیے سخت سے سخت مجاہدہ فرماتے اکثر فرماتے تھے کہ نفس کا فتنہ بہت برا ہے اس کو قابو میں رکھنا چاہیئے۔ لہٰذا اسے خود سری اور بے قابو ہونے سے بچانے کے لیے کبھی پاؤں میں رسی باندھ کر بیلوں کے پیچھے باندھتے اور کبھی زمین پر گھسیٹتے، کبھی موسم گرما میں تپتی ریت پر بیٹھ کر آگ سینکتے کبھی حبس دم سے تمام رات ذکر خفی کرتے کبھی دریا میں کھڑے ہو کر عبادت وریاضت فرماتے تھے۔ جو اور پوہلی کی روٹی کھاتے۔ الغرض آپ اپنے تمام اوقات عبادت وریاضت اور اشغال واذکار سے معمور رکھتے تھے۔ چہرہ انور دیکھنے والا یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا کہ آپ کے چہرے کی زیارت سے خدا یاد آتا ہے۔ آپ جب کبھی اپنے مرشد خانے ساہن پال شریف جاتے تو اپنا جوتا صحرائے گاگر گولہ ضلع گوجرانوالہ میں ایک مکیہ کے بیچ میں رکھ جاتے اور ننگے پاؤں سفر کرتے تھے۔ پیر خانہ کی سرحد میں بول و براز نہ کرتے۔ اگر کبھی آپ کے پیر خانے کا خاکروب بھڑی شریف آجاتا تھا تو آپ اس کو اونچی جگہ بٹھاتے اور خود نیچے بیٹھتے۔ اپنے مرشد کے وصال کے بعد ان کی اولاد کی بہت زیادہ تعظیم واحترام فرماتے اور ان کی خدمت وعزت کرتے تھے۔

اخلاق آپ کا بہت بلند سیرت وصفات میں اولیائے سلف کا نمونہ تھے۔ چہرہ مبارک بڑا ہی بارعب تھا ہر کسی کو سلام کرنے میں

پہل کرتے۔ نگاہ کیمیا میں اتنی تاثیر تھی کہ جس پر شفقت ومحبت سے نظر ڈالتے ولی اللہ ہو جاتا تھا۔

آپ کا معمول تھا کہ کبھی کبھی اپنی زمینوں میں ہل خود چلاتے اور کاشتکاری کرتے تھے۔ جب فصل ہوتی تو اسے درویشوں مسکینوں اور مسافروں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ لباس میں کبھی تکلف نہیں کیا۔ ہمیشہ کمبل اوڑھے رکھتے۔ جوتا بھی اکثر پھٹا ہوا ہوتا تھا۔ محفل سماع سے آپ کو خصوصی لگاؤ تھا۔ آپ کی محفل میں رقت، سوز وگداز بہت ہوا کرتا تھا۔ میاں علی قوال جب ساز کے ذریعے کلام پیش کرتا تو وجد کی حالت میں بے حس وحرکت ہو جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کے لوگ سمجھنے لگتے کہ شاید آخری لمحات آ گئے ہیں۔

مفتی لاہور کے سامنے محفل سماع ☆: مولانا حافظ برخوردار مفتی پرگنہ بچہ چھٹہ کو آپ کا محفل سماع کا یہ انداز ناگوار گذرتا تھا۔ انہوں نے ناظم لاہور اور قاضی القضاۃ قاضی عبدالرحمٰن مفتی اعظم لاہور کو شکایت لکھ بھیجی اس نے احتساب کی غرض سے آپ کو لاہور طلب کیا۔

آپ اپنے یاران طریقت اور میاں علی قوال کو ہمراہ لے کر لاہور گئے اور سب سے پہلے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمتہ کے مزار پر حاضری دی اور اس کے بعد اپنے مرید خاص مرزا احمد بیگ جو ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھا۔

دوسرے دن قاضی کی عدالت میں علماء کا اجتماع ہوا۔ مفتی اعظم لاہور نے سماع کے متعلق پوچھا تو آپ نے سماع کے بارے میں بے شمار دلائل پیش کیئے اور ثابت کیا کہ سماع جائز ہے۔ علما نے جب دلائل سنے تو انہیں بہ دل وجان آپ کے علم لدنی کا اعتراف کرنا پڑا اور لاجواب ہو کے رہ گئے۔ آپ نے جب دیکھا کہ ان علماء کے پاس اب کوئی دلیل اور اعتراض نہیں رہا تو آپ نے بھری محفل میں میاں علی قوال کو سماع شروع کرنے کا حکم دیا کہ کوئی کلام پڑھو۔

علی قوال نے حضرت حاجی نوشہ گنج بخش کی شان میں ایک منقبت شروع کی۔ سب علما اور حاضرین خاموشی سے سن رہے تھے۔ معا آپ نے ایک زوردار نعرہ لگایا۔ بس پر کیا تھا۔ تمام حاضرین محفل پر وجد طاری ہو گیا۔ اور سب حق ہو کے نعرے بلند کرنے لگے۔ محفل میں کیفیت یہ ہوئی کہ تمام علماء اور مفتی اور قاضی القضاۃ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے۔ جب ہوش میں آئے تو آپ سے معذرت چاہی اور سب کے سب حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ ان میں سے مفتی اعظم لاہور عبدالرحمٰن صاحب تو خلافت سے نوازے گئے اور کئی افراد ولی اللہ ہوئے۔ جب قاضی شہر کو اس تمام معاملے کا علم ہوا تو وہ آیا اور آپ کے قوالوں کو گرفتار کر کے لے گیا۔ جب آپ کو پتہ چلا کہ قاضی شہر قوالوں کو گرفتار کر کے لے گیا تو آپ قاضی شہر کے پاس تشریف لے گئے اور ایسا تصرف فرمایا کہ وہ مطیع ہو کے رہ گیا۔ آپ سے معافی مانگنے لگا۔ اس موقع پر اور جتنے بھی افراد موجود تھے سب حلقہ بگوش ہو گئے۔

نہ دنیا کی ضرورت ہے نہ دین کی ☆: آپ کے مرشد کامل کے وصال کا جب وقت آیا تو انہوں نے اپنے یاران طریقت کو بلا کر فرمایا کہ اب میں سفر آخرت پر روانہ ہونے والا ہوں۔ لہٰذا کسی کو کوئی حاجت ہو تو بتاؤ۔

حضرت پیر محمد سچیار نے عرض کی۔ یا حضرت دین و دنیا عطا کر دیں۔

مرشد کامل نوشہ سرکار نے فرمایا۔ قیامت تک تمہارے سلسلہ میں دولت و دینداری رہے گی۔

اس کے بعد مرشد کامل نے آپ کو مستانہ کہہ کر بلایا اور فرمایا۔ تم بھی کچھ مانگ لو۔

آپ نے دونوں ہاتھ باندھ کر عرض کی حضور۔ نہ مجھے دنیا کی ضرورت ہے نہ دین کی۔ مجھے تو عشق مطلوب ہے۔ مرشد کامل سن کر مسکرائے۔ اور فرمایا۔ عشق کا ظہور تمہارے سلسلے میں رہے گا۔ چنانچہ آج تک عشق و جذب و مستی آپ کے سلسلہ میں چلا آ رہا ہے۔

آپ کے مرید حضرت شیخ برخوردار ہرل قادری نوشاہی فرماتے ہیں کہ زمانے کے مرشد میاں عبدالرحمن پاک رحمتہ اللہ علیہ عشق و جذب و مستی کے سمندر میں جو ٹھاٹھیں مار رہے ہیں۔ وہ آپ کے مزارِ پُر انوار سے آج بھی عیاں ہیں۔

شادی و اولاد☆: آپ نے شادی کب کی اس بارے میں تذکرہ نگار خاموش ہیں۔ صرف یہ معلوم ہوسکا ہے کہ آپ کی اہلیہ محترمہ کا نام بی بی زہرہ خاتون تھا۔ جو کہ ظہری بی بی کے نام سے مشہور تھیں۔ ان کے بطن سے تین بیٹیاں بی بی جواہر خاتون، بی بی فتح خاتون، اور بی بی حسین خاتون کی ولادت ہوئی۔ بی بی فتح خاتون اور بی بی حسین خاتون کی اولادیں آپ کے دربار کی متولی چلی آ رہی ہیں۔

کشف و کرامات☆: ایک مرتبہ آپ اپنے شیخ کامل حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش علیہ الرحمتہ کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر سفر کر رہے تھے اس موقع پر آپ کے دیگر پیر بھائیوں کے علاوہ حضرت نوشہ پاک کے درباری قوال بھی ہمراہ تھے۔

کشتی دریائے چناب سے گذر رہی تھی کہ قوال نے ایک کلام شروع کیا جس سے کشتی میں موجود حاضرین پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ کشتی دریا کے بیچ میں تھی اور کشتی میں سوار ہر شخص پر وجدانی کیفیت طاری تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ہر شے مستی وخوشی سے جھوم رہی ہو۔ اور اللہ کریم کی تسبیح و تقدیس میں مصروف ہو۔ ہر طرف نور و تجلیات کی بارش ہو رہی تھی کہ اچانک آپ نے مستانہ وار نعرہ مارا اور عالم بیخودی میں دریا میں گر پڑے مگر کسی کو خبر نہ ہوئی۔

اس واقعہ کو سات روز گذر گئے۔ جب آپ اپنے پیر بھائیوں کو نظر نہ آئے تو سب کو فکر لاحق ہوئی۔ اور سب نے مل کر حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ کی بارگاہ میں عرض کیا حضور ہمارے پیر بھائی شیخ عبدالرحمٰن پاک نظر نہیں آ رہے۔

مرشد کامل نے بذریعہ کشف آپ کے حالات سے آگاہی حاصل کی۔ اور قوالوں کو طلب کیا جب قوال آ گئے تو مریدین کے ہمراہ دریا کی جانب چل دیئے۔ کنارہ دریا پر جا کر قوال سے فرمایا کہ عارفانہ کلام پڑھو۔ قوالوں نے بڑے درد سے عارفانہ کلام پیش کیا۔ تو ساز قوالی کی آواز سن کر بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔

ابھی زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ آپ نے دریا کے پانی کی گہرائی میں جنبش لی اور نعرہ مار کر باہر واپس آ گئے۔ سب لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

مولانا پیر کمال قادری پر اس واقعہ کا اتنا اثر ہوا کہ زبان پر مچل گیا

چناں شد بہر عشق آں صاحب جاہ

بہ دریا ہفت روز اندر شداں مأ

کرامت نمبر۲ ☆: آپ کے معاصرین میں سے ایک درویش دریائے راوی کے کنارے میانی میں رہائش رکھتے تھے۔ وہ اپنے حلقہ احباب میں اکثر کہتے تھے کہ اس وقت اولیاء میں مرد میں ہی میں ہوں باقی تمام عورتیں ہیں۔

کسی نے یہ بات آپ کو بتائی تو آپ نے باطنی طور پر اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس وقت محفل میں بیٹھے چند روشن ضمیر جو چشم باطن رکھتے تھے نے دیکھا کہ اس درویش کے ہاتھ پشت کی جانب بندھے ہوئے ہیں اور وہ آپ کے دروازے پر گرفتاری کی حالت میں بیٹھا ہوا معافی مانگ رہا تھا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ایک سو بیس برس کی عمر میں مورخہ 6 محرم الحرام ۱۱۵۵ ہجری بمطابق 1742ء کو ہوا۔

مزار پرانوار بھڑی دھوتھڑاں، جو آج کل بھڑی پاک رحمٰن کے نام سے مشہور ہے، گوجرانوالہ حافظ آباد روڈ تحصیل وضلع حافظ آباد میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں آج بھی اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ فاضل شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف ربانی، پیکر شوکت و جمال، بلبل مرغزار صمدیت، فائز بہ کمالات الفقر وفخری حضرت شیخ فاضل شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ صاحب تجرید وترک ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت بادشاہ عالمگیر کے زمانہ تقریباً 1674ء کو لدھیانہ کے راجپوت خاندان میں ہوئی آپ 1686ء بارہ برس کی عمر عزیز میں اپنے والد گرامی میاں نور محمد اور جناب میاں عادل شاہ کے ہمراہ لدھیانہ سے لاہور تشریف لے آئے۔اور محلہ گنج پورہ میں قیام فرمایا۔یہیں پر علوم ظاہریہ کی تکمیل کی۔

جب جوان ہوئے تو حضرت قاضی عبدالرحمٰن قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ جو کہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن پاک بھڑی شریف ضلع حافظ آباد کے مرید تھے اور وہ مرید وخلیفہ حضرت حاجی نوشہ گنج بخش علیہ الرحمتہ کے تھے کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

آپ قلندرانہ مشرب رکھتے تھے۔آپ کو عرف عام میں شاہ فاضل قلندر اور داتا فاضل شاہ کے نام پکارا جاتا ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۱۵۵ ہجری بمطابق 1748ء کو بعہد نواب خان بہادر ذکریا خان ناظم لاہور میں ہوا۔

آپ کا مزار اقدس ایک چار فٹ کے اونچے چبوترے پر جاوید منزل علامہ اقبال روڈ کے عقب میں ایک چار دیواری کے اندر لاہور میں مرجع خاص وعام ہے۔جہاں آج بھی دکھی انسانیت حاضری دے کر سکھ چین پاتی ہے۔

آپ کے مزار کے احاطہ میں دیگر قادری نوشاہی درویشوں کے مزارات بھی موجود ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شاہ سیّد فرید قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فرید العصر، مرشد لاثانی، فخر السادات حضرت شاہ سید فرید قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ واقف اسرار سر حقانی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت دریائے چناب کے کنارے واقع رسول نگر میں 938 ہجری بمطابق 1575ء بعہد اکبر بادشاہ سادات بھاکری کے عظیم پیر کامل حضرت سید محمد علی بن سید علی بن سید فتح علی کے گھر ہوئی۔

آپ کے آباؤ اجداد رسول نگر جو کہ دریائے چناب کے کنارے واقع ہے کہ رہنے والے اور سادات بھاکری سے متعلق ہیں۔

آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ لاہور میں گذرا۔

آپ نے علوم دینیہ کی تکمیل بھی لاہور ہی میں کی تھی آپ اپنے دور کے متجر عالم دین، فقیہہ، محدث، مفسر قرآن اور اعلیٰ درجہ کے انشا پرداز ہونے کے علاوہ صاحب طرز خطیب اور مقبول صوفی شاعر تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت پیر محمد سچیار کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے۔آپ کے پیر بھائی حضرت شاہ میر قلندر نوشاہی نے آپ کے مرشد کے سامنے بہت تعریف کی تھی۔

جن دنوں آپ حصول علم کے لیے لاہور تشریف لائے تھے ان دنوں ہی حضرت شاہ میر قادری نوشاہی قلندر نے آپ کے ساتھ تعلقات استوار کر لیے تھے اور آتے جاتے رہے۔ بعد میں وہی آپ کو اپنے مرشد کامل کے پاس نوشہرہ شریف لے گئے اور آپ کو بیعت کرایا اور آپ کی تعریف مرشد کے سامنے بیان کی تھی۔ بعدازاں مرشد کامل نے خرقۂ خلافت سے نواز کر سرفراز فرمادیا۔

سلسلہ رُشد وہدایت ☆: آپ نے شاہی فوج میں بھی کچھ عرصہ ملازمت کی جسے بعد میں چھوڑ کر عبادت وریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہوگئے۔

جس مقام پر آپ نے حجرہ عبادت بنایا تھا وہاں کچھ عرصہ کے بعد لوگ آکر آباد ہونے لگے پھر یہ آبادی محلہ شاہ فرید کے نام سے موسوم ہوگئی۔ لاہور میں آپ کی کافی جاگیر تھی۔ شہر سے باہر بھی آپ کی عالی شان حویلیاں، زرعی رقبہ جات اور دیگر املاک کا وسیع سلسلہ تھا۔

مگر اس کے باوجود آپ کی طبیعت میں فقر وغنا، صلہ رحمی، سخاوت، بردباری کا مکمل عنصر موجود تھا۔ ہمہ وقت یاد خدا میں مست و مستغرق رہتے۔ فرائض تو درکنار نوافل سے بھی کبھی غفلت نہیں برتی۔ مخلوق خدا کی خدمت کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ سینکڑوں افراد علم و عرفان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ لاتعداد گمراہ راہ ہدایت پر مستقیم ہوئے۔

آپ کا شاعرانہ ذوق ☆: آپ اپنے دور کے مقبول صوفی شاعر تھے۔ آپ کا کلام سوز و ساز میں ڈوبا ہوا ہے۔ مگر حوادثات زمانہ کی وجہ سے آپ کا کلام دستیاب نہ ہے۔ آپ نے ایک مرتبہ حضرت شاہ میر قلندر کے نام خط لکھا تو درج ذیل اشعار لکھ کر بھیجے تھے۔ جسے دیکھ کر آپ کے شعری ذوق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

کاغذ نہیں یا مس نہیں یا نہیں تمہاری ریت
یا تم لکھ نہیں جانتے یا من سے اتری پیت
مورکھ من کیا جانے پیت
سوجت پاوے سچا میت
اس کا جگ میں راج ہے پیارے
جو وحدت کے درشن کا رے
میں ڈھونڈوں اس پیتم مکھ کو جو دیکھا نا جاوے
شام سحر بے چین فریدا برہا من کو کھاوے
ہر کا بھید نہ پاوے کوئی جو پاوے وہ بھاوے
نگر نگر میں گلشن گلشن وحدت رنگ رچاوے

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 175 برس کی عمر شریف میں ۱۱۶۶ ہجری بمطابق 1752ء کو ہوا۔ مزار پرانوار (ڈھولن وال) لاہور میں مرجع خاص و عام ہے۔

جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر نور عرفان کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے خلیفہ مرزا محمد امین بیگ سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے مرزا احمد بیگ سجادہ نشین رہے۔

آج کل یہ مزار محکمہ اوقاف کے زیر انتظام ہے۔ محکمہ اوقاف والے پورا سال دربار شریف کے غلے کی آمدن اور دیگر اجناس خوردنی وصول کرتے رہتے ہیں۔ جبکہ سال میں ایک مرتبہ عرس مبارک کا اشتہار چھاپ دیتے ہیں۔ عرس مبارک کا خرچہ مریدین و عقیدتمندان کرتے ہیں۔ جبکہ محکمہ اوقاف پنجاب صرف آمدن کا مالک ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں عبدالغفور قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف☆: شیخ الملت والدین، سلطان العارفین، برھان الواصلین، قدوۃ الکاملین حضرت میاں عبدالغفور قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ ستارۂ ولایت آسمانی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے شیخ طریقت حضرت بابا دل محمد سہروردی علیہ الرحمۃ کے گھر موضع بستی دانشمند جو کہ جالندھر شہر سے ڈھائی میل مشرق کی جانب میں واقع ہے میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ کے آباؤ اجداد صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ایوب انصاری کی اولاد سے تھے۔آپ کے اجداد میں سے ایک بزرگ حضرت شیخ میاں ابراہیم حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ تھے۔ان حضرت مولانا میاں محمد ابراہیم سہروردی علیہ الرحمۃ کا مزار پرانوار کانین کرم درّہ دامن کوہستان میں واقع ہے۔

مولانا محمد ابراہیم سہروردی علیہ الرحمۃ کی اولاد سے چند افراد کانین کرم علاقہ کوہستان سے ہجرت کر کے جالندھر کے قریب ایک بستی میں آ کر آباد ہوئے۔آپ کے اجداد میں ایک بزرگ بڑے عالم فاضل اور ذہین فطرت ہوئے ہیں۔لوگ آ کر ان سے نہ صرف مسائل پوچھتے بلکہ دنیاوی معاملات میں بھی ان کا مشورہ لیتے تھے۔ان کی عقل ودانش کی بنا پر لوگ انہیں دانشمند کہتے تھے پھر ان کی اولاد بھی خوب پھیلی ہوئی اور یہ بستی بہت آباد ہوئی اور تمام بستی کے لوگ اس خاندان کے علم وفضل، فصاحت و بلاغت سے متاثر تھا۔اس بنا پر اس بستی کا نام بستی دانشمنداں مشہور ہوا۔بستی کا اصل نام بستی دانشمند تھا۔جو کہ بعد میں علاقائی زبان کی بناء پر بگڑ کر بستی دانشمنداں مشہور ہو گیا۔

حضرت حافظ قائم الدین برقندازی کی آمد☆: سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کے عظیم ترجمان اور مبلغ القرآن حضرت حافظ قائم الدین برقندازی قادری نوشاہی علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ سیاحت کرتے ہوئے اپنے احباب وعقیدتمندان کے ہمراہ ضلع جالندھر کی بستی دانشمند میں تشریف لائے اور ایک درخت کے سائے کے نیچے قیام پذیر ہوئے۔

آپ کے دادا جان جو سلسلہ سہروردیہ میں بیعت تھے ان کا گذر اس طرف سے ہوا تو انہیں اپنی روحانیت سے معلوم ہوا کہ اس درخت کے نیچے کوئی صاحب حال اور باکمال درویش بیٹھا ہوا ہے۔انہوں نے بستی میں آ کر اطلاع دی کہ فلاں جگہ ایک صاحب روحانیت بزرگ بیٹھا ہوا ہے۔لہٰذا اپنے لڑکوں کو منع کر دیں کہ اس طرف کوئی نہ جائے اگر نہ وہ اپنی روحانی طاقت سے متاثر کر کے انہیں

اپنے ساتھ لے جائے گا۔

اتفاق کی بات یہ ہے کہ آپ اپنے دوست میاں محمد خان کے ہمراہ پھرتے پھراتے اس طرف آ نکلے اور حافظ قائم الدین برقندازی قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کی مجلس میں آ کر بیٹھ گئے۔ حافظ صاحب کی نگاہ پاک جونہی آپ دونوں پر پڑی تو یہ رقص کرنے لگے۔

اس بات کا ذکر کسی نے جا کر آپ کے دادا جان کو اطلاع دی تو انہوں نے فرمایا "مجھے کیا خبر تھی کہ یہ فقیر میرے ہی گھر میں ڈاکہ ڈالے گا۔"

ادھر جب آپ حالت رقص وجد سے باہر آ کر ہوش میں آئے تو حافظ قائم الدین برقندازی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ ہم اب چلتے ہیں اور ہمارا ٹھکانہ مسجد مجاوراں حضرت امام ناصر الدین علیہ الرحمتہ میں ہوگا۔

آپ کے دادا جان آپ کو ہمراہ لے کر گھر آئے اور کمرے میں مقفل کر دیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد از راہ محبت کمرے سے باہر نکال دیا۔ خان محمد کا باپ بہت سخت گیر تھا۔ اس نے اسے اس وقت چھوڑا جب خان محمد سے اثر نظر ختم ہو گیا۔

ادھر آپ موقع ملتے ہی گھر سے نکلے اور مسجد مجاوراں میں حضرت حافظ برقندازی صاحب کے پاس پہنچ گئے۔ شروع میں آپ کے دادا جان نے آپ کو روکنے کی کوشش کی مگر بعد ازاں یہ سمجھ کر کہ میرا فیضان تو میرے پاس ہی رہے گا۔ یہ سمجھ کر آپ کو آزاد چھوڑ دیا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت حافظ قائم الدین برقندازی قادری نوشاہی کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور مجاہدات ومنازل سلوک تکمیل اور حصول معرفت کے بعد انہی کے ہاتھوں خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

مرشد کامل کی پاکپتن شریف روانگی ☆: آپ کے بیعت ہونے کے چند روز بعد آپ کے پیر ومرشد حضرت خواجہ حافظ قائم الدین برقندازی قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ بستی دانشمند جالندھر سے پاکپتن شریف میں قائم اپنی خانقاہ کی طرف روانہ ہونے لگے تو انہوں نے آپ سمیت تمام یاران طریقت سے فرمایا کہ ہم ہر سال پہلی یا دوسری ربیع الاول شریف کو اپنے مرشد کے آستانے نوشہرہ شریف ضلع گجرات پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں میرے مرشد حضرت پیر محمد سچیار علیہ الرحمتہ کا سالانہ عرس مبارک پانچ ربیع الاول شریف کو منعقد ہوتا ہے۔ تم میں سے جو شخص آنا چاہے وہاں حاضر ہو جائے۔ دراصل حضرت برقندازی کا اصل مقصد آپ کو اپنی طرف بلانا اور بات کا آپ کو بتانا مقصود تھا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف صرف دس بارہ سال کی تھی۔ مرشد کامل کا فرمان سن کر آپ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو آپ کی طبیعت ان کے لیے بے تاب اور بے چین ہو گئی۔

خدا خدا کر کے عرس سچیار کا موقع آیا تو آپ نے اپنے ایک پیر بھائی میاں بخت جمال سے عرض کیا کہ جب آپ عرس پر نوشہرہ شریف جائیں تو مجھے بھی ہمراہ لے جائیں۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ مجھے تمہارے دادا جان کا خوف ہے۔ اس لیے میں ساتھ نہیں لے جا سکتا ہاں یہ طریقہ ضرور ہو سکتا ہے کہ تم دریائے بیاس پر آ جانا وہاں سے آگے اکٹھے چلے جائیں گے۔

چنانچہ آپ دریائے بیاس پر پہنچے وہاں سے چناب کے راستے گجرات نوشہرہ عرس پر پہنچے اور مرشد کامل کی نظر عنایت سے فیضان

حاصل کر کے جب واپس جالندھر پہنچے تو آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو چکا تھا۔

رسول کریم ﷺ کی طرف سند کا عطا ہونا ☆: ایک روز آپ کے پیر و مرشد حضرت حافظ قائم الدین برقندازی قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ اگر فقیر کے سلسلے کا کوئی شخص فیض یاب ہو جائے اور دائمی سعادت حاصل کرے اللہ تعالیٰ کی مدد سے فقیر لوگ اس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں داخلے کی سند دیتے ہیں۔ لیکن اس سند پر پیر و مرشد حضرت سچیار پاک کی مہر اور دستخط ہونگے۔ یہ حکم سنتے ہی آپ جالندھر سے نوشہرہ شریف ضلع گجرات پہنچے اور خانقاہ معلیٰ پر حاضری دی۔ تو اسی رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آپ کی حاضری ہوئی۔ وہاں بہت سے بزرگان دین موجود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت پیر محمد سچیار نوشاہی علیہ الرحمتہ نے ایک سفید لپٹا ہوا کاغذ آپ کو دیا۔ آپ نے اسے کھولا تو وہ بزرگی کی مہروں اور دستخطوں سے پر تھا۔ آپ نے سب مہروں کو بغور دیکھا تو تمام مہریں نمایاں تھیں مگر حضرت شیخ محمد درویش سہروردی جالندھری کی مہر نمایاں نہ تھی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ شیخ درویش کا فیضان آپ کے خاندان میں کم ہو گیا۔ اور سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کا فیضان غالب آ گیا ہے۔

آپ کے مرشد کا وصال با کمال اور ان کا فیضان ☆: ۱۱۵۵ ہجری بمطابق 1742ء میں جب آپ کے مرشد کامل حضرت حافظ برقندازی نوشاہی اپنے مرشد حضرت سچیار پاک کے عرس مبارک میں شرکت کر کے واپس آ رہے تھے تو انہوں نے آپ سے فرمایا کہ میاں صاحب آپ اپنے وطن واپس تشریف لے جائیں۔ آپ نے عرض کی حضور آپ کی طبیعت کچھ علیل ہے۔ ایسی حالت میں آپ کو چھوڑ کر واپس جانا میرے لیے مناسب نہیں ہے۔

یہ سن کر حضرت حافظ برقندازی نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا وقت وصال قریب ہے۔ اگر تم میرے پاس رہو گے تو لوگ کہیں گے کہ ان پر خصوصی نگاہ وقت وصال قریب رہنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ درحقیقت یہ طریقہ مجذوبوں کا ہے۔ کہ جو پاس ہوا سے نوازا اور چل دیئے۔ جبکہ سالکان دین اہل طریقت بزرگان کا طریقہ اس سے مختلف ہوتا ہے وہ جس کا حصہ وہ چاہے دور ہو یا نزدیک اس کا حق اسے پہنچا دیتے ہیں۔ اس کے بعد مرشد کامل نے فرمایا کہ میرے وصال کے بعد جلدی آ جانا اس دن کی اطلاع تمہیں خود بخود ہو جائے گی۔ دوسری علامت یہ ہو گی کہ آپ کے پاس نقدی اور زیورات کپڑے اور دستاریں وغیرہ خود بخود جمع ہونے شروع ہو جائیں گے۔

چنانچہ آپ مرشد کامل کے حکم پر اپنے وطن مالوف واپس آ گئے اور چند روز کے بعد خواب میں کیا دیکھا کہ حضرت حافظ برقندازی صاحب دونوں بازو پھیلائے ہوئے آپ کو اپنے پاس بلا رہے ہیں۔ یہ واقعہ اسی سال ۲۷ ربیع الاول دو جولائی کی رات کا ہے۔ آپ بے اختیار ہو کر اٹھے اور سفر کی تیاری شروع کر دی۔ ادھر آپ تیار ہوئے ادھر لوگ آپ کے پاس نذرانے لے کر حاضر ہونا شروع ہو گئے۔ اب چونکہ دونوں علامات پوری ہو چکی تھی آپ وہاں سے چل کر فوراً پاکپتن شریف میں اپنے مرشد کے صاحبزادہ سید غلام رسول صاحب برقندازی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں وہ تمام مال و اسباب پیش کر کے مزار شریف کی تعمیر میں مصروف ہو گئے۔ مزار شریف کی تعمیر مکمل ہونے پر آپ نے عرس مبارک کی تاریخ کا تعین کیا اور واپس جالندھر تشریف لے آئے۔

جالندھر میں خانقاہ نوشاہیہ کا قیام ☆: آپ نے پاکپتن شریف سے جالندھر واپس تشریف لا کر اپنی آبائی بستی دانشمند

سے تین فرلانگ دور اپنی ملکیتی زمین پر ایک کنواں ایک باغ لگوایا اور اس میں ایک دو منزلہ مکان تعمیر کرایا۔ اور وہیں اپنی عبادت و ریاضت کے لیے الگ حجرہ اور اس حجرہ میں لکڑی کا تخت پوش بچھا کر اس کو شغل ذکر اور ریاضت کے لیے وقف کیا۔ اور عبادت و ریاضت میں کمال کے درجہ کو پہنچے۔ سترہ سال تک رات کا قیام اور دائمی روزہ رکھا۔ مغرب کے وقت بارہ سرساہی عالمگیری گیہوں کی روٹی یا اسی مقدار میں چاول دودھ سے افطار کرتے دو یا تین دن بسا اوقات دس دن کے بعد دو ماشہ پانی کے سوا کچھ نہ پیتے تھے۔ نماز معکوس آپ کا مستقل معمول تھا جبکہ نقش محمد کی حالت میں استراحت فرماتے تھے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کی اس قدر خدمات سرانجام دیں کہ ہر طرف فیضان نوشاہیہ نظر آنے لگا۔ اپنے ہر سفر وحضر میں ہزاروں افراد کو فیضان نوشاہیہ سے مالا مال کیا۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے خلفائے کرام میں جن حضرات کے دم قدم اور محنت ولگن سے آپ کے سلسلہ کو دوام پہنچا۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ حضرت میاں ابراہیم فراش بہاولپور، حضرت رائے ابراہیم کپورتھلہ، حضرت میاں امام بخش لاہوری، حضرت مرزا امانت علی بستی دانشمند جالندھر، حضرت بخشو قوال بستی شیخ درویش جالندھر، حضرت شیخ بلاقی جالندھر، حضرت میاں بہادر خان، حضرت میاں جان محمد بستی دانشمند جالندھر، حضرت میاں چوہڑ، حضرت دلیل خان افغانی، حضرت سردار روشن خان، حضرت میاں شرف الدین جالندھر شہر، حضرت میاں محمد سلیمان، حضرت میاں شیر محمد بستی دانشمند جالندھر یہ آپ کے بھتیجے ہیں۔ حضرت میاں شیخ محمد بستی دانشمند، حضرت سید صدر الدین شاہ بدوملہی والا سیالکوٹ، حضرت میاں صوفی صاحب بستی دانشمند، حضرت میاں عبدالرحمٰن جالندھر، حضرت میاں عبدالکریم جالندھر، حضرت علی معمار بستی دانشمند جالندھر، حضرت شیخ عماد الدین قریشی خیر پور، حضرت میاں غلام محی الدین لاہوری بہاولپور، حضرت عوض میاں خیر پور، حضرت غلام مصطفیٰ جالندھر، حضرت میاں غوث شاہ جالندھر، حضرت میاں کرم الٰہی بستی دانشمند جالندھر، حضرت میاں متین، حضرت میاں محمد اسحاق جالندھر، حضرت حافظ محمد سلیم جالندھر، حضرت سید محمد شاہ جالندھر، حضرت فیض محمد قریشی کمالیہ، حضرت مسیتا غالیچہ باف جالندھر، حضرت میاں ملتانی مبارک پور، حضرت میاں مہند مبارک پور، حضرت میاں نور محمد مبارک پور، حضرت میاں نور احمد کھراتی خیر پور، حضرت میاں ولی محمد بستی دانشمند جالندھر یہ آپ کے بھتیجے ہیں۔ حضرت میاں محمد ابراہیم بستی دانشمند جالندھر یہ بھی آپکے بھتیجے ہیں، حضرت صاحبزادہ سید غلام رسول ابن حافظ قائم الدین برقندازی نوشاہی یہ آپ کے مرشد کے بیٹے ہیں۔ اور حضرت میاں محمد مرزا علی خان سجادہ نشین بستی دانشمند جالندھر رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ آپ نے اپنے صاحبزادے میاں محمد پناہ کو بھی خرقہ خلافت سے نواز کر صاحب ارشاد کیا ہے۔

حالات قبل از وصال☆: جالندھر میں آپ کی طبیعت خراب ہوئی تو آپ نے اپنے توشہ خانے سے کچھ نقدی منگوا کر لوگوں میں تقسیم کی اور خانقاہ کا اندرونی نظام مرزا علی خان کے سپرد کیا۔ اور اپنی قبر کی جگہ اس قدر کشادہ بنوائی کہ نماز پڑھی جاسکے، اور کفن بنوایا اور اپنے بھتیجے محمد دائم کو بلوا کر فرمایا کہ میری چارپائی کے سرہانے دو اینٹیں رکھ کر مجھے غسل دو، مریدین نے انکار کیا تو ناراضگی کے عالم میں دوبارہ حکم دیا غسل کے بعد آپ اٹھ کر بیٹھ گئے، کپڑے تبدیل کیئے تو اسی دوران آپ کی آنکھوں کی کیفیت دیکھ کر صاحبزادہ محمد پناہ علیہ الرحمتہ تاب نہ لاسکے تو اپنی پگڑی زمین پر رکھ کر اپنا سر مبارک آپ کے قدموں پر رکھ دیا۔ آپ نے سینے سے لگایا اور فرمایا جو

تمہیں تلقین کی ہوئی ہے وہی ہے اور کچھ نہیں۔ اور ہم کو حاضر ناظر جاننا ہمیں اپنا مقام آج معلوم ہوا ہے۔ یاد رکھو فقیر سے اگر ایک صغیرہ گناہ سرزد ہو جائے اور دنیا دار سے ساری عمر گناہ ہوتے رہیں تو برابر ہے۔ بلکہ فقیر کا گناہ صغیرہ اس کے گناہ کبیرہ سے بڑھ کر ہے۔ فقیر وہ ہیں جن سے مستحب بھی ترک نہ ہو۔

اس کے بعد آپ کو پاخانہ کی حاجت ہوئی تو فرمایا کہ اب میرا پیٹ صاف ہو گیا۔ میرا سر رومال سے باندھ دو۔ اس کے بعد عشاء کی نماز اشاروں سے ادا کی۔ تمام مریدین وضو کر کے آپ کی چارپائی کے قریب ہو گئے آپ خاموشی سے لیٹے ہوئے تھے کہ حکیم میاں بہادر خان نے نبض ملاحظہ کی کہنے لگے کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے۔

یہ سنتے ہی سب لوگ رونے لگے۔ مگر چند ہی لمحوں میں آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ سب مریدین متعجب ہوئے۔ اس موقع پر آپ کے صاحبزادے میاں محمد پناہ نے کہا کہ جو لوگ بد اعتقاد تھے انہیں بلاؤ کہ وہ دیکھ لیں کہ آپ زندہ ہیں یا مردہ۔ میاں محمد پناہ نے مزید کہا کہ اگر شریعت کا معاملہ اور اس کا احترام نہ ہوتا تو آپ اسی طرح زندہ رہتے۔ اس کے بعد آپ چار گھنٹے باتیں کرتے رہے اس کے بعد آپ کو کمزوری لاحق ہوئی تو دوبارہ لٹا دیا گیا، شہد چٹایا گیا۔ آپ نے تین بار آہستہ سے فرمایا جلدی کرو، جلدی کرو، جلدی کرو۔ اس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 17 جمادی الآخر بروز بدھ ۱۱۸۶ ہجری بمطابق ماہ اگست 1772ء کو ہوا۔ مزار پر انوار بستی دانشمنداں نزد جالندھر شہر انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت حافظ قائم الدین برقندازی قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عاشق و کامل و حافظ قرآن، فصیح اللسان، فیض یاب از بارگاہ گنج شکر، امام العاشقین، قدوۃ السالکین، دلیل الکاملین حضرت حافظ قائم الدین برقندازی قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ مقبول بارگاہ احدیت ہیں۔

آپ ہندوستان کے رہنے والے تھے، بچپن ہی سے ذات خدا کی طلب دل میں سرائیت کر چکی تھی۔ گھر کے مذہبی ماحول کی بنا پر تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن کریم حفظ کر کے دینی علوم پر توجہ دی اور علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد طلب حق اور باطنی اسرار و رموز معرفت کے حصول کے لیے مرشد کامل کی تلاش میں گھر سے نکلے اور کوبہ کو بہ پھر پھراتے پاکپتن شریف پہنچے۔

پاکپتن شریف میں چلہ کشی ☆: آپ کا ہندوستان سے پاکپتن شریف میں حاضری کا مدعا یہ تھا کہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار گوہر بار میں چند روز قیام کروں گا اور اس دوران بابا صاحب روحانی طور پر مجھے جس شیخ طریقت کے پاس جانے کا حکم دیں گے اسی کے ہاتھ پر بیعت کرلوں گا۔

چنانچہ آپ اس مقصد کی خاطر دربار بابا صاحب میں چلہ کش یا معتکف ہو گئے اور عبادت و ریاضت ذکر و اذکار اور اوراد و وظائف کی تکمیل کے بعد حضرت بابا صاحب کو روزانہ تلاوت قرآن کریم سناتے۔

چونکہ خداوند کریم نے آپ کو لحنِ داؤدی سے نوازا تھا۔ قرآن کریم بڑی خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ آواز میں کشش اس قدر تھی کہ جب تلاوت قرآن مجید کرتے تو نہ صرف لوگوں پر وجد و کیف طاری ہو جاتا بلکہ آسمان پر اڑنے والے پرندے بھی آپ کی تلاوت سے لطف اندوز ہوتے تھے۔

مدت دراز تک بارگاہ گنج شکر میں آپ کا یہ معمول رہا جب کافی عرصہ گذر گیا تو ایک دن تلاوت قرآن پاک کے بعد اپنے دونوں ہاتھ مزار مبارک پر دے مارے اور زبان سے یہ سخت کلمات کہے کہ تمہارے اپنے پاس کچھ نہیں۔ تم نے مجھے کیا دینا ہے۔ تم سے پہڑی کا پاوا بہتر ہے۔ اس قسم کے توہین آمیز الفاظ بابا صاحب کی شان نیں کہہ کر دربار شریف سے باہر نکل کر شہر سے باہر کی جانب جا رہے تھے۔ تو پیچھے سے ایک دلق پوش فقیر نے آپ کو آواز دے کر روکا اور رنجیدہ ہونے کا سبب پوچھا۔

آپ چونکہ پہلے ہی مغلوب الحال تھے۔ اسی غصہ کے عالم میں فقیر سے کہا میں روؤں یا ہنسوں تجھے میرے غم سے کیا واسطہ۔ بابا میں پہلے ہی بہت دکھی ہوں تم میرے زخموں پر نمک نہ چھڑکو اور مجھے مت ستاؤ۔

آپ کی بات سن کر فقیر نے آپ سے بڑی محبت وشفقت سے پوچھا کہ بیٹا مجھے کوئی بات تو بتاؤ کہ تمہیں کیا غم ہے شاید میں تمہارے کام آسکوں تمہارے غم کا بوجھ ہلکا کرسکوں۔

اس دلق پوش فقیر کی بات سن کر حافظ صاحب کو پہلے سے بھی زیادہ غصہ آ گیا اور غصے کے عالم میں اُس فقیر سے کہا کہ تمہیں میرے حال سے کیا غرض تم اپنا راستہ پکڑو۔

آپ کا غصہ اور دلی کیفیت دیکھ کر اس فقیر نے آپ کو بازو سے پکڑ کر نیچے بٹھالیا اور فرمایا کہ بیٹا تمہاری عمر ابھی اس لائق نہیں کہ تم بزرگوں کے مقام کو سمجھ سکو۔ ابھی تو تمہیں بزرگوں کے ادب وآداب کا بھی علم نہیں۔ پہلے تو تمہیں بزرگوں کا ادب واحترام سیکھنا چاہیے۔ تم تو الٹی سیدھی باتیں کرتے ہو۔ اور ادب ہی سے انسان کو برتری حاصل ہوتی ہے۔ اور بے ادب تو سدا محروم ہی رہتا ہے۔

جب آپ نے ان فقیر کی نصیحت آموز باتیں سنیں تو دل میں ندامت محسوس کرتے ہوئے یہ خیال بھی جاگ آیا کہ ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے جو نا شائستہ حرکت کر کے آ رہا ہوں۔ اس فقیر کی گفتگو کا اشارہ اس سے ملتا ہے۔ کہیں یہ بابا فرید گنج شکرؒ ہی نہ ہوں۔

اس خیال کے آتے ہی آپ مئودب ہو گئے اور اپنی حرکت جو درگاہ شریف پر کر کے آئے تھے اس فقیر کو سنا دی۔ فقیر نے سن کر اپنی قمیص اٹھا کر آپ کو دکھائی اور فرمایا کہ یہ دیکھ اپنی کرتوت۔ وہاں آپ کے دونوں ہاتھوں کے نشان فقیر کے جسم پر واضح تھے۔ جب آپ نے یہ دیکھا تو غش کھا کر زمین پر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو قدموں میں گر کر معافی کے خواستگار ہوئے۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مثالی صورت میں آپ کے سامنے تھے، نے آپ سے فرمایا حافظ صاحب آپ کی آواز اس قدر سریلی اور رسیلی ہے کہ جب آپ تلاوت قرآن کرتے ہیں تو مجھے بڑی فرحت وخوشی اور اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے اور میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کی زبان سے تلاوت قرآن سنتا رہوں۔ میرے دربار پر تمہاری لمبی مدت اسی وجہ سے گذری ہے۔ وگرنہ میرے پاس تمہیں دینے کو کیا نہیں ہے۔

مگر چونکہ تمہارا فیض باطنی تمہارے مرشد حضرت پیر محمد سچیار کے پاس ہے۔ لہٰذا آپ ان کے پاس نوشہرہ شریف چلے جائیں اور اپنا فیض حاصل کریں۔

لیکن میری ایک شرط یاد رکھنا کہ تم ان سے اکتساب فیض کرنے کے بعد واپس پاکپتن شریف ہی آ جانا اور مجھے اپنی آواز میں تلاوت قرآن سناتے رہنا۔ آپ نے عرض کیا کہ اگر میرے پیرومرشد نے اجازت دے دی تو وعدہ رہا۔

پاکپتن شریف سے نوشہرہ شریف آمد☆: آپ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے رخصت ہو کر نوشہرہ شریف ضلع گجرات پہنچے اور حضرت پیر محمد سچیار قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کے در دولت پر ان کی خانقاہ میں پہنچے۔ اور قدمبوسی کی۔ ادھر حضرت پیر محمد سچیار کو بھی بذریعہ کشف ساری حقیقت کا علم ہو چکا تھا۔ انہوں نے آپ کی تادیب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے دربار گنج شکر میں جو حرکت کی تمہیں اس پر ندامت ہونی چاہیے تھی۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا مرتبہ ہے۔ ان کے مقام تک تو ہم میں سے کسی کی رسائی نہیں۔ انہوں نے اٹھائیس برس تک زہد وتقویٰ اور عبادت و

ریاضت سے یہ بلند مقام حاصل کیا ہے۔اور تو چند سال میں ولی الدھر بننا چاہتا ہے۔ تجھے ذرا بھی ندامت وشرم نہ آئی۔ جو تو نے اتنے ناشائستہ الفاظ کہے۔

مرشد کی طرف سے یہ تادیبی انداز دیکھ کر آپ ان کے قدموں میں گر گئے۔اور روتے ہوئے معافی مانگی۔اور عرض کیا کہ حضور نے اگر معاف نہ کیا تو میرا کہیں ٹھکانہ نہ ہوگا۔

چنانچہ حضرت پیر سچیار نے آپ کو معاف کیا۔اور اپنے دست مبارک پر شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔اور ایک ہی نگاہ سے مالا مال کر دیا اور خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر دریائے فیض سے بہریاب فرمایا اور حکم دیا کہ تم پاک پتن میں جا کر ڈیرہ لگاؤ اور ہدایت خلق اللہ کا کام سرانجام دو۔

آپ نے عرض کیا کہ میری حیثیت بابا صاحب کے سامنے کیا ہوگی۔ یہ سن کر حضرت سچیار نے فرمایا کہ اُپلے اٹھا کر لاؤ اور ان کو دھویں میں ڈالو۔ جب ڈال دیئے گئے تو اس میں سے ایک ایسا شعلہ نکلا کہ جس کے سامنے آفتاب کی روشنی کی والی رات ہو۔حضرت سچیار نے فرمایا کہ تمہاری روشنی بھی اسی طرح قیامت تک شعلہ زن رہے گی اور عام لوگ تمہارے نور سے منور ہوں گے۔

چنانچہ آپ نے پیرومرشد کے حکم سے تمام عمر پاکپتن شریف میں ہی گذاری۔ بے شمار لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے۔آپ کے دو خلیفہ ہوئے ان میں ایک حضرت عبدالغفور جالندھری اور دوسرے حضرت سید میر کلاں بادشاہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین چنگا میرا تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 1186 ہجری بمطابق 1772ء کو ہوا۔

مزار پُرانوار پاکپتن شریف میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو بارہا آپ کے دربار شریف پر حاضری کا اعزاز حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت قاضی سید محمد علی سبزواری قادری نوشاہی برقندازی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: حکیم حاذق جسمانی وروحانی، قاضی القضات، احسان الخلائق، خیر العباد حضرت قاضی سید محمد علی سبزواری قادری نوشاہی برقندازی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔ آپ صحیح النسب سید اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد پاک سے اور ایران کے مشہور روحانی شہر سبزوار کے رہنے والے تھے۔ آپ سلسلہ عالیہ نوشاہیہ قادریہ کے عظیم ترجمان اور مبلغ حضرت حافظ سید قائم الدین برقندازی پاکپتنی علیہ الرحمتہ کے سگے بھانجے ہیں۔ آپ نے تمام عمر دین اسلام کے احکامات کی ترویج اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احیاء کے لیے وقف کیئے رکھی۔ عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ، تجرید وتفرید، خشوع وخضوع، فاقہ وقناعت وجوع، ذکر وفکر وشکر، حرمت و ادب، معرفت وحقیقت میں بے مثال اور بے نظیر تھے۔ آپ ایک عظیم عارف کامل، صاحب حال وقال اور مقامات بلندیٔ مرتبہ پر فائز المرام تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے مجاہدات وچلے کیئے۔ موضع پنڈوری ضلع جالندھر میں برلب دریا آپ نے چلہ الحمد سوا لاکھ کو مکمل کیا۔ چلہ میں قصیدہ خمریہ اور حرز یمانی، اسم اعظم، دور دصلوٰۃ تنجینا، چہل کاف کی زکوٰۃ ادا کی۔ جس جگہ آپ گوشہ نشین رہے۔ 1947ء تک آپ کے نام سے گڑھا قاضی صاحب مشہور تھی۔ اہل دل واہل نظر کے لیے یہ جگہ عجیب دلکش حیثیت رکھتی ہے۔ اس جگہ پھلائی کے بہت سے درخت موجود تھے۔ جن کی بابت مشہور تھا کہ آپ اس جگہ مسواک کر کے پھینک دیا کرتے اور وہ مسواک سبز درخت بن جاتا تھا۔ آپ صاحب کلام عالی وباتاثیر اور مستجاب الدعوات اور قوی الفطرت شیخ طریقت تھے۔ آپ ہمیشہ سے بحث ومباحثہ سے اور صحبت ناجنس سے دور رہتے تھے۔ آپ نے تمام عمر مجرد گذاری نہ شادی کی نہ اولاد ہوئی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت میاں عبدالغفور قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر صاحب ارشاد ہو کر فائز المرام ہوئے۔

آپ کے خلفائے نامدار ☆: آپ کے خلفاء میں میاں محمد اعظم بن میاں شیخ احمد انصاری جالندھری اور میاں جتو جالندھری رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے نام شامل ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 20 ذی الحج ۱۱۹۴ ہجری 17 دسمبر بمطابق 1780ء بروز سوموار کو ہوا۔ مزار پرانوار بستی دانشمند سے ایک میل کے فاصلے پر نیرت کے مقام پر ضلع جالندھر انڈیا میں مرجع خاص وعام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں عطا محمد قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی العصر، مرشد یگانہ، مشرب قلندرانہ حضرت میاں عطا محمد قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ ہمہ صفت موصوف ہیں۔

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں اپنے بڑے بھائی حضرت میاں عبدالغفور قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کے ان بزرگوں میں سے ہیں جن کے دم قدم سے مشرقی پنجاب بالخصوص ضلع جالندھر اور ضلع ہوشیار پور میں سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کو دوام پہنچا۔ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے اولیائے کاملین میں سے ہیں۔ پابندی شریعت آپ کا خاصہ رہا۔ قرآن مجید کی روزانہ تلاوت آپ کے معمول کا حصہ تھی۔ اس کے علاوہ نماز پنجگانہ دیگر نوافل کا خصوصیت سے اہتمام فرماتے تھے۔

حج بیت اللہ وزیارت روضہ رسول ﷺ ☆: تقریباً 1261 ہجری بمطابق 1845ء میں آپ حج بیت اللہ کی ادائیگی کے لیے تشریف لے گئے۔ حج ادا کرنے کے بعد روضۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی اور مسلسل پانچ برس تک قیام پذیر رہے 1850 میں واپس جھنگی ماہی شاہ تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور اپنے آبائی وطن واپس آ کر سلسلہ عالیہ کی رشد وہدایت میں مصروف ہو گئے۔ آپ کو سماع بالمزامیر سے قدرے رغبت تھی۔ حالت سفر میں بھی قوال آپ کے ہمراہ ہوتا تھا۔

اولاد وامجاد ☆: خداوند کریم نے آپ کو تین صاحبزادے حضرت میاں جھنڈے شاہ، حضرت میاں رحمت علی شاہ، حضرت بابا بڈھے شاہ عطا فرمائے۔ آپ نے خود اپنے تینوں صاحبزادوں کی روحانی تربیت کی اور خود مرید کر کے خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر صاحب ارشاد فرمایا۔

خلفائے نامدار ☆: آپ کے خلفاء میں آپ کے تینوں صاحبزادوں کے علاوہ جن کو خرقہ خلافت حاصل ہے ان میں حضرت سائیں بوٹے شاہ، حضرت سائیں امام شاہ، حضرت سائیں ثابت شاہ اور حضرت سائیں میراں بخش ساکن نون کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۱۹۴ھ بمطابق 1780ء میں ہوا۔ مزار پرانوار جھنگی ماہی شاہ تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب انڈیا میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت بابا ماہی شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: شہباز قضائے تجرید، ہمائے آشیانہ تفرید، ساقی خمخانہ اسرار، سرشار بادہ خمار حضرت بابا ماہی شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ جلیس مسند حق الیقین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 23 رمضان المبارک 1089 ہجری بمطابق 1678ء 8 ماگھ 1712 بکرمی کو میاں علی محمد مرحوم کے گھر ہوئی۔

آپ کی دینی و دنیاوی تعلیم بقدر ضرورت تھی۔ قرآن مجید مکمل طور پر پڑھ اور سمجھ لیتے تھے۔ بچپن ہی سے فقیرانہ انداز تھا۔ گردونواح کے لوگ آپ کے گرویدہ اور معتقد تھے۔ مخلوق خدا کو راہ مستقیم پر لانے کیلئے ہمہ وقت مصروف جدوجہد رہتے تھے۔

آپ پابند شریعت و طریقت بزرگ تھے۔ شریعت کے احکام کی پاسداری آپ کا شعار رہا ہے۔

بیعت و خلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت خواجہ بخت جمال نوشاہی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی سے خرقہ خلافت پاکر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

کرامت☆: آپ سے ہزاروں کرامات ظہور میں آئیں۔ جن کی تفصیل کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ صرف ایک کرامت پیش خدمت ہے:

آپ نے ایک مسجد اور پختہ تالاب بنوایا۔ اس کی تعمیر کے تمام اخراجات اپنی جیب سے کئے۔ جو کہ دست غیب سے کام چل رہا تھا۔ شام کے وقت آپ جب مزدوروں کو مزدوری ادا کرتے تو اپنے مصلے کے نیچے دست مبارک ڈالکر بقدر ضرورت روپے نکال کر مزدوروں میں تقسیم کردیتے تھے۔

ایک دن ایک مزدور کے دل میں خیال آیا کہ نہ جانے اس مصلے کے نیچے کتنا خزانہ دفن ہے کہ ایک عرصہ سے آپ اس کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر ہزاروں روپیہ روزانہ خرچ کرتے ہیں اور یہ خزانہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا۔ لہٰذا مزدوری کرنے کی بجائے اس مصلے کے نیچے ایک ہی دفعہ سے نکال لیئے جائیں۔

وہ مزدور رات کو چوری کی نیت سے آیا۔ اس نے مصلے کو اٹھا کر دیکھا تو اس کے نیچے کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ پریشان ہو کر واپس چلا گیا۔ دوسرے دن جب وہ مزدوری کرنے آیا دن بھر مزدوری کر کے شام کو جب آپ سے مزدوری کے پیسے لینے گیا تو آپ نے اسے

دوگنی مزدوری یہ کہہ کر دی کہ یہ شخص رات کو بھی کام کرتا رہا اور دن بھر بھی مصروف رہا۔ یہ سن کر وہ مزدور بہت شرمندہ ہوا۔ اور معافی کا خواستگار ہوا۔

آپ کا شجرۂ طریقت ☆: حضرت ماہی شاہ مرید وخلیفہ حضرت میاں بخت جمال شاہ مرید حضرت پیر محمد سچیار مرید حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش مرید حضرت شاہ سلیمان پھلواری نوری قادری رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 105 برس کی عمر شریف میں ۱۱۹۴ ہجری بمطابق 1780ء کو ہوا۔ مزار پر انوار جھنگی ماہی شاہ نزد کیریاں ریلوے اسٹیشن تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں صدرالدین قادری نوشاہی المعروف میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: عارف باللہ، مالک مقام فنا فی اللہ، بقاباللہ، حجۃ اللہ حضرت میاں صدرالدین قادری نوشاہی المعروف میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ آفتاب توحید وتفرید ہیں۔

آپ آہنگر تھے اور لشکریوں کے لیے تلواریں، نیزے، بھالے اور زرہ بکتر بنایا کرتے تھے۔ بچپن ہی سے خدارسیدہ اور نیک و اچھی خصلات وعادات کے مالک تھے۔ عبادت وریاضت میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے۔ آپ کا شمار اپنے وقت کے خدارسیدہ بزرگوں میں ہوتا ہے۔ معاشرے کے تمام طبقات آپ کی خدمت کو اپنے لیے سعادت دارین سمجھتے تھے۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں شمس الفقراء حضرت حاجی محمد شاہ المعروف بہ نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پاکر سرفراز وممتاز ہوئے۔

کشف وکرامات☆: ایک دن آپ اپنے کام میں مصروف تھے کہ ایک ہندوانی لڑکی جو حسن وجمال میں اپنا جواب نہ رکھتی تھی۔ وہ اپنے چرخے کا تکلا درست کروانے کے لیے آپ کے پاس آئی۔ آپ نے جب نظر اٹھا کر اسے دیکھا تو منہ سے بے ساختہ نکلا سبحان اللہ۔

اس دوشیزہ نے سمجھا کہ شاید آپ نے مجھے بری نظر سے دیکھا ہے۔ وہ وہاں سے اٹھی اور گھر جا کر اپنے اہل خانہ کو بتایا کہ فلاں مسلمان لوہار نے مجھے بری نیت سے دیکھ کر کہا سبحان اللہ۔ یہ سنتے ہی اس کے گھر والے آگ بگولہ ہوگئے اور ڈنڈے سوٹے اٹھا کر آپ کو مارنے کے لیے آگئے۔

آپ نے پوچھا بھئی کیا بات ہے انہوں نے بتایا کہ تم نے ہماری لڑکی کو بری نیت سے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لڑکی کو غلط فہمی ہوگئی ہے۔ میری نیت ایسی نہ تھی۔ مگر چونکہ وہ متعصب ہندو تھے اور بگڑے ہوئے تھے انہوں نے آپ کی بات کو ماننے سے انکار کردیا۔

آپ نے فرمایا، اچھا اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں تو یہی لوہے کا تکلا آگ میں گرم کرکے اپنی آنکھ میں پھیرتا ہوں اور اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ اے رب العزت اگر میں نے اس لڑکی کو بری نیت سے دیکھا ہو تو میری آنکھوں کا نور جلا دینا۔

آپ نے یہ کہہ کر آگ سے دہکتا ہوا تکلا نکال کر اپنی آنکھوں میں پھیر لیا۔ وہ تمام ہندو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ آگ کی طرح سرخ تکلے نے آپ کی آنکھوں پر کوئی گزند نہیں پہنچائی اور آپ کی آنکھیں بالکل سلامت رہیں۔

آپ کی یہ کرامت اور شان ولایت دیکھ کر وہ ہندو بہت نادم ہوئے اور وہ نہ صرف معافی کے خواستگار ہوئے بلکہ آپ کے دست مبارک پر کلمہ پڑھ کر مسلمان اور آپ کے مرید ہو گئے۔

آپ کی اس کرامت کا چرچا آناً فاناً پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا۔ اور اسی روز کئی ہزار ہندو کلمہ پڑھ کر نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ آپ کے غلام بے دام ہو گئے۔

آپ کا مزار پر انوار آپ ہی کی اولاد سے ملک کے ممتاز شاعر جناب عباس اثر نے 1956ء میں بنوایا، جناب عباس اثر صاحب بھی ایک نیک سیرت و با کردار شخص ہیں۔ جناب عباس اثر انتہائی صاف دل، حق گو، اور اچھی سوچ و فکر کے مالک ہیں۔ اکثر ان کی زبان پر علامہ اقبال کا یہ مصرع رہتا تھا۔

کچھ کام نہیں بنتا ہے بن جرأت رندانہ

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال بارہویں صدی ہجری کو ہوا۔ مزار پر انوار قبرستان بہاول شہید ظفر وال روڈ سیالکوٹ شہر میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید میر کلاں بادشاہ قادری نوشاہی برقندازی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: وحید العصر، عالم ربانی، شیخ لاثانی، عارف اکمل، متصرف بہ تصرفات وکمالات حضرت سید میر کلاں بادشاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ صاحب کشف وکرامات ہیں۔

آپ دہلی سے خطہ پنجاب کے معروف روحانی شہر پاکپتن شریف میں حضرت خواجہ حافظ قائم الدین برقندازی قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ان کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی کی خدمت میں رہ کر مجاہدات و ریاضات میں مصروف رہ کر منازل سلوک ومعرفت طے کر کے فقر وتصوف کی روحانی تکمیل کر کے مرشد کامل سے سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں خرقۂ خلافت حاصل کر کے سرفراز وممتاز اور فائز المرام ہوئے۔

مرشد کامل نے خرقہ عطا فرمانے کے بعد آپ کو خطہ پوٹھوہار میں سلسلہ رشد وہدایت قائم کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ آپ وہاں سے روانہ ہو کر کوبہ کو پھرتے پھراتے خطہ پوٹھوہار کے دل تحصیل گوجر خان کے نواحی موضع روکھیا میں تشریف لائے اور خانقاہ قائم کر کے سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ برقندازیہ کی داغ بیل ڈالی۔ آپ سے قبل اس خطہ میں بہت سے بزرگوں نے تصوف ومعرفت عشق ومحبت کے دیپ جلائے۔ اور توحید ورسالت کے ڈنکے بجائے۔ مگر وہ تمام بزرگ سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ، چشتیہ صابریہ جیسے اہم ترین سلاسل طریقت کے بزرگ تھے۔ جن کی شبانہ روز کی کاوشوں سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں غیر مسلموں نے کلمہ پڑھ کر ایمان و عرفان کی دولت حاصل کی۔

مگر سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ جس کے روح رواں حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ ہیں۔ جن کی نگاہ فیض اثر سے دو لاکھ افراد نے اسلام قبول کیا۔ اور ان میں ہزاروں افراد صراط مستقیم پر گامزن ہوئے۔ اور سینکڑوں افراد رہبر ورہنما بن کر لوگوں کے دلوں کو ایمان کی جلا بخشتے رہے۔ اور لوگوں کے سینوں کو علم وعرفان سے روشن ومنور کرتے رہے۔ ان ہی بزرگوں میں اس سلسلہ کی ایک کڑی آپ کی ذات ہے۔ کہ جن کی بدولت خطہ پوٹھوہار میں قادریہ نوشاہیہ سلسلہ کو ہی نہ صرف فروغ ملا بلکہ ہزاروں گم کردہ راہوں کو راہ ہدایت ملی۔ بہت سے لاعلاج مریضوں کو شفا ملی۔ بہت سے اجڑے ہوئے دیار آباد ہوئے۔

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کے عظیم ترجمان بن کر آئے اور اس ترجمانی کا حق ادا کرتے ہوئے آپ نے بہت سے افراد کو منازل سلوک ومعرفت طے کرا کر انہیں صاحب علم وعرفان اور صاحب فضل وکمال بنایا۔ ان خوش نصیبوں میں سے چند افراد کے اسمائے گرامی درج ہیں جن کے دم قدم سے آج بھی آپ کے فیضان کی شمع روشن ہے۔ ان بزرگوں میں حضرت میاں محمد سعی اور حضرت میاں

محبوب عالم صاحب اپنے وقت کے بڑے ہی عظیم بزرگ اور ولی کامل ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت میاں محمد غنی صاحب جیرورتیال تحصیل گوجر خان، یہ بھی اپنے وقت کے بہت بڑے صاحب فضل وکمال بزرگ ہوئے ہیں۔ جن کا فیضان آج بھی علاقہ چنگا بنگیال تحصیل گوجر خان میں جاری وساری ہے۔

آپ کے خلفائے کرام ☆: حضرت بابا خیر محمد مقام جبہ تحصیل گوجر خان، بابا عظیم قادری نوشاہی برقندازی بھڈانہ تحصیل گوجر خان، بابا شیخ جی موضع جنڈ تحصیل گوجر خان کا نام آپ کے خلفاء میں شامل ہیں۔ حضرت میاں سعی صاحب قادری نوشاہی جن کا مزار جیرورتیال تحصیل گوجر خان میں مرجع انام ہے۔ یہ بھی آپ کے خلیفہ ہیں اور ان کے خلفاء میں ان کے علاوہ حضرت سیدہ مائی نواب صاحبہ جن کا دربار پیر گراٹہ تحصیل کلر سیداں ضلع راولپنڈی میں مرجع انام ہے، حضرت سیدہ مائی نواب صاحبہ اپنے وقت کی بلند پایۂ ولیہ عارفہ کاملہ ہو گزری ہیں، یہ بھی آپ کی مریدہ اور آپ سے فیض یافتہ ہیں، مائی صاحبہ کا فیضان پورے خطہ میں آج بھی جاری وساری ہے۔ حضرت مائی صاحبہ کا سلسلہ طریقت ان کے بعد ان کے پیر بھائی جناب حضرت رضا کلی قادری نوشاہی، جن کا مزار مائی صاحبہ کے مزار کے ساتھ پیر گراٹہ میں مرجع خاص وعام ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی حضرت میاں غلام رسول خلف الرشید حضرت میاں کالا صاحب مقام بڑکی متصل گوجر خان میں سکونت پذیر تھے۔ حضرت میاں کالا، حضرت میاں خیر محمد (مقام جبہ) کے مرید تھے اور میاں خیر محمد حضرت سید میر کلاں بادشاہ قادری نوشاہی علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ مجاز تھے۔ آپ کو اپنے دادا پیر حضرت پیر محمد سچیار سے بہت عشق تھا۔ سو سال سے زیادہ عمر ہو جانے کے باوجود ان کے عرس میں شرکت کے لیے نوشہرہ شریف گجرات ضرور جاتے تھے۔

آج کل معروف صوفی بزرگ اور پوٹھواری زبان کے عظیم شاعر عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم صوفی باصفا، پیکر اخلاص ومحبت جناب محمد حنیف حنفی قادری نوشاہی مدظلہ العالی آپ کی بیٹھک پر عشق ومحبت کے جام پلا رہے ہیں۔

اس کے علاوہ حکیم حاذق صوفی باصفا، عالم باعمل، پیکر سوز وگداز وعشق ومحبت حضرت پیر شاہد الحسن مہر شاہ برقندازی قادری نوشاہی مدظلہ خطہ پوٹھوہار میں اس عظیم سلسلہ کی آبیاری میں مصروف ہیں۔ خدا ہر دو حضرات کو سلامت تا قیامت رکھے۔

فقیر راقم الحروف سے ہر دو حضرات بہت پیار کرتے ہیں۔ اور فقیر کی حوصلہ افزائی کے لیے اپنی خاندانی روایت کو قائم رکھتے ہوئے چند ایک مرتبہ فقیر کے پاس تشریف لائے۔

فقیر راقم الحروف بھی حضرت میر کلاں قادری علیہ الرحمۃ کے عرس کے موقع پر جناب حنیف حنفی اور پیر شاہد الحسن مہر برقندازی کی دعوت پر روکھیا شریف حاضر ہوا تھا، جو کہ ایک یادگار اور روحانی پرسکون ماحول میں واقع ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں ہوا۔ مزار پُر انوار روکھیا شریف تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں مرجع خاص وعام ہے جہاں اہلِ عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے مالا مال کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت فقیر غلام محی الدین قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: تارک از مملکت دنیا، طالب عقبی، امام الفقراء والصلحاء، شیخ طریقت، شہباز حقیقت حضرت فقیر غلام محی الدین قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ مظہر تامہ کمال انسانی ہیں۔

آپ رہنے والے چونیاں ضلع قصور کے تھے۔ بعد ازاں لاہور تشریف لے آئے اور لاہور کے بڑے بڑے امراء وزرا اور رؤسائے لاہور سے تعلقات استوار کر لیے۔ بڑے ہی ٹھاٹھ سے شاہانہ زندگی گذار رہے تھے کہ اچانک طبیعت میں انقلابی تبدیلی آئی اور سلسلہ فقر کے کوچہ میں آنکلے اور زندگی کا طور طریقہ بدل گیا۔ اور یادِ خدا میں مست و مستغرق ہو گئے۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت شاہ امانت قادری نوشاہی برقندازی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ وہ مرید وخلیفہ حضرت شاہ عبدالغفور قادری نوشاہی جالندھری برقندازی کے وہ مرید حضرت قائم الدین برقندازی قادری نوشاہی کے وہ مرید حضرت پیر محمد سچیار قادری نوشاہی کے وہ مرید حضرت امام العارفین حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری علیہم الرحمتہ کے۔ آپ اپنے مرشد کامل حضرت شاہ امانت قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کے دست مبارک سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے۔

آپ جس روز سے حضرت شاہ امانت قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اس دن کے بعد سے آپ نے اپنے نام کے ساتھ لفظ فقیر کا اضافہ کر دیا کہ اب شاہانہ زندگی گذارنے والا زمرہ فقر میں داخل ہو گیا ہے۔ اور یہ سلسلہ اب تک آپ کی اولاد میں بھی جاری ہے کہ آپ کی اولاد پاک اپنے نام سے پہلے لفظ فقیر لکھتی ہے۔

آپ کی اولاد☆: آپ کو خدا نے تین فرزند عطا فرمائے تھے۔ جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ حکیم فقیر عزیز الدین آزاد، فقیر امام الدین، حکیم فقیر نور الدین منور۔ آپ کے تینوں فرزند نہایت ہی ذہین وفطین تھے۔

آپ کے مقام کے بارے پیر مراد شاہ لاہوری کا کلام☆: حضرت پیر مراد شاہ لاہوری نے ایک منظوم خط

اپنے چھوٹے بھائی پیر بخش فرحت مؤلف از کار قلندری کو لکھا تھا جن میں آپ کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں۔

افتخار دوستان بے ریا آں غلام شاہ محی الدین ما
عارف باللہ حکیم حاذقے دوستے دردوستی ھا صادقے
ھم سرس نہ بود کسے درھم سراں
مثل و ثانی نیست اور راد رجھاں
میر ساند ھم سلام وھم دعا می کند بھر توھر صبح و مسا
می رساند ھم عزیزالدین سلام لیس عزیز است از عزیز ان تمام
ھم امام الدین و نورالدین دیگر نیز صدرالدین فرخندہ سیر
بندگی ھامی رساند از نیاز یا الٰھی عمر شاں بادادراز

۱۲۴۱

یہ خط اس زمانے کا ہے جب آپ کے صاحبزادے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہاں وزیر نہ تھے۔ اور بازارِ حکیماں کا نام بھی بازار حکیماں نہ تھا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۲۱۴ ہجری بمطابق 1799ء کو ہوا۔

مزار پرانوار کوچہ فقیر خانہ اندرون بھاٹی دروازہ لاہور میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت لوگ حاضری دے کر مستفیض و مستفید ہوتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں جھنڈے شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فقیر یگانہ، مرشد زمانہ متصرف بہ تصرفات، صاحب کشف وکرامات حضرت میاں جھنڈے شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت موضع جھنگی تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب انڈیا میں اپنے وقت کے عظیم شیخ کامل حضرت میاں عطا محمد قادری نوشاہی بن میاں شہاب الدین قادری نوشاہی علیہم الرحمتہ کے روحانی گھر میں ہوئی۔

آپ صاحب علم وعمل اور شریعت وطریقت کے اصولوں پر سختی سے کاربند رہنے والے بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔تمام عمر عبادت و ریاضت مجاہدہ وسلوک ومعرفت کے حصول میں گذری بہت سی کرامات کا آپ سے ظہور ہوا۔لاتعداد افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔لاتعداد گم کردہ راہوں کو آپ کی صحبت پاک کی وجہ سے راہ ہدایت نصیب ہوئی۔

بہت سے لاعلاج مریضوں کو خدا نے آپ کی دعا کے صدقے شفائے کاملہ آجلہ عطا فرمائی۔آپ کے در پر آنے والوں کی بگڑی ہوئی تقدیریں سنور جاتی تھیں۔ہر حاجت مند کے حق میں آپ کی دعا خدا کی بارگاہ میں قبول ہوتی تھی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں اپنے والد گرامی حضرت میاں عطا محمد قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

اولاد وامجاد ☆: خداوند کریم نے آپ کو دو صاجزادے عطا فرمائے۔جن میں حضرت میاں عبدالغنی قادری نوشاہی اور دوسرے حضرت میاں محمد حسین قادری نوشاہی ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 18 رمضان المبارک ۱۲۴۴ ہجری بمطابق 12 اپریل 1825ء کو ہوا۔مزار پرانوار جھنگی ماہی شاہ تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب انڈیا میں مرجع خاص وعام ہے۔جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا محمد عظیم انصاری قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم باعمل، فاضل نگینہ، عاشق مدینہ، پیر طریقت، امیر شریعت حضرت مولانا محمد عظیم انصاری قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ صاحب تجرید و ترک ہیں۔ آپ عبداللہ انصاری علیہ الرحمتہ پیر ہرات کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے صحابی رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ نے قرآن وحدیث تفسیر اور دیگر علوم متداولہ پر مکمل دسترس حاصل کرنے کے بعد علم طب اور علم نجوم میں بھی مہارت حاصل کی۔ اس کے علاوہ علم جفر میں بھی کمال مہارت رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ زبان دانی بھاشا کا بھی عام شہرہ تھا۔ حضرت سید علیم اللہ چشتی صابری جالندھری علیہ الرحمتہ کی اولاد نے رمل اور کتاب پدماوت، بھاشا مصنفہ ملک محمد جائسی رحمتہ اللہ علیہ آپ سے پڑھی۔ ملک صاحبداد خان قوال بستی شیخ درویش والا آپ کے پاس ایک کتاب راگ مالا لایا جو بخط ناگری بھاشا زبان میں تھی۔ کوئی شخص بھی اسے پڑھ نہیں سکتا تھا۔ آپ نے اس کے تمام معنی بتا کر سمجھا دیئے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت قاضی سید محمد علی سبزواری قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور بعد تکمیل مجاہدات و منازل سلوک و معرفت طے کرنے کے انہی کے ہاتھوں خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ انتہائی نیک سیرت و باکردار، متقی و پرہیزگار، عابد و زاہد اور شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہ والصلوٰۃ والسلام اور طریقت بزرگان پر سختی سے عمل پیرا رہے۔ پوری زندگی میں کوئی کام خلاف شریعت و طریقت سرزد نہ ہو نے دیا۔ آپ علم وفضل میں یکتا اور حسن اخلاق میں بے مثال تھے۔ آپ اپنے پیر و مرشد کے سچے عاشق صادق تھے۔ کبھی بھی مرشد کی حکم عدولی نہ ہونے دی۔ آپ نے اپنے شیخ کامل کے حکم پر دعوت چہل اسماء پنج گنج، حرز یمانی، سورۂ مزمل، صلوٰۃ تنجینا، درود کبریت احمر، عشرہ دعائے حیدری، چلہ ہائے سورۃ فاتحہ، قصیدہ خمریہ و دیگر اسمائے مبارک کے عمل مکمل کیئے۔

اولاد و امجاد ☆: خداوند کریم نے آپ کو تین بیٹے عطا فرمائے۔ جن میں مولوی غلام حسین، میاں غلام حسن، میاں غلام محی الدین کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۶ جمادی الآخر ۱۲۴۶ ہجری بمطابق 30 نومبر 1830ء بروز منگل کو ہوا۔ مزار پر انوار باغ شریف خانقاہ ملا گدا جالندھر شہر انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

حضرت سید محمد جعفر شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: واقف اسرار علم لدنی، غریق در بحر عشق و محبت، فقیر مست الست حضرت سید محمد جعفر شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ سلطان ارباب مشاہدہ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت جالندھر شہر سے متصل موضع شفیع پور انڈیا کے سادات گھرانے میں ہوئی۔

آپ کے آباؤ اجداد کاشتکاری کے شعبہ سے منسلک تھے اوائل عمر میں آپ بھی کاشتکاری کرتے تھے۔ گھر کا مذہبی ماحول ہونے کی بنا پر شروع ہی سے بزرگان دین سے دلی لگاؤ تھا۔ دل میں ایک عشق کی آگ تھی جو بھڑک رہی تھی مگر اس کا مداوا صرف مرشد کامل ہی پاس تھا۔ مقصد حقیقی کے حصول کے لیے آپ مرشد کامل کی تلاش کے لیے تگ و دو کرتے رہے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت میاں عبدالغفور قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور بارہ سال کی طویل عبادت و ریاضت و مجاہدہ و سلوک و معرفت کی منازل طے کرنے کے بعد انہی کے دست مبارک سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ انتہائی نیک سیرت باکردار، پابند تہجد، عبادت و ریاضت میں یکتائے زمانہ تھے۔ شریعت و طریقت پر سختی سے کاربند رہے۔ پیرو مرشد نے بیعت کرنے کے بعد آپ کو اسم ذات کا ورد بتایا اور حکم دیا کہ دریائے جمنا کے کنارے جا کر مجاہدہ کرو۔ آپ نے بارہ سال تک اس قدر سخت مجاہدہ کیا کہ کندن بن کر نکلے اور آپ کے مرشد آپ کے مدارج اعلیٰ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ

جعفر شاہ تم تو ہم سے بھی آگے نکل گئے اور خلافت سے نوازنے کے بعد آپ کو حکم دیا کہ ریاست پٹیالہ جا کر راجہ کرم سنگھ والی ریاست پٹیالہ کے بارے میں حکم دیا کہ اسے جا کر سمجھاؤ کہ مسلمانوں پر اس قدر ظلم نہ کرے اور نہ ہی مسلمانوں کو تنگ کرے۔

آپ اپنے شیخ کے حکم سے جالندھر سے پٹیالہ کی جانب سفر کر رہے تھے کہ راستے میں راجہ کرم سنگھ سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ راجہ ہاتھی پر سوار ہو کر شکار کے لیے جا رہا تھا۔ وہ مسلمانوں کا چہرہ دیکھنے سے بھی نفرت کرتا تھا۔

جب آپ اس کی سواری کے سامنے آئے اُس کا ہاتھی کھڑے کا کھڑا رہ گیا اور ایک قدم بھی آگے نہ چل سکا۔ راجہ نے بڑی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ بالآخر راجہ ہاتھی سے نیچے اتر کر آپ کے قدموں میں گر گیا۔ اور منت سماجت کر کے آپ کو اپنے ہمراہ محل میں لے گیا۔

اور اپنی فیملی کے حصے میں آپ کے لیے رہائش کا کمرہ منتخب کیا۔

آپ نے راجہ سے فرمایا کہ مسلمانوں پر جو پابندیاں تم نے عائد کی ہیں ان سے فوری پابندی اٹھاؤ۔

چنانچہ اس دن کے بعد سے راجہ نے مسلمانوں کو تنگ کرنا بند کر دیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال تقریباً ۱۲۴۷ ہجری بمطابق 1831ء کو راجہ رنجیت سنگھ کے دور میں ہوا۔

آپ کا مزار پُر انوار پٹیالہ شہر مشرقی پنجاب انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت فقیر عزیز الدین قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، فقیر ابن فقیر، قدوۃ السالکین، برہان الواصلین، حکیم حاذق، طبیب جسمانی و روحانی حضرت فقیر عزیز الدین قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ جمال معرفت و کمال حقیقت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت اپنے وقت کے عظیم شیخ کامل حضرت فقیر غلام محی الدین شاہ قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ نے مروجہ علوم کی تکمیل کے بعد علم طب حکیم لالہ رائے لاہوری سے حاصل کیا۔ اور پھر خیر پور جا کر مولانا یار محمد سے علم طب کے علاوہ علوم اسلامیہ کی دیگر کتب متداولہ پڑھیں۔

ڈاکٹر مارٹن سے دوا سازی اور کیمیا گری سیکھی۔ 1214ھ ہجری بمطابق 1799ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں ایک معالج کی حیثیت سے پہنچے اور اپنی خداداد صلاحیتوں اور علمیت و قابلیت سے مہاراجہ کے دل میں اس قدر گھر کر لیا کہ وہ آپ کا معتقد ہو کے رہ گیا۔ اور اس نے آپ کو وزیر خارجہ بنا دیا۔ آپ کی سیاسی و مذہبی خدمات بہت زیادہ ہیں۔ آپ بڑے باذوق، سخن شناس اور سخن وار تھے۔ اپنے زمانے کے موجودہ لاہور کے بڑے بڑے علماء صلحاء فضلا اور مشائخ سے آپ کے نہایت اعلیٰ مراسم تھے۔

حضرت پیر مراد شاہ پیر سکندر شاہ سہروردی لاہوری سے آپ کی منظوم خط و کتابت تھی۔ آپ کا تخلص آزاد تھا۔ نمونہ کے طور پر آپ کا کلام ملاحظہ فرمائیں۔

چوں سایۂ درخت ندارد جہاں قرار
اے دل اگر نگاہ نمائی بہ اعتبار
در عالم خیال ترا اضطرار چیست
در کار ہائے خویش نداری چو اختیار
بگذار کار خود بہ خداوند کار خویش
خود را برہ روانہ خود ہم زدل بہار

جیسے درخت کے سائے کو ایک جگہ قرار نہیں اے دل اگر عبرت کی نگاہ سے تو دیکھے عالمِ خیال میں تجھے بے چینی کیا ہے، جو اپنے کاموں پر بھی تجھے اختیار نہیں ہے اپنا کام خود کرو اور دوسروں کو خدا کے سپرد کرو، خود کو ہی سب کچھ سمجھو اور خود سے ہی دل میں بہار ہے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت فقیر فضل دین قادری نوشاہی گوندلانوالہ علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و صاحب ارشاد ہوئے۔

آپ کا سلسلہ طریقت اس طرح ہے کہ حضرت فقیر عزیز الدین مرید و خلیفہ حضرت فقیر فضل دین کے وہ مرید حضرت شاہ امانت نوشاہی قادری کے وہ مرید حضرت شاہ عبدالغفور جالندھری کے وہ مرید تھے حضرت پیر محمد سچیار کے وہ مرید تھے حضرت نوشہ پاک گنج بخش علیہم الرحمۃ کے۔

آپ کی اولاد ☆: اللہ کریم نے آپ کو اپنے فضل سے چھ بیٹے عنایت فرمائے تھے۔ جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ نادر دین، فضل الدین، شاہ دین، چراغ دین، جمال الدین، رکن دین۔ آپ کے ان صاحبزادوں میں سے صرف حضرت صاحبزادہ چراغ دین صاحب اولاد ہوئے اور خدا نے ان کو پانچ بیٹے عنایت فرمائے ان میں سراج دین، شہسوار دین، شہہ نواز دین، نجیب الدین، حسین الدین۔ ان پانچوں میں سے صرف صاحبزادہ سراج دین صاحب اولاد ہوئے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ نمبر ا فیروز دین، نمبر ۲ سلطان الدین۔ ان میں سے جناب صاحبزادہ فیروز الدین ریاست بہاولپور کے وزیر اعظم تھے جو کسی شاخسانے کی بنا پر وہیں قتل کر دیئے گئے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۲۶۲ ہجری بمطابق 1846ء کو ہوا۔ مزار پر انوار کوچہ فقیر خانہ اندرون بھاٹی دروازہ لاہور میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہلِ عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں محمد دسوندھی شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: فنافی اللہ وفنافی الشیخ، عارف یگانہ، مرشد زمانہ، ہمہ صفت قلندرانہ حضرت میاں محمد دسوندھی شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ سلطان ارباب مشاہدہ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت موضع کانگھاں تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب انڈیا میں راجپوت خاندان کے ایک معزز فرد جناب محمد بخش بن خیراتی مرحوم کے گھر ہوئی۔

آپ کا آبائی وطن کانگھاں تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور تھا۔ آپ کے والد گرامی وہاں سے ہجرت کر کے موضع کلہ وال متصل جمال پور ضلع لدھیانہ میں تشریف لے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ اور وہاں آپ نے اپنا ڈیرہ جلال الدین ولد دائم علی اعوان کی رہائش گاہ پر لگایا۔

جب ہندوستان کا بٹوارہ ہوا۔ اور پاکستان معرض وجود میں آیا تو آپ ہجرت کر کے ملتان شہر تشریف لے آئے اور بیرون لوہاری دروازہ بوسن روڈ پر حضوری باغ میں پر مانند وکیل کی کوٹھی کے ایک کمرے میں رہائش پذیر ہو کر سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا اور چند ہی دنوں میں اس قدر شہرت ہوئی کہ دور دور سے لوگ آ کر اکتساب فیض کرنے لگے۔ وہاں پر آپ نے باقاعدہ لنگر جاری کیا جس کا انتظام و انصرام نذیر علی اعوان کے سپرد تھا۔ ہر خاص و عام اس لنگر سے مستفیض ہوتا تھا۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ نوشاہیہ قادریہ میں حضرت سائیں عبداللہ شاہ نوشاہی قادری علیہ الرحمتہ ساکن موضع بہل منجاں تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور انڈیا کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے بعد تکمیل مجاہدات اور منازل سلوک ومعرفت کے حصول کے بعد خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

نوٹ☆: حضرت سائیں عبداللہ شاہ کی بیعت وخلافت سائیں بوٹے شاہ ساکن موضع منڈاں تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور سے تھی اور وہ مرید وخلیفہ تھے حضرت حاجی عطا محمد ولد میاں شہاب الدین نوشاہی ساکن جھنگی بابا ماہی شاہ تحصیل دوسہ ضلع ہوشیار پور انڈیا کے۔

سیرت وکردار☆: آپ نیک سیرت باکردار پابند شریعت وطریقت اور علم دوست بزرگ تھے۔ اکثر دینی کتابوں کا مطالعہ پیش نظر رہتا تھا۔ بزرگان دین صوفیائے کرام سے عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ آپ نے تمام عمر مجرد گذاری نہ شادی کی نہ اولاد اور گھر بار

کے جھنجھٹ میں پڑے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: حضرت سائیں حاکم شاہ گجر ساکن چوہڑپور متصل لدھیانہ، مولوی ولایت علی شاہ ولد مولوی محمد رمضان شاہ نوشاہی برقندازی کا نام آپ کے خلفاء میں شامل ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 22 ربیع الثانی ۱۲۸۴ ہجری بمطابق 31 اگست 1867ء بروز سوموار رات 2 بجے منڈی بہاؤالدین میں ہوا۔ مزار پرانوار مرکز نوشاہیہ کے عظیم قبرستان ساہن پال شریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا شاہ فقیر اللہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالمِ باعمل، فاضلِ بے بدل، عالمِ ربانی، مرشد لاثانی، حکیم حاذق امراضِ جسمانی وروحانی حضرت مولانا شاہ فقیر اللہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ علم وعمل کے آفتاب وماہتاب ہیں۔

آپ کی دینی ودنیاوی تعلیم بحر کمال تھی۔ عربی وفارسی اور ہندی، پنجابی زبانوں پر آپ کو مکمل عبور تھا۔

آپ قوم سے مغل اور آبائی وطن قصبہ کلانور ضلع گورداسپور مشرقی پنجاب انڈیا کے رہنے والے تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت مرزا شاہ امانت قادری نوشاہی برقندازی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے اور انہی سے سلسلہ عالیہ کا خرقۂ خلافت پاکر سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے۔

آپ کے پیرومرشد حضرت شاہ امانت مرید وخلیفہ تھے حضرت شاہ عبدالغفور کے وہ مرید وخلیفہ محمد حافظ کے وہ مرید وخلیفہ محمد ہادی کے وہ مرید وخلیفہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری علیہم الرحمتہ کے۔

قصبہ مکیریاں میں ورودِ مسعود ☆: آپ اپنے مرشد کامل کے حکم پر قصبہ کلانور ضلع گورداسپور سے ہجرت کر کے قصبہ مکیریاں تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیارپور تشریف لے آئے۔ اور خانقاہ قائم کر کے رشد وہدایت کا فریضہ سرانجام دینے کے ساتھ حکمت کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اس طرح آپ جسمانی وروحانی طبیب بن کر عرصہ دراز تک قصبہ مکیریاں میں جلوہ افروز رہے۔

اولاد وامجاد ☆: خداوند کریم نے آپ کو ایک ہی صاحبزادے میاں محمد بخش سے نوازا تھا۔ جو کہ لاولد فوت ہوئے۔

آپ کے یاران طریقت ☆: آپ کے یاران طریقت میں جن صاحب عظمت افراد کے اسمائے گرامی آتے ہیں ان میں میاں گامے شاہ ولد غوث محمد اعوانا جمال پور ضلع لدھیانہ، میاں عظمت اللہ اعوان، شاہ فاضل صاحب، میاں حاجی شاہ ضلع لدھیانہ، سید اکبر شاہ شامل ہیں۔

آپ کا شعری ذوق ☆: آپ پر مقام توحید وجودی منکشف تھا۔ جس کا عکس آپ کے کلام سے نمایاں ہوتا ہے۔ آپ کا سارا کلام تصوف اور عشق ومحبت میں ڈوبا ہوا ہے۔ آپ کے کلام کا صرف ایک نمونہ پیش خدمت ہے جس سے آپ کی شاعری اور آپ کے اپنے علمی وروحانی مقام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

غیر کہاں ہے دیکھو بھائی — اِک حقیقت سمجھ میں آئی

آپ ہی دیکھے آپ دکھاوے — آپ ہی بوجھے آپ بوجھاوے

آپ ہی اندر آپ ہی باہر — یعنی ہے وہ باطن ظاہر

کہیں داتا کہیں منگتا کہیں ٹھاکر کہیں داس — ہر ہر موں ہر پسریو آلکھ پولکھ ابناس

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال تیرھویں صدی عیسوی میں ہوا۔ مزار پرانوار قصبہ ٹکیریاں تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب انڈیا میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر گوہر شاہ نوشاہی قادری المعروف زلفاں والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: ولی ابن ولی، سلسلہ عالیہ نوشاہیہ قادریہ کی روشن کلی، سیف اللسان، مرد حقیقت آگاہ حضرت بابا پیر گوہر شاہ نوشاہی قادری المعروف زلفاں والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ نمونہ سلف صالحین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ولی العصر حضرت پیر ماہی شاہ نوشاہی قادری علیہ الرحمۃ کے ہاں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی اپنے زمانے کے چوٹی کے عارف کامل اور صاحب کشف و کرامات بزرگ ہوئے ہیں۔

آپ نے اپنے والد گرامی قدر کے دست مبارک پر بیعت اختیار کی، اور تربیت و تعلیم اور سلوک و مجاہدہ کی تکمیل کے بعد انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

آپ کا فیضان اس قدر عام تھا کہ جتنے بھی افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے آپ نے سب پر فیضان و عرفان کی بارش کر دی۔

دربار حضرت نوشہ گنج بخش پر پالکی کا سلسلہ بھی آپ نے ہی شروع فرمایا تھا اسی وجہ سے آپ کو پالکی والا کہا جاتا ہے، کیونکہ آپ پالکی میں سوار ہو کر بھڑی شاہ رحمان ضلع حافظ آباد تشریف لے جاتے تھے، جہاں ۹ جیٹھ کو حضرت نوشہ پاک کا عرس مبارک ہوتا ہے، پالکی کے ساتھ آپ کے خلفاء اور مریدین کی بہت بڑی جماعت ہوتی تھی۔۔

آپ کے بارہ خلفائے نامدار ہوئے، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ حضرت بابا نوردین نانک کوٹ حافظ آباد، حضرت سائیں عبداللہ حضرت مکھن شاہ، حضرت باوا ولی شاہ، حضرت باوا افضل شاہ، حضرت سائیں لدھا، حضرت بابا سید جیون شاہ جہانیاں، حضرت محمد شاہ خوشابی، حضرت سائیں خدا بخش علیہم الرحمۃ۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال تیرھویں صدی ہجری کے وسط میں ہوا۔ مزار پُر انوار موضع رنمل شریف تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں آپ کا سالانہ عرس مبارک ۲۵۔۲۴ جیٹھ کو نہایت عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت گل محمد المعروف بابا گلو شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: عارف یگانہ، قلندر زمانہ، شہباز فضائے تجرید، ہمائے آشیانہ تفرید حضرت گل محمد المعروف بابا گلو شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ ستارۂ ولایت آسمانی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1208 ہجری بمطابق 1793ء کو موضع لویرے تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ میں ولی العصر حضرت خواجہ سید معصوم علی شاہ کی دعا سے ہوئی۔

ابھی آپ کی عمر عزیز صرف پانچ برس کی تھی کہ والد محترم کا انتقال ہو گیا۔ یتیمی کے باعث عزیزوں رشتہ داروں نے کوئی خاص توجہ نہ دی۔ مگر قدرت خداوندی نے غیب سے ایسا انتظام بنایا کہ پھر وہی عزیز رشتہ دار آپ کی عزت و وقار کو دیکھ کر شرما گئے۔

اس لیے کہ آپ خاندان قادریہ کا فیضان تھے اور قادر مطلق یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ ایک ایسا موتی جس سے دین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو چار چاند لگنے تھے۔ وہ کسمپرسی کے عالم میں وقت گذارے۔ اس کے لیے عالم الغیب نے غیبی انتظام پیدا کر دیا۔

موضع جھاڑہ میں قوم بافندہ کا ایک امیر شخص اولاد نرینہ سے محروم تھا۔ اس امیر شخص کی بیوی بیگم بھاگن عارف باللہ حضرت خواجہ سید معصوم علی شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی۔ ایک دن وہ اپنے مرشد کی خدمت میں ہو کر اولاد نرینہ کے لیے دعا کی طالب ہوئی۔ حضرت خواجہ پیر سید معصوم علی شاہ صاحب نے فرمایا بہن دعا کریں گے، اگر مالک کو منظور ہوا تو ضرور کرم ہوگا۔

اسی رات مائی بھاگن نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک حسین و جمیل خوبصورت لڑکا اس کے قدموں میں بیٹھا ہے۔ رات گذری اگلے روز مائی بھاگن کنویں سے پانی بھرنے کے لیے گئی تو اس نے دیکھا کہ ایک بچہ پانی مانگ رہا تھا۔ جب اس نے غور سے دیکھا تو وہ پانی مانگنے والا بچہ وہی تھا جو رات کو خواب میں دیکھا تھا۔ مائی بھاگن خواب کو حقیقت میں دیکھ کر سمجھ گئی کہ میرے بھاگ جاگ گئے۔ وہ آپ کو لے کر اپنے گھر آ گئی اور اپنا بیٹا بنا کر گھر میں رکھ لیا۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد حضرت خواجہ سید معصوم علی شاہ موضع جھاڑہ تشریف لائے اور مائی بھاگن کو متبنٰی بیٹے کی مبارک باد دی اور آپ کو اپنے دست مبارک پر بیعت سے سرفراز فرمایا۔

آپ کا معمول تھا کہ ہر روز مائی بھاگن کی بکریوں کا ریوڑ چرانے کے لیے جنگل میں جاتے۔ اور اس دوران قدرت کے حسین مناظر کا مشاہدہ کرتے اور پھر اپنے حقیقی مالک و خالق کی یاد میں مصروف رہتے۔ شام کو ریوڑ لے کر واپس گھر آ جاتے۔

اس دوران آپ سے بہت سے ایسے واقعات سرزد ہو گئے کہ دیکھنے والے انگشت بدنداں رہ گئے اور خیال کرنے لگے کہ ایسا نہ ہو کہ ہم سے کوئی بے ادبی یا گستاخی ہو جائے۔ لہٰذا ان کو حضرت خواجہ سید محمد معصوم علی شاہ علیہ الرحمتہ کے ہاں بھیج دیا جائے تاکہ بہتر انداز میں تربیت ہو سکے۔

آپ نے اپنے مرشد کامل کے آستانے پر پہنچنے کے بعد شیخ کامل کی حد درجہ خدمت کی اور مرشد کامل بھی آپ پر خصوصی شفقت و محبت فرمایا کرتے اور آپ کو گل محمد کی بجائے گلو شاہ کے نام سے پکارتے اور بلاتے تھے۔

آپ نے شیخ کامل کی سرپرستی میں عبادت و ریاضت و مجاہدہ کا حق ادا کیا اور سلوک و معرفت کی منازل اپنے شیخ کامل کے زیر سایہ رہ کر طے کیں اور بہت جلد مقام بلند کو پہنچ کر درجہ ولایت پر فائز ہوئے۔ تکمیل منازل سلوک کے بعد آپ کے شیخ کامل نے آپ کو موضع کوریکے بھیج دیا۔ وہاں آپ نے بابا دھول شاہ سے اکتساب فیض کیا اور بقایا زندگی آخری وقت تک کوریکے میں ہی گذاری۔

موضع کوریکے میں لاتعداد افراد نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ اور بہت سوں کو صراط مستقیم ملی، بہت سے غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے، لاتعداد افراد کو آپ کی دعا سے خدا نے لاعلاج مرضوں سے نجات دی۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۰۱ ہجری بمطابق 1883ء کو ہوا۔ مزار پر انوار موضع کوریکے ضلع سیالکوٹ میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کا سالانہ عرس مبارک دیسی مہینہ اسوں کی سترہ تاریخ کو ہر سال منعقد ہوتا ہے۔ اس موقع پر شاندار منڈی بھی لگتی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت اکبر علی قادری نوشاہی المعروف چنبی والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی برحق، امام العرفأ والصلحا، برھان الاتقیاء، پیکر جود وعطا والسخا، منبع ہدایت حضرت اکبر علی قادری نوشاہی المعروف چنبی والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ امام السالکین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت تقریباً ۱۸۲۰ء کے لگ بھگ موضع رنمل شریف ضلع گجرات میں جناب حضرت غلام حیدر علیہ الرحمۃ کے گھر ہوئی۔

آپ کی ولادت کے بعد جب آپ کے تایا جان حضرت صاحبزادہ غلام حسین شاہ صاحب نے آپ کے روئے تاباں کو دیکھا تو اپنی نگاہ فراست سے پہچان گئے۔ یہ بچہ آنے والے وقتوں میں بلند ہمت و بلند پرواز ہوگا۔ انہوں نے آپ کے والد گرامی سے فرمایا کہ یہ بچہ میرا ہے۔ میں نے اسے گود لے لیا ہے۔

آپ نے جس ماحول اور روحانی گھرانے میں آنکھ کھولی وہ پورا گھر دینی اور دنیاوی لحاظ سے امتیازی حیثیت رکھتا تھا، نسبت طریقت کے اعتبار سے آپ کے تمام بزرگ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں بیعت رکھتے اور اس سلسلہ کے حقیقی وارث اور سچی روایات کے امین تھے۔ ایسے روحانی وعلمی گھرانے میں اپنے والدین اور تایا بزرگوار کے زیر سایہ آپ کی تربیت وتعلیم مکمل ہوئی۔

آپ کی عمر شریف جب چار برس چار ماہ کی ہوئی تو باقاعدہ رسم بسم اللہ سے آپ کی تعلیم کا آغاز کیا گیا۔ آپ بلا کے ذہین وفتین تھے۔ حافظہ بہت قوی تھا، اس لئے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر تھوڑی سی مدت میں قرآن کریم مکمل کر کے کتب درسیہ کا آغاز کیا اس کے علاوہ دیگر علوم مروجہ میں بھی مہارت تامہ حاصل کی۔

علوم ظاہریہ ودینیہ کی تکمیل کے بعد آپ اپنے تایا جان حضرت غلام حسین شاہ قادری نوشاہی علیہ الرحمۃ کے گھر مستقلاً موضع سنگھوئی ضلع جہلم تشریف لے آئے، آپ کے تایا جان راجہ رنجیت سنگھ کے زمانے میں گجرات سے ہجرت کر کے موضع سنگھوئی میں آ کر آباد ہوئے اور خانقاہ قائم کر کے سلسلہ رشد وہدایت میں مصروف ومشغول ہو گئے، لاتعداد افراد نے ان سے فیض پایا، اور ان کی دعا کی بدولت بہت سے دکھی حضرات کی مشکلیں آسان ہوئیں۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں اپنے تایا بزرگوار جناب حضرت غلام حسین شاہ قادری نوشاہی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی کی خدمت میں رہ کر سلوک ومعرفت وطریقت کی منازل طے کرنے

کے بعد اپنے تایا و مرشد کامل سے خرقۂ خلافت سے سرفراز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت و کردار☆: آپ نے اپنی زندگی کے ۳۶ برس عبادت و ریاضت و مجاہدہ میں گزارے، آپ کے ہمعصر بزرگوں میں سے کوئی بھی اس وقت اس مقام اور منزل کو نہیں پہنچ سکا جس مقام کے آپ راہی تھے۔ آپ نے اپنی روح کی روحانی پرورش کے لئے مختلف مقامات پر چلہ کشی فرمائی، جہاں جہاں آپ نے چلہ کشی کی۔ ان مقامات کی خاموشی اپنے اندر ایک عہد اور ایک تاریخ سمیٹے ہوئے ہے۔ اور ان مقامات کی زیارت کرنے والوں کو ایک خاص پیغام دیتی ہے۔

جب آپ اپنے مرشد کی بارگاہ میں سنگھوئی شریف تشریف لائے تو اس آبادی کے لوگ آپ سے دلی طور پر محبت وعقیدت سے پیش آنے لگے، آپ بھی ان لوگوں کے ساتھ خلوص اور بے تکلفی سے پیش آتے اور ان کے ہر دکھ درد میں شریک ہوتے، اگر کسی کو کسی مصیبت میں مبتلا دیکھتے تو بے چین ہو جاتے تھے۔

آپ کے اخلاق کریمانہ اور نیکی و بھلائی کے پیغام نے لوگوں کے دلوں کو بہت متاثر کیا۔

ایک مرتبہ اپنے مرید محمد حسین جسے پیار سے آپ میر حسین کہہ کر بلاتے تھے کے ہمراہ پشاور کے تبلیغی دورے پر تھے، پشاور پہنچ کر شہر سے باہر ایک قبرستان کے نزدیک آپ نے ڈیرہ لگایا تو گزرنے والے جس شخص نے بھی آپ کو دیکھا دل وجان سے واری ہونے لگا، تھوڑی ہی دیر میں شہر کے اطراف سے جوق در جوق لوگ آنے لگے، آپ کی شہرت سن کر قاضی شہر اور فتویٰ نویس مولانا زین العابدین بھی حاضر خدمت ہوئے، قاضی صاحب آپ کی پُر نور شخصیت اور علمی گفتگو سے بے حد متاثر ہوئے، انہوں نے آپ کو اپنے گھر کھانے کی دعوت دی جسے آپ نے قبول فرمایا۔

جب دستر خوان لگا اور کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو مولانا زین العابدین نے فقر کی ایک کتاب نکالی اور اس میں سے ایک مسئلہ دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا مولانا اس مسئلہ کا جواب تو اسی کتاب کے فلاں صفحہ پر درج ہے، مولانا نے آپ کی ذہانت سے متاثر ہو کر اپنے بیٹے کو آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرایا، اسی موقع پر پشاور کی معروف علمی و روحانی شخصیت مرزا طلہ محمد کے والد گرامی جناب میاں محمد عارف حاجی ملا بھی آپ کے ہاتھ پر مرید ہوئے تھے۔

موضع بھائی خان میں ورود مسعود☆: اکبر بادشاہ کے دور میں موضع بھائی خان جی ٹی روڈ گوجر خان میں ایک مسجد تعمیر ہوئی، جس کی سیڑھیاں ایک برساتی نالے سے شروع ہو کر مسجد تک جاتی تھیں۔ برطانوی دور میں جب گرینڈ ٹرنک روڈ کے لئے سروے کیا گیا اور سڑک تعمیر ہوئی تو مسجد کی سیڑھیوں کو کاٹ دیا گیا، یہ مسجد سکھوں کی سکھا شاہی کے زمانے میں ویران ہو گئی، اس کی وجہ یہ بنی کہ مقامی سکھ سرداروں نے زبردستی اس مسجد کو اپنے تصرف میں لے کر اسے اپنے گھوڑوں کا اصطبل بنا لیا، جس کی درخواست مقامی مسلمانوں نے ڈپٹی کمشنر راولپنڈی کو بھی دی تھی۔

مسجد کی ویرانی اور اصطبل بننے کے بعد اس کی دیواریں شکستہ ہو گئیں تھیں۔

ایک مرتبہ آپ اس گاؤں بھائی خان میں تشریف لے گئے تو مسجد کی خستہ حالت دیکھ کر بے چین ہو گئے، اس موقع پر آپ نے

اپنے مرید محسن علی خان کو حکم دیا کہ اس مسجد کی مرمت اور صفائی کا کام فوری طور پر کراؤ، حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فوراً مسجد کی مرمت شروع ہوئی صفائی وغیرہ کر کے اسے دوبارہ آباد کیا، جواب تک موجود ہے، چند برس قبل وہاں کی آبادی کے لوگوں نے اس مسجد کو دوبارہ بڑے ہی خوبصورت انداز میں تعمیر کرایا ہے جو کہ اپنے فن تعمیر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپ کا علمی ذوق وشوق ☆: آپ کو کتب بینی کا حد درجہ ذوق وشوق تھا، بڑی بڑی نادر کتب آپ کے زیر مطالعہ رہتیں، اس کے علاوہ آپ نے بہت سی قیمتی اور نادر کتب جن میں فقر نامہ انشائے خادمی، مکتوب الارشاد، مؤلفہ میر سید فتح اللہ شیرازی، کنز الرحمت وغیرہ آپ نے مختلف کاتبوں سے لکھوائیں، اس کے علاوہ غلام علی نامی کاتب نے بھی کتاب گلِ بہار، آپ کے واسطے نقل کی تھی۔

آپ کے خلفائے نامدار ☆: یوں تو آپ کے لاتعداد خلفاء ہو گزرے ہیں، جن میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں، حضرت صاحبزادہ سلطان علی شاہ جو آپ کے دربار کے سجادہ نشین بھی ہوئے، حضرت مولانا شرف علی جن کا مزار پُر انوار جرموٹ میں ہے، حضرت مولانا محمد علی جن کا مزار نالہ لئی راولپنڈی کے کنارے نزد مریڑ حسن پر ہے، حضرت مولانا عظمت اللہ جن کی مرقد شیخ محمد کے مزار کے احاطے میں ہے، حضرت مولانا سائیں پیر بخش ان مرقد منورہ آپ کے دربار کے احاطے میں موجود ہے، ان کے علاوہ مرزا طلا محمد پشاوری ان کا مزار پُر انوار پشاور میں موجود ہے۔

لقب چنّھی کی وجہ تسمیہ ☆: آپ کے پاس ایک ابلق گھوڑی تھی، جسے پنجابی زبان میں چنّھی کے نام سے پکارتے تھے، آپ ہمیشہ اسی گھوڑی پر سفر فرماتے تھے۔

ایک دفعہ آپ موضع دارا کیال تحصیل گوجر خان میں قیام پذیر تھے، جب وہاں سے رخصت ہونے لگے تو چوہدری محمد علی کی زوجہ مسماۃ بیگم بی بی نے گھوڑی کی لگام تھام لی اور عرض کی حضور میری گود عرصہ سے خالی ہے، آپ خدا کے مقبول بندے ہیں میرے حق میں خدا کی بارگاہ میں دعا فرمائیں خدا مجھ کو بھی اولاد جیسی نعمت سے مالا مال کر دے۔

بیگم بی بی کی بات سن کر آپ نے فرمایا بیٹا مقدر پر شاکر رہو، آپ کی زبان سے یہ بات سن کر صادق الیقین بی بی نے دوبارہ پھر اپنا سوال دہرایا اور عرض کرنے لگی حضور میرا یقین ہے کہ آپ کی دعا سے میرا بگڑا نصیبا سنور جائے گا۔

اس کی اس کیفیت کو دیکھ کر آپ کا بحرِ کرم جوش میں آیا، آپ گھوڑی سے نیچے اترے اور خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے، اور پھر تھوڑی دیر کے بعد سجدے سے سر اٹھا کر اپنی گھوڑی سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے چنّھی، تیرے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ فی سبیل اللہ اس بی بی کو بخش دے۔"

آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ اُسی وقت اس عورت کو پیٹ میں حمل کے آثار ظاہر ہوئے اور وقت مقررہ پر خدا کے فضل و کرم سے اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا رنگ گھوڑی کی طرح تھا اور سر سے لے کر کمر تک بال کا نشان تھا آپ نے اس بچے کا نام خادم حسین رکھا، جو بعد کو بیوی بچوں والا ہو کر فوت ہوا، آپ کی اس کرامت کی بنا پر آپ کو چنّھی والی سرکار کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

ایک ہندو کا مسلمان ہونا ☆: موضع بھائی خان جی ٹی روڈ گوجر خان کے دورے کے موقع پر وہاں کا رہنے والا ہندو

ساہوکار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا حضرت خدا نے سب کچھ دیا ہے مگر اولاد جیسی نعمت سے محروم ہوں۔ آپ کی ولایت کا شہرہ دور دور تک ہے لہٰذا میرے لئے خدا کی بارگاہ میں دعا کریں کہ خدا مجھے بھی اولاد عطا فرما دے۔

اس کی بات سن کر آپ نے مراقبہ کیا اور مراقبہ سے فارغ ہو کر اس سے فرمایا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو خداوند کریم اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے تمہیں چار فرزند عطا فرمائے گا۔

آپ کی بات کا اس کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ اور وہ آپ کے ہاتھ پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا، اور پھر دنیا گواہ ہے کہ آپ کی دعا کی برکت سے خدا نے اس کو یکے بعد دیگرے چار بیٹے عطا فرمائے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۰۶ھ بمطابق 13 مئی بروز اتوار 1888ء کو ہوا، پہلی مرتبہ آپ کو امانتاً آپ کے تایا و شیخ طریقت کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ تقریباً انیس برس کے بعد آپ کے سجادہ نشین حضرت پیر غلام حسین شاہ نے 1907ء میں آپ کا مقبرہ تعمیر کروا کر جب لحد کو کھول کر آپ کو باہر نکالا تو موقع پر موجود لاتعداد افراد نے آپ کے چہرہ انور کی زیارت کی تو آپ کا جسم مبارک بالکل سلامت اور چہرہ انور سے نور چمکارے مار رہا تھا اور ریش مبارک میں غسل کے پانی کے قطرے بھی بعینہ موجود تھے اور جسم مبارک سے خوشبوئیں آ رہی تھیں۔

مزار پُر انوار موضع سنگھوئی ضلع جہلم میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی منہ مانگی مرادیں پا رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت حافظ حاجی شاہ بخش قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: حاجی الحرمین شریفین، مستغرق در بحر عشق و محبت، فقیر مست الست حضرت حافظ حاجی شاہ بخش قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت نوشہرہ شریف ضلع گجرات پاکستان میں وڑائچ قبیلہ کے معزز فرد کے گھر ہوئی۔ جب سن شعور کو پہنچے تو والدین نے ایک قابل استاد کے پاس مدرسہ میں بٹھایا۔ بہت تھوڑی عمر میں قرآن کریم مکمل کیا اور اس کے بعد حفظِ قرآن شروع کر دیا۔ حفظ قرآن کے بعد علوم دینیہ کے حصول کے لیے مختلف علماء سے اکتساب فیض کیا اور یاد خدا میں مست و مستغرق ہو گئے۔

بیعت و خلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں اپنے نانا جان حضرت میاں سلطان علی بن عبدالغفور بن غلام مصطفیٰ وڑائچ علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پاکر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

شجرۂ طریقت☆: حافظ حاجی شاہ بخش قادری نوشاہی مرید و خلیفہ حضرت میاں سلطان علی نوشاہی کے وہ مرید میاں سلطان ملک کے وہ مرید شیخ چوغطے شاہ نوشاہی کے وہ مرید شیخ دلیل شاہ کے وہ مرید شیخ عبدالرحیم نوشاہی کے وہ مرید شیخ کرم قلی نوشاہی کے وہ مرید شیخ میر شاہ سلطان بگا شیر لکھنوالی نوشاہی کے وہ مرید حضرت شیخ محمد سچیار نوشاہی کے وہ مرید حضرت حاجی محمد شاہ نوشہ گنج بخش قادری علیہم الرحمتہ کے تھے۔

سیرت و کردار☆: آپ نیک سیرت باکردار اور عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین پختہ منزل کے حافظ قرآن بھی ہیں۔ عبادت و ریاضت میں یکتائے زمانہ مجاہدہ وسلوک و معرفت میں بے نظیر تھے۔ تمام عمر یاد خدا میں بسر کی مزاج امیرانہ اور زندگی شاہانہ انداز سے گذارتے تھے۔ فقیری میں امیری کے قائل تھے۔ آپ اپنی زندگی میں جب حج بیت اللہ شریف کے لیے گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پرانوار پر بھی حاضری دی۔ وہاں سے بغداد شریف تشریف لائے اور حضور شہنشاہ بغداد غوث الاعظم میراں محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر چلہ کشی کرتے رہے۔ اس کے بعد امام المشارق والمغارب حضرت مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مزار پرانوار پر چلہ مکمل کیا۔ آپ نے اپنی زندگی کے چالیس برس تک کھانا نہیں تناول فرمایا۔ چالیس برس مکمل گذر جانے کے بعد حضرت غوث الاعظم دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے کھانا تناول فرمایا۔

آپ کی وجہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کو بہت عروج حاصل ہوا بڑے بڑے راجے اور نواب آپ کے دست مبارک پر نہ

صرف مسلمان ہوئے بلکہ وہ مرید ہو کر خدا پرست بن گئے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے نامی گرامی خلفاء میں درج ذیل حضرات کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ جن میں حضرت میاں اخلاص محمد نوشاہی جو کہ آپ کے بڑے بھائی بھی ہیں۔ حضرت میاں لدھے شاہ نوشاہی جو آپ کے بڑے بھائی کے بیٹے آپ کے بھتیجے ہیں۔ حضرت سائیں عمر شاہ ارائیں نوشاہی موضع کڑیانہ جالندھر حضرت سائیں ماہنی شاہ کشمیری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین موضع ٹھانوالہ ریاست کپورتھلہ ضلع جالندھر قابل ذکر ہیں۔

وصال باکمال☆: اگرچہ آپ رہنے والے نوشہرہ شریف ضلع گجرات پاکستان کے تھے۔ مگر زندگی کے آخری ایام میں اپنے مریدین کی دعوت پر موضع کڑیانہ متصل آدم پور ضلع جالندھر انڈیا میں اپنے مرید خاص و خلیفہ سائیں محمد عمر شاہ نوشاہی کے پاس قیام فرماتھے کہ خالق حقیقی کا بلاوا آ گیا۔

آپ کا وصال باکمال ۱۳۰۷ ہجری بمطابق 1889ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار موضع کڑیانہ متصل آدم پور ضلع جالندھر انڈیا میں مرجع خاص وعام ہے۔

جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سائیں شیر المعروف بہ قادر شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: غریق در بحر توحید و رسالت و معرفت، فقیر مست الست، ضیغم سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ حضرت سائیں شیر المعروف بہ قادر شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ پیشوائے جمیع اہل کمال ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت کوچہ نمدہ مالا دہلی دروازہ لاہور میں جناب محمد صالح نمدہ کے گھر ہوئی۔

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت میاں مولانا محمد اعظم انصاری قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بارہ برس کی عمر عزیز میں بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

شجرہ طریقت حسب ذیل ہے:

آپ کا شجرہ طریقت چند واسطوں سے حضرت حاجی محمد شاہ نوشہ گنج بخش سے جا ملتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ حضرت سائیں شیر المعروف بہ قادر شاہ قادری نوشاہی مرید مجاز حضرت مولانا محمد اعظم انصاری وہ مرید حضرت قاضی سید محمد علی شاہ سبزواری قادری نوشاہی کے وہ مرید حضرت میاں عبد الغفور قادری نوشاہی کے وہ مرید حضرت پیر حافظ سید قائم الدین برقندازی پاکپٹنی قادری نوشاہی کے وہ مرید حضرت پیر محمد سچیار قادری نوشاہی کے وہ مرید حضرت حاجی محمد بہ نوشہ گنج بخش قادری رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے۔

سیرت و کردار ☆: آپ پابند شریعت و طریقت بزرگ ہیں تمام عمر نماز روزہ کی سختی سے پابندی کی۔ تہجد اور دیگر نوافل کا کثرت سے اہتمام فرماتے تھے۔ آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو عشق میں صادق اور مست و الست دیکھ کر اپنے صاحبزادے حضرت میاں غلام حسن قادری نوشاہی کے سپرد کر دیا۔ جن کی سرپرستی میں آپ نے تمام منازل سلوک طے کیں۔

آپ کو اپنے مرشد کامل سے سچا عشق و محبت تھی۔ مرشد کا نام سنتے ہی سجدہ میں گر جاتے۔ جب کبھی بستی شیخ درویش میں جاتے تو بپاس ادب کبھی چارپائی پر بلند جگہ پر نہ بیٹھتے۔ اور یہ سلسلہ تادم آخر جاری رہا۔ تاحیات اپنے مرشد کی بارگاہ میں امرتسر سے پیدل چل کر جالندھر تشریف لے جاتے رہے۔ مرشد کی خانقاہ سے واپسی پر الٹے قدم واپس تشریف لاتے، بیٹھک سے خانقاہ تک روزانہ صبح سویرے جھاڑو دے کر صفائی کرتے تھے۔ مرشد کے وصال کے بعد صبح شام مزار شریف کا طواف کرتے۔ جب تک مرشد کے علاقے بستی شیخ درویش میں رہتے کسی کتے کو بھی کبھی نہ مارا اور نہ دھتکارا۔ بلکہ آپ کا معمول یہ تھا کہ خود کھانا کھانے سے پہلے مرشد کی بستی کے کتوں کو روٹی ڈالتے پھر خود کھاتے۔ اسی طرح اس بستی کے باشندوں کی تعظیم فرماتے۔ جب مزار شریف کی زیارت کر کے الٹے قدم واپس لوٹتے تو

بستی کے بچے آپ سے چمٹ جاتے آپ گر پڑتے تھے جس پر وہ ہنستے تو آپ بھی ہنسنے لگتے۔ اس وجہ سے آپ کبھی بچوں پر ناراض نہ ہوتے تھے۔

اپنے علاقے امرتسر میں ہوتے تو توپ والے دروازے سے باہر آ کر جالندھر کی طرف منہ کر کے ختم شریف پڑھتے۔ اور ختم پڑھ کر اپنے گھر وہاں سے الٹے قدم واپس لوٹتے۔ جب کبھی مرشد کے آستانے پر جاتے تو گلی محلے بستی کے بچے اور لڑکے آپ کو گھیر لیتے اور کہتے شیر ببر مار۔ آپ ان کو خوش کرنے کے لیے **لَا یُجَلِّیۡهَا لِوَقۡتِهَاۤ اِلَّا هُوَ** کا زوردار نعرہ مارتے۔ اور چند قدم چھلانگیں مارتے ہوئے جاتے۔

آپ کو ابتدا ہی سے عبادت و ریاضت کا ذوق و شوق تھا۔ آپ نے بڑے بڑے مجاہدے اور چلے کیئے۔ ان میں سے بعض چلے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری اور حضرت میاں میر قادری علیہم الرحمۃ اور دیگر بزرگان دین کے مزارات پر مکمل کیے۔ آپ صائم الدھر اور قائم اللیل تھے۔ چہرہ مبارک اور سرخ آنکھوں پر عجیب مستی چھائی رہتی تھی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال دس ربیع الثانی ۱۳۱۰ ہجری بمطابق 8 فروری 1892ء بروز ہفتہ کو ہوا۔ مزار پُرانوار محلہ سلطان پورہ لاہور میں مرجع خاص و عام ہے۔

جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر محمد جی قادری نوشاہی برقندازی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مجسمۂ حسنات وکمالات، صاحب کشف وکرامات، متصرف بہ تصرفات، منبع فیوض و برکات امام الفقراء حضرت پیر محمد جی قادری نوشاہی برقندازی المعروف کھمی والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ دلیل الکاملین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ولی العصر شیخ یگانہ حضرت بابا حافظ نیک محمد المعروف عربی والی سرکار علیہ الرحمۃ کے گھر اٹھارویں صدی عیسوی کو خطۂ پوٹھوار کے معروف موضع باغ بھلا کھر تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں ہوئی۔

آپ کے والد گرامی عرب شریف کے رہنے والے تھے۔اپنے شیخ کامل کے حکم سے خطۂ پوٹھوار میں تشریف لاکر رشد وہدایت میں مصروف ہوکر طالبان حق کے دلوں کو نور ایمان سے منور کرتے رہے، آپ کے والد گرامی اپنے زمانے کے چوٹی کے عالم وفاضل اور شیخ طریقت تھے، جنہوں نے ساری زندگی لوگوں کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درس دیا اور لاتعداد گمراہوں کو گمراہی کی دلدل سے نکال کر صراط مستقیم پر لاکھڑا کیا۔آپ کے والد گرامی کے ہاتھ سے لکھے ہوئے قلمی قرآن پاک اور ایک نادر نایاب سونے کے پانی سے لکھی ہوئی فارسی کی کتاب اور دیگر وظائف وقصائد کے نسخے جن کی تعداد چالیس کے لگ بھگ ہے آج بھی ان کی اولاد کے پاس موضع دھماں تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں موجود ہے۔

آپ کل چار بھائی تھے جو کہ فقر و درویشی میں یگانہ روزگار تھے۔۔ ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر اعلیٰ مرتبہ ومقام ولایت پر فائز تھا۔ آپ کے ایک بھائی حضرت بابا غلام مہدی المعروف قمی والی سرکار جن کا مزار پرُ انوار موضع باغ بھلا کر کلر سیداں میں نالہ کانسی کے کنارے مرجع انام ہے۔آپ کے دوسرے بھائی حضرت پیر سچیار جوسیلانی فقیر تھے۔ان کا مزار پرُ انوار موہڑی گھکڑاں موجودہ کراچی کمپنی جی نائن اسلام آباد میں مرجع خاص وعام ہے۔

حضرت پیر محمد جی قادری نوشاہی المعروف کھمی والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کی تمام تعلیم وتربیت اپنے والد گرامی حضرت بابا حافظ نیک محمد عرب والی سرکار کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت بابا رضا کلی شاہ قادری نوشاہی برقندازی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، اور تکمیل منازل سلوک ومجاہدہ وعبادات کے بعد اپنے مرشد کامل سے ہی خرقہ خلافت پاکر سرفراز وممتاز ہوکر صاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت و کردار☆: آپ انتہائی درجہ کے نیک متقی و پارسا، عبادت گزار اور مجاہدہ وریاضت اور سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خود بھی عمل فرماتے اور اپنے پاس آنے والوں کو بھی اسلامی احکام اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے تھے۔

آپ کی تبلیغ وحکمت بھرے پیغام سے لاتعداد غیر مسلم کلمہ پڑھ کر صاحب ایمان ہوئے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت اختیار کر کے سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں داخل ہو کر منزل ومراد کو پہنچے۔

دیگر اضلاع کے علاوہ صرف خطہ پوٹھوار میں یکصد کے قریب مواضعات اور گاؤں کے ہزاروں افراد نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت اختیار کی۔

ان میں سے لاتعداد افراد آپ کی نگاہ ولایت سے بلند درجہ کو پہنچے اور آپ کی اتباع کرتے ہوئے سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ برقندازیہ کے فروغ اور اس کی ترویج واشاعت میں مصروف ہو کر کامیاب وبامراد ہوئے۔ خداوند کریم نے آپ کو بلا کا سوز وگداز اور لحن داؤدی سے نوازا ہوا تھا، جب اللہ کریم کے پاک کلام قرآن مجید کی تلاوت فرماتے یا عشق ومستی میں جھوم کر فارسی زبان میں کلام معرفت کے اشعار پڑھتے تو سننے والے انسان ہی نہیں بلکہ چرند وپرند اور حیوان ونباتات، شجر وحجر بھی عالم وجد میں آجاتے۔ جانور کھانا چھوڑ دیتے۔ درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندے زمین پر گر جاتے، انسانوں کی کیفیت کو تو تحریر میں سمویا ہی نہیں جاسکتا، وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتے اور وجدانی کیفیت میں مست ومخمور ہو جاتے تھے۔

آپ کی نظر میں بلا کا اثر تھا، نگاہ کیمیا سے لاکھوں افراد نے استفادہ کیا، صرف خطہ پوٹھوہار کے 120 گاؤں میں آپ کے مریدین موجود ہیں، لاتعداد غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے، بہت سے افراد آپ کی صحبت میں رہ کر درجۂ ولایت کو پہنچے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: حضرت سید چراغ علی شاہ قادری نوشاہی برقندازی علیہ الرحمۃ جن کا مزار موضع تراہیہ تحصیل وضلع راولپنڈی میں ہے حضرت سید بابا حیدر شاہ قادری نوشاہی برقندازی علیہ الرحمۃ جن کا مزار تیلی محلہ نزد مری روڈ راولپنڈی میں ہے، حضرت سید مزمل شاہ قادری نوشاہی علیہ الرحمۃ جن کا مزار نڑالہ سیداں موجودہ آئی ایٹ اسلام آباد میں ہے، حضرت سید نشان شاہ قادری نوشاہی برقندازی علیہ الرحمۃ موضع نڑالہ موجودہ آئی ایٹ اسلام آباد میں ان کا مزار مرجع انام ہے، حضرت پیر فضل الٰہی قادری نوشاہی برقندازی المعروف گھوڑیاں والی سرکار یہ آپ کی اولاد سے ہیں ان کا مزار پُر انوار دھماں شریف تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں مرجع انام ہے۔

حضرت میاں شرف علی قادری نوشاہی برقندازی جن کا مزار جرموٹ کلاں میں ہے، حضرت پیر سچیار جن کا دربار موہڑی گھکڑاں نزد کراچی کمپنی اسلام آباد میں ہے، حضرت قاضی مرید حسن قادری نوشاہی برقندازی جن کا دربار چوہا خالصہ تحصیل کلر سیداں ضلع راولپنڈی میں مرجع انام ہے، حضرت سید معظم دین قادری نوشاہی برقندازی جو کہ معروف شاعر وبہترین کاتب بھی تھے، اُن کا مزار ڈھیرہ کنیال موضع بیول تحصیل کلر سیداں ضلع راولپنڈی میں مرجع انام ہے، حضرت پیر سائیں احمد جی لالہ کلے پشاوری جو آپ کے بھتیجے بھی ہیں ان کا مزار

لالہ قلعہ پشاور میں ہے، حضرت پیر بابا گلاب قادری نوشاہی برقندازی جن کا مزار ڈھوک حلیم تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک میں ہے یہ بھی آپ کے بھتیجے تھے، ان کے علاوہ حضرت سائیں خازن حسین ساکن جنداں سہو تحصیل وضلع چکوال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

ڈھوک بابا حلیم میں ورودِ مسعود☆: حضرت پیر محمد جی سرکار قادری نوشاہی برقندازی رحمتہ اللہ علیہ انیسویں صدی عیسوی کے آخر 1870ء کی دہائی میں اپنے آبائی علاقہ سے ہجرت کر کے اپنے ننھالی وسسرالی علاقہ ڈھوک بابا حلیم تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک میں تشریف لائے، اور گاؤں کے مشرقی جانب ایک ویران جگہ کسی (نالہ) کے کنارے درختوں کے جھنڈ میں آپ یادِ خدا میں مصروف و مشغول ہو گئے، دنیا اور اہل دنیا سے الگ تھلگ یادِ خدا میں مست الست، مگر اس کے باوجود لاتعداد طالبان حق استفادہ کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے، دکھ درد اور غموں کی ماری ہوئی دنیا حاضر خدمت ہو کر دعا کی طالب ہونے لگی، لاتعداد مصیبت ذدہ افراد آپ کی دعا سے کامیاب وبامراد ہوئے، آپ اسی مقام پر طالبان حق کو چلہ کشی کراتے اور سلوک کی منازل طے کرایا کرتے تھے۔

آپ کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کرنے والوں میں ہمدانی سادات سرفہرست ہیں، اس مقام کو آج بھی ''ساوی جنگی'' کے نام سے پکارا جاتا ہے، اسی مقام پر آپ کا مزارِ پُرانوار مرجع انام ہے۔

کشف وکرامات☆: موضع بھلا کھر نالہ کانسی تحصیل کہوٹہ جہاں آپ شب و روز عبادت وریاضت میں مصروف رہتے تھے۔

اس موضع میں آپ کا ذاتی اناسی گھماں رقبہ ملکیتی تھا، اس میں گھنا جنگل بھی تھا۔

آپ کے رقبے کے ساتھ گجر قوم کے ایک شخص کا رقبہ بھی تھا ایک دن وہ آپ کی زمین پر لگے ہوئے درخت کو کاٹ کر لے جا رہا تھا، جب آپ کی نظر پڑی تو فرمایا کہ میری زمین سے درخت کاٹ کر کیوں لے جا رہے ہو۔

اس نے کہا کہ یہ آپ کی زمین سے نہیں بلکہ اپنی زمین سے کاٹا ہے، یہ کہہ کر وہ جب نالہ کانسی پار کر کے آبادی میں جانے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم اس درخت کو نالہ کانسی سے پار لے گئے تو یہ تمہارا و گرنہ ہمارا، اس نے کہا ٹھیک ہے۔

جب وہ درخت لے کر نالہ پار کرنے لگا تو نالہ میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔

کرامت نمبر۲☆: آپ جب بھی سفر کے لئے نکلتے تو راستے میں مختلف بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے چلتے، اس موقع پر بہت سے فقرا اور خدام وعقیدتمندان آپ کے ہمراہ ہوتے تھے، جہاں رات آجاتی آپ کا قافلہ مسجد میں قیام کرتا اور اگلے روز صبح کو اگلی منزل پر روانہ ہو جاتا تھا، ایک دفعہ ایک آبادی کی مسجد میں رات کا قیام تھا، فقرا میں سے ایک فقیر ستار لے کر بجانے لگا۔

اسی اثناء میں ایک مولوی صاحب آ گئے اور زور زور سے شور مچا کر واویلا کرنے لگے تم یہ ستار کیوں بجا رہے ہو، آپ نے ان کے اس شور مچانے پر کہا تو کچھ نہیں مگر اس کی بدتمیزی کی وجہ سے جلال میں آ کر وہاں سے اٹھے اور چل دیئے، آپ کے خدام فقرا بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہاتھ باندھے چلنے لگے، ابھی آپ کا قافلہ چند قدم ہی گیا تھا کہ مولوی صاحب نے زور زور سے رونا شروع کر دیا، مولوی کی آواز سن کر تمام گاؤں کے لوگ اکٹھے ہونا شروع ہو گئے، اور مولوی صاحب مذکور سے پوچھا کیا بات ہے کیوں چلا رہے ہو؟

گاؤں والوں کے پوچھنے پر مولوی صاحب نے بتایا کہ کوئی شخص ہے کہ مجھے مار رہا ہے، گاؤں کے لوگوں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو بظاہر کوئی نظر نہیں آ رہا تھا، مگر مولوی صاحب مذکور بدستور روتے اور چلاتے تھے کہ مجھے مار دیا بچاؤ بچاؤ، مولوی صاحب نے گاؤں والوں کے سامنے روتے پیٹتے دوڑ لگا دی لوگ بھی اس کے پیچھے دوڑے بھاگے، کافی دور جا کر فقراء کا قافلہ نظر آیا تو مولوی صاحب آگے بڑھے اور آپ کی طرف دیکھ کر اہل دیہہ سے کہنے لگے یہ بابا جی مجھے مار رہے تھے، لوگ حیران و پشیمان تھے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں مولوی صاحب کو پیش کر کے معافی کی درخواست کی تب مولوی صاحب مذکور کی جان بخشی ہوئی اور اپنی اصلی حالت میں واپس آئے، یہ دیکھ کر تمام گاؤں والے آپ کے نہ صرف مشکور ہوئے بلکہ مرید بھی ہو گئے۔

کرامت نمبر ۳ ☆: آپ کی ایک چلہ گاہ بیٹھک پہاڑی کے اوپر موضع سموٹ بدھال نزد چوآ خالصہ تحصیل کلر سیداں میں موجود ہے، جہاں آپ سرکار چلہ کشی فرماتے تھے۔ اس جگہ سے آج بھی عوام و خواص روحانی فیض حاصل کر رہے ہیں۔ سموٹ بدھال کے راجگان اور دیگر حضرات کی پوری پوری فیملیاں آپ کی مرید تھیں۔ اس علاقے میں آم کے درخت جو راجگان فیملی کی ملکیت تھے، آم کی فصل کے موقع پر آندھی طوفان سے جو کچے آم گرتے تھے، ان آموں کا اچار مٹی کے بڑے بڑے گھڑے جس کو علاقائی زبان میں اگلنی کہا جاتا ہے میں ڈال کر پھر پورے سیزن میں وہ لوگ اس اچار کو استعمال کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ اس مقام پر میاں شرف علی کے ہمراہ موجود تھے راجگان فیملی کے ایک شخص نے اچار کا ایک مٹکا جس کا وزن تقریباً 35 کلو تھا، آپ کو نذر پیش کی۔

جس مقام پر آپ رات کو قیام فرماتے تھے، وہاں کے لوگ اس کو ڈیرہ کہتے تھے، آپ نے سائیں شرف علی سے فرمایا شرف علی یہ اچار ڈیرے پر لے جاؤ، شرف علی یہ سمجھا کہ آپ پنڈی گھیب والے ڈیرے کی بات کر رہے ہیں۔

اس نے وہ مٹکا سر پر اٹھایا اور پنڈی گھیب کی طرف چل دیا، ادھر سرکار بھی اپنی مستی میں مست الست اس واقعہ کو نظر انداز کر کے پنڈی گھیب کی طرف چل دیئے اور گھر پہنچ کر اپنے معمولات میں مشغول ہو گئے۔

دوسری طرف شرف علی سر پر اگلنی اٹھائے منزل بہ منزل چلتا ہوا پنڈی گھیب آپ کے آستانہ عالیہ پر پہنچا، سرکار نے جب نظر اٹھا کر دیکھا تو ننگے پاؤں سر پر مٹکا اٹھائے شرف علی نظر آیا جو تھکن سے نڈھال تھا، آپ نے خدام کو حکم دیا جلدی سے مٹکا اس کے سر سے اتارو، اور ساتھ ہی فرمایا شرف علی یہ تم نے کیا کیا، خدام نے جب مٹکا سر سے اتارا تو شرف علی بے ہوش ہو کے گر پڑا۔

خدام نے فوراً منہ میں پانی ڈالا ہوش میں لائے تو کیا دیکھا کہ شرف علی کے پاؤں میں کانٹے چبھے ہوئے ہیں، ورم سے پیروں کی حالت خراب ہے، سر میں بھی مٹکے کے بوجھ سے گڑھا سا پیدا ہو گیا تھا۔

آپ نے فرمایا شرف علی ہم نے اُس ڈیرے کا کہا تھا جو وہاں موجود تھا اور تم نے اتنی مشقت برداشت کی اور یہاں لے آئے، یہ کہتے ہی مرید صادق کو سینے سے لگا کر دولت عرفان سے مالا مال کیا، اور خرقۂ خلافت سے سرفراز فرما کر تین گاؤں کے مریدین شرف علی کو وقف کر دیئے، اور ان گاؤں سے ملنے والی نقدی اجناس، مال مویشی یہ تمام نذر نیاز سائیں شرف علی کو ملنے لگی، ان مواضعات

میں میا بھال نزد روات جند اور ڈومیلی کا علاقہ شامل تھا، اس موقع پر آپ نے ان مواضعات اور علاقہ جات کے مریدین کو حکم دیا کہ آج کے بعد تمہارا پیر سائیں شرف علی ہے۔

بھال گاؤں کے جس کمرے میں آپ تشریف فرما ہوتے تھے، وہاں کے رہنے والے مریدین نے آپ کی چارپائی اور بستر عرصہ دراز تک محفوظ رکھا اور کمرے کو آپ کی عبادت گاہ تصور کرتے ہوئے مقدس جگہ سمجھے رکھا۔

کرامت نمبر ۴ ☆: حضرت میاں محمد جی قادری نوشاہی برقندازی رحمتہ اللہ علیہ انسانی جسم کی بڑھی ہوئی تلّی کا خصوصی طور پر اپنی تلوار کی دھار سے کیا کرتے تھے، مقامی زبان میں اس مرض کو لبّ بھی کہتے ہیں۔

آپ اپنی تلوار کی دھار باندھ کر تلّی کے مریض کے پیٹ پر رکھ تلوار کو دباتے تھے، لطف کی بات یہ کہ تلوار تیز دھار ہوتی تھی مگر باوجود اس کے مریض کے پیٹ پر نشان تک نظر نہ آتا، آپ کے اس طریقہ علاج سے لاتعداد مریض شفایاب ہوئے، حتیٰ کہ مرگ الموت کے قریب کا مریض آپ کے پاس پہنچ جاتا تو اسے تلّی کے مرض سے نجات مل جاتی تھی، اس مرض کے علاج کی وجہ سے دور دور تک آپ کا شہرہ عام تھا۔

میاں شرف علی کو مرید ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا سرکار اس مرض کے علاج کا اذن مجھے بھی دے دیں تاکہ میں بھی لوگوں کا علاج کیا کروں۔

آپ نے میاں شرف علی کو پڑھنے کے لئے کچھ وظیفہ بتایا اور ساتھ ہی کھانے پینے کی چند چیزوں کا پرہیز بھی بتایا، میاں شرف علی نے پورے ذوق وشوق سے اس وظیفہ پر عمل شروع کر دیا ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ اس کے گاؤں کی ایک ہندوانی عورت کو تلّی کا مرض لاحق ہوا، وہ اس تکلیف سے سخت پریشان تھی۔

ایک دن اُس عورت کا خاوند میاں شرف علی کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے سنا ہے کہ تمہارے پیرومرشد اس مرض کا علاج کرتے ہیں، یہ بتاؤ کہ وہ کب تمہارے گھر آئیں گے۔

میاں شرف علی نے کہا کہ کیوں کیا بات ہے؟ اس ہندو نے بتایا کہ میری بیوی کی تلّی بڑھ گئی ہے جس کی وجہ سے وہ سخت بیمار ہے، میں نے تمہارے پیرومرشد سے اپنی بیوی کا علاج کرانا ہے۔

میاں شرف علی نے فوراً کہا کہ مجھے میرے مرشد نے اس مرض کا اذن دیا ہوا ہے، لہٰذا میں ہی تمہاری بیوی کا علاج کردوں گا۔

یہ سن کر وہ ہندو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اب انتظار بھی نہیں کرنا پڑے گا، اب تو گھر کا پیر ہو گیا ہے۔

میاں شرف علی نے تلوار اٹھائی اور اس ہندو کے گھر پہنچ گئے، اور عمل پڑھنا شروع کر دیا ابھی عمل پورا بھی نہ ہوا تھا کہ تلوار کی دھار باندھ سکیں، جلدی سے مریضہ کے پیٹ پر تلوار رکھ کر زور سے دبائی تو اس ہندو عورت کے دو ٹکڑے ہو گئے، یہ دیکھ کر میاں شرف علی وہاں سے بھاگے اور گھر آ کر دم لیا۔

اس عورت کے خاوند نے رونا پیٹنا شروع کر دیا اور سیدھا تھانے پہنچ گیا اور رپٹ درج کرادی کہ فلاں شخص نے میری بیوی کو تلوار

سے دو ٹکڑے کر کے مار دیا ہے۔

چنانچہ پولیس آئی اور میاں شرف علی کو پکڑ کر لے گئی، دوران تفتیش پولیس والوں نے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا، تو میاں صاحب نے بتایا کہ میں نے اپنے پیرومرشد کو اس طرح علاج کرتے دیکھا ہے، اور ان کے ایسا کرنے سے مریض کو صحت ہو جاتی ہے، انہوں نے ہی مجھے یہ اذن دیا تھا، یہ سن کر پولیس والوں نے کہا کہ اس جرم میں تمہارے پیر بھی برابر کے شریک ہیں، اس لئے ان کو بھی طلب کریں گے۔

چنانچہ پولیس آپ کی گرفتاری کے لئے آئی تو علاقہ کے سینکڑوں مرید سراپا احتجاج بن گئے، ہر طرف پریشانی بڑھ گئی کہ اس واقعہ کی وجہ سے ہندو مسلم فساد کھڑا ہونے کا اندیشہ تھا، دوسری طرف سکھ بھی ہندوؤں کے حمایتی بن کر کھڑے ہو گئے۔

ادھر آپ کے سینکڑوں مریدین ہزاروں عقیدت مند مسلمان تھانہ گوجرخان کے سامنے کھلی جگہ پر دھرنا مارے بیٹھے تھے، کہ ہمارے مرشد کی شان میں کوئی بے ادبی نہ ہو جائے۔

یہ صورتحال دیکھ کر تھانے والوں نے اپنے افسروں کو رپورٹ کی جس کی بنا پر انگریز افسر مجاز موقع پر پہنچے اور آپ سے پوچھنے لگا کیا آپ نے اسے بندے قتل کرنے کی اجازت دے رکھی ہے؟

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا صاحب بہادر ہم فقیر لوگ ہیں، ہم مریضوں کی شفا کی نیت سے اس طریقہ پر علاج کرتے ہیں، مارنے کے لئے نہیں، ہاں ہمارے اس مرید سے غلطی ہوگئی اور یہ سب کچھ غلطی سے ہی ہوا ہے، نہ کہ دانستہ، ہمارے اس طریقہ علاج سے سینکڑوں لوگوں کو شفا ملی ہے جس کے گواہ پوری تحصیل کے لوگ موقع پر موجود ہیں۔

انگریز افسر مجاز نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تلوار اوپر سے نہ کاٹے اور پیٹ کے اندر سے کاٹے۔ آپ نے فرمایا میں ایسا کر کے دکھا سکتا ہوں، اس کھلی جگہ پر قریب ہی ایک بکرا گھاس کھا رہا تھا، اسے دیکھ کر انگریز افسر مجاز نے کہا کہ آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں کہ میں اس بکرے کو گولی ماروں اور یہ نہ مرے، آپ اس تاک میں تھے کہ اللہ کرے کوئی نیک سبب بنے اور ابھی جان چھوٹ جائے۔

آپ نے انگریز سے کہا ہاں یہ ایسے ہی ہے، آپ ایک نہیں بلکہ اس کو تین گولیاں ماریں نہ تو گولی پیٹ سے باہر نکلے گی نہ ہی خون نکلے گا، اور نہ ہی یہ بکرا مرے گا۔

انگریز افسر حیران کھڑا تھا اس نے اپنے سپاہی کو حکم دیا کہ اس بکرے کو گولی مارو ابھی ان کے دعوے کا پتہ چل جائے گا، آپ نے فرمایا ابھی ٹھہرو مجھے اپنا عمل کرنے دو پھر تم اپنا کام کرنا، آپ نے بکرے پر کلام الٰہی پڑھ کر پھونک ماری اور اسے کھلا چھوڑ کر انگریز حاکم سے کہا اب چلاؤ گولی میں دیکھوں گا یہ کیسے مرے گا۔

اس نے سپاہی کو آرڈر دیا کہ تھری نٹ تھری کی گولی کا فائر مارو، اس نے رائفل سیدھی کی اور نشانہ باندھ کر بکرے کو گولی ماری، بکرے کو گولی لگی وہ گر گیا، اور پھر خود ہی اٹھ کر چلنے اور گھاس کھانے لگا، انگریز نے دوبارہ حتیٰ کہ تین مرتبہ ایسا کیا مگر نہ ہی وہ بکرا مرا نہ ہی گولی بکرے کے پیٹ سے باہر آئی نہ ہی بکرے کے جسم سے خون نکلا۔

یہ کمال اعجاز دیکھ کر موقع پر موجود ہزاروں مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کر دی، اور ہندو آپ کے قدموں میں گر گئے اور کہنے

لگے واقعی آپ اور آپ کا عمل کلام الٰہی سچا ہے، ہم انگریز حاکم سے گزارش کرتے ہیں کہ ہم اپنا مقدمہ واپس لیتے ہیں۔

اس لئے آپ بھی جائیں اور اپنے مرید میاں شرف علی کو بھی لے جائیں۔ اس کرامت کا پورے خطۂ پوٹھوار میں آج تک چرچا زبان زدِ خاص و عام ہے۔

کرامت نمبر ۵☆: ایک مرتبہ آپ بمعہ فقراُ قافلے کی شکل میں کسی منزل پر تشریف لے جا رہے تھے، کہ جرموٹ سے ڈھوک راجگان وٹھلاہار جو میانی سیداں کے قریب ہے، آپ نے ترکی والی پہاڑی عبور کر کے ڈومیلی جانا تھا، کہ پہاڑ کے وسط میں ایک جگہ قافلے نے پڑاؤ کیا، یہ جگہ بہت خوبصورت تھی، فقراء اور دیگر احباب نے عرض کیا حضور اگر اس جگہ پانی ہوتا تو جگہ اور دلکش و حسین ہو جاتی۔

آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا عصا مبارک زمین پر مارا تو اس جگہ پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا، اس جگہ پر موجود ایک بڑے پتھر پر آپ نے فارسی میں کچھ لکھا، جس کی وجہ سے اس جگہ کا نام لِکھ تھل، ہو گیا، آپ نے فرمایا جس کے گھر اولاد نہ ہو وہ اس جگہ بکرا ذبح کر کے خود بھی کھائے اور لوگوں کو بھی کھلائے، مگر اپنے گھر اس میں سے کچھ بھی لے کر نہ جائے، تو اس کے گھر اولاد ہو گی۔

آج تک اس جگہ پر بکرا ذبح کرنے سے ہزاروں بے اولاد حضرات خدا کے فضل و کرم سے صاحب اولاد ہو چکے ہیں، آپ کا یہ فیضان آج بھی جاری و ساری ہے، اور جن کو اولاد جیسی نعمت خدا کے فضل اور آپ کی کرامت سے ملی ہے وہ ہزاروں اولادیں آج بھی آپ کے اس زندہ اعجاز کے گواہ ہیں۔

آپ کی چلہ گاہیں اور بیٹھکیں☆: یوں تو آپ نے بہت جگہوں چلہ کشی فرمائی مگر ان چلہ گاہوں میں سے چند مقامات حسب ذیل ہیں۔ موضع بھلا کھر نالہ کانسی کے کنارے، ڈھوک ملیاراں، ساوی جھنگی پنڈی گھیب ڈھوک حلیم، کالا پڑ، ڈھوک عنایت، میانوالہ، بھکوالہ، جلیہاری نزد بانٹھ اس مقام پر آپ کے ساتھ حضرت معظم شاہ قلندر جلیہاری والے اور قاری مرید حسن ان کے خلیفہ بھی بیٹھتے تھے۔

ڈھوک راجگان، جرموٹ، میراسنگال، موہڑہ بختاں، نڑالہ، موہڑی گھکڑاں، تخت پڑی نزد روات، پہال، بہال، نارگ، ترائیہ، سموٹ، بدھال، کوچہ گنج پشاور، چشمہ علاقہ پشاور اور پرانی تحصیل پنڈی گھیب قابل ذکر ہیں۔

آپ کے ہم عصر بزرگ☆: اپنے زمانے کے جن بزرگوں سے آپ کے روابط تھے، ان میں حضرت بابا سید معظم شاہ قلندر جلیہاری والے، حضرت خواجہ سید فضل الدین گولڑے والے، حضرت پیر محمد شاہ بچہ شریف کھدیارہ والے، حضرت سائیں غلام محمد جو حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی کے مرشد تھے، حضرت سائیں تاج دین موضع تھوہا، حضرت بابا خدا بخش، حضرت سائیں اکبر علی المعروف چھنی والی سرکار، سنگھوئی شریف، حضرت پریم شاہ بچیاری، حضرت سید حسن علی ہمدانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

وصال با کمال☆: آپ کا وصال باکمال چودھویں صدی ہجری کے آخر ہوا۔ مزار پُر انوار ساوی جھنگی ڈھوک بابا حلیم تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نورِ ایمان سے

منور کرتے ہیں۔آج کل آپ کے پوتے حضرت پیر شاہد الحسن مہر شاہ برقندازی قادری نوشاہی مدظلہ العالی جو کہ عرصہ دراز سے گوجر خان میں بڑے ہی احسن انداز سے سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت پیر شاہد الحسن مہر شاہ برقندازی بڑے ہی خوش اسلوب شاعر اور بہترین حکیم حاذق اور بلند درجہ اخلاق کے مالک اور مہمان نواز شخصیت کے حامل بزرگ ہیں، فقیر راقم الحروف سے اچھی یاد اللہ ہے، کبھی کبھی کرم نوازی فرماتے ہوئے غریب خانے پر قدم رنجہ فرماتے ہیں، جس سے باہمی دلوں میں پیار کو مزید تقویت ملتی ہے، محبتیں بڑھتی ہیں۔خدا حضرت کو سلامت رکھے، آمین اللھم آمین

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد مُلک شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: برہان مِلت، گنج عزلت، کاشف اسرارِ نہاین، واقفِ رموزِ ربانی، مقتدائے راہ دین حضرت سیّد ملک شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ آپ شاہ ملک تفرید ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۶۲ھ میں سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کے عظیم بزرگ حضرت سیّد غلام جیلانی قادری نوشاہی کے روحانی گھر میں ہوئی۔ آپ کے اجداد موضع کھوکھر ضلع گجرات صوبہ پنجاب کے رہنے والے تھے، آپ کے پردادا حضرت سیّد محمد شاہ جو حضرت سید سلطان محمد شاہ نوشاہی علیہم الرحمۃ کے والد تھے پشاور تشریف لائے، یہاں انہوں نے سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کی ترویج واشاعت کی۔

آپ نے اپنے والدگرامی کے زیرسایہ رہ کر دینی تعلیم حاصل کی۔ آپ اپنے وقت کے بہترین اور جید عالم دین اور صوفی بزرگ تھے، تمام عمر پشاور میں ہی گزاری۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں اپنے عظیم والد بزرگوار حضرت پیر سیّد غلام جیلانی قادری نوشاہی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور اُنہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ کا ایک مرید بیان کرتا ہے کہ آپ نے تمام زندگی کبھی بھی سیاست یا کسی سیاسی تحریک میں حصہ نہیں لیا، ہر وقت علماء فقراء کی مجلس وصحبت میں رہتے، اور اوراد ووظائف میں مشغول رہتے اور دنیاوی دھندوں میں کبھی نہ پھنستے، بلکہ ہمیں بھی نصیحت فرماتے کہ ان دھندوں سے الگ رہ کر یادالٰہی میں مصروف رہو۔

پشاور کے علماء میں سے اکثر حضرت مولانا عبدالحکیم المشہور مولوی صاحب گاڑیخانہ، آپ کے پاس تشریف لاتے اور دینی مسائل پر خوب مجلس گرم رہتی تھی، آپ بذات خود بھی فقہ حنفی کے بہت بڑے عالم دین تھے، اگر کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو اس کو تسلی بخش جواب مرحمت فرماتے تھے۔

آپ اپنے آبائی سلسلہ طریقت قادریہ نوشاہیہ کے عظیم مبلغ تھے۔ آپ کی محنت وکاوش سے پشاور، سوات، دیر، چترال، باجوڑ اور کابل کے علاقوں میں یہ سلسلہ خوب پھلا پھولا۔ آپ نے اپنی زندگی کی اس سلسلہ کی ترویج واشاعت کیلئے وقف کر رکھی تھی۔

خاص کر پشاور میں آپ نے اپنے مریدین کا ایک حلقہ ترتیب دیا اور ہر مرید کو اپنے حلقہ میں بٹھا کر توجہ فرماتے اور مریدین توجہ کے سبب مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے تھے آپ کی بدولت بہت سے لوگ تزکیہ نفس کر کے اخلاق پاکیزہ سے متصف ہوئے۔

غازی حبیب اللہ خان امیر کابل آپ کا معتقد تھا، ہر برس ایک خلعت ''یعنی جوڑا'' اور پانچ سو روپے نذرانہ پیش کرتا تھا، آپ

اپنے سلسلہ کے بزرگوں کا عرس ہر سال بڑی عقیدت ومحبت سے مناتے رہتے۔ خصوصاً پیران پیر دستگیر حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی گیارہویں شریف کی محفل وعرس پاک نہایت شاندار طریقہ پر مناتے تھے، تمام دن لنگر تقسیم ہوتا، بکثرت اژدھام ہوتا، اس کے علاوہ تمام رات یادالٰہی کے حلقہ ہائے ذکر ہوئے۔

آپ انتہائی متوکل، مہمان نواز، صاحب علم وحلم وبردبار تھے۔ آپ کے اخلاق حمیدہ کا ایک زمانہ معترف ہے۔

اولاد وامجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو تین صاحبزادے سید رسول شاہ، سید مقبول شاہ سید شریف شاہ رحمتہ اللہ علیہم عطاء فرمائے، جن کا انتقال ہو چکا ہے۔

سید رسول شاہ صاحب کے فرزندِ ارجمند سید عبداللطیف شاہ بقید حیات ہیں۔ سید مقبول شاہ کے پانچ فرزند جن میں سے ایک سید شاہ محمد غیاث کا وصال ہو گیا ہے جبکہ شاہ محمد غوث سیّد محمد عبدالرزاق سیّد امداد حسین اور سیّد شاہ محمد ظریف زندہ ہیں۔

سیّد شریف شاہ کے تین فرزند ہیں، جن میں سے سیّد فیاض حسین شاہ وصال کر گئے جبکہ سیّد مشتاق حسین شاہ اور سیّد لال حسین شاہ صاحب بقید حیات ہیں، اور سلسلہ عالیہ کی اشاعت وترویج میں مصروف ہیں۔

آپ نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں اپنے وصال سے قبل ہی بڑی گیارہویں شریف کے عرس مبارک کے موقع پر اپنے صاحبزادے سیّد مقبول شاہ کے فرزند اور اپنے پوتے سیّد شاہ محمد غوث قادری نوشاہی کو اپنا سجادہ مقرر فرما دیا تھا۔

کشف وکرامت☆: آپ کے مریدین موضع مشئی گل بیلہ میں بکثرت موجود ہیں۔ ان میں آپ کے مرید وخلیفہ حضرت فضل سبحانی بادشاہ بہت ہی نیک سیرت بزرگ تھے، ایک مرتبہ ان کے ہاں ایک شادی کے موقع پر آپ بھی مدعو تھے، آپ حسب قاعدہ اپنے ہمراہ چند مریدین اور قوال ساتھ لے گئے تھے۔

جب قوالی شروع ہوئی تو آپ کے مریدین وجد وصال طاری ہو گیا، چونکہ گاؤں تھا، اور گاؤں کے لوگ اس طریقت سے ناآشنا تھے، انہوں نے وجد وحال کھیلتے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیا، آپ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی، مگر ان کا استہزا بڑھتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کے آپ کے ایک مرید نے آپ کو متوجہ کیا کہ یہ لوگ اب بالکل گستاخ ہو گئے ہیں ان پر فکر کیجئے۔ آپ نے ان پر توجہ باطنی فرمائی تو بس پھر کیا تھا، تمام مجلس وجد ورقص کناں تھی، جو لوگ مذاق واستہزا کر رہے تھے وہ روتے پیٹتے اور چلا رہے۔

آپ کی توجہ کاملہ اور اس کرامت کو دیکھ کر پورے علاقے کے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے، اس کے بعد سے اس تمام علاقہ میں سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کی خوب اشاعت وترویج ہوئی۔

جناب حضرت صاحبزادہ فضل سبحانی بادشاہ قادری نوشاہی نے آپ کی نیابت کا حق ادا کرتے ہوئے اس سلسلہ کی بہت خدمت انجام دی۔ اب تک حضرت فضل سبحانی صاحب کا عرس مبارک بہت ہی اعلیٰ پیمانہ پر ہوتا ہے۔ اس عرس میں بہت بڑا اجتماع ہوتا ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۸۰ برس کی عمر میں ۱۳۴۲ھ بمطابق ۱۹۲۳ء میں ہوا، آپ کا مزار پُرانوار پشاور میں مرجع خاص وعام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت آج بھی حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور عرفان سے منور کرتے ہیں۔

حضرت بابا پیر فضل الٰہی قادری نوشاہی المعروف گھوڑیاں والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، عارف واکمل، فنافی اللہ، بقایا اللہ، آیت من آیت اللہ، سلطان الفقراء، برھان العرفاء، حضرت بابا پیر فضل الٰہی قادری نوشاہی برقندازی المعروف گھوڑیا والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ ہمہ صفت قلندرانہ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت انیسویں صدی عیسوی میں حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی غیر فاطمی اولاد سے ایک حضرت پیر محمد جی قادری نوشاہی برقندازی المعروف کھیی والی سرکار علیہ الرحمۃ کے گھر ہوئی۔

آپ کی تمام ظاہری وباطنی روحانی تربیت اپنے والد گرامی حضرت پیر محمد جی علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں اپنے گھر میں مکمل ہوئی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ برقندازی میں اپنے عظیم والد گرامی حضرت بابا پیر محمد جی قادری نوشاہی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے اور انہی سے خرقۂ خلافت وجانشینی پا کر سرفراز وممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ انتہادرجہ کے متوکل، عبادت وریاضت میں یگانہ روزگار، اور بلند ہمت مرتبہ عالی، اخلاق وسخاوت میں بے مثال، علم وفضل وکمال میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، لنگر آپ کا وسیع اور دراز تھا، ہمہ وقت مستوں کا ہجوم آپ کے گرد ہالہ بنائے رکھتا تھا۔

لاتعداد افراد آپ کی نگاہ ولایت سے راہ راست پر آئے، بہت سے غیر مسلم آپ کی باکردار زندگی اور شان فقر کو دیکھ کر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے، لاتعداد کرامت آپ سے سرزد ہوئیں، بہت سے لاعلاج مریض آپ کی دعا ونگاہ سے شفایاب ہوئے، بڑے بڑے گنہگار اور پاپی آپ کی نگاہ کا وارنہ برداشت کرتے ہوئے گناہوں سے توبہ کر کے پاکباز ہوئے، شریعت وطریقت کے اصولوں کی پاسداری آپ کا طرہ امتیاز تھا، طبیعت میں سخت جلال تھا، جس پر ایک مرتبہ کرم کی نظر فرماتے سلوک کی منازل طے کرا دیتے، علم لدنی کی دولت سے مالا مال آپ کا سینہ سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتا تھا، خداوند کریم نے آپ کو کشف القبور کا علم بھی عطا فرمایا ہوا تھا، جس بزرگ یا ولی کے مزار پُرانوار پر تشریف لے جاتے ان سے ہمکلامی فرمالیتے تھے، آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ کی دعا سے خطۂ پوٹھوہار میں طاعون کی بیماری دوبارہ نہیں آئی۔

آپ کے خلفائے نامدار ☆: آپ کے خلفائے نامدار میں حضرت سیّد پورے والی مائی صاحبہ اور ان کے اکلوتے بیٹے حکیم پیر عاشق حسین قادری نوشاہی برقندازی علیہ الرحمۃ کے نام شامل ہیں۔

جناب حکیم پیر عاشق حسین قادری نوشاہی برقندازی علیہ الرحمۃ اپنے زمانے کے بلند پایۂ عالم وفاضل اور صاحب زہد وتقویٰ اور

پابند صوم وصلوٰۃ اور عبادت و ریاضت میں یگانۂ روزگار تھے، بہت سی مخلوق نے ان کے درِ دولت سے فیض پایا۔ وہی آپ کے بعد آپ کے خلیفہ اور جانشین مقرر ہوئے۔

پیر طریقت حکیم پیر عاشق حسین قادری نوشاہی برقندازی علیہ الرحمۃ کا مزار پُر انوار موضع دھماں تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں آپ کے مزار کے ساتھ ہی مرجع خاص و عام ہے، حضرت حکیم پیر عاشق حسین قادری نوشاہی علیہ الرحمۃ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے چند کتابوں کے قلمی نسخے موجود تھے جو ابھی تک اُن کے فرزند جانشین حضرت صاحبزادہ پیر شاہد الحسن مہر شاہ برقندازی قادری نوشاہی مدظلہ کے پاس موجود ہیں۔ حضرت پیر عاشق حسین قادری نوشاہی کا شجرہ طریقت حسب ذیل ہے۔

شجرہ مبارک طیبہ نوشائیہ برقندازی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت نبی حبیبؐ خدا دا سر پر چھتر لولاک لما دا
کل نبیاں تھیں شان زیادہ سرور جنّ و بشر دا ہے
ہرتوں اعلیٰ شان علیؓ دا نائب حضرت پاک نبی دا
اوہو والی کل ولی دا ساقی حوض کوثر دا ہے
حسنؒ حبیبؒ داوٗدؒ پیارے وچہ ایمان شرع دے تارے
اُہناں کر کرم تھیں تارے عالی شان فقر دا ہے
کرخیؒ سری سقطیؒ لائق وچہ بغداد جنیدیؒ فائق
شوق لقا اللہ دے شائق چایا بھار صبر دا ہے
شبلیؒ ابوالفضلؒ ابوالفرح حضوری ابوالحسنؒ دلوزی
ابوسعیدؒ دی حاجت پوری بحر توحیدوں تردا ہے
عبدالقادرؒ شاہِ جیلانی عبدالوہابؒ اناندا جانی
جگ وچہ کون اُنہاندا ثانی پوتا شاہ حیدرؒ دا ہے
ابونصرؒ شاہ صوفی سائیں شاہ احمد مسعودؒ منائیں
کرم علیؒ جی کرم کمائیں بندہ عرضاں کردا ہے
میرؒ بہ شاہ شمسؒ دین شاہ محمد غوثؒ مُبین
ویکھ برکت عین یقین دِل معروفؒ دا بردا ہے

شاہ سلیمانؒ صاحب سرکار نوشہ گنج بخشؒ سردار
پیر محمدؒ ہے سچیار غیر خیال نہ دھردا ہے
حافظ قائم دینؒ پچھان حضرت سید میر کلاںؒ
حضرت مائیؒ مرد جوان حاصلِ نور اندر دا ہے
راضی نال رضاؒ کلی حضرت میاں محمد جبیؒ
شرف لدھائیں شرف علیؒ ایہہ غلام بندہ اس در دا ہے
قادر رب رحیم غفور دوہیں جہانیں رکھیں مسرور
عرض کریں منظور ضرور صدقہ آل اطہر دا ہے

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۴۹ھ بمطابق 1930ء میں ہوا، مزار پُر انوار موضع دھماں تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے دربار کے سجادہ نشین حضرت پیر شاہد الحسن المعروف مہر شاہ برقندازی قادری نوشاہی ہیں، جو بہترین حکیم حاذق، اور نبض شناس، صاحب درد، پرسوز وعشق ومستی میں ڈوبی ہوئی شخصیت کے مالک ہیں، بڑے ہی ذہین وفتین اور بلا کے محنتی، صاحب کردار، بلند اخلاق، بامروت، اور عظیم صوفی باصفا ہیں۔ دوستی اور دھڑے کے پکے، سخاوت میں عدیم المثال حضرت پیر شاہد الحسن المعروف مہر شاہ برقندازی مدظلہ العالی اپنے بزرگوں کی عملی تصویر اور ایک کتاب ''روپ مشالاں'' کے مصنف بھی ہیں، اس کتاب میں عشق ومحبت کیف و مستی میں ڈوبے ہوئے اشعار آپ کے قلم کا شاہکار ہیں۔

فقیر راقم الحروف سے حضرت پیر مہر شاہ برقندازی مدظلہ العالی کی اچھی یاد اللہ ہے، کئی مرتبہ فقیر کے غریب خانے پر معروف پوٹھواری شاعر جناب علامہ محمد حنیف حنفی کے ہمراہ تشریف لا چکے ہیں، جبکہ فقیر راقم الحروف بھی تا دم تحریر آپ کی دعوت پر ایک مرتبہ حضرت سید میر کلاں بادشاہ قادری نوشاہی علیہ الرحمۃ کے عرس میں شرکت کے لئے تکیہ میر کلاں بادشاہ چنگا میرا تحصیل گوجر خان کی حاضری سے شرف یاب ہوا ہے دعا ہے کہ مالک ومولیٰ حضرت پیر شاہد الحسن مہر شاہ برقندازی اور محمد حنیف حنفی کو تا دیر سلامت رکھے، آمین۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر محمد حسن علی شاہ برقندازی قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، شیخ طریقت، واقف اسرار رموز شریعت، شہباز میدانِ حقیقت حضرت پیر محمد حسن علی شاہ برقندازی قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ ولی بے مثال ہیں۔

آپ کے والد گرامی کا نام نامی اسم گرامی میاں قاسم علی تھا۔

آپ حضرت میاں عبدالغفور قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کی درگاہ کے پانچویں سجادہ نشین تھے۔ تمام عمر شریعت و طریقت کی پاسداری میں گذاری، عبادت و ریاضت میں آپ یکتائے روزگار تھے، فقر و فاقہ، استغنا و قناعت میں بے مثال، خدمت خلق اور حسن اخلاق میں بے نظیر تھے۔ آپ صاحب علم و فضل اور عابد و زاہد متقی و پرہیزگار تھے۔ آپ کا فیضان دور دور تک پھیلا۔ آپ کی وجہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کو بہت تقویت ملی۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت مولانا محمد ابراہیم انصاری کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور تکمیل مجاہدات اور منازل سلوک و معرفت طے کرنے کے بعد انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 17 محرم الحرام ۱۳۵۱ ہجری بمطابق 5 جون 1931ء میں ہوا۔ مزار پر انوار حضرت میاں عبدالغفور کے مزار شریف کے مشرقی جانب بستی دانشمند نزد جالندھر شہر انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ سید محمد فضل نور نوری قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: سپہر نیر افق ولایت، شہباز طریقت و معرفت، واقف اسرار شریعت و حقیقت حضرت شیخ سیّد فضل نور نوری قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ زبدۃ العارفین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت موضع بغدادہ نزد ہوتی ضلع مردان صوبہ سرحد میں جناب لال بیگ کے گھر ہوئی۔

جوانی کی عمر میں فوج میں بھرتی ہو کر برما چلے گئے اور سات سال تک ملازمت کے بعد واپس چلے آئے۔ وطن مالوف سے لاہور آ کر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پرُ انوار پر حاضری دی۔ اس دوران آپ کی ملاقات حضرت میاں غلام حسین سجادہ نشین دربار داتا صاحب سے ہوئی اور ان کی وساطت سے حضرت پیر سید جلال الدین شاہ گیلانی قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور مرشد کامل کے حکم سے حضرت داتا گنج بخش کی مسجد کے مؤذن رہے۔ اس کے علاوہ داتا صاحب کے کلید بردار کے فرائض بھی پچاس ساٹھ برس تک انجام دیتے رہے۔

آپ اپنے وقت کے عظیم عارف کامل تھے۔ تمام عمر عبادت و ریاضت اور ترک و تجرید میں گزری۔ ہمیشہ خلوت نشینی اور تنہائی کو پسند کرتے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۵۲ ہجری بمطابق 1932ء کو لاہور میں ہوا۔ وہاں سے آپ کا تابوت چک سادہ شریف ضلع گجرات میں لا کر دفن کیا گیا۔ وہیں مزار پرُ انوار اپنے مرشد کامل حضرت سید جلال الدین شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ کے مزار کے نزدیک مرجعٔ خاص و عام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا پیر غلام قادر اثر انصاری قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم باعمل، فاضل بے بدل عمدۃ العلماء، زبدۃ الفضلا حکیم حاذق امراض جسمانی و روحانی، فخر الاطباء حضرت مولانا پیر غلام قادر اثر انصاری قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ آفتاب علم و حکمت وولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 27 شعبان المعظم 1272ھ ہجری بمطابق 4 مئی 1856ء بروز اتوار کو بستی شیخ درویش ضلع جالندھر میں صوفی باصفاء حضرت میاں محمد بخش المعروف محمدی شاہ قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ کے آباؤ اجداد کو علم و فضل اور حکمت میں بلند مقام حاصل تھا۔ آپ انصاری النسل ہیں، حضرت ابوایوب انصاری صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک سے وقت کے عظیم شیخ طریقت و عارف کامل شیخ السلام حضرت ابواسماعیل عبداللہ انصاری پیر ہرات کی اولاد سے ہیں، شجرہ نسب کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ حضرت مولانا پیر غلام قادر بن محمد بخش بہ محمد شاہ بن میاں غلام محی الدین بن مولانا محمد اعظم بن مولوی شیخ احمد بن میاں عبدالقادری بن میاں محمد عابد، بن میاں محمد زاہد، بن میاں محمد فاضل بن شیخ غیاث الدین بن حاجی سعد اللہ لاہوری جو کہ حضرت ابواسماعیل عبداللہ انصاری کی اولاد سے ہیں۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ نے علوم دینیہ کی تکمیل خلیفہ حضرت محمد ابراہیم انصاری برقندازی علیہ الرحمتہ کے درس بستی دانشمند سے کی۔ جہاں آپ نے علم فقہ، ادب، تصوف، طب، عروض، قوانی، تفسیر و حدیث میں کافی مہارت حاصل کی۔ اس کے علاوہ علم طب پر بھی کافی عبور تھا۔ آپ بیک وقت ایک متبحر عالم دین و شیخ طریقت اور حکیم حاذق تھے۔ علامہ زماں حضرت شیخ مولانا غلام قادری گرامی جیسی نامور شخصیت آپ کے ہم سبق تھے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت سائیں شیرا المعروف بہ قادر شاہ قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور بعد تکمیل مجاہدات و منازل سلوک و معرفت طے کرنے کے بعد انہی کے دست مبارک سے خرقہ خلافت پاکر سرفراز ہوئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ صاحب شریعت و طریقت، صاحب علم و فضل و صاحب معرفت و فیضان اور صاحب کشف و کرامات بزرگ ہوئے ہیں۔ تصوف و توحید کے اسرار آپ کی زبان پر ہمہ وقت جاری رہتے تھے۔ مہمان نوازی آپ کا وطیرہ خاص تھا۔ کسی مہمان کو خدمت کے بغیر نہ جانے دیتے تھے۔ حسن اخلاق میں آپ بے مثال تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کے نامور مورخ

حضرت پیر سید شریف احمد شرافت نوشاہی فرماتے ہیں کہ میں تین مرتبہ جالندھر جا کر آپ سے ملا۔ باوجود اس کے کہ آپ میرے جد امجد سے عمر میں بڑے تھے لیکن میرے ساتھ بڑے ادب واحترام سے پیش آتے اور دست بستہ کھڑے رہتے تھے۔ جب تک میں بیٹھنے کے لیے نہ کہتا آپ نہ بیٹھتے تھے۔ میرے کلام کے مقابلے پر کلام نہ کرتے اور اپنے بیٹوں کو بھی ادب کی تلقین فرماتے تھے۔

سلسلہ برقندازیہ کے طریقہ کے مطابق قصیدہ ثمریہ محبوبیہ اور اسم اعظم غوثیہ کی اجازت آپ نے حضرت سید شریف احمد شرافت نوشاہی سے حاصل کی اور اس کا طریقہ سمجھا۔

آپ جب بھی لاہور تشریف لاتے تو معروف مؤرخ و تذکرہ نگار مفتی غلام سرور قادری لاہوری علیہ الرحمتہ سے ضرور ملاقات فرماتے تھے۔ آپ کی ان کے درمیان گہری اور قلبی دوستی تھی۔

آپ کی تصنیفات ☆: آپ کی تصنیفات میں ''دیوان اثر'' یہ دیوان آپ نے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں 1303 ہجری میں لکھا تھا۔ (۲) ''اشارات الشفاء'' یہ کتاب علم طب پر فارسی کی ضخیم جلد میں ہے۔ (۳) ''آئینہ عرفان المعروف بہ حقیقت الانسان'' آٹھ ابواب پر مشتمل یہ رسالہ من عرف نفسہ کی تفسیر ہے۔ یہ کتاب بھی ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوسکی۔ (۵) ''گلدستہ نوشاہی'' یہ کتاب مختلف رباعیات قصائد و مناقبات، غزلیات، قطعات، تاریخ اور مدحیات بزرگان ایک جگہ جمع کر کے گلدستہ نام رکھا گیا۔ یہ گلدستہ حضرت پیر سید شریف احمد شرافت نوشاہی کا تیار کردہ ہے۔

اولاد و امجاد ☆: آپ کو خداوند کریم نے اپنے خاص فضل سے آٹھ صاحبزادے عطا فرمائے ہیں یہ تمامی پیرزادے کہلاتے ہیں جن میں حضرت پیرزادہ غلام حیدر، پیرزادہ عبدالحمید، پیرزادہ مظفر الدین، پیرزادہ غلام سرور، پیرزادہ غلام اصغر، پیرزادہ عبدالمجید، پیرزادہ علی اکبر، پیرزادہ محمد مختار۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 84 برس کی عمر میں 8 شوال ۱۳۵۶ ہجری بمطابق بارہ دسمبر 1937ء بروز سوموار دس بجے دن ہوا۔

مزار پر انوار بستی شیخ درویش جالندھر میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں کمال الدین المعروف کالو شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف باللہ، مالک مقام فنافی اللہ، متصرف بہ تصرفات حضرت میاں کمال الدین المعروف کالوشاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ آفتاب و ماہتاب ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت موضع فتح کلر متصل میانی افغاناں تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب انڈیا میں ہوئی۔

آپ اپنے شباب کے زمانے میں موضع شینہ بھٹی تشریف لے گئے۔ وہاں خانقاہ قائم کر کے سلسلہ رشد و ہدایت میں مصروف و مشغول ہو گئے۔

آپ شریعت وطریقت کے احکام پر سختی سے عمل پیرا تھے نہ خود کوئی خلاف شریعت کام کرتے نہ ہی کسی کو کرنے دیتے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت شیخ شرف الدین قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

آپ کے پیرو مرشد حضرت شیخ شرف الدین مرد و خلیفہ تھے حضرت شاہ عبدالغفور کے وہ مرید تھے حضرت بابا ماہی شاہ قادری نوشاہی کے وہ مرید حضرت شاہ سچیار کے وہ مرید و خلیفہ حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری علیہم الرحمتہ کے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال اسّی برس کی عمر میں 9 ربیع الاول ۱۳۶۳ ہجری بمطابق 1943ء کو ہوا۔ مزار پرانوار موضع شینہ بھٹی ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت فقیر خدا بخش قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: صاحب حال وقال وفضل وکمال، جامع الحسنات وصفات، مقبولِ بارگاہ رحمانی، پیرلاثانی، حضرت فقیر خدا بخش قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ زینت الاصفیاء ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ایک متمول گھرانے کے چشم و چراغ جناب میاں عبدالغفار مرحوم کے گھر واقع کوچہ گل بادشاہ جی علاقہ جہانگیر پورہ پشاور شہر صوبہ سرحد میں ۱۲۷۵ھ بمطابق ۱۸۵۸ء میں ہوئی۔

آپ کے والدگرامی میاں عبدالغفار مرحوم پشاور شہر کے معروف چرم کے سوداگر تھے۔

آپ کا نام نامی خدا بخش تھا جبکہ فقیر صاحب کے نام سے معروف تھے، پیدائشی طور پر دونوں آنکھوں کی بصارت سے محروم تھے۔

پشاور کے معروف قانون دان جناب پیر بخش خان صاحب ایم اے ایل ایل بی کے بقول آپ پر ابتدائے عمر سے ہی عشق کا جذبہ ودیعت ہو چکا تھا، جس کے آثار بچپن سے ہی نمودار تھے۔

آپ تلاش معرفت الٰہی میں خوب بھرے اور جس جگہ کسی فقیر کا پتہ چلتا آپ وہاں پہنچ جاتے، عہد شباب میں فقرا٫ صلحا اولیاء اللہ سے محبت وعشق کا غلبہ سوار تھا۔ کسی دنیاوی کاروبار سے کوئی رغبت نہ تھی، آپ نے تلاش مرشد میں طویل سفر کئے بالآخر اپنے مطلوب کو پا لیا اور کامیابی آپ کا مقدر بنی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت پیر عباس علی شاہ نوشاہی قادری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی کے ہاتھوں خرقہ خلافت پا کر سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ کی ساری زندگی زہد وریاضت، عبادت خداوندی اور ذکر الٰہی میں گزری، اپنے اوراد ووظائف کو ہر حال میں پورا فرماتے جو کچھ خود کرتے اسی کی تلقین بھی کرتے تھے، آپ کے مریدین وعقیدت مندان کا حلقہ بہت وسیع اور دور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا ہے، دور دراز سے لوگ حاضر خدمت ہو کر آپ کے روحانی فیوضات اور برکات حاصل کرتے اور آپ کی توجہ کاملہ سے استفادہ حاصل کرتے۔

آپ تمام عمر رضائے خداوندی پر راضی رہے۔ زندگی کے آلام ومصائب پر صبر واستقامت، خوف الٰہی ہمیشہ دامن گیر رہا، قلب

پر خشیت کا عالم طاری رہتا ہے۔

تمام امور پر ثابت قدمی کے علاوہ مسلسل جدوجہد، انتہا درجہ کی محنت، اور کوشش کرتے تھے۔

آپ صاحب حال تھے قلب ہمہ وقت جاری رہتا اور صاحب توجہ بھی تھے۔ اور ہمیشہ یہ افسوس فرماتے کہ کاش صرف چند نوجوانوں پاکیزہ خیالات اگر مل جائیں جو مجھ سے صرف ذات خداوندی کے طالب ہوں، تاکہ میں ان کی پوری روحانی توجہ سے صاحب حال بنادوں۔

آپ نے تمام عمر، انتہائی صبر واستقلال اور پامردی کے ساتھ گزاری، غایت درجہ کے خوددار اور غیور تھے۔ بنی نوع انسان کی خدمت ان کا نصب العین تھا، آپ صاحب کشف وکرامت تھے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۷ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ بمطابق مورخہ ۶ اگست ۱۹۶۵ء بوقت قریب ظہر ہوا۔ مزار پُر انوار وزیر باغ کے قریب ہی ایک باغ پشاور شہر میں مرجع خاص وعام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت بابا رمضان علی شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فقیر مست الست، مستغرق در بحرِ عشق ومحبت، شیخ یگانہ حضرت بابا رمضان علی شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ ستارہ ولایت آسمانی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 22 فروری 1896ء بمطابق 1314 ہجری کو موضع بنیال تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب انڈیا میں ہوا۔

آپ نہایت ہی عبادت گذار اور پابند شریعت وصاحب طریقت بزرگ ہوئے ہیں تمام عمر خلاف شرع امور سے اجتناب فرماتے رہے۔

لاتعداد افراد نے آپ کے روحانی فیوضات سے استفادہ حاصل کیا۔ بہت سے لاعلاج مریض آپ کی نگاہ ولایت سے مستفید ہوئے۔

حسن اخلاق بے مثال تھا۔ زہد وتقویٰ ورع علم وعرفان میں یکتائے زمانہ تھے، سخاوت میں ایسی مثال قائم کی کہ دروازے پر آنے والا سائل کبھی خالی واپس نہیں لوٹایا۔ مانگنے والے کو اس سے سوا عطا فرمایا۔

آپ کے معروف مریدین میں سے جناب عبدالحمید بٹ سانگلہ ہل والے قابل ذکر ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۰ شعبان المعظم بروز ہفتہ ۱۳۸۵ ہجری بمطابق 4 دسمبر 1965ء کو ہوا۔ مزار پر انوار دھرم کوٹ چک نمبر 278 متصل پکا انہا ضلع فیصل آباد میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے مرید وخلیفہ اور آپ کے نواسے جناب سائیں قمر علی قادری نوشاہی سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید سیدن شاہ بخاری قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: متصرف بہ تصرفات، مالک ولایت شرقی و غربی، آئینہ جلال و جمال حقانی، مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ ولی مادرزاد فخر السادات بخاری حضرت پیر سید سیدن شاہ بخاری قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت راولپنڈی سے جنوب مشرق پانچ میل دور نزد سواں کیمپ لب سڑک جی ٹی روڈ پر موضع گوڑھا شاہاں راولپنڈی میں ولی برحق حضرت سید سرور شاہ نوشاہی قادری کے گھر 1910ء میں ہوئی۔

آپ کی ولادت باسعادت سے کچھ عرصہ قبل آپ کے والد گرامی کے پیر و مرشد حضرت سلطان علی علیہ الرحمۃ نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ تھوڑے عرصے بعد تمہیں خداوند کریم ایسا بچہ عطا فرمائے گا جو اپنے زمانے کا عظیم ولی کامل ہوگا۔ اور ایک زمانہ اس سے فیض یاب ہوگا۔

آپ نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ پہلے ہی روحانیت کا مرکز و منبع تھا۔ آپ کے والد گرامی حضرت پیر سید سرور شاہ نوشاہی قادری اور حقیقی چچا حضرت سید پہلوان شاہ قادری نوشاہی کا شمار وقت کے جلیل القدر اولیائے کاملین میں ہوتا ہے۔ یہ دونوں بزرگ حضرت صاحبزادہ سلطان علی نوشاہی قادری سجادہ نشین دربار حضرت چنھی والی سرکار سنگھوئی شریف ضلع جہلم والوں کے خلفاء میں سے تھے۔ اس اعتبار سے اس خانوادے کا عقیدتاً اور روحانی تعلق سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ سنگھوئی شریف ضلع جہلم سے تھا۔

بچپن کے حالات و تعلیم و تربیت ☆: چونکہ آپ کی ولادت ایک مذہبی و روحانی ماحول میں ہوئی اور آپ پیدائشی ولی کامل تھے۔ اس لیے آپ کا بچپن اپنے ہم عصر بچوں سے مختلف تھا۔ کھیل تماشہ کے نزدیک کبھی نہ گئے۔ بلکہ ہر وقت ایک گہری سوچ میں مگن نظر آتے تھے۔ ابتدائی دینی تعلیم اپنے بزرگوں سے مکمل کی اور دنیاوی تعلیم کے لیے اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی سے میٹرک پاس کیا۔

آپ کے ہم سبق ٹھیکیدار خان محمد سلیمان خان رئیس اعظم مورگاہ کے بقول آپ نے دوران تعلیم کبھی بھی کوئی خلاف تہذیب حرکت نہیں کی۔ جس سے اساتذہ کو شکایت کا موقع ملا ہو۔

میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے اٹک آئیل کمپنی مورگاہ راولپنڈی میں ملازمت اختیار کرلی۔ چونکہ آپ کی طبیعت وجدانی اور بیک وقت سالک ومجذوب والی تھی اس لیے کچھ عرصہ کے بعد ملازمت بھی ترک کردی اور یادِ خدا میں مست ومستغرق ہوگئے۔

ازدواجی زندگی ☆: 1932ء میں آپ کے والدین نے آپ کی شادی آپ کے خالو حضرت سید چنن شاہ کی صاحبزادی سے طے کردی۔ 1936ء میں خداوند کریم نے آپ کو ایک بچہ عنایت فرمایا۔ مگر چند روز کے بعد ہی آپ کی زوجہ محترمہ اور بچے کا انتقال پر ملال ہوگیا۔ جس کے بعد آپ نے تمام عمر مجرد گذاری مگر شادی نہیں کی۔ بلکہ گھر بار کو بھی چھوڑ دیا۔ اور کسی ایک جگہ پر مستقل قیام کرنے کی بجائے جہاں جی میں آیا وہیں ٹھہر گئے۔ جب جی میں آیا وہاں سے کہیں اور منتقل ہوگئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں اپنے عظیم والد گرامی حضرت پیر سید سرور شاہ بخاری قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت واجازت پاکر صاحب ارشاد ہوئے۔
اس دوران آپ اپنے دادا مرشد حضرت پیر سلطان علی قادری نوشاہی ثمہ سنگھوئی ضلع جہلم سے بھی روحانی اکتساب کیا اور ان کے فیوض وبرکات سے بھی مالا مال ہوئے۔ آپ نے کچھ عرصہ حضرت سید چن پیر شاہ قادری پنڈوڑیاں شریف راولپنڈی سے بھی ان کی صحبت میں رہ کر اکتساب فیض کیا۔

سیرت وکردار ☆: آپ کی ذات والا صفات نہایت پاکیزہ اخلاق واطوار کی مالک تھی۔ گفتگو فرماتے تو علم وعرفان کا دریا بہنے لگتا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر کا کوئی گھر نہیں ہوتا۔ شعروشاعری سے آپ کی طبیعت کا کافی میلان تھا۔ حافظہ اس قدر تیز تھا کہ جو شعر یا کلام سماعت کرتے فوراً یاد ہوجاتا تھا۔ آپ کے حسن اخلاق، وضع داری، مہمان نوازی کی وجہ سے مخلوق کا ایک جم غفیر آپ کے گرد جمع رہتا تھا۔ خداوند کریم نے آپ کو نہایت وجیہہ اور خوبصورت بنایا تھا جس کی وجہ سے چہرے پر جلال وجمال کے تاثرات نمایاں نظر آتے تھے۔ گفتگو میں حاکمانہ انداز اور شاہانہ پن آپ کی طبیعت کا خاصہ رہی ہے۔ بعض اوقات گفتگو میں اس قدر سختی آجاتی کہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شہنشاہ مخاطب ہے۔ سخاوت آپ کو خاندانی وراثت میں ملی تھی جو کچھ مال ودولت پاس ہوتا وہ غرباء میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ اکثر یہ مصرعہ آپ کی زبان پر رہتا تھا کہ "اک کوڑی نہ رکھ کفن کے لیے"۔ حق گوئی وبے باکی کی آپ عملی تصویر تھے۔ دوسروں کے لیے ایک احساس اور درد آپ کے سینے میں اس قدر تھا کہ کسی کی تکلیف کو برداشت کیئے بغیر نہ رہتے بعض اوقات آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل جاتے۔

جلال کے وقت آپ کی کیفیت ☆: آپ بسا اوقات جلال وجمال کی کیفیت سے سرشار رہتے۔ جب کبھی موج میں

آتے تو راولپنڈی کی ضلع کچہری میں تشریف لاتے اور کبھی کسی جج کی کرسی اور کبھی کسی مجسٹریٹ کی کرسی پر براجمان ہوتے اور مقدمات کے حکم سنانا شروع کر دیتے۔

ضلع کچہری کے بہت سے مجسٹریٹ اور جج صاحبان آپ کی باطنی اور قلندرانہ کیفیات سے واقف تھے۔اس لیے وہ آپ کے معاملہ میں مداخلت نہ کرتے بلکہ ہمیشہ ادب واحترام سے پیش آتے۔

آپ کی طبیعت میں خوف نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ بڑے بڑے افسروں سے بھی بڑی بے باکی سے پیش آتے۔

ایک مرتبہ آپ راولپنڈی شہر کی جانب تشریف لے جا رہے تھے کہ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان مرحوم صدر پاکستان آرمی ہاؤس کی طرف جا رہے تھے کہ آپ نے آگے بڑھ کر گاڑی کو روکنے کا اشارہ کر دیا۔

چونکہ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان مرحوم اولیائے کاملین کے غلام اور بزرگوں کے ماننے والے راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔انہوں نے اپنے ڈرائیور سے کہہ کر گاڑی رکوائی اور گاڑی سے نیچے اتر کر آپ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا اپنی گاڑی ہمارے حوالے کر دو ہم سیر کے لیے جانا چاہتے ہیں۔ایوب خان مرحوم نے اپنے ڈرائیور کو حکم دیا کہ شاہ صاحب کے حکم کی تعمیل کی جائے اور ان کو سیر کے لیے لے جاؤ اور بذات خود ایوب خان کسی اور گاڑی میں بیٹھ کر صدر ہاؤس چلے گئے۔ آپ گاڑی میں بیٹھ کر ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ آپ نے ڈرائیور کو گاڑی روکنے کا حکم دیا اور گاڑی سے اتر کر فرمایا ہمارے حکم کی تعمیل ہوگئی ہے لہٰذا اب تم گاڑی واپس لے جاؤ۔

تعلیمات وملفوظات☆: آپ اپنے پاس آنے والوں سے اکثر فرماتے تھے کہ بے ادب نہ بنو ہمیشہ ادب میں رہو۔اپنے اسلاف کے طرز زندگی کو ہمیشہ نظر میں رکھو۔

۲۔ فقیر ایک آزاد پرندہ ہے جس کا کوئی گھر نہیں ہوتا۔

۳۔ انسان وہ ہے جس کے سینے میں دوسروں کے لیے درد بھرا دل ہو۔

۴۔ سخاوت درویش کا ورثہ ہے۔

۵۔ جو کچھ اپنی ضرورت سے زیادہ پاس ہو وہ یتیموں، مسکینوں اور غربا میں تقسیم کر دیا کرو۔

وصال سے قبل آپ کی کرامت☆: یوں تو آپ کی ذات سراپا کرامت تھی ہر روز کوئی نہ کوئی کرامت آپ سے سرزد ہو جاتی تھی۔مگر وصال سے قبل کی یہ انوکھی کرامت ہمیشہ یاد رہے گی کہ آپ نے اپنے وصال سے ایک ہفتہ قبل اپنے ملنے والوں کو خصوصی طور پر خطوط لکھے۔جن میں یہ تحریر تھا کہ میں 13 جنوری کو عرس منا رہا ہوں۔اس میں تمہاری شرکت از حد ضروری ہے۔ان خطوط میں آپ نے کسی مرید کو پھول اور کسی کو پھولوں کی چادریں کسی مرید کو لنگر کے لیے اجناس کسی کو کچھ کسی کو کچھ غرض یہ کہ وقت پر ضرورت پڑنے والی

تمام چیزوں میں سے کوئی کسی کے ذمہ کوئی کسی کے ذمہ لگا دی۔ جب آپ کے مریدین وعقیدتمندان مطلوبہ سامان لے کر 13 جنوری کو پہنچے تو کیا دیکھا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے۔ تب مریدین کو معلوم ہوا کہ اللہ کے ولی نے یہ تمام سامان کس مقصد کے لیے منگوایا تھا۔ کہ اپنی آخری رسومات کے لیے بھی تمام انتظامات خود ہی مکمل کرالیئے۔

وصال با کمال ☆: زندگی کے آخری چند ماہ آپ علیل رہے گیارہ جنوری 1967ء کو آپ کو سنٹرل ہسپتال داخل کرادیا گیا۔ دوسرے دن دو بجے آپ نے ماسٹر گلزار خان کو پاس بلا کر ایک معنی خیز ارشاد فرمایا سیدن شاہ فانی پھر فرمایا فانی سیدن شاہ۔ اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھا پھر درود شریف کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جاملے۔

آپ کا وصال باکمال ۱۳۸۷ھ بمطابق 12 جنوری 1967ء بروز سوموار بوقت دو بجے دن کو ہوا۔ جب کہ نماز جنازہ میں اگلے دن پیر سید عزیز بادشاہ سجادہ نشین کھنیارہ شریف سید اصغر علی شاہ پارلیمانی سیکرٹری حکومت پاکستان آف نون شریف سید صادق حسین مینیجنگ ڈائریکٹر ٹرانسپورٹ گوجر خان کے علاوہ سلطان الواعظین حضرت علامہ پیر غلام محی الدین سلطان صاحب خلیفہ مجاز دربار عالیہ نقشبندیہ چھراہ شریف ضلع اسلام آباد و خطیب اعظم اٹک آئل کمپنی اور دیگر ہزارہا عقیدتمندان و مریدین نے شرکت کی۔

آپ کا مزار پُر انوار موضع گوڑھا شاہاں نزد سواں کیمپ راولپنڈی میں مرجع خاص و عام ہے۔

فقیر راقم الحروف کو دربار شریف پر حاضری کا بارہا شرف حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید محمد معصوم شاہ گیلانی قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: فخر السادات گیلانیہ، پروردۂ آغوش ولایت، شمس العلماء والمشائخ پیر طریقت، امیر شریعت، فخر قادریت و تصوف حضرت سید محمد معصوم شاہ گیلانی قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ آفتاب و ماہتاب طہارت و پاکیزگی ہیں۔

آپ کی ولادت با سعادت 1318 ہجری بمطابق 1900ء کو چک سادہ شریف ضلع گجرات میں اپنے زمانے کے شیخ طریقت حضرت سید محمد فاضل شاہ علیہ الرحمتہ کے گھر میں ہوئی۔ آپ کا شجرہ نسب و طریقت چند واسطوں سے حضور غوث الاعظم پیر پیراں میر میراں حضرت سیدنا ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔ شجرہ طریقت حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ کے واسطے سے حضور غوث الاعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے۔

آپ کے مزار پُر انوار کے اردگرد آپ کے خاندان کے دیگر بزرگوں جن میں آپ کے جد امجد حضرت سید میراں عبدالوہاب، حضرت سید صالح محمد، حضرت سید جلال شاہ، حضرت سید عبدالواسع اور آپ کے چچا و پیر و مرشد حضرت شیخ فضل نور نوری علیہم الرحمتہ والغفر ان کے مزارات موجود ہیں۔ جو کہ آپ سے پہلے ہی اس آستانہ پر آنے والوں کے لیے قبلۂ حاجات ہیں۔

آپ اپنی ولادت باسعادت کے تھوڑے ہی عرصے بعد والد گرامی علیہ الرحمتہ کے وصال کی بنا پر ان کی شفقت و محبت سے محروم ہو گئے اور والد گرامی علیہ الرحمتہ کے وصال کے ساڑھے تین سال کے بعد والدہ ماجدہ کی آغوش سے بھی محروم ہو گئے۔

آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنے وصال سے قبل آپ کی تایازاد بہن جو کہ بمبانوالہ ضلع سیالکوٹ میں مقیم تھیں کو وصیت کر دی تھی کہ میرے اس لخت جگر کو میرے بعد تم نے بحفاظت پرورش کرنا ہے۔ یہ تمہارے باپ اور چچا کی نشانی ہے۔ جو جوان ہو کر تمہارے خاندان کا نام فقر و طریقت درویشی میں بلند کرے گا۔

چنانچہ والدہ کے وصال کے بعد آپ کی تایازاد بہن نے آپ کی تربیت و تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔ جب آپ سن شعور کو پہنچے تو بمبانوالہ کے معروف عالم دین جو آپ کی خاندانی سیادت ولایت کو اچھی طرح جانتے تھے کہ سپرد کر دیا۔

مفتی امام الدین مرحوم نے انتہائی شفقت و محبت سے آپ کو قرآن پاک باترجمہ پڑھایا۔ بعد ازاں علوم متداولہ کی تمام کتب کی تعلیم دی۔ آپ نے مفتی امام الدین صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علوم دینیہ میں تحصیل و تکمیل کی۔

علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد آپ تلاش مرشد میں سیالکوٹ سے لاہور تشریف لائے اور حضور داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے مزار پُر انوار پر حاضری دی اور حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد کے مؤذن اور اپنے چچا شیخ العصر حضرت شیخ سید محمد فضل نور نوری قادری نوشاہی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت شیخ سید محمد فضل نور نوری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی کی خدمت میں رہ کر مجاہدات کی تکمیل اور سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد انہی کے دست مبارک سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔ مرشد کامل نے عطائے خلافت کے وقت آپ کو حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرہ آفاق کتاب کشف المحجوب عطا فرما کر تلقین فرمائی کہ عوام الناس اور بالخصوص طالبین حق کو اس کتاب کا درس دیا کرو۔

چنانچہ آپ نے مرشد کے حکم کی تعمیل میں حضور داتا صاحب کے دربار میں اس کتاب کا ہفتہ وار درس رکھا۔ اور انتہائی سادہ پیرائے کے اندر لوگوں تک حضرت داتا صاحب کی تعلیمات کو پہنچاتے رہے۔ آپ کے اس درس سے سینکڑوں عقیدتمندوں کے سینے روحانیت سے لبریز اور مالا مال ہوئے۔ لاتعداد لوگوں نے آپ کے اس درس سے استفادہ کیا۔

حضور داتا صاحب کے سجادہ نشین آپ کی روحانیت وعلمیت کے اس قدر قائل ہوئے کہ انہوں نے اپنا حجرہ آپ کے لاہور میں قیام کے لیے وقف کر دیا تھا۔

سیرت وکردار☆: آپ بچپن ہی سے خاموش طبیعت کے مالک تھے۔ کھیل کود، ناچ گانا، رقص وسرور سے آپ کو سخت نفرت تھی۔

تمام زندگی خلاف شرع کوئی کام سرزد نہ ہونے دیا۔ نماز پنجگانہ کا خصوصیت سے اہتمام خود بھی فرماتے اور مریدین کو بھی سختی سے تلقین فرماتے اور بے نماز آدمی سے میل جول کو خود بھی پسند نہ کرتے اور دوسروں کو بھی منع فرماتے تھے۔

اپنے اسلاف اور شیخ طریقت کے بتلائے ہوئے اوراد و وظائف کو ہر حال میں پورا فرماتے تھے۔ اپنی پوری زندگی میں دین اسلام کی تبلیغ اور مسلک حقہ اہل سنت وجماعت کی اشاعت پر خصوصی توجہ دی۔ آپ نے اس مقصد کے لیے نہ صرف دورے کیئے بلکہ اپنی پوری کاوش سے پنڈی بھٹیاں، گجرات اور لاہور میں 25 مساجد اور تین عیدگاہیں تعمیر کروائیں۔ ان تمام مساجد میں نوری مسجد ریلوے اسٹیشن لاہور قابل ذکر ہے۔ اس کا نقشہ مسجد نبوی سے مشابہ ہے بالخصوص مسجد کا مینار اور گنبد تو بالکل مسجدِ نبوی کی یاد تازہ کرا دیتا ہے اور دور ہی سے ہر آنے جانے والے کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔

جن دنوں آپ نے نوری مسجد کی تعمیر کا کام شروع کیا تو اس کے راستے میں بڑی رکاوٹیں کھڑی کی گئیں۔ جن کو دور کرنے کے لیے آپ کو بہت سی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ آپ نے خدا کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہوئے کام کو جاری رکھا اور پائے استقلال میں لغزش نہ آنے دی۔

یہ مسجد آپ کے فن تعمیر کا اہم شاہکار ہے۔ جہاں آپ کے زمانے سے ایک دینی مدرسہ قائم ہے جو کہ آج کل بھی موجود ہے۔ جہاں بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مسجد سے ملحقہ مریضوں کے علاج کے لیے ایک فری طبی مرکز نوری شفاخانہ

کے نام سے کھولا گیا ہے۔ جہاں علاج معالجے کی تمام سہولیات بلا امتیاز مفت فراہم کی جاتی ہیں۔

نوری کتب خانہ کا قیام☆: تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ آپ نے مسلک اہل سنت و جماعت کی اشاعت وفروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

اس سلسلہ میں آپ نے زر کثیر خرچ کر کے 1945ء میں نوری کتب خانہ کے نام سے ایک مکتبہ قائم کیا۔ جس میں اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان محدث بریلوی اور حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی اور حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہم الرحمتہ کی عربی و فارسی کتب کے تراجم کرائے اور ان کی تمام تر عربی و فارسی اور اردو کی کتابوں کو از سر نو طبع کروا کر عوام اہلسنت اور علماء و مشائخ اہل سنت تک ان کو پہنچانے میں مدد دی۔

آپ کے قائم کردہ اس ادارے کو آپ کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حضرت قبلہ پیر سید محمد حسن شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ بڑی ہی احسن انداز میں چلاتے رہے۔ ان کے بعد آج کل آپ کے پوتے حضرت پیرزادہ سید محمد عثمان نوری مدظلہ العالی بڑے ہی اچھوتے انداز میں علمائے اہل سنت و مشائخ و اکابرین کی کتابیں انتہائی مناسب قیمتوں پر عوام الناس اور اہل علم کو پہنچانے میں مدد کر رہے ہیں۔

دین اسلام کے ہر موضوع پر اور دنیائے اہل سنت کی ہر چھوٹی بڑی شخصیت کی کتاب نوری کتب خانے سے دستیاب ہے۔

نوٹ☆: فقیر راقم الحروف کی شہرہ آفاق اور سب سے پہلی کتاب ''تذکرہ خواجگانِ چشت'' دوسری اور تیسری مرتبہ نوری کتب خانہ لاہور ہی کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہے۔

آپ کی علمی و قلمی خدمات☆: آپ نے تصوف و طریقت اور تعمیر مساجد و مدارس اور دیگر فلاحی مصروفیات کے باوجود اپنی نوک قلم سے چند کتابیں لکھ کر اہل علم و فضل کے لیے چھوڑی ہیں۔ جن میں مواعظ القرآن والحدیث (تین جلدیں) ''ارشاد حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری'' سحری روٹی (منظوم پنجابی) گلدستہ ہدایت، گلدستہ شریعت (منظوم پنجابی) ہدایت نامہ بے نمازاں، معصوم ہدایت و خطبہ نوری شامل ہیں۔

کشف و کرامات☆: آپ کے خلیفہ جناب رؤف احمد نوشاہی فرماتے ہیں کہ آپ کا ایک مرید ڈھاکہ میں ملازم تھا۔ اس کا لڑکا اور بیوی لاہور میں مقیم تھے۔ ایک روز اتفاق سے وہ لڑکا کسی ناگہانی مصیبت کا شکار ہوا اور سخت پریشانی کے عالم میں اسے خیال آیا کہ کیوں نہ میں اس مشکل گھڑی میں اپنے والد صاحب کو آواز دوں۔ اگر ان کے مرشد کامل ہوئے تو میرے والد صاحب میری آواز ضرور سن لیں گے۔

چنانچہ لڑکے نے با آواز بلند اپنے والد کو ابا جی کہہ کر پکارا تو ڈھاکہ میں موجود اس کے والد نے اپنے بیٹے کی آواز کو اس انداز سے سنا کہ جیسے کسی نے بذریعہ ٹیلی فون اسے مطلع کیا ہو۔

وہ اپنے بیٹے کی آواز سنتے ہی فوراً سمجھ گیا کہ میرا بیٹا کسی مصیبت میں گرفتار ہے۔ اس لیے اس نے مجھے پکارا ہے۔

چنانچہ وہ ایک ہفتہ کی چھٹی لے کر فوراً لاہور پہنچا۔ جبکہ لاہور میں اس کے عزیز و اقارب اور اہل خانہ کو اس کی آمد کی کوئی پیشگی

اطلاع نہ تھی اور اس کی آمد غیر متوقع تھی۔ اس لیے سب نے بغیر اطلاع کے آنے کا سبب پوچھا تو اس نے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ یہ سن کر موقع پر موجود لوگوں نے یقین کر لیا کہ واقعی ان کے مرشد حضرت خواجہ سید محمد معصوم شاہ گیلانی قادری نوشاہی عظیم ولی کامل ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 29 شوال ۱۳۸۸ ہجری بمطابق 18 جنوری بروز اتوار بوقت شام سات بجے 1968ء کو نوری مسجد معصوم منزل اسلام گنج عقب داتا دربار میں ہوا۔

اگلے روز صبح نماز فجر کے بعد داتا دربار میں حضرت علامہ محمد سعید احمد نقشبندی خطیب داتا دربار کی اقتدا میں نماز جنازہ لاہور میں ادا کی گئی۔

جبکہ دوسری مرتبہ نماز جنازہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی اقتدا میں گجرات میں ادا کی گئی اور تیسری مرتبہ نماز جنازہ آپ کے استاد کے فرزند میاں رحمت اللہ کی اقتدا میں آپ کے آبائی گاؤں میں ادا کی گئی۔

مزار پرانوار چک سادہ شریف ضلع گجرات میں مرجعٔ خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آج کل آپ کے دربار کے موجودہ سجادہ نشین پیرزادہ سید محمد عثمان شاہ نوری قادری مدظلہ العالی ہیں جو کہ بڑے ہی ملنسار اور بامروّت شخصیت کے مالک ہیں۔ فقیر راقم الحروف سے گہرا تعلق قائم ہے۔

حضرت پیرزادہ سیّد محمد عثمان نوری قادری نوشاہی مدظلہ العالی اپنے بزرگوں کے قائم کردہ ادارہ۔ نوری کتب خانہ۔ بازار داتا گنج بخش لاہور و ریلوے اسٹیشن لاہور، نوری دواخانہ، و نوری جامع مسجد ریلوے اسٹیشن لاہور کے علاوہ گجرات چک سادہ شریف کا خانقاہی نظام سنبھالے ہوئے ہیں، جہاں ہر سال اپنے بزرگوں کا سالانہ عرس مبارک بڑے ہی اہتمام سے منعقد کرتے ہیں۔ ملک بھر کے جید علمائے کرام مشائخ عظام لاتعداد نعت خوان حضرات شرکت کر کے عقیدتوں کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔

جناب صاحبزادہ سید محمد عثمان نوری صاحب ہر سال نوری مسجد ریلوے اسٹیشن لاہور میں 20 صفر المظفر کو امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان محدث بریلی کی یاد میں ''امام احمد رضا کانفرنس'' کا بھی اہتمام کرتے ہیں، جس میں ملک بھر کے جید علمائے کرام مشائخ عظام اعلیٰ حضرت کی دینی و فکری خدمت کے حوالے سے اُن کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا صوفی محمد رمضان قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شہباز قضائے تجرید، ہمائے آشیانہ تفرید، واقف اسرار شریعت وطریقت، مستغرق در بحر عشق ومحبت، صوفی باصفا حضرت مولانا صوفی محمد رمضان قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ آفتاب آسمان طہارت و پاکیزگی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت لدھیانہ مشرق پنجاب انڈیا میں مولوی ولایت صاحب انصاری علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

گھر کے دینی ومذہبی ماحول کی بنا پر آپ بچپن ہی سے یاد خدا میں مصروف ومشغول ہو گئے تھے۔ آپ انتہائی مسکین طبیعت کے مالک تھے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو چھپائے رکھتے تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں مولوی غلام نبی قادری نوشاہی پھاگلوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور مجاہدات کی تکمیل اور سلوک ومعرفت کی منازل طے کرنے کے بعد انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز وصاحب ارشاد ہوئے۔

پیر شریف احمد شرافت کا آپ کے بارے میں اظہار خیال ☆: سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کے معروف مؤرخ اور روحانی پیشوا حضرت پیر سید شریف احمد شرافت نوشاہی قادری علیہ الرحمتہ شریف التواریخ میں رقم طراز ہیں کہ آپ صاحب زہد وعبادت ہیں۔ طبیعت اخفا پسند ہے۔ ضعیف العمر ہیں۔ تقریباً نوے برس کی عمر ہوگی۔ بڑے ہی مؤدب خلیق، اور حلیم الطبع ہیں۔ 1377 ہجری میں درگاہ حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمتہ پر زیارت کے لیے آئے تو میری پہلی مرتبہ ان سے ملاقات ہوئی۔ آپ میرے مخلص کرم فرماؤں میں سے ہیں۔

قیام پاکستان کے موقع پر ہجرت ☆: تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے بعد آپ لدھیانہ سے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے تو گلی نمبر ۱۱ محلہ گورونانک پورہ فیصل آباد شہر میں سکونت اختیار کی۔ اخفاء کا یہ عالم کہ اس محلہ گورونانک پورہ میں زیادہ تر لوگ اہل حدیث مکتبہ فکر غیر مقلد رہتے تھے۔ آپ نے کبھی بھی اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا اور درویشانہ زندگی گذارتے رہے۔

"کتاب شمیم جالندھر" کے مصنف اور سلسلہ عالیہ صابریہ کے معروف بزرگ حضرت مولانا ابو مظہر علی اصغر چشتی صابری مدظلہ فرماتے ہیں کہ آپ سے میری ملاقات 1952ء کے لگ بھگ میاں ظفر اقبال لدھیانوی کی ہوزری میں ہوئی۔ اس کے بعد میں گاہے گاہے ملاقات کرتا رہا۔

جب آپ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس پر تشریف لاتے تو محلّہ کوچہ امر سدھو کی مسجد میں آپ کے آنے سے رونق لگ جاتی۔ آپ کے مریدین مسجد میں آ کر نمازیں پڑھتے 19 صفر کو محفل میلاد ہوتی اور بیس صفر کو محفل سماع ہوتی تھی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی چشتی صابری علیہ الرحمتہ کا بے حد احترام کرتے تھے، ان کا نام بڑے احترام سے لیتے اور ان کی تعریف کرتے تھے۔

حضرت مولانا ابو مظہر علی اصغر چشتی صاحب مدظلہ جب کبھی تشریف لے جاتے تو آپ اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ اور اپنے سینے سے لگا لیتے اور اپنے پاس سرہانے کی جانب ہی بٹھاتے تھے۔

ایک مرتبہ مولانا ابو مظہر علی اصغر چشتی صاحب مدظلہ آپ سے ملنے کے لیے آپ کے گھر گئے۔ تو آپ باوجود کمزوری کے خود اٹھے اور گھر کے اندر جا کر مٹھائی اور چائے لا کر بڑے ہی پیار سے پیش کی اور کھانے کے لیے بار بار ارشاد فرماتے رہے۔

حضرت مولانا ابو مظہر علی اصغر چشتی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے محفل میلاد کے جلسے کی صدارت کے لیے عرض کیا۔ اول تو انکار فرماتے رہے۔ لیکن بعد میں میرے خلوص کو دیکھ کر رضامند ہو گئے اور جامع مسجد صدیق اکبر کوچہ سدھو مصر اندرون شاہ عالمی مارکیٹ لاہور کے سالانہ جلسے کی صدارت فرمائی۔

سیرت و کردار☆: آپ شریعت مطہرہ کے بہت پابند تھے۔ جب تک بدن میں طاقت رہی مسجد میں جا کر با جماعت نماز ادا کرتے رہے۔ اسی طرح مریدین کو بھی سختی سے نماز با جماعت پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔ جب بدن میں کمزوری لاحق ہو گئی اور مسجد کی سیڑھیاں بار بار اترنا چڑھنا دشوار ہو گیا تو خود بروقت گھر پر نماز پڑھتے اور مریدین کو مسجد میں بھیج دیتے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پُر انوار پر تشریف لاتے تو تین چار گھنٹے تک مراقب رہتے تھے۔ اپنے مرید و عقیدتمند میاں ظفر اقبال لدھیانوی سے فرماتے تھے کہ ظفر رات میں دو گھنٹے رب تعالیٰ کی یاد کے لیے نکال لیا کرو اور اللہ اللہ کیا کرو۔

آپ کی عادت تھی کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ کا احترام کرتے تھے۔ چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ کھانا بہت کم یعنی نہ کھانے کے برابر تناول فرماتے۔ اکثر خاموش رہتے تھے مگر جب گفتگو فرماتے تو تصوف کے موتی بکھیر کر رکھ دیتے تھے۔ آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں تقریباً دو مرتبہ حج بیت اللہ ادا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے سینے میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

اولاد و امجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو چار صاحبزادے عنایت فرمائے جن میں صاحبزادہ صابر علی، صاحبزادہ میاں محمد طاسین، صاحبزادہ محمد یٰسین، صاحبزادہ میاں حامیم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

وصال با کمال☆: آپ کا وصال با کمال 27 ربیع الثانی ۱۳۹۴ ہجری بمطابق 20 مئی 1974ء کو ہوا۔ مزار پر انوار فیصل آباد میں ہی مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے صاحبزادے میاں محمد طاسین ماہ مئی میں 20 مئی کے قریب، جمعرات، جمعہ، ہفتہ کو آپ کا عرس کراتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید حاجی شاہ بخاری نوشاہی قادری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پیکر صدق وفا، واقف راز الست بر بکم، مخزن اسرار حقیقت، فخر السادات پیر طریقت، امیر شریعت حضرت پیر سیّد حاجی شاہ بخاری نوشاہی قادری رحمتہ اللہ علیہ موضع بھائی خان جی ٹی روڈ گوجر خان ضلع راولپنڈی میں ولی العصر حضرت پیر سید شرف شاہ بخاری علیہ الرحمۃ کے گھر آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

گھر کا ماحول جو کہ شروع ہی سے مذہبی اور روحانی تھا۔ والدین کی خصوصی توجہ سے آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں ہی مکمل کر لی تھی۔ آپ ابھی کم سنی کے عالم میں تھے کہ والد گرامی کا وصال ہو گیا۔ والد گرامی کے وصال کے بعد فارسی عربی اور فقہی تعلیم کے لئے آپ نے قاضی محمد فاضل کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے اس کے لئے مولوی روشن دین مراد یالوی سے بھی اکتساب فیض کیا۔ باقی ماندہ تعلیم کے حصول اور تکمیل کے لئے آپ علاقہ چھچھ اور سواں کے علمی مراکز میں بھی تشریف لے گئے اور اپنے وقت کے بڑے بڑے فاضلین سے استفادہ کیا۔

رہتاس کے مقام سے جے وی کا کورس مکمل کرنے کے بعد بھائی خان تشریف لا کر ایک پرائمری سکول کی بنیاد رکھی اور سرسیّد احمد خان کی طرح علاقہ بھر کے سات گاؤں کے لوگوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کر کے ایک اہم قومی وملی فریضہ سرانجام دیا۔

خانوادہ جلالیہ بخاریہ اور تصوف ☆: بخاری سادات کا گھرانہ شروع ہی سے فقر وتصوف اور ظاہری وباطنی علوم کا مرکز رہا ہے۔ سادات کرام کی اس شاخ سے حضرت پیر سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت، حضرت سید صدرالدین راجن قتال بخاری، میراں موج دریا بخاری شمہ لاہوری علیہم الرحمۃ کے علاوہ دیگر جلیل القدر اولیائے کاملین ہوئے ہیں جن کے فیضان روحانی سے شہنشاہ وگدا سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں افراد مستفیض ومستفید ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

تاریخ گواہ ہے شاہ دہلی ناصرالدین حضرت پیر سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمۃ کی پالکی کا پایہ پکڑ کر دہلی شہر میں داخل ہوا کرتا تھا جبکہ شہر دہلی سے تین میل باہر آ کر حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمۃ کا استقبال کرتا تھا۔

سیرت وکردار ☆: آپ سر تا پا سنت رسول اللہ ﷺ کی عملی تفسیر تھے۔ بے نواؤں، یتیموں اور بادیہ کیشوں کے دستگیر تھے۔ آپ کا سینہ علوم باطنیہ کا خزینہ تھا۔ صدق وصفا اور راست بازی آپ کا شعار رہا۔ شریعت وطریقت کی پاسداری آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ سخاوت میں اپنے اجداد کی طرح بے مثال تھے۔ دستر خوان وسیع اور دراز تھا۔ آپ کو دیکھ کر قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی

تھی۔ دن ورات درود شریف کے علاوہ دیگر وظائف اور تلاوت قرآن کریم میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ فقہ، صرف ونحو اور علم الکلام آپ کی گفتگو کا ماحاصل ہوتا تھا۔ گفتگو میں اسرار و رموز کی گتھیاں خود بخود سلجھتی دکھائی دیتی تھیں۔ آپ کے بیان کا انداز اس قدر سادہ اور آسان تھا کہ پڑھا لکھا اور ان پڑھ شخص بھی آپ کی بات آسانی سے سمجھ لیتا تھا۔ اور ایسے ایسے نکات بیان فرما دیتے تھے کہ بڑے بڑے علماء اور اہل علم انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔ آپ تحمل اور بردباری اور خوش اخلاقی کا مرکز و محور تھے جس کی وجہ سے عوام کا ہجوم آپ کے گرد جمع رہتا تھا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کے معروف روحانی بزرگ حضرت پیر سلطان علی نوشاہی قادری علیہ الرحمۃ آف سنگھوئی شریف کے دست حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور باطنی علوم کی تکمیل کے بعد آپ کے مرشد کامل نے 1916ء میں آپ کو خرقۂ خلافت واجازت بیعت وارشاد سے نواز کر سرفراز فرمایا۔

تاج خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ نے اپنی خانقاہ جلالیہ بھائی خان میں لوگوں کو روحانی فیض سے مستفید کرنا شروع کر دیا حتیٰ کے دور دور سے آ کر لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوتے تھے۔

آپ کے عقیدت مندان کا حلقہ بہت وسیع اور دراز ہے پورے پوٹھوار کے تمام مواضعات اور کشمیر میں آپ کے عقیدت منداور مریدین کی کثیر تعداد ہے جو شمار سے باہر ہے۔

تحریک پاکستان میں آپ کا کردار ☆: شیخ المشائخ امیر حزب اللہ حضرت پیر سید فضل شاہ چشتی نظامی جلالپوری علیہ الرحمۃ نے جب جماعت حزب اللہ کی بنیاد رکھی تو آپ نے ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس میں شمولیت اختیار کی آپ کو امیر حزب اللہ نے اس تنظیم کا عہدیدار بھی مقرر فرمایا۔

جب حضرت پیر سید فضل شاہ امیر حزب اللہ جلالپوری علیہ الرحمۃ نے پنجاب کے ایک ہزار سے زیادہ نوابوں اور روسا کو جمع کر کے تحریک پاکستان میں اہم کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا تو آپ نے بھی تحریک پاکستان میں عملاً حصہ لیا۔ سرحد کے ریفرنڈم کے لئے اپنے دوستوں عقیدت مندوں اور مریدین کو قائداعظم کی سیاسی مدد پر آمادہ کیا۔ اس سلسلہ میں درہ، مردان، سوات، بونیر، ڈیرہ اسماعیل خان اور پشاور جیسے اہم مقامات کا دورہ کیا۔

آپ کا روحانی مقام اور جنات کی شاگردی ☆: آپ کو حضرت خضر علیہ السلام سے خاص روحانی نسبت تھی۔ مکمل بارہ برس تک آپ نالہ کانسی کے پانی میں کھڑے ہو کر اور ادو وظائف میں مصروف رہے ہر روز نماز فجر اپنے گاؤں کی جامع مسجد میں ادا فرماتے۔

آپ کے ایک عقیدت مند محبت حسین ساکن موہڑہ فیروزاں کا بیان ہے کہ میرے والدین نے تعلیم باطن کے حصول کے لئے مجھے آپ کے حوالے کر دیا۔ ابھی میں آپ کے مکتب میں داخل ہوا ہی تھا کہ دوسری شب کو میں نے دیکھا کہ نماز عشاء کے بعد کئی بچے آپ سے قرأت سیکھنے کے لئے جمع تھے کہ سبق کے دوران کسی بچے نے سبق میں غلطی کی تو آپ نے اسے تھپڑ رسید کیا تو وہ رونے لگا۔ میں نے غور سے دیکھا تو کلاس میں جمع لڑکوں کی شکل انسانی صورتوں جیسی نہ تھی بلکہ جنات کی طرح تھی۔ جب آپ کی نگاہ مجھ پر پڑی

اور مجھے ان بچوں پر متوجہ دیکھا تو آپ نے ان کو چھٹی دے دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ بچے بند کمرے سے غائب ہو گئے۔

شہنشاہ بغداد پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانی بشارت اور حکم سے آپ سات برس تک نگایل عمر خان کی ایک مسجد میں عصر کی نماز با جماعت ہمراہیوں سمیت ادا فرمایا کرتے تھے۔ جس میں اپنے وقت کے سینکڑوں اصفیاء اولیاء اتقیاء اور سجادگان حضرات شمولیت فرمایا کرتے تھے۔

آپ کی دعا سے بے اولاد کو اولاد نرینہ ملی ☆: فضل احمد جٹ نامی شخص کے ہاں اولاد نرینہ نہ تھی۔ دونوں میاں بیوی دعا کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی تو آپ نے اس کے لئے دعا بھی کی اور دو تعویز بھی لکھ کر دیئے۔

چنانچہ آپ کی دعا کی برکت سے خدا نے اس کو دو بیٹے اکٹھے عطا کئے۔

قتل کے الزام سے بری ☆: تحصیل گوجر خان کے معروف گاؤں دلمی شریف کی ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ حضور میرا بیٹا بے گناہ قتل کے الزام میں قید کر دیا گیا ہے اور جج نے پھانسی کا حکم دے دیا ہے۔ البتہ ہائی کورٹ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر رکھی ہے۔

سرکار اب آپ کی خدمت میں التجا ہے کہ دعا فرمائیں میرا بے گناہ بیٹا اس مقدمہ میں بری ہو جائے۔ آپ نے بڑے خشوع اور خصوع سے اس کی رہائی کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا کہ مائی کل صبح سورج طلوع ہونے سے قبل تیرا بیٹا بری ہو کر آ جائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خدا کے فضل و کرم سے اگلے روز اس مائی کا بیٹا طلوع آفتاب سے قبل جیل کے کپڑوں میں ملبوس بری ہو کر گھر آ گیا۔

آپ کے معاصرین کا ہدیہ عقیدت ☆: معروف روحانی پیشوا حضرت میاں بقا محمد نوشاہی برقندازی پاکپتنی علیہ الرحمۃ نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ سید زادہ اپنے اجداد کا صحیح جانشین ثابت ہوگا جبکہ روحانیت میں بھی یگانہ روزگار ہوگا۔

حضرت سائیں نظام الدین خلیفہ سلطانی نوشاہی اپنی ایک کتاب میں آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

سید حاجی شاہ خلیفہ
ہر دم پڑھدا رہے وظیفہ
باپ دادے دی گدی تے بیٹھا
وصف نواز مہمانی دا

آپ کا علمی ذوق ☆: آپ کے پاس قلمی مسودات پر مشتمل ایک نادر کتب خانہ موجود تھا جو اب بھی آپ کے بڑے صاحبزادے کے پاس محفوظ ہے۔ ان نادر قلمی مخطوطات میں۔ فقہ۔ تفسیر۔ حدیث۔ علم نجوم۔ وظائف و تعویزات کی کتب شامل ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 16 جون 1976ء کو ہوا جبکہ آپ کی نماز جنازہ اور تدفین 17 جون کو کی گئی۔
آپ کے جنازہ کے وقت شدید گرمی تھی۔لوگوں نے آپ کے وسیلہ سے بارگاہ خداوندی میں بارش کے لئے دعا کی تو لوگ آپ کی تدفین سے فارغ ہو کر ابھی گھر نہ پہنچے تھے کہ آناً فاناً موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اور برف کے اولے بھی گرنا شروع ہو گئے اور چند ہی لمحوں میں موسم بدل گیا۔آپ کی اس کرامت کا چرچا زبان زد خاص وعام پر ہے۔

آپ کا مزار پرانوار موضع بھائی خان جی ٹی روڈ گوجر خان ضلع راولپنڈی میں مرجع خاص وعام ہے جہاں آج بھی آپ کے عقیدت مندان حاضری دے کر دلوں کو جلا بخشتے ہیں۔

آپ کے دبار کے سجادہ نشین حضرت پیر سید حبیب شاہ بخاری مدظلہ العالی جو کہ پوٹھواری زبان کے بہترین شاعر اور علمی شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین ادیب وخطیب اور ایک کتاب ''پوٹھوار ماہ وسال کے آئینہ میں'' کے مصنف بھی ہیں جو بڑے ہی ملنسار بلند اخلاق کے مالک ہیں۔اور اپنے اجداد کی جلائی ہوئی شمع کو روشن کئے ہوئے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کی حضرت پیر سید حبیب شاہ بخاری سے اچھی یاداللہ ہے، بارہا فقیر سے ملاقات کے لئے گاہے بہ گاہے گوجر خان سے تشریف لاتے رہتے ہیں، بڑے ہی صاحب علم وعمل باکردار اور صاحب درد اور دھڑلے کے آدمی ہیں خدا حضرت پیر سید حبیب شاہ صاحب کو سلامت رکھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیف اللہ نوری قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: آئینہ جلال و جمال حقانی، مظہر تامہ کمال انسانی، معشوق العاشقین حضرت سیف اللہ نوری قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ جمال معرفت وکمال حقیقت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1317 ہجری بمطابق 1899ء کو کمال پور شریف بستی سیالکوٹ میں ہوئی۔ یہ بستی آپ کی ولادت باسعادت اور آپ کے قدم چومنے کے بعد کمال پور شریف کے نام سے متعارف ہوئی۔

آپ کی عمر عزیز ابھی صرف چھ برس کی تھی۔ تو مروجہ تعلیم کے لیے آپ کو سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ مگر چونکہ آپ کی طبیعت کا میلان روحانیت کی طرف مائل تھا۔ اس لیے سکول کی طرف کماحقہٗ مائل نہ ہوسکی۔

اور مکتب میں جانے کی بجائے ایک شہید بزرگ کے مزار پرانوار پر گم سم بیٹھے رہتے تھے جبکہ آپ کے ہم عمر ہمجولی بچے قریب ہی کھیل کود میں مصروف ہوتے اور آپ یاد خدا سے لو لگائے ہوتے۔

ایک روز صاحب مزار شہید بابا نے خواب میں دینی علم کے حصول کی ترغیب دی تو آپ نے ان کے کہنے پر کمال پور شریف کی مسجد کے امام صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے قرآن حکیم کی تعلیم کا آغاز کیا اور بڑی دلجمعی سے قرآن پاک مکمل کر کے فارغ ہوئے۔ اس دوران نماز روزہ سے طبیعت اس قدر لگی اور مسجد کی فضا ایسی بھائی کہ دن ورات مسجد ہی میں رہنے لگے۔ کلام الٰہی کا شغف اتنا بڑھا کہ اشتہا غالب آنے پر گھر آتے اور کھانا کھا کر مسجد میں چلے جاتے۔ گیارہ برس کی عمر عزیز میں قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد آپ **لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ** کا مصداق بن کر رہ گئے۔ دن ہو یا رات ہمہ وقت یاد الٰہی آپ کا شیوۂ خاص تھا۔ حفظ قرآن کے بعد باطنی تربیت کی طرف آپ کی توجہ غالب ہوئی اور آپ کو کسی رہبر کامل کی ضرورت ہوئی تو اس کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگے بالآخر کسی غیبی قوت کے اشارے پر مرشد کامل کی بارگاہ میں پہنچے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں قطب یگانہ حضرت خواجہ پیر فضل شاہ قادری نوشاہی بلاقی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور بعد از تکمیل مجاہدات انہی کے دست مبارک سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ نے بیعت کے بعد اپنے شیخ کامل کے بتلائے ہوئے اوراد ووظائف پر سختی سے عمل کیا۔ جس کا اثر

یہ ہوا کہ مرشد کامل کی نگاہ التفات سے ان وظائف کی وجہ سے آپ پر قوت پرواز کا غلبہ طاری ہو گیا۔ جس کی وجہ سے آپ اپنے جسم کو پکڑتے رکھتے کہ کہیں ہوا میں اڑ نہ جائے۔ وہ جذبۂ عشق جو سالہا سال کی عبادت و ریاضت اور شب بیداری اور صبح و شام کی بیقراری سے میسر نہ آسکے۔ مرشد کامل کی ایک نگاہ کرم سے تمام عقدے کھل گئے اور آپ کو ہر ایک چیز خدا کا ذکر کرتے ہوئے نظر آنے لگی۔ آپ پر ذکر وفکر کے ساتھ ساتھ قلب میں سوز وگداز اس حد تک بڑھا کہ آپ اپنے بیگانے سے بے نیاز ہو گئے۔

اس کے علاوہ بھی حق تعالیٰ کی طرف سے آپ پر انعامات وانوارات وتجلیات کی بارش بھی شروع ہو گئی اور آپ کی شخصیت منبع فیوض وبرکات بن گئی۔ ہر روز لاتعداد افراد آپ کے پاس دعاؤں کے لیے حاضر ہوتے۔ آنے والوں میں نہ صرف قرب وجوار کے لوگ بلکہ دور دور سے لوگ آ کر اکتساب فیض کرنے لگے۔

آپ کی پُر وقار شخصیت اور حسن اخلاق بلندی کردار اور پاکیزگی باطن نے ہزار ہا مسلمانوں کے دلوں سے کدورت ونفرت ختم کر کے ان کے قلوب واذہان کو بدل کر رکھ دیا۔

لاتعداد غیر مسلموں نے آپ کی مساعی جمیلہ سے اسلام قبول کیا اور آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۹۷ ہجری بمطابق 15 مئی 1977ء کو ہوا۔ مزار پرانوار چائنہ روڈ سیالکوٹ شہر میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کا عرس سال میں دو مرتبہ نہایت عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔ لاتعداد عقیدتمندان شرکت کر کے اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

تعارف سلسلہ عالیہ قلندریہ

سلسلہ عالیہ قلندریہ کا مشرب اور حقیقت کیا ہے؟

سلسلہ قلندریہ چند سلسلوں کے بزرگوں پر مشتمل ہے جو مختلف سلسلوں سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو مشرب قلندریہ سے منسوب کرتے ہیں چنانچہ محمد قلندر اور ان کے مریدین کا ایک گروہ کثیر تھا جو یہ عظیم القدر مشرب قلندریہ رکھتا تھا یہ شعر بھی ان کا ہی ہے۔

ما ز دریائم و دریا ہم زماست
ایں سخن داند کسے کو آشنا است

ترجمہ☆: ہم دریا سے ہیں اور دریا ہم سے ہے یہ بات وہ جانتا ہے جو آشنا ہے۔

ان کے علاوہ شاہ حیدر قلندرؒ شاہ حسین بلخیؒ اور ان کے مرید نیز شیخ شمس الدین تبریزی مولانا روم اور ان کے اصحاب اور دیگر اہل اللہ مثلاً شیخ فخر الدین عراقیؒ خواجہ اسحاق مغربیؒ خواجہ حافظ شیرازیؒ وغیرہ ہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین دیگر سلاسل کے بہت سے شہباز قلندریہ مشرب رکھتے تھے۔ اور ابدال اکثر اسی مشرب پر ہوتے ہیں اور ہمیشہ اصلاح باطن میں کوشاں رہتے ہیں۔

چنانچہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس میں تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بعض لوگوں نے امامت کی درخواست کی شیخ صدرالدین قونوی علیہ الرحمۃ بھی اسی مجلس میں موجود تھے مولانا نے کہا کہ ہم ابدال لوگ ہیں ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں بیٹھ جاتے ہیں کھاتے پیتے ہیں امامت کے لائق اہل تمکین ہیں۔ اہل تمکین اسے کہتے ہیں جو غلبہ حال سے مغلوب نہ ہو سکے ایسے حضرات کو ابوالحال بھی کہتے ہیں۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ صدرالدین علیہ الرحمۃ کی طرف اشارہ کیا اور انہوں نے امامت کروائی۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ خواجگان چشت کے سرحلقہ و سردار حضرت خواجہ ابواحمد ابدال علیہ الرحمۃ سے لیکر آج تک ہمارے اکثر خواجگان چشت ابدال تھے۔ اور ان سے عالی شان کرامات خوارق و عادات ظاہر ہوئے۔

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں مشرب قلندریہ نے شاہ حضرت رومیؒ سے شہرت پائی وہ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں قلندری لباس میں حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی آ کر مرید ہوئے۔ حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے تربیت کے بعد خرقہ خلافت ان کو عطا فرمایا اور رخصت کیا لیکن لباس قلندری کو تبدیل نہ کیا حضرت شاہ رومی بڑے مستغنی اور عظیم الشان بزرگ تھے ان سے بہت

کرامات اور خوارق وعادات ظاہر ہوئیں۔ جب جونپور کے علاقے میں تشریف لے گئے تو شاہ نجم الدین قلندر علیہ الرحمۃ آپ کے ارادت مندوں میں داخل ہو کر حلقہ بگوش ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا اور خود روم واپس چلے گئے۔ اب ان کا سلسلہ شاہ قطب بینا دل علیہ الرحمۃ کی بدولت ہندوستان میں جاری ہے۔ شیخ محمود قلندر لکھنوی اور شیخ عبدالرحمٰن لاہر پوری علیہم الرحمۃ اسی سلسلہ میں تھے اس سلسلہ کو چشتیہ قلندریہ کہتے ہیں۔ حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر علیہ الرحمۃ جنہوں نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے تربیت حاصل کی وہ بھی یہی قلندرانہ مشرب رکھتے تھے اور یہ شعر بھی انہیں کا ہے

گر بوعلی نوائے قلندر نہ نواختے

صوفی بدے ہر آنکہ در عالم قلندر است

ترجمہ☆: اگر بوعلی قلندرانہ نغمہ نہ الاپتا تو جو جہاں میں قلندر ہیں سب صوفی ہوتے قلندر کوئی نہ ہوتا۔ حضرت شیخ الاسلام زبدۃ الانبیاء حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سلطان الاولیاء حضرت خواجہ مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیئری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلیفہ حضرت شیخ شمس الدین ترک علیہ الرحمۃ بھی قلندرانہ روش رکھتے تھے اور میر سید محمد گیسو دراز بھی یہی مشرب رکھتے تھے یہ اشعار بھی انہیں کے ہیں۔

زمین آسمان بردو شریف آند

قلندر را دریں ہر دو مکان نیست

نظر در دیدہ ہا ناقص فتاد

وگرنہ یار من از کس نہاں نیست

ترجمہ☆: زمین و آسمان دونوں کھلے ہیں لیکن قلندر کے لیے ان دونوں میں جگہ نہیں ہے آنکھوں میں نظر کمزور ہے ورنہ میرا دوست کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

میر سید محمد مکی جو حضرت شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی علیہ الرحمۃ کے اعظم خلفاء میں سے ہیں وہ بھی اسی مشرب پر تھے یہ اشعار انہیں کے ہیں۔

اندرره عشق سرسری نتواں رفت

بے دیدہ رہ قلندری نتواں رفت

خواہی کے پس از کف بیابی ایمان

تاجاں نہ رہی بکافری نتواں رفت

ترجمہ☆: راہ حق میں سرسری طریق پر نہیں چلنا چاہیے آنکھوں کے بغیر قلندری کے راستے پر نہیں چلا جا سکتا اگر تو چاہتا ہے کہ کفر کے بعد ایمان حاصل کرے جب تک تو جان نہ دے گا کافری تک نہ پہنچے گا کفر سے مراد یہاں کفر حقیقی ہے۔ اسی طرح حضرت خواجہ

مسعود یک جوکہ شیخ رکن الدین بن شیخ شہاب الدین امام جو حضرت سلطان المشائخ کے مرید و خلیفہ تھے وہ بھی قلندری مشرب رکھتے تھے۔ آپ بڑے بے باک بزرگ تھے۔ آپ کی طرح سلسلہ عالیہ چشتیہ میں کسی نے حقائق سے لبریز مستانہ کلام نہیں کہا۔ یہ شعر بھی ان کے قصیدے کا حصہ ہے۔

مجرد شواز دین و دنیا قلندر
کہ راہ حقیقت ازیں دو برتر

ترجمہ☆: اے قلندر دنیا و دین دونوں سے آزاد ہو جا کیونکہ راہ حقیقت ان دونوں سے برتر ہے۔ حضرت مخدوم شیخ عبدالحق ردولوی علیہ الرحمۃ بھی یہی عالی قدر مشرب رکھتے تھے۔

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی علیہ الرحمۃ رسالہ قلندریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صوفی منتہی جب مقصد کو پہنچتا ہے۔ قلندر ہو جاتا ہے۔ ذکر قلندر حق ہے۔ جس سے تمام جہاں مستغنی یعنی مستفیض ہوتے ہیں قلندر کا دین دانا ہے جو تمام جہاں پر توانا ہے۔ قلندر کی دنیا تفرید یعنی ذات حق میں محویت تامہ ہے جو توحید کی بشارت دیتی ہے۔ یعنی جس کی وجہ سے قلندر ذات حق میں ایک ہو جاتا ہے۔ قلندر کا علم سہو ہے یعنی اپنے آپ کو بھول جانا اور حق رہ جانا قلندر کا عمل محو ہے۔ یعنی ذات حق میں محو ہو جانا اور قلندر کا طریق عشق ہے۔ عشق کیا ہے اللہ ہے۔

حضرت شاہ حسین بلخی فرماتے ہیں۔

قلندر کے بیاید در عبارت
قلندر کے بگنجند در اشارات

آپ فرماتے ہیں کہ قلندر کی حقیقت بیان کرنا ناممکن ہے۔ قلندر ہر قسم کی تعریف و توضیح سے بالاتر ہے۔

وسلام مع الکرام۔ خاکپائے در مخدوم صابر نواز

صاحبزادہ مقصود احمد صابری

حضرت رابعہ بصری قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

تعارف ☆: ولی لعصر فنافی اللہ بقاباللہ چراغ بزم اولیاء تارک الدینا محبوب ذات الہٰ فخر الکاملین و عارفین، مقبول بارگاہ صمدیت واحدیت حضرت رابعہ بصری قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا سوختہ عشق، اُمُّ الخیر آئینہ جلال و جمالِ حقانی اور راز دارِ رب العلی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 97ھ میں خدا کے ایک مقرب بندے کے گھر ہوئی۔ جس رات آپ کی ولادت باسعادت ہوئی آپ کے والدین کے گھر چراغ جلانے کے لیے تیل موجود نہ تھا سخت سردی کا موسم اور اندھیری رات میں خدا کی اس ولیہ کا اس دنیا میں ظہور ہوا جبکہ گھر میں دنیا کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ مگر آپ کے والدین کریمین کا دل خدا کے توکل سے مالا مال تھا جس کیوجہ سے آپ کے والدین آزردہ خاطر نہ ہوئے اور نہ ہی کسی کے آگے دست طلب دراز کیا زبان پر حرف شکایت نہ لائے اپنے خالق و مالک کی مرضی پر شاکر ہو کر بارگاہ خداوند میں اپنا سر سجدے میں رکھ کر ثابت قدمی کے لیے دعا کی۔

ادھر خدا کی بارگاہ میں حوصلے کی پختگی کے لیے دعا کی دوسری طرف تھوڑی ہی دیر میں چہرے پر نیند کے اثرات وارد ہوئے اور غنودگی کے عالم میں مدینے کے تاجدار نبی کریم ﷺ نے یہ خوشخبری سنائی کہ تمھاری بیٹی اندھیروں میں روشن چراغ ہے۔ اور آپ کے والد سے یہ بھی فرمایا کہ اے میرے غلام تو ابھی جا اور حاکم وقت کو ہمارا پیغام دے کہ تو نے اپنے معمولات کے مطابق آج ہم پر درود نہیں بھیجا لہٰذا کفارہ کے طور پر وہ تمہیں چار سو درہم دے دے اور تو اس سے اپنی ضرورت پوری کر۔

خواب سے بیدار ہونے پر حضرت رابعہ بصری کے والد گرامی کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی ایک طرف تو کائنات کے مالک و مختار نبی رحمت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونا کوئی معمولی بات نہ تھی دوسری طرف یہ کہ کسمپرسی کے عالم میں چار سو درہم کا مل جانا گراں بہا خزانہ سے کم نہ تھا اپنے گھر سے نکلے اور اسی وقت شاہی دربار پہنچ کر شہنشاہ دو عالم ﷺ کا پیغام رحمت حاکم وقت کو سنایا بادشاہ پیغام سنتے ہی سجدہ ریز ہو گیا اور کہنے لگا واہ میری قسمت کہ رحمت کائنات ﷺ نے مجھے یاد فرمایا اور ساتھ ہی پیغام پہنچانے والے کا بھی شکر گذار ہوا اور حسب الحکم چار سو درہم پیش کیئے پریشان حال شخص آسودۂ خاطر ہو کر گھر لوٹا اور زچہ و بچہ کی ضرورت کو پورا کیا۔ اس کو اپنی بچی کی خوش قسمتی پر ناز تھا کہ جس کی وجہ سے مدینے کے تاجدار ﷺ کی زیارت بھی ہوئی اور آسودہ حالی بھی ختم ہوئی۔

پھر زمانے نے دیکھا کہ وہ بچی اپنے وقت کی عظیم ولیہ اور قلندر رابعہ بصری کہلائی جس کے طواف کے لیے کعبہ بھی اپنے مقام سے گیا۔

سیرت و کردار ☆: آپ نے تمام زندگی شادی کے بغیر گذاری دیگر اہل اللہ کی طرح اپنی زندگی عبادت و ریاضت میں گذارنا

چاہتی تھیں۔ اس لیے کہ ازدواجی رشتے عبادت وریاضت میں رکاوٹ بنتے ہیں چونکہ آپ لمحہ بھر کے لیے بھی خدا سے دوری پسند نہ کرتی تھیں۔ عبادت وریاضت میں آپ کی مثال ناممکن ہے۔ آپ ایک ہزار نفل روزانہ ادا کرتی تھیں فرض نماز کے ادا کرنے میں آپ نے ذرہ بھر بھی کوتاہی نہ کی حضرت شیخ فریدالدین عطار علیہ الرحمۃ نے اسی وجہ سے آپ کو ثانی مریم اور یکے از خاصان خدا کہا ہے۔ توکل اور تسلیم ورضا آپ کا معمول رہا ہے۔

توکل وتسلیم ورضا میں استقامت☆: ایک مرتبہ آپ کے پاس دو درویش مہمان تشریف لائے اور کھانے کے لیے روٹی طلب کی اس وقت آپ کے گھر میں صرف دو روٹیاں تھیں آپ نے دونوں روٹیاں دستر خوان پر رکھوا دیں اسی وقت دروازے پر ایک سائل آیا اور کہنے لگا کہ اللہ کے نام پر دو روٹیاں دے دو آپ نے وہ دو روٹیاں اس فقیر کو دے دیں اور یہ سمجھا کہ یہ فقیر ان مہمانوں سے زیادہ ان روٹیوں کا مستحق ہے۔ اس کے بعد آپ بھی مہمانوں کے ساتھ خدا کی طرف سے روٹیوں کی آمد کے انتظار میں بیٹھ گئیں۔ مہمان درویشوں نے جب آپ سے دوبارہ روٹی کا تقاضہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا کا وعدہ ایفا ہونے میں دیر نہیں لگتی ابھی خدا کوئی انتظام فرمادے گا۔

تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ ایک کنیز سر پر روٹیوں کا خوان اٹھائے آپ کے پاس حاضر ہوئی آپ نے خوان میں موجود روٹیاں شمار کیں اور اس کنیز سے فرمایا کہ یہ خوان ہمارے لیے نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو واپس لے جاؤ کنیز نے دست بستہ عرض کی یہ خوان میری مالکہ نے آپ ہی کے لیے بھجوایا ہے۔ لیکن آپ نے لینے سے انکار کر دیا کہ یہ ہمارے لیے نہیں ہے اس کو واپس لے جاؤ کنیز نے دوبارہ دست بستہ ہو کر عرض کیا کہ مائی صاحبہ یہ خوان میری مالکن نے آپ ہی کے لیے بھیجا ہے لہٰذا آپ قبول فرمالیں اس کے ساتھ ہی وہ درویش مہمان بھی بول پڑے کہ جب یہ بار بار اصرار کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ آپ ہی کے لیے ہے تو آپ قبول کیوں نہیں کر لیتیں۔ مگر آپ نے قبول کرنے اسے انکار کر دیا۔

چنانچہ وہ کنیز واپس چلی گئی۔ اور اپنی مالکہ سے تمام قصہ کہہ سنایا مالکہ واقعہ سن کر بہت شرمندہ ہوئی اور کہنے لگی حضرت رابعہ بصری ٹھیک فرماتی ہیں۔ اس نے خوان میں دو روٹیوں کا اضافہ کر کے دوبارہ خوان ان کی خدمت میں بھیجا اس مرتبہ روٹیاں شمار کرنے پر رابعہ بصری نے خوان کو قبول کر لیا اور فرمایا کہ یہ واقعی ہمارے لیے ہے اور فرمایا کہ مجھے اس بات کا کامل یقین تھا کہ رب تعالیٰ ایک کے بدلے دس دیتا ہے۔ میں نے چونکہ دو روٹیاں خدا کی راہ میں دی تھیں۔ اس لیے مجھے یقین کامل تھا کہ رب کائنات ایک کے بدلے دس ضرور دے گا۔

راضی ہوں میں اسی میں جس میں تیری رضا ہو

حضرت رابعہ کو خدا نے بہت بلند حوصلے عطا فرمائے تھے۔ آپ کو ذات خدا سے اتنا عشق اور محبت تھی کہ ہر آزمائش کو انہوں نے خندہ پیشانی سے قبول کیا والد گرامی کی حیات میں تو زندگی خاصی اچھی بسر ہو رہی تھی لیکن زمانہ طفولیت میں آپ کے والد گرامی کا سایہ سر

سے اٹھ گیا والد گرامی کا وصال ایسے زمانے میں ہوا کہ بصرے میں دو سال تک ایسا قحط پڑا کہ مٹھی بھر اناج کے لیے جس کا جدھر منہ اٹھا وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ اسی نفسا نفسی کے دور میں حضرت رابعہ بصری بھی اپنی تینوں بہنوں کے ہمراہ گھر سے نکل کھڑی ہوئیں بصرے کے لوگ قافلوں کی شکل میں دمشق سمرقند و بخارا اور بغداد کی جانب ہجرت کر کے جانے لگے ہر طرف لوٹ مچی ہوئی تھی کسی کو کسی کا ہوش نہ تھا اسی افراتفری کے عالم میں دوران سفر گیارہ سالہ حضرت رابعہ بصری اپنی بہنوں سے بچھڑ گئیں۔

پریشانی کے عالم میں ایک چھوٹے سے قصبے کے پاس سڑک کے کنارے بیٹھی رو رہی تھیں کہ ایک شخص انہیں اٹھا کر لے گیا۔ اور بغداد میں دوسرے غلاموں کے ساتھ آپ کو بھی نیلام کر دیا گیا آپ کو زمانہ طفولیت میں ایک ذرخرید لونڈی کی حیثیت سے زندگی گذارنا پڑی آپ جس شخص کی ملکیت میں تھیں وہ بڑا شقی القلب انسان تھا وہ آپ کے مرتبہ و مقام سے نا آشنا تھا آپ سے اتنی مشقت لیتا کہ آپ کی فرض نمازیں قضا ہو جاتیں لیکن آپ حرف شکایت لب پر نہ لائیں۔

ایک دن آپ کنویں سے پانی لا رہی تھیں چونکہ آپ ایام جوانی میں داخل ہو چکی تھیں لیکن کنیز ہونے کی وجہ سے پردہ نہ کر سکتی تھیں۔ آپ کی چڑھتی ہوئی جوانی اور حسن و جمال کو دیکھ کر ایک حوس کا پجاری بدمعاش آدمی آپ کے پیچھے لگ گیا آپ نے رفتار تیز کر دی مگر وہ بھی تیز رفتاری سے آگے بڑھا اور سامنے کھڑا ہو گیا۔

آپ اس خیال سے کہ غیر محرم کی نظر آپ پر پڑ گئی ہے۔ آپ بے ہوش ہو کر گر گئیں گرنے سے آپ کا بازو ٹوٹ گیا درد کی شدت سے آپ بے حال ہو گئیں مگر آپ نے اس کو مرضی خداوند کریم سمجھ کر برداشت کیا اور حرف شکایت لب پر نہ آنے دیا۔ اسی وقت آپ کو غیب سے آواز آئی اے رابعہ بصری تمہیں وہ مقام حاصل ہو گا جس پر ملائکۃ المقربین بھی رشک کریں گے۔ اس کے بعد آپ کو وہ درد بھی پیارا لگنے لگا آپ نے عالم وارفتگی میں بار بار ہاتھ کو چومنا شروع کر دیا۔ شکرانے کے طور پر آپ نے روزہ رکھا۔

لیکن سفاک مالک کی مشقت جوں کی توں رہی۔ وہ اتنا ظالم تھا کہ وہ بجائے اس کے کہ آپ کے روزے کا خیال یا احترام کرتا کام میں اضافہ کر دیا ایک کام کے ختم ہوتے ہی دوسرا کام بتا دیتا دن بھر کی اتنی محنت و مشقت کے باوجود آپ تمام رات اپنے رب کی عبادت و ریاضت میں اس طرح گزارتیں کہ کبھی قیام میں اور کبھی قعود میں رات گذر جاتی۔

ایک رات آپ عبادت میں مصروف تھیں کہ مالک کسی کام کی غرض سے اٹھا اور حضرت رابعہ بصری کی کوٹھڑی کے قریب سے جب اس کا گذر ہوا تو اس نے دیکھا کہ حضرت رابعہ بصری سربسجود ہیں اور ایک بقعۂ نوران کے سر پر فروزاں ہے مگر حضرت رابعہ بصری دنیا و مافیہا سے بے نیاز نہایت ہی خشوع و خضوع کے ساتھ اپنے رب کی عبادت میں مصروف تھیں اور رب کعبہ کی بارگاہ میں عرض کرتی جاتیں کہ اے میرے پروردگار اگر تو نے مجھے غیر کا محکوم نہ بنایا ہوتا تو میں رات کی طرح دن میں بھی تیری عبادت و ریاضت کرتی۔ مگر چونکہ یہ مشقت و ملامت بھی تری ہی عطا کردہ ہے۔ اسی وجہ سے میں ہر ستم کو خندہ پیشانی سے قبول کیئے ہوئے ہوں۔

مالک نے جب یہ حالت دیکھی تو اس کے دل کی کیفیت بدل گئی وہ ساری رات جاگتا رہا اور اپنا چین و قرار برقرار نہ رکھ سکا۔ صبح

سویرے اٹھ کر حضرت رابعہ بصری کے کمرے میں آیا اور ہاتھ جوڑ کر گذشتہ سلوک کی معافی مانگی اور آپ کو آزاد کر دیا اور کہنے لگا کہ آپ آج کے بعد جہاں چاہیں وہاں جاسکتی ہیں مگر میری یہ خواہش ہے کہ اگر آپ میرے پاس ہی قیام کرنا پسند فرمائیں تو میں آپ کا بے حد مشکور رہوں گا اور تمام زندگی آپ کی خدمت میں گذاروں گا۔ مگر آپ نے اسی وقت وہ کوٹھڑی چھوڑ دی اور جنگل کی طرف چل دیں پھر اسکے بعد آپ دن ورات رب قدیر کی عبادت میں ایسی مشغول ہوئیں کہ زمانے کے قطب اور اولیاء اللہ آپ کے پاس درس لینے آتے حضرت شیخ فرید الدین عطار نے آپ کو ثانی مریم اور یکے از خاصان خدا کہا۔

روانگی حج بیت اللہ شریف ☆: ایک مرتبہ آپ نے حج کا ارادہ کیا اور خدا کے گھر میں حاضری چاہی سامان گدھے پر لادھا اور سفر حج کے لیے روانہ ہوگئیں ابھی چند منزلیں ہی طے کی تھیں کہ آپ کا گدھا مر گیا قافلہ والوں نے سواری اور دیگر امداد کی پیش کش کی مگر آپ نے قبول نہ کیا اور خدا کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرنے لگیں اے مالک کائنات میں کمزور وناتواں عورت ہوں اور تیرے دیدار کی پیاسی ہوں مگر تو نے امتحان میں ڈال کر میر تشنگی میں اضافہ کر دیا مجھے اپنے پاس بلانے کی بجائے اس جنگل و بے آب وگیاں میں مجھے اکیلا چھوڑ دیا ابھی آپ خدا سے محو گفتگو تھیں کہ آپ کا گدھا زندہ ہو گیا۔ آپ بہت خوش ہوئیں اور عرض کی اے میرے معبود میری لاج ہمیشہ ایسے ہی رکھنا۔ مجھے اپنا قرب ایسے ہی عطا کرنا ورنہ میں تیری راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنا جانتی ہوں اس کے بعد انہوں نے دوبارہ گدھے پر سامان لادا اور مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوئیں اور اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات سے نوازی گئیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ اس زمانے کے بہت بڑے پاکباز بزرگ تھے جنہوں نے بادشاہت کو ٹھکرا کر درویشی اختیار کی اور ہر وقت ذکر خدا میں مصروف رہتے تھے۔ وہ چودہ سال کے طویل عرصہ کا سفر ہر قدم پر نماز شکرانہ ادا کرتے ہوئے کعبے کی طرف آ رہے تھے۔ جب وہ حرم پاک میں داخل ہوئے اور کعبۃ اللہ شریف پر نظر ڈالی تو کیا دیکھا کہ کعبۃ اللہ اپنے مقام پر موجود نہ ہے۔ وہ یہ سمجھے کہ چودہ سال کی عبادت وریاضت اور سفر کی وجہ سے بینائی ختم ہو چکی ہے۔ وہ زار وقطار رونے لگے کہ اچانک غیب سے آواز آئی اے ابراہیم تیری بینائی زائل نہیں ہوئی بلکہ کعبہ میری نیک بندی حضرت رابعہ بصری کے استقبال کے لیے گیا ہوا ہے۔

وارفتگی عشق ہی اپنا امام ہے
کعبہ طواف کرتا ہے یہ وہ مقام ہے

حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ نے جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضرت رابعہ بصری بیٹھی ہوئی ہیں اور کعبہ انکا چاروں طرف سے طواف کر رہا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ کو بڑی حیرت ہوئی اور حضرت رابعہ بصری کو آواز دیکر پوچھا اے رابعہ یہ کیا تماشہ تم نے اس دنیا میں رچا رکھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے ابراہیم تماشہ یہ نہیں ہے۔ بلکہ تماشہ تو وہ ہے جو تم نے برپا کر رکھا ہے۔ چودہ برس سے تم آنکھوں کے بل چل رہے ہو لیکن تمہیں منزل دکھائی نہیں دیتی اور اس کی وجہ محض یہ ہے کہ تم کو خانہ کعبہ کے دیکھنے کی آرزو ہے اور مجھ کو خانہ

کعبہ کے مالک کو دیکھنے کی تمنا ہے۔ پس جس شخص کو گھر کا مکین دیکھنے کی تمنا ہوگی۔ وہاں مکان تو اسکو نظر آئے گا ہی کیونکہ جہاں مکین ہوتا ہے وہیں مکان ہوتا ہے

توکل ☆: آپ نے ایک مرتبہ سات یوم سات راتوں کا روزہ رکھا جب سات روز پورے ہوگئے شام کو افطاری کے وقت حضرت رابعہ بصری کے دل میں خیال گذرا کہ دوسرا ہفتہ بھی اگراسی طرح روزے سے گذار دیا جائے تو بہتر ہے۔ لیکن نفس امارہ بے چین ہوا اسی دم کہیں سے کھانا آ گیا۔ آپ نے نفس کو ملامت کیا اور کہا کہ انتظار کر میں چراغ روشن کرلوں۔ پھر تیری بھوک ختم کردوں گی۔ ابھی چراغ روشن بھی نہ کر پائیں تھیں کہ بلی نے خوان الٹ دیا۔ نفس صرف پانی سے پیاس بجھانے پر مصر ہوا۔ مگر پانی انڈیل نے سے پہلے ہی آب خورہ ٹوٹ گیا۔ نفس بے چین ہوا۔ اس آزمائش میں اللہ کریم نے حضرت رابعہ بصری سے سوال کیا اے رابعہ ہمارا غم اور نفس ایک ساتھ نہیں چل سکتے اگر تم چاہو تو ہم اپنا غم واپس لے لیتے ہیں۔ اور تمہیں دنیاوی نعمتوں سے مالا مال کر دیتے ہیں۔

مگر حضرت رابعہ بصری نے انکار کر دیا اور دنیاوی آسائشوں سے منہ موڑ کر خدا کی سوا ہر امید اور ہر سہارے سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ ہر نماز کو اپنی زندگی کی آخری نماز سمجھا۔ زندگی بھر گوشہ نشینی اختیار کیئے رکھی۔ خدا سے محبت و وارفتگی کا یہ عالم زندگی کی آخری سانسوں تک جاری رہا۔

احمد بہشت دوزخ بر عاشقاں حرام است ☆: حضرت رابعہ بصری نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ تنہائی اور گوشہ نشینی میں گذارا آپ اکثر فرمایا کرتی تھیں کہ میں کبھی تنہا نہیں رہی ہر لمحہ خداوند قدوس میرے ہمراہ ہوتا ہے میں خدا کا جلوہ دیکھتی ہوں۔ کیونکہ جب تک معبود کو پہچان نہ لیا جائے اسکی عبادت کیونکر ہوسکتی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ خدا کی عبادت صرف اس کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرنی چاہیے۔ جہنم اور جنت کے خوف وطلب سے بالاتر ہو کر کی گئی عبادت ہی انسان کو مقام محمود تک پہنچا دیتی ہے۔

آپ فرماتی ہیں کہ دوزخ کے علاوہ تیسرا بھی مقام ہے جو کہ دیدار خدا ہے اور اس کے لیے بھی ریاضت کی جاسکتی ہے آپ اکثر خدا سے دعا کرتیں اے میرے اللہ مجھے اپنے جمال جہاں آرا کی دید سے مشرف فرما۔ غیب سے آواز آئی اے رابعہ گھبراؤ مت تجھے ایسی قربت عطا ہوگی جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوگی بلاشبہ ہم تم سے کلام کریں گے اور تم ہمارے ساتھ ہم کلام ہوگی۔

ایک دن لوگوں نے دیکھا کہ حضرت رابعہ بصری قلندر ایک ہاتھ میں آگ اور دوسرے ہاتھ میں پانی کا بھرا ہوا برتن لیے بازار سے گذر رہی تھیں۔ کسی نے پوچھا اے رابعہ بصری یہ کیا کھیل ہے آپ نے فرمایا کہ آگ سے خدا کی جنت کو جلانے اور پانی سے جہنم کو بجھانے کے لیے جا رہی ہوں۔ اس لیے کہ جو شخص بھی عبادت کرتا ہے۔ اس کے دو ہی نظریئے ہوتے ہیں وہ یا تو جہنم کے خوف سے میرے رب کی عبادت کرتا ہے یا جنت کی لالچ میں لہٰذا میں جنت اور جہنم دونوں کو ختم کرنا چاہتی ہوں تاکہ جو بھی عبادت کرے وہ میرے رب کی رضا کے لیے کرے۔

کشف وکرامات ☆: آغاز شباب میں حضرت رابعہ بصری قلندر کے حسن و جمال کا بہت چرچا تھا۔ مگر غلامی کے بعد آپ

کے چہرے پر خدا نے طہور و پاکیزگی کا ایک نقاب ڈال دیا۔ تا کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں خود بخود جھک جائیں۔ گورستان میں ایک شکی جوان نے آپ کے نورانی چہرے کو دیکھا جو رات کی تاریکی میں چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ وہ شخص آپ کی شخصیت سے ناواقف تھا۔ لیکن آپ کو غیر مرئی مخلوق سمجھ کر وہاں سے چلا آیا۔ دوبارکئی روز کے بعد بصرہ کے بازار میں پھر اسکی نگاہ آپ کے چہرہ پر پڑی تو وہ فوراً آپکے پیچھے ہولیا اور چلتا چلتا آپ کے دروازے تک پہنچ گیا گھر کا دروازہ کھلا مگر چراغ کمرے میں روشن تھا۔ اقرار و انکار کے خیال سے بے نیاز ہو کر نوجوان اپنے دل کا حال سنانے کے لیے کمرے میں داخل ہو گیا۔ مگر جب اس نے حضرت رابعہ بصری کو خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر ہم کلام ہوتا ہوا اور خدا کے ساتھ راز و نیاز کرتے ہوئے دیکھا تو اسے سکتہ ہو گیا اسکی زبان گنگ ہو گی۔

آپ نے پلٹ کر دیکھا اور آنے کا سبب پوچھا تو نوجوان نے اشارے سے بتایا کہ اسکی زبان کام نہیں کر رہی۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے پہلے کہ تیرا دل بھی کام کرنا چھوڑ دے یہاں سے چلا جا۔ اس نے آنکھوں سے التجا کی کہ میرے گویائی لوٹا دی جائے مگر آپ نے فرمایا کہ اگر میری ذات سے کچھ زیادتی کرتا تو میں تجھے معاف کر دیتی مگر چونکہ میں خدا کی عابد ہوں میرا معاملہ خدا کے ساتھ ہے اس لیے تو اگر معافی چاہتا ہے تو خدا سے معافی مانگ یہ کہہ کر آپ دوبارہ سجدہ میں گر گئیں۔ وہ نوجوان بھی سجدہ ریز ہو کر استغفار کرنے لگا طویل گریہ وزاری کے بعد خدا نے اس کی زبان واپس لوٹا دی مگر وہ اسکے باوجود توبہ توبہ کا ہی ورد کرتا رہا۔ اور مجذوبانہ کیفیت بن گئی۔ بصرہ کے بازار سالہا سال اس مجذوب کے نعروں سے گونجتے رہے سردی گرمی میں وہ دیوانہ وار استغفار کے نعرے لگاتا رہا اور بصرہ کا پورا شہر اس کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا۔ آخر ایک دن خاموشی ہوئی وہ مجذوب کسی نامعلوم منزل کی جانب وہاں سے چلا گیا۔

کرامت ☆: ایک مرتبہ آپ کے گھر ڈاکو آ گئے۔ ان کا خیال تھا کہ آپ کے گھر بڑے بڑے امراء اور روسا آتے ہیں لہٰذا یہاں پر زر و جواہر ضرور ہوں گے۔ مگر گھر کا کونہ کونہ چھاننے کے باوجود اسے پورے گھر میں سے کچھ نہ ملا وہ واپس جا رہا تھا کہ حضرت رابعہ بصری نے آواز دیکر فرمایا کہ تم چور ہو؟ ڈاکو نے غصے میں آ کر جواب دیا ہاں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہاں سے خالی ہاتھ مت جاؤ ڈاکو بولا یہاں رکھا کیا ہے۔ جو میں لیکر جاؤں میں زر و جواہر کو لوٹنے والا ہوں جو یہاں پر موجود نہیں۔

آپ اس کی بات سن کر مسکرائیں اور فرمایا کہ وضو کر کے میرے حجرے میں دو رکعت نماز نفل پڑھ لو پھر تم دیکھو یہاں سے کتنا کچھ لے کر جاؤ گے۔ کہ ساری زندگی تمھیں اتنا مال نہیں ملا ہوگا جتنا آج ملے گا۔ جوان نے لالچ میں آ کر جلدی جلدی وضو کیا اور دو رکعت نماز نفل آپ کے حجرے میں پڑھنا شروع کر دی نفل پڑھتے پڑھتے اس کو اتنا کیف و سرور آیا کہ اس نے مزید در رکعت نفل کی نیت دوبارکرلی۔

اسی طرح مزید دو رکعت حتیٰ کہ تمام رات اس طرح گذر گئی صبح ہوئی تو حضرت رابعہ بصری نے دیکھا کہ وہ سربسجود ہو کر گریہ وزاری کرتے ہوئے اپنے خالق و مالک کے سامنے اپنے عیوب کا اعتراف کر رہا ہے۔ اور اپنے گناہوں پر شرمندہ ہے معافی کا طلب گار ہے لب پہ استغفار ہے۔ خالق کائنات کو اسکی گریہ وزاری اس قدر پسند آئی کہ رب کائنات نے اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے اور وہ چور اور گناہ گار بندہ حضرت رابعہ بصری کے حجرے سے ولی بن کر نکلا۔

یہ کرم نوازیاں دیکھ کر حضرت رابعہ بصری قلندر نے سر سجدے میں رکھ کر مالک کائنات کی بارگاہ میں التجا کی اے مالک الملک تو نے اپنے گنا ہگار بندے کو اتنی جلدی معاف کر دیا اور اس کو پہچان کرا تنا بلند و اعلیٰ مقام بھی عطا کر دیا اس کا مطلب ہے کہ تو نے اپنے بندے کو قبول کر لیا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ اے میرے اللہ میں بھی تو تیری بندی ہوں تو مجھے کیوں نہیں قبول کرتا اے اللہ مجھے بھی قبول فرما لے اور میری تمام کوتاہیوں کو معاف فرما دے رب کائنات کی رحمت کو جوش آیا اور آواز آئی اے رابعہ بصری تو اپنے بارے میں کیا سوچتی ہے۔ ہم نے تو تیری وجہ سے اسکی توبہ بھی قبول کی اور تیری ہی وجہ سے اسکو اپنے دامن کرم میں جگہ عطا کی ہے اور تیری ہی وجہ سے اس کو اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔

کرامت ☆: ایک دفعہ حضرت رابعہ بصری کو عبادت کے دوران تھکن کی وجہ سے نیند آ گئی اچانک آپکے گھر میں چور داخل ہوا۔ اور آپ کو آرام کرتے ہوئے پا کر آپ کی چادر مبارک اٹھا کر فرار ہونے لگا لیکن اسے اچانک ایسا محسوس ہوا کہ وہ بغیر دروازے کے کمرے میں بند ہو چکا ہے۔ جب اس نے چادر واپس رکھ دی تو دروازہ نظر آ گیا۔ لیکن پھر دوبارا اسکی نیت میں فتور آ گیا اور چادر دوبارہ اٹھا کر باہر جانے کا ارادہ کیا تو پھر وہی کیفیت کہ دروازہ نہیں نظر آ رہا ہے۔

چنانچہ اسی طرح کئی مرتبہ ہوا۔ بالآخر کمرے سے آواز آئی کہ اے شخص کیا تجھے معلوم نہیں کہ چادر والی نے خود کو ہماری حفاظت اور نگہبانی میں دے دیا ہے۔ اب ایک دوست سو رہا ہے تو کیا ہوا۔ دوسرا تو جاگ رہا ہے چور نے فوراً توبہ کی اور اسی وقت بھاگ کھڑا ہوا

کرامت ☆: چشتیہ سلسلہ کے معروف بزرگ حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ بھی آپ کے ہم عصر اللہ کے ولی گذرے ہیں ایک دفعہ حضرت حسن بصری کی حضرت رابعہ بصری سے دریائے فرات کے کنارے ملاقات ہوئی دوران گفتگو نماز کا وقت آیا تو حضرت خواجہ حسن بصری نے اپنا مصلہ دریاء کے پانی پر بچھاتے ہوئے فرمایا کہ اے رابعہ آؤ نماز کا وقت ہے نماز ادا کریں۔

حضرت رابعہ بصری نے پانی پر مصلہ دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اے حسن بصری اگر پانی پر مصلے مخلوق کو دکھانے کے لیے بچھایا ہے تو اچھا تماشا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنا مصلے ہوا پر بچھا دیا اور حضرت حسن بصری سے کہا کہ آؤ حسن ہم دونوں یہاں نماز ادا کر لیں تا کہ لوگوں کی نظروں سے محفوظ رہیں نماز عبادت ہے اسے شعبدہ کیوں بنائیں۔

حضرت حسن بصری سخت شرمندہ ہوئے اور حضرت رابعہ بصری سے معافی مانگی آپ نے فرمایا کہ اے حسن بصری جو کام تم نے کیا وہ مچھلی بھی کر سکتی ہے۔ اور جو میں نے کیا وہ مکھی بھی کر سکتی ہے۔ لیکن اصل کام ان دونوں امور سے بالا تر ہے۔

کرامت ☆: حضرت رابعہ بصری کے پاس صبح سے شام تک اور شام سے رات گئے تک علماء صوفیاء اتقیاء اصفیاء اولیاء اللہ آتے جاتے رہتے اور تمام آنے والے آپ کی تعلیمات اور فیض و برکات سے مستفید ہو کر جاتے تھے۔

ایک مرتبہ گفتگو جاری تھی کہ رات ہو گئی مگر گھر کے چراغ میں تیل ڈالنے کے لیے موجود نہ تھا اس موقع پر حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ اپنے خاص معتقدین کے ہمراہ آپ کی محفل میں موجود تھے۔ جوں جوں گفتگو طویل ہوتی گئی رات کی تاریکی بھی بڑھتی گئی۔ حضرت رابعہ بصری نے اپنا ہاتھ بلند کیا تو انگلیاں اس قدر روشن ہوئیں کہ تمام کمرہ نور سے بھر گیا آپ نے صبح تک ہاتھ بلند کیئے رکھا اور

اسکی روشنی میں پوری رات دینی باتیں ہوتی رہیں۔

حضرت خواجہ حسن بصری کے حضرت رابعہ بصری سے مختلف سوال وجواب

نمبر ۱ ☆: ایک دن حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ نے حضرت رابعہ بصری سے سوال کیا اے رابعہ آپ شادی کیوں نہیں کرتیں۔ آپ نے جواب دیا عقد نکاح وجود پر ہوتا ہے۔ یہاں وجود ہی کہاں ہے اے حسن میں خود نہیں ہوں بلکہ اس کا سایہ ہوں سایہ کے لیے جو حکم ہے وہ ہی کرنا چاہیے۔

خواجہ حسن بصری نے فرمایا کہ اے رابعہ تو نے یہ مرتبہ ذیشان کیسے پایا آپ نے فرمایا اے حسن بصری میں نے اپنے تمام مقاصد اور خواہشات کو یکسر ختم کر کے یہ بلند مقام پایا۔

نمبر ۲ ☆: حضرت خواجہ حسن بصری نے ایک دفعہ آپ سے سوال کیا اے رابعہ بصری تم خدا کو کیسے جانتی ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ میں خدا کو بے چون وچراں جانتی اور مانتی ہوں۔

نمبر ۳ ☆: ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ حق تعالیٰ کو دوست رکھتی ہیں فرمایا ہاں۔ اس نے پھر پوچھا کہ کیا آپ شیطان کو دشمن رکھتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ رحمٰن کی دوستی میں اسقدر مستغرق ہوں کہ شیطان کی دشمنی کی مجھے خبر ہی نہیں رہی۔

نمبر ۴ ☆: حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ اپنے زمانے کے چوٹی کے ولی تھے۔ لوگ دور دور سے آپ کے پاس آپ کا وعظ ونصیحت سننے کے لیے آتے کبھی کبھی تعداد لاکھوں تک بنتی ورنہ ہزاروں افراد روزانہ ایک معمولی کھیل تھا۔ مگر جب تک حضرت رابعہ بصری آپ کی مجلس میں تشریف نہ لیے آتیں آپ اسوقت تک وعظ شروع نہ کرتے۔

ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ آپ ایک بڑھیا عورت کی خاطر اتنی انتظار فرماتے ہیں اس کو اتنی ترجیح دیتے ہیں اور دوسروں کو نظر انداز فرماتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔

حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ ہاتھی کا شربت چیونٹی کے برتن میں کیسے سما سکتا ہے۔

حضرت رابعہ بصری اور خواجہ حسن بصری پوری پوری رات جاگ کر حقیقت اور معرفت کے موضوع پر گفتگو کرتے رہتے حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ ہم مرد وزن کے خیال سے بالاتر ہو کر معرفت کے اسرار پر گفتگو کرتے ہیں لیکن صبح کے وقت میں آپ کو پہلے سے زیادہ مفلس اور حضرت رابعہ کو کہیں زیادہ مخلص پاتا ہوں۔

زیارت نبی پاک ﷺ ☆: حضرت رابعہ بصری فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا تو آپ ؐ نے دریافت فرمایا کہ اے رابعہ کیا تو مجھے دوست رکھتی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہے جسے آپ سے محبت نہ ہو۔ لیکن میں تو حق تعالیٰ کی محبت میں اس قدر غرق ہوں کہ دوسرے کی محبت یا دشمنی میرے دل میں باقی نہیں رہی۔

وصال باکمال سے قبل کی کیفیت ☆: حضرت رابعہ بصری نے طویل عمر کے باعث بہت سارے مجاہدات خیر اور تقویٰ

کے کام سرانجام دیئے اسی لیے آپ سوختۂ عشق اور امّ الخیر کہلاتی ہیں آپ فرمایا کرتی تھیں کہ جام شراب اور ندیم کے لیے میں چوتھی چیز وارفتۂ محبت سرور کے جام میں نے اس قدر نوش کیئے ہیں کہ جس طرف نظر اٹھاتی ہوں اسکو دیکھتی ہوں اور جہاں ہوتی ہوں وہی ذات پاک میرے ساتھ ہوتی ہے۔

آپ اپنی گریہ وزاری اور شب بیداریوں کے باعث ولایت کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں آپ کو عمر بھر یہی خوف دامن گیر رہا کہ آخری وقت دم وصال کہیں میں محبوب کے قرب سے محروم نہ ہو جاؤں۔

آپ ہر وقت فرماتیں کہ میرے مالک چاند ستارے سمندر شجر و حجر سب مخلوق تجھے سجدہ کرتی ہیں میں بھی تیرے آگے سجدہ کرتی ہوں تو نے سب کا انجام مقرر کیا ہے۔ میرا بھی انجام مقرر فرما دے۔

آپ کا جسم جوں جوں کمزور ہوتا گیا مگر دل مضبوط اور بیدار ہوتا گیا عمر بھر وہ بہت کم کھاتی تھیں بسا اوقات کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے نماز پڑھتے ہوئے گر بھی جاتیں آپ ایک بات شدت سے محسوس فرماتیں تھیں کہ محبّ اور محبوب کے درمیان ایک دیوار ہے جو ہٹ جائے تو دوری ختم ہو جاتی ہے آپ کی بیماری کے ایام میں شہر بھر کے لوگ ٹوٹ ٹوٹ کر آپ کی خدمت کے لیے آتے اور آپ کی دعائیں حاصل کرنے کے لیے بے چین ہوتے۔

جب بھی کوئی دعا کے لیے درخواست کرتا تو آپ فرماتیں کہ میں کمزور ناتواں تمہاری لیے کیا دعا کر سکتی ہوں۔ جس کو اپنے انجام کا بھی پتہ نہ ہو۔ آپ اپنے دل میں یہ لاتے ہوئے ڈرتی تھیں کہ لوگ انکو اپنے اور خدا کے درمیان وسیلہ نہ سمجھ لیں۔ آپ ہر شخص کو عبادت الٰہی کی تلقین فرماتیں قرب خدا کا یہ اشتیاق اور عالم تھا کہ اپنے سفر کے سامان میں کفن ہر وقت تیار رہتا تھا آپ کی ہمیشہ خواہش رہی کہ میرے کفن دفن کا انتظام و انصرام عام آدمیوں کی طرح کیا جائے اور عام آدمیوں کی طرح ہی سپرد خاک کیا جائے کہ قبر بھی مدتوں تک لوگوں سے چھپی رہے آخری ایام میں آپ نے کھانا پینا بالکل ترک کر دیا بہت کم سوتیں کم بولتیں اینٹوں کے چبوترے پر ہی نماز پڑھتیں اور اسی پر ذرا سا ستانے کے بعد دوبارہ عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتیں۔

وصال باکمال ☆: 180ھ بمطابق 796ء میں ایک دن درس نصیحت دینے میں مصروف تھیں کہ منادی آ گئی آپ نے مسکرا کر دیکھا اور اپنے سامنے بیٹھے ہوئے مشائخ کبار علمائے امت اور اپنے ارادتمندوں سے فرمایا کہ راستہ چھوڑ دو کمرے سے باہر نکل جاؤ اللہ کے پیغمبر فرشتے ملائکۃ المقربین اور صلحائے کاملین تشریف لا رہے ہیں۔ جب تمام لوگ باہر نکل گئے تو کمرے کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا چند لمحے بعد جب آپ کی کنیزہ نے جا کر دیکھا تو آپ کا وصال باکمال ہو چکا تھا۔ آپ کا مزار پر انوار بصرہ کے قریب مدس کے مقام پر ہے جو کہ آج بھی مرجع ہر خاص و عام ہے۔ اہل دل حضرات آج بھی حاضری دے کر آپ کے فیضان و عرفان سے مالا مال ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت حافظ سید محمد عثمان المعروف لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: امام العارفین قدوۃ السالکین برہان الواصلین فنافی اللہ بقا باللہ مرد حق آگاہ حضرت شیخ سید عثمان مروندی المعروف حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نگینۂ ولایت حیدری ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت اپنے وقت کے شیخ کبیر حضرت سید کبیر الدین علیہ الرحمۃ کے گھر آذر بائیجان (آرمینا) کے ایک گاؤں مروند 538ھ بمطابق 1143ء میں ہوئی۔

آپ کا حقیقی نام شیخ سید محمد عثمان تھا لیکن آپ نے لعل شہباز قلندر کے نام سے شہرت پائی یہ نام آپ کی پیدائش سے قبل ہی مشہور ہو چکا تھا اسکی وجہ مورخین نے اس طرح لکھی ہے کہ سیہون پر ہندو راجہ جیسر جسکا لقب چوپٹ تھا کی حکومت تھی اس کے ظلم وستم نے لوگوں کی زندگی تاریک کر رکھی تھی ہر شخص دل سے راجہ کا مخالف تھا مگر مخالفت میں آواز اٹھانا کسی کے بس میں نہ تھا رعایا اس کے ظلم کی بھٹی میں جل رہی تھی لوگوں کو بے بس اور لاچار دیکھ کر ایک مست الست فقیر جسکا نام سائیں طالب سکندر تھا وہ ایک نعرہ مستانہ لگاتے تھے کہ میرا مرشد لعل سائیں آ رہا ہے۔ اس مجذوب اور درویش کا قیام اگرچہ کسی ایک جگہ پر نہ تھا لیکن لوگوں کو اکثر سہون میں ہی نظر آیا کرتے تھے ان کا معمول تھا کہ قلعہ کے باہر جا کر کھڑے ہو جاتے اور اپنا قلندرانہ نعرہ لگاتے یہ واحد فلک شگاف نعرہ تھا کہ جو نہ صرف راجہ جیلسر کو مشتعل کرتا بلکہ خوفزدہ بھی کر دیتا تھا مگر عام لوگوں کے دل سے دعا نکلتی کہ خدا کرے ہمارا نجات دہندہ لعل سائیں جلدی آ جائے اور ہمیں اس ظالم حکومت سے نجات دلاوے۔

راجہ جیلسر نے ایک روز طالب سکندر سائیں کے نعروں سے تنگ آ کر ایک ظالم ہندو قصاب کو خفیہ حکم دیا کہ وہ کسی بہانے سے اس درویش کو ٹھکانے لگا دے مگر خدا نے اس قصاب کو ایسا کرنے کی مہلت ہی نہ دی بلکہ ایسا کرنے سے پہلے وہ خود ہی مر گیا اور راجہ کو جو سلطان ناصر الدین کے مقرر کردہ حاکم قتلغ خان نے قتل کرا کر 649ء میں سہون شریف میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ یہ وہی زمانہ تھا کہ جب حضرت شہباز قلندر سیہون میں تشریف لائے اور یہ آپ کی آمد کا اعجاز تھا کہ سیہون کے باسیوں کو ہندو راجہ کے ظلم سے سکون و آرام ملا اور آپ کی برکت سے فضا اسلام کی خوشبو سے معطر ہوگئی اور آپ نے کفرستان ہند کو اپنی ضیا باریوں سے منور فرمایا۔

آپ کی پیدائش سے قبل کا ایک اور واقعہ ☆: آپ کے والد گرامی سید کبیر الدین ہر وقت عبادت و ریاضت اور ذکر خدا میں مصروف و مشغول رہتے۔ یاد الٰہی میں اتنا غرق ہو گئے کہ شادی کا خیال دل سے بالکل نکال دیا۔ ایک رات محو استراحت تھے کہ

خواب میں حضرت لعل شہباز قلندر کی زیارت ہوئی انہوں نے عرض کیا بابا مجھے باہر نکالو اس پر آپ نے جواب دیا کہ جنت سے باہر نکلنا افضل ہے عرض کی ہاں دنیا میں ظہور پذیر ہونا احسن ہے اس غیبی اشارہ کے بعد سید کبیر الدین نے شادی کا ارادہ کرلیا۔ ادھر مروند کے حاکم سلطان شاہ کو باطنی طور پر حکم ملا کہ اپنی بیٹی کی شادی سید کبیر الدین شاہ سے کردو۔

چنانچہ اس طرح حضرت سید کبیر الدین شاہ کی شادی ہوئی اور آپ دنیا میں رہبر روحانی بن کر مولود ہوئے۔

سیرت و کردار☆: آپ کو خداوند عالم نے حسن و جمال سے اسقدر نوازا تھا کہ آپ کی پیشانی کے نور کے آگے چاندنی بھی شرماتی تھی آپ بلا کے ذہین و فطین تھے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں اپنے والد محترم سے حاصل کی سات سال کی عمر شریف میں آپ نے قرآن کریم حفظ کرلیا عربی اور فارسی میں آپ نے بہت کم عرصہ میں خاصی مہارت حاصل کرلی تھی آذربائیجان اور تبریز سے 40 میل کے فاصلے پر مروند واقع ہے۔ اس میں ایک چھوٹا سا قلعہ اور خوبصورت سی مسجد ہے اور مروند کو چاروں طرف خوبصورت درختوں نے گھیرا ہوا ہے۔ انہی باغات مسجد اور دوسری تاریخی جگہوں پر روحانیت کے ایک پروانے نے اپنی زندگی کے ابتدائی دن گذارے اور ریاضت و ولایت کی منزل طے کرتا ہوا ایک دن شہباز قلندر کے نام سے چمکا جس کی ضوفشانیوں سے آج بھی سیہون شریف منور اور تاباں ہے۔

غیاث الدین بلبن سے ملاقات☆: ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ نے اپنا قدم گھر سے باہر نکالا آپ کی ملاقات سیاحت کے دوران اس زمانے کے بادشاہ غیاث الدین بلبن سے ہوئی وہ عارفین اور کاملین کا بہت بڑا قدردان تھا ملتان میں قیام کے دوران سلطان بلبن نے آپ کے علم و حکمت سے متاثر ہوکر آپ کو بیش بہا تحفے دیئے اور ملتان میں قیام کرنے کی درخواست بھی کی مگر آپ تحصیل علم کے لیے ابھی آگے جانا چاہتے تھے۔ اس لیے آپ نے شہنشاہ کی پیش کش قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی

تلاش مرشد کامل☆: تحصیل علم کی تکمیل کے بعد آپ کو مرشد کامل کی جستجو ہوئی آپ سیاحت کرتے ہوئے ایران کے علاقہ مشہد میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ الاسلام کے مزار پر پہنچے اس مقام پر آپ کی ملاقات حضرت شیخ جمال مجرد کے مرید کامل حضرت بابا ابراہیم سے ہوئی حضرت بابا ابراہیم کو آپ کی آمد سے قبل ہی آپ کی آمد سے متعلق باخبر اور بیعت لینے کا حکم دیا گیا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت بابا ابراہیم کو خواب میں حضرت عثمان مروندی المعروف لعل شہباز قلندر کو سرخ لباس میں دکھا دیا تھا اور حکم تھا کہ اس خوبرو نوجوان کو اپنی بیعت میں لے لو۔

بیعت و خلافت☆: اس خواب کے بعد جب حضرت لعل شہباز قلندر حضرت بابا ابراہیم کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے انہیں فوراً پہچان لیا اور فرمایا کہ سید عثمان آؤ میں تمہارا ہی منتظر ہوں تمہیں قلندری طریقت کے مطابق بیعت کرنے کا مجھے حکم ربی ملا ہے اسکے بعد لعل شہباز قلندر کو قلندری طریقت کا مرید کرلیا گیا آپ نے مرشد کی خدمت میں رہ کر علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی روحانیت و ولایت اور قلندریت کی منازل طے کر کے حکمت کے اسرار موز سے بہرہ ور ہوئے آپ نے اپنے مرشد کی اتنی خدمت کی کہ مرید ہونے کا حق ادا کردیا۔ آپ کی خدمت سے خوش ہوکر آپ کے مرشد حضرت بابا ابراہیم نے آپ کو ایک گلوبند عطا فرمایا جو ان کو اپنے پیر و مرشد حضرت سید جمال مجرد سے ملا تھا وہ گلوبند آج بھی درگاہ حضرت لعل شہباز قلندر کی درگاہ میں موجود ہے۔ ہر سال عرس کے موقع پر زائرین کو

زیارت کرائی جاتی ہے۔ اس گلوبند سے حضرت لعل شہباز کی تصویر نظر آتی تھی۔ آپ نے اس کو ہمیشہ عقیدت و محبت سے رکھا اس کے علاوہ آپ کو خرقہ خلافت اور ایک عصا عطا کی گئی۔ ایک عصا جو کہ بادام کی لکڑی کی ساخت کا بنا ہوا تھا جو کہ آج بھی دربار سیہون شریف میں موجود و محفوظ ہے۔ اس عصا کے متعلق مورخین فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اس عصا کو اپنے دست رحمت میں رکھا کرتے تھے۔ اس کے بعد یہ مختلف اکابرین اولیاء اللہ کے پاس سے ہوتا ہوا آپ حضرت شہباز قلندر تک پہنچا۔

طریقت قلندرانہ☆: مجذوبیت و قلندری دراصل سکر کا مظہر ہے۔ اہل سکر و جذب رسوم و عادات کی نفی کرتے ہیں ریاء اور دورخے پن پر ضرب کاری لگاتے ہیں۔ حسن نیت اور اخلاق کا پرچار کرتے ہیں" اس طرح قلندری جذب اور سکر کی دورخی حیثیت اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ تصوف کی تاریخ اور تصوف کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے۔ جتنا کہ اسلام یہ ایک ایسا مشرب ہے۔ جو ہمیشہ سے ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔

نبی آخرالزمان وذی شان ﷺ نے اسے دین کامل قرار دیا ہے۔ اسلام کے اندر کسی غیر اسلامی فلسفہ کو داخل نہیں کیا جاسکتا پھر قلندرانہ افعال اور سکر و جذب کی کیفیات غیر اسلامی کیونکر ہوسکتی ہیں۔ کیونکہ ایمان کا نور جب عقل اور پھر قلب میں جذب ہوکر اس حد تک غالب آجائے کہ وہ دنیا کے مصالحے اور اسکے نفع و نقصان کو بھول جائے تو ایسی حالت میں انسان سے مشابہ ہوتی ہے۔ جس پر نشہ چڑھا ہوا ہو۔ جیسے رب تعالیٰ سے ملاقات کے شوق میں انسان؛ موت کو پسند کرتا ہے۔ وہ اس مرض کو اس لیے محبوب سمجھتا ہے کہ وہ گناہ سے دور رکھتی ہے۔ فقر و مسکینی اس وجہ سے اس کو اچھی لگتی ہے کہ اس کی بدولت وہ حق تعالیٰ کے سامنے متواضع رہتا ہے۔ حضرت لعل شہباز بھی اسی قلندران رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

علامہ اقبال کی شاعری نے بھی اس قلندر اور قلندری کی رمزیت کو بیان کیا ہے۔ قلندر اولیاء اللہ میں ایسا طبقہ ہوتا ہے جو ایک خاص مزاج اور ایک مخصوص رنگ نسبت سے مشرف ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو خدا کے ساتھ ایک کیفیت استحضاری نصیب ہوتی ہے۔ یہ لوگ اپنے سروں پر ہر وقت نسبت کا ایک پہاڑ رکھے ہوئے تصور کرتے ہیں۔ نوافل کی کثرت وظائف کی بہتات انکا خاصہ نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے دل کو حق تعالیٰ سے غافل نہیں رکھتے معاشرتی ریاکاری طبقاتی بے حسی کے خلاف مجاہدانہ سعی و عمل کو فروغ دینا انکا اصل نقطہ نظر و فکر ہوتا ہے۔

مسلک قلندرانہ کی تعلیم حضرت لعل شہباز قلندر نے انہی خطوط پر حاصل کی۔ آپ ہمیشہ سرخ لباس زیب تن کرتے تھے۔ آپ کے رفیق حضرت جلال الدین سرخ بخاری بھی آپ کی تقلید میں سرخ کپڑا پہنتے تھے۔ اسی سرخ لباس کیوجہ سے آپ کو لعل شہباز کہا جاتا ہے آپ کا فرمان ہے کہ تارک الدنیا تہجد گذار اور نفسانی لذتوں سے پاک فرد کو قلندر کہتے ہیں۔

ایک سندھی شاعر نے اس قول کو اس طرح بیان کیا ہے۔

وہ تارک الدنیا و مافیھا قلندر تن جھو نام وہ

حضرت لعل شہباز قلندر فرماتے ہیں کہ قلندروں کا طریق ہے کہ وہ دنیا سے آزاد ہوکر صرف معبود میں محو ہوجاتے ہیں۔ آپ کے

انہیں اوصاف کے پیش نظر آپ کے مرشد نے آپ کو شہباز کا خطاب دیا تھا۔

اور اسی مقام پر حضرت حافظ شیرازی نے بھی خوب کہا۔

فرض ایزد بگتر اریم و بکس
و آنچہ گو بنید روانیست بگو یم دواست

حج بیت اللہ شریف و زیارت روضہ رسول کریم ﷺ ☆

حج بیت اللہ شریف کے لیے آپ کی بے تابیوں کا منظر بہت عجیب تھا جب حج بیت اللہ شریف کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنے ذمہ تمام قرض ادا کر دیے لوگوں کی جو امانتیں آپ کے پاس تھیں ان کو واپس کر دیں اور اپنے پاس اتنا مال رکھا کہ جس سے زادراہ اور سواری خریدی جا سکے خدا کی قدرت کی نشانیوں کے لیے دل بے قرار مضطرب تھا عرفہ کا دن یاد کرتے تو آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں جب حق تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور اہل عرفات سے فرشتوں پر فخر کرتے ہیں دیکھو میرے بندوں کو دور دراز سے آئے ہیں اے فرشتو میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں ان کی مغفرت کر چکا ہوں حج پر روانگی اور عرفات کا منظر ایسا تھا کہ جیسے سفر آخرت پر جا رہے ہوں آپ اپنے کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ اے عثمان آج اس سواری پر سفر کر رہا ہے۔ کل سفر جناہ کی سواری پر آخرت کا کیا توشہ اور زادراہ رکھتا ہے؟

احرام کے دو کپڑے پہنے تو کفن کو یاد کر رہے تھے عثمان ایک دن اس میں لپیٹا جائے گا۔ آپ جب میدان عرفات کے منظر کو سامنے لاتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ اے عثمان حشر کے میدان میں جب لوگ قبروں سے محشور ہو کر اس طرح قیامت کے میدان میں جمع ہونگے ساری مخلوق داخلہ کی امید میں جنت کی طرف دوڑے گی تو اسوقت دو فریق ہو جائیں گے کسی کو داخلہ کی اجازت ملے گی اور ان کا رخ ادھر سے پھیر دیا جائے گا اسی طرح حجاج کے دو فریق ہوں گے ایک مقبول دوسرا وہ جسے رد کر دیا جائے گا۔ طواف کعبہ کے وقت آپ نے محبت و تعظیم کو اپنے قلب میں حاضر کر کے طواف کعبہ میں مصروف رہے اس طرح جیسے کوئی نماز میں مصروف ہو۔ حجرہ اسود کو بوسہ دیا تو یوں کہ جیسے اللہ سے اس کی اطاعت کی بیعت کر رہے ہیں۔ اس موقع پر آپ کی ہر ہر ادا نرالی تھی ملتزم اور پردہ ہائے یعنی غلاف کعبہ سے لپٹنے کے وقت لوگوں نے دیکھا کہ جیسے کوئی خطا کار اپنی خطاء پر نادم ہو کر اس سے لپٹ کر روتا ہے اور معافی کا طلب گار ہوتا ہے۔

حضرت مخدوم حافظ سید عثمان مروندی جب مدینۃ الرسول ﷺ میں داخل ہوئے تو قلندران بیابان کی وضع قطع تھی رسالت مآب ﷺ سے عقیدت و محبت کا یہ عالم تھا کہ گریہ تھمتا نہ تھا کبھی باب عبدالمجید کبھی باب جبریل کے پاس جاتے کبھی باب السلام پر کھڑے ہوتے روضۂ اطہر کو دیکھتے تو ہوش نہ رہتا بارگاہ سرکار دو عالم ﷺ میں قلندر سراپا صدق و اخلاص کا پیکر اور تسلیم و رضا کا پیکر بنا مواجہ شریف کے سامنے کھڑا ہے۔

زیارت مقامات مقدسہ ☆

زیارت روضۂ رسول کریم ﷺ سے فارغ ہو کر آپ عازم بغداد شریف ہوئے جب بغداد شریف پہنچے تو یہاں بڑے بڑے علماء و فضلا موجود تھے جس سے انہیں استفادہ کا موقع ملا سید علی جنکا مزار شریف سیہون شریف میں ہے وہ بغداد کے قیام کے دوران ہی آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے تھے۔ سید علی کے متعلق صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ حضرت قلندر

کے ساتھ ان کے خلوص کا یہ حال تھا کہ انہوں نے سب کچھ آپ پر تصدق کر دیا تھا۔

بغداد شریف سے آپ مشہد مقدس پہنچے جہاں حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے حضرت بابا ابراہیم ولی سے کربلائے معلیٰ میں ہی ملاقات ہوئی ان سے روحانی فیض و برکات حاصل کیے کئی دوسرے اہل اللہ سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ ایران کے بعد آپ تبریز تشریف لے گئے بعد ازاں اپنے وطن مروند پہنچے تزکیہ نفس اور سلوک کی منازل طے کیں یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک یہاں حفظ و امان کی فضاء قائم رہی۔ بڑے بڑے علماء اور مشائخ جب تک منگولوں کی شورش اور تشدد قتل و غارت کا بازار گرم تھا اس وقت آپ ہجرت پر آمادہ ہوئے۔ اس وقت آپ کی کیفیت بڑی عجیب تھی کہ رفاقتیں چھوٹ رہی تھیں وطن کی محبتوں کو الوداع کہہ رہے تھے مروند سے تبریز کا سفر پیادہ طے کیا تھا۔

آذربائیجان کا پورا خطہ تاتاریوں کے وحشی لشکروں نے پامال کر رکھا تھا شہروں پر ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں کوئی انسان نظر آجاتا تھا تاتاریوں کے انقلاب کے بعد ساری آبادیاں تاراج تھیں۔ حضرت حافظ عثمان مروندی ان آبادیوں کی بربادیوں کو دیکھ کر بے قرار ہو جاتے الغرض اسی طرح سفر کرتے کرتے مکران کے راستے سیہون شریف میں داخل ہوئے مکران کی حدود جہاں ایران سے ملتی ہے وہاں ایک بہت بڑا دشت پایا جاتا ہے۔ اسکو آج بھی دشت شہباز کہا جاتا ہے اس راستے میں کئی تکیہ گاہیں موجود ہیں جو آپ کے نام سے منسوب ہیں۔ جس طرح سیہون کے راستے لعل کے باغ پر تکیہ گاہ موجود ہے۔ لاہوت لامکان جو کراچی سے 120 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور قلات کا حصہ ہے یہ مقام قادر مطلق کی قدرت کا ایک کرشمہ معلوم ہوتا ہے۔ یہاں بھی حضرت لعل شہباز قلندر کا تکیہ (بیٹھک چلہ گاہ) ملتا ہے۔

سیہون میں ورود مسعود☆: کوبہ کو قریہ بہ قریہ بستی در بستی سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے جب یہ شہباز لامکاں سیہون کے شہر میں اس طرح وارد ہوا کہ جسم پر قلندرانہ عبا کے سوا کچھ نہ تھا لوگوں کے پہلے پہل انکو دیکھنے کا منظر عجیب تھا کہ ایک مسافر اجنبی زبان سے بھی اجنبی اور لباس سے بھی اجنبی سیہون کے خوش منظر شہر کے ایک گوشے میں پھٹی عبا اوڑھے خاموش بیٹھا تھا سیہون کفر و عصیاں کا مرکز تھا مسلمانوں کے علاوہ بدھ مت اور برہمنوں کی کثرت تھی۔ آج ایک مرد قلندر لعل شہباز کی آمد سے اس شہر کی فضا کا انداز بدلا تھا۔ حضرت لعل شہباز قلندر کی آمد کے بعد آپ کے آہ و نالہ سے سیہون کے در و دیوار گونج اٹھے آپ کا اضطراب اہل سیہون سے دیکھا نہ جا رہا تھا بلا تفریق مذہب و ملت سب ان کے گرویدہ تھے۔ آنکھیں ہر وقت روتی تھیں۔ وقت کے اس قلندر اور قطب کے متعلق کس کو خبر تھی کہ اس کی آمد سے ساری وادی مہران کے خطہ میں تہلکہ مچ جائے گا۔

آپ کے معاصرین اور یاران طریقت☆: حضرت مخدوم حافظ سید عثمان المروندی کے سفر کے حالات اور مصاحبین کے رفاقتوں کے احوال بہت عجیب ہیں۔

شیخ عثمان مروند عرف مخدوم لعل شہباز
یکے از چہار یار بود کہ یکجا سیاحت کردند

یعنی حضرت شیخ عثمان مرندی ان چار یاروں میں سے ایک ہیں جو مل کر سیاحت کرتے ہیں۔

برکوهش چشمه ورهی ازعجائبات است
گوبنده آنجائے چار یار اعنی مخدوم عثمان
شیخ بهاؤالدین زکریاشیخ فرید
سید جلال بمکاشفات نشته اند

ترجمہ☆: یعنی سیہون کے قریب پہاڑ پر چشمہ ورہی ایک عجیب مقام ہے۔ مشہور ہے کہ اس جگہ چار یاروں یعنی مخدوم عثمان شیخ بہاؤالدین زکریا حضرت بابا شیخ فریدالدین گنج شکر حضرت سید جلال الدین بخاری نے کئی کئی دن مکاشفہ میں بر کیے جہاں اب لعل باغ واقع ہے۔

ان یاران طریقت نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ سیر وسیاحت میں بسر کیا ان کی سیاحت بامقصد سیاحت تھی۔ جس آبادی میں پہنچتے تو لوگ علم وعرفان سے استفادہ کرتے فیوض وکمالات کی دولت سے سرفراز ہوتے اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے رہے۔

آپ کے معاصرین معتقدین ومتاخرین☆: آپ کے ہم عصر صوفیاء فضلاء معتقدین ومتاخرین کا ذکر نہ کیا جائے تو آپ کی سوانح نہ مکمل کہلائے گی آپ سمیت آپ کے ہم عصر صوفیاء میں دعوت خیر جوان کا امتیازی وصف تھا۔ اسلام میں کار نبوت کا سب سے بڑا فریضہ یہی تھا جسکی ادائیگی میں حضرت مخدوم سید حافظ عثمان مروندی نے پوری کوشش فرمائی تھی وادی مہران میں اسلام کی روشنی انہیں کے مجاہدات کا ثمر ہے۔ مجالس کی کیا تاثیر تھی کہ مریدین معتقدین کی برائیوں کا زنگ ومیل دور ہو گیا تھا۔ اخلاق انسان کے خدوخال سنور گئے تھے مریدین کے خلق میں وہ ظاہری وباطنی خوبیاں پیدا ہوئیں کہ اس وقت کے شیخ واستاد مشہور ہوئے درس وتدریس کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے خلوتیں انکی شب زندہ داری پر گواہ بنی تھیں۔ ان میں سے ایک ایک نے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ کر تعلیم وتزکیہ نفس کے چشمے جاری کئے اور بعض ایسے ہوئے کہ ان میں مدرسہ خانقاہ کے کمالات کی جامعیت عیاں ہوئی انہوں نے حضرت مخدوم لعل شہباز قلندر کی کسبی تعلیم کو جو دھندلے غبار میں صبح کے جھلملاتے ہوئے ستاروں کی صورت میں بے نور ہو جانا چاہتی تھی چمکائے رکھا۔

آیئے اس وقت کو دیکھیں کہ وہ کتنا حسین وقت تھا جس میں انسانوں کی اصلاح کا کام سنن الٰہیہ کے مطابق ہو رہا تھا۔ زبان کی تاثیر کثرت ذکر سے کیا سماں پیدا کر رہی تھی۔ ان تمام ہستیوں کے کمالات کا بیان موجب طوالت ہوگا صرف ان حضرات کے اسمائے گرامی درج کرنے کی جسارت کروں گا تاکہ آپ کے ہم عصر صوفیاء معتقدین متاخرین کا علم ہو سکے وہ کون تھے اور کہاں کہاں جلوہ افروز ہیں ان شہرآفاق ہستیوں میں پہلا نام حضرت شیخ الاسلام شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی دوسرے حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاری حضرت بابا فریدالدین گنج شکر حضرت مخدوم صدرالدین عارف حضرت پیر پٹھہ جنکا اصل نام شیخ حسین بن راحبار بن لاکھ تھا والدہ کا نام سلطانی بنت مراد تھا آپ شیخ پھٹہ دبیلی کہلاتے ہیں مسجد محمد بن قاسم کے قریب پہاڑ کی کھوہ میں آپ کا مزار ہے۔ سن وفات 646ھ ہے۔ اسی کھوہ میں آپ تمام زندگی عبادت کرتے رہے شیخ صابو اور شیخ ساجن اس کے سجادہ نشین ہوئے ہیں۔ حضرت قاضی اسماعیل ثقفی جو اپنے وقت

کے بہت بڑے محقق ادیب وخطیب تھے۔ یہ الور (اروڑ) یعنی روہڑی کے منصب قضا پر فائز تھے یہ بھی حضرت شہباز قلندر کے ہم عصر تھے سید بدرالدین بھی حضرت مخدوم لعل شہباز قلندر کے ہم عصر تھے۔ انکی ولادت ماہ شعبان 630ھ شہر بھکر میں ہوئی حضرت امام نقی علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ آج بھی انکا خاندان اپنی شرافت وبزرگی کے سبب روہڑی میں مشہور ہے۔ آپ کا وصال حضرت لعل شہباز قلندر کے وصال کے بعد ہوا۔ تاریخ معلوم نہ ہوسکی۔ حضرت سید صدرالدین محمد بن محمد سندھی یہ بھی اپنے وقت کے اکابر اولیاء میں سے تھے۔ رجب المرجب 609ھ میں ولادت ہوئی اور 669 ہجری میں حضرت لعل شہباز قلندر کے وصال سے کچھ قبل وصال ہوا۔

حضرت لعل موسیٰ یہ حضرت مخدوم سید عثمان مروندی لعل شہباز قلندر کے مرید وخلیفہ اور فیض یافتہ ہیں۔ شیخ نورالدین دریائی یہ معروف بزرگ مقتدر اولیائے کبار میں سے ہیں صاحب تصرف تھے دھاراجہ بندر پر بحر عرب کے کنارے مدفون ہیں شیخ نوح بکھری جو کہ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے مرید وخلیفہ اور مخدوم لعل شہباز قلندر کے ہم عصر تھے۔ حضرت سید محمد مکی بڑے عارف کامل اور حضرت مخدوم لعل شہباز قلندر کے ہم عصر تھے سادات بکھر کی سرداری آپ ہی سے منسوب ہے۔ آپ پہلے سید تھے جو اس سرزمین پر تشریف لائے تھے آپ حضرت سلطان العارفین سید محمد شجاع کے فرزند ہیں آپکے والد حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے نہ صرف مرید ہی تھے بلکہ دامادی کا شرف بھی حاصل تھا۔ انہی کے بطن سے سید محمد مکی تولد ہوئے بھکر میں آکر سکونت اختیار کی اور یہیں آپ کا وصال ہوا شاہی قلعہ میں آپ کا مزار مرجع خاص وعام ہے۔ حضرت مخدوم بلال یہ بھی حضرت مخدوم عثمان مروندی کے ہم عصر گذرے ہیں کہاں جاتا ہے کہ جب دریا کے کنارے ذکر اللہ کرتے تھے تو پانی گرداب کی طرح چکر کھانے لگتا۔ آپ اکثر حضرت مخدوم مروندی کی زیارت کو آتے تھے حضرت قاضی دتہ سیوھانی آپ بھی حضرت لعل شہباز قلندر کے ہم عصر ہوئے ہیں۔ مولانا ہروی آپ کا اصلی نام مولانا عبدالعزیز البصری ہے۔ سندھ کے اندر علم معقول ومنقول ان کے ذریعے پھیلا ہے۔ حاکمان وقت بھی آپ کی بڑی قدر ومنزلت کرتے تھے آپ بھی حضرت مخدوم لعل شہباز قلندر کے ہم عصر گذرے ہیں مخدوم محمود فخر پوترہ آپ ہرات سے سندھ پہنچے اور گاہن کو اپنا مستقر بنالیا شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریا ملتانی کی صحبت آپ کو کافی نصیب رہی اور حضرت لعل شہباز قلندر کے معاصرین میں سے تھے۔ سید میر کلاں آپ عراق کے جلیل القدر سادات میں سے تھے۔ فتح سندھ کے بعد قندھار سے سندھ پہنچ آپ کا اکثر وقت حضرت لعل شہباز قلندر کے ہاں ہی گذرتا تھا۔ حضرت مخدوم شیخ رکن الدین شاہ رکن عالم ملتانی آپ شیخ صدرالدین عارف کے بیٹے اور شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریا ملتانی کے پوتے اور حضرت لعل شہباز قلندر کے ہم عصر گذرے ہیں۔ مولانا ابوبکر بن داؤد آپ حضرت لعل شہباز قلندر کے ہم عصر ہیں اور آپ تنہائی پسند اور صاحب کمال بزرگ گذرے ہیں قاضی شیخ محمد اچوی آپ بھی اپنے وقت کے اکابر علماء اور صلحاء کی جماعت سے متعلقہ سرکردہ افراد میں سے تھے۔ جنکی صورت دیکھ کر خدا کی یاد تازہ ہوتی تھی آپ بھی حضرت شہباز قلندر کے ہم عصر گذرے ہیں

حضرت مخدوم سید عثمان مروندی کی شاعری ☆: سندھ کے بہت سے مصنفین نے حضرت مخدوم حافظ سید عثمان مروندی المعروف حضرت لعل شہباز قلندر کے متعلق لکھا ہے۔ کہ آپ فارسی کے پختہ شاعر تھے۔ آپ کے کلام کا کچھ حصہ مندرجہ ذیل ہے۔

عشق دوست ہر ساعت درون نارمی رقصم

گهی در خاك می غلطم گهی برخارمی رقصم

بیاری مطرب مجلس سماع ذوق رادرده
که من از شادی وصلش قلندر دارمی رقصم

شدم بدنام در عشقش بیاای پار ساا کنون
نمی ترسم زرسوائی بهربازارمی رقصم

مرا خلقی بمی گوید گرا چندیں چه می رقصم
بدل داریم اسرارے ازاں اسرارمی رقصم

منم عثمان مروندی که یار خواجه منصور م
ملامت می کند خلقی و من برادر می رقصم

کلام دیگراست

من آں درم که درسجر جلال الله بوده هستم
بکوه طور با موسیٰ کلاماللہ بودهستم
گهی زنارمی بستم گهی قرآن می خواندم
گهی درمذهب تر سا بس محنت کشید استم
دو صد حاسه کهن کر دم لباس فقر پوشید استم
برآن بربی که من بودم هزاراں یك رسیداستم
با سماعیل پیغمبر با ابراهیم بن آذر

دراں سر وقت قربانی بقربانگاہ بوداستم

ایا ملا مکن ظاہر سراسرار مرداں را

ندا سنتی ندا سنتی کہ سر اللہ بوداستم

ایاعثمان میمندی (مروندی) چرا مستی دریں عالم

کہ جز باھو و بامن ھو دگر چیزی نہ دانستم

نوبت قلندر☆: حضرت لعل شہباز قلندر کے دربار پر آج بھی 24 گھنٹے میں تین مرتبہ نوبت بجتی ہے پہلی صبح صادق کے وقت دوسری شام کے وقت اور تیسری تہجد کے وقت جب مزار کا دروازہ بند کیا جاتا ہے۔ یہ نوبت کا دستور قدیم زمانہ سے رائج ہے بلکہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت شہباز قلندر کے زمانے سے ہی اوقات کا اندازہ اس نوبت سے کیا جاتا تھا آپ کے زمانے میں وقت کا اندازہ کرنے کے لیے ایک دیگ میں پانی بھر کر رکھ دیا جاتا تھا اور دیگ کے اندر ایک سوراخ ہوتا تھا جس میں پانی ایک ایک قطرے کی شکل میں رستا تھا اور یوں پانی کی سطح سے اوقات معلوم ہو جایا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ اب بھی قائم ودائم ہے پانی کی دیگ آج بھی آپکے مزار کے اندر موجود ہوتی ہے۔ جس سے اوقات کا اندازہ آج کے جدید دور میں بھی بالکل درست ہوتا ہے۔ سندھ کے کافی بزرگوں کی درگاہوں پر دھمال لگانے کا اہتمام ہوتا ہے۔

دھمال ایک سر کا نام ہے۔ دھمال میں ڈھل یا نقارہ خاص وجد پیدا کرتا ہے۔ اس راگ کے بلند ہو جانے کے بعد فقراء وجد میں آجاتے ہیں اور حلقہ باندھ کر قلندر مست قلندر قلندر کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔

سید عبدالرحمٰن شاہ موسوی نے اپنی کتاب سرہان میں بیان کیا ہے کہ لعل شہباز قلندر کے شیدائی عملی طور پر جب ذکر وفکر سے غافل ہوتے ہیں جب ان پر نیند غلبہ کرنے لگتی ہے تو یہ لوگ راگ الاپتے ہیں اور دھمال کرتے ہیں اس طرح ان کو دوبارہ ذکر وفکر کرنے کا از سر نو موقع مل جاتا ہے۔ حضرت لعل شہباز قلندر بھی دھمال کو پسند فرماتے تھے آپ کا یہ طریقہ کار مولانا رومی علیہ الرحمۃ کے مریدوں کی محفل سماع کے وقت لوگ دف بجاتے تھے۔ اور پھر ان میں سے بعض کھڑے ہو کر چکر لگاتے ہوئے رقص کرتے تھے۔ حضرت لعل شہباز قلندر کے مزار پر یوں تو دن میں تین مرتبہ دھمال لگائی جاتی ہے لیکن عرس کے دنوں میں اسکا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ لوگ دور دور سے آتے ہیں انہوں نے اپنے ہاتھوں میں مختلف رنگوں کے جھنڈے اٹھائے ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اپنے پیروں میں گھنگرو باندھے ہوتے ہیں۔ عام دنوں میں نوبت کو مزار کے اندر رکھ کر ہی اس پر چوٹ لگائی جاتی ہے۔ جبکہ عرس کے دنوں میں اسکو اٹھا کر باہر میدان میں رکھ دیا جاتا ہے۔ اور یوں دھمال ڈالی جاتی ہے نوبت کی آواز سے دھمال میں ایک کیف و سرور پیدا ہوتا ہے لوگ زبان سے مست قلندر مست قلندر کے نعرے لگاتے ہوئے دھمال ڈالتے ہیں حتیٰ کے انکو ہوش تک باقی نہیں رہتا۔ ایسا سماع اور رقص و سرور جائز ہے اس سے قلب میں نرمی

پیدا ہوتی ہے اور نرمی سے محبوب کی توجہ حاصل ہوتی ہے۔ اور اس طرح سرور وسماع محبوب حقیقی کے وصال کا وسیلہ بن جاتا ہے۔ آپ نے مخصوص سماع کو عبادت کا درجہ عطا کر رکھا تھا۔

کشف و کرامات ☆: ایک مرتبہ آپ گرنار میں قیام پذیر تھے کہ ایک روز آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی یا حضرت میرا بیٹا گم ہو گیا ہے۔ آپ اس کو تلاش کر دیں آپ نے وعدہ فرمالیا کہ میں تمہارے بیٹے کی تلاش میں تمھاری مدد ضرور کروں گا۔ اس کے بعد آپ اس شخص کو لے کر ایک خانقاہ میں گئے اس خانقاہ کے اندر سات بزرگ بیٹھے ہوئے اپنی عبادت وذکر وفکر میں مشغول تھے آپ نے ان بزرگوں میں سے ایک کو بازو سے پکڑا اور اپنے ساتھ خانقاہ سے باہر لے آئے لڑکے کا باپ بڑا حیران تھا کہ جو بزرگ خانقاہ سے باہر آئے ہیں وہ انکا بیٹا تھا آپ نے اس شخص کو بتایا کہ دراصل تمہارا بیٹا ولی ہے اور یہ گم نہیں ہوا بلکہ یہ عبادت کی غرض سے آبادی سے دور جا کر خدا کی یاد میں مشغول تھا اس شخص نے اپنے بیٹے کو آپ کے حوالے کر دیا آپ نے اس کی تربیت کی اور وہ آپ کے تلطف وفیض سے روحانیت میں نہایت اعلیٰ مقام حاصل کر گیا۔

کرامت ۲ ☆: حضرت مخدوم لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہم عصر حضرت شیخ رکن الدین المعروف شاہ رکن عالم ملتانی علیہ الرحمۃ کے ہمراہ سندھ کے ایک گاؤں ایمان سے گذرے جو بعد میں شیخ رکن الدین کی نسبت سے رکن پور کہلانے لگا ہے۔ یہ گاؤں بالکل بیاباں اور بنجر علاقے پر مشتمل تھا اس گاؤں میں کسی قسم کی کوئی پیداوار نہیں تھی نہ ہی سبزہ پیدا ہوتا تھا۔ آپ دونوں بزرگ جب اس گاؤں میں پہنچے تو آپ کے قدموں کی برکت سے قدرت نے قدرتی حسن پیدا کر دیا اور اس ویرانے کو اللہ تعالیٰ آپ کی ضیاباریوں سے منور کر دیا آپ کے قیام کے آثار اب بھی رکن پور میں ملتے ہیں۔

کرامت ۳ ☆: بلخ بخارا کے بادشاہ ایک مرتبہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے اے شہنشاہ ولایت میرے پاس خدا کی دی ہوئی نعمتوں کی کوئی کمی نہیں بادشاہت بھی میرے پاس ہے۔ میرے حکم کے بغیر میرے ملک میں کوئی کام ممکن نہیں ہوتا خدا کی ہر نعمت سے مالا مال ہوں لیکن میں ایک چیز کی کمی شدت سے محسوس کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرے ہاں اولاد نہیں ہے اولاد جیسی نعمت سے نواز دیں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کے لیے دعا فرمائی اور ساتھ ہی یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بہت جلد ایک نیک اور صالح بیٹا دے گا لیکن اس میں ہمارا ساجھا ہوگا بادشاہ نے عرض کی حضور مجھے آپ کی ہر شرط منظور ہے میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میری سلطنت کا ولی عہد پیدا ہو جائے۔

چنانچہ کچھ ہی عرصہ کے بعد خدا کے فضل وکرم سے اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا بادشاہ نے بیٹے کی پیدائش کی خوشی میں زر وجواہر تول کر حضرت کی خدمت میں پیش کیئے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمیں دنیاوی دولت سے کیا سروکار ہم درویش لوگ ہیں ہمیں ان جھگڑوں سے کیا غرض دنیا کی دولت سے ہمارا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے ہمارا تو تمہارے بیٹے میں ساجھا ہے ہم اس میں سے حصہ لیں گے یہ کہہ کر آپ نے حکم دیا کہ بچے کو ہمارے سامنے لایا جائے بادشاہ نے فوراً آپ کے حکم کی تعمیل اور بچہ آپ کو دے دیا آپ نے بچہ اٹھا کر اپنی گود میں چھپا کر بادشاہ کو کہا کہ اب تم جو مرضی کر لو اس میں آدھا حصہ میرا ہوگا آپ نے ہی اسکا نام اردم رکھا یہی لڑکا بڑا ہو کر

سلطان ادھم کے نام سے مشہور ہوا لیکن کچھ عرصہ حکومت کرنے کے بعد اس دنیا نے ترک کر دی اور حکومت چھوڑ دی باقی آدھی عمر فقیری میں گذاری سلطان ادھم نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے خیر پور کے پاس قیام کیا اور یہیں وفات پائی آپ کا مزار خیر پور میں واقع ہے۔ سلطان ادھم سے حضرت لعل شہباز قلندر نے اسکی درویشی کی شکل میں آدھا حصہ لیا۔

کرامت ۴ ☆: آپ کی درگاہ شریف کے موجودہ سجادہ نشین سے پہلے جو سجادہ نشین تھے انکا انتقال ہو گیا ان کے انتقال کے بعد اب نئے جانشین کے انتخاب کا مسئلہ تھا اس انتخاب میں تین افراد امیدوار تھے تینوں کو روحانیت میں بڑی دستگاہ حاصل تھی۔ ہر ایک کے ماننے والے بے شمار تھے اور تینوں کو بیک وقت منتخب کرنا بھی بہت مشکل کام تھا تاہم یہ بات بعید از قیاس نہ تھی کہ اس انتخاب کے نتائج باعث تنازعہ بنتے تینوں امیدواروں کو انتخاب کی تاریخ سے قبل ایک رات ایک جیسا خواب آیا جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے غیب سے ان تینوں کو حکم دیا تھا کہ تم تینوں میں سے کوئی بھی سجادہ نشین نہ ہوگا بلکہ اس کے لیے کسی اور کو منتخب کیا گیا ہے۔

تینوں حضرات خواب دیکھنے کے بعد خاموش رہے اور اپنے خواب کو ایک دوسرے کے سامنے بیان کرنے سے گریز کیا غیب سے دوسرے روز بھی تینوں کو وہی خواب دیکھایا اور اس میں اس شخص کا پتہ بھی بتایا مگر ان تینوں نے پھر بھی سکوت طاری رکھا۔ تیسرے روز ایک مرتبہ پھر خواب میں کہا کہ تم میرے حکم کی تعمیل کیوں نہیں کرتے جاؤ اس شخص کو ڈھونڈ کر لاؤ جسکو ہم نے لعل شہبار قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی سجادہ نشینی اور مجاوری کے لیے منتخب کیا ہے۔ صبح ہوتے ہی تینوں امیدواروں نے ایک دوسرے کو اپنے خواب جو تواتر سے دیکھے تھے سنائے اور اس شخص کا پتہ بھی بتایا جس کے متعلق اللہ رب العزت نے ان تینوں کو سجادہ نشینی کے لیے لانے کا حکم دیا تھا۔

وہ خوش نصیب شخص جن پر خدا کی عنایت بے پایاں تھیں پشاور کے کسی ہسپتال میں ڈاکٹر اور ماہر امراض چشم تھے بظاہر ایک ڈاکٹر کا سجادہ نشینی سے کوئی تعلق تو ہو نہیں سکتا لیکن پھر بھی حکم ایزدی تھا۔ وہ تینوں صاحبان جو خود سجادہ نشینی کے امیدوار تھے اللہ کے منتخب کردہ سجادہ نشین کو لینے کے لیے چل پڑے۔ پشاور پہنچ کر وہ ان ڈاکٹر صاحب کو ملے انکا نام ڈاکٹر عارف تھا انہوں نے سندھ سے آنے کا اپنا مقصد اور مدعا بیان کیا اور پیغام دیا کہ ہم آپ کو بحکم خدا لینے کے لیے آئے ہیں آپ چلیں اور سجادہ نشینی کے فرائض سنبھالیں۔

جب ڈاکٹر صاحب نے ان سے سجادہ نشینی کا سنا تو کہنے لگے بھائی لوگو میرا اور جانشینی کا کیا واسطہ میں ڈاکٹر ہوں میرا کام تو مریضوں کا علاج کرنا ہے میں تو تم لوگوں کے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گا ان تینوں اشخاص نے بیک زبان ہو کر کہا کہ ڈاکٹر صاحب ہم خدا کے حکم سے آپ کے پاس آئے ہیں اور انشاء اللہ آپ کو لیکر جائیں گے اس پر ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ بے شک تمہیں خدا نے حکم دیا ہے لیکن مجھے تو خدا نے کوئی حکم نہیں دیا اس لیے میں بھی خدا کے حکم کا انتظار کروں گا اور جب تک مجھے خدا کی طرف سے کوئی حکم نہیں ملے گا میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔

یہ بات سن کر تینوں اشخاص ڈاکٹر صاحب کی بات سے متفق ہو گئے۔ اور کہنے لگے آپ بھی ٹھیک ہی کہتے ہیں لہذا آپ حکم خداوندی کا انتظار کریں اور ہم اسوقت تک یہیں قیام کریں گے دو تین روز کے بعد ڈاکٹر صاحب نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے تمہیں اس وجہ سے لعل شہباز قلندر کی درگاہ کا سجادہ نشین بتایا ہے۔ کہ تمہارے والد نے حضرت موصوف کی بہت خدمت کی تھی۔ لہٰذا تم اسی وقت سہون شریف روانہ ہو جاؤ۔ اب ڈاکٹر صاحب کا دل مطمئن ہو گیا اور انہوں نے ان تینوں افراد کو بلایا اور کہا کہ بھئی تم

سچ کہتے ہو یہ واقعی اللہ کا حکم ہے۔اس لیے مجھے تمہارے ساتھ جانے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔اور میں جانے کے لیے تیار ہوں۔

چنانچہ ڈاکٹر صاحب ان تینوں کے ہمراہ سیہون کے لیے روانہ ہوئے اور منزل پر پہنچ کر مسند سجادگی سنبھال لی۔آج بھی وہی درگاہ شریف کے سجادہ نشین ہیں وہ ڈاکٹر صاحب سجادہ نشینی کے فرائض کے علاوہ لوگوں کی آنکھوں کا بھی مفت علاج معالجہ کرتے ہیں۔

کرامت ۵☆:ایک مشہور کتاب تحفۃ الکرام میں روایت ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر کی درگاہ کی کلید قدیم زمانے سے شیخوں کے پاس تھی ایک مرتبہ مقامی سادات برادری نے وہ چابی زبردستی شیخوں سے لے لی مگر قدرت خدوندی کہ جب سادات نے درگاہ شریف کا تالا کھولنا چاہا تو اس چابی سے تالا نہ کھلا غرضیکہ لوہاروں کو بلایا گیا مگر باوجود اسکے بھی تالا نہ کھل سکا اس کے بعد مجبوراً سادات نے چابی شیخوں کو دے دی اس وقت شیخ مکھن نامی آدمی نے اپنی مرضی سے چابی سادات کے ایک بزرگ سید ولی محمد کے حوالے کر دی تب سے اب تک سادات کرام کلید بردار ہیں۔شیخوں کے پاس چابی رہنے کی وجہ یہ تھی کہ انکے کسی بزرگ نے حضرت لعل شہباز قلندر کی بہت خدمت کی تھی اور حضرت کے لطف کرم اور انوار کے بارش نے شیخوں کو کلید برداری کا اعزاز بخشا۔

وصال باکمال☆:آپ کی آخری زندگی مکمل جذب وسکر میں گذری ہزاروں مرید اور عقید تمند آپ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہتے تھے۔مگر آپ نے گوشہ نشینی اختیار کیئے رکھی آپ کے وصال باکمال کے متعلق تاریخ نگاروں میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے تاریخ ہند کے مطابق آپ کا وصال 21 شعبان 650ھ بمطابق 1252ء بتائی جاتی ہے جبکہ دیگر مورخین آپ کے وصال کی تاریخ 18 اور کوئی 21 تاریخ بتاتا ہے۔معتبر تاریخ کی رو سے آپ کا عرس مبارک 18 تا 21 شعبان المعظم کو سہون شریف صوبہ سندھ میں منایا جاتا ہے عرس میں عقیدتمندان کا ایک جم غفیر پنجاب سرحد بلوچستان اور صوبہ سندھ کے لوگ جوق در جوق شرکت کرتے ہیں۔آپ کا روضہ مبارک سلطان فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں اس کے مقرر کردہ سیوستان کے والی اختیار الدین نے تعمیر کروایا جو کہ چھ گنبدوں پر مشتمل ہے۔

فقیر راقم الحروف کو بارہا آپ کی درگاہ معلیٰ کی زیارت کا شرف حاصل ہے، جبکہ کئی مرتبہ سالانہ عرس کے موقع پر بھی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت ملک شاہ ولی قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: تیغ بے نیام، مردِ حق مردِ حقیقت آگاہ، پیشوائے کاملاں زائر مدینہ حضرت ملک شاہ ولی رحمتہ اللہ علیہ امام العاشقین ہیں۔آپ کی تمام عمر مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جبیں سائی میں گزری انتہا درجے کے پکے سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بلند پایہ کے ولی اور درویش کامل تھے۔

مدینہ پاک سے سیالکوٹ آنے کا سبب☆: آپ فیروز شاہ تغلق کے دور میں اگوکی سیالکوٹ میں تشریف لائے۔ اس زمانے میں راجہ سیل کی حکومت تھی، اس نے قلعہ سیالکوٹ کی دیوار بنانے کے لئے معماروں کو بلوایا، جب قلعہ کی دیواروں کی تعمیر کا کام شروع ہوا تو، ہوا یہ کہ تمام دن جو دیوار تعمیر کی جاتی تھی، وہ رات کو گر جاتی صبح کو معمار آ کر حیران و پریشان رہ جاتے تھے۔

معماروں نے جب صورتحال سے راجہ کو آگاہ کیا تو اس نے پریشان ہو کر اپنے نجومیوں اور جوتشیوں کو بلوا کر مشورہ کیا کہ یہ دیوار روزانہ جتنی تعمیر کی جاتی ہے وہ کیوں گر جاتی ہے۔

انہوں نے اپنے مذہب طریقہ اور علم نجوم کے مطابق راجہ کو بتایا کہ اگر قلعہ کی بنیادوں میں کسی مسلمان کا خون چھڑکا جائے تو دیوار تعمیر ہو سکتی ہے۔

چنانچہ راجہ کے حکم کے مطابق کسی مسلمان کی تلاش شروع کر دی گئی۔اور اسی تلاش کے دوران مرد قلندر حضرت پیر سید مراد شاہ علیہ الرحمتہ کو گرفتار کر کے قلعہ کی بنیادوں کے قریب ان کو شہید کر کے ان کا خون قلعے کی بنیادوں میں چھڑکا گیا، یہ ظلم دیکھ کر حضرت پیر سید مراد علی شاہ کی والدہ محترمہ فریاد کرتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ مجھے میرے بیٹے کا خون کا بدلہ چاہئے۔

اس کی فریاد سن کر آپ نے مائی صاحبہ سے فرمایا کہ تم مدینہ منورہ میں چلی جاؤ وہاں جا کر فریاد کرو۔

یہ جواب سن کر مائی صاحبہ نے کہا کہ میرے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے میں کیسے مدینے جا سکتی ہوں۔مائی کی بات سن کر آپ نے فرمایا اچھا مائی جی آپ آنکھیں بند کریں۔مائی صاحبہ نے آنکھیں بند کیں، اور جب چند لمحوں کے بعد آنکھیں کھولیں تو خود کو مدینہ پاک میں موجود پایا۔

مائی صاحبہ نے مدینہ پاک میں دربار رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہو کر خوب آہ و زاری کی اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے بیٹے کے خون ناحق کے بارے میں فریاد کی۔

مائی صاحبہ کی فریاد اور دعا قبول ہوئی اور اسے دہلی جانے کا حکم ملا۔ وہ جب مدینہ پاک سے دہلی پہنچی تو اس کی ملاقات حضرت امام علی لاحق شہید سے ہوئی، جو اس وقت فیروز شاہ کے دربار میں پہلے یک ہزاری لیفٹیننٹ تھے، بعد ازاں ترقی کرتے کرتے ہفت ہزاری بریگیڈیئر ہو گئے تھے۔

حضرت امام علی لاحق مائی کی بات سن کر جوش میں آ گئے اور اس خون ناحق کا بدلہ لینے کے لئے کمر بستہ ہو کر دہلی سے اپنی فوج کا لاؤ لشکر لے کر چلے اور سیالکوٹ کے باڈر پر ہی کافروں سے ان کی جنگ ہوئی اور بہت سے کفار کو واصل جہنم کر کے حضرت امام لاحق شہید نے کافروں سے فتح حاصل کر لی۔

کشف و کرامات ☆: آپ کا اصل نام صغیر شاہ ابن حق شاہ تھا مگر آپ مورکھ شاہ کے نام سے معروف ہوئے، اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے موضع اگوکی جہاں آج کل آپ کا مزار پر انوار ہے وہاں آپ نے اپنے دست مبارک سے بوہڑ کا ایک درخت کنویں کے بالکل کنارے پر لگایا تھا۔

جس پر لوگوں نے کہا کہ یہ کتنا مورکھ ہے کہ درخت بالکل کنویں کے کنارے پر لگا رہا ہے، جب یہ درخت بڑا ہو گا تو کنواں ٹوٹ جائے گا۔

آپ نے ان کی باتیں سن کر رب اکبر کی بارگاہ میں دعا کی اے مالک جو درخت میں نے کنویں کے کنارے پر لگایا ہے اس کی جڑیں کنویں میں نہ جانے دینا، اللہ کریم نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور آپ کی زندہ کرامت کے طور پر وہ درخت آج بھی کنویں کے کنارے پر بہت بڑے درخت کی شکل میں اس انداز سے کھڑا ہے کہ اس کی جڑیں اور شاخیں کنویں کے تینوں طرف تو جھکی ہوئی ہیں مگر کنویں کی طرف (یعنی چوتھی طرف) کوئی شاخ اور جڑ نہ ہے۔

کرامت نمبر ۲ ☆: آپ کی ایک زندہ کرامت آج کے دور میں یہ بھی دیکھی سکتی ہے کہ اگر کسی کا بچہ سوکھا ہوا ہو یا کسی بیماری سے سوکڑے کے مرض مبتلا ہو تو ایسے مریض کو اگر تین اتوار اس کنویں کے پانی سے نہلایا جائے تو وہ بچہ بالکل تندرست اور صحت یاب ہو جائے گا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ساتویں صدی ہجری میں بعہد فیروز شاہ تغلق ہوا، مزار پر انوار موضع اگوکی سیالکوٹ میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر لاکھا قلندر رحمۃ اللہ علیہ

تعارف☆: فقیر مست الست، متصرف بہ تصرفات، صاحب کشف و کرامات، ہمہ صفت قلندرانہ حضرت پیر لاکھا قلندر رحمۃ اللہ علیہ مخلوق سے بے نیاز ہیں۔

آپ کے والدین ہندومت سے متعلق اور اولاد کی نعمت سے محروم تھے، ڈاکٹروں، حکیموں، طبیبوں سے علاج کروا کر مایوس ہو کر علاج معالجہ کروانا چھوڑ دیا۔

یہ زمانہ لال شہباز قلندر علیہ الرحمۃ کا زمانہ تھا۔ آپ کا شہرہ عروج پر تھا آپ کے والد کو ایک مسلمان دوست نے مشورہ دیا کہ لال شہباز قلندر کی خدمت میں حاضری دو، شاید تمہاری مراد بر آئے گی۔

آپ کے والدِ انتہائی مایوسی کے عالم میں لاچار و ناچار اپنی بیوی کو ہمراہ لے کر بلوچستان کے علاقہ جھل مگسی سے سیہون شریف میں حضرت لال شہباز قلندر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رو کر اپنا مدعا بیان کیا۔

حضرت لال شہباز قلندر نے مراقبہ کیا۔ بعد از مراقبہ کے اس کو اولاد کی خوشخبری سنائی اور گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

وقت آیا کہ خداوند عالم انہیں ایک خوبصورت سا بیٹا عنایت کیا۔ خوبصورتی کی وجہ سے نومولود کے ہونٹ سرخ رنگ کے تھے۔ ہونٹوں کی سرخی کی بنا پر والدین نے آپ کا نام ''لاکھا'' رکھا۔

لاکھا ہندی کا لفظ ہے اور پان کے اُس سرخ رنگ کو لاکھا کہتے ہیں، جو عورتیں خوبصورتی کی خاطر ہونٹوں پر جماتی ہیں۔

جب آپ عنفوان شباب کی منزلیں طے کر رہے تھے، عین ان دنوں حسن اتفاق سے حضرت لال شہباز قلندر علیہ الرحمۃ بلوچستان آپ کے علاقہ جھل مگسی میں تشریف لائے، جب آپ کے والدین کو ان کی آمد کا پتہ چلا تو وہ حضرت لال شہباز قلندر علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آپ کو لے کر حاضر ہوئے اور اُن کے سامنے آپ کی پیدائش کا واقعہ دہرایا۔

حضرت لال شہباز قلندر علیہ الرحمۃ نے آپ کو سینے سے لگایا اور باطنی توجہ فرمائی تو آپ کے سینے اور دل سے ظلمت دور ہوگئی، دل و دماغ روشن اور منور ہوگیا، آپ حضرت لال شہباز قلندر علیہ الرحمۃ کے قدموں میں گر گئے۔ اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو کر دولتِ ایمان سے مالا مال ہوگئے۔

حضرت لال شہباز قلندر علیہ الرحمۃ کی تھوڑی سے باطنی توجہ اور تربیت نے آپ کو صاحب کشف و کرامت بنا دیا۔

کشف وکرامات ☆: ایک مرتبہ آپ نے ''اُک'' کے پتوں کو ہاتھ میں لیا تو وہ روٹی کے ذائقے والے بن گئے، جس جس نے بھی کھایا وہ اصلی روٹی کی طرح تھے، ان میں ذرہ بھر بھی 'اُک' کے زہر کا اثر نہ تھا۔

کرامت نمبر۲ ☆: بلوچستان کے علاقہ میں شروع ہی سے پانی کی قلت رہی، اسی وجہ سے زیادہ تر زمینیں بے آباد و بنجر پڑی ہیں۔

ایک مرتبہ علاقہ جھل مگسی کے کچھ لوگ اکٹھے ہو کر آپ کے سامنے فریادی ہوئے کہ حضور دعا فرمائیں خدا اس زمین کو سیراب کر دے، اور ہمیں پانی جیسی نعمت سے مالا مال کر دے۔

آپ نے کھڑے ہو کر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھی اور اپنے دونوں پاؤں زمین پر مارے تو زمین سے دو چشمے پانی کے جاری ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ پانی کا بہاؤ اس قدر تیز تھا کہ سندھ کا کچھ حصہ بھی زیرِ آب آ گیا تھا، یہ دیکھ کر آپ کے پیرو مرشد حضرت لال شہباز قلندر رعلیہ الرحمۃ نے آپ سے فرمایا کہ دنیا میں تباہی مت مچاؤ، کیونکہ پانی کی تیزی سے لوگ پریشان ہو گئے ہیں۔

اس فرمان کے بعد سے پانی کی تیزی کم ہو گئی، اور وہ پانی اب تالاب یا جھیل کی شکل اختیار کر چکا ہے، آج کل ان تالابوں میں مچھلیاں بھی موجود ہیں۔

آپ کی دعا و قدموں کی برکت سے اس پانی میں یہ خاصیت ہے کہ اگر جلدی امراض کے مریض اس پانی سے غسل کریں تو وہ مریض شفایاب ہو جاتے ہیں، دور دراز سے لوگ آ کر استفادہ کرتے اور شفایاب ہوتے ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ساتویں صدی ہجری کے آخر میں ہوا۔

جب آپ کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے اس مقام پر دفن کیا جائے کہ جہاں میری حضرت لال شہباز قلندر رعلیہ الرحمۃ سے ملاقات ہوئی تھی۔

چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا، آپ کا مزارِ پُر انوار درّہ مولا میں جھل مگسی سے بیس میل دور جنوب مغرب میں واقع ہے۔

ہر سال جھل مگسی، درہ مولا صوبہ بلوچستان میں آپ کا سالانہ عرس مبارک جیٹھ کے مہینے کے ابتدائی دنوں میں منایا جاتا ہے۔ جو آج کل میلے کی شکل اختیار کر گیا ہے، دور دراز سے اہلِ عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ ابراہیم قندوزی مجذوب قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: سالک مسالکِ حقیقت، صاحب حال اہل دل، قدوۃ ابرار روزگار، غریق درے یائے وحدت ومعرفت، عارف محقق ومجذوب حق حضرت شیخ ابراہیم قندوزی مجذوب قلندر رحمتہ اللہ علیہ وحدت حقیقی اور غیرت الٰہی کے عظیم مظہر تھے۔

عاشقِ رسول علامہ عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ اپنی شہرت آفاق تصنیف لطیف نفحات الانس میں آپ کے بارے تحریر فرماتے ہیں کہ

آپ عجیب وغریب قسم کے مجذوب تھے، لوگ کہتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا کہ وہ چند روز تک بالکل نہ کھاتے نہ پیتے اور پھر ایسا ہوتا کہ ایک ہی مرتبہ میں بہت سی خوراک کھا جاتے تھے، لوگ ان کے بارے عجیب وغریب کرامات بیان کرتے ہیں۔

حضرت شیخ نجیب الدین علی بزغش کہتے ہیں کہ میرے دل میں ان سے ملاقات کی خواہش پیدا ہوئی اور میں نے کئی بار ان سے کہا میں اور آپ ایک دن ساتھ رہیں، لیکن وہ کسی طرح نہیں مانتے تھے۔

ایک دن میں نے ان کو بازار میں دیکھا کہ سردی کا موسم تھا انہوں نے مجھ سے کہا کہ آج ایسا دن ہے کہ ہم تم ایک ساتھ رہیں، مگر شرط یہ ہے کہ آج کی رات بازار کی مسجد میں گزاری جائے۔

چنانچہ میں اُن کے ساتھ مسجد میں گیا، اور جب کچھ دیر گزری تو میں نے ان سے کہا کہ میں بازار سے آپ کے لئے کھانا لے کر آؤں تو فرمایا نہیں میرا پیٹ بھرا ہوا ہے، اتنی دیر میں موسلا دھار بارش شروع ہوگئی، وہ بھی اتنی تیز کہ پرنالے چلنے لگے۔

جب ہم مغرب وعشاء کی نماز ادا کر چکے تو دیگر تمام لوگ مسجد سے باہر چلے گئے، اور مسجد میں صرف میں اور حضرت ابراہیم مجذوب قندوزی علیہ الرحمۃ ہی رہ گئے تھے، اس وقت آپ نے فرمایا میں بھوکا ہوں میرے لئے کھانے کو کچھ لے کر آؤ، چونکہ اندھیری رات تھی، برف گر رہی تھی، بارش کا زور تھا، میرے پاس چند دینار تھے، میں نے وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے اور کہا اس وقت تو کھانا نہیں لا سکتا اس لئے سخت بارش ہے، یہ میرے پاس چند درہم ہیں آپ لئے ہیں اس رقم سے کل کھانا خرید کر کھا لینا، آپ نے وہ دینار تو لے لئے مگر تھوڑی دیر بعد مجھ سے پھر فرمایا کہ میں بھوکا ہوں میرے لئے کھانا لے کر آؤ، میرا گھر وہاں سے کافی دور تھا، لیکن مسجد کے قریب میرے ایک معقول رشتہ دار رہتے تھے۔ میں بارش میں بھیگتا ہوا اُن کے گھر گیا اور کہا کہ مسجد میں مہمانوں کی ایک جماعت آئی ہے، لہٰذا کھانے میں کچھ موجود ہے تو دے دو۔

حضرت شیخ نجیب الدین علی بزغش علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی سے یہ سُن رکھا تھا کہ حضرت ابراہیم مجذوب کھانا بہت کھاتے ہیں، اس لئے جماعت کہا کہ ہر شخص ایک جماعت ہے، انہوں نے کہا کہ تم نے بہت دیر کردی اور گھر میں پکا ہوا کھانا تو موجود نہیں ہے، کچھ کچا سامان پڑا ہوا ہے اگر خود پکا کر مہمانوں کو دے سکو تو بہتر ہے۔

چنانچہ انہوں نے اپنے ملازموں کو بلا کر کسی کے سر پر گھی، کسی کے سر پر چاولوں کا طشت، بعض طشتوں میں پنیر، بعض میں گیہوں اور چنے وغیرہ بھروا کر ایک دنبے کا گوشت (جو سُوکھا ہوا تھا) میرے ساتھ کر دیا، اور کہا کہ یہ سامان موجود ہے، خود جا کر پکا کر مہمانوں کی خدمت میں پیش کر دینا۔ ملازم سروں پر کھانا رکھ کر میرے ساتھ مسجد میں آئے، میں نے تمام طشت کھانے کے آپ کے سامنے رکھ دیئے، میں نے اس تمام سامان کا اندازہ کیا تو وہ تقریباً ایک من دس سیر وزن تھا۔

میں نے حضرت ابراہیم مجذوب سے عرض کیا کچھ دیر ٹھہریئے میں کھانا پکا لوں، انہوں نے کہا کہ میں ایسے ہی کچا کھا لوں گا، اتنا کہا اور تمام سامان کچا ہی تناول کر لیا، پھر کچھ دیر بعد ایک سائل کی آواز آئی، جو دیوزہ گری کرتا پھر رہا تھا، مجذوب ابراہیم دوڑے ہوئے مسجد سے باہر گئے اور جو کچھ اس نے بھیک مانگ کر جمع کیا تھا، سب مجذوب ابراہیم نے لے لیا، تقریباً دس سیر کے قریب روٹیوں کے ٹکڑے اور دیگر کھانا بھی تھا وہ لیا اور سب کھا گئے۔

جب آدھی رات گزر گئی تو آپ نے مجھ سے فرمایا اٹھو اور مسجد کے گوشے میں جا کر سو جاؤ، کیونکہ تم نے میرے لئے بہت تکلیف اٹھائی ہے۔ لیکن اگر تم نے زرا بھی حرکت کی تو میں تم کو ہلاک کر دوں گا، میں مسجد کے ایک کونے میں جا کر لیٹ گیا، مجھ میں ذرا سی بھی حرکت کرنے کی سکت نہ تھی، اگر جسم میں کھجلی بھی ہوتی تھی تو میں کھجلانے کی ہمت نہ کر سکتا تھا۔

اس مسجد میں ایک بڑا سا پتھر رکھا ہوا تھا، حضرت ابراہیم مجذوب وہ پتھر اٹھا کر لائے اور میرے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا میں اس پتھر سے تجھ کو ہلاک کر دوں گا، پھر خود ہی فرمایا نہیں اس کا مارنا درست نہیں ہے اس لئے کہ اس کا باپ بہت ضعیف ہے، وہ کل اس کل لئے روئے گا، پھر اس پتھر کو لے جا کر ایک طرف رکھ دیا۔

چنانچہ چند بار انہوں نے ایسا ہی کیا، جس کے ڈر اور خوف سے میری نیند اچاٹ ہو گئی، لیکن میں ان کے سامنے خود کو سوتا ہوا ظاہر کر رہا تھا۔ پھر مجھ سے کہنے لگے میں جانتا ہوں تم سو نہیں رہے ہو، میں تم کو تکلیف دے رہا ہوں، اب میں نے تم کو خدا کے واسطے معاف کر دیا ہے، لہٰذا میں اب مسجد کی چھت پر جا رہا ہوں تا کہ تم آرام سے سو جاؤ، یہ کہہ کر وہ چھت پر تشریف لے گئے۔

مسجد کی سیڑھیوں پر ایک حجرہ تھا، اس میں مسجد کے امام کی بہت سی کتابیں رکھی ہوئی تھیں، میں اس حجرے میں چلا گیا اور دروازہ بند کر کے سو گیا۔

اتنے میں مجھے آوازیں آنی شروع ہو گئیں، جیسے کوئی کچھ چبا کر کھا رہا ہو، میں سمجھ گیا کہ حضرت ابراہیم مجذوب رحمتہ اللہ علیہ کچھ چبا کر کھا رہے ہیں، مجھے سخت تعجب ہوا کہ حجرے میں کوئی ایسی کھانے کی چیز بھی نہیں تو پھر یہ آواز کیوں؟

جب میں صبح کو حجرے سے باہر نکلا تو حضرت ابراہیم مجذوب قلندر جا چکے تھے، میں اوپر کتب خانے میں گیا تو کیا دیکھا کہ وہ

کتابوں کی تمام جلدیں کھا گئے ہیں، وہ آوازان کے چبانے کی تھی جسے میں سُن رہا تھا۔

حالت کشف ☆: حضرت شیخ نجیب الدین علی بن برغش شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ کبیر کے روضۂ مبارک سے ایک پیر مرد باہر نکلے ان کے عقب میں چھ شیوخ اور ہیں، اور یہ تمام حضرات ایک دوسرے کے آگے پیچھے چل رہے ہیں، سب سے آگے جو بزرگ تھے وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر سب سے پیچھے جو بزرگ تھے ان کے ہاتھ میں دے دیا، اور اُن سے کہا کہ یہ ایک امانت ہے جو خداوند تعالیٰ نے تمہارے پاس بھیجی ہے۔

حضرت شیخ نجیب فرماتے ہیں کہ میں نے بیدار ہو کر اپنے اس خواب کا تذکرہ اپنے والدِ بزرگوار سے کیا تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے اس خواب کی تعبیر بیان نہیں کر سکتا، یہ خواب حضرت شیخ ابراہیم سے بیان کروں گا، جو اس زمانے کے ہوشمند مجذوبوں میں سے ہیں، اور ہر طرف ان کی شہرت ہے۔

چنانچہ شیخ نجیب الدین کے والدِ محترم نے ایک آدمی کو حضرت شیخ ابراہیم مجذوب کے پاس بھیجا کہ اس خواب کی تعبیر بتائیں، آپ نے خواب سنتے ہی فرمایا کہ یہ خواب علی بزغش کے سوا کسی اور کا نہیں ہو سکتا، سنو اول تو شیخ کبیر ہیں اور دوسرے شیوخ وہ ہیں جوان کے سلسلہ میں داخل ہیں، اور جس پیر کے حوالے ان کی تربیت کی گئی ہے، ان کو زندہ ہونا چاہیے، لہٰذا علی بزغش کو چاہیے کہ ان شیخ کی تلاش میں نکلیں تا کہ مقصود کو پہنچ سکیں۔

حضرت خواجہ غریب سے آپ کی ملاقات ☆: صاحب مرآۃ الاسرار شیخ عبدالرحمٰن چشتی، اور صاحب اقتباس الانوار حضرت شیخ محمد اکرم قدوسی علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت خواجہ غریب نواز سیّد محمد معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ اپنے والد سے ترکہ میں ملنے والے باغ میں محو عبادت و ریاضت تھے کہ ایک مجذوب الحال بزرگ کا باغ کے قریب سے گزر ہوا، تو غریب نواز نے انہیں بلا کر ادب واحترام سے ایک درخت کے نیچے بٹھایا۔

یہ بزرگ حضرت شیخ ابراہیم قندوزی مجذوب تھے، خواجہ غریب نواز نے انگوروں کا ایک خوشہ توڑ کر ان مجذوب حضرت ابراہیم قندوزی کو پیش کیا، اور خود ادب سے ان کے سامنے بیٹھ گئے، مجذوب نے غریب نواز کے پیش کئے ہوئے خوشہ کو قبول کیا، اور کھانے کے بعد خوش ہو کر فرمایا کہ تم نے ہماری دعوت کی اور اب ہم تمہیں اپنی طرف سے تحفہ پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابراہیم قندوزی مجذوب نے اپنے تھیلے سے ایک ٹکڑا کھلی کا نکالا اور منہ میں چبا کر آپ کے منہ میں دے دیا، اس کھلی کے کھاتے ہی آپ کے سینے میں نور معرفت روشن ہو گیا، اور دل کی دنیا ہی بدل گئی، کہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو گیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال ساتویں صدی ہجری کو ہوا، مزار پُر انوار کوہاٹ شہر صوبہ سرحد میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ کوہاٹ شہر میں آپ کا دربار قندوزی بابا کے دربار کے نام سے معروف ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ شرف الدین بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ

تعارف☆: زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین برہان الواصلین فنافی اللہ بقاباللہ کشتۂ عشق رسول ﷺ حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ فنافی الوجود فنافی المرشد اور قلندر زمانہ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ایران کے صوبہ کرمان کے سالار خاندان کے عظیم بزرگ جناب فخر الدین سالار کے گھر 602ھ بمطابق 1205ء کے گھر ہوئی۔ جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو ماں باپ بہت خوش تھے۔ مگر ایک حیران کن بات یہ تھی کہ پیدا ہوتے ہی آپ نے رونا شروع کر دیا اور مسلسل روتے رہے۔ بڑی کوشش کی مگر آپ کا رونا بند نہ ہوا ماں باپ باری باری حتیٰ کے آپ کے بھائی نظام الدین بھی آپ کو اٹھاتے اور بہلاتے رہے۔ مگر جوں جوں آپ کو بہلایا جاتا آپ کے رونے میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ جب رونے میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی تو آپ کے والدین نے آپ کے پورے جسم کا جائزہ لیا کہ کہیں کوئی چوٹ تو نہیں آئی جسکی وجہ سے آپ رو رہے ہیں مگر چوٹ کا کہیں نام ونشان نہ تھا رونے کے ساتھ ساتھ آپ کی آنکھیں بھی بند تھیں جو کہ کھلتی نہ تھیں آخر یہ طے پایا کہ آنکھوں میں تکلف ہوگی جس کی وجہ سے آپ رو رہے ہیں مگر معاملہ یہ تھا کہ آنکھ کھلے تو پتہ چلے۔ آنکھ کھولنے کے لیے بہت جتن کیئے مگر آپ نہ آنکھ کھولتے تھے نہ ہی دودھ پیتے تھے نہ ہی رونا بند کرتے آپ کے والدین اس وجہ سے سخت پریشان تھے۔

آپ کے والد سالار فخر الدین جب تمام حربے استعمال کر کے ناکام ہو گئے تو کہنے لگے جس جگہ دوا کام نہ کرتی ہو اس جگہ دعا کام کرتی ہے۔ یہ سوچ کر مصلے پر آ گئے اور سجدے میں سر رکھ کر اللہ کریم کی بارگاہ میں التجا کی اے قادر مطلق تو قادر کریم اور **علی کل شیئی قدیر** ہے۔ میری عقل اور تدبیر ناقص ہے۔ مگر میں نے پھر بھی اسکو استعمال کیا۔ میری تمام کوششیں اور تدبیریں اکارت ہو گئیں۔ اے اللہ بچے کا رونا ناقابل برداشت ہے۔ میں تیری مدد چاہتا ہوں۔ تو اپنے فضل سے بچے کا رونا بند کر دے اور اسکی آنکھیں کھول دے اور عرض کی اے اللہ جب تک تو میری دعا قبول نہ کرے گا میں سجدے میں ہی پڑا رہوں گا۔ دعا کے بعد حضرت سالار فخر الدین کے دل میں طمانت اور تشفی پیدا ہو گئی مگر انتظار دعا کی قبولیت کا تھا کہ اس اثنا میں ان پر غنودگی طاری ہو گئی اور حالت خواب میں انکو بشارت دی گئی کہ تمھاری مراد دو دن کے اندر پوری ہو جائے گی جب آنکھ کھلی تو سالار فخر الدین کو گمان گذرا کہ یہ خواب کہیں شیطانی وسوسہ نہ ہو آپ بدستور اسی طرح سجدے میں پڑے رہے انہیں دوبارہ بتایا گیا کہ اسکو شیطانی وسوسہ نہ سمجھے تمہاری مراد دو روز بعد بر آئے گی۔

سالار فخر الدین خوشی سے اٹھے اور تمام ماجرہ ہاتف غیبی والا اپنی بیوی سے بیان کر دیا۔ سب گھر والے محلے دار پڑوسی اور رشتہ دار

حیران و پریشان تھے۔ بچہ مسلسل یکبارگی کے ساتھ رو رہا ہے۔ مگر نہ تو اسکی آواز بیٹھ رہی ہے اور نہ ہی وہ ٹھیک ہو رہا ہے۔ بس رو رہا ہے۔ نہ دودھ پینے سے غرض اور نہ ہی آنکھ کھل رہی ہے۔

حضرت سالار فخر الدین کو اپنی دعا پر پورا یقین تھا۔ مگر اب اس کے پورا ہونے کے وقت کا انتظار تھا۔ مگر بچے کی گریہ وزاری نے ماں باپ کو بے کل کر کے رکھ دیا اب بچے کی ماں نے اپنے شوہر سے کہا کہ مشیت ایزدی پر میں شاکر ہوں مگر بچہ رو رو کر نڈھال ہو رہا ہے۔ کسی حاذق کو تلاش کرو شاید اسکی تدبیر ہی ہمارے لیے بہتری کا کوئی سبب پیدا کر دے سالار فخر الدین دروازے سے باہر نکلے تو ایک درویش کو دیکھا جس نے چمڑے کا لباس پہنا ہوا تھا۔

فخر الدین سالار کو خیال گزرا کہ یہ کوئی سائل ہے۔ انہوں نے اس درویش سے کہا کہ بابا پھر کسی وقت آنا اس وقت میں جلدی میں ہوں۔ آپ کی حسب حیثیت خدمت کر دوں گا۔

درویش نے حضرت فخر الدین سالار کی طرف دیکھا اور فرمایا اے فخر الدین تم کیا کہہ رہے ہوں۔ میں تمہیں کچھ دینے آیا ہوں تم سے کچھ لینے کے لئے نہیں آیا۔ تمہیں تمہارا بیٹا مبارک ہو۔ میں تو اس کے دیدار کے لئے آیا ہوں۔ جلدی کرو اس کو میرے روبرو لیکر آؤ۔ سالار فخر الدین نے درویش کو غور سے دیکھا تو ان کے قلب وذہن میں ایک جھما کا سا ہوا اور بلا تامل بولے بابا آیئے۔ شاید میں آپ ہی کا منتظر تھا۔ یہ کہہ کر حضرت فخر الدین سالار اندر سے بچے کو لیکر آئے اور درویش کے سامنے رکھ دیا۔ مگر بچہ ہے کہ اب بھی مسلسل روئے چلا جا رہا تھا۔ اور آنکھیں بھی بند ہیں درویش نے آپ کو گود میں اٹھایا اور کہا قلندر آپ دنیا میں آ گئے ہیں۔ اس لئے آنکھیں کھول لو اور رونا بند کر دو اس کے بعد درویش نے آپ کے کان میں کوئی قرآنی آیت پڑھی۔ آیت پڑھنے کی دیر تھی کہ آپ نے آنکھیں بھی کھول دیں اور رونا بھی بند کر دیا۔

آپ کے والدین حیرت سے کبھی آپ کو دیکھتے کبھی درویش کو دیکھ رہے تھے۔ اور درویش کی خدمت میں عرض گزار ہوئے کہ جب سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس نے دودھ بھی نہیں پیا ہے۔ درویش نے کہا کہ گھبرائیں مت آپ دودھ پلائیں اب یہ دودھ پیئے گا۔ اور روئے گا بھی نہیں آپ کے والدین یہ جواب سن کر خوش ہوئے۔ اس لئے کہ اب ان کا بچہ روتا بھی نہیں تھا۔ اور دودھ بھی پی رہا تھا۔ درویش نے کہا کہ اے شیخ فخر الدین یہ بچہ کوئی معمولی نوعیت کا نہیں۔ یہ قلندر ہے اور ایک عظیم روح ہے لہٰذا اس کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھنا۔ پیدا ہونے والا بچہ مادرزاد ولی ہے۔ قرآن کی آیت کے احترام میں اسی لئے فوراً چپ ہو گیا تھا۔ جبکہ اس سے پہلے تین روز سے مسلسل رو رہا ہے۔ اس بزرگ نے ہی آپ کا نام شرف الدین رکھا۔ جوں جوں آپ بڑے ہوتے گئے۔ آپ میں غیر معمولی اور حیرت انگیز واقعات رونما ہونے لگے متعدد واقعات اور مشاہدات سے اُس چرم پوش درویش کی پیشن گوئی پوری ہوتی نظر آنے لگی۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ کے والدین نے اس درویش کے کہنے کے مطابق آپ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی ابتداء ہی میں عربی کی تعلیم پر توجہ دی گئی۔ فقہ حدیث پر مکمل عبور حاصل کرنے کے بعد آپ نے فارسی ہندی زبانیں بھی سیکھ لیں آپ کو شروع ہی شاعری سے بہت لگاؤ تھا۔ آپ نے اپنی غیر معمولی صفات اور خصوصیات کی وجہ سے دنیا میں بڑی شہرت پائی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ کو حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین علیہ الرحمۃ سے بہت عقیدت ومحبت تھی آپ جب بھی پانی پت سے دہلی تشریف لے جاتے تو حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ضرور حاضری دیتے۔ کئی مرتبہ دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کی بیعت کرلی جائے مگر متامل ہوجاتے۔

یک لخت آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ میں اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کروں گا جس کا تصرف آسمانوں پر بھی ہو۔ یہی وجہ تھی کہ آپ حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے دست مبارک پر بیعت نہ ہوئے تھے۔ آپ کی عبادت وریاضت کا یہ عالم تھا اور اس قدر تاثیر پیدا ہوگئی تھی کہ عالم پنہاں بھی آپ سے پوشیدہ نہ رہا۔

آپ جب بھی شیخ کامل کی تلاش میں پہلے آسمان پر مشاہدہ فرماتے تو آپ کو وہاں جو بزرگ نماز پڑھتے نظر آئے وہ حضرت خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ تھے۔ جب دوسرے آسمان پر گئے تو کیا دیکھا وہاں بھی حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ موجود ہیں۔ تیسرے آسمان پر گئے تو وہاں بھی حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا، چوتھے آسمان پر گئے تو وہاں بھی آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ علی ہذا القیاس ساتویں آسمان پر چشم باطنی سے مشاہدہ کیا تو کیا دیکھا کہ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ وہاں پر بھی نماز کی حالت میں ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت بوعلی شاہ قلندر نے پچاس ہزار تاریک پردوں کے بعد بیس ہزار نورانی پردوں کی منازل طے کرلیں آپ نے اس سے آگے جانے کی کوشش کی لیکن بغیر مرشد کامل آگے جانا ممکن نہ تھا۔

آپ بہت آزردہ خاطر ہوئے اور اگلے ہی روز حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ مسکرائے اور فرمایا کہ ساتویں آسمان کی سیر تو بغیر مرشد کے ہی کرلی اب مرید ہونا چاہتے ہو۔ تمہیں مرید ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حضرت بوعلی شاہ قلندر سخت مایوس ہوئے اور بڑے بھائی کے پاس جاکر سارا ماجرا سنایا۔ انہوں نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا کہ حضرت خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے بغیر کسی مصلحت کے آپ کی بیعت درخواست کو رد نہیں فرمایا۔ آپ اس کا زیادہ اثر نہ لیں اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کریں۔ اس کے بعد حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ پانی پت سے اپنی سکونت ترک کرکے مستقلاً دہلی آکر قیام پذیر ہوگئے اور قطب مینار کے پاس ہی مسجد قوۃ الاسلام میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ اور یہیں پر فتاویٰ نویسی بھی فرماتے رہے اس کے ساتھ ساتھ ہی اپنی عبادات، مجاہدات اور ریاضت میں بھی مصروف رہے۔

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ آپ قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ ہیں اور تعلیم یافتہ حضرت شیخ شہاب الدین عاشق باخدا علیہ الرحمۃ جو حضرت امام الدین ابدال کے مرید وخلیفہ ہیں اور حضرت امام الدین ابدال حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک آپ حضرت نجم الدین قلندر کے مرید وخلیفہ ہیں۔

بعض مؤرخین کے نزدیک آپ حضرت خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے نماز عصر کے وقت دریائے جمناء کے کنارے بیعت سے مشرف فرمایا تھا۔ اور یہی روایت ثقہ ہے۔

عبادت وریاضت☆: جس زمانے میں آپ دہلی کی جامع مسجد قوۃ الاسلام میں وعظ ونصیحت اور درس وتدریس فرماتے تھے ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ مجمع میں واعظ فرما رہے تھے کہ مسجد میں ایک درویش آئے اور با آواز بلند یہ کہہ کر چلے گئے کہ شرف الدین جس کام کے لئے آپ کو پیدا کیا گیا ہے۔اس کو بھول کر قیل وقال میں کب تک رہو گے۔

بزرگ کی زبان سے نکلنے والے جملوں نے آپ کے دل پر اتنا اثر کیا کہ آپ فوراً مسجد سے باہر آ گئے اور درس وتدریس اور وعظ و نصیحت کو خیر باد کہہ دیا اور تمام کتابیں دریاء میں ڈال دیں اس کے بعد عبادت وریاضت میں مشغول ہو گئے اور ایک عرصہ تک دریا کے اندر پانی میں کھڑے ہو کر عبادت کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کی پنڈلیوں کا گوشت دریاء کی مچھلیاں کھا گئیں۔اسی دوران حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے جب آپ کو عبادت وریاضت کرتے ہوئے ۱۲ سال گزر گئے تو غیب سے آواز آئی اے شرف الدین ہم نے تیری عبادت قبول کر لی ہے مانگ کیا مانگتا ہے۔

چنانچہ دوبارہ پھر یہ آواز آئی کہ اچھا پانی سے تو نکل آ۔آپ نے عرض کی خود نہیں نکلوں گا تو خود آ کر پانی سے نکال حضرت بوعلی شاہ قلندر نے دریائے چناب (چنیوٹ ضلع جھنگ) پر ایک مدت تک چلہ کشی کی اور وہ حجرہ جہاں آپ عبادت وریاضت میں مشغول رہے آج بھی محفوظ وموجود ہے۔دور دور سے لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں۔جہاں آپ کا حجرہ موجود ہے۔پہلے دریائے چناب کے پانی کا وہاں سے گزر تھا۔آپ کے قیام فرمانے کے بعد دریائے چناب نے اپنا رخ تبدیل کر لیا تھا۔اس جگہ پر چند اہل ثروت حضرات نے ایک خوبصورت مسجد بھی تعمیر کرا دی ہے۔وہاں باقاعدہ سیر گاہ بھی موجود ہے۔ہر سال میلہ بھی لگتا ہے محفل سماع بھی منعقد ہوتی ہے۔جس سے یہ بات باور ہو جاتی ہے کہ اللہ والے جہاں جس جگہ قدم رکھ دیتے ہیں وہ جگہ رشک جنت بن جاتی ہے اور جو لوگ اللہ والوں کی جگہ کو آباد کرتے ہیں اور پیار کرتے ہیں۔خدا تعالیٰ اُن سے محبت کرتا ہے۔

سیرت وکردار☆: آپ اپنے زمانے کے بہترین فاضل اور عالم تھے درس وتدریس آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔عبادت و ریاضت میں یکتا تھے۔نماز پنجگانہ کثرت نوافل آپ کا معمول خاص تھا۔پوری زندگی شریعت وطریقت پر سختی سے کاربند رہے۔۳۰ برس تک سخت سے سخت مجاہدے کئے ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول ومستغرق رہتے تھے۔

آپ پر جذب الٰہی کا غلبہ اس درجہ غالب تھا کہ آپ کو اپنی خبر تک نہ رہتی۔قلندرانہ روش اور مجذوب ہونے کے باوجود آپ شریعت وطریقت کا بے حد احترام کرتے تھے۔ایک مرتبہ آپ کی مونچھوں کے بال بڑھ گئے کسی کی ہمت نہ تھی کہ آپ سے کہتا کہ مونچھوں کے بال کٹوا دیں۔بالآخر مولانا ضیاء الدین سنامی جو کہ ہر وقت شریعت کا کوڑہ ہاتھ میں لئے پھرتے تھے اور شریعت کے اصولوں پر ہمہ وقت پابندی سے رہا کرتے تھے۔ان سے آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر نہ رہا گیا انہوں نے ایک ہاتھ سے آپ کی ریش مبارک کو پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے مونچھوں کے بال قینچی سے کاٹ کر درست کر دیئے۔اس دن کے بعد آپ اپنی داڑھی مبارک کو کاٹتے اور فرماتے تھے کہ یہ شریعت محمدی کے راستے میں پکڑی جا چکی ہے۔

علمی ذوق وشاعری☆: آپ نے کئی کتابیں بھی لکھی ہیں آپ شاعر بھی ہیں اور صاحب دیوان بھی آپ کا کلام حقائق

ومعارف ترک تجرید اور عشق و محبت کی چاشنی میں ڈوبا ہوا ہے۔

آپ کے ایک کلام کے چند اشعار درج ذیل ہیں جو کہ فارسی میں ہیں۔

اگر بینم شب ناگاں من آں سلطان خوباں را
سر اندر پائے وے آرم فدا سازم دلو جاں را
روم در بتکدہ شینم بہ پیش بت کنم سجدہ
اگر یابم خریدارِ فروشم دین و ایمان را
بگرد کعبہ کے گردم کے روئے یار من کعبہ
کنم طواف میخانہ بہ بوسم پائے مستاں را
مگوئی کلمہ کفر است اگر گوئی شوی کافر
بروائے مدعی ناداں چہ دانی سرِ مستاں را
شرم پیشاں دلم پیشاں منم پیچیدہ جاناں
شرف توں مارمی پیچد تو دینی زلف پیشاں را

سلطان علاؤ الدین خلجی کی نذرِ عقیدت☆: مشہور بادشاہ سلطان علاؤ الدین خلجی آپ کے روحانی تصرفات و کرامات کا شہرہ سن کر آپ کا دل و جان سے معتقد ہو گیا اس نے آپ کی خدمت میں چند تحائف پیش کرنا چاہے بادشاہ کے وزراء حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں جاتے ہوئے ڈرتے تھے اُن پر آپ کا ایسا رعب طاری تھا کہ آپ کے پاس جانے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ اس نے اپنے امراء سے مشورہ کیا کہ کس طرح یہ نذرانہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ سب نے رائے دی کہ اس کام کے لئے حضرت امیر خسرو کو بھیجا جائے۔

چنانچہ فوراً حضرت امیر خسرو کو طلب کیا گیا اور بادشاہ نے اپنی پریشانی ان کو بتائی اور عرض کیا کہ یہ تحائف آپ حضرت کے پاس لے جائیں امیر خسرو نے کہا کہ اے بادشاہ جناب کا ارشاد بجا ہے۔ مگر میں حضرت بو علی قلندر کے پاس اس وقت تک نہیں جا سکتا۔ جب تک مجھے میرے مرشد حضرت خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ اجازت نہیں دینگے۔ سلطان علاؤ الدین خلجی نے حضرت امیر خسرو کی بات فوراً مان لی اور کہنے لگا کہ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ سے اجازت میں خود لے دوں گا۔

چنانچہ سلطان علاؤ الدین خلجی نے اپنا قاصد روانہ کر کے حضرت محبوب الٰہی سے قلندر صاحب کی خدمت میں جانے کے لئے امیر خسرو کے بارے میں اجازت طلب کی حضرت خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے فوراً بلا تامل اجازت دے دی۔ حضرت امیر خسرو اجازت ملتے ہی فوراً وہ تحائف لے کر حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے۔ حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی امیر خسرو کے استقبال کے لئے گھر سے باہر کھڑے آپ کی آمد کے انتظار میں کھڑے تھے۔ حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر خسرو کو

بڑے ہی والہانہ انداز میں آگے بڑھ کر سینے سے لگایا اور گھر لے گئے۔ پہلے خوب خاطر تواضع کی بعد ازاں فرمایا کہ امیر خسرو اب اپنا کلام تو سناؤ تو حضرت امیر خسرو نے یہ غزل سنائی۔

اے کہ گوئی هیچ سختی چوں فراق یار نیست
گر امید وصل باشد آں چناں دشوار نیست
عاشقاں را در جهاں یکساں نباشد روز گار
زانکبه ایں انگشتها بردست من هموار نیست
خالق را بیداری باید بودز آب چشمِ من
ایں عجب کاں وقت میگوئم که کس بیدار نیست
یك قدم برنفس خود نه واں دگر در کوئے دوست
هرچه بینی دوست بیں باایں دانت کار نیست
چند میگوئی بروزنا بنداے بت پرست
برتن خسروؔ کدامی لگ که آں زنار نیست

حضرت بوعلی شاہ قلندر غزل سن کر بہت خوش ہوئے اور حضرت امیر خسرو سے فرمایا کہ اے خسرو۔

خوش می گوئی خوش خواهی گفت و خوشتر خواهی رفت۔

ترجمہ☆: اے خسرو خوب کہتے ہو خوب کہو گے اور خوش جاؤ گے۔

آپ نے پھر حضرت امیر خسرو سے فرمایا کہ تمہارا کلام تو میں نے سن لیا اب ہماری بھی ایک غزل سنو۔

دیهم خسرواں برما فعل استر است
خسرو کسے که حلقه و تجرید برسر است
سیمرغ دارد بنهفتم بقاف عشق
کو عارف که منظر او عرش اکبر است
نخل کلست علمِ لدنی بعارفاں
ایں عقل علم و حسنِ فردوس مقرر است
گفتم ز علم و عقل بملکے دگر شوم
ملکم ز علم و عقل چوں دیدم فروں تراست

درس شرف نبود بالواح ابجدی
لوح جمال دوست مرادر برابر است

حضرت امیر خسرو آپ کی غزل سن کر رونے لگے آپ نے پوچھا خسرو روتا کیوں ہے۔ کچھ سمجھا بھی؟

حضرت امیر خسرو نے جواب دیا کہ اسی وجہ سے روتا ہوں کہ کچھ نہیں سمجھا آپ خسرو کا جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور حضرت امیر خسرو کو تین روز تک اپنے مہمان خانے میں رکھا اور سلطان علاؤ الدین خلجی کے بھیجے ہوئے تحفے یہ کہہ کر اگر حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کا واسطہ درمیان میں نہ ہوتا تو قبول نہ کرتا از راہ نوازش وکرم قبول فرمائے۔ حضرت امیر خسرو جب رخصت ہوئے تو آپ نے دو خط انہیں دیئے اور تاکید فرمائی کہ ایک خط حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ اور دوسرا علاؤ الدین خلجی کو دینا۔ سلطان علاؤ الدین خلجی کے نام جو خط تھا اس میں تحریر تھا۔

علاؤ الدین فوطہ دار دہلی مقرر داند کہ با بندگان خدائے تعالیٰ نیکو کند

ترجمہ☆: علاؤ الدین فوطہ دار کو سلام ہو کہ بندگان خدا کے ساتھ بھلائی کرے۔

سلطان علاؤ الدین کے امراء نے چہ میگوئیاں کیں کہ بادشاہ کو فوطہ دار لکھنا ادب کے خلاف ہے۔ سلطان علاؤ الدین خلجی نے اپنے امراء سے کہا کہ غنیمت ہے کہ انہوں نے اس نام سے یاد تو کیا۔ یہی بہت بڑی بات ہے۔

بادشاہ کو معافی دے دی ☆: ایک مرتبہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید جو کہ مست اور بے خود تھا۔ بازار سے گزر رہا تھا کہ آگے سے حاکم شہر کی سواری آ رہی تھی۔ ہٹو، بچو کا شور برپا تھا مگر مست وسرشار مرید نے حاکم وقت کی شاہی سواری کو کوئی اہمیت نہ دی۔ حاکم کے چوبداروں نے اسے راستے سے ہٹ جانے کو کہا۔ مگر اُس نے ان کی بات پر کوئی توجہ نہ دی۔ بالآخر حاکم کے چوبداروں نے اس کی اتنی پٹائی کی کہ ادھ موا کر دیا وہ فقیر مست الست روتا سسکتا ہوا حضرت بوعلی شاہ قلندر کے خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ سنایا۔ حضرت بوعلی شاہ قلندر کو بہت دکھ ہوا۔ انہوں نے فوراً جلال میں آ کر بادشاہ وقت سلطان علاؤ الدین خلجی کو خط تحریر کیا جس کا مضمون حسب ذیل ہے۔

علاؤ الدین فوطہ دار دہلی میں نے تمہیں بھلائی نیکی اور بندگان خدا کی فلاح و بہبود کی نصیحت کی تھی۔ مگر آج تیرے ایک حاکم کے کارندوں نے میرے مرید کو مار مار کر بے حال کر دیا ہے۔ اس کی آہوں نے عرش الٰہی کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنے حاکم کو سزا دو اور کوتاہی نہ کرو ورنہ عذاب الٰہی کے لئے تیار رہ۔ اگر تو سزا دینے میں ناکام رہا تو حکومت کے لائق نہیں۔

سلطان علاؤ الدین پر خط پڑھتے ہی سناٹا چھا گیا اور فوراً مذکورہ حاکم کو پابہ جولاں پیش ہونے کا حکم جاری کیا۔ جب حاکم کو زنجیروں میں جکڑ کر سلطان علاؤ الدین خلجی کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے مرید کو مارنے کی تفصیل پوچھی۔ حاکم نے کہا جہاں پناہ بلاشبہ میرے چوبداروں نے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید کو مارا ہے مگر اس میں میری مرضی کا کوئی دخل نہ تھا۔ چوبداروں نے میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایسا عمل از خود کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اگرچہ تو نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا لیکن تیرے چوبدار جس

وقت مارنے والی نامعقول حرکت کر رہے تھے۔ تو تو دیکھ رہا تھا تو ان کو روک بھی سکتا تھا اور تمہاری خاموشی اور تماشہ بینی کا صریحاً مطلب یہ ہے کہ تو نے جان بوجھ کر اپنے چوبداروں کو ایسا کرنے دیا اس میں تیری ایما اور رضامندی شامل تھی۔

حاکم بادشاہ کے ارادوں کو بھانپ گیا اور رونے لگا عالی جاہ میں بے قصور ہوں میں بے گناہ ہوں۔ سلطان نے کہا کہ تو میری نظر میں حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے مرید کی نظر میں گنہگار ہے۔ اور ان کا گنہگار خدا اور اس کے رسول کا بھی گنہگار ہے۔ اور ایسے گنہگار کو معاف کرنا کہاں کی عقل مندی ہے۔ ہزار منتوں کے باوجود بادشاہ نے کہا کہ حاکم شہر کی بھی اتنی پٹائی کی جائے جتنی اس فقیر کی ہوئی تھی۔ اور اس کی جائیداد ضبط کر لی جائے اور آئندہ ہمیشہ کے لئے اس کے خاندان کے کسی بھی فرد کو شاہی ملازمت کا نااہل قرار دیا جائے۔

اس کے بعد بادشاہ سلطان علاؤالدین خلجی حضرت امیر خسرو کی وساطت سے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے معذرت کا خواستگار ہوا۔ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سلطان نے انصاف کا بول بالا کر دیا ہے۔ ورنہ اس مرید کی آہ وفغاں سے تو عرش بھی لرز گیا تھا۔ اب میں سلطان کو معاف کرتا ہوں اللہ بھی معاف کرے۔

نمبر۱ ☆ تعلیمات: آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بہشت اور دوزخ بنائے اور فرمایا کہ ہر دو کو پر کیا جائے گا۔ معشوق کو اس کے عاشق کے ہمراہ بہشت میں جگہ دوں گا اور شیطان کو اس کے پیروکاروں کے ساتھ دوزخ میں ڈالوں گا۔ بہشت اور دوزخ میں عاشق کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ دونوں عاشق کے حسن سے پیدا ہوئے ہیں اور دونوں میں کسی دوسرے کو جگہ نہیں دی جائے گی۔ بہشت دوستوں کے ساتھ وصال کا مقام ہے اور دوزخ دشمنوں کے لئے مقام فراق ہے۔

نمبر۲ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ اپنی طاقت میں رہ اور اپنے آپ کو پہچان جب تو اپنے نفس کو پہچان لے گا تو عشق کو جان لے گا۔ جب عاشق اپنے حسن پر معائنہ کرے گا تو زبان کو گونگا پائے گا۔ عاشق ہو کر معشوق کو اپنی آغوش میں دیکھے گا تو حسن کا معائنہ اپنے دل کے آئینے میں کرے گا۔

نمبر۳ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ خیال ہمیشہ اندیشہ کے ساتھ وابستہ رہتا ہے۔ کبھی اندیشہ ہمارے دل کے آئینے کو آراستہ کرتا ہے۔ اور عاشق کے سامنے معشوق کو ظاہر کرتا ہے۔ عاشق کا فرمان جو معشوق نے پہنچایا ہے۔ اس کے مطالعہ سے فرض عاشق اور نسبت معشوق بجالاتا ہے۔ اور عاشق کے عشق سے اور معشوق کے حسن سے باطن کو معمور رکھتا ہے۔ اور حسن کے تماشے سے عاشق اپنے ظاہر کو بھلا دیتا ہے اور باطن کے تماشے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ تا کہ جو حکم پہنچا ہے۔ اس کا نفاذ ہو جائے۔

نمبر۴ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ معشوق بھی تمہاری ہی شکل وصورت میں پیدا کیا گیا ہے اور تمہارے درمیان بھیجا گیا ہے تا کہ تمہیں صحیح راستے کی طرف بلائے۔

نمبر۵ ☆: جب عنایت الٰہی تیرے شامل حال ہو اور تجھے جذبہ عطا کیا جائے اور تجھ کو تیری توئی سے جدا کر دیں اس وقت تمہارے اندر عشق داخل ہوتا ہے اور تمہیں جلوہ حسن دکھاتا ہے۔

نمبر ۶ ☆: جب تو حسن کو جان لے گا تو معشوق کو پہچان لے گا اور معشوق پر عاشق ہو جائے گا۔

نمبر ۷ ☆: جس وقت عاشق سے معشوق مل جائے تو وہ سنت معشوق اور فریضہ عاشق کو ملحوظ رکھے گا۔ اس وقت معشوق اور عاشق میں تمیز ہو سکے گی۔

نمبر ۸ ☆: عاشقی اختیار کر اور دونوں جہاں کو معشوق کا حسن تصور کر اور خود کو معشوق کا حسن سمجھو۔

نمبر ۹ ☆: عاشق نے اپنے عشق سے تیرا ملک وجود بنایا تاکہ تیرے آئینے میں جمال حسن دیکھے اور تم کو محرم اسرار جانے۔

نمبر ۱۰ ☆: نفس کو اچھی طرح سمجھ جب تو اپنے نفس کو جان لے گا تو دنیا کو پہچان سکے گا اور اگر تو روح کو پہچان لے تو عقبیٰ کو پہچان لے گا۔

کشف و کرامت ☆: حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طویل عمر میں کئی مسلمان بادشاہوں کے ادوار دیکھے۔ ایک مرتبہ غیاث الدین تغلق اپنے بیٹے محمد شاہ تغلق اور بھتیجے فیروز شاہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کھانے کے وقت تینوں ایک پیالے میں کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ یہ منظر دیکھ کر فرمانے لگے تین بادشاہ ایک پیالے میں کھانا کھا رہے ہیں۔ اس وقت یہ بات سب کو بڑی عجیب لگی لیکن بعد میں آپ کی پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔ غیاث الدین کے بعد اس کا بیٹا محمد شاہ تغلق تخت نشین ہوا اس کے بعد غیاث الدین کا بھتیجا فیروز شاہ تغلق بادشاہ بنا۔

کرامت ۲ ☆: ایک مرتبہ محمد شاہ تغلق سے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تو یہاں کتنے دن کھڑا رہے گا۔ یعنی مراد تھی کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کتنی دیر حاضری کے لئے رکا رہے گا۔ تو اس نے جواب دیا حضور تین دن رہوں گا۔ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ فوراً بولے اور فرمایا تین دن نہیں بلکہ چار سال رہے گا یہ بات سن کر بادشاہ فوراً سمجھ گیا کہ حضرت نے میری عمر کی بابت بات کی ہے۔ چنانچہ بادشاہ اس روز کے ٹھیک چار سال بعد اس دارِ فانی سے رخصت ہو گیا۔

کرامت ۳ ☆: حضرت بوعلی شاہ قلندر کی کاوشوں اور محنتوں کی برکت سے کئی ہندو مسلمان ہو گئے۔ بالخصوص پانی پت کے راجپوتوں نے تو کثیر تعداد میں اسلام قبول کیا۔ پانی پت میں تین سو کے قریب ہندو رہ گئے تھے۔ باقی سب مسلمان ہو گئے تھے۔ خلجیوں کی حکومت نے جہاں کہیں بھی راجپوتوں کی ریاستی حکومتیں تھیں ختم کر دیں۔ اور آپس کی لڑائیوں میں ایک کثیر تعداد راجپوتوں کی ماری گئی۔

اس علاقہ کی ایک حاملہ عورت بچتی بچاتی چھپتی چھپاتی ضلع سہارنپور کے ایک گاؤں جوار پور میں چلی گئی۔ اس کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام امر سنگھ رکھا گیا جب امر سنگھ جوان ہوا تو اسے اس کی ماں نے مسلمانوں اور ان کی حکومتوں کے مظالم سے آگاہ کیا۔ اور ساتھ یہ بھی بتلا دیا کہ فلاں فلاں علاقے پر ہماری حکومت اور جاگیر تھی۔ امر سنگھ نے ماں سے وعدہ کیا کہ وہ نہ صرف مسلمانوں سے اپنے آباؤ اجداد کا انتقام لے گا بلکہ اپنی کھوئی ہوئی حکومت بحال اور جاگیروں کو واگزار کرائے گا۔ اس کام کے لئے امر سنگھ اپنے گھر سے نکلا اور دریائے جمنا کے کنارے کشتی کے انتظار میں کھڑا ہو گیا۔

اتفاق سے اس دریا کے کنارے پر قریب ہی حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ عبادت میں مشغول تھے۔ امر سنگھ کافی دیر تک

کھڑا آپ کو نماز پڑھتے دیکھتا رہا۔ جب آپ سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کی مقناطیسی نگاہ امر سنگھ کے چہرے پر پڑی آپ اس کو دیکھ کر مسکرائے اور اپنے قریب بلایا اور نام پوچھا۔ اس نے نام بھی بتلایا اور اپنی آمد کے اغراض و مقاصد بھی بتلائے۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بات سن کر فرمایا امر سنگھ اگر تو اسلام قبول کر کے حلقے میں داخل ہو جائے تو تیری زندگی کے سارے مقاصد بغیر کسی تکلیف کے پورے ہو جائیں گے۔ امر سنگھ نے جب یہ بات سنی تو مسکرا کر کہنے لگا اے محترم بزرگ آپ بھی کمال کی بات کر رہے ہیں کہ جائیداد اور جاگیریں تو پہلے ہی جا چکی ہیں۔ اب اسلام قبول کر کے اپنے دھرم سے بھی جاؤں۔ یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بیٹے اسلام کی حلقہ بگوشی تیری کایا پلٹ دے گی وہ عزتیں جن کو تلاش کرتا پھر رہا ہے اس سے کروڑوں گنا تجھے مرتبہ و مقام حاصل ہوگا۔ امر سنگھ آپ کی شگفتہ گوئی سے متاثر ہو گیا مگر اس نے عرض کی کہ میری ماں زندہ ہے اور اس کی اجازت کے بغیر میں کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر نے فرمایا کہ ہاں گھر جا اور اپنی ماں سے اسلام میں داخل ہونے کی اجازت لے کر آ جا لڑکا گھر واپس پہنچا تو ماں سمجھی کہ شاید کشتی نہیں ملی اس وجہ سے امر سنگھ واپس آ گیا ہے۔ مگر جب ماں کو پتہ چلا کہ بات قبول اسلام کی ہو رہی ہے۔ تو اس نے تفصیل سے امر سنگھ اور حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کا قصہ سنا ابھی بات چیت ہو رہی تھی کہ امر سنگھ نے اپنے پہلو میں حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑا پایا اور اپنی ماں کو بتایا کہ یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مجھے دعوت اسلام دی ہے۔ امر سنگھ کی ماں نے بھی حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور قبل اس کے کہ وہ کوئی بات کرتی حضرت قلندر صاحب نے فرمایا کہ اے خاتون اپنے فرزند کو اسلام قبول کرنے کی اجازت دے دے۔

عورت مرعوب تو پہلے ہی ہو چکی تھی مگر اپنی مشکلات بیان کرتے ہوئے کہنے لگی یا حضرت مجھے امر سنگھ کو مسلمان ہونے کی اجازت دینے میں کوئی تامل نہیں مگر پریشان ہوں کہ امر سنگھ میرا اکلوتا فرزند ہے۔ اگر یہ مسلمان ہو گیا تو برادری میں اس سے ناطہ رشتہ کون کرے گا۔ حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا کہ تیری ساری برادری مسلمان ہو جائے گی۔ پھر رشتہ ناطہ کی فکر کیسی؟

یہ سن کر امر سنگھ کی ماں نے کہا کہ حضرت پھر ابھی امر سنگھ کو مسلمان کر لیجئے مجھے کوئی عذر نہیں۔ یہ سن کر وہاں سے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ غائب ہو گئے۔ جب امر سنگھ اجازت لے کر دریا کے کنارے واپس پہنچا تو حیران رہ گیا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ تو وہاں بدستور نماز پڑھ رہے تھے۔ امر سنگھ نے پہنچتے ہی قدموں میں سر رکھ دیا اور عرض کیا یا حضرت مجھے ابھی مسلمان کر لیا جائے میری مادر محترم نے مجھے مسلمان ہونے کی اجازت دے دی ہے۔

حضرت قلندر صاحب نے اسی وقت امر سنگھ کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا اور اس کا اسلامی نام امر اللہ خان رکھا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد امر اللہ خان کی خاندانی جاگیریں بھی واگزار ہو گئیں اور اس کے ننھیال کے لوگ تمام کے تمام ہی اجتماعی طور پر مسلمان ہو گئے اور اس کی

شادی بھی اس کے خاندان میں ہو گئی اور امر اللہ خان کو خدا نے تین بیٹے دیئے جن کے نام بالترتیب شہاب الدین دولت خان اور شہباز خان تھے۔اور ان تینوں کی اولادیں ہنوز پانی پت میں موجود ہیں۔

کرامت ۴☆: آپ کا ایک مرید اولاد سے محروم تھا اس نے کئی مرتبہ سوچا کہ آپ سے اپنا یہ مسئلہ بیان کروں مگر ہمت نہ پڑتی تھی ایک روز اس نے آپ کی خدمت میں گزارش کی کہ حضور میں اور میری بیوی آپ کی دعوت کرنا چاہتے ہیں۔کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ آپ ہمارے گھر میں تشریف لائیں۔مرید نے مزید یہ بھی کہا کہ میری بیوی کی یہ خواہش ہے کہ جب آپ ہمارے گھر تشریف لائیں تو وہ خود آپ کے ہاتھ دھلوائے گی۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے متبسم نظروں سے مرید کو دیکھا اور دعوت قبول فرماتے ہوئے کہا دیکھو میں تمہارے گھر ضرور آؤں گا۔دعوت بھی کھاؤں گا اور تمہاری بیوی کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔

چنانچہ وقت مقررہ پر جب حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ مرید کے گھر پہنچے تو مرید نے عرض کی کہ حضور میری اور میری بیوی کی خواہش ہے کہ آپ ہمارے لئے اولاد کی دعا فرما دیں۔اس دوران مرید کی بیوی کھانا تیار کر رہی تھی جب کھانا پکا چکی۔تو غسل کر کے پاک وصاف لباس پہنا اور اپنے ہاتھوں میں طشت و آفتابہ پکڑے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ دھلوانے آئی عورت بڑی قیامت خیز حسین جمیل تھی حضرت نے جب اس عورت کو دیکھا تو آپ پر جذب طاری ہو گیا۔آپ کو نہ کھانے کا ہوش رہا نہ دعا کا خیال بس ایک ہی فقرہ آپ کی زبان پر کہ بے عیب ذات اللہ کی۔اللہ بس باقی ہوس اس جذب کے عالم میں آپ نے ہر چیز حتیٰ کہ نماز بھی ترک کر دی۔

لوگوں نے مفتی ضیاء الدین سنامی سے شکایت کی اور کہا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو زبردستی نماز پڑھائی جائے۔اب مفتی ضیاء الدین سنامی حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے سوال کیا کہ بوعلی آپ نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔آپ نے پھر وہی فقرا دھرایا۔بے عیب ذات اللہ کی۔اللہ بس باقی ہوس۔مفتی نے کہا کہ جو کچھ بھی ہو نماز کی ادائیگی ہر حال میں ضروری ہے۔اس سے پہلوتہی کرنے کی بالکل اجازت نہیں۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مفتی صاحب آپ اپنا کام کریں مجھے نماز معاف ہو چکی ہے۔اب مفتی کو بہت غصہ آیا اور وہ بولا تم عجیب آدمی ہو نماز تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف نہ ہوئی تمہیں کیسے معاف ہو گئی۔حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مفتی صاحب مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے میں مست الست ہوں اور دکھاوے کی نماز پڑھنے کا مجھے کوئی شوق نہیں ہے۔ مگر مفتی صاحب بضد رہے کہ نہیں نماز تمہیں ضرور پڑھنی پڑھے گی۔یہ بات سن کر حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی جوش اور ہوش آ گیا اور فرمایا کہ مفتی میری کمر کے ساتھ رسی باندھ دے اگر میری کمر بندھی رہی تو میں تیرے کلموں کا پابند ہوں اور اگر میری کمر آزاد ہو گئی تو میرا پیچھا چھوڑ دینا کیونکہ میں آزاد آدمی ہوں مجھے اپنی پابندیوں میں مت گھسیٹو۔

مفتی ضیاء الدین نے آپ کی کمر میں رسی باندھی مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ رسی کمر سے دور جا گری اور حضرت بوعلی بدستور آزاد

کھڑے ہیں۔ مفتی صاحب بہت شرمندہ ہوئے اس پر حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ خاص لہجے میں بولے۔ بابا میں عاشق ہوں اور عشق میں مبتلا ہوں۔ تو مجھے کس نماز کے پڑھنے کی بات کر رہا ہے۔ اگر تو بضد ہے تو میں تیرے ساتھ نماز ادا کرنے کو تیار ہوں۔ نیت باندھو فرض نماز کی یہ حالت دیکھ کر مفتی صاحب کی خوشی دیدنی تھی۔ کہ انہوں نے کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اب مفتی صاحب امام بنے اور حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ سمیت سب مقتدی بنے جب نماز شروع ہوئی تو حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ پر استغراق کا عالم طاری ہو گیا۔ مفتی صاحب نماز پڑھا بھی چکے مگر قلندر صاحب جوں کے توں کھڑے ہیں۔ اب مفتی صاحب نے قلندر نماز ختم ہو چکی ہے جبکہ تو ابھی تک نیت باندھے کھڑا ہے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں ایک شعر پڑھا جس کا مطلب حاضرین کو سمجھ نہ آیا۔ انہوں نے عرض کیا حضرت تفصیل سے بیان فرمائیں کہ آپ نماز کو نیت سے آگے کیوں نہیں لے گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ مفتی کی گھوڑی نے بچہ دیا ہے۔ اور جہاں مفتی کی گھوڑی اور بچہ موجود ہے۔ وہاں گندم رکھنے والی کنواں نما جگہ بنی ہوئی ہے۔ لہٰذا ساری نماز میں مفتی صاحب کے دل و دماغ پر اس فکر کا ڈیرہ جما رہا کہ کہیں گھوڑی کا بچہ گندم والے کنویں میں نہ گر جائے۔ بس میں ایسی نماز کا قائل نہیں میں اپنے حواس سے بیگانہ ہوں اور ایک غلام کی طرح عشق الٰہی میں غرق ہوں اور خاموش رہتا ہوں کیونکہ غلام بولا نہیں کرتے۔

آپ کی باتیں سن کر مفتی صاحب بہت شرمندہ اور پریشان ہوئے اور وہاں سے چلے گئے اس شرمندگی کے انتقام کے طور پر مفتی ضیاء الدین سنامی نے مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ترک نماز کے معاملہ پر ایک محضر نامہ تیار کیا تاکہ حضرت بوعلی کو نماز چھوڑنے کے الزام میں سزا مل سکے محضر نامہ میں یہ بات تحریر تھی کہ حضرت بوعلی شاہ شرف الدین قلندر عالم فاضل شخص ہے۔ اور وہ دہلی میں چالیس سال تک وعظ و نصیحت درس و تدریس اور علمی مشاغل میں مصروف رہا۔ مگر اپنے آبائی وطن پانی پت میں آ کر علوم ظاہری سے دور ہو کر عالموں فاضلوں سے متنفر ہو گیا ہے اور متاع شریعت سے بھی تہی دست ہو چکا ہے۔ لہٰذا سزا کا مستوجب ہے۔ محضر نامے پر مفتی ضیاء الدین کے علاوہ دیگر مفتیان کے بھی دستخط تھے۔ جب یہ محضر نامہ خواجہ علی انصاری کے پاس آخری تصدیق کے لئے پہنچا تو اس نے محضر نامہ پھاڑ دیا۔ یہ دیکھ کر مفتی ضیاء الدین نے غصہ میں آ کر خواجہ علی انصاری پر دعویٰ دائر کر دیا۔

جب عدالت میں خواجہ علی انصاری پیش ہوئے تو عدالت نے محضر نامہ پھاڑنے سے متعلق استفسار کیا آپ نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ تھا کہ مت جاؤ نماز کے قریب نشے کی حالت میں اور فرمایا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے حواس میں ہی نہیں ہیں تو وہ شرعی پابندیوں کے کیونکر متحمل ہو سکتے ہیں۔ اس پر مفتی ضیاء الدین کی تسلی و تشفی ہو گئی اور معاملہ ختم ہو گیا۔ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی دعا تھی کہ خواجہ علی انصاری ہمیشہ پانی پت میں رہیں ان کی یہ دعا اس قدر قبول ہوئی کہ ان کی اولادیں آج بھی پانی پت میں شاد و آباد ہیں۔

کرامت ۵ ☆: حضرت مخدوم سید صابر علاؤ الدین کلیری علیہ الرحمۃ نے جب خواجہ شمس الدین ترک علیہ الرحمۃ پانی پتی کو پانی پت کی ولایت عطا کی تو حضرت خواجہ شمس الدین ترک علیہ الرحمۃ پانی پت میں آ کر مقیم ہوئے۔ ایک روز ان کا مرید کسی کام کی غرض

سے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے سامنے سے گزرا۔اس نے دیکھا کہ قلندر صاحب شیر کی صورت میں بیٹھے ہیں اس شخص نے اس بات کا ذکر حضرت خواجہ شمس الدین ترک علیہ الرحمۃ سے کر دیا۔انہوں نے اس شخص کو حکم دیا کہ وہ آپ قلندر صاحب کے مکان پر جائے اوران کا سلام کہے۔ اور پھران کو شیر کی شکل میں بیٹھا دیکھے تو یہ پیغام ان کو پہنچا دے کر شیر کی جگہ جنگل میں ہے وہ شخص حکم بجا لایا جب آپ کے پاس پہنچا تو آپ کو پھر شیر کی صورت میں بیٹھا پایا اس نے حضرت شمس الدین ترک علیہ الرحمۃ کا پیغام آپ کو سنایا آپ وہاں سے شیر کی صورت میں اٹھے اور بڈھ کھیڑہ میں جا کر قیام کیا۔بڈھ کھیڑہ شہر سے باہر ایک جگہ کا نام ہے۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر کی نذر کا طریقہ☆: حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی نذر کے لئے صوفیاء فرماتے ہیں کہ گوشت کی یخنی، دہی کی لسی اور باریک روٹی جس قدر ہو سکے احتیاط سے تیار کر کے اور فاتحہ پڑھ کر حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کرے اور لوگوں میں تقسیم کرے دل میں جو بھی مراد ہو گی انشاءاللہ جلد پوری ہو گی۔صاحب سیر الاقطاب لکھتے ہیں کہ ہمارے خاندان میں شادی کے موقع پر پہلے یہ نذر پیش کی جاتی تھی بعد ازاں کوئی اور کام کرتے تھے۔

وصال☆: آپ کا وصال با کمال ۷۲۴ھ ۱۳۲۳ء ۹ رمضان المبارک کو بعمر ۱۲۲ برس کرنال میں ہوا۔آپ کے وصال پر کرنال اور پانی پت والوں کا جھگڑا ہو گیا تھا۔پانی پت والے کہتے تھے کہ جنازہ ہم لے جائیں گے مگر کرنال کے باشندے کہتے تھے کہ جنازہ ہم کرنال میں ہی دفنائیں گے۔اسی کشمکش میں تلواریں کھینچ گئیں۔اہل کرنال کسی قیمت پر بھی آپ کو پانی پت بھیجنے کے حق میں نہ تھے۔ انہوں نے آپکو غسل دیکر کفن بھی پہنا دیا۔مگر پانی پت والوں کا اصرار تھا کہ حضرت نے تمام عمر پانی پت ہی میں گذاری ہے لہٰذا مزار بھی پانی پت میں بنے گا۔

چنانچہ کافی لے دے اور بحث و مباحثے کے بعد کرنال والے اس بات پر راضی ہو گئے کہ آپ کو پانی پت میں ہی دفن کیا جائے اس طرح آپ کو کرنال سے پانی پت لایا گیا نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد پانی پت میں دفن کیا گیا۔مزار پر انوار پانی پت انڈیا میں مرجع خاص وعام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت محمد غوث الدین قلندر المعروف دودہ مرد حقانی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: آں مرد حقیقت آگاہ، شہباز اقلیم ولایت، پاسبان اسرار شریعت و معرفت، ہمہ صفت قلندرانہ، عارف یگانہ، واقف اسرار مخزنِ الٰہی، حضرت محمد غوث الدین المعروف حضرت دودہ حقانی جلالی رحمتہ اللہ علیہ کا تعلق ایک شاہی خانوادے سے ہے آپ کے والد گرامی کا نام نامی اسم گرامی محمد علاؤالدین ہے۔

چونکہ آپ کا تعلق شاہی خاندان سے تھا اس لئے بچپن بھی بڑے ناز و نعم اور لاڈ پیار میں گزرا۔ تربیت میں شاہی انداز فکر شامل تھا جب سن شعور کو پہنچے تو آپ کو صوبہ بہار کا گورنر بنا دیا گیا۔ بہار کی گورنری کے فرائض سنبھالنے کے بعد آپ نے بڑے ہی اہتمام و انتظام اور مدبرانہ طریقہ سے جہاں بانی اور مملکت کے فرائض سرانجام دیئے۔

آپ کی زندگی کا عجیب واقعہ ☆: آپ صوبہ بہار کی گورنری کے فرائض بحسن و خوبی سرانجام دے رہے تھے کہ ایک دن ایسا عجیب و غریب واقعہ پیش آیا کہ زندگی ہی بدل گئی۔

ہوایوں کے آپ پھولوں کی سیج بچھا کر محو استراحت ہوا کرتے تھے۔ ایک شام دربار برخاست کر کے آپ محل میں تشریف لائے تو کیا دیکھا کہ آپ کی خادمہ خاص آپ کے بستر پر سو رہی ہے۔ یہ دیکھ کر آپ کے مزاج شاہی میں جلال آ گیا اور سوئی ہوئی خادمہ کے جسم پر کوڑے برسا دیئے۔ اور بستر شاہی پر سونے کی گستاخی کی سزا سناتے ہوئے نوکری سے برخاست کر دیا۔ اور صبح کو دربار میں پیش ہونے کا حکم صادر فرما دیا۔

چنانچہ اگلی صبح کو خادمہ دربار میں پیش ہوئی تو شاہی بستر پر سونے کی فرد جرم پڑھ کر سنائی گئی اور پوچھا گیا کہ خادمہ خود کون سی سزا پسند کرے گی۔

یہ سن کر اچانک خادمہ نے رونا شروع کر دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی زوردار قہقہہ لگا کر ہنسنا شروع کر دیا۔ جب اس سے رونے کی وجہ پوچھی گئی تو خادمہ نے نہایت ہی حوصلہ اور تمکنت سے جواب دیا کہ رونے کی وجہ یہ ہے کہ جس شاہی محل میں زندگی کے شب و روز اور کئی ماہ و سال گزارے ہیں اور میری زندگی کی جو یادیں اس سے وابستہ ہیں ان سے جدائی کے قلق نے مجھے رونے پر مجبور کر دیا۔

اور ہنسنے کی وجہ یہ ہے کہ پھولوں سے مزین بستر پر ایک لحہ لیٹنے کی سزا یہ ہے کہ نوکری بھی گئی اور مزید سزا ملنے کا انتظار ہے۔ لیکن عمر بھر پھولوں کی سیج پر لیٹ کر زندگی گزارنے اور مالک حقیقی کی بندگی نہ کرنے والوں کو نہ جانے کتنی سزا ملے گی؟

یہ سن کر پورے مجمع پر سکوت طاری ہو گیا اور آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ خادمہ کے اس جواب پر آپ نے اس کو نہ صرف نوکری پر بحال کیا بلکہ سزا بھی معاف کر دی۔

لیکن طبیعت میں بے چینی نے ڈیرے ڈال لئے۔ آپ دربار برخاست کر کے شاہی محل میں تشریف لے گئے۔ دن کی روشنی پر شب کی تیرگی غالب آ گئی اور نیند آپ کی آنکھوں سے کوسوں دور ہو گئی۔ سوچوں اور خیالوں نے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا۔ جب رات کافی گزر گئی تو نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ آنکھ لگتے ہی حضرت شاہ عیسیٰ زبدۃ الانبیاء سرکار علیہ الرحمۃ کا جمال جہاں آرا نظر آیا انہوں نے فرمایا کہ محمد غوث الدین اگر تم کو محبت خداوندی کی احتیاج ہے تو میرے پاس آ جاؤ۔ پریشانی کا حل نکل آئے گا۔

چنانچہ آپ نے اگلے روز اقتدار سے علیحدگی کے انتظامات مکمل کئے اور شاہی دربار میں بھرے مجمع میں اعلان کر دیا کہ شہنشاہ وقت حکومت ترک کر کے فقر و تصوف کی دنیا میں جانا پسند کرتے ہیں۔

یہ اعلان سن کر لوگ حیران و پریشان ہو گئے کہ آناً فاناً کیا سے کیا ہو گیا۔ اور شہنشاہ وقت کی زندگی کا محور آخر کیوں تبدیل ہو گیا؟ کہاں تاج سلطانی اور کہاں دستار فقیرانہ؟

حضرت لعل شہباز قلندر کی حاضری ☆: جب آپ صوبہ بہار کی گورنری چھوڑ کر بادہ پیمائی کے لئے نکلے تو آپ کی فوج کے سوا لاکھ سپاہی بھی علائق دنیا سے منہ موڑ کر آپ کی پیروی میں فقیرانہ زندگی بسر کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ آپ سیاحت کرتے ہوئے سب سے پہلے حضرت لعل شہباز قلندر حسینی علیہ الرحمۃ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ اور سات برس تک دربار گوہر بار پر لنگر تقسیم فرماتے رہے۔

نوٹ ☆: یہی وجہ ہے کہ آپ کو حضرت لعل شہباز قلندر کے خلفاء میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور سیہون شریف میں خلفائے کرام کی "کافیاں" بنی ہوئی ہیں۔ بارہویں کافی آپ ہی کے نام سے قائم و موجود ہے۔ جہاں آپ کی کافی پر بخاری سادات میں سے کوئی سید زادہ سجادہ نشین ہوتا ہے۔ آج کل سید ذوالفقار شاہ بخاری صاحب وہاں پر سجادہ نشین ہیں۔

تلاش مرشد راہ حق ☆: حضرت لعل شہباز قلندر علیہ الرحمۃ کے دربار پر سات برس تک لنگر تقسیم فرمانے کے بعد آپ مرشد راہ حق کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور پھرتے پھراتے بلوٹ شریف ڈیرہ اسماعیل خان میں حضرت شاہ عیسیٰ سرکار علیہ الرحمۃ کے در دولت پر پہنچے تو آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت شاہ عیسیٰ سرکار دوسری مرتبہ اٹھارہ سال کے چلے میں مصروف ہیں۔ اس وقت تک ابتدائی چھ برس گزر چکے ہیں جبکہ بارہ برس ابھی باقی ہیں۔ چلہ کی مدت پوری ہونے کے بعد ہی ملاقات ہو سکے گی۔ یہ سننے کے بعد آپ [illegible] پر مقیم ہو گئے اور دل میں فیصلہ کر لیا کہ جب تک گوہر مقصود ہاتھ نہیں آ جاتا یہیں پر رہیں گے۔ بلوٹ شریف کی خانقاہ میں قیام کے دوران آپ کا روزانہ کا معمول بن گیا کہ آپ صبح کے وقت حضرت شاہ عیسیٰ سرکار کی چلہ گاہ پر تشریف لے جاتے اور شام کو واپس خانقاہ میں تشریف لے آتے۔ اس طرح بارہ برس تک آپ کا یہ معمول جاری رہا۔

بالآخر وہ وقت آیا کہ حضرت شاہ عیسیٰ سرکار اپنا اٹھارہ برس کا چلہ مکمل کر کے جب چلہ گاہ سے باہر تشریف لائے تو آپ نے آگے

بڑھ کر حضرت شاہ عیسیٰ سرکار کا استقبال کیا اور قدم بوسی کی۔ حضرت شاہ عیسیٰ سرکار نے خوش ہو کر آپ کو گلے سے لگایا اور خوش ہو کر فرمایا۔

حسبوں نسبوں سچا توں۔ اُچ بلوٹوں اُچا توں

مرشد کامل کا یہ فرمان ذیشان آپ کے قلب و دماغ کے لئے سکون و اطمینان کے پیغام کے مترادف اور باعث اعزاز تھا۔ اسی وجہ سے آپ کے مرشد کامل حضرت شاہ عیسیٰ سرکار علیہ الرحمۃ نے آپ کو اپنے خاص خدام میں شامل کر لیا تھا۔

کشمیر کی جانب روانگی ☆: حضرت شاہ عیسیٰ سرکار علیہ الرحمۃ نے زندگی کے آخری ایام میں آپ کے مشورہ کو قبول کرتے ہوئے اپنے فرزند دلبند حضرت سید جلال بخاری کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

آپ کے اس مشورہ اور کردار کو "حضرت حاجی امام" نے ناپسند کیا اور لوگوں میں یہ مشہور کیا کہ حضرت دودھ حقانی نے حضرت سید جلال بخاری کی طرف داری کی ہے۔ جب اس بات کا علم حضرت سید جلال بخاری کو ہوا تو انہوں نے آپ کو حکم دیا کہ آپ کشمیر اور اس کے قرب و جوار میں نکل جائیں اور فرمایا کہ آپ جہاں اور جس جگہ رات کے وقت قیام کریں تو اس جگہ مچ جلائیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جب واپسی ہو تو جس جس جگہ آپ نے مچ جلایا ہو۔ اس جگہ سے ہوتے ہوئے واپس آئیں اور جس مچ کی آگ آپ نے جلائی ہو اور وہ آگ آپ کی واپسی پر بھی جل رہی ہو تو وہی جگہ آپ کی مستقل قیام گاہ ہو گی۔

چنانچہ آپ سیاحت کرتے ہوئے تخت سلیمان کی زیارت کے لئے چل دیئے۔ بائیس منازل طے کرتے ہوئے آپ تخت سلیمان پہنچے وہاں پر کچھ مدت قیام کے بعد سیاحت کرتے ہوئے خطہ پوٹھوار میں دان گلی کے مقام پر پہنچے تو کیا دیکھا کہ وہ مچ جس میں آپ آگ جلا کر گئے تھے ابھی تک اس مچ میں آگ جل رہی ہے۔ آپ نے حسب فرمان حضرت سید جلال بخاری اس مقام کو اپنا مستقل مسکن بنا لیا۔

تذکرہ بخاریہ کے مطابق آپ بارہ برس تک کشمیر و خطہ پوٹھوار میں سیاحت کرتے رہے۔ اس دوران ہزاروں افراد نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور کافی تعداد میں لوگ آپ کے عقیدت مند ہو گئے اور آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فقیرانہ زندگی بسر کرنے لگے۔

آپ کے مرشد زادے حضرت سیّد جلال بخاری کی آمد ☆: خطہ پوٹھوار دان گلی کے مقام پر جب آپ قیام پذیر ہوئے اور یہاں پر آپ نے رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا اور لوگوں میں روحانی فیض کی تقسیم شروع کی تو اسی دوران آپ کے مرشد زادے حضرت سید جلال بخاری علیہ الرحمۃ ملک در ملک کی سیاحت کرتے ہوئے دان گلی خطہ پوٹھوار میں تشریف لائے تو لوگوں کی زبانی آپ کے فقر و استغنا اور بزرگی و ولایت کا چرچا سنا کہ یہاں بھی ایک مرد قلندر ہے جو لوگوں میں روحانی دولت دونوں ہاتھوں سے تقسیم کر رہا ہے تو انہیں آپ سے ملاقات کا اشتیاق ہوا اور وہ آپ سے ملنے کے لئے آپ کی خانقاہ میں تشریف لائے۔

جب ملاقات ہوئی تو انہیں یہ دیکھ کر خوشی کی انتہا نہ رہی کہ جس کی ولایت و بزرگی کی چار دانگ عالم میں شہرہ سنا تھا وہ آپ حضرت دودھ حقانی ہی ہیں۔ آگے بڑھے اور آپ کو گلے سے لگا لیا۔ آپ بھی مرشد زادے کی تعظیم کیلئے جھکے اور قدم بوسی کی اور انہیں مشائخیت کی

مسند پر بٹھایا۔اور خود حضرت سید جلال بخاری علیہ الرحمۃ کی خدمت کے لئے دست بستہ کھڑے ہو گئے۔

اس ضمن میں ایک محفل کا بھی اہتمام کیا گیا۔ جب محفل فقراء کا آغاز ہوا تو حضرت سید جلال بخاری علیہ الرحمۃ نے بنظر کشف دیکھا کہ اکثر فقرا کے دل بوجہ ہوس زر سیاہ ہیں اور نور باطن سے خالی ہیں تو انہوں نے آپ سے ارشاد فرمایا کہ فقیر کو واصل الی اللہ کرنا شیخ طریقت کی ذمہ داری ہے ورنہ روز محشر اس بارے میں شیخ سے سوال ہوگا۔

آپ حضرت دودھ حقانی حضرت سید جلال بخاری علیہ الرحمۃ سے نگاہ لطف کے امیدوار ہوئے۔تو حضرت سید جلال بخاری علیہ الرحمۃ نے تمام فقراء کو حکم دیا کہ تمام مال وزر آگ کے جلتے ہوئے الاؤ میں ڈال دیا جائے اور یکسوئی کے ساتھ توبہ الی الحق کی جائے۔ تمام فقراء نے تعمیل کرتے ہوئے تمام مال وزر آگ میں ڈال دیا۔اور خدا کی یاد میں مست و مستغرق ہو گئے۔اور تھوڑے ہی عرصہ میں تمام فقراء نور باطن سے مستفیض ہو کر واصل الی اللہ ہو گئے۔اس واقعہ کی یادگاری کے لئے حضرت سید جلال بخاری علیہ الرحمۃ نے حکم دیا کہ تمام فقراء کے بازوؤں پر مہر لگائی جائے۔اس روز سے سلسلہ جلالیہ حسینیہ میں مہر کا رواج شروع ہوا جو تا حال جاری ہے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے خلفاء کافی تعداد میں مختلف علاقوں میں آزاد کشمیر و پاکستان میں موجود ہیں۔آپ کے وصال کے بعد سے تا حال چودہ فقراء اور خلفا کی قبریں تو احاطہ دربار میں موجود ہیں آپ کے پہلے خلیفہ کا نام لعل شاہ تھا۔دوسرے کا نام شاہ نور سلطان تھا۔موجودہ فقیر و خلیفہ سائیں لال حسین ولد سائیں میدا المعروف محمود سلطان ہے۔

اس کے علاوہ ٹلہ پہاڑ، ہاڑی گہل، کوٹلی، تتہ پانی، بڑا گواہ، اوماہ، ماڑی شاہ صغیرہ، پٹوال اور نوری باغ (دربار حضرت بری امام نور پور شاہاں) میں آپ کے تکیئے موجود ہیں۔بالا ناتھ جوگی کے ٹیلے پر واقع آپ کے تکیئے پر جوگی گھی کا چراغ جلاتے تھے۔

بالا ناتھ جوگی سے مقابلہ اور دودھ والی کرامت☆: آپ کی خانقاہ و آستانہ عالیہ کے پڑوس میں موضع بالی ماہ ہے۔جہاں بالا ناتھ جوگی کا قیام و مکان (استھان) آج بھی تباہ حالت میں موجود ہے۔علاقہ کے کچھ لوگ بالا ناتھ جوگی کی خدمت میں دودھ کا نذرانہ پیش کیا کرتے تھے۔اور اس جوگی کا حکم تھا کہ کسی مسلمان فقیر کو دودھ نہ دیا جائے۔

ایک دن آپ کو دودھ کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ اس راستے پر کھڑے ہو گئے جہاں سے لوگ دودھ لے کر بالا ناتھ جوگی کے استھان پر جایا کرتے تھے۔آپ نے ان لوگوں سے دودھ طلب کیا تو انہوں نے دودھ دینے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں بالا ناتھ جوگی کا حکم ہے کہ کسی مسلمان فقیر کو دودھ نہیں دینا۔آپ نے ایک عورت کے دودھ کے برتن میں انگلی ڈال کر مس کیا اور اس عورت سے کہا جاؤ۔اپنے جوگی کو دودھ دے دو۔جب جوگی کے علم میں یہ بات آئی کہ یہ دودھ مسلمان فقیر کا مس کردہ ہے تو اس نے دودھ لینے سے انکار کر دیا اور غصے میں آگ بگولا ہو کر مقابلے کا اعلان کر دیا۔

جب آپ کے علم میں آیا کہ وہ مقابلہ کرنا چاہتا ہے اور مقابلے کے لئے تیار ہے تو آپ اس سے مقابلہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے وہ آپ کو دیکھ کر بھاگا اور مقابلہ کی قوت نہ رکھتے ہوئے کوہ ٹلہ کے مقام پر جا پہنچا۔آپ جوگی کے تعاقب میں پرواز کرتے ہوئے کوہ ٹلہ کے مقام پر پہنچ گئے۔آپ کے دست مبارک میں زیتون کی چوب دستی تھی جو آپ نے زمین میں گاڑی اور فرمایا جب تک کلمہ تب تک ٹلہ۔اللہ

کی قدرت سے وہ خشک لکڑی سرسبز و شاداب درخت بن گئی جو تا حال کوہ ٹلہ پر موجود ہے۔

اس واقعہ کے ضمن میں ایک تاریخی عبارت ☆: وجہ تسمیہ دیہات پوٹھوہار، پرگنہ پھروالہ و دان گلی میں تحریر ہے کہ چوں موضع یا لیماہ از قدیم کہنہ دیہہ است گویند کہ اولاً دراس مکان بالا ناتھ جوگی میماند و متصل آں مکان شاہ دودہ حقانی نیز طرح اقامت انداخت، ہر خودند یدہ پرواز کناہ گردید و پس اوشان ہم شاہ ممدوح پرواز ساخت تا نکہ جوگی موصوف بر بالا کوہ تلہ (ٹلہ) رسید و خضر بر ہماں جائے تشریف بقدرت ربانی آں چوب سبز گردید۔ چنانچہ تا حال ۱۱۲۶ھ آں درخت زیتون بر کوہ تہلہ (ٹلہ) او پر شستگاہ جہانباتی است۔

دانا دیو کی گلی سے دان گلی ☆: محکمہ مال کے ریکارڈ کے مطابق حال آبادی موضع دان گلی اس طرح درج ہے کہ۔ زبانی مالکان دیہہ اس طرح معلوم ہوا کہ حضرت شاہ دودہ حقانی بادشاہ بلوٹ سے آکر اس جائے ویرانہ میں جو جنگل کی شکل میں تھا۔ رہائش پذیر ہوئے اور اس وقت جنگل میں ایک دیو دان نامی رہتا تھا۔ اور یہ فقیر صاحب برکت تھے۔ ان کے خوف سے دیو مفرور ہو گیا۔ جب سے اس کا نام دانا دیو کی گلی کی بجائے موضع دان گلی مشہور چلا آ رہا ہے۔

قدیم عبارت فارسی ☆: وجہ تسمیہ میں درج ہے کہ: درعہد باستاں وقت آبادی آنجا یکے عفریت بنام دانا دیو بنی آدم راخورے رسانید۔ اتفاقاً ہمدراں ایام یکے خضر کہ صاحب کمالات بود دراں دیہہ طرح اقامت انداخت مگر از تعدد دیو مطلع گشتہ بخشتم درآمد رتصد کشتن دیو سے ساخت ازیں معنی دیو از خوف جان گریزاں گردید لیکن راہ گر، بختن از ہر طرف بند دیدہ۔ از میان سنگ شگاف نمودہ ہماں راہ گر بخت ازاں جارا، بزبان پوٹھوہار شگاف را گلی میگویند و نام دیو دانا بود ازیں ہر دو وجہ نام آں موضع را دان گلی مشہور و درج دفتر گردیک۔

روایت ہے کہ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر دیو کے تعاقب میں تھے کہ اچانک سامنے پتھر کی چٹان مثل دیوار سامنے آ گئی۔ دیو جان کے خوف سے پہاڑی چیر کر بھاگ نکلا لیکن آپ اس کا پیچھا کرتے ہوئے موجودہ دربار کی شرقی سمت دیو پر چوٹ ماری تو وہ نصف دھڑ تک زمین میں دھنس گیا۔ جہاں اُس کی قبر کی جگہ برج بنا دیا گیا ہے۔ لوگ یعنی زائرین پہلا سلام دیو دانا کا کرتے ہیں اس کے بعد آپ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔

مزار پرانوار کی تعمیر ☆: آپ کے مزار پرانوار کی تعمیر غالباً راجہ فیروز خان گکھڑ کے دور میں عمل میں آئی۔ روایت ہے کہ کھیرلی گاؤں کے شمال میں واقع قبرستان میں راجہ فیروز خان والیئے دان گلی اور اس کے شہزادوں کی قبریں ہیں۔
راجہ فیروز نے تمام جائیداد دربار کے نام وقف کر دی تھی اس لئے تمام زمینات دربار کی ملکیت ہیں۔ مزار شریف کی تعمیر کرنے والے مستریوں کی قبریں دروازے کے باہر موجود ہیں۔

عرس کی تقریبات کا آغاز ☆: 1958ء میں اس وقت کے فقیر دربار نے باقاعدہ عرس مبارک کی تقریبات کے آغاز کا اعلان کیا تو بعض لوگ نئی رسم سمجھ کر معترض ہوئے۔ لیکن ہوا یہ کہ نماز مغرب کے بعد شمالی سمت سے ایک ستارہ نما روشنی قریب آئی اور چار

حصوں میں بٹ گئی۔ اور دربار شریف کے چاروں کونوں میں متواتر چمکنے لگی لوگ از حد خوش ہوئے اور تقریبات عرس کی منظوری سمجھ کر دل و جان سے دعا و ایصال ثواب کرنے لگے۔

ہر سال 27 بیساکھ کو عرس منایا جاتا ہے۔ جس میں آزاد کشمیر سندھ و سرحد اور ملک کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے لوگ شرکت کر کے اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال آٹھویں صدی ہجری میں ہوا۔ مزار پُر انوار موضع دان گلی تحصیل کلر سیداں ضلع راولپنڈی میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت موسیٰ سہاگ قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: غریق دریائے توحید و رسالت، مستغرق در بحرِ عشق و محبت، فقیر مست الست حضرت موسیٰ سہاگ قلندر رحمتہ اللہ علیہ سدا سہاگ ہیں۔

آپ فرقہ ملامتیہ قلندریہ سے تعلق رکھتے ہیں اور سلسلہ طریقت کے اعتبار سے مرید و خلیفہ ہیں۔ حضرت شاہ سکندر بودلہ کے وہ مرید و خلیفہ ہیں، حضرت شاہ جیولاں قلندر کے وہ مرید و خلیفہ، حضرت شاہ جمال مجرد کے وہ مرید و خلیفہ، شاہ ابراہیم گرم سیل کے وہ مرید و خلیفہ، حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی علیھم الرحمتہ والغفر ان کے۔

آپ کا معمول تھا کہ شہر احمد آباد میں ہیجڑوں کے ساتھ گاتے بجاتے پھرتے تھے تا کہ کوئی باطنی حال سے واقف نہ ہو۔ آپ مستور اولیاء اللہ سے ہیں۔ کل زنانہ لباس زیب تن کیئے رکھتے تھے۔

مقام فقر و قلندری ☆: ایک مرتبہ احمد آباد میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط سالی کا خطرہ پا کر بادشاہ وقت نے قاضی شہر کو کہلا بھیجا کہ خدا کی بارگاہ میں بارش کے لیے دعا فرمائیں۔ قاضی شہر چونکہ روشن ضمیر اور اللہ والوں کا غلام تھا۔ اس نے بادشاہ کو جواب بھجوادیا کہ میری دعا سے کچھ نفع نہ ہوگا۔ اگر آپ حضرت موسیٰ سہاگ کو فلاں محلہ سے بلوا کر عرض کرو گے تو بارش ضرور ہوگی۔

الغرض بادشاہ اور قاضی شہر دونوں اکٹھے ہو کر ہیجڑوں کے مکان پر گئے۔ آپ کو تلاش کر کے بلوایا اور خدمت اقدس میں عرض کیا۔ حضور بارش کے واسطے دعا کریں۔

آپ نے فرمایا کہ یہ گنہگار بندی ہے۔ طائفہ میں رہ کر اپنا وقت گزارتی ہے۔ آپ لوگوں کو مغالطہ لگ گیا ہے۔ شاہ موسیٰ سہاگ کوئی اور ہونگے۔

بادشاہ وقت اور قاضی شہر نے کہا کہ آپ اپنے کو چھپانے کی کوشش نہ کریں۔ ہم آپ کو پہچان کر ہی آئے ہیں۔ بارشیں نہ ہونے سے پورے ملک کے عوام پانی کو ترس گئے ہیں۔ لہٰذا آپ خدا کی مخلوق پر ترس کھاتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں بارش کے نزول کے لیے دعا فرمائیں۔ جب قاضی شہر اور بادشاہ وقت نے زیادہ اصرار کیا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور چشم پرنم سے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا اے میرے خاوند تو اگر اب بھی پانی نہ برسائے گا تو میں ابھی اپنا سہاگ توڑ ڈالوں گی۔ یہ کہہ کر قریب تھا کہ آپ اپنے بازو پر پہنی ہوئی چوڑیاں توڑ دیتے کہ یکا یک ایک ابر زوردار نمودار ہوا۔ اور ایسا پانی یعنی بارش برسی کے لوگ بیزار ہو گئے۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر

قاضی شہر اور بادشاہ وقت اور زیادہ معتقد ہو گئے۔

کرامت ۲ ☆: شہر کے علماء نے ایک مرتبہ آپ کو جامع مسجد میں بلوا کر نماز کے واسطے کہا۔ آپ اس وقت اپنے معمول کے لباس میں تھے۔ یعنی زنانہ لباس اور ہاتھ میں چوڑیاں سر پر دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھے۔

علمائے کرام نے آپ کا تمام لباس اتروا کر سفید رنگ کا مردانہ لباس آپ کو پہنوایا۔ آپ نے وضو کیا اور شہر کے لوگوں کے ساتھ نماز باجماعت میں شامل ہو کر نماز پڑھنے کے لیے ابھی اللہ اکبر کہا ہی تھا کہ آپ کے تمام کپڑے رنگین ہو گئے۔ نماز کا سلام پھیر کر لوگوں نے دیکھا کہ وہ سفید لباس بالکل سرخ ہو چکا تھا۔

آپ نے سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کہ میرا میاں کہتا ہے کہ تو سہاگن رہ اور یہ موئے کہتے ہیں کہ رانڈ ہو جا۔ اس موقع پر موجود تمام اہل اسلام آپ کی یہ کرامت دیکھ کر آپ کے معتقد ہو گئے۔ اور تمام علمائے کرام آپ سے معافی کے خواستگار ہوئے۔

حال بعد از وصال ☆: حضرت شاہ عالم علیہ الرحمتہ جو کہ احمد آباد انڈیا کے معروف شیخ طریقت تھے۔ انہیں جب بذریعہ کشف آپ کے وصال کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اپنے خلیفہ قاضی میاں مخدوم صاحب سے فرمایا کہ تم جلدی سے جا کر حضرت شاہ موسیٰ سہاگ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہو جاؤ۔ اور خبردار رہنا کہ کوئی شخص ان کے ہاتھ سے چوڑی نہ اتارے۔ وہ جس رنگ میں ہیں ان کو اسی رنگ میں دفن کر دینا۔

چنانچہ آپ کو آپ کے مخصوص زنانہ لباس اور ہاتھ میں چوڑیاں سر پر دوپٹہ اوڑھا کر دفن کیا گیا۔ اس موقع پر تمام مشائخ احمد آباد جن میں مولانا عماد الدین جد امجد حضرت شاہ وجیہہ الدین گجراتی، قاضی شہر و دیگر علماء موجود تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال دس رجب المرجب ۸۵۳ ہجری بمطابق 1449ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار احمد آباد صوبہ گجرات انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے۔

جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے بالکے کو حضرت مولانا عماد الدین احمد آبادی نے اپنے ہاتھ سے چوڑیاں پہنائیں اور اس کے علاوہ دیگر زنانہ لباس اور سرخ دوپٹہ اُڑھایا۔ اس روز سے آپ کے سلسلہ میں چوڑی اور دیگر زنانہ لباس جاری ہے۔ آپ کے فقیر سدا سہاگن کہلاتے ہیں۔ اور مجالس فقراء میں سماع کے دوران رقص کرتے ہیں۔ اور زبان حال سے کہتے جاتے ہیں **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نُوْر مُحَمَّدْ صَلَّی اللّٰہ** ان میں سے اکثر لوگ صاحب کمال اور بلند درجہ کے مالک ہوئے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید یوسف شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: درویش مست و مستغرق در بحر توحید و رسالت و معرفت و حقیقت، فقیر مست الست، ہمہ صفت قلندرانہ حضرت پیر سید یوسف شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ بے نیاز خلائق ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ملتان شہر میں حضرت شاہ محمد ابراہیم کے گھر ہوئی۔

آپ دو بھائی تھے ایک کا نام حضرت شاہ اسماعیل اور دوسرے کا نام شاہ محمد یوسف صاحب۔ جب آپ سن شعور کو پہنچے تو والد گرامی نے آپ کے بڑے بھائی شاہ محمد اسماعیل اور آپ کو مدرسے میں علوم دینیہ کے حصول کے لیے داخل کر دیا۔ آپ کے بڑے بھائی شاہ محمد اسماعیل نے ''الف'' سے ''یے'' تک پڑھا اور مکمل ذہن نشین فرما لیا۔ مگر آپ نے صرف لفظ ''الف'' کو ہی پڑھا اور یاد کیا۔ دوسرے روز استاد نے آپ کو الف سے آگے سبق ''ب'' پڑھایا تو آپ نے فوراً انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ مجھے صرف لفظ ''الف'' ہی کافی ہے۔

آپ کے استاد محترم نے آپ کے والد گرامی کو صورتحال سے آگاہ کیا۔ تو والد گرامی نے آپ سے پوچھا۔ بیٹا الف تو قلندر ہی یاد کرتے ہیں۔ کیا تم قلندر بننا چاہتے ہو؟ آپ نے فوراً جواب دیا۔ عالی جاہ دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ مجھے وہ آنکھیں عطا فرمائے جس سے قلندر کی زیارت نصیب ہو جائے۔ آپ کے والد گرامی نے فرمایا۔ بیٹا اگر شوق قلندری ہے تو تلاش کرو۔

آپ نے عرض کی حضور مجھے صرف آپ کی اجازت کی ضرورت تھی وہ مل گئی ہے۔ والد گرامی سے اجازت لے کر آپ ملتان سے سفر کرتے ہوئے۔ دریا کے قریب پہنچے۔ اور دریا عبور کرنا شروع کر دیا۔ ابھی دریا کے درمیان میں پہنچے تھے تو وظیفہ ''الف'' کا لطف برسنے لگا۔ جیسا کہ ابرِ رحمت دریائے توحید عشق الٰہی سے برستا ہے۔ اور آپ کو ایسا محسوس ہونے لگا کہ میری آواز کا واپسی جواب عرش معلیٰ سے میری طرف آ رہا ہے۔ اسی حالت عشق میں آپ نے دریا کے اندر بارہ سال گزار دیئے۔

بارہ سال بعد غیبی آواز آئی۔ یوسف شاہ کوئی ظاہری رہبر بھی تلاش کرو۔ یہ آواز سن کر آپ حضرت نور شاہ بلغار کے در اقدس پر حاضر ہوئے۔ اور عرض کی عالی جاہ میں نے استاد سے صرف لفظ الف ہی پڑھا ہے۔ برائے کرم میرے سبق پر غور فرمائیے۔ آپ ہم سے

بہتر ہیں۔ کیونکہ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ کی تلاش میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ نظر کرم فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ استاد سے جو سبق پڑھا ہے وہ سناؤ۔

آپ نے قوت باطنی کی توجہ قلبی کے ساتھ جب زبان سے الف نکالا تو اُس مقام کی ہر ایک چیز سے الف، الف کی آواز آنے لگی۔ یہ دیکھ کر حضرت نور شاہ بلغار فرمانے لگے کہ واقعی تم نے سبق از بر کیا ہے۔ کیونکہ ہماری غار کی ایک ایک اینٹ اور ذرہ ذرہ پکار اٹھا ہے۔

بیعت وخلافت ☆: حضرت نور شاہ بلغار نے آپ کو بیعت فرمانے کے بعد سبق، لَا، هُوْ پڑھایا۔ اور فقر کی بارہ منزلوں سے روشناس کرایا۔ جو کہ درُج ذیل ہیں۔ شریعت، طریقت، معرفت، لاھوت، ناسوت، جبروت، ملکوت، فنافی الشیخ، فنافی الرسول، فنافی اللہ، بقاباللہ اس کے بعد حضرت نور شاہ بلغار نے آپ کو وظیفہ تلقین فرمایا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه پڑھتے ہوئے۔ اس پہاڑ پر آگ جل رہی ہے۔ اسے پانی سے بجھائیں۔ اپ نے وظیفہ شروع کیا تو ایسا ہی ہوا کہ آگ لگ جاتی۔ بعد جب حضرت نور شاہ بلغار تشریف لائے تو آگ بجھ گئی۔ حضرت نور شاہ نے آپ سے پوچھا کہ آگ تم نے بجھائی ہے۔ عرض کی حضور آپ کے آنے سے بجھی ہے۔ ورنہ میری طاقت کہاں کہ آگ بجھا سکوں۔

حضرت نور شاہ یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ آؤ دریا کی سیر کو چلیں۔ دریا پر پہنچ کر حضرت نور شاہ نے فرمایا۔ یوسف شاہ میرے لیے ایک کوزہ پانی کا بھر لاؤ۔ جب پانی بھر کر واپس آئے تو دیکھا کہ مرشد غائب ہیں۔ آپ نے بارہ برس تک وہیں انتظار کیا۔ اس کے بعد مرشد کی تلاش میں سیہون شریف گئے تو کیا دیکھا کہ حضرت لعل شہباز قلندر کا باغ بالکل خشک ہے۔

پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ باغ لعل شہباز قلندر کی بددعا سے خشک ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مالن جو قلندر صاحب کی سیج کے لیے پھول چن کر لے جایا کرتی تھی۔ اس نے ایک پھول اپنے کسی غیر شرعی تعلق رکھنے والے دوست کو بھیجا۔ اس وجہ سے حضرت لعل شہباز قلندر نے بددعا دی اور باغ برباد ہو گیا۔ آپ نے اُس کوزہ سے وضو کیا اور وضو کا پانی باغ میں بہایا تو وہ باغ ہرا بھرا ہو گیا۔ جس پودے کو آپ پانی دیتے وہ ہرا ہو جاتا۔ اسی طرح تمام باغ سرسبز و شاداب ہو گیا۔

مالی نے اندر جا کر حضرت لعل شہباز قلندر کو بتایا کہ ایک درویش باغ میں ذکر الٰہی کر رہا ہے۔ جس کی وجہ سے باغ سرسبز و شاداب ہو گیا۔

حضرت شہباز قلندر نے جلال میں آ کر فرمایا وہ کون ہے؟ پھر فرمایا کہ جاؤ اس نوجوان کو میرے سامنے لے کر آؤ۔ خدام نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت شہباز قلندر آپ کو بلاتے ہیں۔ جب آپ سامنے آئے تو دیکھا کہ ''یوسف شاہ'' موج دریا ہیں۔ آپ کو دیکھ کر شہباز قلندر نے پوچھا کیا ہمارا باغ تم نے ہرا کیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے عرض کی:

باغ باغیچے سارے تیرے توں باغاں دا سائیں

سُکے باغ تھیون ہر یاول جب سادھو چون ادائیں

حضرت شہباز قلندر نے فرمایا۔ اپنے کلمات دوبارہ دہرائیں۔ آپ نے پھر یہ شعر پڑھے:

باغ بھی تیرے اور باغیچے بھی تیرے تو باغاں دا والی

باغ سُکا رب کیتا ہریا ایہہ یوسف پھر یاوچہ مالی

حضرت شہباز قلندر جلال میں آ کر کھڑے ہوئے تو آپ کے پیرومرشد حضرت نور شاہ بلغار بھی کھڑے ہوگئے۔ آپ کا بایاں بازو شہباز قلندر نے دایاں بازو نور شاہ بلغار نے پکڑا۔ دونوں نے مل کر اسم اعظم کی ضرب لگائی تو آپ سرکار علیہ السلام کے دربار میں پہنچ کر صاحب حضوری ہوگئے۔

اس کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر نے آپ کو سینے لگایا اور فرمایا کہ ہم بھی لعل اور تم لعلوں کے لعل۔ اس کے بعد آپ کے مرشد نور شاہ بلغار نے آپ کو سینے سے لگا کر فرمایا۔ ''شاہ یوسف موج دریا''۔ مطلب یہ کہ تمہارا فیض و برکات دریا کی موجوں کی طرح رواں دواں رہے گا۔

پھر حضرت شہباز قلندر کی طرف سے فرمان جاری ہوا کہ آپ کا خمیر سجادہ نشینی، بخت اقبال، فقر روشنی اور شہرت کا چڑ چادریائے جہلم کے مشرقی کنارے پر مخصوص فرما دیا گیا ہے۔ آپ اس جگہ جا کر اس علاقہ کے لوگوں کو فیض یاب کریں۔

سیرت و کردار☆: آپ حسنِ اخلاق کا مجسمہ اور کردار و عظمت کی روشن مثال اور شرم و حیاء، سخاوعلم و عرفان کا سرچشمہ حیات و برکات اور صاحب بصیرت اور صاحب کشف و کرامات متصرف بہ تصرفات تھے۔

شریعت مطہرہ کے پابند اور اس پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ آپ کی کرامات و کشف کی روح پرور جھلک کے بے شمار واقعات زبان زدو خاص و عام ہیں۔

آپ نے اپنی نگاہ ولایت سے 22 بائیس افراد کو جام وحدت پلا کر مدہوش کیا اور ان کو معرفت، حقیقت، طریقت، شریعت و نور ہدایت سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنی توجہ باطنی سے ان کے دلوں کو کدورتوں سے صاف کر کے معرفت کے بھید اور ولایت کے درجہ سے ہمکنار کر دیا۔

کشف و کرامات☆: کاواں قوم کا مدّو نامی مشہور و معروف چور شاہپور سرگودھا کے علاقہ میں آیا۔ اس نے اس پورے

علاقہ کی سیاحت کی اور چوری کی نیت سے ہر ایک چیز کا جائزہ لیا اور واپس اپنے ڈیرے پر جا کر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ شاہپور علاقے میں تین چیزیں دیکھ کر آیا ہوں۔ جو کہ اپنی مثال آپ ہیں:

۱) حضرت شاہ یوسف جو بہت خوبصورت بارعب، نیک سیرت، نیک صورت، صاحب علم وحلم، قوم قریشی۔

۲) حضرت شاہ یوسف کا خاص سواری والا گھوڑا۔ جو بہت ہی خوبصورت اور خوبرو ہے۔

۳) اس علاقہ میں ایک وٹڑ کا درخت ہے۔ جو نہایت ہی خوبصورت اور سایہ دار ایسا گھنا کہ بارش آ جائے تو انسان آرام سے وقت گزار سکتا ہے جو کہ چھتری کی مانند پھیلا ہوا ہے۔

مدّو کے ساتھیوں نے کہا کہ تینوں چیزوں کا وہاں سے لانا ضروری ہے۔ کیا کوئی صورت ایسی بن سکتی ہے۔ مدّو نے کہا یہ خرید کرنے سے حاصل نہیں ہونگی۔ کیونکہ یہ تینوں چیزیں نہ فروخت کی جاتی ہیں نہ خریدی جاسکتی ہیں۔ البتہ ایک تجویز یہ ہے کہ شاہ یوسف کا گھوڑا میں چوری کر کے لے آتا ہوں۔ شاہ یوسف جب گھوڑے کی تلاش میں ادھر آئیں گے تو اس ذریعہ سے ان کی زیارت بھی کر لیں گے۔

چنانچہ مدّو کانواں رات کے وقت آپ کے ڈیرے پہنچا۔ آپ آرام فرما رہے تھے کہ اس نے گھوڑے کو کھولنا شروع کیا۔ گھوڑا بہت عظیم اور طاقت ور تھا۔ اس لیے اس کے آگے پیچھے دونوں طرف سے مضبوطی کے ساتھ باندھا جاتا تھا۔

مدّو چور نے گھوڑے کی پچھلی رسی کھولی اور آگے کی رسی کھولی تو کیا دیکھتا ہے کہ پچھلی رسی پہلے سے زیادہ مضبوطی سے بندھی ہوئی ہے۔ دوبارہ پچھلی رسی کھول کر اگلی رسی دیکھی تو وہ پھر بندھی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ تمام رات اگلی رسی کھولتا تو پچھلی بندھی ہوتی۔ پچھلی کھولتا تو اگلی بندھی ہوتی اسی میں رات گزر گئی۔

جب صبح صادق کا وقت ہوا تو آپ حضرت یوسف شاہ نے خادم سے فرمایا کہ چور ہے گھوڑا کھول رہا ہے۔ اس نے آگے پیچھے دیکھا اور کہنے لگا چور نہیں ہے۔ گھوڑا بندھا ہوا ہے۔

مدّو کانواں نے جب دیکھا کہ صبح ہونے والی ہے۔ گھوڑا چوری کرنے کا وقت ختم ہونے کو ہے تو اس نے کلّہ اکھاڑا۔ اتنے میں آپ نے پھر خادم کو جگایا اور کہا کہ چور ہے اور گھوڑا چرانے کی کوشش میں ہے۔ خادم نے جا کر دیکھا تو چور نظر نہ آیا۔ مگر گھوڑے کا کلّہ اکھڑا پڑا ہے۔ خادم نے وہی کلّہ اٹھا کر زمین میں ٹھوکنا شروع کر دیا۔ آپ چونکہ عبادت میں مصروف ہونے والے تھے۔ آپ نے آواز دے کر فرمایا۔ ٹھہر و ٹھہر و کلّہ اکھیڑ لو۔ یہ کلّہ انسانی ہتھیلی میں گاڑا جا رہا ہے لہٰذا فوراً اکھیڑ لو۔

چنانچہ حسب الارشاد اکھیڑا گیا اور گھاس ہٹا کر دیکھا گیا تو واقعی چور مدّو کانواں گھاس میں چھپا ہوا تھا۔

جب آپ عبادت وریاضت سے فارغ ہوئے تو چور کو پکڑ کر پیش کیا گیا تو آپ نے پوچھا یہ چور کون ہے؟ مدّو نے فوراً جواب

دیا۔مدّ ونہیں بدو یعنی بدکار۔

آپ اس کی سچی بات سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس نے گناہ کرنے کا رادہ تو کیا مگر میرے سامنے سچ تو بول دیا ہے۔آپ نے فرمایا مدّ وتم میرے پاس مقبول ہو چکے ہو۔تمہارے جرائم کو درگزر کر دیا ہے اور پنجابی کے یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

مدّو کانواں مرد سچاواں دیتا نی لاواں
رتاں کہ جٹ پھیر دی آنواں

مدّ و کانواں نے عرض کیا یا حضرت تحت الثریٰ سے لے کر عرش تک جو کچھ بھی ہے نظر آ رہا ہے۔آپ نے مدّ و کانواں کو اپنے دست حق پرست پر شرف بیعت بخشا اور خرقۂ خلافت عطا فرما کر سرفراز فرما دیا۔

اس کے بعد مدّ و کانواں نے مقام مدّ و تحصیل و ضلع جھنگ میں خانقاہ قائم کر کے رشد و ہدایت کا وہ بازار گرم کیا کہ ہزاروں افراد ان کے فیض سے مالا مال ہوئے۔لاتعداد گمراہ راہ ہدایت پر گامزن ہوئے۔آج بھی ان کے وصال کے بعد ہزاروں افراد ان کے مزار سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

تر گیا او جنابوں میں نے سنگ نیکاں دا کریا
جیویں کہ سنگ شاہ یوسف ولا مدّ و نوں لے تریا

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال نویں صدی ہجری میں ہوا۔مزار پُر انوار مانگوال تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا میں مرجع خاص وعام ہے۔جہاں اہل عقیدت آج بھی حاضری دے کر آپ کے فیوض و برکات سے دامنوں کو بھرتے اور شاد کام ہوتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ جمال الدین المعروف جمالی قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: عالم ربانی، مرشد لاثانی، واقف اسرار علم لدنی، جامع الصفات متصرف بہ تصرفات حضرت شیخ جمال الدین المعروف جمالی قلندر رحمتہ اللہ علیہ قطب الاولیاء ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت جناب رشید الدین جمال کے گھر میں ساموئی ضلع ٹھٹھہ صوبہ سندھ میں ہوئی۔

آپ علمی و عملی کمالات کے جامع تھے۔ ظاہری و باطنی علوم سے مرجع تھے۔ علم کے میدان میں ایک بحر بے کنار تھے۔ ہزاروں طلباء آپ کے درس میں داخل تھے۔ لاتعداد متلاشیان علم نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

وقت کے بڑے بڑے نواب وڈیرے اور جام تماچی اور صلاح الدین جیسے شہزادے شب و روز آپ کی چوکھٹ پر جبیں سائی کو اپنے لیے باعث عزت وافتخار سمجھتے تھے۔ اور آپ کے آستانے پر جاروب کشی کو اپنا معمول بنا رکھا تھا۔

بعض حاسدین کو یہ بات ناگوار گزری۔ انہوں نے شاہان وقت کے دربار میں بے پر کی بات اڑا دی کہ جام تماچی آپ کی خدمت میں حاضری اس لیے دیتا ہے کہ وہ آپ کی وساطت سے حکومت پر قبضہ کر لے۔

جام جونہ جوان دونوں شہزادوں کا باپ تھا۔ جب اس نے یہ خبر سنی تو اس کے دل میں اس خبر نے گھر کر لیا کہ واقعی ایسا نہ ہو جائے وگرنہ شہزادوں کا فقیر کے دربار میں جاروب کشی کیا معنی؟ اس نے ایک منصوبہ کے تحت شہزادوں کو خاموشی سے دہلی بھجوا کر قید کرا دیا۔ اور خود حکومت کے مزے لوٹنے لگا۔

ایک دن آپ کے دل میں خیال آیا کہ کافی دن ہوئے دونوں شہزادے جاروب کشی کے لیے خانقاہ میں نہیں آئے۔ تو آپ نے خدام سے ان کے متعلق دریافت فرمایا تو سب نے لاعلمی کا اظہار کر دیا۔

جب آپ نے اس کی تفتیش و تحقیق کی تو اصل حقائق سامنے آ گئے۔ جس کی بنا پر آپ کے چہرہ پر جلال آ گیا اور سندھی زبان میں درج ذیل شعر پڑھا:

جو ٹومٹ اوٹو جام تماچی آء
ساجھی اج پیئی توھین تنوراء

جب جام جونہ کو معلوم ہوا کہ آپ نے جام تماچی سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا ہے۔ تو وہ ایک دن خاموشی سے آپ کی محفل میں

آ کر طلبہ کی صف میں بیٹھ گیا۔ آپ کی عادت تھی کہ آپ چہرے پر نقاب ڈالے رکھتے تھے۔ اور اسی حالت میں طلباء کو درس دیتے تھے۔ جام جونہ نے گستاخانہ لہجے میں کہا کہ بزرگوں اور درویشوں کا امور سلطنت سے کیا تعلق؟

آپ نے جلال بھرے انداز میں فرمایا زمین کا یہ خطہ ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔ اور ہم نے اس متاع گراں کا بار اس کتے کی گردن میں ڈال دیا ہے (آپ کا یہ اشارہ جام تماچی کی طرف تھا) جام جونہ یہ فرمان سن کر غمگین ہوا۔ اور وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ اسی رات سے آپ نے جام تماچی کو خواب میں قید خانے سے باہر آنے اور وطن پہنچنے کا حکم دیا۔ جام تماچی خواب سے رات کو ہی بیدار ہو گیا تھا۔ اس نے یقین کر لیا کہ اب مجھے رہائی سے کوئی نہیں روک سکتا۔ وہ جیل کے مقفل دروازے کی طرف بڑھا تو آپ کی کرامت سے جیل کے دروازے کا تالا خود بخود کھل گیا۔ پھر وہ جیل کے جس دروازے کی طرف بڑھتا گیا تالے کھلتے گئے۔ یہاں تک شہر سے باہر نکل آیا۔

صبح کو جب حاکم دہلی کو اطلاع ہوئی تو اس نے جام تماچی کے پیچھے سپاہی دوڑائے۔ سپاہیوں نے دور سے جام تماچی کو پہچان کر گھوڑے اسی سمت دوڑائے اور جب قریب پہنچے تو ایسی گرد اٹھی کے ہر طرف تاریکی چھا گئی اور وہ ایک دوسرے کو پہچاننے سے قاصر ہو گئے۔ جب اندھیرا چھٹا تو وہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ دہلی کی حدود میں ہیں۔

جبکہ جام تماچی اور جام صلاح الدین سندھ کی طرف رواں دواں تھے۔ جب کیران کے مقام پر پہنچے تو اس علاقے کے ایک درویش "نوح کیر" بھیڑ بکریاں چرا رہے تھے۔ اسی دوران ایک شخص ان کے ریوڑ میں گھس آیا۔ اس کو دیکھ کر وہ بے ساختہ کہنے لگا۔ جام تماچی کے حکم سے میرے ریوڑ سے نکل جا۔ یہ دونوں بھائی جام تماچی اور جام صلاح الدین اُس درویش کی بات سن کر بہت حیران ہوئے اور اس کے قریب آئے اور اس سے اس بات کا مطلب پوچھا اور اس درویش سے کہا کہ حاکم تو جام جونہ ہے اور جام تماچی دہلی میں قید ہے۔ پھر حکم جام تماچی کا کس طرح چل سکتا ہے۔ درویش نے کہا یہ سب کچھ تو مجھے معلوم نہیں۔ البتہ دو تین روز سے کیا چرند کیا پرند، سب کی زبان پر یہی ہے کہ

"حکم حکم جام تماچی است"

جام تماچی اور جام صلاح الدین دونوں بھائی درویش کی زبانی یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور پھر تمام ماجرا درویش کے گوش گزار کیا اور درویش سے اجازت لے کر ساموئی کی طرف چلدیئے۔ جب ساموئی کے قریب دریا کے کنارے پہنچے تو جام صلاح الدین نے جام تماچی کو دریا پر ہی چھوڑا اور خود کشتی میں سوار ہو کر ساموئی پہنچے اور آپ کی قدم بوسی کی اور تمام احوال جیل اور راستے کا آپ کو سنایا اور جام تماچی کی اصلاح کے لیے درخواست کی۔

اس کے بعد آپ نے اپنے مصلےٰ کا ایک دھاگہ نکال کر جام صلاح الدین کو دیا اور فرمایا کہ اسے ایک لکڑی کے سرے پر باندھ کر جام تماچی کے سر پر بلند کر دو۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ خدا کی قدرت کہ ہزار ہا جھنڈے فضا میں بلند ہو گئے اور ہاتف غیبی سے آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں کہ "دور دور خلافت جام تماچی است" جام جونہ یہ دیکھ اور سن کر بوکھلا گیا اور اپنے محل سے بھاگ کھڑا ہوا۔

جام تماچی محل اور قصر حکومت خالی دیکھ کر پورے کروفر کے ساتھ دریا عبور کر کے ساموئی میں داخل ہوا۔ اور سب سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدمبوسی کی۔ اس کے بعد تخت حکومت پر متمکن ہوا۔

آپ کے ساتھ جام تماچی کی عقیدتمندی کا عالم یہ تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ حضور حکومت آپ کی عطا کردہ ہے تو اب حدودِ حکومت بھی خود ہی متعین فرما دیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں سے کند کلائی تک اور وہاں سے کندی ابارہ تک۔ اس کے بعد حکم فرمایا کہ تمام زمین لوگوں میں تقسیم کر دی جائے۔ اور جو محاصل ہوں ان سے ساموئی کے پہاڑ پر مسجد بنائی جائے اور اس کا نام مکلی رکھا جائے۔

اس کے بعد آپ نے دریافت فرمایا کہ آج کل مردوں کو کہاں دفن کیا جاتا ہے۔ جام تماچی نے عرض کی حضور پیر آری (پیر پٹھہ) کے قریب۔ آپ نے فرمایا کہ آج کے بعد اب مکلی میں مردے دفن کیے جائیں گے۔

جام تماچی نے حسب الحکم ساموئی کے پہاڑ پر مسجد بنوائی اور مردوں کو مکلی پر دفن کرنے کا حکم دیا۔

مکلی نام کی وجہ تسمیہ ☆: مکلی کے نام کی وجہ تسمیہ کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک پاک دامن خاتون جس کا نام مکلی تھا۔ مسجد کی محراب کے زیر سایہ مدفون ہیں۔ ان کی وجہ سے آپ نے مسجد کا نام بھی مکلی مسجد رکھا۔ پھر رفتہ رفتہ یہ قبرستان بھی مکلی کے نام سے تاریخی حیثیت اختیار کر گیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال نویں صدی ہجری کے اوائل میں ہوا۔ مزار پُر انوار مکلی ٹھٹھہ صوبہ سندھ میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت قطب شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: سلطان الفقراء، قطب الاولیاء، غوث الاتقیاء، زبدۃ الصلحاء، امام العرفاء حضرت قطب شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ زینت بزم اولیاء ہیں۔

آپ ٹھٹھہ صوبہ سندھ کے اکابر اولیاء سے ہیں۔ آپ کی تمام عمر یاد خدا میں وقف تھی۔ بچپن سے لے کر جوانی اور آخری العمر تک یاد خدا میں مست و مستغرق رہے۔ آپ کی والدہ محترمہ سندھ کی عظیم روحانی شخصیت حضرت شیخ سید محمد حسین المعروف پیر مراد اویسی علیہ الرحمتہ کی مریدہ اور خادمہ تھیں۔ آپ گہورہ سے لے کر اپنے لڑکپن اور جوانی کی عمر تک والدہ ماجدہ کے ہمراہ حضرت شاہ مراد اویسی علیہ الرحمتہ کے گھران کی خانقاہ میں آیا جایا کرتے تھے۔

حضرت پیر محمد حسین المعروف شاہ مراد اویسی علیہ الرحمتہ بھی بچپن ہی سے آپ سے شفقت و محبت فرمایا کرتے تھے اور آپ کے بچپن کے زمانہ سے ہی آپ کی تربیت حضرت شاہ مراد نے شروع کر دی تھی۔ جس کی وجہ سے بچپن ہی سے آپ میں ولایت کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

ایک دن حضرت شاہ مراد وضو فرما رہے تھے کہ آپ نے وضو کا بچا ہوا پانی پی لیا۔ پانی پینے کی دیر تھی کہ آپ کی دنیا ہی بدل گئی اور ایک عجیب روحانی کیفیت آپ پر طاری ہو گئی اور سینہ نور سے منور ہو گیا اور اسی ایک لمحہ میں ولایت کے درجہ پر فائز ہو گئے اور بہت جلد ہی آپ کی ولایت کے ڈنکے ہر سو بجنے لگے۔

سیرت و کردار☆: آپ پابند شریعت تھے کوئی کام خلاف شریعت سرزد نہ ہونے دیا۔ ہمہ وقت یاد خدا میں مست و مستغرق رہتے۔ کوئی لمحہ بھی یاد خدا سے خالی نہ تھا۔

آپ انتہائی مستغنی المزاج شخص تھے۔ جو کچھ بھی نذر نیاز کے طور پر آتا اس میں سے حسب ضرورت رکھ لیتے، باقی ماندہ غرباء اور مساکین میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ زیادہ تر آپ کا وقت تنگدستی میں ہی گزرتا تھا۔

آپ کے دور کے سندھ کے فرمانروا شاہ حسن ارغون نے کئی مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضری کے لیے درخواست دی۔ جسے آپ نے قبول نہیں کیا۔ اس لیے کہ آپ حاکموں سے ملاقات کو پسند نہ کرتے تھے۔ دنیاوی مال و متاع سے بے رغبتی اس قدر کے اس کو کبھی اپنے پاس بھٹکنے بھی نہ نہیں دیا۔

کرامت ☆: ایک مرتبہ ایک خادم نے آپ کو کیمیا بنانے کا نسخہ پیش کیا تاکہ آپ کی تنگدستی دور ہو جائے اور کشاد پیدا ہو۔ چند دن کے بعد وہی خادم دوبارہ حاضر خدمت ہوا۔ اور عرض گزار ہوا کہ حضرت میں نے تو آپ کی تنگدستی اور افلاس کے خاتمہ کے لیے آپ کو سونا بنانے کا نسخہ پیش کیا تھا۔ مگر آپ نے اس کی طرف توجہ ہی نہیں فرمائی۔

آپ نے فرمایا کہ ہمارے کسی بیت الخلاء میں جا کر تماشہ دیکھو۔ وہ خادم گیا اور ایک ایک بیت الخلاء میں جا کر دیکھا وہاں سونے اور چاندی کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں۔

خادم جب یہ نظارہ دیکھ کر لوٹا تو آپ نے فرمایا اے بے خبر! تو نے دیکھا کہ دنیا مردانِ خدا کی نظر میں کس قدر اور ذلیل وخوار ہے۔ جسے تم دل میں جگہ دیتے ہو سر آنکھوں پر رکھتے ہو اور سینے سے لگاتے ہو۔ ہم نے اسے اپنے پاس سے نکال کر بیت الخلاء کے سپرد کر دیا ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۹۳۱ ہجری بمطابق 1524ء کو ہوا۔ مزار پُرانوار اپنے مرشد کے قدموں میں مکلی ٹھٹھہ صوبہ سندھ میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت حاجی گگن شوریانی قلندری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فقیر یگانہ، ہمہ صفت قلندرانہ، پیشوائے زمانہ، مست ومستغرق در بحرِ توحید ورسالت ومعرفت حضرت حاجی گگن شوریانی قلندری قصوری رحمتہ اللہ علیہ مست وسرشار بادۂ خمار ہیں۔

آپ حضرت پیر کبار کی اولاد سے ہیں۔ اوائل عمر میں اپ کو تفرید وتجرید اور تقویٰ بدرجۂ کمال حاصل تھا۔ پابند شریعت وطریقت تھے۔ اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں سات مرتبہ حج بیت اللہ شریف ادا کیے۔ پارسائی کا عالم یہ تھا کہ ہروقت چہرۂ مبارک پر پردہ پڑا رہتا تا کہ کسی غیر محرم کی نظر نہ پڑ جائے۔

تمام عمر عبادت وریاضت مجاہدہ وسلوک میں گزری۔ سخت سے سخت مجاہدات کے باوجود مخفی اسرار باطن کھلتے نہ تھے۔ اس سلسلہ میں بہت سے اولیائے کاملین کی خدمت میں بھی حاضری دی۔ مگر معاملہ جوں کا توں رہا۔ بالآخر ساتویں مرتبہ حج بیت اللہ کی ادائیگی کے لیے گئے اور وہاں جاکر بہت گریہ وزاری کی بہت روئے پیٹے۔ بالآخر ہاتف غیبی سے ندا آئی کہ تیرا فیض حضرت شیخ عیسیٰ مشوانی کے پاس ہے۔

حج بیت اللہ شریف سے فارغ ہوکر آپ ہندوستان تشریف لائے اور حضرت عیسیٰ مشوانی کے پاس ان کی خدمت میں پہنچے۔

حضرت شیخ عیسیٰ مشرب ملامتیہ رکھتے تھے۔ ہروقت شراب پیا کرتے اور اس کے نشے میں مست وسرشار رہتے۔ یہ حال دیکھ کر آپ ان سے بداعتقاد ہوئے۔ اس لیے کہ تمام عمر شریعت کی پاسداری میں گزری تھی اور یہاں معاملہ بظاہر اس کے برعکس تھا۔ اس لیے طبیعت نے ان کے پاس بیٹھنا گوارا نہ کیا۔ حضرت شیخ عیسیٰ مشوانی باطنی طور پر آپ کی دلی کیفیت سے مطلع ہوئے اور با آواز بلند فرمایا کہ تو جس کے پاس گیا تھا۔ وہاں سے تجھے فیض نہیں ملا اور اس نے کعبے سے تجھے میرے پاس بھیج دیا۔ اور ابھی تیری میری ملاقات ہوئی بھی نہیں کہ تو مجھ سے پھر گیا۔ تیری یہ بات خلاف عقل ہے۔

یہ سنتے ہی آپ نے بصدق یقین وپختہ اعتقاد سے اپنا سر شیخ عیسیٰ مشوانی علیہ الرحمتہ کے قدموں میں رکھ دیا اور آپ کے قدموں میں بیٹھ گئے۔

حضرت شیخ عیسیٰ نے شراب کی بوتل کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس کو اٹھا کر میرے پاس لاؤ۔ آپ نے قدرے تامل کیا۔ تو حضرت شیخ عیسیٰ مشوانی نے خود اٹھ کر شراب کی بوتل اٹھا کر تمام شراب آپ کے حلق میں ڈال دی۔ بس پھر کیا تھا کہ بے خودو

مست ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو لباس اتار دیا اور صرف ایک لنگوٹی پر گزارا کرنے لگے۔ دنیا اور اہل دنیا سے رغبت ختم ہو گئی۔ ہر وقت سکر و استغراق غالب رہنے لگا۔ سر اور داڑھی اور مونچھوں کے بال کٹوا دیئے۔ اور فرماتے کہ زینت دنیا ہے۔ اس کو دور کرنا چاہئے حضور اور مجرد رہنا چاہیے۔

آپ کو سماع سے بہت رغبت تھی۔ اس کے علاوہ ہمہ وقت آگ سے مشغول رہتے اور ہر وقت آگ آپ کے گرد روشن رہتی تھی۔ جو کچھ نذرانہ آتا اس کو دھوتی (تہبند) میں ڈال دیتے تھے۔

کرامت ☆: ایک مرتبہ ایک افغانی جو اولاد سے محروم تھا۔ آپ کے پاس آیا اور اولاد کے لیے دعا چاہی۔ کہ خدا مجھ کو بیٹا عطا فرمادے۔ آپ نے فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں اس شرط پر کہ جب تیرے گھر پہلا لڑکا ہو تو وہ مجھے دے دینا۔ اس کے بعد تیرے ہاں بہت سی اولادیں ہوں گی۔

اس نے منظور کر لیا۔ آپ نے دعا کی۔ خدا نے اس کو بیٹا عطا کر دیا۔ اس افغانی نے حسب وعدہ بیٹا لا کر آپ کی نذر کر دیا۔ آپ نے بچے کو لے کر جلتی آگ میں ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر وہ افغانی بہت پریشان ہوا۔ اور کہنے لگا کہ میں اس کو جلانے کے لیے نہیں لایا تھا۔ میرا بچہ آگ سے نکال کر مجھے واپس دے دو۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تیرے بچے کو نہیں جلایا۔ اپنے گھر جا کر دیکھ وہ بچہ گہوارے میں کھیل رہا ہے۔ وہ افغان جب گھر پہنچا تو کیا دیکھا کہ واقعی اس کا بچہ گہوارے میں کھیل رہا تھا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۰۴۳ ہجری بمطابق 1633ء کو ہوا۔

مزار پُر انوار گگن پور (نیا نام) کنگن پور تحصیل چونیاں ضلع قصور میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کی یہ کرامت تا حال زندہ ہے کہ جس شخص کو بھی کوئی حاجت ہوتی ہے وہ بصدق دل اگر نیت کرے کہ میری فلاں مراد پوری ہو گئی تو آپ کے مزار پُر انوار کے پاس آگ روشن کروں گا۔ تو اس کی مراد پوری ہو کے رہتی ہے۔

آج بھی جن لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ وہ آپ کے دربار پر جمعہ کی رات کو حاضری دے کر آگ روشن کرتے ہیں۔ بہت ہی عجیب و غریب منظر دیکھنے میں آتا ہے۔ آگ روشن کرنا ہی آپ کی نذر نیاز ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید ابوالنصر المعروف سخی شاہ مردان قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف باللہ، مالک مقام فنا فی اللہ، حجۃ اللہ، باقی باللہ، آیۃ من آیت اللہ حضرت سید ابوالنصر المعروف سخی شاہ مردان قلندر رحمتہ اللہ علیہ فنافی الرسول اور فنا فی اللہ ہیں۔

آپ کا اصل نام نامی اسم گرامی حضرت سید ابوالنصر شاہ ہے۔ مگر آپ نے سخی شاہ مردان کے نام سے شہرت پائی۔ آپ مغل بادشاہ ہمایوں کے مرشد تھے۔ اور ہمایوں کے دور میں ہی آپ کا وصال ہوا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کے مرید ہمایوں نے آپ کا تابوت امانتاً اپنے محل کے اندر رکھ لیا۔ مگر رات کو آپ نے خواب میں ہمایوں سے فرمایا کہ مجھے اس مقام پر دفن کیا جائے۔ جہاں مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کا نیزہ گڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ تحقیق پر معلوم ہوا کہ پشاور کے علاقہ آسیہ اور راموس کے درمیان میں وہ جگہ واقع ہے۔ جہاں حضرت علی کا نیزہ گڑھا ہوا ہے۔

چنانچہ آپ کا تابوت بڑی شان وشوکت وعظمت کے ساتھ اس مقام پر لایا گیا اور پھر نیزے کو تابوت کے اوپر رکھ کر اس مقام پر تابوت دفن کر دیا گیا۔ مغل بادشاہ ہمایوں نے اس جگہ دربار شریف تعمیر کرایا اور پشاور کے ہاشمی سادات کے ایک بزرگ کو اس دربار کا نگران ومحافظ مقرر کرنے کا حکم نامہ جاری کیا۔ آج ان بزرگ کی اولاد آپ کے دربار کے انتظام وانصرام پر مامور ہے جو بڑے احسن انداز میں کام کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ صبح وشام عقیدت مندوں کا ہر روز ہجوم مزار شریف کے احاطہ میں رہتا ہے۔ عقیدتمندان آ کر نذر نیاز پیش کرتے ہیں۔ لنگر کھاتے ہیں۔ مزار شریف پر ہر سال 21 مارچ کو یوم نوروز بڑی ہی شان وشوکت وعظمت سے منایا جاتا ہے۔ 21 مارچ کو صبح کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کی شان وعظمت کا جھنڈا لہرایا جاتا ہے۔ اور پورے دن جشن کا سا سماں ہوتا ہے۔ پورا دن لنگر تقسیم ہوتا ہے اور لوگ کھاتے ہیں اور خود بھی پکواتے ہیں اور نذر پیش کرتے ہیں۔

پشاور کے مزارات میں یہ مزار بہت مشہور اور اہمیت کا حامل ہے۔ اکثر خواتین اپنی حاجت کے لیے روزہ رکھتی ہیں اور شام کو روزہ اس دربار پر آ کر افطار کرتی ہیں۔ ان کی مراد اللہ پوری کر دیتا ہے۔

مزار پُر انوار ☆: آپ کی تاریخ وصال اور حالات کے بارے میں کچھ علم نہ ہو سکا۔ بہر کیف ہمایوں کے دور میں وصال باکمال ہوا۔ اور مزار پُر انوار پشاور شہر کے قریب موضع آسیہ اور راموس کے درمیان پشاور شہر میں مرجع خاص وعام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید نصیر اللہ شاہ حضوری قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: امیر الاولیاء، سند الاصفیاء، پیکر جود و سخا، آفتاب علم و حکمت، قلندر زمانہ، ہمہ اوصاف یگانہ، حضرت سید نصیر اللہ شاہ حضوری المعروف امیر شاہ رحمتہ اللہ علیہ فقیر مست الست ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲۳ رمضان المبارک ۱۰۲۸ھ بمطابق 1618ء کو حضرت سید درویش محمد شاہ بخاری علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔ چونکہ آپ کی ولادت ۲۳ رمضان کو ہوئی تھی آپ نے اپنی ولادت کے بعد ۲۳ رمضان سے یکم شوال تک دن کے وقت اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نہیں پیا۔

جب آپ کی عمر عزیز دس برس کی ہوئی تو دل میں خیال آیا کہ جہاں ہمارے بزرگوں کا مسکن ہے۔ اس جگہ کی زمین پختہ ہے، ریتلی نہیں ہے۔ یہاں پیشاب کرتے وقت چھینٹے اڑ کر پاؤں پر پڑتے ہیں جس سے عذاب قبر کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا یہ جگہ رہنے کے قابل نہیں ہے۔

اس لئے آپ نے اپنے آبائی علاقہ اور مولو و مسکن کو خیر باد کہا اور وہاں سے چل پڑے اور اس جگہ قیام فرمایا جہاں آج کل آپ کا مزار پر انوار ہے۔ اس جگہ پر مٹی کا ایک ڈھیر تھا اور اس مقام پر آپ کی آمد سے قبل حضرت سید شاہ عنایت اللہ الحسنی البغدادی علیہ الرحمتہ ایک عرصہ دراز تک چلہ کشی فرماتے رہے اور یہیں ان کا مزار بھی ہے۔

جب آپ اس جگہ پہنچے تو آپ نے اس مقام پر انوار و تجلیات کا ظہور اور رحمت خداوندی کی برسات دیکھی تو آپ اسی جگہ پر عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر میں مشغول ہو گئے۔

آپ کو اسی مقام پر تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی تو اس کے بعد سے علاقہ بھر میں آپ کی ولایت و عظمت کا شہرہ بلند ہو گیا اور امیر شاہ کے نام سے معروف ہو گئے۔ یہ لقب ''امیر شاہ'' آپ کے والد گرامی نے آپ کو عطا کیا۔

جب آپ کی ولایت کے ڈنکے چہار طرف بجنے لگے تو سندھ کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو دادو پہلچی آنے کی دعوت دی تو آپ دادو تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے حضرت مخدوم نوح قریشی ہاشمی علیہ الرحمتہ کا چرچا سنا، جن کی خانقاہ سیہون شریف حضرت لعل شہباز قلندر کے آستانے کے قریب تھی۔ آپ ان سے ملاقی ہوئے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ حضرت مخدوم نوح ہاشمی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قلندریہ میں بیعت ہوئے

اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

خدمت مرشد کامل ☆: بیعت ہونے کے بعد آپ عرصہ دراز تک دادو پھلجھی کے قریب جو جگہ آج کل ''پیرو میر وتھلہ'' کے نام سے معروف ہے۔ وہاں سے پاپیادہ اپنے مرشد حضرت مخدوم نوح قریشی ہاشمی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حصول فیوض و برکات کے لئے تشریف لے جایا کرتے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے تھے۔ بعد حصول فیوض و برکات کے آپ مرشد کے حکم سے اپنے علاقہ میں واپس تشریف لے آئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۱۰۰ھ بمطابق 1688ء کو ہوا۔ مزار پر انوار بستی امیر شاہ تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید باقی شاہ بخاری قلندری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فخر السادات بخاری، صاحب جذب و صاحب کشف و کرامات، متصرف بہ تصرفات حضرت پیر سید باقی شاہ بخاری قلندری رحمتہ اللہ علیہ خانوادہ حضرت شاہ جیونہ بخاری علیہ الرحمتہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ صاحب جذب، صاحب کشف، صاحب کرامت اور سیلانی فقیر تھے۔

بہت ہی کم گو مگر ہر وقت عبادت و ریاضت میں مگن اور ذکر الٰہی میں ہمہ وقت مشغول و مصروف رہتے تھے۔ آپ راتوں کو اپنی جھونپڑی سے نکل کر جنگلوں کی طرف چلے جاتے اور صبح کے وقت اپنی جھونپڑی میں تشریف لاتے۔

سینکڑوں افراد روزانہ دعا کرانے کے لیے آتے تھے۔ جب لوگ آپ کو دعا کے لیے کہتے تو آپ کا معمول تھا کہ آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے۔ گویا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

آپ کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ رات کو مساجد کے بجھے ہوئے چراغ روشن فرما دیتے تھے۔ جن مساجد میں خادم وغیرہ نہ ہوتا یا جو مساجد عوام کی غفلت کی بنا پر غیر آباد رہتیں۔ آپ ان میں جا کر صفائی وغیرہ کا اہتمام فرماتے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۱۷۸ ہجری بمطابق 1764ء کو ہوا۔

مزار پُر انوار محلہ بھمرانہ جھنگ صدر۔ جھنگ میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شاہ صادق نہنگ قلندری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ، مرشد زمانہ، فقیر مست الست، مستغرق در بحر توحید و رسالت حضرت شاہ صادق نہنگ قلندری رحمتہ اللہ علیہ عارف زمانہ ہیں۔ آپ کا اصل نام محمد شاہ ہے۔ مگر فقر کے سلسلہ میں شاہ صادق نہنگ کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ درویش مست الست عشق و محبت ایک سیلانی فقیر تھے۔ ان کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ یہ کہاں پیدا ہوئے کب پیدا ہوئے اور کس کے مرید تھے۔ بس اتنا معلوم ہوا ہے کہ آپ سندھ میں قلندری سلسلہ کے کسی بزرگ سے مرید ہوئے اور اپنے مرشد کے حکم سے سندھ سے مغل شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے عہد حکومت میں جھنگ تشریف لائے۔

آپ کا روحانی طریق قلندری نسبت رکھتا ہے۔ اور آپ نے اسی طریقہ فیض کو جاری رکھا۔ آپ اپنے وقت کے باکمال سالک اور صاحب طریقت و پابند شریعت بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ جب سندھ سے جھنگ آئے تو ایک جنگل بیابان میں ڈیرہ ڈالا۔ جو آج کل قصبہ شاہ صادق نہنگ یعنی آپ ہی کے نام سے منسوب ہو گیا ہے۔ آپ اپنی جھونپڑی میں مقیم ہو کر یاد خدا میں مست و مستغرق رہتے۔ دنیا سے الگ تھلگ جنگل بیان میں عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔

اس جنگل سے گزرنے والے مسافر عموماً پانی پینے یا آرام کرنے کی خاطر آپ کی جھونپڑی میں پڑاؤ کرتے۔ آپ ان مسافروں کو تبلیغ اسلام کرتے اور خدا کی واحدانیت کا درس دے کر اسلام کی حقانیت سے آگاہ کرتے۔ خدا نے آپ کی زبان میں وہ تاثیر رکھی تھی کہ جو شخص بھی ایک مرتبہ آپ کی جھونپڑی میں آجاتا۔ وہ گرویدہ ہو کے رہ جاتا تھا۔ اور آپ کے فرمودات کو اولیت دیتا۔ پھر وقت وہ بھی آیا کہ آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ اور اس کی مشہور قومیں سیال، کاٹھیاء، ھُوتہ، کلاسن، چدھڑ، بھروانوں نے آپ کی ذات والا بابرکات سے اکتساب فیض کیا۔ اور آپ کو خانقاہ کے قیام اور لنگر کے لیے جاگیریں پیش کیں۔ چونکہ آپ کو دنیا سے نفرت تھی۔ آپ نے ان تمام جاگیروں کو فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا۔ اس کے باوجود تقریباً ایک سو مربع زمین آپ کے وصال کے بعد آپ کے وارثوں کے نام منتقل ہوئی جو نسل در نسل منتقل ہوتی چلی آ رہی ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۱۸۱ ہجری بمطابق 1767ء کو ہوا۔ مزار پرانوار قصبہ شاہ صادق نہنگ ضلع جھنگ میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک ماہ مگھر میں آپ کے دربار کے موجودہ سجادہ نشین فقیر محمد خورشید بی اے کی زیر نگرانی بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سیّد عبداللہ شاہ شیرازی قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فخر خانوادۂ سادات شیرازیہ، گلشن زہرا کی کلی ولی ابن ولی، امام السالکین، قدوۃ العارفین حضرت پیر سیّد عبداللہ شاہ شیرازی قلندر رحمتہ اللہ علیہ ولی مازاد ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۷ ویں صدی عیسوی کے اوائل میں ہوئی۔ حضرت پیر سید شاہ حبیب اللہ شیرازی علیہ الرحمۃ کے گھر ہوئی۔ آپ 18 برس کی عمر میں خوشاب کے شہر کی اُس سرزمین پر تشریف لائے جہاں صرف شہر کے علاقے میں بارہ اولیائے کاملین کے مزاراتِ مقدسہ موجود ہیں۔ جہاں عوام وخواص اور بزرگان دین کے عقیدت مندان حاضری دے کر ان کے وسیلۂ جلیلہ سے خدائے بزرگ و برتر سے حاجات طلب کرتے ہیں، اور اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

یوں تو تمام اولیائے کاملین قابل صد تعظیم وتکریم ہیں، مگر خوشاب شہر میں جن مزارات کو زیادہ شہرت حاصل ہے ان میں خانوادۂ رسالت کے عظیم چشم و چراغ حضرت پیر سیّد عبداللہ شاہ شیرازی قلندر رحمتہ اللہ علیہ کا نام نامی بھی سرفہرست ہے۔

کتب تواریخ کے مطابق آپ ۱۷۲۳ء جب اپنے وطن مالوف سے ہجرت کر کے اٹھارہ برس کی عمر میں اپنے چچازاد بھائی حضرت شاہ مزمل علیہ الرحمۃ جن کا مزار شاہ پور ضلع سرگودھا میں مرجع انام ہے، کے ہمراہ تشریف لائے تو ایک جنگل میں ڈیرہ لگایا اور ذکر و فکر میں مشغول ہو گئے، تھوڑے ہی دنوں میں مخلوق خدا کا اژدھام آپ کے گرد جمع ہونے لگا۔ دکھی انسانیت فیض پا کر جانے لگی۔ بے شمار گم کردہ راہوں کو آپ کی بدولت راہ ہدایت ملی، لاتعداد غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے۔ کئی لاعلاج مریض آپ کی دعا سے شفایاب ہوئے۔ آپ کی تمام زندگی یادِ خدا اور خدمت خلق اللہ میں گزری، اگرچہ آپ کی طبیعت میں قدرے جلال تھا، مگر باوجود اس کے روزانہ سینکڑوں افراد آپ کے درِ دولت پر حاضری دے کر فیض پاتے رہے۔ اور یہ سلسلہ فیض آج بھی آپ کے مزار پُرانوار سے جاری وساری ہے۔

بعد از وصال تصرفات ☆: مشہور ہے کہ ایک مرتبہ دریائے جہلم کی طغیانی نے خوشاب شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، جس سے لوگوں میں خوف وہراس پیدا ہوا۔ لوگوں نے طغیانی کی وجہ سے آپ کی مرقد منورہ اور آپ کے چچازاد بھائی حضرت پیر سیّد مزمل شاہ شیرازی المعروف شاہ مزمل علیہم الرحمۃ کی مرقد منورہ کو کسی دوسری جگہ منتقل کرنے کا فیصلہ کیا تو رات کے وقت آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ ہمیں پریشان نہ کیا جائے، آپ لوگ بھی اطمینان رکھیں، ہم دریا کو شہر سے دور کر دیں گے۔ جب صبح ہوئی تو لوگ یہ دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے کہ وہ پانی شہر سے تین میل دور چلا گیا، پھر دوبارہ کبھی نہ آیا۔

واقعہ نمبر۲ ☆: یہ روایت بھی شہرت کو پہنچی ہے کہ آپ کے مزارِ پُر انوار پر ایک قوی ہیکل اژدھا سلام کی غرض سے حاضر ہوتا تھا، جسے اُس زمانے کے بے شمار افراد نے دیکھا بھی تھا، آج بھی اُن بزرگوں کی اولادیں زندہ اور اس واقعہ کی اپنے بزرگوں کی زبانی گواہ ہیں۔

واقعہ نمبر۳ ☆: آپ کے دربار ے بارے مشہور ہے کہ دوسرے شہروں سے جو لوگ کپڑے اور دیگر اشیاء فروخت کرنے خوشاب آتے تو وہ لوگ رات کو اپنا سامان اور دیگر اشیاء آپ کے مزارِ پُر انوار کے اندر رکھ کر اپنے گھروں کو چلے جاتے اور جب کئی کئی ماہ بعد واپس آتے تو ان کی چیزیں وہاں موجود محفوظ رہتی تھیں، کسی کو وہاں سے کوئی چیز اٹھانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ آپ کے مزار پُر انوار پر اس قدر جلال کہ رات تو الگ دن کے وقت بھی جاتے ہوئے لوگ خوف محسوس کرتے تھے۔

بعد میں آہستہ آہستہ آپ کا جلال فرو ہوا تو آپ کا مزار مقدس وہاں کے مقامی لوگوں کے لئے زیارت گاہِ عام بن گیا۔

اولاد و امجاد ☆: یوں تو آپ کی اولاد ملک بھر کے مختلف گوشوں میں مقیم اور جلوہ افروز ہے، مگر آپ کے وصال سے لے کر تا حال خوشاب شہر میں آپ کی اولاد مقیم اور موجود ہے۔ دورِ حاضر میں بھی آپ کی اولاد خوشاب کے معروف محلہ شیرازیاں میں رہائش پذیر ہے۔ جن میں سے چند سرکردہ حضرات کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ جناب سیّد خورشید انور شیرازی ایڈووکیٹ، سید شوکت علی شیرازی ماہر تعلیم، سیّد سفیر علی شاہ محکمہ سوئی گیس میں ملازم ہیں۔ جبکہ سیّد ظفر علی شیرازی محکمہ بجلی پانی، سیّد نصرت علی شاہ ورکر انسانی حقوق کمیشن، سیّد ماجد علی شیرازی، اٹامک انرجی، سید رفاقت علی شیرازی جو پاک آرمی میں ملازم اب ریٹائرڈ زندگی گزار رہے ہیں، چیئرمین خورشید علی شیرازی اور سید واجد علی شیرازی قابل ذکر ہیں۔

جناب سیّد واجد علی شاہ شیرازی صاحب اپنے دونوں صاحبزادوں جناب سید وصی حیدر، سید ذکی حیدر شیرازی اور اپنی زوجہ محترمہ کے ہمراہ کینیڈا میں قیام پذیر ہیں۔ نہایت ہی نیک سیرت باکردار، بندہ نواز، خوش اخلاق اور پیار محبت کا مجسمہ اور اس کی مکمل عملی تفسیر ہیں۔ فقیر راقم الحروف کا تقریباً اٹھارہ برس سے آپ سے تعلق و رابطہ ہے انتہائی مخلص و مہربان اور علماء و مشائخ کے قدردان ہیں اور تمام شعبہ ہائے زندگی میں مقبول عام شخصیت ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۱۸۶ھ بمطابق 1772ء میں ہوا۔ مزارِ پُر انوار قبرستان شیرازیاں خوشاب شہر صوبہ پنجاب میں مرجع خاص ہے جہاں آج بھی عوام و خواص حاضری دے کر منہ مانگی مرادیں پا رہے ہیں۔ آپ کے وصال باکمال کے بعد دربار شریف کی تعمیر آپ کے ایک ہندو مرید رام پرکاش نے کرائی جبکہ دوسری مرتبہ تعمیر و تزئین و آرائش کا کام آپ کی اولاد سے ایک بزرگ جناب پیر سید واجد علی شیرازی صاحب مدظلہ العالی نے اپنی گرہ سے زرِ کثیر خرچ کر کے بنوایا ہے۔ جو ان کی اپنے بزرگوں سے عقیدت و محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جناب پیر سید واجد علی شیرازی صاحب کی تمام زندگی اتحاد بین المسلمین اور دکھی انسانیت کی خدمت اور فقراء صلحا علماء کی خدمت میں گزری ہے ہر ایک سے بھلائی کرنا ہر شخص سے اخلاق سے پیش آنا ان کی سرشت میں داخل ہے۔ مُلک اور ملّت اور مذہب اسلام کے لیے آپ کی خدمات تا دیر رکھی جائیں گی۔

حضرت سخی سیدن شاہ شیرازی قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: امام الاولیاء برھان العرفا سلطان الفقرا قدوۃ الاتقیاء، ہمہ صفت قلندرانہ، حضرت سخی سیدن شاہ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کے والد گرامی ایران کے شہر شیراز سے ہجرت کر کے چکوال کے قریب ایک گاؤں جنڈیال میں آ کر آباد ہوئے۔ اور اسی مقام پر حضرت سخی سیدن شاہ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی آپ کا سلسلہ نسب ۲۹ واسطوں سے حضرت امام حسین علیہ السلام سے جاملتا ہے۔ آپ مادرزاد ولی تھے۔ بچپن ہی سے ولایت کے آثار نمایاں تھے۔

قصبہ جنڈیال کا چوا سیدن شاہ کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ ☆: قصبہ جنڈیال اگرچہ ایک بیابان ویران اور خشک جگہ کا نام ہے مگر وہ آپ کی ذات گرامی کی وجہ سے چوآ سیدن شاہ شیرازی کے نام سے مشہور ہو گیا اس کی وجہ مورخین لکھتے ہیں کہ آپ ایک دن سیر کرتے کرتے قرطاس جس کا موجودہ نام کٹاس ہے کے مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں ہندوؤں کا تیرتھ تھا جس کے درمیان ایک بہت بڑی جھیل اپنے آپ پر ناز کر رہی تھی آپ نے وہاں کے سادھوؤں سے کہا کہ ہمیں بھی تھوڑا سا پانی دے دو تا کہ ہماری بستی جنڈیال بھی سیراب ہو جائے۔ ہندوؤں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہاں سے پانی وہاں نہیں جائے گا۔ آپ ان کا جواب سن کر خاموش ہو گئے اور اپنا عصا مبارک ہاتھ میں پکڑ کر اس جھیل کے کنارے سے آپ نے لکیر کھینچی۔ بس پھر کیا تھا کہ آگے آگے آپ چلتے جا رہے تھے اور پیچھے پیچھے پانی خود بخود اس لکیر کے ساتھ ساتھ پہاڑوں کو چیرتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ آپ جب بستی میں پہنچے تو پوری بستی پانی سے سیراب ہو گئی اور آج تک وہ پانی اسی طرح پوری رفتار سے پورے علاقے کو سیراب کر رہا ہے۔ اس طرح وہ خشک علاقہ جہاں پانی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ آج وہ پانی کی نعمت سے سیراب اور لبریز ہے۔ اسی وجہ سے جنڈیال گاؤں کا نام تبدیل ہو کر چوآ سیدن شاہ کے نام سے مشہور ہو گیا ہے اور قیامت تک اسی نام سے مشہور رہے گا۔

سکھ کا جھٹکا ☆: ایک مرتبہ ایک سکھ آپ کے دربار شریف پر حاضر ہوا اور ایک بیل کا جھٹکا کرنے لگا قریب ہی کھڑے ہوئے آپ کے عقیدت مندان اور مسلمانوں نے اسے منع کیا کہ یہاں پر اپنی مذہبی رسم کے طور پر جھٹکا نہ کرے اور ہم مسلمان ہونے کے ناطے اس طرح کا کافرانہ فعل ادا نہ کرنے دیں گے۔ اس لئے کہ دربار شریف کی حدود میں تو ویسے بھی اس طرح کی حرکت زیب نہیں دیتی۔ لہٰذا دربار شریف کے تقدس کی خاطر ایسا نہ کرو مگر وہ سکھ باز نہ آیا اور کہنے لگا میں جھٹکا ضرور کروں گا دیکھتا ہوں مجھے کون روکے گا۔ چنانچہ اس سکھ نے تلوار اٹھائی اور بیل کی گردن پر مارنے لگا تو وہی تلوار اس کی اپنی گردن کو چیرتی ہوئی چلی گئی اور وہ سکھ وہیں تڑپ کر مر گیا۔

ہندوؤں کا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا ☆: ایک ہندو عورت آپ کی بہت معتقد تھی اس کے گھر والوں کو جب علم ہوا کہ یہ حضرت سخی سیدن شاہ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کی مرید اور معتقد ہے اور ان کے پاس جاتی ہے تو انہوں نے اسے روکنے کی کوشش کی اور اس کو طرح طرح کی تکالیف اور اذیتیں پہنچانا شروع کر دیں اور کہتے کہ حضرت سید سخی سیدن شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس نہ جایا کر مگر وہ چونکہ وہ محبت میں گرفتار اور آپ سے والہانہ انداز میں سچا عشق کرتی تھی جو صرف اور صرف خدا پاک کی بارگاہ تک حصول کا ذریعہ بن چکا تھا۔ ان کے کہنے پر وہ نہ رکی اور اس نے بھی کھلے لفظوں میں کہہ دیا کہ میں کسی طرح بھی آپ کا دامان کرم نہ چھوڑوں گی چاہے کتنی بڑی سزا بھگتنی پڑے ہر سختی برداشت کی جا سکتی ہے۔ مگر آپ کا دامن نہ چھوڑوں گی۔ خاندان کے لوگوں نے اسے اپنی ہندوانہ رسم کے مطابق گنگا پر لے جا کر نہلانے کا پروگرام بنایا اور اس عورت سے کہا کہ چونکہ تم مسلمانوں کے پاس جاتی ہو تمہارا جسم ناپاک ہو گیا ہے اس لئے تم گنگا میں نہاؤ تا کہ تمہارا جسم ہندومت کے مطابق پاک ہو جائے۔

چنانچہ جب وہ عورت دریا میں نہانے اتری تو اس کے ہاتھوں کے سونے کے کنگن دریا میں گر گئے اس نے گھر والوں کو بتایا کہ میرے کنگن دریا میں گر گئے ہیں تو کسی نے بھی یقین نہیں کیا بلکہ الٹا اسے یہ کہا کہ تم کنگن بابا سخی سیدن شاہ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کو دے آئی ہو اور نام دریا کا لگا رہی ہو۔ اس نے بہت کچھ کہا مگر گھر والے نہ مانے بالآخر وہ عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا ماجرہ پیش خدمت کیا۔ آپ نے اپنا عصا زمین پر مارا تو وہاں پر پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ یہ لو یہ گنگا بہہ رہی ہے اس میں سے اپنا زیور نکال لو۔ اس عورت نے پانی میں ہاتھ مار کر زیور ڈھونڈ کر نکال لیا اور گھر جا کر اپنے سسرال والوں کو سارا ماجرا سنا دیا۔ تمام کے تمام سن کر حیران و پریشان ہوئے اور اس عورت کی ہمراہی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کلمہ پڑھا اور پورے خاندان کے لوگ مسلمان ہو گئے اور پورے قبیلے نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت بھی کر لی۔

وہ پانی کا چشمہ آج بھی جاری و ساری ہے جسے اب کنویں کی شکل دے دی گئی ہے۔ یہ چشمہ آپ کے مزار پر انوار سے ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر جنوب کی طرف گنگا کھوئی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کھوئی پر پھوڑے پھنسی والے مریض آ کر غسل کرتے ہیں اور شفایاب ہوتے ہیں۔

بیل شیر کو کھا گیا ☆: ایک دفعہ ایک سکھ جادوگر جس کا نام کرنتال سنگھ تھا۔ اس نے آپ کو چیلنج کیا کہ آپ رات کے وقت میرے پاس قیام کر کے دکھائیں۔ آپ اپنے بیل پر سوار ہو کر اس کے گھر چلے گئے اور اپنے بیل کو اس جگہ باندھا جہاں کرنتال سنگھ کا شیر بندھا ہوا تھا۔ کرنتال سنگھ نے ہنس کر کہا کہ حضرت اس بیل کو یہاں باندھیں ورنہ میرا شیر بیل کو کھا جائے گا۔ آپ اس کی بات سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ زندگی موت تو میرے رب کے ہاتھ ہے یہ تو وقت بتائے گا کہ شیر میرے بیل کو کھائے گا یا میرا بیل شیر کو کھائے گا۔ آپ نے رات کرنتال سنگھ کے ہمراہ اسی کے کمرے میں گزاری۔ صبح اٹھ کر جب کرنتال سنگھ اپنے شیر کو دیکھنے گیا کہ اس نے بیل کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آپ کے بیل نے شیر کو کھا لیا ہوا تھا یہ منظر دیکھ کر سکھ پریشان ہو گیا۔

باوا لشکری سلطان ☆: آپ کے ایک خلیفہ جو کہ حضرت باوا لشکری سلطان کے نام سے مشہور ہیں وہ اپنے وقت کے رئیس

اعظم اور کشمیر کے بادشاہ تھے۔ایک دفعہ باوالشکری کوخواب میں آپ کی زیارت ہوئی تو کیا دیکھتا ہے کہ آپ باوالشکری کوشکار کھیلنے کی دعوت دے رہے ہیں۔آپ چونکہ شکار کے شوقین تھے۔دوسرے ہی دن باوالشکری سلطان ایک بہت بڑے لشکر کے ہمراہ کشمیر سے روانہ ہوئے اور جب آپ۔کے در دولت پر پہنچے تو قدموں میں گر گئے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اوراس کے بعد اپنے تمام ساتھیوں اور سپاہیوں کوحکم دیا کہ تم واپس کشمیر چلے جاؤ اور میں تمام عمر آپ کے قدموں میں ہی گزاروں گا۔اس بڑے لشکر کے ساتھ آنے کی وجہ سے آپ باوالشکری سلطان کے نام سے مشہور ہو گئے۔

باوالشکری کا تعلق چونکہ کشمیر سے تھا آپ کواس علاقہ کا پانی راس نہ آیا جس کی وجہ سے باوالشکری سلطان بیمار ہو گئے۔لشکری سلطان کی یہ حالت دیکھ کر آپ نے اپنا عصا مبارک زمین پر مارا تو پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گیا۔جس میں کشمیر کی وادیوں کا پانی تھا۔آپ نے باوالشکری سلطان سے فرمایا کہ کشمیر کا پانی حاضر ہے خوب پیئو۔چنانچہ باوالشکری سلطان نے وہ پانی پینا شروع کیا تو بعد میں صحت یاب ہو گئے۔وہ چشمہ آج بھی جاری وساری ہے۔

كَانَ اللّٰهَ وَكَانَ لَهٗ کی عملی تفسیر☆:آپ نے ابتدائی زمانہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ پرعمل کرتے ہوئے لوگوں کی بکریاں اور گائے بھینسیں چرانے کا کسب کمال کرنے لگے اس سے ایک تو آپ رزق حلال کما کر اپنے لواحقین کا پیٹ پالتے دوسرے اس طرز عمل سے علاقے میں آپ کی اجنبیت بھی رفتہ رفتہ تمام ہوتی گئی۔آپ کا معمول تھا کہ آپ گاؤں سے لوگوں کے مال مویشی ہانکتے اور جنگل میں لے جاتے اور ان کو کھلے میدان میں آزاد چھوڑ کر فرماتے ''اے مویشیوں'' میں تمہیں خدا کے حوالے کرتا ہوں تم اپنا رزق تلاش کر کے اپنا پیٹ بھرلو جب تک میں خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر خدا پاک کی بندگی ادا کرتا ہوں۔مویشی راعی کی بات سن لیتے اور زبان خلق سے کہتے اے ہمارے راعی تو کوئی عام راعی یا چرواہا نہیں ہے۔تیری رعایا تیرا مقام ولایت جانتی ہے تو جس کے حضور حق بندگی ادا کر رہا ہے وہ ہمارا بھی رب ہے ہم پر بھی اس کی عبادت فرض ہے وہ روزی رساں خود ہمارے رزق کا بندوبست کر دے گا۔لہٰذا جس طرح تو عبادت کرے گا اسی طرح ہم بھی خالق و مالک کی عبادت کریں گے۔آپ تو ان جانوروں کو خدا کے سپرد کر کے اور ان سے غافل و بیگانہ ہو کر خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز اور مصروف عبادت ہو جاتے۔جبکہ دوسری طرف مویشی بھی آپ کی تقلید میں زمین پر سجدہ کی حالت میں گر کر عبادت شروع کر دیتے تھے۔

آپ مویشیوں کے اس طرز عمل سے بالکل بے خبر تھے۔سرشام آپ انہیں ہانکتے ہوئے ان کے مالکان کے گھروں میں لا کر چھوڑ دیتے اس دوران ایک قابل ذکر تبدیلی واقع ہوئی کہ تمام مویشی فربہ اور صحت مند ہو گئے اور دودھ دینے والے جانوروں کی شرح دودھ بھی زیادہ ہو گئی۔

مگر چوآسیدن شاہ کے لوگ آپ کے مقام ولایت سے بے خبر تھے اور آپ سے ایک آجڑی کا کام لے رہے تھے۔ایک دن حسب معمول جنگل میں ایک طرف آپ خدا پاک کی بارگاہ میں سجدہ ریز تھے اور دوسری طرف مویشی بھی اپنے معبود کی ثناء وعبادت میں مصروف تھے کہ جنڈیال چوا کے ایک آدمی کا وہاں سے گزر ہوا۔نافہم و ناشناس شخص نے جانوروں کو زمین پر سجدے کی حالت میں گرے

ہوئے دیکھا پھراس نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ بھی بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز تھے۔اس نے سمجھا کہ کوئی شخص ان جانوروں اور آپ کو مار کر چلا گیا ہے وہ بھاگا بھاگا گاؤں میں گیا اور سب سے شور مچا مچا کر کہنے لگا کہ تمہارے جانور چرانے والے کو بھی اور تمام جانوروں کو بھی کسی نے ہلاک کر دیا ہے۔

یہ خبر سنتے ہی لوگ لاٹھیاں اور ڈنڈے اٹھائے جنگل کی طرف دوڑ پڑے آپ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ کشف سارے معاملے کی خبر کر دی۔آپ نے سجدے سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ تمام جانور بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہیں۔آپ نے جانوروں کو بالکل نہیں چھیڑا اور خود دوبارہ عبادت میں مصروف ہو گئے۔اتنے میں گاؤں کے لوگ جنگل میں پہنچ گئے اور بلند آواز سے آپ کو پکارا۔آپ نے عبادت موقوف کی اور لوگوں کی طرف دیکھا اور پوچھا کہو کیا بات ہے؟ یہ ڈانگ سوٹے اٹھا کر کس لئے لائے ہو؟

گاؤں کے لوگ کہنے لگے ہمارے جانوروں کو کس نے مارا ہے؟ آپ نے فرمایا انہیں کون مار سکتا ہے۔انہیں صرف وہی مار سکتا ہے جو ان کا خالق و مالک ہے لوگوں نے کہا یہ پھر مردہ حالت میں کیوں پڑے ہوئے ہیں۔آپ نے فرمایا بے وقوف یہ زندہ ہیں اور دیکھو۔آپ نے جانوروں کو پکارا اور فرمایا خدا کا نام لے کر اٹھو۔سب جانور ایک ساتھ کھڑے ہو گئے اہل جنڈیال جو غصے سے بھرے ہوئے تھے اس ماجرہ کو دیکھ کر حیران و ششدرہ رہ گئے اور انگشت بہ دندان ہو کر پوچھا کہ حضرت یہ کیا ماجرا ہے۔آپ نے فرمایا کوئی خاص بات نہیں۔ہر مخلوق کا فرض ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کی بندگی اور عبادت کرے میں ان کے سامنے اپنے رزاق اور معبود کی بندگی کرتا ہوں یہ جانور میری تقلید میں خدا پاک کی بندگی کرتے ہیں اور میری طرح سارا دن عبادت میں غرق رہتے ہیں۔عبادت کے دوران ان کی حالت مردوں جیسی ہو جاتی ہے۔مگر خدا پاک اپنی قدرت کاملہ سے ان کے اجسام میں رزق پہنچا دیتا ہے۔لوگوں نے آپ کی باتیں سنیں تو حیران رہ گئے کہ ہم تو آپ کو صرف ایک چرواہا اور آجڑی سمجھتے تھے۔لیکن ہمارے سامنے تو ایک چرواہے کے روپ میں ایک مادہ روحانیت اور ولایت کا ماہِ کامل کھڑا ہے۔گاؤں کے تمام لوگ آپ کے قدموں پر گر گئے اور معافیاں مانگنے لگے۔حضرت ہم تو آپ کے مقام سے نابلد تھے۔ہمارے قلوب و اذہان پر مہر لگی ہوئی تھی ہماری کور چشمی اور بدبختی تھی کہ ہم آپ کو پہچان نہ سکے آپ ہمیں معاف فرما دیں۔آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ لوگو تم سب کو خدا نے پیدا کیا ہے تمہیں اپنی بے شمار نعمتوں سے مالا مال کیا ہے۔تمہارے دلوں کے اندر محبت جیسا جذبہ پیدا کیا ہے۔اس لئے تم پر فرض ہے کہ تم خدا پاک کی عبادت کرو اور اس کی مخلوق سے محبت کرو۔

سیرت و کردار☆: آپ ایک جلیل القدر علمی اور روحانی شخصیت تھے۔اپنے زہد و تقویٰ اور پرہیز گاری، دینی و ملی مذہبی خدمات و معاملات میں ید طولیٰ رکھنے کی بدولت آپ ہر دلعزیز تھے۔آپ کی خدمت میں سارا دن لوگوں کا ٹھٹھہ لگا رہتا جو بھی آتا وہ روحانیت و طریقت کے جام شیریں نوش کرتا۔

آپ کی شخصیت کو خالق کائنات نے جسمانی اور روحانی دونوں قسم کے حسن سے مزین کیا تھا۔آپ کی آنکھوں میں روحانیت کی ایک خاص چمک تھی جو دیدنی تھی آپ ایک ستودہ صفات اور جامع خصوصیات ہستی تھے۔آپ جب اپنی مجلس میں درس دیتے تھے۔انداز اس قدر دلکش اور دلنشین ہوتا کہ آپ کے منہ سے نکلے ہوئے جملے لوگوں کے دل و دماغ پر نقش ہو جاتے۔آپ کے فیضان علم و معرفت

سے لاکھوں افراد سیراب ہوئے۔ علم روحانیت اور طریقت میں آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے والے بے شمار ہیں۔ آپ کی پوری زندگی عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومحبت الٰہی اور اطاعت الٰہی اور اتباع کا عملی پیکر تھی۔ آپ سادہ طبیعت مگر باوقار تھے۔ آپ ایک کھرے سچے پکے مسلمان اور باعمل مومن کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ کی پاکیزہ زندگی سے بلامبالغہ ہزاروں طالبان حق کے سینے نور ایمان سے منور ہوئے آپ گفتار وکردار کے غازی تھے۔ آپ کی گفتار وکردار اور نشست وبرخاست منکسر المزاج تواضع اور عفو وحلم میں قرون اولیٰ کے درخشاں چہرے کا عکس جمیل ضوفشاں تھا۔ آپ بلاشبہ ان برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے۔ جن سے شرف انسانیت اور اعتبار دنیا قائم ودائم ہے۔ آپ کی ذات والا صفات بیک وقت ہشت پہلو تھی۔ ہر میدان میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ وسیع القلب بالغ النظر اور دور اندیش بزرگ تھے۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ چوآ سیدن شاہ کے چاروں طرف بزرگوں کے ایسے ایسے گوشہ عافیت ہوں گے کہ وہ حضرات میرے مزار کے چاروں طرف پہرے داروں کی حیثیت اختیار کرلیں گے اور آپ کا فرمانا برحق ہوا آپ کے مزار کے شمال جانب گھٹالی والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ جبکہ جنوب کی طرف چنبے والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کا مزار پرانوار ہے۔ مشرق کی جانب حضرت نور شاہ غازی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار فیض آثار ہے جبکہ مغرب کی جانب حضرت شاہ شرف بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا مزار پرانوار لوگوں کو مستفید و مستفیض کر رہا ہے۔

کرامت ☆: آپ کے وصال باکمال کے بعد انگریزوں کے دور میں چند ملزموں کو عدالت میں سزائے موت سنوانے کے لئے ہتھکڑیاں لگا کر لے جایا جا رہا تھا ملزموں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ عدالت میں پیش کرنے سے پہلے ہمیں حضرت سخی سیدن شاہ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دینے کا موقع دیا جائے۔ چنانچہ حکام نے ان کی خواہش کی تکمیل کی اجازت دے دی ملزمان چونکہ بے گناہ تھے۔ جب وہ مزار شریف میں داخل ہوئے تو انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اچانک خدا پاک کی قدرت سے ان کی ہتھکڑیاں ٹوٹ کر زمین پر گر گئیں۔ بعد میں سپاہیوں کی کوشش کے باوجود بھی ان کو ہتھکڑیاں نہ لگ سکیں۔ ناچار انہیں بغیر ہتھکڑیوں کے ہی عدالت میں پیش کیا گیا۔ جب عدالت میں سپاہیوں نے دربار شریف میں پیش آنے والا ہتھکڑیوں کا واقعہ پیش کیا تو انگریزوں نے چشم حیرت سے ملزموں کی طرف دیکھا اور دوبارہ مقدمے کی ساری تحقیقات وکارروائی کا حکم دیا۔ جس سے بعد میں معلوم ہوا کہ یہ ملزم نہیں بلکہ بے گناہ ہیں لہٰذا عدالت نے ان کو باعزت بری کر دیا۔

آپ کے مزار پر بے دینی کی ابتداء اور اس کا اختتام ☆: آپ کے وصال باکمال کے بعد اس مزار کی انتظامیہ میں ایک گدی نشین ناچ گانے کے دلدادہ تھے۔ انہوں نے آپ کی تعلیمات کو غلط رنگ دے کر لوگوں میں یہ بات مشہور کر دی کہ حضرت سخی سیدن شاہ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ طوائفوں کے ناچ گانوں کے شوقین تھے اور یوں ایک عرصہ تک آپ کے عرس مبارک پر رنگ وبو اور رقص وسرور کی محفلیں جمنے لگیں لیکن جہالت کی یہ رسم اور روش زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کامل کو اس بے راہ روی اور بے حیائی کے خاتمے کے لئے روانہ کیا اور وہ مرد کامل حاجی غلام احمد المعروف باواجی نے ایک عظیم تحریک کے نتیجے میں آپ

کے دربار عالیہ کو اس طوائفی رنگ سے پاک کیا اس نیکی کے کام میں چوآ سیدن شاہ کے باشعور اور تعلیم یافتہ طبقہ اور علماء اور مشائخ نے بھر پور حصہ لیا جس کی وجہ سے سرکاری اور حکومتی سطح پر ان محافل نشاط و طرب پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پابندی لگا دی گئی جو آپ کے عرس کے موقع پر زیر عمل آتی تھیں۔

وصالِ باکمال ☆: آپ کے وصال باکمال بارھویں صدی ہجری میں ہوا۔ دیسی ماہ چیت کی پہلی جمعرات کو آپ کا عرس مبارک بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ لوگ آپ کے دربار پر حاضری دے کر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

آپ کا مزار پر انوار چوآ سیدن شاہ ضلع چکوال میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہلِ عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کو بارہا آپ کے دربار کی حاضری کی سعادت حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت محمد مراد المعروف مدّو کانواں قلندری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فقیر مست و مستغرق در بحر توحید و رسالت، ہمہ صفت قلندرانہ، عارف باللہ، فنافی اللہ حضرت محمد مراد المعروف مدّو کانواں قلندری رحمتہ اللہ علیہ شہید تیغ نگاہ ولایت ہیں۔

آپ کانواں سیال قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ جن کی زیادہ تر آبادی تحصیل چنیوٹ میں ہے۔ آپ عین شباب یعنی جوانی کے عالم میں چوروں اور ڈاکوؤں کے گروہ میں شامل ہو گئے۔ اور چنیوٹ اور جھنگ کا کوئی جنگل کوئی گلی محلہ یا صاحب ثروت ایسا نہیں کہ جس کے گھر آپ نے ڈاکہ نہ ڈالا ہو۔ اور کامیاب واردات نہ کی ہو۔ جس کی بنا پر بڑے بڑے ڈاکوؤں میں بھی آپ کا نام مشہور اور زبان زدو خاص و عام تھا۔ آپ کی قوم کے افراد آپ کو بدو کانواں کے نام سے یعنی (جاہل، اُجڈ، سفاک) لیکن جب قدرت نواز پر آئی تو آنکھ جھپکنے سے پہلے تقدیر بدل گئی۔

قسمت کی باریابی اور خدا کی بارگاہ میں قبولیت ☆: حضرت پیر سید یوسف شاہ قلندر جو حضرت شاہ نور بلغاری علیہ الرحمتہ جن کا مزار پُر انوار موضع مانگو والی تحصیل شاہپور ضلع سرگودھا والے اپنے ڈیرے پر رات کے وقت مصروف عبادت تھے کہ آپ ان کی قیمتی گھوڑی چوری کرنے کی نیت سے ان کی خانقاہ میں پہنچے۔

حضرت پیر سید یوسف شاہ کی گھوڑی بہت خوبصورت اور قیمتی ہونے کے علاوہ زور آور بھی تھی۔ جس کی بنا پر اس کے اگلے پیر میں اور پچھلے پیر میں بھی رسی ڈالی جاتی تھی۔

آپ نے اگلے پیر کھولے اور اس کے بعد پچھلے پیر کھولے۔ جب پچھلے پیر کھول کر اگلی طرف آئے اور گھوڑی لے کر چلنے کا ارادہ کیا تو کیا دیکھا کہ گھوڑی کے اگلے پیر بندھے ہوئے ہیں۔ دوبارہ کھولے تو پیچھے مڑ کے دیکھا تو پچھلے پیر بندھے ہوئے ہیں۔ اسی کشمکش میں رات گزر گئی اور صبح صادق ہونے لگی تو گھبرا کر خوف سے بھاگنے لگے۔

ادھر حضرت پیر سید محمد یوسف شاہ صاحب نے اپنے خدام کو آواز دی کہ گھوڑی کا خیال کرو۔ کوئی چور آیا ہے۔ خادم نے دیکھا کہ گھوڑی کے پیر کھلے ہوئے ہیں۔ اور کلہ بھی اکھڑا ہوا ہے۔ مگر چور نظر نہیں آیا۔ بالآخر جب آپ بھاگنے لگے تو خدام نے پکڑ کر حضرت شاہ صاحب کے حوالے کیا تو انہوں نے بڑی شفقت اور محبت سے گلے لگا کر نام پوچھا تو آپ نے بتایا کہ میرا نام "مراد" ہے۔ یہ سن کر حضرت پیر محمد یوسف شاہ نے فرمایا۔ مراد تم اپنی مراد کو پہنچ گئے ہو۔

زندگی میں جتنی کوشش تم نے مخلوق کو تنگ کرنے کے لیے کی ہے۔ اب اتنی ہی کوشش کر کے مخلوق کی خدمت کرو۔ انشاء اللہ تمہیں سب سے بڑی نعمت خداوند قدوس کی تجلیات کے ذریعے نصیب ہوں گی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ نے حضرت پیر سید محمد یوسف شاہ کے سامنے گناہوں کا اقرار کر کے ان کے ہاتھ پر توبہ کی اور ان کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قلندریہ میں بیعت سے سرفراز ہوئے۔ ان چند لمحوں میں آپ کی زندگی میں یک لخت انقلاب آ گیا۔ جس نے آپ کی تقدیر کا رخ بدل کے رکھ دیا۔

سیرت وکردار ☆: آپ نے اگلی تمام زندگی یاد خدا میں بسر کی ہمہ وقت عبادت وریاضت میں مشغول رہتے۔ ہر کسی کے بھلے کا سوچتے۔ ہر ایک کے کام آتے۔ مخلوق کی خدمت کو اپنا شعار بنالیا۔ حسن اخلاق میں یکتائے روزگار تھے۔

عبادت وریاضت اور مرشد کامل کی نگاہ فراست سے خدا نے آپ پر وہ کرم کیا کہ آپ کو ہر طرف ہر چیز میں خدا کا جلوہ نظر آتا تھا۔ مستی وبے خودی کا عالم یہ کہ ہر وقت حالت استغراق اور مجذوبیت آپ پر طاری رہنے لگی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۲۰۱ ہجری بمطابق 1786ء کو ہوا۔

مزار پُرانوار آپ کی خانقاہ معلیٰ موضع مدّو کی ریلوے اسٹیشن جو کہ (جھنگ شورکوٹ) کے درمیان ضلع جھنگ میں مرجع خاص وعام ہے۔

جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کے مزار پر حاضریاں دینے والوں اور مرادیں پانے والے حضرات کا جم غفیر بالخصوص جمعرات کی شام کو ہوتا ہے۔ بالخصوص آسیب زدہ مریضوں کے بارے میں مشہور ہے کہ مریض کو دربار پر سلام کرنے کے بعد کوئی نذر نیاز منت مانی جائے تو فوراً تندرست ہو جاتی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت معصوم شاہ مجذوب قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف باللہ، مالک مقام فنافی اللہ، بقاباللہ، حجۃ اللہ، فقیر مست الست حضرت معصوم شاہ مجذوب قلندر رحمتہ اللہ علیہ غریق راہ عشق ومحبت ہیں۔

آپ صاحب جذب واستغراق وبے ہوشی وبے خودی اور جامع خوارق وکشف وکرامات بزرگ ہوئے ہیں۔

آپ کا اکثر قیام محلہ سید مٹھ میں ایک پرانی حویلی کے دروازے پر رہتا تھا۔ آگ ہمیشہ روشن کیئے رکھتے۔ حویلی کے دروازے کی چوکھٹ لکڑی کی تھی۔ بارہ برس تک آپ اس چوکھٹ پر آگ جلا کر بیٹھے رہے۔ مگر وہ لکڑی کی چوکھٹ نہ جلی۔

ایک روز ایک ہندو بیوہ عورت کسی سے اجرت پر کپڑا کڑھائی کرنے کو لے کر آئی۔ اتفاقاً اس کا گزر آپ کی حویلی کے سامنے سے ہوا۔ آپ اس عورت کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے اور اس کا کپڑا چھین کر آگ میں ڈال دیا۔ اور وہ کپڑا اس عورت کے سامنے آگ میں جل گیا۔

وہ عورت روتی پیٹتی اپنے گھر چلی گئی اور محلہ کے ایک معزز شخص نور محمد نامی کے سامنے تمام ماجرا عرض کر کے کہنے لگی میری مزدوری تو ایک طرف جس کا کپڑا ہے، وہ مجھ سے کپڑے کے پیسے طلب کرے گا۔ میں بیوہ عورت ہوں۔ کہاں سے دوں گی۔

جناب نور محمد اس عورت کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ یہ عورت لوگوں سے اجرت پر کپڑے لے کر کشیدہ کاری کر کے وقت گزارتی ہے۔ آج یہ بیگانہ کپڑا کشیدہ کاری کے لیے اجرت پر لائی اور آپ نے پکڑ کر زبردستی آگ میں ڈال دیا۔ اب اس غریب کا نقصان کیسے پورا ہوگا اور اس غریب کی اجرت بھی گئی۔ آپ نے اس بیوہ عورت پر بڑا ظلم کیا ہے۔

یہ بات سن کر آپ بہت ہنسے اور مسکرا کر آگ کی طرف بڑھے اور آگ سے راکھ دور کر کے وہ کپڑا نیچے سے کشیدہ (کڑھائی کیا ہوا) نکال کر عورت کے حوالے کر دیا اور فرمایا مائی جو کام تم نے کئی روز میں کرنا تھا۔ ہم نے وہ ایک دن میں ہی کر دیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۲۲۱ ہجری بمطابق 1806ء کو ہوا۔ مزار پرُانوار بیرون لوہاری دروازہ لاہور میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر قائم الدین قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فقیر یگانہ، قلندر زمانہ، ہمہ صفت موصوف، مست و مستغرق در بحر توحید و رسالت حضرت پیر قائم الدین قلندر رحمتہ اللہ علیہ غریق دریائے عشق و محبت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت تقریباً 1140 ہجری بمطابق 1727ء کو جناب حضرت مہر شاہ بن سراج الدین کے گھر ہوئی۔ آپ کا شجرہ نسب 19 واسطوں سے حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی سہروردی سے ملتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے بہت سے بزرگوں نے آپ کے والدین کو پیشنگوئی کر دی تھی کہ پیدا ہونے والا بچہ اپنے وقت کا ولی ہوگا۔ ان بزرگوں میں حضرت مخدوم بہاون شاہ سجادہ نشین دربار غوثیہ ملتان اور مخدوم کاٹھو بکیرائی کے اسمائے گرامی بھی شامل ہیں۔

ابھی صغر سنی کا عالم تھا کہ آپ کی ذات سے کئی کرامات کا ظہور ہوتا رہا۔ جوانی کی عمر میں حضرت مخدوم محمد غوث ملتانی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ ایک دن آپ کی ملاقات حضرت مخدوم عبدالحمید بوچھڑائی سے ہوگئی۔ آپ چند روز ان کی خدمت میں رہے۔ ان کی نگاہ ولایت نے آپ کی کایا ہی پلٹ کر رکھ دی اور آپ سلوک سے نکل کر عالم جذب میں آ گئے اور آپ کا سینہ انوار و تجلیات کا مرکز و منبع بن کے رہ گیا۔ اور ان کی توجہ خاص سے حال سے بے حال ہو کر درجۂ کمال کو پہنچے۔

اس کے بعد سے آپ تارک الدنیا ہو گئے اور فقر میں قلندری رنگ آپ پر غالب آ گیا۔ آپ سیف زبان تھے۔ جو فرماتے اس وقت پورا ہو کے رہتا۔ ہزاروں افراد آپ کی دعا سے مکمل طور پر شفایاب ہوئے۔ سینکڑوں افراد آپ کی نگاہ فقر و ولایت سے اپنی مرادوں کو پہنچے۔ آپ کی تمام زندگی قلندرانہ وضع قطع میں گزری۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 75 برس کی عمر میں 13 شعبان المعظم ۱۲۵۱ ہجری بمطابق 1800ء کو ہوا۔ مزار پُرانوار ربکیرا شریف تحصیل ٹنڈو اللہ یار حیدر آباد صوبہ سندھ میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

چونکہ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لیے آپ کے بعد آپ کے سگے بھتیجے پیر امام بخش پالکی والے کو آپ کے تمام مریدین نے سجادہ نشین مقرر کر دیا۔ ان کے بعد سے انہیں کی اولاد میں سجادگی چلی آ رہی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت فقیر تاج شاہ مجذوب قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مستغرق و سرشار بادہ خمار، مست الست در بحر عشق و مستی، فقیر یگانہ، ہمہ صفت قلندرانہ حضرت فقیر تاج شاہ مجذوب قلندر رحمتہ اللہ علیہ محو بحر توحید و رسالت ہیں۔

آپ کبھی کبھی جنگلوں اور کبھی کبھی شہروں میں پھرا کرتے تھے۔ اکثر باتیں مستانہ وار آپ کی زبان ترجمان سے نکلتیں۔ کبھی کبھی حاضرین کے رُو بروان کے دل کی باتیں بھی بیان فرما دیتے تھے۔ لاہور کے اکثر لوگ آپ کے معتقد تھے۔ اکثر و بیشتر حاضری دیتے رہتے تھے۔

سکھوں کی سلطنت کی خرابی کا حال آپ نے پہلے ہی بیان کر دیا تھا۔ جس روز راجہ رنجیت سنگھ مرا تھا۔ آپ نے اسی روز کہہ دیا تھا کہ نو برس اور یہ سلطنت رہے گی۔ پھر پنجاب کے مالک فرنگی ہو جائیں گے۔

اس کے علاوہ آپ کے اور بھی بہت سے تذکرے اور کشف و کرامات مشہور ہیں۔

کشف و کرامات ☆: نورا نامی ایک شخص جو قوم نجار سے تھا۔ اس کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ آپ کی خدمت میں آ کر دعا کا طالب ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اب تیرے ہاں عمر دراز بیٹا پیدا ہوگا۔ اس کا نام بوڑا رکھنا۔

چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد خدا نے اس کو بیٹا عطا کیا تو اس نے آپ کے فرمان کے مطابق اس کا نام بوڑا رکھا۔

کرامت ۲ ☆: مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بیماری کے ایام میں آپ کو بلوا کر اپنی صحت کے لیے عرض کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ مرنا سب کے واسطے ہے۔ جس طرح تیرا اور میرا باپ مر گیا ہے۔ تو بھی مرنے والا ہے۔ چندن کی لکڑی تیرے جلانے کے لیے لائی جانی چاہیے۔ یہ سن کر وہ نا امید ہو گیا۔ آپ اس کے قلعے سے باہر نکلے ہی تھے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ مر گیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۲۶۱ ہجری بمطابق 1845ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار موچی دروازے کے باہر مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت نظام شاہ مجذوب قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: درویش مست الست و مجذوب قلندر، غریق در بحرِ توحید و رسالت، ہمہ صفت موصوف ہمہ اوصاف یگانہ حضرت بابا نظام شاہ مجذوب قلندر لاہوری رحمتہ اللہ علیہ غریق در بحر عشق و محبت ہیں۔

آپ لاہور ہی کے رہنے والے اور صاحب جذب و مستی اور جذب و شوق و ذوق میں مستغرق تھے۔ کبھی شہر کے اندر اور کبھی جنگلوں میں اکثر شراب کے نشے میں مست و سرشار نظر آتے تھے۔ عقیدتمندان نذر نیاز لیے ہاتھوں میں کھڑے رہتے۔ آپ وصول کر کے اسی وقت حاضرین اور غرباء و مساکین میں تقسیم فرما دیتے۔ آپ کا ہر قدم کرامت تھا اور اٹھنے والی ہر نظر کشف سے مالا مال تھی۔ ایک ایک دن میں کئی کئی کرامات کا ظہور ہوتا تھا۔ جسے دیکھ کر لوگ حیران رہ جاتے۔

پرانے بوریئے لپیٹ کر نئے بچھا دو☆: جس روز ہیرا سنگھ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے وزیر نے قتل ہونا تھا۔ اس روز علی الصبح آپ مسجد سادھواں میں تشریف لائے اور امام مسجد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آج عید الضحیٰ کا روز ہے۔ پرانے بوریئے لپیٹ دو اور نئے بوریئے بچھا دو۔ لوگ آپ کی بات سن کر متعجب اور حیران ہوئے مگر مطلب اور فلسفہ یا فقیر کی رمز والی بات نہ سمجھ سکے۔ جب دن چڑھا، راجہ ہیرا سنگھ شکار کے بہانے گھر سے نکلا تو سکھوں نے اس کا تعاقب کر کے اسے قتل کر دیا۔ اور جواہر سنگھ کو وزیر مقرر کر دیا گیا۔ جب ہیرا سنگھ قتل کی خبر لوگوں کو پہنچی تب لوگوں کو آپ کی بات سمجھ آئی۔

ہمیں اپنے حاکم کی کچہری میں حاضر ہونا ہے☆: آپ نے اپنے وصال سے قبل قبرستان میانی صاحب میں ایک کمرہ اپنی رہائش و عبادت و ریاضت کے لیے تعمیر کرالیا تھا۔ وہاں ایک لکڑی تھی جس میں حکام بالا مجرموں کو پکڑ کر زنجیر پیر میں ڈال کر تالا لگا دیا کرتے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ جس کسی پر غصہ آ جاتا اسے پکڑ کر اس لکڑی سے باندھ دیتے۔ بعد ازاں تھوڑی دیر کے بعد اسے کھول دیتے۔

ایک روز قوم جوگی کے ایک مسلمان نے آپ کا پانی والا کوزہ توڑ دیا۔ تو آپ نے حسب عادت اس کو بھی لکڑی کے ساتھ باندھ دیا۔ اور ایک گھنٹے کے بعد اسے چھوڑ دیا۔ اس شخص نے حاکم لاہور کی عدالت میں استغاثہ دائر کر دیا۔ حاکم لاہور نے خدا بخش کوتوال کے نام حکم نامہ جاری کیا کہ آپ کو معہ کاٹھ (لکڑی) کے عدالت کے روبرو پیش کیا جائے۔ یہ حکم نامہ آپ کو ہفتے کے روز ملا جبکہ اگلے روز اتوار کی چھٹی تھی۔ خدا بخش کوتوال چونکہ آپ کا معتقد تھا۔

وہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ حاکم لاہور کے ہاں آپ کی طلبی ہے۔کل وہاں آپ کو گرفتار ہو کر جانا پڑے گا۔اور چونکہ میں سرکاری نوکر اور محکوم ہوں۔سرکاری حکم کی تعمیل میں معذور ہوں۔

یہ سن کر آپ ہنسے اور فرمایا کہ ہمیں کل اپنے حاکم کی کچہری میں حاضر ہونا ہے۔ہم کو فرنگی کی کچہری میں کون لے جاسکتا ہے۔

آپ نے اسی رات قوالوں کو بلایا اور تمام رات محفل سماع سنتے رہے اور علی الصبح قوالوں کو رخصت کیا اور خود بستر پر چادر تان کر لیٹے اور آپ کا وصال با کمال ہو گیا۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال ۱۲۶۹ ہجری بمطابق 1853ء کو ہوا۔مزار پُر انوار قبرستان میانی صاحب میں آپ کے تعمیر کردہ حجرے میں مرجعٔ خاص و عام ہے۔جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سائیں غفور شاہ المعروف مست شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : فقیر یگانہ، قلندر زمانہ مستغرق، در بحر توحید و رسالت و معرفت، متصرف با تصرفات، صاحب کشف و کرامات حضرت سائیں عبدالغفور شاہ المعروف مست شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ فقیر مست الست ہیں۔

آپ کا دور 1857ء کا دور ہے۔ اس دور میں آپ کی ولایت وعظمت اور کشف و کرامات کے چرچے زبان زد خاص و عام پر تھے اور آپ کا شہرہ تمام سیالکوٹ شہر میں نور کی قندیل بن کر چمک رہا تھا۔ آپ قرآن کریم کے اس فرمان **لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ** کی عملی تفسیر اور تعبیر تھے۔ حق گوئی و بے باکی آپ کا طرہ امتیاز تھا، جوانمردی اور طاغوتی قوتوں سے ٹکرانے میں یگانہ روزگار تھے۔

کرامت ☆ : 1857ء کے انقلاب میں جب انگریز نے حکومت سنبھالی اور سیالکوٹ کا نظم وضبط صحیح طرح کنٹرول کرلیا تو اس کے بعد اس نے ان لوگوں کی پکڑ دھکڑ شروع کردی جن پر برطانوی حکومت کی باغی ہونے پر شک تھا اور چوک امام صاحب میں ان گرفتار شدگان کو ٹکٹکیاں لگا کر سر عام کوڑے لگائے جارہے تھے کہ آپ کا ادھر سے گزر ہوا تو آپ نے یہ بانگ دہل با آواز بلند فرمایا کہ ان گرفتار شدگان کو چھوڑ دو۔ انہیں کوڑے مت لگاؤ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔

سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ ایک جابر حکمران جس کے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہو وہ یہ باغیانہ فقرہ کیسے برداشت کر سکتا تھا، انگریز حکمرانوں نے آپ کو نہ صرف گرفتار کیا بلکہ ساتھ ہی ساتھ پھانسی کا حکم دے کر تختہ دار پر چڑھانے کا حکم دے دیا۔ آپ نے ان کا حکم سنتے ہی بے ساختہ فرمایا کہ ہمیں کوئی پھانسی نہیں لگا سکتا۔

جب آپ کو تختہ دار پر لے جایا گیا تو اچانک ایک یورپین خاتون وہاں دوڑی ہوئی آئی اور آپ کو دیکھ کر بے ساختہ کہنے لگی اور چلا اٹھی کہ خبردار ٹھہر جاؤ، یہ نوری چہرہ تو کسی پیر پادری کا ہی ہو سکتا ہے، یہ بے قصور ہیں۔ انہیں تختہ دار سے نیچے اُتارو جلدی کرو۔ اس پادری صفت بوڑھے کو چھوڑ دو۔

چنانچہ انگریز افسر نے انگریز خاتون کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے آپ کو رہا کر دیا، اس طرح آپ کا وہ قول سب کے سامنے حقیقت اور کرامت بن گیا کہ ہمیں کوئی پھانسی نہیں لگا سکتا۔

کرامت نمبر ۲ ☆ : سیالکوٹ شہر کے معروف ملک خاندان کے ایک بزرگ جناب حسن دین مرحوم کے صاحبزادے محمد

ابراہیم قطر میں ملازمت کرتے تھے۔ جناب محمد ابراہیم صاحب کو آپ سے حد درجہ عقیدت و محبت تھی۔ جب بھی قطر سے سیالکوٹ آتے اور سیالکوٹ سے قطر جاتے تو آپ کے دربار پر ضرور حاضری دیتے تھے۔ ایک دفعہ قطر جانے سے پہلے آپ کے دربار پر اجازت لینے اور حاضری کی غرض سے حاضر ہوئے اور دربار پر دعا و فاتحہ پڑھی اور سلام کر کے ویگن میں بیٹھ کر لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔

ابھی ویگن کچھ ہی دور گئی تھی کہ ویگن کا ٹائر پھٹ گیا، بمشکل دوسرا ٹائر لگایا اور سفر شروع کر دیا۔ آگے چل کر ویگن کو پولیس والوں نے روک لیا، وہاں بھی کافی دیر لگ گئی۔ مختصر یہ کہ راستے میں کافی تاخیر کے بعد جب لاہور ائیر پورٹ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ جہاز روانہ ہو چکا ہے۔

لاچار و ناچار لاہور سے واپس سیالکوٹ شہر پہنچے اور آپ کے دربار پر حاضری دے کر فلائٹ لیٹ ہونے کا حال اور لاہور تاخیر سے پہنچنے کا شکوہ کیا اور گھر چلے گئے۔

جب رات کو سوئے تو خواب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ نے فرمایا ابراہیم بیٹا تیری ویگن کو ہم نے ہی تو دیر کروا کر تجھے اس جہاز میں سوار ہونے سے روکا تھا، اس کی وجہ یہ تھی جس شخص نے تمہیں لاہور ائیر پورٹ تک لے جانے کے لئے ٹوکری دی تھی، اس ٹوکری میں ہیروئن تھی۔

اگر تو مقررہ وقت پر ائیر پورٹ پر پہنچ جاتا اور تیرا سامان ائیر پورٹ پر چیک ہوتا تو تم قطر جانے کے بجائے گرفتار ہو کر جیل پہنچ جاتے، اس لئے جو کچھ بھی تمہارے ساتھ ہوا ہے اسی میں تمہاری بہتری تھی۔

صبح اٹھ کر ابراہیم صاحب نے خدا کا شکر ادا کیا اور آپ کے دربار پر حاضری دے کر شکرانے کے نفل خدا کی بارگاہ میں ادا کئے، اس واقعہ کے بعد جناب ابراہیم صاحب کا اعتقاد آپ پر اور بھی پختہ ہو گیا اور عشق مزید بڑھ گیا اور اپنی جیب سے آپ کا سالانہ عرس مبارک منعقد کروانا شروع کر دیا جو کہ آج تک ان کی اولادیں کرتی چلی آ رہی ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳ ویں صدی ہجری بمطابق 1880ء کی دہائی میں ہوا۔ مزار پر انوار محلہ کشمیریاں دارا سائیں مست شاہ سیالکوٹ شہر میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیر جان آغا قلندر گلنگوری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مردِ قلندر ہمہ اوصاف یگانہ، مرشد زمانہ، کاشفِ اسرار نہانی، واقفِ رموزِ ربانی حضرت شیر جان آغا قلندر گلنگوری رحمتہ اللہ علیہ ترک وتجرید میں یگانہ روزگار تھے۔

آپ خرکاری کا کام کرتے تھے، ایک دن حضرت پیر عبد السلام علیہ الرحمۃ جو اُس زمانے کے اکابر اولیائے کبار سے تھے نے آپ کو دیکھا تو فی الفور آپ کی روحانی رغبت کا اندازہ لگایا، تو انہوں نے آپ کو ہدایت کی کہ آپ کسی جگہ بیٹھ کر تبلیغ اسلام کا مقدس فریضہ سرانجام دیں۔

چنانچہ اس کے بعد آپ نے خلوت نشینی اختیار کی اور دن ورات یادِ خدا میں مست ومستغرق رہے، عبادت وریاضت ومجاہدہ وسلوک میں کمال درجہ کو پہنچنے کے بعد مخلوق خدا کی خدمت اور رشد وہدایت میں مشغول ہوگئے، لاتعداد افراد نے آپؒ سے روحانی فیوض وبرکات حاصل کیئے۔

بہت سے افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے۔

کشف وکرامت ☆: آپ کی ایک کرامت کافی شہرت کو پہنچی ہے کہ انگریزوں نے ریلوے لائن بچھانے کیلئے جونقشہ تیار کیا تھا اس کے مطابق ریلوے لائن آپ کے مزار پُر انوار کے قریب سے گزرتی تھی۔

آپ نے لائن بچھانے والے انجینئر کو خواب میں تین مرتبہ فرمایا کہ یہاں ریلوے لائن مت بچھاؤ، یہاں سے تھوڑا ہٹ کر بچھاؤ، آپ کے منع کرنے کے باوجود انجینئر نے اپنا فیصلہ نہ بدلا، اور لائن اپنے نقشے کے مطابق بچھادی۔

پھر ہوا یہ کہ جب اس لائن پر تجربے کے لئے ٹرین چلائی گئی تو وہ ٹرین آپ کی خانقاہ کے نزدیک پہنچ کر اُلٹ گئی، انگریز انجینئر نے پھر بھی اپنا ارادہ تبدیل نہ کیا، اور لائن دوبارہ بنادی۔ اُس کے اگلے روز انگریز انجینئر کی لاش ایک درخت پر لٹکی ہوئی پائی گئی۔ بالآخر انگریزوں کو لائن بچھانے کا نقشہ تبدیل کرنا پڑا اور ٹرین اب آپ کے دربار سے ہٹ کر دور سے گزرتی ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال تیرھویں صدی ہجری کے اواخر میں ہوا۔ مزار پُر انوار گلنگو نوشکی روڈ صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص وعام ہے، جہاں ہر سال باقاعدگی سے آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں افراد حاضر ہوکر عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہیں۔

حضرت فقیر ہوتک قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: گم گشتہ در بحر ذات سرمدی، شاہد بزم الانسان سِرِّی، ساکنان بحری و بری فقیر ہوتک قلندر رحمتہ اللہ علیہ آپ محرم خلوت خانۂ اقدس ہیں۔

آپ کا تعلق بلوچستان کے مشہور قبیلہ سالانی سے تھا۔ آپ ضلع چاغی کے معروف صوفی بزرگ حضرت شیخ حسین علیہ الرحمۃ کے خدمت گزاروں میں سے تھے، آپ کو اپنے مرشد سے حد درجہ لگاؤ اور اُنس تھا، ہمہ وقت ان کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی ان سے جدائی گوارانہ فرماتے تھے، حتی کے مرشد کے وصال کے بعد بھی اپنی باقی عمر وہیں گزار دی۔

آپ کے پیرومرشد حضرت شیخ حسین علیہ الرحمۃ نے ایک روز آپ سے خوش ہو کر رب کبیریا کی بارگاہ میں آپ کے لئے دعا کی، جس کے نتیجہ میں سانپ بچھو اور دیگر حشرات الارض آپ کے تابع فرمان ہو گئے۔

ویسے تو بلوچستان کی سرزمین پر نائبینِ خدا کی کوئی کمی نہیں ہے، یہ سرزمین طویل فاصلوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں، یہاں کے بیشتر حصوں میں پرانے وقتوں سے باؤلے (پاگل) کتے، سانپ بچھو، اور دیگر زہریلے حشرات الارض کے کاٹے کا علاج دم اور صوفیائے کرام کے مزارات کی مٹی زخم پر لگا دی جاتی تو اُسے بفضلہٖ تعالیٰ شفا ہو جاتی ہے۔

سانپ کے کاٹے کا علاج حضرت فقیر ہوتک قلندر علیہ الرحمۃ کے مزار کی مٹی سے کیا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ آپ کے مزار کی مٹی میں ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اگر یہ خاک کسی گھر میں ہو تو وہاں سے سانپ بچھو بھاگ جاتے ہیں، یا کم از کم وہاں کے مکینوں کو تکلیف نہیں پہنچاتے۔

اسی لئے خانہ بدوش حضرات یہ خوردہ اپنے پاس رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس چارپائیاں تو ہوتی نہیں اور وہ لوگ زمین پر سوتے ہیں، اس لئے انہیں سانپ بچھو کا خطرہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال تیرھویں صدی ہجری میں ہوا، مزار پُر انوار علاقہ، کردگاب، قلات ڈویژن میں مرجع خاص و عام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سہری قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فقیر مست الست، ہمہ صفت قلندرانہ، عارف باللہ، مالک مقام فنافی اللہ حضرت پیر سہری قلندر رحمتہ اللہ علیہ سرمست جام وحدت ہیں۔

آپ کے حالات زندگی اور اصل نام کے بارے میں مورخین اور تذکروں کی کتابیں خاموش ہیں، معروف مؤرخ جناب ڈاکٹر انعام الحق کوثر صاحب ایک انگریز رائٹر، سلویا اے کی کتاب میتھن۔ دی ٹائیگر آف بلوچستان مطبوعہ ۱۹۶۷ء کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ یہ بزرگ رند قوم کی پیروزئی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں، رند قوم کے زوال کے بعد اس قبیلہ کے لوگ بگٹیوں سے جا ملے۔

آپ حضرت پیر سہری رحمتہ اللہ علیہ آزاد منش قلندرانہ روش کے فقیر و درویش اور صاحب کشف و کرامات ولی تھے، حضرت لال شہباز قلندر سے اویسی نسبت رکھتے تھے۔ اکثر سرخ لباس کا استعمال زیادہ کرتے تھے، اسی وجہ سے آپ سہری، یا سویر، بمعنی سرخ پیر کہا جاتا ہے۔ جبکہ آپ کا اصل نام پردہ اخفا میں ہے اکثر شعراء نے آپ کے بارے میں اشعار میں بہت کچھ لکھا اور تعریف کی ہے۔ مثلاً مست توکلی نے کہا تھا

تنگریں سہر دورا بھاولاں سخی

پیر سہری و شہباز قلندر نے کئی القا میرے نصیب کرائے ہیں

سہواں پیر بادشاں آں ہفتیں ولی

اور سیہون کے قلندر شہباز اور ہفت ولی کو میں نے یاد کیا۔

آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ کئی مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام سے بھی ملے ہیں۔ سلوایا میتھسن لکھتی ہے۔

آپ چرواہے تھے، ایک دن چار یار جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہوئے اور اُن سے ایک بکری مانگی، آپ نے عرض کی پورے ریوڑ میں میری صرف ایک ہی بکری ہے وہ آپ چاروں لیں۔

چنانچہ آپ نے وہ بکری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفائے کرام جناب حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم کو دے دی، جنہوں نے اسے ذبح کر کے بھونا اور کھایا۔ اور جاتے ہوئے آپ سے کہہ گئے کہ جب کبھی آپ پر بیروزگاری آئے تو آپ اپنی بکریاں خود لے لیں اور انہیں تمام ریوڑ سے الگ رکھنا، وہ بکریاں ایسی ہونگی کہ آج تک کسی نے نہیں دیکھی ہوں گی۔ انہوں نے آپ کو

ایک لاٹھی بھی دی اور کہا کہ جب پانی کی ضرورت ہو اسے تھوڑا سا زمین میں دھنساؤ تو وہاں سے پانی نکل آئے گا۔ اب پیر سہری پانی کی تلاش میں ریوڑ کو میلوں لئے پھرنے کی بجائے وہ لاٹھی ذرا سی زمین میں دھنساتے تو وہاں سے پانی پھوٹ پڑتا۔ جب ریوڑ کے مالک کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے سہری کو ایک صاحب کشف و کرامت فقیر قرار دیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال تیرھویں صدی ہجری کے وسط میں ہوا، مزار پُر انوار ڈیرہ بگٹی کے قریب پہاڑ کی چوٹی پر صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں ہر سال بگٹی قوم کے افراد عرس کے موقع پر حاضری دے کر اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سخی تنگو قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مالک مقام فنافی اللہ، قلندر مست الست، مردِ میدان جاہدو فی اللہ، غرق شہودِ ذات مطلق، صمصام اقتلوفی سبیل اللہ، قتیل خنجر تسلیم ورضا، حضرت سخی تنگو قلندر رحمتہ اللہ علیہ، فرید الدھر اور وحید العصر تھے۔

آپ کا تعلق بنگلا بلوچ قبیلہ سے ہے، آپ کی اولاد آج بھی آبائی علاقہ کرتہ صوبہ بلوچستان میں مقیم ہے، جنہوں نے اپنی ذاتی جائیداد کا ایک معقول حصہ زائرین کی خورد نوش اور لنگر کے لئے مجاوروں کو دے رکھا ہے۔

آپ کے بزرگوں اور خاندان کے لوگوں کا آبائی پیشہ چوبانی تھا، آپ بذات خود بھی اسی پیشہ سے منسلک رہے، آپ کا معمول تھا کہ جو بھی حاجت مند ضرورت مند اپنی ضرورت اور حاجت روائی کے لئے حاضر خدمت ہوتا آپ اس کی حاجت روائی فرماتے اسی وجہ سے آپ سخی کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ کے بارے صحیح طور سے حالات مخفی اور پوشیدہ چلے آرہے ہیں اور نہ ہی یہ معلوم ہوسکا کہ آپ کس بزرگ کے دست گرفتہ یعنی بیعت تھے۔

معروف مورخ جناب ڈاکٹر انعام الحق کوثر صاحب اپنی معروف زمانہ کتاب 'تذکرہ صوفیائے بلوچستان' میں رقمطراز ہیں کہ جن دنوں بلوچستان میں رند اور لاشار قبائل ذاتی عداوتوں کی بنا پر آپس میں دست وگریباں تھے، ان دنوں آپ نے بالکل غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کئے رکھا، مگر کسی ظالم وسفاک شخص نے آپ کا سرتن سے جدا کر دیا۔

روایت یوں ہے کہ آپ کا سرتن سے جدا ہوا تو آپ اُسے اپنی ہتھیلی پر لے کر اُڑنے لگے، ڈھاڈر کے علاقہ میں کسی نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو مبہوت وخوفزدہ ہو کر چلانے لگا کہ دیکھو یہ اپنا سر اپنی ہتھیلی پر لئے اُڑا جا رہا ہے۔

اُس شخص کا واویلا اور پکار سن کر آپ اسی جگہ رکے اور مردے کی طرح سیدھے لیٹ گئے۔ لوگوں نے آپ کو دیکھا تو رونے لگے۔
چنانچہ غسل وغیرہ دے کر دفن کے لئے جب قبر کے پاس لے گئے تو پہلے سے کھودی گئی قبر آپ کے جسم اطہر سے چھوٹی نکلی، قبر مبارک کو دوبارہ وسیع کرنے کے لے کھودائی گئی، تب بھی جسدِ اطہر لمبا نکلا اور قبر چھوٹی، لحد کو مزید وسعت دی گئی، پھر بھی آپ کا جسد مبارک لمبا نکلا، دوپہر سے لے کر اسی طرح عشاء کا وقت ہو گیا، جب قبر کھود کر آپ کو دفن کے لئے لے جاتے تو قبر چھوٹی اور قد مبارک لمبا نظر آتا۔

بالآخر عشاء کے وقت آپ کی والدہ محترمہ لحد مبارک کے قریب آئیں، اور فرمایا بیٹا دوستوں کو زیادہ تکلیف نہ دو، یہ لوگ صبح سے قبر کی کھدائی کر رہے ہیں، انہوں نے تیری خاطر اپنے بچوں کی خورد ونوش اور اپنا آرام وسکون چھوڑ رکھا ہے، اگر تو نے کرامت دکھانی ہے تو بعد میں دیکھا دینا۔''

اس کے بعد اُنہوں نے لوگوں سے کہا ''انہیں سپرد خاک کردو'' آپ کی والدہ کے اس فرمان کے بعد جب دفن کیا گیا تو قبر مبارک جسم اطہر کے عین مطابق تھی اور آپ کو دفن کر دیا گیا۔

روایت میں آتا ہے کہ اس کے بعد سے آپ کی قبر مبارک کا سائز ہر سال ایک مٹھی کے برابر بڑھتا ہے، جو ایک زندہ حقیقت ہے، جو آج بھی برقرار ہے اور ہر سال اسی طرح بڑھتا رہے گا۔

یہ روایت بھی مصدقہ ذرائع سے چلی آرہی ہے کہ اگر کوئی حاجت مند اپنی ضرورت کے پورا ہونے کے لئے آپ کے مزار کے پاس دو نفل پڑھ کر سو جائے، تو اسے اپنے کام کے متعلق خواب میں اس کا انجام دکھائی دے گا، اگر بالفرض اسے دکھائی نہ دے تو دربار کے مجاور پر اس کا انکشاف ضرور ہوگا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال تیرھویں صدی ہجری میں ہوا۔ مزار پُرانوار علاقہ خان پور نفر تحصیل ڈھاڈر صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص وعام ہے، جہاں آج بھی اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر منہ مانگی مرادیں پا رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مست توکل قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فقیر مست الست، ہمہ صفت اوصاف یگانہ، مردِ قلندر، صاحب حال وقال، مرآۃ جمال بے مثال، فارغ از قید مشائخیت ونمود، مست الست نغمات بے ساز، حضرت مست توکلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ بادہ نوشانِ توحید کے سردار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۴۴ھ بمطابق 1828ء میں موسم بہار کی ایک شام کے وقت ہوئی، والدین نے آپ کا نام طوق علی رکھا مگر آپ نے مست توکلی کے نام سے شہرت پائی۔

بچپن میں سادہ زندگی اور خاموشی آپ کا شعار رہا، ذرا ہوش سنبھالا تو ریوڑ چرانے لگے، اسی دوران آپ کی والدہ صغرسنی میں داغ جدائی دے گئیں، اس کے بعد یکے بعد دیگرے آپ کے چار بھائی فوت ہوگئے، ابھی آپ کی عمر عزیز صرف چودہ برس کی تھی تو والدگرامی کا بھی وصال ہوگیا۔ اب آپ کے پاس صرف ایک بھائی جن کا نام پیرک تھا وہ زندہ بچے، آپ نے اپنے چھوٹے بھائی کی کم سنی میں ہی شادی کردی، اور بذات خود تجرد کی زندگی گزاری۔

جب آپ کی عمر اٹھارہ برس کی ہوئی تو قدرتی مناظر سے والہانہ انداز میں لگاؤ پیدا ہوگیا، بکریاں چراتے ہوئے ہمہ وقت قدرت کے دلکش وحسین مناظر کو دیکھتے رہتے، ریوڑ چراتے وقت آپ کی عمر سے چھرا بندھا ہوتا تھا، آپ کاہان کے اردگرد کبھی کبھار تحصیل کوہلو کی طرف قحط سالی کے سبب مویشی چرانے چلے جاتے اس کے علاوہ منجاڑ، جاندراں، شالنگ، تھڈری، استرانی پہاڑ، کوٹ منڈائی، ڈونگان پہاڑ، ہنکیل اور ماوند آپ کی چراہ گاہیں تھیں، جب کبھی دور دراز جاتے تو دودھ، پنیر، اور گیہوں کا آٹا ساتھ لے کر جاتے۔

1858ء میں شم کے میدان میں مری بگٹی کی لڑائی ہوئی، اور پھر جھنیڑی کے مقام پر مڈبھیڑ ہوئی، اس لڑائی کے لئے آپ نے بھی تیاری کی مگر بعد میں کسی خیال سے آدھے راستے سے واپس چلے آئے۔

عشق مجازی سے عشق حقیقی ☆: ایک دن آپ دھربی پہاڑ پر ریوڑ چرانے گئے، بارش شروع ہوئی، دور ایک خیمہ نظر آیا تو وہاں گئے، اہل خیمہ نے مسافر سمجھ کر رات گزارنے کے لئے پناہ دی۔

آدھی رات گزرنے پر جب گھر کی مالکہ خیمے کی طنابیں کسنے کے لئے اُٹھی تو آپ کی نظر اُس پر پڑی تو اس کے حسن وجمال کو دیکھتے ہی فریفتہ ہوگئے، یہی عورت جس کا نام سمیع عرف "سمو" تھا آپ کی ازلی وابدی محبوبہ تھی، آپ ہمہ وقت سمو کی محبت میں وارفتہ

اوراس کی زلفوں کے اسیر رہنے لگے، سمو کے علاوہ کسی سے نہ بات کی نہ کسی طرف دھیان۔

سمو کے خاندان اور خاوند وغیرہ نے اس جرم کی بنا پر آپ کو قتل کا منصوبہ بھی بنایا، مگر بعد میں آپ کی کیفیت اور سچا عشق دیکھ کر میر کرم خان بحارانی اور سردار گزین خان مری نے سمو کے شوہر کو سمجھایا کے عشق حقیقی میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

ایک دن ان سرداران مذکورہ نے آپ کی درخواست پر سمو کے شوہر کو قریبی پہاڑی سے لکڑی کاٹ کرلانے کا حکم دیا، جب وہ چلا گیا تو سردار گزین خان نے سمو کو پہاڑ کے دامن میں ریوڑ چرانے کے لئے بھیج دیا، تا کہ وہ وہاں جا کر مست توکلی سے ملے بھی اور دو چار باتیں بھی کر لے، مگر سمو کو دیکھتے ہی آپ بے ہوش ہو گئے۔

سرِدار گزین تو کاہان چلے گئے، جب آپ کو ہوش آیا تو اس کے بعد سے آپ مسلسل سمو کے خیمے کی طرف دیکھتے رہے، اس کے بعد سے سمو کا شوہر بھی آپ کا خیال رکھنے لگا، آپ نے سمو کے بارے میں اشعار بھی کہنے شروع کر دیئے، جسے سن کر سرداران مری قبائل نے آپ کو قتل کرنے کی ٹھان لی، اس لیے کہ یہ اُن شان اور غیرت کے منافی تھا کہ ان کے قبیلے کی کسی عورت کے بارے کوئی اشعار پڑھے۔

مری قبیلے کے لوگوں نے آپ کے قتل کے ارادے سے گدانامی شخص کو بھیجا، اُس نے آپ کو پہاڑی کی اُونچی چوٹی پر لے جا کر نیچے کی طرف دھکیلا، مگر آپ ہوا میں اُڑتے ہوئے نیچے تشریف لے آئے۔ یہ دیکھ کر وہ خوفزدہ ہو کے رہ گیا اور نیچے آ کر قدموں میں گر کر معافی کا خواستگار ہوا۔

اب وقت آ گیا کہ سمو بھی آپ کے لئے اُداس اور بے قرار رہنے لگی، مست توکلی بھی جہاں کہیں جائے واپسی سمو کے خیمے میں ہوتی، پھر وہ وقت بھی آیا کہ پوری مری قوم میں آپ کی بزرگی کی ڈھاک بیٹھ گئی اور پوری قوم آپ کو اپنا راہبر و رہنما پیشوا ماننے لگی۔

صورت وسیرت ☆: خداوند تعالیٰ نے آپ کو جس طرح باطنی حسن سے نوازا تھا، اسی طرح ظاہری حسن و جمال بھی وافر مقدار میں عطا فرمایا تھا، چھریرا بدن، بھرے ہوئے سڈول بازو، گھنگریالے بال، بیضوی چہرہ، گندمی رنگ، سرخ خمار آلود آنکھیں، متوازن ناک اور سیاہ ابرو، لباس آپ کا لمبا سفید عمامہ، قمیص کے اوپر کرتی (چغہ) اور تنگ پائنچوں والی گھیر دار شلوار مستقل لباس کے طور پر ہمیشہ پہنتے تھے۔

دوران سفر کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں بلوچ قوم کے سردار، امرا اور عام لوگ آپ کی بے حد عزت واحترام کرتے تھے، وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی ظاہری و باطنی شخصیت کی تکمیل کے لئے بھی مسلسل تگ ودو میں رہے، کبھی حضرت لعل شہباز قلندر کے مزار پر کبھی پیر سہری کے دربار میں، کبھی شہ کھٹے کے مزار پر کبھی حضرت سخی سرور کے دربار میں، کبھی حضرت سید جلال قطب کمال کے مزار پر کبھی حضرت غوث بہاؤالحق کے دربار میں، کبھی حضرت سید شاہ شمس سبزواری علیہم الرحمۃ کے دربار پر حاضری دے رہے ہیں۔ صبح کسی مزار پر رات کسی دربار پر الغرض زندگی کا یہ طویل سفر اللہ والوں کی بارگاہ میں گزرتا رہا، ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے، پھر وقت وہ بھی آیا کے آپ کے دربار میں جو بھی آیا علم وعرفان اور حکمت کے موتی چن کر جاتا رہا، کبھی کوئی منگتا خالی نہ

لوٹا، اس در پر ہر سوالی کی جھولی بھری جانے لگی، زبانِ فیض ترجمان سے جو فرما دیا وہ خدا کی بارگاہ سے مقبولیت کا پروانہ لئے بغیر نہ آیا۔

یہاں تک کہ آپ کی وجہ سے آپ کی معشوقہ حیات سمو بھی ولیہ، عارفہ، کاملہ، عابدہ بن گئی اور ولایت کے مرتبہ بلند پر پہنچی آپ اکثر رحم رحم کی صدا لگاتے، کسی کو سمو کی اجازت یا سمو کی مرضی کے بغیر کچھ نہ دیتے، دوران سفر دوران سفر ایسے کئی واقعات رونما ہوئے جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ایک اچھے شاعر اور صاحب حال و صاحب کشف و کرامت ولی تھے۔

چند صاحب حال لوگوں سے آپ کی ملاقات ☆: ایک دفعہ آپ ڈیرہ غازی خان اور بلوچستان کے درمیان سرحدی پہاڑوں پر سفر کر رہے تھے کہ اچانک ایک مقام پر رُک کے اور پہاڑ کے نشیبی حصے کی طرف چلے گئے۔ وہاں دیکھا ایک درویش نیچے ڈھلوان پر بیٹھا، کچھ گھوٹ رہا ہے، آپ نے بلوچی شعر میں اسے کہا ''اے اونٹ کی طرح لمبے کان والے فقیر، تھوڑی سی بھنگ مجھے بھی پلا تا کہ میں سمو کی جدائی کا کرب بھول جاؤں۔

اُس درویش نے اوپر کی طرف دیکھا اور آپ کی ساری روحانی قوت سلب کر لی، آپ نے اُس شعر کو تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ پیش کیا تو اُس نے آپ کی لوٹی ہوئی روحانی قوت واپس لوٹا دی، اور ذرا سی تلچھٹ پینے کو دی اور آپ کی روحانی قوت وولایت کو چار چاند لگ گئے۔

واقعہ نمبر۲ ☆: ایک دفعہ راہ چلتے چلتے آپ کو معلوم ہوا کہ کوئی بزرگ پہاڑ میں معتکف ہیں، آپ نے ساتھیوں کو ایک مقام پر ٹھہرایا اور خود اکیلے پہاڑ کے نشیبی حصے والی غار میں چلے گئے، اُن بزرگ کو سلام کیا اور تین دن تین رات تک وہاں نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ آخر بھوک نے ستایا تو آپ نے ان بزرگ سے کھانے پینے کی چیز کی آرزو کی۔

اُن بزرگ نے اپنا ہاتھ ڈیرہ غازی خان کی طرف بڑھایا اور دکان سے چنے اُٹھا کر لے آئے، آپ نے چنے لے کر کہا کہ آپ نے ہاتھ تو کچھ اس طرح بڑھایا تھا، جیسے سارے کا سارا شہر اُٹھا لائیں گے، لیکن لائے آپ صرف چنے ہی، بزرگ نے کہا کہ تمہارے مقدر میں یہی تھا، آپ نے چنے کھائے تو دل کی دنیا ہی بدل گئی اور روحانیت پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی۔

کشف و کرامات ☆: علاقہ مانٹرک گزین نے خط لکھ کر ہوا میں پھینک دیا اور کہا کہ ''جامست کے پاس پہنچ'' وہ خط اُسی لمحے آپ کی گود میں آ گرا۔ اس وقت آپ اس جگہ سے سینکڑوں میل دور بیٹھے تھے۔

چنانچہ خط ملتے یہ آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور اپنی روحانی قوت سے چند گھنٹوں میں سینکڑوں میل کا سفر طے کر کے پہنچے اور خود تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا، ان کا سارا مال متاع سوائے سرود کے سب خیرات کر دیا۔ اور وہ سرود کوہِ کھٹر کی ایک اُونچی ڈھلان پر ایسی جگہ پر رکھ دیا جہاں اُسے کوئی بھی چھو نہ سکے، وہیں آپ نے بلوچی اشعار میں کہا تھا کہ اسے فرشتے بجائیں گے اور گدھ اس کی آواز پر کان دھریں گے۔

کہتے ہیں بلکہ مصدقہ بات ہے کہ اب تک ہر جمعہ کی رات کو اس سُرود کی آواز آتی ہے، اور لوگ اس سے محظوظ ہوتے ہیں۔

کرامت نمبر۲ ☆: کوٹ منڈائی سے ایک معمر شخص کوڑھ کا مریض شفایابی کی غرض سے آپ کا شریک سفر ہوا، سفر جاری رہا، جلوگیر پر رُکے تو آپ نے محراب بنائی، اور اس میں بیٹھے اور مریض کی باریک چادر تان کر لیٹ گئے۔ اتنے میں آسمان سے

چھناکے کی آواز آئی۔ مریض نے سُنا تو دیکھا آپ سمو سے محوِ گفتگو ہیں، آپ نے سمو سے فرمایا کہ یہ بدبخت میرے ساتھ ہے، اس کے لئے کھانا الگ کردے، اور اس کی بیماری کا علاج بھی کر۔

وہ مریض باریک چادر میں سے جھانک کر تمام حالات کا نظارہ کرتا رہا، سمو نے اپنے دوپٹے کا ایک کنارا اس کے سر سے پاؤں تک پھیر دیا، جس سے مریض کو یوں محسوس ہوا کہ تمام جسم برف میں پڑا ہوا ہے۔ آپ نے سمو کو اجازت دی وہ برتن سمیٹ کر واپس اُڑتی ہوئی چلی گئی۔ اس کے بعد آپ نے اُس مریض کو آواز دی کہ اُٹھ اور کھانا کھالے، وہ مریض اٹھا تو بالکل صحت یاب ہو چکا تھا۔

کرامت نمبر ۳ ☆: قصبہ گلوٹی میں ایک مرتبہ آپ بخشا خان کے مہمان تھے، بہت سے معززین علاقہ بھی موجود تھے، محفل جمی ہوئی تھی کہ کھانے کا وقت آ گیا، آپ کو کھانے کی دعوت دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ میں ابھی سمو سے مل کر آتا ہوں۔ باہر نکلے اور کھلے میدان میں آ کر رُک گئے۔

بخشا خان اپنے ساتھیوں سمیت آپ کے تعاقب میں نکلا کیونکہ اس کیلئے یہ ناممکن تھا کہ 250 میل کے فاصلے پر رہنے والی سمو آپ سے مل سکے۔ اسی اثنا میں بخشا خان اور اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ ایک بجلی سی کوندی اور پھر سمو وہاں موجود نظر آئی، آپ کچھ دیر اُس سے محوِ گفتگو رہے اور راز و نیاز کرتے رہے بعد ازاں واپس چلے آئے۔

کرامت نمبر ۴ ☆: بھترامیں ڈیوا خان پوادھی نے عرض کیا حضور میرے واسطے دعا فرمائیں کہ خدا رزق میں وسعت پیدا کردے، آپ نے بڑی سی میخ طلب فرمائی، اور حویلی کے وسط میں گاڑنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ میخ زمین میں گڑی رہے گی تم بھوک اور افلاس سے محفوظ رہو گے۔

چنانچہ ایک صدی سے زیادہ وقت گزر گیا ہے کہ وہ میخ اُسی مقام پر گڑھی ہوئی ہے اور اُس کنبے میں خدا نے آپ کی دعا سے رزق میں فراوانی عطا فرمائی ہوئی ہے۔

کرامت نمبر ۵ ☆: ایک دن ڈیوا خان کے گھر میں ایک عورت نے اپنا بچہ جو نزع کے عالم میں تھا، آپ کی گود میں رکھ کر روتے ہوئے عرض کی مست سائیں اس کیلئے دعا فرمائیں یہ مر رہا ہے۔

آپ نے سر اُٹھایا اور اُس عورت کو دیکھا پھر بچے کو مسلسل دیکھتے رہے، اور سر ہلا کر فرماتے رہے ''نہ جانے زندہ رہے گا یا مر جائے گا'' پھر کچھ دیر اُسے دیکھتے رہے اور ''رحم، رحم'' پکارتے ہوئے آپ کا چہرہ جلال سے سرخ ہو گیا، اسی اثنا میں آپ نے فرمایا ''رحم ہو گیا بچہ اُٹھا لو'' عورت نے حسب الارشاد بچہ اُٹھایا تو وہ زندہ تھا اور بالکل صحت یاب ہو چکا تھا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۱۳ھ بمطابق 1895ء میں ہوا، آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا مزار پُرانوار تکیل پہاڑ صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت آغا سیّد میر جانی قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ، عارف باللہ، مالک مقام فنافی اللہ، آشنائے رموز و کنایات حضرت آغا میر جانی قلندر رحمتہ اللہ علیہ آپ متصرف ولایتِ شرقی و غربی ہیں۔

آپ کا نام نامی آغا میر جانی شاہ جبکہ قلندر سے معروف تھے۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام حضرت سید نجم الدین شاہ علیہ الرحمۃ تھا۔ آپ کے والد گرامی اپنے زمانہ کے معروف ولی کامل اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ان کا مزار سنٹرل جیل پشاور کی چاردیواری کے اندر موجود ہے۔

آپ کا تعلق بخاری سادات سے ہے، آپ کے خاندان کے اکثر بزرگ ولی کامل ہوئے ہیں، جن میں آپ کے ایک چچا سیّد شاہ کا مزار موضع کانسی ملال ضلع جہلم صوبہ پنجاب میں مرجع انام ہے۔

جبکہ دوسرے چچا سیّد محمد شاہ علیہ الرحمۃ کا مزار پشاور چھاؤنی میں مال روڈ پر وزیر اعلیٰ کے بنگلہ کے پیچھے مرجع خاص و عام ہے۔

حضرت سید آغا میر جانی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ شروع ہی سے مجذوب الحال فقیر تھے، ایک سیاہ کمبل اوڑھے رہتے تھے، پشاور شہر کے لوگ آپ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور آپ کا انتہائی ادب واحترام کرتے تھے۔

امیر العلماء والمشائخ حضرت قبلہ پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی قادری المعروف مولوی جی صاحب علیہ الرحمۃ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، جلد اول'' میں رقمطراز ہیں کہ پشاور شہر کے بہت بڑے جید عالم دین اور علامہ عصر حضرت میاں صاحب آسیان والے، جن کا اصل نام میاں غلام جیلانی تھا، وہ جب آپ کے علاقہ سے گزرتے تو آپ کے مکان سے دور گھوڑے سے اتر جاتے اور فرماتے کہ آگے قلندر بادشاہ کا گھر ہے۔

ادھر آپ حضرت قلندر اپنے احباب سے فرماتے کہ چرس وغیرہ کی چلم وغیرہ ہٹا دو کہ علم کا بادشاہ آ رہا ہے، اور حضرت میاں کو ملنے کے لئے اپنے حجرے سے باہر نکل آتے تھے۔

آپ کا سلسلہ طریقت حضرت سید عبداللطیف المعروف امام بری نور پور شاہاں اسلام آباد سے ملتا ہے۔

شریعت کی پابندی بہت کم کرتے، طوائفوں کا گانا خوب سنتے تھے۔ ہر سال بری امام صاحب کے عرس کے موقع پر پشاور سے ڈالی لے کر جاتے، تمام رسومات ادا کرتے یہ سلسلہ اب تک جاری ہے، آپ کی صاحبزادی کی اولاد بعینہٖ تمام رسومات ڈالی اسی طرح

انجام دیتی ہے۔

کشف وکرامت ☆: آپ اپنے والد کی طرح سیف اللسان اور مستجاب الدعوات تھے۔ زبان ترجمان سے جو فرماتے اسی طرح ہو جاتا تھا، آپ کی کرامات کا تذکرہ عوام وخواص کی زبان پر جاری رہتا ہے۔

آپ کا ایک مرید جس کا نام سائیں کالا اور وہ پشاور شہر کے قریب ایک گاؤں ڈھیری باغباناں کا رہنے والا تھا۔ آپ کی عادت مبارک تھی کہ کمبل اوڑھے ہوئے جذب وشوق کے عالم میں کبھی کبھی اس کی طرف تشریف لے جاتے تھے۔

ایک دن جب آپ اس کے گھر گئے تو وہ بہت غصے کے عالم میں اور دل برداشتہ ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا سائیں کالا آج خفا کیوں ہو؟ اس کے علاوہ اس کو ایک دو اور بھی سنا دیں۔

اُس نے بڑے ادب سے عرض کیا حضور میری زمین کے ساتھ ایک زمین ہے مالک اس کو فروخت کرنا چاہتا ہے، میرا ایک خاندانی دشمن اس زمین کو خریدنا چاہتا ہے اگر اُس نے زمین خرید لی تو میری زندگی تلخ ہو جائے گی۔ اور ہر وقت فتنہ وفساد ممکن ہے کہ قتل تک بھی نوبت آ جائے۔

میں نے بہت کوشش کی مگر مطلوبہ رقم میسر نہ آ سکی، اس بنا پر زمین نہیں خرید سکتا۔ بس یہی میری پریشانی اور خفگی کا سبب ہے، اس کی بات سن کر آپ جوش میں آ گئے اور حسب عادت شریفہ اس کو کہا او فلانے جا اور اس پانی کے کٹھے سے میرے لیے پانی لے کر آ ؤ۔

چنانچہ وہ شخص گیا اور جب اُس نے پانی سے پیالہ بھرا تو اُس نے دیکھا کہ کٹھے میں ''پونڈ'' بہہ رہے ہیں۔ وہ مارے خوشی کے پھول گیا اور پونڈ بٹورنے لگا تو آپ نے آواز دی اور فلانے جتنی ضرورت ہے لے لے، زیادہ نہ اٹھانا، اس نے حسب ضرورت پونڈ لے لئے اور زمین خرید لی۔

اس کے علاوہ بھی لاتعداد کرامات زبان زد خاص وعام ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۱۸ھ بمطابق ۱۹۰۰ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار پشاور کے یکہ توت کے دروازے کے باہر مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر منہ مانگی مرادیں پا رہے ہیں۔

آج کل آپ کی اولاد سے آغا سید گوہر علی شاہ مدظلہ العالی سجادہ نشین ہیں۔ جو بہت ملنسار متواضع اور منکسر المزاج اور پُروقار شخصیت ہیں۔ انتہائی لگن اور جذبہ سے سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید اللہ جوایا شاہ بخاری قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فقیر مست الست، سرشار بادۂ خمار، ہمہ صفت قلندرانہ حضرت سید اللہ جوایا شاہ بخاری قلندر رحمتہ اللہ علیہ متصرف بہ تصرفات ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت 1275 ہجری بمطابق 1858ء کو بھاکری سادات کے عظیم فرد کامل حضرت سید بازید مجید شاہ بخاری کے گھر ہوئی۔ ابتداء میں آپ فقر و تخلیہ پرستار تھے۔ اور دنیاوی کاموں سے سخت نفرت تھی۔ عموماً جنگلوں میں چلے جاتے اور تنہائی اختیار کرتے اور ہمیشہ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کا ورد ورد زبان رکھتے تھے۔

جب آپ سن بلوغت کو پہنچے تو آپ پر مجذوبیت طاری ہوگئی۔ والدین نے آپ کی شادی کی بہت کوشش کی مگر آپ نے ہمیشہ یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں جس کی طرف لو لگائے ہوئے ہوں۔ مجھے لگا رہنے دو۔ آپ نے اپنے معاملے میں سرمو انحراف نہ آنے دیا۔ پھر وقت وہ آیا کہ آپ مستقل طور پر گھر سے باہر چلے گئے اور پورے بارہ برس جنگل میں تنہا رہائش پذیر رہے۔ اس دوران آپ کی کیفیت کا یہ عالم تھا کہ طوفان میں دریا اس طرح پار کر جاتے۔ جس طرح لہروں پر پتے تیرتے ہیں۔ آپ کی زبان پر ہر وقت آیات کلام ربانی کا ورد رہتا۔ جب آپ کی عمر چالیس برس کی ہوئی تو آپ بلا پاتو آنہ میں مقیم ہوگئے اور مختلف قوموں مثلاً سیال، وراج سلیانہ وغیرہ کو آپ نے اپنا گرویدہ بنالیا۔ سلیانہ قوم کے جدّ میاں محمد بخش صاحب آپ کے مرید تھے۔ نواب اسماعیل خان سیال جو جھنگ کا حکمران بھی تھا وہ آپ سے کافی حد درجہ کی عقیدت رکھتے تھے۔ انہوں نے آپ کو جاگیریں بھی دیں تھیں۔ آپ کے پاس سینکڑوں افراد روزانہ دعا کے لیے حاضر ہوتے۔ آپ ان کے لیے دعائیں فرماتے۔ خداوند کریم آپ کی دعا سے ان کے مسائل حل کر دیتے۔ مریضوں کو اگر ہاتھ لگاتے تو اللہ کریم ان کو شفا عطا فرما دیتا تھا۔

آپ کی کیفیت یہ تھی کہ جب بے اولاد عورتیں دعا کے لیے حاضر ہوتیں تو آپ فرما دیتے کہ لڑکا ہوگا اور اس کے جسم پر فلاں نشانی ہوگی۔ جب اس عورت کے لڑکا ہوتا تو اس کے جسم پر واقعی وہی نشانی ہوتی جو آپ نے بتائی ہوتی تھی۔ بھکر پار کے مشہور عالم دین مولانا غلام محی الدین محدث اور مولانا زین العابدین آپ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۲۷ ہجری 1909ء کو ہوا۔

مزار پُر انوار بلا پاتو آنہ تحصیل و ضلع جھنگ میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ جھنگ شہر کے سید ارشاد حسین شاہ سابق صدر بلدیہ جھنگ آپ کی اولاد سے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر فتح شاہ قلندری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فقیر مشرب رندانہ، قلندر زمانہ، عارف یگانہ، مرشد زمانہ حضرت پیر فتح شاہ قلندری رحمتہ اللہ علیہ فقیر مست الست در بحرِ توحید و رسالت ہیں۔

1307ء کے زمانہ میں آپ سیر کرتے ہوئے وارد جھنگ ہوئے۔ عام طور پر کتے ساتھ رکھتے تھے۔ اور اکثر غیر مہذب گفتگو کرتے تھے۔ مگر اس کے باوجود علمائے کرام کا دلی احترام کرتے تھے۔

کتاب تذکرہ اولیائے جھنگ کے مصنف جناب بلال زبیری فرماتے ہیں کہ میرے دادا بزرگوار حضرت حافظ حاجی غلام محمد اعوان مرحوم سے آپ کی بہت انسیت تھی۔ اور عموماً میرے دادا کے پاس آکر مسائل شرعیہ پر گفتگو فرماتے۔

آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ اچانک پوشیدہ طور پر اپنے گھر سے غائب ہو جاتے تھے۔ اکثر لوگ جس وقت آپ کو دیہات میں دیکھتے اس وقت آپ شہر میں بھی موجود ہوتے تھے۔

جب جھنگ میں طاعون کی بیماری پھیلی تو آپ نے لوگوں کو وباء پھیلنے سے پہلے ہی بتا دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ اب بھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ توبہ کر کے خدا کو راضی کر لو۔ طاعون کی وباء کے زمانے میں آپ ہر وقت آذانیں دیتے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک عالم دین سے دریافت کیا کہ چلتا پانی پاک ہے یا پلید؟ عالم نے جواب دیا کہ پاک ہے۔ آپ نے پیشاب کیا اور کہا پانی چل رہا ہے اسے پلید کیوں سمجھتے ہو؟ پھر فرمایا کہ شریعت کے بعد اصل منزل شروع ہوتی ہے۔ جسے عالم نہیں سمجھتے لیکن فقراء واقف ہوتے ہیں۔

آپ سے لاتعداد کرامات کا صدور ہوا۔ جس کے شاہدین لاتعداد افراد بھی زندہ ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 1336 ہجری بمطابق 1917ء کو ہوا۔

مزار پُر انوار قبرستان حسنانہ جھنگ صدر۔ جھنگ میں مرجعٔ خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت آج بھی حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت بابا مست علی بخش قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: غریق دریائے توحید ورسالت، فقیر مست الست، حجۃ اللہ، فنافی اللہ، بقاباللہ حضرت بابا مست علی بخش قلندر رحمتہ اللہ علیہ آئینہ جلال و جمال حقانی ہیں۔ آپ سہارن پور صوبہ یوپی انڈیا کے رہنے والے ہیں۔ ایک عرصہ سے موضع سکرالہ تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب انڈیا میں سکونت پذیر ہیں۔

بچوں کے ساتھ بچوں جیسا کھیل ☆: آپ تمام عمر چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ رہتے۔ شام کو بچے اپنے گھروں کو چلے جاتے تو صبح ہوتے ہی بچے دوبارہ آپ کے پاس چلے آتے اور تمام دن آپ کے پاس رہتے اور آپ کی خانقاہ میں ہی کھیل کود میں مصروف رہتے۔ یا پھر کبھی کبھی آپ ان بچوں سے فرماتے کہ میرے مکان کی دیواریں تعمیر کرو۔ شام کو تم سب کو مزدوری مل جائے گی۔ ان بچوں میں کوئی مستری اور کوئی مزدور بن جاتا اور کوئی منشی بن جاتا تھا۔ آپ کے پاس چھوٹے سائز کی اینٹیں ہوتیں۔ یہ معصوم بچے روزانہ صبح صبح اکٹھے ہوکر دیواریں بنانا شروع کر دیتے۔ کوئی بچہ پانی لاتا۔ کوئی گارا بناتا۔ اس کے بعد دیواروں کی چنائی شروع ہو جاتی۔ نگرانی کرنے والا بچہ نگرانی کرتا۔ شام تک یہی شغل جاری رہتا اور آہستہ آہستہ دیواریں مکمل ہو جاتیں۔ شام کے وقت آپ دیواروں کا معائنہ خود فرماتے۔ اور نگران سے استفسار کرنے کے بعد منشی سے پوچھتے کہ آج کتنے مزدور کتنے مستری کام کر رہے تھے۔ اور کون کون کام پر نہیں آئے۔ منشی صاحب سارا حساب صبح سے شام تک کا آپ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیتے۔ آپ راج یعنی مستری کی مزدوری دو پیسے اور مزدور کی مزدوری ایک پیسہ کے حساب سب کو دیتے۔ اور تمام مستری مزدوروں کا حساب چکانے کے بعد خود ہی ایک نظر دیواروں کی طرف دیکھتے۔ اور یہ کہہ کر دیواروں کو گرانے کا حکم دے دیتے کہ یہ غلط اور ٹیڑھی بنی ہیں۔ اگلے دن پھر معمول کے مطابق بچوں کو اکٹھا کیا جاتا۔ پھر دوبارہ اسی معمول کے مطابق کام ہوتا۔ اور شام کو مزدوری ادا کرنے کے بعد دیواروں کو دوبارہ گرانے کا حکم دے دیتے۔ اس طرح بچوں کے ساتھ یہ شغل ایک عرصہ تک جاری رہتا۔ جس کو کوئی رمز والا ہی جانے کہ اس کھیل میں کیا راز تھا۔

برطانوی فوج کی باطنی حکمرانی ☆: آپ کے ہم عصر اہل نظر درویشوں کے بقول آپ برطانوی فوج کے روحانی طور پر ناظم تھے۔ آپ علی الصبح اٹھتے اور دوپہر تک ایک تھیلے میں سے کچھ خطوط نکالتے اور پھر ڈال دیتے۔ اگر کوئی تعلیم یافتہ شخص آپ کے پاس بیٹھا ہوتا تو اس سے آپ اس قسم کی تحریر لکھواتے کہ اس خط پر فلاں پلٹن کے لیے اتنی مقدار میں راشن تحریر کرے تاکہ ان کو سپلائی کر دی جائے۔ تمام دن آپ کا یہی شغل رہتا۔ حتیٰ کہ دس دس، بارہ بارہ افراد خطوط لکھنے پر مامور ہوتے۔ آپ کی زبانِ ترجمان سے جو نکلتا وہ تحریر کیے جاتے، ان میں سے کوئی بھی آپ کی اجازت کے بغیر ادھر اُدھر نہیں ہوسکتا تھا۔ آپ کے پاس روزانہ تھیلے میں مختلف خطوط ہوتے

تھے۔جن کو آپ اپنے دست مبارک سے کھولتے اور خود ہی ان خطوط کو پڑھتے۔ان خطوط کی تحریریں ایسی ہوتیں کہ دوسرے شخص کے لیے پڑھنا تو کجا ان کو سمجھنا بھی محال تھا کہ یہ تحریریں کیسی ہیں۔اور آپ کے پاس بیٹھنے والوں کو کبھی یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ خطوط کا تھیلا کہاں سے آتا ہے۔کون آپ کو بھجواتا ہے۔آپ ان خطوط کا جواب اس انداز سے تحریر کرواتے کہ عقل اس کو تسلیم کرنے سے قاصر رہتی۔

آپ کے پاس اگر کوئی عقیدتمند حاضر ہوتا تو آپ مغلظ گالیوں سے اس کو نوازتے۔اگر وہ مغلظ گالیاں کھانے کے بعد بھی واپس نہ جاتا تو آپ ڈنڈے سے اس کی پٹائی کرتے۔مگر آپ کے ارادتمند اس قسم کی سزا کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے اور اس طرح ان کی دلی آرزوؤں کی کلیاں پھول بن جاتیں اور ان کے درد کا درماں ہو جاتا تھا۔آپ کی خدمت میں حاضری دینے والا کوئی سائل آج تک آپ کے در سے محروم اور خالی نہ گیا۔جو بھی آیا دامن بھر گیا۔

عجب انداز بے باکانہ داری ☆: ایک دفعہ آپ عالم مستی میں گاؤں کے باہر تشریف لے گئے۔اہل دیہہ گنے کی فصل سے رس نکال کر گڑ،شکر بنانے میں مصروف تھے۔آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمانے لگے کہ مجھے گڑ کھلاؤ۔گڑ بنانے والوں نے دست بستہ عرض کیا حضور ابھی تک گڑ تیاری کے مراحل میں ہے۔جب تیار ہو جائے گا تو ہم آپ کی خدمت میں بصد عجز و نیاز پیش کر دیں گے۔آپ ان کی یہ بات سن کر اس بڑے کڑھاؤ کے پاس تشریف لائے جس میں گڑ تیار ہو رہا تھا اس کے نیچے آگ جل رہی تھی۔شیرہ پک رہا تھا کہ آپ نے اپنا دست مبارک نہایت گرم گرم گڑ والے شیرے میں ڈالا اور گرم گرم گڑ جو نیم پختہ تیار ہو چکا تھا۔نکال کر نوش فرمانے لگے۔گڑ بنانے والے وہ تمام حضرات حیران رہ گئے کہ خدا کی قدرت سے آپ کے ہاتھوں کو کوئی تکلیف نہ ہوئی۔وہ ہکا بکا رہ گئے اور دل و جان سے آپ کے گرویدہ ہو گئے۔قطب زمان حضرت سید میرں شاہ بھیکھ چشتی صابری علیہ الرحمۃ اسی مقام، فرماتے ہیں:

ست گر کے ہم درس ہیں اور پائوں کی دھوڑ

ست گر اپرم پار ہیں ثقل بار بھرپور

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۳۷ ہجری بمطابق 1918ء کو ہوا۔مزار پرانوار موضع سکرالہ تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے۔جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔آپ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ محمد دیوان چشتی صابری علیہ الرحمۃ نے دربار شریف کی مسجد کا آغاز کیا دیواریں مکمل ہوئیں اور چھت ڈال کر فارغ ہوئے تو رات کو چھت اڑ گئی۔دوبارہ ڈالی گئی پھر اڑ گئی۔اس پر خواجہ محمد دیوان صابری علیہ الرحمۃ نے فرمایا اگر صاحب مزار ہی نہیں چاہتا تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اپنا وقت اور پیسہ ضائع کریں۔

اس کے بعد حضرت محمد دیوان صابری نے اگلے روز چھت ڈلوائی تو پھر نہیں اڑی تو لوگ کہنے لگے۔کہ صاحب مزار راضی ہو گئے ہیں۔آپ کے مزار کے اردگرد مسجد پانی کا کنواں ایک باغ اور مسافروں کے ٹھہرنے کے کمرے بنے ہوئے ہیں۔ہر سال عرس مبارک پر محفل سماع،نعت خوانی اور علمائے کرام کا خطاب اور زائرین کے لیے لنگر کا کھلا انتظام ہوتا ہے۔

حضرت مولوی قادر بخش گولہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: عالم ربانی، مرشد لاثانی، واقف اسرار علم لدنی، شہباز حقیقت و معرفت حضرت مولوی قادر بخش گولہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ فقیر مست الست ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1253 ہجری بمطابق 1837ء کو جیکب آباد صوبہ سندھ کے ایک معزز گھرانے کے چشم و چراغ جناب بنگل خان کے گھر میں ہوئی۔

آپ نے ظاہری تعلیم اپنے علاقہ میں ہی حاصل کی۔ ابھی تعلیم حاصل کر ہی رہے تھے کہ شومیٔ قسمت کہ آپ کے والدین گرامی کا انتقال ہوگیا۔ جس کے باعث آپ کی ظاہری تعلیم ادھوری رہ گئی۔ والدین کے وصال کے بعد آپ کو باطنی علوم کے حصول کا شوق دامن گیر ہوا۔ تو آپ رہبر کامل کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگے۔

بالآخر سندھ کی معروف روحانی شخصیت حضرت شیخ کاپاری علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے اور مدت دراز تک ان کی خدمت میں حاضر رہ کر عبادت و ریاضت، مجاہدہ و سلوک میں مشغول رہے۔ اس دوران اپنے کمرہ میں آپ محو ہو جاتے۔ منازل سلوک کی تکمیل کے بعد آپ کے پیر و مرشد نے فرمایا کہ اب تم مخلوق خدا کو دین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دینے کے لیے ایک دینی مدرسہ قائم کرو۔

چنانچہ آپ نے ایک ویران جنگل میں مدرسہ قائم کیا۔ اور تدریس کے کام کا باقاعدہ آغاز کر دیا۔ آپ کے مدرسہ میں دور دراز سے لوگ آ کر علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ اس طرح اس جنگل میں منگل کا سماں پیدا ہوگیا۔ آپ نے یہ تمام کام خدا کے توکل پر شروع کیا۔ جس کے لیے کبھی کسی سے کوئی امداد طلب نہ کی۔ اگر کوئی خود آ کر پیش کش کرتا تو اس کا عطیہ قبول فرما لیتے تھے۔ آپ کے اس مدرسہ میں سینکڑوں طلباء بیک وقت زیر تعلیم رہے تھے۔ جن کی ضروریات زندگی اور خوراک و لباس سب کچھ ادارہ کے ذمہ تھا۔

آپ کے اس دینی مرکز سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں تشنگان علوم دینیہ نے اکتساب فیض کیا۔ جو ملک کے مختلف حصوں میں جا کر علم دین کی روشنی کو پھیلاتے رہے۔

حضرت شہباز قلندر کے مزار پر چلہ☆: بلوچستان کے علاقہ صحبت پور میں ایک مرتبہ اپنے کسی عزیز کی شادی میں تشریف لے گئے تو وہاں پر ایک رقاصہ کو محوِ رقص دیکھ کر آپ پر عشق مجازی کا غلبہ طاری ہوگیا۔ اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سات برس تک

عالم مجذوبیت میں سرگرداں و پریشان رہے۔
اس کیفیت کے عالم میں ایک روز مولوی محمد میوہ صاحب آپ کو حضرت لعل شہباز قلندر کے مزار پر لے گئے۔ وہاں کی حاضری کے بعد سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا تو لعل شہباز قلندر کے سجادہ نشین حضرت میاں محمد کامل کے حکم پر پانچ برس تک حضرت قلندر صاحب کے مزار پُر انوار پر جاروب کشی کرتے رہے۔ اس دوران عشق مجازی اپنے اصل رنگ عشق حقیقی کی طرف لوٹ آیا تو آپ پر فیضان و عرفان کے دروازے کھل گئے اور آپ حضرت شہباز قلندر کی روحانی دولت سے مالا مال ہو گئے۔
ایک روز آپ کے پیر و مرشد نے باطنی طور پر آپ سے فرمایا کہ حضرت شہباز قلندر آپ سے راضی ہیں۔ اور تمہیں دوبارہ درس و تدریس کا حکم دیتے ہیں۔
اور سنو، ہمارا ہاتھ دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہے۔ اور تمہارا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ جو تمہارا ہاتھ پکڑے گا۔ اس کا ہاتھ ہمارے دامن میں ہوگا۔
چنانچہ آپ نے اپنے شیخ کے حکم کے مطابق دوبارہ واپس آ کر اپنے مدرسے کو آباد کیا اور معرفت الٰہی میں غوطہ زن ہو گئے۔ جس کی وجہ سے بحر معرفت کے آبدار موتی آپ کو عطا ہونے لگے۔ سینکڑوں افراد آپ کی نگاہ فیض سے مالا مال ہوئے۔
عجز و انکساری آپ کا وصف خاص تھا۔ عالمانہ غرور و تکبر سے کوسوں دور تھے۔ سماع کے بہت دلدادہ تھے۔ حسن اخلاق اور مہمان نوازی میں یکتائے روزگار تھے۔
وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۴۱ ہجری بمطابق 1922ء کو پچاس برس کی عمر میں ہوا۔ مزار پُر انوار گوٹھ عاشق آباد نزد صحبت پور تعلقہ جھٹ پٹ صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔
آپ کے دربار کے سجادہ نشین مولوی احمد خان گولہ نے آپ کی سوانح حیات پر ایک کتاب ''گلزار کاپاری'' کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں آپ کی سوانح عمری کے علاوہ آپ کا کلام بھی موجود ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید سمن سرکار بخاری قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فقیر مست الست، مستغرق در بحرِ عشق و محبت، شہباز فضائے تجرید ہمائے آشیانہ تفرید حضرت سید سمن سرکار بخاری قلندر رحمتہ اللہ علیہ ہمہ صفت موصوف ہیں۔

آپ کے جداعلیٰ حضرت پیر سید گل شاہ بخاری بارہویں صدی ہجری میں اپنے آبائی وطن بخارا سے ہجرت کر کے صوبہ سندھ میں تشریف لائے تھے۔

آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے حضرت سید الشہداء امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔

آپ ابتدائی دور جوانی میں خوبصورت اور شاہانہ لباس زیب تن فرماتے اور اپنے دوستوں کے ہمراہ بزرگان دین کے عرسوں کے موقعوں پر میلوں میں اکثر جایا کرتے تھے۔ساز و سرور کی محفلوں میں عام طور سے شامل ہوا کرتے اور پرانے جھڈو گودام جو آپ ہی کی بددعا سے برباد و ویران ہوا تھا اس محلے میں رہائش پذیر تھے۔

عشق مجازی سے حقیقی کی جانب ☆: آپ کے محلہ میں ایک کمہار رہا کرتا تھا۔اس کی بیٹی نہایت ہی حسین و جمیل اور خوبصورت تھی۔ایک دن آپ کی اس پر نگاہ پڑ گئی اور اس کو دیکھتے ہی ہوش و حواس کھو بیٹھے۔یہی عشق مجازی آگے چل کر عشق حقیقی کا سبب بنا۔

آپ عشق مجازی میں اپنے محبوب کے وصال میں اس قدر محو ہوئے کہ ہر چیز سے بے نیاز ہو گئے۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ کپڑے تک اتار دیئے۔

جس کی بنا پر لوگوں نے دیوانہ کہنا شروع کر دیا اور اس دیوانگی کا مذاق اڑانے لگے اور مختلف حیلوں بہانوں سے آپ کو تنگ کرنے لگے۔

ایک مرتبہ آپ سے لوگوں نے سوال کیا سمن شاہ آپ نے کپڑے کیوں اتارے تو آپ نے سرائیکی زبان میں ان کو جواب دیا اور فرمایا:

"رب پاک دے فرض تمام گھنے، ڈٹھو سے اسائن نہ بھستو سے پچھیں کپڑے لاہے چھوڑ بوسے"

یعنی ہم نے اللہ کے بہت زیادہ فرض دیکھے ہیں۔ہم ان کو نہیں پہنچ سکے۔پھر ہم نے کپڑے اتار دیئے۔

ایک دن آپ کی محبوبہ اچانک آپ کے پاس آ گئی۔تو آپ نے اس سے فرمایا **"امڑ توں ہن ونج اساندا مطلب پورا تھی گیا"** یعنی اے میری ماں۔اب آپ چلی جائیں اب ہمارا مطلب پورا ہو چکا ہے۔مگر وہ واپس نہ گئی تو آپ اس کو ماں بنا کر جنگل کی

طرف نکل گئے۔

یہ دیکھ کر لوگوں نے اب مزید ستانا شروع کر دیا اور آپ کے بارے مختلف چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ بالآخر ایک دن آپ نے جلال میں آ کر فرمایا ''**جھڈا تھی سیں پھڈا مروے مردود**'' یعنی اے جھڈا تو ویران ہو جائے۔ اے مردود تو مر جائے، پھر دنیا نے دیکھا کہ وہی جھڈا بھڈا ہو گیا۔ اس کا حسن گہنا ہو گیا۔ اچھا خاصہ شہر ویران اور برباد ہو گیا اور مکمل طور پر کھنڈر بنا ہوا ہے۔ پوری کوشش کے باوجود آج تک آباد نہ ہو سکا۔

خیر پور کھانی ان نکو پانی ☆: آپ کچھ عرصہ خیر پور گمبو میں بھی مقیم رہے۔ مگر وہاں کے لوگوں کے ستانے پر خیر پور کو بددعا دیتے ہوئے فرمایا ''**خیر پور کھانی ان نکو پانی**'' اس وقت سے لے کر آج تک خیر پور تباہ ہے۔ اس کے بعد آپ پنگریو میں رہنے لگے وہ لوگ آپ کی سیادت، ولایت، کرامت کے معترف تھے۔ آپ نے ان کے عقیدت ومحبت سے متاثر ہو کر فرمایا ''**پنگریو کڈھیں دہلی تھی سیں**'' یعنی پنگریو کبھی دہلی بنے گا۔ پھر دنیا گواہ ہے کہ آپ کی دعا کی بدولت ایک چھوٹا قصبہ نہایت بڑا اور بارونق شاندار بازار اور شہر ہے۔

توں مدینے دا گل تھی سیں ☆: گلاب رائے نامی ایک ہندو آپ کی خدمت میں آیا کرتا اور آپ کی بہت خدمت وخاطر انجام دیتا تھا۔ ایک دن آپ نے اس کی خدمت سے خوش ہو کر فرمایا۔ اے گلاب، توں مدینے دا گل تھی سیں۔ یعنی اے گلاب تو مدینے کا گل (پھول) بنے گا۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ آپ کے وصال کے بعد گلاب رائے ہندو مکہ مکرمہ گیا۔ وہاں ایک شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اور حج بیت اللہ کیا اور پھر وہیں مستقل قیام پذیر رہ کر سات مرتبہ حج کیا اور وہیں اس کا وصال ہو گیا اور وہیں اس کی تدفین ہوئی۔

آپ کا معمول خاص ☆: آپ اکثر وبیشتر آگ کا بڑا مچ بنا کر اس کے قریب بیٹھ جاتے تھے۔ اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اشارہ کیا کرتے تھے۔

جب آپ کے پاس کوئی سائل ہوتا تو آپ اس سے فرماتے ''**ونج اساں کر چھوڑیا**'' یعنی جامیں نے تیرا کام کر دیا ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۶ رجب المرجب ۱۳۴۹ ہجری بمطابق ماہ دسمبر 1930ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار پنگریو شہر سے تین میل کے فاصلے پر مشرقی جانب تحصیل ٹنڈو باگو ضلع بدین صوبہ سندھ میں مرجع خاص وعام ہے۔

جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کے عرس پر ہزاروں افراد شرکت کر کے منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔ آپ نے تمام زندگی مجرد گزاری۔ نہ شادی کی نہ اولاد ہوئی۔ آپ کے بعد آپکے بھتیجے سید پیر شاہ علیہ الرحمتہ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ انہوں نے آپ کا مزار پختہ اور خوبصورت گنبد مزار پر تعمیر کرایا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت ملک فضل دادعرف سائیں بھاگ قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: محو عالم استغراق، فنافی اللہ، بقاباللہ واقف اسرار خفی وجلی رہنمائے سالکان، بحری وبری، نگینہ معرفت، لعل حقیقت، مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ، عارف زمانہ، حضرت ملک فضل داد المعروف سائیں بھاگ رحمتہ اللہ علیہ ضلع اسلام آباد کے موضع سوہان جو فیض آباد چوک سے تین کلومیٹر دور بہت بڑی آبادی پر مشتمل ہے میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ قطب شاہی اعوان قبیلہ سے تعلق رکھنے والے بہت بڑے جاگیردار سرمایہ دار اور متمول گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپکے آباؤاجداد نے تمام عمر کھیتی باڑی میں گذاری اور آپ نے بھی ہوش سنبھالنے کے بعد اپنے اجداد کی طرح زمینداری کا کام سنبھالے رکھا۔

بچپن ہی سے آپ کی آنکھوں اور چہرے سے ولایت کے آثار نمایاں تھے شروع ہی سے آپ نیک باعمل باکردار شخصیت کے حامل تھے ہوش سنبھالنے کے بعد سے بزرگان دین سے خصوصی لگاؤ رکھتے تھے شریعت کی پابندی کا عالم آپکے خاندان میں یہ تھا کہ بزرگ خواتین بھی پردے کا خصوصی اہتمام کرتی تھیں آپکے آباؤاجداد اور خاندان کے لوگ انتہا درجہ کے مہمان نواز بلند اخلاق اور حلیم الطبع تھے۔

آپ بھی اپنے بزرگوں اور خاندانی روایات کے مطابق بہت ہی بلند اخلاق حلیم الطبع مہمان نواز تھے دروازے پر آنے والے سائل کو نہ کبھی جھڑکا اور نہ ہی مایوس لوٹایا۔ خدا کی دی ہوئی تمام نعمتیں گھر میں موجود ہونے کے باوجود آپکی تمام زندگی فقر وفاقہ اور تسلیم ورضا میں گذری۔ صبر ورضا اور توکل وسخاوت اور خوشنودی ذات خدا آپکی زندگی کا شعار تھا۔

بیعت وخلافت ☆: حضرت میاں میر قادری لاہوری علیہ رحمتہ کے فیض یافتہ ایک بزرگ جنکا اصل نام معلوم نہ ہوسکا۔ وہ سائیں ننگے شاہ کے نام سے مشہور تھے اور آپ کے گاؤں موضع سوہان سے تین کلومیٹر دور پنڈوڑی نامی گاؤں میں مقیم تھے۔ ان مجذوب ننگے شاہ نے اپنا مزار مبارک اپنی زندگی میں ہی تیار کروالیا تھا۔ جن دنوں میں مزار پرانوار تعمیر کے مراحل سے گذر رہا تھا کہ حضرت سائیں بھاگ رحمتہ اللہ علیہ انکے پاس ملنے گئے ان مجذوب سائیں ننگے شاہ کی نگاہ کیمیا اثر نے آپکو اپنا بنالیا۔ اور آپ وہیں کے ہو کر رہ گئے تمام دن اپنے مرشد کے آستانے کی تعمیر میں مصروف رہتے مزدوروں والا کام کرتے چونا اور سرخی ملا کر اپنے پیروں سے اس کو گوندھتے جس کی وجہ سے آپ کی ٹانگیں جل گئیں مگر باوجود اس کے آپ پوری لگن سے اپنے کام میں مشغول رہے۔

آپ کی اس لگن اور عقیدت ومحبت کو مرشد کامل کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ ایک دن اچانک مرشد کامل نے نگاہ کرم ڈالی اور باطنی فیض سے مالا مال کر کے ملک فضل داد کو سائیں بھاگ بنا کر بھاگ جگا دیئے مرشد کامل سائیں ننگے شاہ کی نگاہ نے آپ کے دل کی دنیا

بدل دی اس کے بعد سے ہر وقت آپ پر استغراق کا غلبہ طاری رہنے لگا ہر سمت نور ہی نور نظر آنے لگا ظلمت کافور ہوگئی ہر وقت خدا کی وحدانیت کے جلوے نظر آنے لگے۔

بس پھر کیا تھا کھانا پینا ترک کر دیا۔ گھر بار جائیداد خاندان خویش و اقارب سے لاتعلق ہو گئے۔ لباس اتار کر جلا دیا صرف ایک لنگوٹ استعمال فرماتے جس سے ستر ڈھکا رہے۔

آپ کا حضرت چن پیر شاہ پنڈوڑیاں والی سرکار سے تعلق ☆: حضرت سائیں بھاگ اور حضرت چن پیر شاہ پنڈوڑیاں والے علیہ الرحمتہ ہر دو حضرات سائیں نانگے بادشاہ قادری علیہ الرحمتہ کے مرید اور فیض یافتہ تھے۔ اس طرح حضرت چن پیر شاہ پنڈوڑیاں والے آپ کے پیر بھائی ہوئے۔

اور حضرت بابا سید لال حسین شاہ مری سوراسی والے حضرت چن پیر شاہ پنڈوڑیاں والی سرکار علیہ الرحمتہ کے مرید و خلیفہ تھے واللہ اعلم بالصواب۔

مقام فقر میں آپ کا مجاہدہ ☆: ذات خداوندی میں مستغرق ہونے کے بعد آپکی کیفیت یہ ہوگئی کہ آپ اپنے جسم سے چھری لیکر گوشت کاٹتے اور کووں چیلوں کو ڈال دیتے۔ آپ کے سامنے مٹی کے پیالے میں آگ کے انگارے دھکتے ہوئے پڑے ہوتے تھے آپ جب اپنے جسم سے گوشت کاٹتے تو آگ کا انگارہ کٹے ہوئے جسم یعنی اپنے زخم پر رکھتے وہ انگارہ خون کی وجہ سے بجھ جاتا۔ اور آپ جب انگارہ رکھتے تو فرماتے کہ میں ناپاک خون کو جلا رہا ہوں۔ اس کا جل جانا ہی اچھا ہے۔

سیرت و کردار ☆: آپ فنا فی الرشد و فنا فی اللہ کے مقام پر فائز تھے۔ ہمہ وقت یاد خدا میں مست و مستغرق رہتے کبھی زبان پر شکوہ نہ لاتے اور نہ ہی کبھی اپنے جسم کے ساتھ نرمی برتتے بلکہ ہر آنے والی سختی کو صمیم قلب سے برداشت کرتے۔ مخلوق خدا کی فریاد اور دادرسی کو اہم فریضہ سمجھتے۔ دور دور سے لوگ آپ کے پاس اپنی دنیاوی اور دینی حاجات کیلئے آتے تو آپ ان کیلئے جو بھی اپنی زبان ترجمان سے فرما دیتے وہ تیر بہدف ثابت ہوتا۔ جسطرح آپ عبادت و ریاضت میں بے مثال تھے اسی طرح سخاوت میں بھی بے مثال تھے۔

کشف و کرامات ☆: پیر رحمت شاہ صاحب کو پتھری کا عارضہ لاحق ہو گیا تو ان کے ملنے والے قاضی سلطان محمود اعوان نے مشورہ دیا کہ پشاور میں ایک ڈاکٹر ایسا ہے جو پتھری کا علاج کرتا ہے کیوں نہ اس سے علاج کرایا جائے۔

چنانچہ دونوں حضرات کا پشاور جانے کا پروگرام بن گیا اور طے یہ پایا کہ پشاور جانے سے پہلے حضرت سائیں بھاگ سرکار کو مل کر دعا کرا کے چلتے ہیں۔

جب یہ دونوں حضرات آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے انکو بٹھایا اور فرمایا کہ پیر جی آپ تشریف رکھیں میں آپ کیلئے خود اپنے ہاتھ سے قہوہ بناتا ہوں۔

چنانچہ آپ نے سیاہ رنگ کے ایک ڈبے میں پانی ڈال کر چولھے پر رکھ دیا جب قہوہ تیار ہونے لگا تو اس میں چینی ڈالنے کی بجائے

نمک ڈال دیا قہوہ تیار ہونے پر پیالوں میں ڈال کر مہمانوں کو پیش کر دیا۔

پیر رحمت شاہ نے جب گھونٹ بھرا تو وہ بجائے میٹھے کے کڑوا زہر تھا مگر با دل نخواستہ بپاس ادب قہوہ پی لیا۔ اس کے بعد پشاور جانے کے لئے آپ سے اجازت طلب کی اور چل دیئے۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے۔ کہ پیر رحمت شاہ کو پیشاب کی حاجت ہوئی جب پیشاب کرنے لگے تو پیشاب کے راستے پتھری نکل گئی۔

پیشاب سے فارغ ہو کر پیر رحمت شاہ نے اپنے ساتھی قاضی سلطان محمود اعوان سے کہا کہ قاضی صاحب میری پتھری پیشاب کے ذریعے نکل گئی ہے لہٰذا اب پشاور جا کر کیا کریں گے آؤ چلتے ہیں پہلے حضرت سائیں بھاگ سرکار کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اس کے بعد تمام زندگی پیر رحمت شاہ کو دوبارہ پتھری کی تکلیف نہیں ہوئی۔

کرامت نمبر ۲ ☆: آپ کے خاندان کے ایک بزرگ ملک بنارس صاحب نے بیان فرمایا کہ آپ کے پاس ایک سکھ اپنی بیوی کے ہمراہ آیا اور دونوں میاں بیوی کہنے لگے کے سائیں جی ہمارا بیٹا کئی سالوں سے لاپتہ ہے بہت تلاش کی مگر ہمیں اس کے بارے میں کچھ علم نہ ہو سکا اس کیلئے دعا فرمائیں کے ہمارا گمشدہ بیٹا واپس آ جائے۔ آپ نے ان کی بات سن کر فرمایا کہ کل اسی وقت آ جانا تمھارا بیٹا تمھیں مل جائے گا۔

چنانچہ اگلے روز وہ مقررہ وقت پر آئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایک لڑکا میرے پاس کھڑا ہے اسے لے جاؤ۔ جب ان دونوں نے غور سے دیکھا تو وہ لڑکا ہی ان کا حقیقی بیٹا تھا۔ انہوں نے پہچان کر پوچھا کہ بیٹا تم اتنے دن سے کہاں تھے تو لڑکے نے بتایا کہ میں دہلی کے ایک بینک میں ملازم تھا آج کسی ضرورت کیلئے بینک سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ بینک کے باہر حضرت قبلہ سائیں بھاگ صاحب کھڑے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ سامنے دکان سے سگریٹ لے آؤ۔ میں نے تعمیل حکم کی اور سگریٹ لے آیا آپ نے سگریٹ سلگائی اور کش لگایا تو اس دوران میں ان کے اور تمھارے پاس کھڑا ہوں۔ نہ جانے یہ کونسی جگہ ہے۔ جب والدین نے یہ بات سنی تو کہنے لگے یہ راولپنڈی ہے اور یہ سائیں بھاگ صاحب ہیں یہ تجھے دہلی سے یہاں لے کر آئے ہیں۔

چنانچہ بیٹا ملنے پر ان دونوں میاں بیوی نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور اپنے بیٹے کو لیکر ہنسی خوشی گھر چلے گئے۔

کرامت نمبر ۳ ☆: ملک بنارس صاحب کے ماموں ملک لعل حسین بیمار ہو گئے۔ اس دوران ملک بنارس صاحب نے خواب میں دیکھا کہ آپ پگڑی باندھتے ہیں مگر پگڑی کھل جاتی ہے تین مرتبہ ایسا ہی ہوا اور دیکھا۔

جب صبح ہوئی تو ملک بنارس صاحب آپ کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے اور اپنے ماموں کی صحت یابی کی دعا کے لئے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تین مرتبہ ان کے لئے رب کی بارگاہ میں دعا کی مگر میری پگڑی نہ بندھ سکی اور تینوں مرتبہ کھل گئی۔ اس لیئے مجھے یقین ہے کہ تمہارے ماموں صاحب نہ بچ سکیں گے اور ان کی موت یقینی ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا ملک بنارس صاحب کے ماموں کا انتقال ہو گیا اور آپ کی بات جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا پوری ہو کے رہی۔

کرامت نمبر ۴ ☆: راقم الحروف کے پڑوسی اور لالہ رخ کالونی غوث اعظم روڈ (سابقہ) چکری روڈ کے صوفی بزرگ

فخر السادات جناب قاضی سید بشیر احمد شاہ کاظمی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ میرے مسسر سید محمد صاحب آپ حضرت سائیں بھاگ صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا تو اس وقت آپ پر استغراق کا عالم طاری تھا۔ جب کچھ دیر گذری اور آپ حالت سکر میں واپس آئے تو اس سے پوچھا کہ کیوں آئے ہو۔ تو اس شخص نے عرض کیا سائیں جی میں درزی کا کام جانتا ہوں دعا فرمادیں کہ اللہ تعالی کوئی سبب بنادے اور مجھے مشین مل جائے تو میں برسر روزگار ہو جاؤں گا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال سکوں گا۔ آپ نے اس کی بات سنی اور فرمایا کہ بیٹھ جا۔

چنانچہ وہ شخص بیٹھ گیا تو کچھ دیر گذری تو ایک شخص اپنے کندھے پر مشین رکھے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا حضور میں نے مشینوں کی دوکان کھولی ہے اور یہ مشین آپکی خدمت میں تحفۂ پیش کرتا ہوں اور آپ سے گذارش کرتا ہوں کے میرے کاروبار کی ترقی کے لیئے دعا فرمائیں تا کہ میرے کاروبار میں برکت پیدا ہو اور میں اپنے بچوں کے لیئے رزق کماتا رہوں۔ آپ نے مشین وصول کر کے اسکے لیئے دعا کی اور وہ چلتا بنا۔ آپ نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے درزی سے فرمایا کہ یہ مشین لے جاؤ اور اپنے بچوں کے لئے روزی کماؤ۔ چنانچہ وہ درزی مشین لیکر چلتا بنا۔

کرامت نمبر ۵ ☆ : انہی قاضی سید بشیر احمد شاہ صاحب کے مسسر سید محمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی امیر عالم سکنہ جاوا ہم دونوں آپ کی خدمت میں ایک مرتبہ حاضر ہوئے تو آپ عالم استغراق میں تھے۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو دیکھ کر فرمایا کہ کیسے آئے ہو۔ اور اسکے ساتھ ہی ہمارے گاؤں کے رہنے والے چند اصحاب کی خیریت دریافت کی۔ تو ہم نے عرض کیا حضور روزگار کی تلاش میں ہیں نوکری نہیں ملتی۔ آپ نے فرمایا کہ لاہور چلے جاؤ تمھارا کام ہو جائے گا۔

چنانچہ ہم دونوں لاہور چلے گئے۔ لاہور پہنچ کر کھانا کھانے کی غرض سے ایک ہوٹل میں داخل ہوئے اور بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر گذری تو ایک سفید ریش بزرگ ہمارے سامنے آ کر بیٹھ گئے اور ہم سے پوچھنے لگے کہ تمھیں سائیں بھاگ صاحب نے بھیجا ہے۔ تو ہم نے عرض کر دیا جی ہاں۔ وہ بزرگ کہنے لگے کیا تمھیں نوکری چاہیئے۔ ہم نے عرض کیا جی ہاں تو یہ سن کر وہ بزرگ کہنے لگے آ ؤ میرے ساتھ چلو۔ وہ بزرگ ہمیں لے کر ایک ایسی جگہ پر گئے جہاں ٹیلی فون کے محکمے کے کچھ لوگ کام کر رہے تھے اس بزرگ نے ان کے ایک بڑے افسر جو وہاں موجود تھے سے فرمایا کہ ان لوگوں کو کام پر لگا لو انہوں نے ہمیں کام پر لگا لیا اس طرح ہم دونوں ٹیلی فون کے محکمے میں ملازم ہو گئے۔

اس کے بعد وہ بزرگ اسی ہوٹل میں دو دن تک آ کر ہماری خیریت دریافت کرتے رہے۔ مگر دو روز کے بعد سے آج تک معلوم نہ ہو سکا کہ وہ بزرگ کون تھے۔

کرامت نمبر ۶ ☆ : آپ کے گاؤں موضع سوہان کا ایک بچہ برکت نامی امتحان میں فیل ہو گیا۔ اس صدمے سے دلبرداشتہ ہو کر بچے نے رات کو پھانسی لے لی اور مر گیا۔ اس بچے کے گھر والوں نے اشرف نامی ایک شخص کے ذمہ قتل ڈال کر اس کے خلاف پرچہ کٹوا کر اس کو جیل بھیج دیا اور مقدمہ قتل شروع ہو گیا۔ اشرف کی والدہ جان بی بی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور رو کر عرض کرنے لگی حضور میرا بیٹا بالکل بے گناہ ہے اس کیلئے دعا فرمائین کہ وہ بری ہو جائے۔ آپ نے اسے دعاؤں سے نواز کر بھیج دیا اور فرمایا کہ غم نہ کر اللہ

کرم کرے گا۔ کچھ روز گزرے کہ برکت کی والدہ بھی آپ کی خدمت مین حاضر ہوئی اور کہنے لگی میرا بیٹا قتل ہو گیا ہے اللہ سے دعا کریں کہ اللہ ہمیں مقدمے میں کامیابی دے دے۔ آپ نے اس کی بات سن کر فرمایا کہ جان بی بی پہلے آ گئی تھی فیصلہ جان بی بی کے حق میں ہو گیا ہے۔ اور اشرف بری ہو گیا ہے اس لئے کہ وہ بے گناہ تھا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چند روز بعد عدالت نے اشرف کو بے گناہ کر کے بری کر دیا۔

کرامت نمبر ۷☆: آپ کے پاس اکثر لوگ دعاؤں کے لیئے جن میں خاص کر وہ لوگ جو مقدمہ قتل میں ملوث ہوتے تھے آتے اور آپ سے دعائیں کراتے اور آپ جس کے حق میں دعا فرماتے خدا کے فضل سے بعینہ ویسا ہی ہو کے رہتا۔

ایک شخص مقدمہ قتل میں پھنسا ہوا تھا کہ اس کے گھر والے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے حضور ہمارا بچہ قتل کے کیس میں بند ہے کل آخری تاریخ ہے اس کیلئے دعا فرمائیں کہ وہ بری ہو جائے۔

اگلے روز مقدمہ قتل کے فیصلے کی تاریخ تھی۔ جج نے وکیلوں سے دلائل سننے کی بعد مقدمہ قتل کا فیصلہ سزائے موت لکھ دیا۔

جب جج نے کاغذ کو دوبارہ فیصلہ سنانے کے لیئے پڑھا تو بری لکھا ہوا تھا۔ جج نے تین مرتبہ اپنے قلم سے سزائے موت لکھی مگر لکھنے کے بعد جتنی مرتبہ بھی پڑھا تو بری لکھا ہو نظر آتا۔

بالآخر جج نے قاتل کو مخاطب کر کے کہا کہ پیر منا کر آیا ہے میں سزائے موت لکھتا ہوں مگر کاغذوں میں بری لکھا ہوا نظر آتا ہے جا میں بھی تجھے بری کرتا ہوں چنانچہ وہ مجرم بری ہو گیا۔

وصال با کمال ☆: آپ نے اپنے وصال سے ایک دن پہلے اپنی زندگی میں اپنا لنگر خود پکوایا اور لوگوں کو منادی کر کے بلوایا اور فرمایا کہ لوگو یہ ہمارا لنگر ہے آج کھا لو کل ہم اس دنیا میں نہیں ہونگے۔ لوگوں نے وہ تبرک کے طور پر کھایا اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

چنانچہ اگلے روز 18 جون 1940ء کو آپ کا وصال با کمال ہو گیا۔ جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

آپ کا مزار پر انوار موضع سوہان فیض آباد سے تین کلومیٹر دور آبادی کے اندر واقع ہے بہت ہی عظیم الشان مزار تعمیر کیا گیا ہے ہر سال باقاعدگی سے میلے کی شکل میں عرس مبارک ہوتا ہے۔

آپ کے بھتیجے حضرت سائیں عبدالرزاق اسوقت سجادہ نشین ہیں جو بہت بلند اخلاق کے مالک اور حلیم الطبع شخص ہیں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آستانہ عالیہ کی خدمت میں مصروف ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے بر قرار شاہی

حضرت بابا رحمت علی شاہ مجذوب قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مستغرق دریائے عشق و محبت، فقیر مست الست، مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ، فارغ از مستقبل و حال حضرت بابا رحمت علی شاہ مجذوب قلندر رحمتہ اللہ علیہ سلطان ارباب مشاہدہ ہیں۔

آپ موضع میر پور نزد دوسوہہ ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب انڈیا کے رہنے والے ہیں۔ معروف ادیب وصوفی شاعر حضرت میاں عطاء اللہ ساگر وارثی علیہ الرحمتہ اپنی کتاب تذکرہ مشائخ ہوشیار پور میں رقم طراز ہیں کہ آپ کے حالات ویسے تو مخفی ہیں۔ مگر میں نے بذات خود آپ کو تقریباً پچاس پچپن برس کی عمر میں دیکھا ہے۔

اس دور میں آپ کے دل و دماغ پر مجذوبیت طاری تھی۔ اکثر ایک لمبا کرتہ ٹخنوں تک زیب تن کئے رکھتے اور کبھی کبھی موج میں آ کر تہہ بند کا استعمال بھی کر لیتے تھے۔ وگرنہ عام طور پر برہنہ صرف ایک لنگوٹ میں ہوتے تھے۔

کبھی کسی جگہ مستقل قیام نہ فرمایا۔ بیشتر اوقات سیر کناں رہتے تھے۔ اکثر شب و روز جنگلوں میں گذارتے اور کبھی کبھی موج میں آتے تو آبادی کی طرف بھی نکل آتے تھے۔

اگر کسی عقیدتمند نے کھانا کھلا دیا تو کھا لیا ورنہ اللہ اللہ خیر سلاّ۔ کبھی کبھی خاموشی اختیار کرتے تو مسلسل خاموش اور کبھی یہ کیفیت ہوتی کہ جو منہ میں آیا وہ کہتے چلے گئے۔ اگر کسی نے آپ کے خیالات یا معاملات میں مداخلت کی تو پھر مغلظات ان کا مقدر بن جاتے۔ اکثر لوگ بڑی عقیدت و نیازمندی سے آپ کے پاس دعا کے لیے حاضر ہوتے اور اپنی حاجات آپ کی خدمت میں پیش کرتے۔

تقسیم ہند کی قبل از وقت پیشین گوئی ☆: تقسیم ہند کے بٹوارے سے تین ماہ قبل آپ حضرت عطاء اللہ ساگر وارثی علیہ الرحمتہ کے پڑوس میں ایک صاحب کے گھر تشریف لائے اور ان کے مکان کی چھت پر رہنے لگے۔ اس دوران اپنے آپ سے ہی کچھ نہ کچھ باتیں کرتے نظر آتے۔ محسوس یہ ہوتا تھا کہ آپ کسی سے مخاطب ہو کر محو گفتگو ہیں۔ جبکہ آپ کے قریب آدمی بھی کوئی نہ ہوتا تھا۔ ان دنوں آپ بلا ناغہ عصر اور مغرب کے درمیان اہل دیہہ کو حکم دیتے کہ ”اوئے میں تہانوں کہنداں تسیں ایتھوں چلے جاؤ۔“

ایک ماہ تک ہر روز عصر اور مغرب کے درمیان یہی پکار ہوتی تھی۔ ”اوئے! ایتھوں چلے جاؤ۔ میں تہانوں بار بار کہنداں۔“

جولائی 1947ء میں تقسیم ہند کے دوران روزانہ قتل و غارت کی خبریں آ رہی تھیں۔ آج فلاں گاؤں میں اتنی تعداد میں ہندو اور سکھ واصل جہنم ہو گئے۔ آج فلاں جگہ پر سکھوں نے حملہ کر دیا۔ آج اتنے مسلمان شہید ہو گئے۔ ایسی پُر جوش خبریں سُن سُن کر مسلمانوں کو اپنی

جانوں کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ خاص طور پر مسلمان عورتوں اور بچوں کی طرف سے زیادہ فکر مند تھے کہ سکھوں کے جھتے جب مسلمانوں کے دیہاتوں پر حملہ آور ہوتے تو قتل و غارت اور لوٹ مار کر کے جوان عورتوں کو ساتھ لے جاتے تھے۔

اس عجیب افراتفری میں کہ جب آسمان سے آگ برس رہی تھی۔ اور زمین پر آگ بھڑک رہی تھی۔ اور اس آگ کو بجھانے والا کوئی نہ تھا۔ ہر طرف ایک ہُو کا عالم طاری تھا۔

ایک دن آپ نے حسب معمول اپنے الفاظ دہراتے ہوئے فرمایا۔ "اوئے! ویکھ رحمت علی دا سر سکھاں نے وڈھ دِتّا! مینوں اگ وچ سُٹ دتا اے۔" اس کے بعد سے گاؤں اجڑنے تک یہی الفاظ روزانہ دہرائے جاتے رہے۔

رمضان شریف گذر جانے کے بعد عید الفطر کے دن اچانک سکھ جتھوں کی طرف سے حملہ آور ہونے کا خدشہ تھا۔ مگر بزرگوں کی دعاؤں کے صدقے حملہ نہ ہوا۔ مگر لوگوں میں مایوسی پھیل گئی جس کے باعث لوگوں نے گاؤں کو خالی کرنا شروع کر دیا۔

جہاں جہاں جس کو پناہ ملی اپنے اپنے عزیز و اقارب کے ہاں جا کر پناہ گزیں ہو گئے۔ عید الفطر کے آٹھویں روز سکھوں کا ایک جتھہ جو تین چار سو افراد پر مشتمل تھا۔ گاؤں پر حملہ آور ہوا۔ تو اس وقت گاؤں میں صرف تین چار آدمی موجود تھے۔ جو سکھوں کے جتھے کو دیکھ کر اِدھر اُدھر کہیں فصلوں میں چھپ گئے تھے۔ اب گاؤں میں صرف اور صرف ایک مرد قلندر حضرت بابا رحمت علی شاہ قلندر کی ذات موجود تھی۔ جو اپنی اُسی چھت پر معمول کے مطابق تشریف فرما تھے۔ سکھوں کے جتھے نے گاؤں کے اندر داخل ہو کر جائزہ لیا کہ گاؤں کے اندر کوئی نہیں ہے تو انہوں نے پورے گاؤں کے مکانات کو نذر آتش کر دیا۔ ایک ظالم اور درندہ صفت سکھ کی نظر آپ پر پڑ گئی وہ آپ کی طرف بڑھا اور تلوار سے آپ کا سر کاٹ کر قریب ہی سرکنڈوں اور اُپلوں کا ڈھیر تھا جس کو پہلے ہی آگ لگا رکھی تھی۔ اس جلتے ہوئے ڈھیر پر پہلے آپ کا سر مبارک اور پھر آپکا دھڑ مبارک پھینک کر چلے گئے۔ اس طرح آپ نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے پورے گاؤں کے مسلمانوں کو قربان ہونے سے بچا لیا۔

جب فصلوں میں چھپے ہوئے چند مسلمان باہر نکلے تو ان کو آپ کی تلاش کی فکر پڑی۔ بڑی تلاش و بسیار کے بعد پتہ چلا کہ آپ کو سکھوں نے شہید کر دیا۔ اور سر مبارک اور دھڑ مبارک آگ کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ پھر انہوں نے اس جلتی ہوئی آگ میں سے آپ کا سر اور دھڑ مبارک نکال کر گاؤں کے قبرستان میں دفن کر دیا۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال اور شہادت 10 شوال ۱۳۶۶ ہجری 1947ء 28 اگست بروز جمعرات سہ پہر کے وقت تقریباً 60 برس کی عمر شریف میں ہوا۔

مزار مبارک کون تعمیر کرتا کہ تمام مسلمان تو ہجرت کر کے چلے آئے۔ بہر حال آپ کا مرقد منورہ موضع میر پور تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب انڈیا میں ہے لیکن ناپید ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید عطا حسین شاہ المعروف سائیں مرچو قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ، فنا فی اللہ، فنا فی الرسول، فنا فی اللہ، بقا باللہ، حجۃ اللہ حضرت سید عطا حسین شاہ المعروف سائیں مرچو قلندر سرکار رحمتہ اللہ علیہ بے نیاز کونین ہیں۔

آپ رہنے والے بارہ مولہ کشمیر کے ہیں۔ کشمیر کے مختلف بزرگوں کے مزارات سے استفادہ کرنے کے بعد پیاہی کے مقام پر بہت بڑا نالہ جو بارش کے دنوں میں دریا کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ اس میں آپ نے چلہ کشی کی۔ آپ دن ورات اس نالے میں بیٹھے رہتے۔ لوگ سمجھتے تھے کہ کوئی دیوانہ ہے۔ لوگ ان کے رازوں کو نہیں سمجھتے تھے۔ انہیں کیا خبر کہ آپ کس منزل سے گزر رہے ہیں۔

ایک رات شدید قسم کی ژالہ باری ہوئی۔ گھروں میں پڑے ہوئے لوگ سمجھ رہے تھے کہ اتنی تیز بارش اور زیادہ پانی آپ کو بہا کر لے گیا ہوگا۔

چنانچہ صبح کو لوگ آپ کو دیکھنے کے لیے گئے۔ ہر طرف پانی ہی پانی اور پانی کی گہرائی دیکھ کر تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کا یہاں کوئی وجود یا نام ونشان مل جائے گا۔

مگر مقررہ جگہ پر پہنچ کر لوگ حیران رہ گئے کہ آپ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں اور نالے کا پانی اردگرد چکر لگا رہا تھا۔ لوگوں نے جب یہ ماجرا دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ کوئی دیوانہ نہیں بلکہ مجذوب ہے۔

وہ لوگ دل وجان سے آپ کے معتقد ہو گئے اور آپ کو ''پیاہی'' گاؤں میں لے گئے۔ جہاں آپ نے بوہڑ کے ایک پرانے درخت کے نیچے ڈیرہ لگالیا۔ وہیں قیام کرتے اور راتوں کو دریا پر یا جنگلوں میں نکل جاتے اور تمام رات یاد خدا میں بسر ہو جاتی۔ بوہڑ کے جس درخت کے نیچے آپ نے ڈیرہ لگایا اس جگہ گاؤں کی عورتوں نے تنور لگایا ہوا تھا۔ سب مل کر روٹی پکاتی تھیں۔

ایک دن گاؤں کی عورتیں اسی بوہڑ کے درخت کے نیچے تنور پر روٹیاں پکا رہی تھیں۔ روٹی پکاتے ہوئے لکڑی کا گرولنا (جس سے عورتیں تنور کی آگ کو درست کرتی ہیں) اسی بوہڑ کی لکڑی کا تھا، آپ نے عورتوں کے ہاتھ سے لے کر بوہڑ کے درخت کے تنے کے اندر دبا دیا۔ قدرت خدا کی کہ اس لکڑی جو تنور میں جلی ہوئی بھی تھی اور خشک بھی وہ پھوٹ کر ہری ہو گئی اور بعد کو ایک درخت کی شکل اختیار کر گئی۔

''پیاہی'' کے مقام سے آپ چوکی ٹینڈ کلاں آزاد کشمیر اور پھر دھان گلی سے مختلف جگہ قیام کرتے ہوئے اور اسلام پورہ تحصیل گوجر خان میں تشریف لے آئے۔ اور یہاں آپ کی پہلی قیام گاہ ڈھوک چھپراں ایک آم کے درخت کے نیچے قرار پائی۔ پھر وہاں سے قریب

ہی ایک نالے میں ریت پر بیٹھ گئے۔ اس نالہ کے اوپر ایک گاؤں بلیام نامی ہے۔ جہاں سے لوگ گزر کر دھمنوہا، کاہلی سیاہلی سے ہوتے ہوئے وہ دریا پتن سے جاملتا ہے۔ آپ بلیام اور ہرنوعہ کے درمیان کچھ درختوں کے درمیان دن کو بیٹھ جاتے اور رات کو ذکر وفکر میں مشغول ہو جاتے۔ اسی مقام پر لوگ آپ کے پاس دعا کے لیے آتے۔ آپ جس کے حق میں دعا فرما دیتے خداوند کریم اس کی حاجت پوری فرما دیتا تھا۔

سیرت وکردار☆: آپ بذات خود حافظ قرآن تھے۔ اکثر تلاوت قرآن زبانی فرماتے تھے۔ مجذوبانہ کیفیت کے فقیر تھے۔ لباس وخوراک کی کبھی پرواہ نہ کی۔ آنکھیں ہمیشہ مست وسرشار مستغرق بخدا ہوتی تھیں۔

کسی کے لیے جلدی جلدی دعا نہیں کرتے تھے۔ آپ آنے والے کا عقیدہ اور ایمان دیکھ کر اس کے لیے دعا فرماتے تھے۔ دعا کی قبولیت کی دلیل لوگوں میں یہ مشہور تھی کہ جب آپ فرماتے جاؤ اللہ کرے گا تیرا کام ہو جائے گا۔ لوگ سمجھ جاتے کہ آپ نے دعا کر دی ہے۔ اب کام ہو جائے گا۔

آپ کبھی کبھی کھیت میں پڑے ہوئے مٹی کے ڈھیلے کھاتے۔ لوگ کیا سمجھیں ان ڈھیلوں میں کیا راز ہے۔ کپڑے پھٹے پرانے ہوتے تھے۔ لوگوں سے تحفے میں مرچیں بخوشی قبول فرماتے تھے۔ بالخصوص خشک مرچ بہت زیادہ استعمال فرماتے تھے۔

آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے 22 بائیس بوری سرخ مرچوں کی کھائی ہیں۔ اسی وجہ سے آپ سائیں مرچو کے نام سے مشہور ہوئے ہیں۔

آپ پر اکثر مجذوبیت طاری رہتی اور اسی کیفیت میں کافی کافی دیر تک آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے رہتے۔ ایک خصوصی بات یہ کہ آپ کو کشمیری، پنجابی، پوٹھواری، بنگالی اور پشتو ان تمام زبانوں پر مکمل عبور تھا۔

کبھی کبھی جنگل میں نکل جاتے اور لیفٹ رائٹ، لیفٹ رائٹ کہتے رہتے اور پریڈ کرتے رہتے تھے۔ آپ کی خدمت میں بڑے بڑے فقیر فیض پانے کے لیے آتے تھے۔ جن میں حضرت سائیں معظم قلندر سرکار جلیہاری والے علیہ الرحمۃ بھی شامل تھے۔

کشف وکرامت☆: بیم گاؤں کے رہنے والے قاضی محمد طفیل فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب آزاد کشمیر کے حلقہ ڈڈیال میں پٹواری تھے۔ اکثر وہ ڈڈیال سے اپنے گاؤں آنے کے لیے بلیام والا راستہ اختیار کرتے تھے۔

ایک مرتبہ میرے والد صاحب ڈڈیال سے گھر کے لیے نکلے تو اس دن میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ جب ہم بلیام کے مقام پر پہنچے۔ جہاں آپ تشریف فرما تھے اور میری نظر جب اس مرد باخدا پر پڑی تو میں نے اپنے والد گرامی سے عرض کیا کہ یہ بہت بلند درجہ فقیر ہیں۔ لوگ انہیں ولی اور مجذوب تصور کرتے ہیں اور انہیں سائیں مرچو کے نام سے پکارتے ہیں۔

میرے والد گرامی نے فرمایا کہ ابھی دیکھ لیتا ہوں کہ واقعی ولی ہیں یا لوگوں کا خالی تصور ہے۔ یہ کہہ کر میرے والد گرامی آپ کی کمر کے پیچھے جانب کھڑے ہو گئے اور درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ نے یکدم سے پیچھے کی جانب منہ مڑ کر دیکھا اور والد صاحب کے سامنے منہ کر کے احترام سے بیٹھ گئے اس کے بعد والد صاحب فرمانے لگے واقعی آپ اللہ کے ولی ہیں۔

کرامت ۲ ☆: یہی قاضی محمد طفیل صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے گردے کی سخت تکلیف ہوگئی۔ گھر والے پریشانی کے عالم میں چارپائی پر ڈال کر آپ کے پاس لے گئے۔ آپ نے اسی وقت، مجھے قہوہ پلایا جس سے مجھے نہ صرف فوراً آرام آ گیا۔ بلکہ مجھے زندگی میں دوبارہ کبھی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔

کرامت ۳ ☆: ڈھوک پلتیھام کی ایک مائی صاحبہ آپ سے بہت عقیدت رکھتی تھی۔ آپ بھی انہیں بی بی کہہ کر بلاتے تھے۔ ان مائی صاحبہ کی برادری کے ایک بزرگ چوہدری محمد افضل کے گھر آپ اکثر ٹھہرا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ان کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا چائے پلاؤ۔ گھر والے عرض کرنے لگے حضور گائے نے دودھ دینا بند کر دیا ہے۔ کیونکہ کھانگڑ ہوگئی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اٹھو دودھ چو کے دیکھو وہ دودھ دے گی۔ تعمیل ارشاد کی خاطر ایک آدمی گائے چونے بیٹھا تو گائے نے واقعی دودھ دینا شروع کر دیا اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک سال تک مسلسل دودھ دیتی رہی۔

کرامت ۴ ☆: موضع پھلینہ ڈھوک بھوباڑی میں چوہدری جان محمد کی گندم کھلیان میں گاہی جا رہی تھی۔ جب شام کے وقت گاہی مکمل ہوگئی تو اچانک آسمان پر بادل نمودار ہوا۔ اور بہت زور کا طوفان آیا۔ قریب تھا کہ تمام بھوسہ ہوا اور بارش کی نذر ہو جائے۔ لوگ پریشان تھے کیا بنے گا۔ چند لمحوں کا معاملہ تھا اور سال بھر کی کمائی ضائع ہونے کو تھی کہ اچانک ایک مائی صاحبہ کی نظر بوہڑ کے درخت کے نیچے آپ پر پڑی۔ وہ آگے بڑھیں اور آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ بابا جی طوفان آ گیا ہے۔ بہت نقصان کا اندیشہ ہے۔ دعا فرمائیں کہ یہ بارش اور طوفان ٹل جائے۔ آپ اپنی جگہ سے اٹھے۔ قریب ہی مٹی کے کوزے میں پانی لیا اور جس طرف سے طوفان آ رہا تھا۔ اُس طرف منہ کر کے پانی پھینکا اور تین بار زبان مبارک سے فرمایا۔ پکڑ، پکڑ، پکڑ۔ آپ کا یہ عمل کرنا تھا کہ لوگ حیران رہ گئے کہ نہ طوفان ہوا اور نہ ہی بارش بلکہ طوفان کے آثار ہی غائب ہو گئے۔ اس طرح چوہدری جان محمد کی فصل نقصان سے بچی۔

کیفیات و کرامات قبل از وصال ☆: آپ بڑے ہی قد آور اور مضبوط جسم کے مالک اور بھاری بھرکم شخصیت کے حامل تھے۔ چہرہ انور پر جلال رہتا۔ آنکھیں اکثر بند رکھتے۔ اگر آنکھ کھولتے تو بڑے سے بڑا اجڑی آدمی بھی نظر ملانے کی جرأت نہ کرتا تھا۔

زندگی کے آخری ایام میں آپ علیل ہو گئے تو بہت سے عقیدت مندان سعادت و برکات کے حصول کے لیے آپ کو چارپائی پر ڈال کر اپنے گھروں میں لے جا کر خدمت وغیرہ کرتے۔

آپ کی خدمت میں رہنے والے خدام کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص آپ کی مرضی کے خلاف زبردستی کسی دوسری طرف لے جانے کی کوشش کرتا تو چارپائی اتنی وزنی ہو جاتی کہ اٹھانے والوں کی کمریں ٹوٹ جاتیں اور گھبرا جاتے۔

اگر کسی کے ساتھ جانے میں آپ کی مرضی شامل ہوتی اور وہ چارپائی لے کر جاتا تو چارپائی اٹھانے والوں کو محسوس یہ ہوتا تھا کہ گویا چارپائی ہوا پر تیر رہی ہے۔ اور اٹھانے والے صرف سہارا دیئے ہوئے ہیں۔

شہر ہی شہر ہے ☆: ایک دن آپ نے اپنے خدام سے فرمایا کہ میری چارپائی اٹھاؤ اور موہڑہ بھٹیاں لے چلو۔ جب چارپائی موہڑہ بھٹیاں میں چوہدری مہر خان کے گھر رکھی گئی تو تھوڑی دیر کے بعد فرمایا واپس لے چلو۔ جب واپس لائی گئی۔

جہاں آج کل اسلام پورہ شہر بنا ہوا ہے۔ اس مقام پر دو بوہڑ کے درخت اور بہت بڑا تالاب ہوتا تھا۔ اس جگہ کو "سر" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آپ کی چارپائی اس جگہ رکھی گئی۔ تو آپ نے خدام وعقیدتمندان سے پوچھا کہ اس جگہ کو کیا کہتے ہو۔ خدام نے عرض کیا حضور یہ "سر" ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ سر نہیں یہ شہر ہے یہ شہر ہے۔

شمس الدین رک جاؤ☆: مورخہ تین مارچ 1946ء کو حضرت پیر سید شمس الدین بخاری آپ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ اور ملاقات کے بعد جب واپسی کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا نہیں شمس الدین رک جاؤ۔

چنانچہ پیر سید شمس الدین بخاری تعمیل ارشاد کی خاطر کے شاید کوئی راز ہو گا وہ رک گئے۔ رات گزری۔ دوسرے روز پھر اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا شمس الدین رک جاؤ۔ حضرت پیر سید شمس الدین کہتے ہیں کہ میرے ذہن میں بات آئی۔ شاید اس میں کوئی راز ہے۔ چنانچہ رات گزری صبح 8 بجے آپ کا وصال باکمال ہو گیا۔ اس وقت حضرت پیر سید شمس الدین بخاری کو سمجھ آئی کہ اصل راز یہ تھا۔ بعد از وصال آپ کی نماز جنازہ حضرت پیر سید شمس الدین بخاری نے ہی مورخہ 7 مارچ کو پڑھائی۔ اس لیے کہ آپ کے مریدین دور دراز علاقوں میں تھے۔ پیدل راستوں کا سفر زیادہ تھا۔ اس لیے وصال 5 مارچ کو ہوا۔ جبکہ نماز جنازہ 7 مارچ کو ادا کی گئی۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 1366ھ ہجری بمطابق 5 مارچ 1946ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار نمبردار غلام رسول کے گھر کے قریب بنایا گیا اور عرصہ پانچ برس تک عرس بھی ہوتا رہا۔ مگر آپ نے خواب میں حضرت حافظ سید محمود عبداللہ کرخی چشتی صابری المعروف عربی شاہ قلندر آف بھاٹہ اور ماسٹر محمد فضل، راجہ محمد حسن وغیرہ کو خواب میں فرمایا کہ یہ جگہ میرے لیے تنگ ہے۔ لہٰذا مجھے دوسری جگہ (اس کے ساتھ ہی خواب میں وہ جگہ بھی دکھائی) دفن کیا جائے۔ یہ جگہ چوہدری کرم حسین کی تھی۔ جنہوں نے اشارہ ملتے ہی فوراً آپ کے دربار کے لیے وقف کر دی۔ اس کے ساتھ ہی چوہدری کرم حسین چونکہ بے اولاد تھے۔ انہوں نے آپ کے وسیلے سے اولاد کے لیے دعا کی۔ جو خدا کی بارگاہ میں فوراً قبول ہوئی۔ یہ جگہ انہوں نے آپ کے وصال سے پہلے ہی وقف کر کے ایک چبوترہ تعمیر کرایا تھا۔

دوبارہ نماز جنازہ☆: چنانچہ حضرت عربی شاہ قلندر اور دیگر حضرات بزرگان کی موجودگی میں آپ کو اول جگہ سے نکال کر دوسری جگہ منتقل کیا گیا۔ نماز جنازہ مولوی غلام حیدر صاحب نے پڑھائی۔ ہزاروں افراد نے نہ صرف نماز جنازہ پڑھی۔ بلکہ تابوت کھول کر آپ کے روئے تاباں کی زیارت کی۔

جب صندوق کھولا تو حضرت عربی شاہ قلندر قریب ہی تھے۔ فوراً بولے۔ دیکھو دیکھو جیسے ابھی غسل دیا ہے۔ چہرہ بالکل صاف، جسم اطہر سے خوشبو آ رہی تھی۔ حتیٰ کہ کفن تک میلا نہ ہوا تھا۔ دوبارہ تختہ بند کیا گیا۔ اور آپ کی تدفین آپ کے فرمان کے مطابق چوہدری کرم حسین کی جگہ اسلام پورہ میں کی گئی۔

آپ کا مزار پُر انوار اسلام پورہ تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر خواجہ سید رحم علی شاہ قادری قلندری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: فقیر مست الست، مستغرق در بحرِ توحید و معرفت، ہمہ صفت قلندرانہ حضرت پیر خواجہ سید رحم علی شاہ قادری قلندری رحمتہ اللہ علیہ آفتاب نور توحید و تفرید ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1284 ہجری بمطابق 1857ء کو خطہ پوٹھوہار کے سنگلاخ پہاڑی علاقہ موضع لٹوری سیداں تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں اپنے وقت کے عظیم شیخ کامل پیر طریقت حضرت پیر سید سیدن شاہ علیہ الرحمتہ کے روحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کے آباؤ اجداد میں سب سے پہلے خطہ پوٹھوار کے اس سنگلاخ پہاڑی علاقہ لٹوری سیداں براستہ مٹور تحصیل کہوٹہ میں حضرت شہباز طریقت عارف ربانی سید سخی مراد شاہ غازی علیہ الرحمتہ نے تشریف لا کر دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع کو فروزاں کیا اور عشق و محبت کے دیپ جلائے۔ جن کی روشنی سے نہ صرف لٹوری سیداں بلکہ پوری تحصیل کہوٹہ منور ہوئی۔ لاتعداد افراد نے ان کے علم و فضل اور کشف و کرامات سے استفادہ کیا۔

آپ کا بچپن عام بچوں سے مختلف تھا۔ بچپن ہی سے یاد خدا میں مگن ہمہ وقت آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھنا اور قدرت کے جلوؤں کا مشاہدہ کرتے رہنا آپ کی فطرت بن چکی تھی۔ آپ انتہائی سادہ طبیعت تھے۔ موسم گرمی کا ہو یا سردی کا ننگے پاؤں ننگے سر رہتے تھے۔ آبادی سے چار پانچ میل دور جنگل میں جا کر دور ہی سے بڑی، بڑی، بڑی کا نعرہ مستانہ وار لگاتے۔ آپ کے مداح جو پہلے سے منتظر ہوتے تھے۔ وہ آپ کے گرد جمع ہو جاتے تھے اور اپنی اپنی طرف سے آپ کو مختلف قسم کی چیزیں کھانے کو پیش کرتے۔ آپ ان کی دلجوئی کے لیے ایک آدھ لقمہ یا ایک آدھ چیز اٹھا کر کھا لیتے۔

آپ نے کبھی کسی کے آگے دست طلب دراز نہیں کیا۔ مریدین و عقیدتمندان جو کچھ نذر نیاز از خود پیش کرتے، آپ فوراً غرباء، فقیروں اور مسکینوں میں تقسیم فرما دیتے۔ آپ کا معمول تھا کہ نہ کسی سے زیادہ گفتگو فرماتے نہ ہی کسی کو زیادہ دیر اپنے پاس بیٹھنے دیتے تھے۔ چونکہ طبیعت میں جلال کی وجہ سے قلندرانہ رنگ غالب تھا۔ مگر باوجود اس کے کوئی غیر شرعی حرکت سرزد نہ ہوئی۔ نہ ہی خلاف شریعت کام کیا۔ ہمیشہ شریعت کا احترام اور علمائے کرام، مشائخ عظام سے بہت پیار محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔

بیعت و خلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد بزرگوار حضرت پیر سید سیدن شاہ سرکار علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت و اجازت پا کر سرفراز و ممتاز ہو کر ان کے بعد ان کے حقیقی جانشین و وارث بن

کر مند لٹوری سیداں پر جلوہ افروز ہوئے۔

سیرت وکردار☆: اگرچہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے۔ مگر چونکہ بچپن ہی سے رنگ قلندرانہ آپ پر غالب تھا۔ ہمہ وقت مست ومستغرق رہتے۔ کئی کئی دن کھانا اکثر نہ کھاتے۔ راتوں کو جنگل میں نکل جاتے۔ حق ہو، حق ہو اور بڑی، بڑی کے نعرے بلند کرتے پھرتے تھے۔ مجذوبانہ انداز فقر میں اپنے بیگانے کی بھی کبھی تمیز وامتیاز نہ برتتے تھے۔ دھوپ چھاؤں گرمی، سردی، بھوک، پیاس ، بستر، بچھونا، چارپائی، آرام یا ایک مقام پر کچھ دیر بیٹھنا۔ آپ ان تمام معاملات سے بے نیاز تھے۔ لباس وخوراک جو مل گیا۔ جیسا مل گیا اسی پر اکتفا فرماتے تھے۔

اپنے پاس آنے والے محبین وعقیدتمندان سے شفقت ومحبت فرماتے۔ ہر آنے والے کی بات سن کر اس کے دکھ درد ومصیبت کے لیے دعا فرماتے۔

آپ مستجاب الدعوات ہیں۔ جس کے حق میں ہاتھ اٹھاتے، خداوند کریم اس کی دلی تمنا پوری فرما دیتے۔ آپ کے گاؤں لٹوری سیداں میں آپ کی ظاہری حیات مبارک میں کبھی چوری نہیں ہوئی۔ جب کبھی کوئی چوری کی نیت سے آیا وہ اندھا ہو کے رہ گیا۔ معافی مانگنے اور آپ کے معاف کرنے پر اس کی بینائی لوٹ آتی تھی۔

کشف وکرامات☆: ایک مرتبہ کپڑا بیچنے والے دو پٹھان، شنگھائی خان اور بہادر خان گاؤں کی مسجد میں رات کو قیام کی نیت سے رہے۔ جب رات ہوئی تو انہیں چائے کی طلب ہوئی۔ انہوں نے آپ کے لنگر کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ آنکھوں کی بصارت ختم ہو کے رہ گئی۔

چنانچہ الٹے قدم واپس لوٹے۔ توبہ کی تب کہیں جا کر ان کی بینائی واپس آئی۔

کرامت ۲☆: ماسٹر محمد فاضل سکنہ موضع موری بیول تحصیل گوجر خان کی ہمشیرہ معذور اور (لولی) تھی۔ اہل خانہ اسے چارپائی پر اٹھا کر آپ کی خدمت میں لائے تو آپ کے صاحبزادے حضرت سید زر شاہ نے آپ کی چھڑی مبارک پر دم کر کے اس کے جسم پر پھیرا تو خدا کے فضل وکرم سے وہ عورت ٹھیک ہو گئی۔ اور اپنے قدموں سے چل کر اپنے گھر واپس گئی۔

نوٹ☆: اکثر معذور (لنگڑے، لولے) آپ کے پاس لائے جاتے۔ آپ اپنی چھڑی مبارک اس مریض کے جسم پر پھیرتے وہ چلنے پھرنے کے لائق ہو جاتے تھے۔

وہ چھڑی آج بھی آپ کے پوتے حضرت پیر سید ذوالفقار حسین شاہ موجودہ سجادہ نشین دربار لٹوری سیداں صاحب کے پاس موجود ہے۔

کرامت ۳☆: آپ کے ایک عزیز سید اکبر شاہ سابق چیئرمین زکوٰۃ وعشر کمیٹی موضع ہتیر تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی فرماتے ہیں کہ بچپن سے میری زبان میں لکنت تھی۔ آپ جب کبھی ہمارے گھر ہتیر تشریف لاتے یا ہم کبھی آپ سے ملنے کے لیے لٹوری سیداں جاتے تو آپ میرے منہ میں تھوکتے تھے۔ آپ کے لعاب کی برکت سے میری زبان کی لکنت ختم ہو گئی۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۶۷ ہجری بمطابق 13 مئی 1947ء بروز بدھ کو ہوا۔ مزار پُر انوار لٹوری سیداں براستہ نارہ مٹور تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے دربار پر آج کل آپ کے پوتے حضرت پیر سید ذوالفقار حسین شاہ صاحب سجادہ نشین ہیں۔ جو بڑے ہی احسن انداز میں آستانہ عالیہ کے نظام کو چلا رہے ہیں۔

ہر سال 5 ہاڑ ماہ جون کی اٹھارہ تاریخ کو آپ کا سالانہ عرس مبارک آپ کے دربار پر آپ کے پوتے پیر سید ذوالفقار حسین شاہ صاحب کی زیر سرپرستی منایا جاتا ہے۔

جس میں مقتدر علمائے کرام و مشائخ عظام، دینی و مذہبی و سیاسی شخصیات شرکت کر کے آپ کی تعلیمات سے عوام الناس کو روشناس کراتے ہیں۔

جبکہ پوٹھواری بیت پڑھنے والے شعر خوان قاضی عبدالواحد، حافظ مظہر، رضا شاہ وغیرہ اور ملک کے معروف قوال حضرات نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

عقیدتمندان قرآن پاک کے ختم کے تحفے، درود و سلام کے گجرے آپ کے حضور پیش کرتے ہیں۔ دربار کی انتظامیہ اور آپ کی اولاد روحانی و حقیقی کی جانب سے حاضرین کو بطور خاص لنگر پیش کیا جاتا ہے۔

فقیر راقم الحروف کو آپ کے دربار پر فخر السادات جناب محترم سید غلام یسٰین آزاد صاحب جو ان دنوں وزیر اعظم پاکستان کے مشیر تھے کے ہمراہ عرس کے موقع پر حاضری کا شرف حاصل ہے، جبکہ موجودہ سجادہ نشین پیر سید ذوالفقار حسین شاہ صاحب سے بھی فقیر کی بہت اچھی یاد اللہ ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید شرف شاہ مشہدی قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قلندر زماں عارف دوراں، مستغرق در بحر عشق و محبت، واقف اسرارِ علم لدنی حضرت سید شرف شاہ مشہدی قلندر رحمتہ اللہ علیہ قطب الاولیاء ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۹۳ھ بمطابق 1876ء کو محلہ رنگ پورہ سیالکوٹ کے ایک معزز مشہدی سادات خانوادے کے فرد، کامل حضرت سید مردان علی شاہ مشہدی علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی

آپ کا شجرہ نسب والد گرامی کی طرف سے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام اور والدہ کی طرف سے حضرت امام حسن علیہ السلام سے جا کر ملتا ہے۔

ابتدائی زمانہ میں آپ سیالکوٹ چھاؤنی میں سائیکلوں کی دکان کرتے تھے، دکان سے جو وقت فارغ ہوتا تو آپ کا وہ وقت زیادہ تر حضرت میراں محمد غوث علیہ الرحمتہ المعروف چن پیر جو رشتہ میں آپ کے خالو بھی تھے کی خدمت میں گزرتا تھا۔

قسمت کی باریابی اور سعادت حرمین ☆: ایک دن حج بیت اللہ شریف اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا خیال دل میں آیا تو دکان کا تمام سامان اونے پونے داموں فروخت کیا اور وہاں سے کراچی تشریف لے گئے اور حرمین شریفین کے زادِ راہ کے لئے سڑکیں بنانے والے ٹھیکیدار سے مزدوری طے کر کے سڑکوں پر پتھر کوٹنے لگے اور کئی مہینوں کی مسلسل محنت و مزدوری پیسے اکٹھے کر کے وہاں سے حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہو کر مکہ مکرمہ پہنچے اور حج بیت اللہ شریف ادا کرنے کے بعد مدینہ شریف میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے اور مسلسل چودہ برس تک مدینہ شریف میں مدنی تاجدار کے فیضان سے اپنے سینے کو منور کرتے رہے اور مدینہ پاک میں جاروب کشی فرماتے رہے۔ اس دوران ایک دن کملی والے آقا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے تو سرکار نے فرمایا شرف شاہ اب تمہارا کام مکمل ہو چکا ہے لہٰذا اب یہاں سے بغداد جا کر حاضری دو اور اپنا حصہ وہاں سے حاصل کرو۔

بغداد شریف میں حاضری ☆: آپ مدینہ پاک سے رخصت ہو کر کوبہ کوبہ پھرتے ہوئے بغداد شریف میں حضور غوث الاعظم ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں پہنچے اور دربار پر سلام عرض کرنے کے بعد مسلسل دو برس تک چلہ کشی میں مشغول و مصروف رہے اور حضور غوث الثقلین کی ذات والا صفات سے فیضان و معرفت حاصل کرتے رہے۔

دو برس کے قیام کے بعد ایک دن حضور غوث الثقلین نے آپ کو حکم دیا کہ ظاہری لباس چھوڑ کر قلندرانہ فوجی لباس تلوار، ہتھکڑیاں، زنجیریں، بیڑیاں اور جسم پر سنگل وغیرہ پہن لو اور اپنے علاقہ میں جا کر مخلوق کی خدمت و دادرسی کرو۔

وطن مالوف کو واپسی ☆: آپ نے حضور پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے مطابق قلندرانہ لباس زیب تن فرمایا اور صحرا بہ صحرا کوچہ بکوچہ پھرتے پھراتے سیالکوٹ تشریف لائے۔ یہ تمام سفر آپ نے چار سال میں طے کیا اور پھر تمام عمر اسی لباس میں گزار دی

سیالکوٹ میں آپ کا معمول تھا کہ روزانہ صبح اُٹھ کر اپنی خانقاہ سے نکلتے اور حضرت پیر شعلہ شہید، حضرت پیر مراد، حضرت امام علی الحق اور حضرت مرزا حاجی عبدالغنی کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے شام کو اپنی خانقاہ میں لوٹ آتے۔ یہ معمول بارش ہو یا طوفان سردی ہو یا گرمی مسلسل تیس سال تک جاری رہا۔

مورخ سیالکوٹ رشید نیاز کا اشتیاق ☆: کتاب ''اولیائے سیالکوٹ'' کے مصنف جناب رشید نیاز مرحوم اپنی کتاب ''اولیائے سیالکوٹ'' میں فرماتے ہیں کہ میری عرصہ دراز سے تمنا تھی کہ کاش اس مرد قلندر کی زیارت ہو جائے۔

چنانچہ ایک دن میں بازار پنساریاں سیالکوٹ میں اپنے والد گرامی الحاج ڈاکٹر فیروز الدین مرحوم کے شفاخانے کے باہر کھڑا تھا، میں نے دیکھا کہ اچانک پورے بازار کے دکاندار احتراماً کھڑے ہونا شروع ہو گئے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ سر پر ہیٹ اوڑھے اور پتلون پہنے اور کوٹ زیب تن کئے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پاؤں میں زنجیریں اور لوہے کے کڑے اور کمر میں بھاری سنگل پہنے خراماں خراماں انتہائی خاموشی اور بے نیازی کے ساتھ چلے آ رہے ہیں۔ لوگ ہیں کہ دیدہ دل فرش راہ کئے ہوئے ہیں اور ہر کوئی دل کی دنیا نچھاور کر رہا ہے۔

وہ بزرگ چلتے چلتے میرے والد گرامی کے شفاخانے میں داخل ہوئے اور تقریباً ایک گھنٹہ تک عارفانہ انداز میں گفتگو فرماتے رہے اور میں خاموشی اور نہایت ہی انہماک سے یہ راز و نیاز کی باتیں سنتا رہا۔

جب آپ تشریف لے گئے تو میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ جن کی تجھے تلاش تھی وہ عظیم بزرگ اور مرد قلندر آپ ہی ہیں بعد تحقیق معلوم ہوا کہ واقعی یہ بزرگ حضرت پیر سید شرف شاہ مشہدی قلندر ہی تھے۔

قبل از وصال آپ کی کیفیت ☆: وصال سے ایک دن قبل آپ صبح کو بیدار ہوئے وضو کیا، لباس پہنا، دو نفل اشراق کے پڑھے اور خانقاہ سے باہر کی طرف چل دیئے، جب واپس آئے تو آپ نے جناب چوہدری فیروز الدین اختر مرحوم کو یاد کیا، پتہ کرانے پر معلوم ہوا کہ وہ لاہور کسی کام کی غرض سے گئے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے دنیا کے دوست کل ہم نے اس دنیا کو چھوڑ جانا ہے۔ لہٰذا چوہدری فیروز الدین جس وقت بھی آئیں مجھے اسی وقت ملا دینا۔

چنانچہ ان کے انتظار میں رات گزر گئی۔ اگلے دن صبح کو اٹھے اپنے اوراد و وظائف اور معمولات سے فارغ ہو کر پھر چوہدری فیروز الدین صاحب کا پوچھا مگر معلوم کرنے پر پتا چلا کہ ابھی تک نہیں آئے، اس کے بعد فرمایا اچھا آ جائیں تو ان کو میرا اسلام کہنا۔ اب ہم جا

رہے ہیں۔ یہ فرما کر آپ نے کلمہ طیبہ زبان سے پڑھا اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ واصل الی اللہ ہو گئے۔ وصال کے بعد چہرے پر نور کا یہ عالم تھا اور اتنی مسکراہٹ تھی کہ دیکھنے والا پکار اٹھتا کہ

نشان مرد مومن با تو گوئیم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

آپ کی تمام زندگی تنہائی اور خاموشی اور گوشہ نشینی سے عبارت ہے، صرف شیخ محمد دین غوری، چوہدری لال دین پاپوش میکر، چوہدری فیروز الدین اختر المعروف فیروز الدین راعی موری دروازے والے اور حاجی ڈاکٹر فیروز الدین مرحوم سے آپ کے تعلقات تھے۔ 1944ء میں شیخ محمد دین غوری نے تالاب شیخ مولا بخش کے سامنے آپ کی خانقاہ کے لئے اراضی خرید کر وقف کر دی تھی۔

لیکن آپ نے وہ اراضی وقف اہل اسلام کر کے چوہدری فیروز الدین اختر کو اپنے حجرہ مبارک چلہ گاہ و دربار مبارک کا ناظم مقرر فرمایا۔

بعد میں چوہدری فیروز الدین اختر نے آپ کے بھتیجے سید فیض الحسن شاہ صاحب کو ان کی خواہشات کے مطابق تمام امور سونپ کر ان کو ناظم مقرر کر کے ضروری کاغذات ان کے حوالے کر دیئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ اپنے وقت کے بلند پایہ عارف کامل اور درویش تھے۔ ہزاروں لوگوں کے دلوں میں آپ نے توحید و رسالت کی شمع روشن کیا۔ سینکڑوں غیر مسلموں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کر کے ایک خدا کے دروازے پر لا کھڑا کیا۔ بے شمار مسلمانوں کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کی شمع کو فروزاں کیا اور دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم سے روشناس کرایا۔ آپ کا شمار اپنے وقت کے باکمال خدا رسیدہ بزرگوں اور عارفین میں ہوتا ہے۔ وقت کے بڑے بڑے علماء و مشائخ و صوفیاء آپ کی قدم بوسی کو سعادت سمجھتے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۷۶ھ بمطابق یکم جنوری 1956ء کو ہوا۔ مزار پر انوار شیخ مولا بخش کے تالاب کے بالمقابل حضرت بابل شہید کے مزار کے ساتھ ظفروال روڈ پر سیالکوٹ شہر میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد محمد حسین عرف بابا تھتھے شاہ قلندری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فقیر مست الست، ہمہ صفت قلندرانہ، عارف باللہ، مالک مقام فنافی اللہ حضرت سید محمد حسین المعروف بابا تھتھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ تجرید و ترک میں بے مثال ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۵۸ھ بمطابق ۱۸۴۲ء مورخہ ۲ مئی بروز منگل بمقام موضع بسرا، نزد ریلوے سٹیشن الہڑ، تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ ایک معزز سید گھرانے کے عظیم چشم و چراغ حضرت سید امام علی شاہ کے گھر میں ہوئی۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی حضرت سیّد محمد حسین شاہ ہے، مگر آپ مشہور تھتھے شاہ صاحب کے لقب سے ہوئے، ابھی آپ کی عمر عزیز صرف چھ ماہ کی تھی کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا۔ آپ پانچ بھائی تھے سب سے چھوٹے آپ ہی تھے۔ آپ کے والد گرامی ہمیشہ گھر سے باہر ہی رہا کرتے تھے۔ جس کی بناء پر آپ کی بھاوجوں کا آپ سے سلوک اچھا نہ تھا۔ آپ اپنی بھاوجوں کے ناروا سلوک سے تنگ آ کر والد گرامی کی تلاش میں گھر سے نکلے اور ضلع گجرات یا جہلم جانے کی بجائے خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ تشریف لے گئے والد گرامی کے نہ ملنے اور راستہ بھول جانے کی وجہ سے آپ سخت پریشان اور اُداس تھے۔ اسی گوں نہ گوں کیفیت میں آپ نے پانچ دن قیام کیا۔

ایک دن ایک برگزیدہ ہستی مجذوب فقیر سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا بیٹا آپ کیوں پریشان ہوں، آپ نے والد کی گمشدگی کی اور بھاوجوں کے ناروا سلوک کا تمام واقعہ گوش گزار کر دیا۔

فقیر مجذوب نے بڑے پیار سے فرمایا بیٹا پریشان نہ ہوں، بلکہ اپنا منہ کھولیں۔ آپ نے منہ کھولا تو فقیر نے اپنا لعاب آپ کے منہ میں ڈال دیا۔ اسی حالت میں آپ پر مستانہ وار کیفیت طاری ہوگئی۔ اور اُسی مستی و کیف کے عالم میں مختلف بزرگوں کے درباروں پر عبادت و ریاضت میں مشغول رہ کر منازل سلوک طے کیں۔ آپ موضع لدھڑ کے مقام پر عبادت و ریاضت میں مشغول تھے کہ آپ کو پتہ چلا والد گرامی کا وصال ہوگیا۔ آپ فوراً گھر پہنچے اور ڈیڑھ ماہ قیام کر کے دوبارہ پھر سیاحت کے لئے گھر سے روانہ ہوئے۔ چندروز موضع ڈلم میں رہنے کے بعد آپ موضع آداگورایہ چک نمبر ۴۳۰ ب۔ ج میں تشریف لے آئے۔

ادھر آپ کے بڑے بھائی آپ کی تلاش میں گھر سے نکلے اور چک نمبر ۴۳۰ ب۔ ج میں پہنچ گئے اور آپ کو اپنے ہمراہ موضع بسرا تحصیل پسرور لے گئے۔

شادی و اولاد☆: آپ جب گھر آئے تو کچھ ہی عرصہ کے بعد آپ کے بھائیوں نے آپ کی شادی بخاری خاندان سادات میں کر دی، خداوند کریم نے آپ کو ایک فرزند عنایت کیا جن کا نام آپ نے سید نذیر حسین شاہ رکھا، جو بعد میں آپ کے جانشین اور اپنے وقت کے بلند پایہ بزرگ ہوئے ہیں۔

سیرت و کردار☆: شادی کے بعد آپ فوراً فیصل آباد کے جنگلوں کی طرف نکلے اور سات برس تک گھر سے کوئی رابطہ واسطہ نہ رکھا۔ گھر والے بھی ڈھونڈ کر تھک ہار گئے۔ سات برس کے بعد آپ خود ہی اپنے گھر تشریف لے آئے۔ اور گاہے گاہے اپنے موضع کے قریب کے جنگلات میں یادالہٰی میں مشغول و مگن رہتے۔ کبھی گھر آ جاتے کبھی جنگلوں میں نکل جاتے، گھر آ کر مختصر قیام فرماتے پھر چلے جاتے۔

۱۹۴۰ء میں آپ چولستان تشریف لائے اور کچھ اراضی خریدی اور پھر واپس موضع بسرا تحصیل پسرور آ گئے، پھر دوبارہ چولستان جاتے ہوئے اپنے صاحبزادے سید نذیر حسین شاہ کو ہمراہ لے گئے اور ان کو چولستان میں چھوڑ کر واپس آ گئے۔

آپ نے تمام عمر نماز، روزہ اور تہجد کی سخت پابندی کی۔ کبھی کسی حال میں شریعت و طریقت کے خلاف کوئی کام سرزد نہ ہونے دیا۔ زندگی کے آخری دو سالوں میں شدید علالت کے باوجود یادِالہٰی سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ ادب کا یہ حال کہ بستر پر سوتے وقت تمام عمر نہ تو خانہ کعبہ اور نہ ہی قبلہ اول، قطب کی طرف کبھی اپنی پشت ہونے دی۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۸۳ھ بمطابق ۱۹۶۳ء مورخہ ۱۳ مئی بروز منگل بوقت شام ۴ بجے ہوا۔

مزارپرُانوار چک نمبر ۱۹۰ سیون۔ آر۔ نزد ریلوے اسٹیشن کچھی والا تحصیل فورٹ عباس ضلع بہاولنگر صوبہ پنجاب میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت پیر سید نذیر حسین شاہ سجادہ نشین مقرر ہوئے جو دربار شریف کے نظام کو چلانے اور آنے والے مہمانوں کی خدمت میں مصروف ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت بابا سیّد لعل شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فنافی اللہ و فنافی الرسولؐ، ہمہ صفت قلندرانہ، نسبت رسولی، دلیل الکاملین، امام الواصلین، حضرت بابا سیّد لعل شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ دریائے گوہر و فضل و کمال ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۲۲ھ بمطابق مورخہ 2 فروری 1904ء کو فخر السادات جناب حضرت پیر سیّد مردان علی شاہ کے گھر سوراسی تحصیل مری ضلع راولپنڈی کے گھر ہوئی۔

آپ کے پردادا عراق سے ترک سکونت کر کے فرنگی حکومت سے پہلے موضع سوراسی تحصیل مری میں سکونت پذیر ہوئے اور اسی جگہ کو مستقلاً اپنی آماجگاہ بنالیا اور اپنے آباؤاجداد کا روحانی سلسلہ رشد و ہدایت تعلیم و تربیت شروع کر دیا۔ اور سادات کے اس چشمہ فیض سے ہزاروں افراد سیراب ہوتے رہے۔

جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو گھر کا پورا ماحول ایک مذہبی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ گھر کے اس مذہبی ماحول میں آپ نے ہوش سنبھالا اور بچپن ہی سے ظاہری و باطنی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت پیر سیّد مردان علی شاہ مشہدی علیہ الرحمۃ سے مکمل کی اور اپنے اجداد کے طریقہ پر چلتے ہوئے سلسلہ رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔ ہزاروں افراد نے آپ سے منازل سلوک طے کیں اور اسی طرح کئی ہزار افراد نے آپ سے دینی و دنیاوی فائدے حاصل کئے آپ کی تمام زندگی یادِ خدا ہی بسر ہوئی۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ کرامت بن کر گزرا ہے۔ آپ حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی کا کلام سیف الملوک مستی میں جھوم جھوم کر پڑھا کرتے تھے اس دوران کبھی کبھی آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔

شادی و اولاد ☆: جب آپ جوان ہوئے تو والدین نے آپ کی شادی اپنے خاندان کی ایک خاتون سے کر دی۔ جس سے اللہ کریم نے آپ کو ایک بیٹی جو بچپن کے عالم میں ہی فوت ہو گئی تھی اور چار بیٹے عطا فرمائے جن میں حضرت پیر سیّد فدا حسین شاہ جن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جذب کے عالم میں ملوٹ ستیاں کے مقام پر دریائے جہلم میں کود گئے تھے اور آج تک تا دم تحریر لا پتہ ہیں۔

دیگر صاحبزادگان میں سیّد برکت حسین شاہ کاظمی سیّد محمود حسین شاہ کاظمی جو آج کل دربار شریف پر آنے والے زائرین کی خدمت میں مصروف اور آپ کے دربار کے سجادہ نشین ہیں جبکہ ایک صاحبزادے کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

عبادت و ریاضت و مجاہدہ ☆: آپ ۵۲ برس تک کھلے میدان میں دن رات اکڑوں بیٹھے رہتے تھے۔ آپ پر جذب و

مستی کا عالم طاری رہتا۔ اس مستی و کیف کے عالم میں آپ زیر لب ذکر خدا میں مصروف رہتے اور وہیں بیٹھے بیٹھے سو جاتے۔ صبح و شام دن و رات کھلے آسمان کے نیچے بیٹھے رہتے بارش دھوپ چھاؤں سردی گرمی آندھی طوفان حتیٰ کے موسم سرما کی برف باری بھی آپ کو متاثر نہ کر سکی۔ اہل دنیا آپ کی اس کیفیت کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔ مگر چونکہ آپ تو عشق حقیقی کے دریا میں مست و مستغرق تھے اس لئے موسم کے تغیر و تبدل سے آپ کبھی متاثر نہ ہوئے۔

آپ کی زندگی ایک عاشق صادق کی زندگی تھی۔ آپ کا تعلق قلندری طریق سے تھا آپ ایک مجذوب قلندر صفت فقیر تھے۔

آپ نے باقاعدہ مجاہدہ ۱۹۲۸ء میں شروع کیا اور دن رات یاد خدا میں مصروف رہتے تھے۔ آپ نے مہنگل نامی جنگل میں چلہ معکوس مکمل کیا۔ جب آپ چلہ معکوس سے فارغ ہوئے تو آپ کے اہل خانہ نے بہت کوشش کی آپ کو واپس گھر لے جائیں۔ ایک دن آپ کی بیوی اپنی چھوٹی معصوم بچی کو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے گھر چلنے کے لئے اصرار کیا تو پہلے تو آپ نے ناراضگی کا اظہار کیا مگر گھر والوں کے زیادہ اصرار پر آپ گھر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ جب آپ واپس گھر کی طرف آ رہے تھے تو راستے میں ہی آپ کی معصوم بچی کا انتقال ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد آپ کی زندگی میں یک لخت انقلاب برپا ہو گیا۔ آپ پر دیوانگی کی کیفیت طاری ہوئی۔ آپ جذب و مستی کی کیفیت میں اپنے آپ سے باتیں کرتے رہتے۔ اسی کیفیت میں آپ نے لوگوں سے بولنا کم کر دیا اور ہمہ وقت ذکر خدا میں مصروف ہو گئے۔ اس دوران طعن و تشنیع کے تیر آپ پر برسنے لگے۔ جس کی وجہ سے آپ نے مہنگل نامی جنگل کو خیر باد کہہ کر پتریاٹہ جھیکا گلی اور گلہڑہ گلی کو اپنا نشیمن بنالیا۔ بعد ازاں گلہڑہ گلی کے پاس ملحقہ جنگل میں ڈیرہ جمالیا۔ اس طرف آتے ہی آپ کی شہرت چہار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ لوگ اپنی حاجات اور مسائل کے حل کے لئے اور حصول برکت کے لئے آپ کے پاس آنے لگے۔ آپ کو خدا نے وہ بلند و بالا مقام و مرتبہ عطا فرمایا تھا کہ آنے والے ہر شخص کے دل کے حالات سے آپ پہلے ہی باخبر ہوتے تھے۔ آنے والا ابھی اپنا مسئلہ پیش بھی نہ کر پاتا کہ آپ اس کا مسئلہ حل فرما دیتے تھے۔

اکثر اوقات آپ اپنے پاس آنے والوں کو زدوکوب کرتے ہوئے مخاطب ہوتے۔ لوگوں کو مارتے پیٹتے ہاتھ مروڑ دیتے۔ اس سے آپ کا مقصود یہ ہوتا کہ میرے معمولات میں دخل نہ دیا جائے۔ لیکن اس کے باوجود لوگ قافلہ در قافلہ جوق در جوق چلے آتے تھے اور ان حرکات کو اپنے لئے بہتر خیال کرتے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ اپنے پاس آنے والوں کو نہ تعویز دیتے نہ دم کرتے بلکہ صرف آپ کی خصوصی توجہ کے باعث لوگوں کے بڑے مسائل یکدم حل ہو جاتے تھے۔

کشف و کرامات ☆: دو عورتیں آپس میں سہیلیاں تھیں۔ مگر ایک امیر اور دوسری غریب تھی۔ امیر عورت کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔ جبکہ غریب عورت کے گیارہ بچے تھے۔ ایک دن دونوں سہیلیاں آپس میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ امیر عورت اولاد کے لئے رو رہی تھی۔ غریب کہہ رہی تھی۔ گیارہ بچے ہو گئے۔ اب اللہ مہربانی کرے کہ کوئی اولاد نہ ہو۔ قریب ہی کسی دوسری عورت نے آواز دیکر کہا کہ تم دونوں سواری سی مری چلی جاؤ۔ وہاں جا کر بابا لعل شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کراؤ۔ دونوں سہیلیاں آپ کے دربار میں پہنچیں۔

آ کر اپنا دکھ سنایا۔ آپ نے ان کی بات سن کر قریب ہی رکھے ہوئے برتن سے دو روٹیاں اٹھا کر دونوں کی طرف پھینکی۔ ایک روٹی امیر عورت کی جھولی میں گری جبکہ دوسری روٹی غریب عورت کے پیٹ سے ٹکرا کر زمین پر جا گری۔ آپ نے ان کی طرف دیکھ کر گالی دی۔ اور فرمایا کہ تم دونوں کا کام ہو گیا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جس کی جھولی میں روٹی گری تھی اس امیر عورت کو خدا نے بیٹا دیا۔ اور جس کے پیٹ سے لگ کر روٹی زمین پر گری تھی۔ اس کے ہاں بچے پیدا ہونا بند ہو گئے۔

گل محمد نقوی ☆: سروے آف پاکستان کے ایک سرکاری ملازم سید امانت حسین نقوی جو کہ رسالپور میں ڈیوٹی کرتے تھے۔ قدرت خداوندی کے ان کے گھر بیٹے تو پیدا ہوتے تھے۔ مگر پیدائش کے کچھ عرصہ بعد مر جاتے اور بیٹیاں تمام حیات تھیں۔ ایک دن ان کے گھر مانگنے والی ایک فقیر عورت آئی اور بیگم نقوی سے کہنے لگی۔ تمہارے بیٹے پیدا ہو کر مر جاتے ہیں۔ اب اگر بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام سیّد گل محمد نقوی رکھنا۔ ابھی وہ بوڑھی عورت بیگم نقوی سے بات کر رہی تھی کہ نقوی صاحب دفتر سے تشریف لے آئے۔ اور بیگم کو سخت سست کہنے لگے۔ وہ بوڑھی نقوی صاحب کے سامنے سے چند سیکنڈوں میں غائب ہو گئی۔ نقوی اور بیگم نقوی نے دور دور تک دیکھا مگر بوڑھی عورت نظر نہ آئی۔ تمام رات دن اسی پریشانی میں رہے کہ خدا کو معلوم یہ عورت کون تھی۔ کہاں سے آئی تھی۔ نقوی صاحب کا اچانک تبادلہ رسالپور سے مری ہو گیا۔ نقوی صاحب کے محلہ میں ایک بوڑھی عورت جو کہ حضرت بابا لعل حسین شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت مند تھی۔ نے بیگم نقوی سے کہا کہ تم دونوں میاں بیوی حضرت بابا لعل حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا کر دعا کراؤ اللہ تمہاری مراد پوری کرے گا۔

دونوں میاں بیوی سواری پہنچے۔ آپ کی خدمت میں حاضری دی۔ نقوی صاحب نے اپنے سر پر ہیٹ پہنا ہوا تھا۔ ان کو اس حال میں دیکھتے ہی آپ نے فرمایا۔ سر پر ٹوپی رکھے صاحب بنا پھرتا ہے۔ اب قبریں بنا کر میرے پاس آیا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے سید امانت حسین نقوی کا بازو پکڑ کر مروڑا اور ایک جلیبی کھانے کو دی۔ بیگم نقوی یہ تمام ماجرا دیکھتی رہی۔ چند دنوں کے بعد دونوں میاں بیوی کی خواہش دوبارہ بابا لعل حسین شاہ سے ملنے کی ہوئی۔ آپ کی خدمت میں جب یہ دونوں پہنچے تو آپ نے ایک میلا تولیہ ایک قمیص کا کپڑا جو کہ بارہ گرہ کا تھا۔ اور ایک بوتل پانی دیا۔ اور نقوی صاحب کو ایک گرم گرم جلیبی کھلائی اور فرمایا۔ چلے جاؤ۔ اللہ کی کرنی کے چند ماہ گزرے۔ بچے کی پیدائش کے آثار شروع ہو گئے۔ دونوں میاں بیوی پھر دوبارہ آپ کی خدمت میں پہنچے۔ تو آپ نے فرمایا گل محمد آئے گا۔ چلی جاؤ۔

خدا کی قدرت سے بیگم نقوی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ انہوں نے اِس کا نام سیّد گل محمد نقوی رکھا۔ جو حیات ہیں۔ اور راولپنڈی میں مقیم ہیں۔ چند برس پہلے جاپان سے ایم ایس سی کر کے واپس آئے ہیں۔ آج بھی انجینئر سیّد گل محمد نقوی بمع اپنے اہل خانہ کے آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضری دیتے ہیں۔ اور باقاعدگی سے آپ کے سالانہ عرس مبارک میں شرکت کرتے ہیں۔

خواب میں بشارت ☆: نجیب خان آف ہنگو جو آپ کے مرید ہیں۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ نجیب خان تو مری سواری میرے مزار کے قریب جا کر کھدائی کر وہاں سے کچھ ملے گا۔ نجیب خان مری پہنچا۔ آپ کے مزار کے ایک

طرف کچی جگہ پر اس نے کھدائی کی۔ تو وہاں سے ایک پتھر ملا۔ جس پر آپ کے پاؤں کا نشان موجود تھا۔ اس نے وہ پتھر نکالا۔ اور مزار شریف کے اندر رکھ دیا۔ جو کہ آج بھی وہاں موجود ہے۔

میاں عبدالحمید لاہوری ☆: میاں عبدالحمید لاہوری ایک غریب گھرانے کے آدمی ہیں۔ جو آپ کے مرید ہو گئے۔ آپ نے اس کے لئے دعا کی۔ خدا نے اس کو دین دنیا کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ وہ غریب شخص اُس زمانے لاکھوں کی جائیداد اور روپے کا مالک بن گیا۔ یہی وہ حاجی عبدالحمید ہیں جنہوں نے آپ کے مزار شریف کی تعمیر کروائی ہے۔

وصال باکمال ☆: زندگی کے آخری ایام میں مسلسل چلہ کشی عبادت و ریاضت کی وجہ سے آپ بہت کمزور ہو گئے تھے۔ ۲۷ نومبر ۱۹۵۹ء کو آپ کے صاحبزادگان آپ کو زبردستی گھر لے آئے لیکن آپ گھر پر صرف ایک ہی رات آرام کرنے کے بعد گھر سے باہر زمینوں میں کھلی جگہ پر براجمان ہو گئے۔

۱۳۸۷ھ بمطابق گیارہ جون ۱۹۶۷ء کو آپ اپنے مریدین کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے۔ کہ اچانک آپ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کا مزار فیض آثار سوراسی شریف نزد گلہڑہ گلی تحصیل مری ضلع راولپنڈی میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت آج بھی حاضری دیکر اپنے قلوب و اذہان کو منور کرتے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کو بارہا اس دربار مقدسہ کی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ہے آج بھی ایک روحانی کیفیت کا سماں دل کو نظر آتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سائیں سکندر شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ

تعارف☆: فقیر مست الست، مالک مقام فنا فی اللہ، ہمہ صفت قلندرانہ، حضرت سائیں سکندر شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ متصرف بہ تصرفات ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۱۰ھ بمطابق 1892ء میں ڈھاڈر ضلع کچھی صوبہ بلوچستان میں روحانی نسبتوں سے مالا مال حضرت سید لال جان قلندری علیہ الرحمۃ کے روحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کے والد گرامی سید لال جان قلندری علیہ الرحمۃ کا نام حضرت لعل شہباز قلندر علیہ الرحمۃ سے روحانی نسبت اور محبت کے باعث رکھا گیا تھا۔ آپ نے ورثے میں ملی ہوئی اس روحانی نسبت اور عقیدت و محبت سے فائدہ اٹھایا اور کئی مرتبہ حضرت لعل شہباز قلندر علیہ الرحمۃ کے مزار پر حاضری دے کر روحانی تسکین حاصل کی اور بلند مراتب طے کیے۔

دوران تعلیم آپ کے والد گرامی نے آپ کا خصوصی خیال رکھا، بہت سی کتابیں خود پڑھائیں اور بعد ازاں مولانا محمد عارف سے علوم دینیہ میں تکمیل کرائی، فراغت کے بعد آپ ایک متبحر عالم کے طور پر آسمان علم کا ستارہ بن چکے، بڑے بڑے جید علماء آپ کے شاگرد ہوئے، اور بہت سے لوگوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

آپ نے روحانی تسکین کے حصول کیلئے گنداوہ کے نزدیک بزرگ نورانی شاہ، اور گاجان کے بزرگ قاضی محمد اسماعیل علیہم الرحمۃ کے مزار پر حاضریاں دیں، چلہ کشی فرمائی، ایک مرتبہ آپ ستر روز تک ذکر خدا میں مست و مستغرق رہے، بالآخر اللہ نے آپ کو اس محنت و صبر و استقامت کا اجر دیا، جس کے بعد آپ کے زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت اور کشف و کرامات کے تذکرے زبان زدِ خاص و عام ہو گئے۔

اولاد و امجاد☆: خداوند عالم نے آپ کو ایک فرزند عطا فرمایا، جن کا نام سیّد حسین شاہ ہے، اور آپ کے پوتے کا نام سید لعل جان شاہ ہے، جس کے دو فرزند ہوئے، ایک نام سیّد نصیر احمد شاہ دوسرے کا نام سیّد فرید احمد شاہ ہے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ بھی عابدہ زاہدہ اور بزرگ شخصیت کی مالک تھیں جو صوم و صلوٰۃ کی پابند اور مرجع خلائق ہیں۔

کشف و کرامات☆: گاجان میں ایک نہر کافی مدت سے خشک پڑی تھی، لوگ آپ کے پاس دعا کے لئے حاضر ہوئے، آپ نے نہر سے کچھ فاصلے پر ایک کچی کوٹھی تعمیر کروائی، جس میں آپ چالیس روز تک چلہ کشی فرماتے رہے، چالیس روز کے بعد بارگاہ

خداوندی میں دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے، دعا سے فارغ ہو کر نہر میں چاقو مارا تو نہر میں پانی جاری ہو گیا۔

کرامت نمبر۲☆: علاقہ میں خشک سالی کے باعث انسان اور مویشی بھوکوں مر رہے تھے، لوگوں نے آپ سے دعا کے لئے درخواست کی تو آپ نے بارگاہ خداوندی میں ہاتھ بلند کیے، بس پھر کیا تھا اس کے بعد اس قدر شدید بارش ہوئی کہ پل بھر میں پورا علاقہ جل تھل ہو گیا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۲۴ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ بمطابق 1972ء میں ہوا، مزار پُرانوار ڈھاڈر ضلع کچھی صوبہ بلوچستان میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کا سالانہ عرس مبارک 22-23 مارچ کو ہر سال آپ کے دربار پر منایا جاتا ہے جس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ حاضری دے کر منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت اسد الرحمٰن قدسی چشتی قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: نازش اہل ھدیٰ رہبر کاملاں، پیشوائے عارفاں مطلع سالکاں، مقطع عاشقاں، حضرت پیر طریقت اسد الرحمٰن قدسی چشتی قلندر رحمتہ اللہ علیہ منبع علم وعرفان ہیں۔

آپ بھوپال شریف انڈیا بھارت کے رہنے والے اور ایک علمی وروحانی گھرانے کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ کی ولادت با سعادت ۱۲ رجب المرجب شریف ۱۳۱۱ھ بمطابق ۱۸۹۳ء کو صبح کے وقت ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ ولادت سے قبل میں محو خواب تھی کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے صبح کا ستارہ ٹوٹ کر میری جھولی میں آ کر گر گیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ گھبرا کر بیدار ہوئی تو اسی وقت آپ کی ولادت باسعادت ہوگئی۔ مجھے دوران زچگی عام عورتوں کی طرح نہ ہی کوئی تکلیف ہوئی اور نہ ہی کوئی پریشانی ولادت کے بعد دوسال تک آپ نہ روئے نہ ہنسے اور نہ ہی بولے۔ اہل خاندان اس کیفیت سے سخت پریشان تھے کہ آخر ماجرہ کیا ہے۔

جب آپ پورے دو برس کے ہوگئے تو پندرہ شعبان المعظم کی رات آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو اپنے مصلے کے قریب ہی سلا دیا اور خود نوافل پڑھنے لگیں نصف شب گزرنے کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ آپ اپنی انگشت شہادت آسمان کی جانب کئے ہوئے ہیں اور زبان سے کچھ فرما رہے تھے اس روز کے بعد آپ نے کلام کرنا بھی شروع کر دیا۔

نام نامی اسم گرامی ☆: آپ کا نام نامی اسم گرامی آپ کے والد بزرگوار نے اسد الرحمٰن اس وجہ سے رکھا تھا کہ ۱۲ رجب المرجب حضرت مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولادت باسعادت کا دن ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ نام نامی اسم گرامی آقائے نامدار تاجدار مدینہ ﷺ نے رکھا تھا۔ اس وجہ سے آپ کا نام نامی اسم گرامی اسد الرحمٰن قدسی رکھا گیا جبکہ لقب آپ کا حبیب الاولیاء حضرت شیخ المشائخ شاہ محمد سلیمان پھلواری چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے رکھا تھا۔ مدرسہ دیوبند کے مولوی اشرف علی تھانوی نے آپ کو "ولی اشرف" کا خطاب دیا تھا۔ اور واقعی آپ ولی اشرف اور حبیب الاولیاء ہی ہیں۔

تعلیم وتربیت ☆: جب آپ کی عمر شریف ۴ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ جو کہ حافظہ قرآن تھیں نے آپ کو قرآن عظیم پڑھانا شروع کیا۔ آپ نے دوسال میں قرآن پاک مکمل کر لیا، جس روز آپ نے قرآن کریم مکمل ختم کیا تو آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب میں دیکھا کہ آپ نبی کریم ﷺ کے سامنے رحل پر قرآن کھولے ہوئے ہیں اور حضور کریم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کو قرآن پاک پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے ایک بڑا تھیلا آپ کو دیا جس میں اخروٹ کے برابر کوئی چیز عنایت فرمائی۔

سیرت وکردار☆: آپ چونکہ مادرزادولی تھے۔ بچپن ہی میں ولایت کے آثار نظر آنا شروع ہو گئے تھے۔ عام بچوں سے الگ تھلگ رہتے کبھی کھیل کود میں حصہ نہ لیتے بلکہ ہمہ وقت اپنی مستی میں مست رہتے نگاہوں میں حسن رسول ﷺ کا جلوہ سینے میں عشق مصطفی ﷺ کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا تھا۔ اخلاق محمدی کا مکمل نمونہ اور ہروقت شریعت مطہرہ کی پاسداری فرماتے۔ آپ انتہائی درجہ کے متقی اور پرہیزگار، عبادت گزار تھے۔ نماز پنجگانہ کا خصوصیت سے اہتمام فرماتے تھے۔ تمام زندگی میں خلاف شریعت وطریقت کوئی کام نہ کیا اگرچہ آپ قلندرانہ وضع قطع کے مالک تھے مگر پابند شریعت وطریقت رہے۔ بناوٹ تصنع ریا کاری سے پرہیز فرماتے ہروقت یادخدا میں مستغرق رہتے، سخاوت کا عالم یہ تھا کہ جو کچھ بھی پاس ہوتا وہ خدا کی مخلوق میں تقسیم فرمادیتے، آنے والے، ہرعقیدت مند کی خوب تواضع اور دلجوئی فرماتے۔ طریقت میں نسبت اویسی رکھتے تھے۔ مگر چہرہ انور کے جلال اور لباس ظاہریہ سے قلندرانہ صفات کے مظہراتم نظر آتے تھے۔ آپ کے چہرہ پر اس قدر جلال تھا اور آنکھوں میں ایسی مستانہ وار کیفیت تھی کہ کسی شخص کو آپ سے آنکھ ملانے کی جرات ہ ہوتی تھی۔

جس جس نے بھی آپ کے رخ زیبا کو دیکھا وہ آپ ہی کا ہو کر رہ گیا آپ کے چہرے کی زیارت کرنے والا یہ بات کہنے پر مجبور ہو جاتا تھا کہ آپ قرون اولیٰ کی یادگار ہیں۔ آپ کے پاس جنات بھی آتے تھے جو کہ غالباً آپ کے مرید تھے۔ اور بعد از وصال باکمال اہل دل اور اہل نظر نے دیکھا ہے کہ جنات آپ کے مزار پرانوار پر بھی حاضری دیتے ہیں۔ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ گلاب کے پھول اکثر اپنے سامنے رکھ لیتے اور اپنی قمیض کے بٹنوں میں لگاتے اور فرماتے کہ یہ پھول جب تک سرسبز وشاداب رہیں گے یہ میرے خدا کا ذکر کرتے رہیں گے۔ اس لئے اپنے پاس سے نہ ہٹاؤں گا۔

ہجرت اور نقل مکانی☆: آپ کی ولادت باسعادت بھوپال انڈیا بھارت میں ہوئی جبکہ وہاں سے ہجرت فرما کر موضع بھون کلر کہار روڈ تحصیل وضلع چکوال کو آپ نے رشد وہدایت کا مرجع بنایا اور تادم آخر وہیں پر قیام پذیر رہے۔

طریقت فیض رحمانیہ☆: طریقہ فیض رحمانیہ قلندریہ حضرت امام جعفر علیہ السلام سے چلا آرہا ہے۔ قلندری ایسی نسبت طریقت ہے جو رسول کریم ﷺ کے توسل سے بندے کو خدا پاک سے ملا کر مقام رضا تک پہنچادیتی ہے اور اس کی حقیقت کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ آپ کو یہ نعمت عظمیٰ معراج شریف کی رات کو نصیب ہوئی تھی۔

بیعت وخلافت☆: آپ ابتداء میں اپنے والد گرامی جناب مولانا حبیب الرحمٰن شاہ بن شاہ نجف علی کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہیں سے خرقہ خلافت بھی حاصل تھا۔ بعد میں شاہ محمد سلیمان پھلواری چشتی رحمتہ اللہ علیہ سے سلاسل اربعہ میں خلافت حاصل کی۔ اسی طرح انہیں مصر وممالک مغربیہ کے شیخ المشائخ سید المصطفیٰ رحمتہ اللہ علیہ سے مغربی سلاسل طریقت بکتاشیہ، ملویہ، رفاعیہ وشاذلیہ وغیرہ میں اجازت بیعت حاصل کی۔ ۱۹۴۰ء بمطابق ۱۳۵۹ھ کے سفر حج میں سید حمزہ رفاعی شیخ مدینہ سے بھی آپ نے اکتساب فیض کیا تھا۔ برصغیر کے اہل علم سے آپ کے مخلصانہ روابط تھے مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے آپ کو "ولی الاشرف" کا خطاب دیا تھا۔ اسی طرح حضرت شاہ محمد سلیمان پھلواری چشتی نے آپ کو "حبیب الاولیاء" کا لقب عطا کیا تھا۔ جن دنوں علامہ محمد اقبال شاعر مشرق رحمتہ اللہ علیہ لاہوری آپ سے ملنے کے لئے آپ کے آستانہ پاک بھوپال "ثمرستان عبید" حاضر ہوئے تھے تو اس موقعہ پر

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے حسب ذیل قطعہ پڑھا تھا۔

چشمہ فیض تشنہ لب کے لئے
مرکز رُشد بہر اہل صفا
کوئی سمجھے تو ہے مقام قدس
آستانہ جناب قدسی کا

ایک روایت کے مطابق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ''شکوہ'' لکھنے کے بعد ''جواب شکوہ'' قدسی صاحب کی تحریک اور ان کی خواہش کے احترام میں لکھا تھا۔

آپ کی علمی اور تحریری خدمات ☆: آپ بلند پایہ صوفی عالم صاحب کمال درویش صاحب علم عرفان اور قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ نے کم و بیش ۳۰ کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔

جن میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں۔ ☆علم بیان، تصوف ☆ صراط مستقیم ☆علم و عرفان ☆ اطمینان قلب ☆ الحبیب ☆ نامہ قدسی کشکول قلندری ☆ نقوش ماضی ☆ منہاج المبین ☆ جہاں نما ☆ لطائف سبحانی ☆ نعمت عظمیٰ ☆ شرعۃ المتین صحیح ترین احادیث شریفہ کا فہم سلیس ترجمہ ☆ نغمات (مجموعہ کلام) ☆ رباعیات قدسی (مجموعہ کلام) آپ کے کلام میں تغزل اور زبان و بیان کی پاکیزگی پائی جاتی ہے۔ آپ نے زیادہ تر کتابیں اور تحریرات تصوف پر لکھی ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۷۷ء بمطابق ۱۲ ذالحج ۱۳۹۷ھ کو ہوا۔ مزار فیض آثار موضع بھون چکوال شہر سے ۱۵ کلومیٹر دور سرگودھا کلر کہار روڈ تحصیل و ضلع چکوال میں مرجع خاص و عام ہے۔

فقیر راقم الحروف کو ۱۹۸۰ء سے بارہا آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ صوفی اللہ رکھا شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی مادرزاد، قلندر مست الست، عارف باللہ، مالک مقام فنا فی اللہ و فنا فی المرشد حضرت خواجہ صوفی اللہ رکھا شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ آپ مشرب تجرید و تفرید کے سرِ دفتر ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت بمقام رانجھوڑی تحصیل سانبہ ضلع جموں و کشمیر کے ایک معزز خدایاد بزرگ صوفی تاج محمد کے گھر ہوئی۔ ابھی آپ کی عمر عزیز چالیس دن کی ہوئی تھی کہ ایک بزرگ سبز پیراہن اور سبز دستار میں ملبوس آپ کے گھر تشریف لائے اور آپ کی والدہ ماجدہ مائی فضل بی بی سے فرمایا کہ مجھے ندائے غیبی آئی ہے اس نومولود کی حفاظت کی ذمہ داری خداوند قدوس نے اپنے ہاتھ میں لے رکھی ہے اور یہ اپنے زمانے کے قطب ہونگے۔

جب آپ سن شعور کو پہنچے تو آپ کی حرکات و سکنات کو دیکھ کر گھر والوں کو گمان گزرا کہ شاید آپ پر جنات کا اثر ہے، اس ضمن میں ایک بزرگ حضرت پیر فیروز علی شاہ کو بلوایا گیا، وہ چونکہ بہت بڑے عامل تھے، مگر کامل نہ تھے۔ عینی شاہدین کے مطابق جب عامل نے اپنا عمل شروع کیا تو آپ نے اس پر اپنی روحانی توجہ فرمائی، جس کے باعث اس کا بچھایا ہوا بست جل کر خاک ہو گیا، اور وہ آپ کا گرویدہ ہو کے رہ گیا۔

آپ کی اس کرامت کا چرچا پورے علاقہ میں دور دور تک پھیل گیا، اور لوگوں کا ایک ہجوم آپ کی طرف رجوع کرنے لگا۔

آپ بچپن ہی سے بزرگان دین کے مزارات پر حاضری کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں بعض مرتبہ دور دور تک نکل جایا کرتے تھے، آپ کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ بڑے بڑے جوان مرد آپ کا پیچھا کرتے مگر آپ تک رسائی نہ کر سکتے تھے۔

خواب میں ایک بزرگ کی زیارت ☆: ابھی آپ کی عمر عزیز صرف نو دس برس کی تھی کے خواب میں ایک مرد کامل ولی اللہ کی زیارت ہونا شروع ہو گئی۔ آپ نے اس بزرگ ہستی کی ظاہری علامات و زیارت کے لئے بہت سے درباروں پر حاضری دی، ایک دن ضلع کٹھوعہ کی سر بفلک چوٹی پر ایک ولی کامل کے مزار مبارک پر حاضری دی تو وہاں موجود دربار کے خادم سے خواب میں آنے والے بزرگ کا حلیہ بیان کر کے پتہ پوچھا تو اُس نے بتایا ابھی تو رات کا وقت ہے، صبح کو مطلوبہ بزرگ کے بارے میں کچھ بتا سکوں گا۔

صبح ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ جو حلیہ خواب میں آنے والے بزرگ کا آپ بیان فرما رہے ہیں، یہ تو حضرت امیر ملت پیر سید

جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ کا ہے، لہٰذا آپ علی پور شریف ضلع نارروال تشریف لے جائیں۔

حضرت امیر ملت محدث علی پوری کی خدمت میں حاضری ☆: تقریباً بارہ برس کی عمر میں آپ وہاں سے پیدل چلتے ہوئے ضلع نارووال کی معروف روحانی بستی علی پور شریف میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت امیر ملت سے مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا تو امیر ملت نے میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر فرمایا کہ ہم کافی عرصہ سے تمہارے انتظار میں ہیں آخر آپ آ ہی گئے۔

حضرت امیر ملت نے پہلی ملاقات میں ہی آپ کی تہجد کے وقت کی نماز کے لئے وضو کرانے کی ڈیوٹی لگادی، پھر کافی عرصہ تک آپ حضرت امیر ملت کو صبح تہجد کی نماز کے لئے وضو کراتے رہے، جب امیر ملت تہجد کی نماز ادا فرماتے تو آپ کو بھی حکم دے کر تہجد پڑھواتے، پھر تہجد کا یہ معمول بارہ برس کی عمر سے تاحیات جاری رہا۔

حضرت امیر ملت آپ کو اکثر مصائب پر صبر کرنے کی تلقین فرماتے اور خدا کی یاد میں زندگی گزارنے کی تلقین فرماتے تھے، حضرت امیر ملت نے اپنے وصال سے قبل آپ کو اپنا قلم دان عنایت فرمایا تھا۔ حضرت امیر ملت کے وصال کے بعد آپ کچھ عرصہ ان کے مزار پُرانوار پر محو عبادت رہے، بعد ازاں اپنے عزیزوں کے ہاں چک شاہو تشریف لے آئے۔

۱۹۷۰ء کی ایک رات اپنے عزیز و اقارب سے محو گفتگو رہے۔ بعد ازاں کچھ دیر آرام کی غرض سے لیٹ گئے تو حضرت امیر ملت خواب میں نظر آئے اور آپ کے سرہانے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ ''ساری عمر تمہیں فقیر بناتا رہا، اب تاجر بن بیٹھے ہو۔'' آپ نے عرض کی کہ میں تجارت بھی آپ ہی کے حکم سے کر رہا ہوں۔

اس دوران حضرت امیر ملت مجھے لے کر بڑیلہ شریف ضلع گجرات کی خانقاہ میں لے گئے اور مجھے مکان کے اندر جانے والے راستے پر پہنچا دیا، اور خود میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

بڑیلہ شریف میں حاضری ☆: آپ فرماتے ہیں کہ میں صبح کو بیدار ہوا۔ اور تیار ہو کر بڑیلہ شریف گجرات کی جانب چل دیا۔ جب بڑیلہ شریف پہنچا تو پیر صاحب کے دکھائے ہوئے راستہ سے ہوتا ہوا مکان کے اندر پہنچا تو وہاں ایک برگزیدہ ہستی کو موجود پایا۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا۔

آؤ صوفی صاحب! تشریف لائیں، میں آپ کے انتظار میں ہوں، آپ کو یہ تو معلوم ہوگا کہ آپ کو یہاں تک پہنچانے والی مایۂ ناز ہستی خود آپ کو یہاں چھوڑ کر گئی ہے، یہ کہہ کر انہوں نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا، صوفی صاحب دکاندار اگر دکان کو تالا نہ لگائے تو اس کی دکان چور لوٹ کر لے جائیں گے۔ اس سے نقصان دکاندار کا ہوتا ہے، گاہک کا کیا بگڑتا ہے اُن کی بات سُن کر آپ سمجھ گئے کہ یہ اشارہ کس طرف ہے۔

یہ بزرگ ہستی حضرت خواجہ محمد حفیظ اللہ چشتی قادری سرکار بڑیلہ شریف ضلع گجرات اس کے بعد سرکار بڑیلہ شریف نے اپنے خادم خاص کو بلوا کر فرمایا کہ صوفی صاحب کے لئے چائے لے آئیں۔ آج ہم صوفی صاحب کو شراب محمدیؐ پلائیں گے، خادم چائے لایا تو

حضرت خواجہ حفیظ اللہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا صوفی صاحب یہ شراب محمدی کے جام ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے چائے کی انگت پیالیاں آپ کو پلائیں، چائے پینے کے بعد آپ کو اُونگھ آ گئی۔ اور دن دو بجے ہوش آئی۔ جونہی جوتے اُتارنے کے لئے اُٹھے تو حضرت خواجہ محمد حفیظ اللہ سرکار بڑیلہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا صوفی صاحب جوتے اُتارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں پاؤں میں ہی رہنے دیں۔ کیونکہ فرمان افضل ہوتا ہے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور خرقہ خلافت حضرت خواجہ محمد حفیظ اللہ چشتی قادری سرکار بڑیلہ شریف ضلع گجرات سے پاکر سرفراز ہوئے۔

مرشد کے حکم سے چک شاہو میں خانقاہ کا قیام ☆: آپ کو خرقہ خلافت عطا کرنے کے بعد حضرت خواجہ محمد حفیظ اللہ سرکار بڑیلہ شریف علیہ الرحمۃ نے روحانی تربیت کے لئے بیالیس دن بڑیلہ شریف میں قیام کا حکم دیا۔

روحانی تربیت مکمل کرنے کے بعد حضرت خواجہ محمد حفیظ اللہ علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا صوفی صاحب یہاں سے رخصت ہو کر آپ کو چک شاہو جانا ہوگا۔ چک شاہو سے اس دن واپس آنا جس دن ہم بلائیں گے۔ وہاں سے سیدھا میرے پاس بڑیلہ شریف آنا ہو گا۔ آپ کی گزر اوقات خورد ونوش پر نہیں صرف ایک چائے کی پیالی چوبیس گھنٹوں میں پینا ہوگی۔ اُلٹی چارپائی پر بیٹھنا ہوگا، لیٹنے کی اجازت نہیں، ہر ماہ کی ۹ تاریخ کو غوث الثقلین کی گیارہویں شریف کی نیاز دلایا کریں۔

آپ نے عرض کی حضور دعا فرمائیں کے مجھے اس کے لئے کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے، یہ سن کر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا صوفی صاحب میں نے بہت سے آدمیوں کو گیارہویں شریف کی اجازت دی ہے، مگر چونکہ تم نے اس فقیر سے اللہ کی رضا کی خاطر ناطہ جوڑا ہے تو میں اتنا کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ نے اس کے لئے کسی سے کچھ نہیں مانگنا، لیکن یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ اگر کوئی عقیدت مند نذر ر نیاز پیش کرے تو اس سے تین مرتبہ دریافت کر لینا کہ یہ رقم کس کے لئے دے رہا ہے۔ اگر وہ کہے کہ یہ گیارہویں شریف کے لئے ہیں تو اس کا تصرف گیارہویں پر ہی کرنا، کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہ کرنا۔ اگر کبھی کچھ بھی میسر نہ ہو تو پانی کے پیالے پر ہی ختم شریف پڑھ لینا، آپ کا کسی سے رشتہ نہیں ٹوٹے گا۔ بلکہ اللہ رب العزت سے رشتہ اور مضبوط ہوگا۔ وہی پانی بطور تبرک تقسیم کر دینا۔ اس کے بعد فرمایا کہ تمہاری مزید امانت حضرت خواجہ صوفی محمد نقیب اللہ چشتی قادری علیہ الرحمۃ کے پاس ہے آپ اُن کے پاس جا کر اپنی امانت وصول کر لیں۔

حضرت پیر سیّد محمد نقیب اللہ شاہ کی خدمت میں حاضری ☆: آپ حضرت خواجہ محمد حفیظ اللہ علیہ الرحمۃ کے فرمان کی تعمیل کی غرض سے حضرت خواجہ سیّد پیر محمد نقیب اللہ شاہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری کے لئے مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۷۲ء بروز بدھ گنجی چالار ضلع شیخوپورہ میں ان کے آستانہ عالیہ پر پہنچے تو مہمانوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔

ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ اعلان ہوا کہ حضرت صوفی اللہ رکھا شاہ جہاں کہیں بھی تشریف فرما ہیں ان کو حضرت صاحب بلا رہے

ہیں۔ یہ اعلان سن کر آپ اپنی جگہ بیٹھے رہے نہ جانے کوئی اور نہ ہو، دوسری مرتبہ پھر تیسری اور چوتھی مرتبہ یہی اعلان ہوا مگر آپ اپنے جگہ سے نہ ہلے، جب پانچویں مرتبہ یہ اعلان ہوا کہ حضرت صوفی اللہ رکھا شاہ چک شاہو شریف ڈاکخانہ بڈیانہ، تحصیل وضلع سیالکوٹ والے جہاں کہیں تشریف فرما ہیں آگے آجائیں حضرت خواجہ صاحب یاد فرما رہے ہیں، پھر چھٹی مرتبہ اسی طرح اعلان ہوا تو آپ مسند کی طرف آگے بڑھے۔

آپ خود فرماتے ہیں کہ مجھے دیکھتے ہی حضرت خواجہ پیر سیّد محمد نقیب اللہ شاہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا صوفی صاحب کیا آپ میری آزمائش کر رہے تھے، میں نے عرض کیا حضور آپ تو صوفی اللہ رکھا شاہ کو بلا رہے تھے، جبکہ میں تو صوفی اللہ رکھا ہوں، اور میں شاہ بھی نہیں ہوں۔

حضرت خواجہ سیّد محمد نقیب اللہ شاہ فرمایا، آپ کو ''شاہ'' میں کہتا ہوں، یہ ضروری نہیں کہ سیّد کے گھر میں پیدا ہو تو شاہ کہلائے گا، بلکہ اس کے لئے اعمال صالحہ اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی ضروری ہے اور یہ صفت آپ میں بدرجہ اتم موجود ہے، اس لئے آپ کو شاہ کہہ کر پکارا گیا تھا۔

اور تم تو کسی کے بھیجے ہوئے میرے پاس آئے ہو، اس کے بعد انہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر فضا میں بُلند کیا اور فرمایا کہ یہ صالح انسان کسی کا بھیجا ہوا میرے پاس آیا ہے۔

اس کے بعد حضرت نقیب اللہ شاہ نے دولت عرفان سے نواز کر آپ کو رخصت فرما دیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال گیارہ ذیعقد ۱۳۹۸ھ بمطابق ۱۴ اکتوبر ۱۹۷۸ء بروز ہفتہ رات ایک بجے آپ کا وصال باکمال ہوا۔ مزار پُر انوار چک شاہو شریف ڈاک خانہ بڈیانہ تحصیل وضلع سیالکوٹ میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ گیارہویں شریف کی محفل ہر ماہ انعقاد پذیر ہوتی ہے، جبکہ سالانہ عرس مبارک بھی نہایت عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔ آپ کے دربار کی تعمیر انتہائی خوبصورت انداز میں کی گئی ہے۔ دن ورات لنگر عام چلتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سائیں نور خان قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فقیر مست الست، غریق جام وحدت، مرد قلندر، ہمہ اوصاف یگانہ حضرت سائیں نور خان قلندر رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہترین درویش اور مرد باخدا گزرے ہیں۔

آپ انتہائی سیف زبان تھے۔ زبان سے جو فرماتے وہ ہو کے رہتا آپ کان اللہ وکان لہ کی عملی تفسیر تھے۔ ہزاروں افراد نے آپ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا اور ہزاروں کی تعداد میں مخلوق خدا نے آپ سے فیضان حاصل کیا۔ دن رات آپ کے پاس عقیدت مندان کا ہجوم لگا رہتا تھا۔ جیسا کہ میلے کا سماں ہو لنگر وسیع اور دراز تھا۔ آپ کے لنگر کا خرچ بے حساب تھا۔ مگر ظاہری اسباب نہ ہونے پر ہر شخص یہ کہتا تھا کہ یہ لنگر دست غیب سے چل رہا ہے۔

آپ کے حالات زندگی کی تفصیل کسی طرح بھی نہ مل سکی اور نہ ہی یہ معلوم ہو سکا کہ سلسلہ عالیہ کون سا تھا۔ صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ فتح جنگ کی معروف روحانی شخصیت حضرت حاضر حضور رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔ انہی سے اجازت وخلافت حاصل کی تھی اور آپ کی ظاہری وضع قطع اور اندازِ گفتگو قلندرانہ رنگ کی تھی۔

وصالِ باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال چودھویں صدی ہجری کو فتح جنگ میں ہوا مزار شریف موضع حطار نزد فتح جنگ شہر ضلع اٹک میں مرجع خاص وعام ہے جہاں سے آج بھی اہل عقیدت دامنوں کو گوہر مراد سے بھر کرلے جاتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت بابا سید فرزند علی نوری لعل قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ، مرشد زمانہ، مستغرق در بحرِ توحید و رسالت، فقیر مست الست حضرت بابا سید فرزند علی نوری لعل قلندر رحمتہ اللہ علیہ شاہباز میدان حقیقت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت موضع بانٹھ نزد کلیام شریف تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں ولی العصر حضرت بابا جی سید سخی سلطان احمد شاہ سرکار علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ کے والد بزرگوار دو بھائی تھے۔ ان دونوں بھائیوں کے مزارات موضع بانٹھ تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں ہیں۔ آج کل وہاں کے سجادہ نشین حضرت بابا فرزند علی نوری قلندر علیہ الرحمتہ کے چھوٹے فرزند پیر سید باوا شاہد حسین شاہ ہیں۔

آپ بچپن کے عالم میں اپنے نانا جان حضرت پیر سید مزمل شاہ زندہ ولی سرکار علیہ الرحمتہ کے پاس ان کے گاؤں رتالہ ہرن میرا روڈ نزد گلہ سٹاپ اسلام آباد میں تشریف لے آئے تھے۔ آپ کے نانا جان کو آپ سے بہت پیار تھا۔ اسی طرح آپ کو بھی اپنے نانا جان سید مزمل شاہ علیہ الرحمتہ سے سخت عقیدت و محبت تھی۔ آپ نے سلوک و طریقت کی تمام منازل اپنے نانا جان پیر سید مزمل شاہ علیہ الرحمتہ سے طے کیں۔

جب آپ کے نانا جان کا وصال ہوا تو آپ کے والد گرامی حضرت سخی سید سلطان احمد شاہ علیہ الرحمتہ ان کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ والد گرامی کے سجادہ نشین بننے کے بعد گھر کی تمام تر ذمہ داری آپ کے سر آ پڑی۔ آپ نے سلوک و طریقت کے ساتھ ساتھ گھریلو ذمہ داریوں کو بھی نبھایا۔ جب والد گرامی کا وصال با کمال ہوا تو آپ اپنے نانا اور پیر و مرشد کے دربار کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ اس دوران آپ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ جس کی وجہ سے بچوں کی تربیت و تعلیم کا تمام بوجھ آپ پر آن پڑا۔ جسے آپ نے بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ جب آپ کے بچے جوان ہو گئے۔ تو آپ نے دنیاوی معاملات سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور مکمل طور پر دنیا سے کٹ کر اپنا ڈیرہ جنگل میں لگا لیا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ میں نے جنگل کو منگل بنانا ہے۔

آگ میں چلہ کشی ☆: آپ نے ایک بند کمرے میں آگ پر ۴۵ دن کی چلہ کشی کی۔ چلہ پورا ہوا تو لوگ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ کے جسم مبارک پر جو کپڑے اور چادر اور کمرے میں موجود کمبل اور گودڑی مکمل طور پر محفوظ اور موجود ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے کھلے میدان میں آگ جلائی اور خود آگ میں کھڑے ہو گئے۔ موقع پر موجود مخلوق خدا نے دیکھا کہ آگ میں سے صرف ایک ہاتھ تلوار والا نظر آ رہا تھا۔ اس وقت آپ کے لاتعداد عقیدتمندوں کے علاوہ آپ کے چھوٹے صاحبزادے باوا

سید شاہد حسین بھی موجود تھے۔ آپ تھوڑی دیر کے بعد آگ کے الاؤ سے باہر تشریف لائے تو تمام حاضرین نے دیکھا کہ آپ کے جسم اور کپڑے پانی میں بھیگے ہوئے تھے اور کپڑوں سے پانی نچڑ رہا تھا۔ حالانکہ آپ آگ کے الاؤ سے باہر تشریف لائے تھے، نہ کہ پانی سے۔ تمام حیران و ششدر رہ گئے۔

یہ آپ کا فقر کی منزل شروع کرنے سے قبل آگ میں غسل تھا۔ اس کے بعد منزل تصوف و فقر کا آغاز ہو گیا۔ اس کے بعد آپ اپنے حجرے سے باہر آ گئے اور ایک خیمہ لگا کر اس میں پانچ برس تک محو عبادت و ریاضت رہے۔ منزل کے اختتام پر آپ خیمے سے باہر تشریف لائے۔

آپ تنہائی پسند تھے۔ کسی بھی شخص کو پانچ منٹ سے زیادہ اپنے قریب نہ بٹھاتے تھے۔ آنے والے عقیدتمندان سے فرماتے کیوں آئے ہو۔ ہم تو پہلے ہی قبر کی منزل میں پڑے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹروں کے پاس جاؤ۔
آنے والے عقیدتمند آپ کی بات سن کر پریشان ہو جاتے تھے۔ ان کی پریشانی دیکھ کر فرماتے بیٹا اگر آ ہی گئے ہو تو ہم تمہیں خالی نہیں بھیجیں گے۔

آپ چودہ برس تک ایک ہی مقام پر رہے۔ اس دوران کبھی غسل کی حاجت نہ محسوس ہوئی۔ مگر ہمیشہ طہارت و پاکیزگی آپ کا شعار رہا ہے۔

ان چودہ برس میں آپ کی غذا یا خوراک دن میں صرف ایک مرتبہ ایک چائے کی پیالی رہی۔ پانی قطعاً نہیں پیا۔ چہرہ مبارک سے نوری کرنیں پھوٹتی نظر آتی تھیں۔ کوئی بھی شخص آپ کے چہرہ مبارک کی طرف نظر بھر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جسم پر کالا لباس ہوتا تھا۔ آپ کا علم سمندر کی طرح تھا۔ بڑے بڑے دقیق مسئلے آن واحد میں حل فرما دیتے تھے۔ خدا نے آپ کو علم لدنی کی دولت سے مالا مال کیا ہوا تھا۔
آپ اپنے پاس آنے والے کے دل کی بات سے پہلے مطلع ہو جاتے تھے۔ اور اس کے بیان کرنے سے پہلے خود اس کا مسئلہ اور اس کا حل بتا دیا کرتے تھے۔

کرامت☆: ایک دفعہ آپ کے پاس تین چار مستورات آئیں۔ پہلے تو انہوں نے لنگر خانے کے مٹکے پانی سے بھرے پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ ان میں ایک عورت جو پہلے بھی آتی تھی۔ آپ اسے بیٹا کہہ کر بلاتے تھے۔ اس نے آپ سرکار کی خدمت میں عرض کیا۔ سرکار آپ مجھے بیٹا کہہ کر بلاتے ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ مجھے بیٹی سے بیٹا ہی بنا دیں۔ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ ٹھیک ایک ماہ کے بعد وہ لڑکی لڑکا بن گئی۔ جسے دیکھ کر دنیا اور خود اس لڑکے کے گھر والے حیران رہ گئے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال چودھویں صدی ہجری کے آخر میں ہوا۔
مزار پُرانوار رتالہ شریف ہرن میرا روڈ نزد مارگلہ سٹاپ اسلام آباد میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت بابا محمد رمضان المعروف بابا ولی شیر قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فقیر مست الست، ہمہ صفت قلندرانہ، مجذوب وعارف کامل حضرت بابا محمد رمضان المعروف بابا ولی شیر قلندر رحمتہ اللہ علیہ ہمہ صفت موصوف ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت گجر قوم کے ایک معزز فرد کے گھر لدھیانہ مشرقی پنجاب انڈیا میں ہوئی۔

قیام پاکستان کے بعد 1947ء میں انڈیا سے پاکستان معروف شہر گوجرہ ضلع فیصل آباد چک نمبر 299 میں تشریف لائے نوجوانی کا عالم تھا گھر کے کام کاج کو خیرباد کہہ کر یاد خدا میں مست الست ہو گئے، تمام عمر مجرد گزاری، آپ پر مجذوبیت کا غلبہ طاری تھا، ولایت میں بلند درجہ حاصل تھا، قلندرانہ روش میں تمام عمر بسر کر دی سر اور پاؤں سے ننگے صرف تہبند باندھتے تھے، دنیاداری اور اہل دنیا سے سخت نفرت تھی آپ کو حضرت سائیں علم دین قادری علیہ الرحمتہ سے حد درجہ کا پیار اور عقیدت ومحبت تھی جبکہ حضرت سائیں علم دین قادری بھی آپ سے بہت پیار کرتے اور آپ کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔ آپ اکثر وبیشتر حضرت سائیں علم دین کے کھیتوں میں ان کے ڈیرے پر تشریف لے آتے اور کئی دن تک قیام پذیر رہے تھے۔ آپ کا یہ مستقبل معمول تھا کہ اگر کسی جگہ قیام کیا چاہے وہ کھیت ہو کھلیان ہو، شہر ہو یا دیہات ہو، جنگل بیابان ہی کیوں نہ ہو، آپ کئی کئی ہفتے بلکہ مہینوں اسی جگہ پر قیام پذیر رہے تھے۔ آپ کی زندگی کا زیادہ تر حصہ گوجرہ شہر کی گلیوں میں گزرا ہے ایک مرتبہ سائیں علم دین رات کے وقت آپ کے لئے کھانا لے کر گئے، سردی بہت تھی، ان دنوں آپ کا قیام گوجرہ شہر اور چک ج۔ب 298 کے درمیان ایک ویران بھٹے پر تھا۔ آپ چونکہ کھانا بہت آہستہ آہستہ کھاتے تھے، حضرت سائیں علم دین قادری علیہ الرحمتہ نے آپ سے فرمایا تھا کہ جلدی جلدی کھاؤ مجھے سردی لگ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا سائیں جی میرے قریب آ کر بیٹھ جاؤ، جب سائیں علم دین قادری صاحب جب آپ قریب بیٹھے تو چند ہی لمحوں میں پورا جسم پسینے سے شرابور ہو گیا جبکہ اس سے پہلے سردی کی وجہ سے جسم کانپ رہا تھا۔ آپ آخری ایام میں مقام ابدالیت پر فائز المرام ہو چکے تھے، علاقہ بھر کے تمام اولیائے کرام کی ڈیوٹیاں لگایا کرتے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 1405ھ بمطابق 20 نومبر 1984ء کو ہوا، مزار پرانوار چک ج۔ب 294 گوجرہ ضلع فیصل آباد میں مرجع خاص وعام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کا سالانہ عرس آپ کے مزار پر ہر سال ماہ نومبر میں منایا جاتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید میراں عظمت حسین شاہ گیلانی قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عمدۃ الکاملین، امام العارفین، برہان الواصلین، قلندر زمانہ، فخر السادات حضرت میراں سید عظمت حسین شاہ گیلانی المعروف ننگا بابا جی رحمتہ اللہ علیہ وادی لولاب شریف سری نگر جموں کشمیر میں ریٹائرڈ میجر جناب سید دلدار بہادر شاہ الحسنی والحسینی کے گھر آپ کی ولادت ہوئی۔

آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت غوث الاعظم میر میراں پیر پیراں محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا عبد القادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کی مادری زبان کشمیری تھی۔ لیکن آپ اردو، فارسی، عربی، پشتو اور انگلش کے علاوہ دیگر زبانیں بھی بول لیتے تھے۔

آپ کے بچپن کا واقعہ ☆: آپ مادر زاد ولی ہیں۔ بچپن ہی سے ولایت کے آثار نمایاں تھے۔ ابھی آپ کی عمر عزیز صرف ساڑھے تین برس کی تھی کہ ایک بزرگ جن کا نام لسا بابا تھا۔ مقامی آبادی کے لوگ انہیں سامتو بھی کہتے تھے وہ آپ کے گھر آئے اور آپ کی والدہ ماجدہ سے فرمانے لگے کہ سید میراں عظمت حسین اللہ جل شانہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈیوٹی کے لئے ہیں۔ اس لئے ان کو ہمارے حوالے کر دو۔

چنانچہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو غسل دیا نئے کپڑے پہنائے آنکھوں میں سرمہ لگایا اور خوب بنا سنوار کر تیار کر کے اللہ پاک کی رضا پر راضی رہتے ہوئے اپنے نور نظر کو لسا بابا رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے کر دیا۔ وہ فقیر آپ کو لے کر پرانی تحصیل کوٹلی ستیاں اور موجودہ تحصیل کہوٹہ کی یونین کونسل نڑھ کی بلند و بالا پہاڑی پر واقع پنج پیر کی بیٹھک کے ساتھ بلکہ اس کے پہلو میں واقع ایک غار میں آپ کو چھوڑ دیا۔

آپ بذات خود فرماتے ہیں اس غار میں قیام کے دوران مجھے مٹی کے دو برتن ملے۔ ان دونوں برتنوں سے مجھے روزانہ ایک میں سے دودھ اور دوسرے سے فروٹ غیبی طور پر ملتا رہا۔ اور مزید لطف کی بات یہ کہ سردی کے موسم میں گرمی کا فروٹ اور گرمی کے موسم میں سردی کا فروٹ اور میوے ملا کرتے تھے۔ اسی جگہ پر آپ نے انتہائی خوفناک جنگل میں ایک گھنے درخت کے نیچے جہاں ٹھنڈے پانی کا چشمہ بھی ہے۔ وہاں پر بہت طویل چلہ کشی بھی کی۔ جہاں آپ نے چلہ کشی کی اس جگہ کے بارے میں مشہور ہے کہ اب بھی کوئی شخص اس جگہ سے لکڑی وغیرہ کسی درخت سے کاٹے یا مال مویشی چرائے تو اس کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

سیرت و کردار☆: آپ جس قدر ظاہری طور پر حسین و جمیل اور خوبصورت تھے۔ اسی طرح آپ کی پوری زندگی بھی بہت خوبصورت با کردار گزری ہے۔ آپ کی ظاہری حیات مبارکہ کا ایک ایک پہلو نہایت ہی حسین و جمیل اور قابل تقلید ہے۔ آپ انتہا درجہ کے مہمان نواز تھے۔ اپنے آباؤ اجداد کی طرح اپنے دروازے پر آنے والے کو کبھی خالی نہ لوٹاتے مہمان کی مہمان نوازی بذات خود فرماتے اور دل کھول کر اس کی خدمت و خاطر تواضع فرماتے۔ آپ کے پاس ہر مذہب و مسلک کے افراد اپنی حاجات کے لئے آتے تھے۔ آپ سب کی خدمت کرتے اور اچھی طرح اس کی ضرورت پوری فرماتے۔ آپ اپنے پاس ہر آنے والے کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت دیتے اور دین اسلام کے احکام پورا کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اسی طرح حقوق والدین کو پورا کرنے پر بہت زور دیتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کا ایک خادم اپنے ماں باپ سے کسی بات پر ناراض ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کے لئے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ ابھی میرے پاس سے واپس چلا جا۔ پہلے اپنے ماں باپ کو راضی کر پھر میرے پاس آ اس کے بعد دعا کروں گا۔

آپ میں عاجزی کمال درجہ کی تھی۔ سادگی اس قدر تھی کہ آپ مٹی کے برتن میں کھانا پسند فرماتے اور اپنے مہمانوں کے لئے اچھے قیمتی برتن منگواتے تھے۔ آپ سادہ سی غذا پسند کرتے جبکہ مہمانوں کے لئے طرح طرح کی نعمتیں پکواتے۔ آپ کی طبیعت میں تکبر و غرور فخر اور بناوٹ کا شائبہ تک نہ تھا انتہائی مسکینی کی حالت میں رہتے۔ مگر باوجود اس کے آپ کے چہرے پر رعب و دبدبہ اس قدر تھا کہ بڑے سے بڑے عہدہ کا مالک اور جابر قسم کا شخص بھی سامنے آتے ہی سہم جاتا اور آنکھ ملانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ آپ کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔ خلوت ہو یا جلوت آپ کا کردار ایک جیسا ہی رہا توکل و قناعت پسندی آپ کا خصوصی شعار رہا۔

آپ کی ذات اور عشق رسول ﷺ☆: آپ فنافی الرسول کے مقام پر فائز تھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے عشق کو اپنے لئے سرمایہ حیات تصور فرماتے تھے۔ آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ یا گوشہ ایسا نہیں جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ گزرا ہو۔ آپ اپنے پاس آنے والے مریدین و عقیدت مندان کو بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا درس دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر خدا پاک کا قرب چاہتے ہو اور خدا پاک کی رضا چاہتے ہو تو پھر خدا پاک کے محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کو جزو ایمان بنا لو۔

اگر کوئی نعت خوان آپ کے سامنے حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نعت پڑھتا تو آپ اسے انعام و اکرام سے نواز کر مالا مال کر دیتے اور نعت سنتے ہوئے بذات خود آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ جاتیں اور اشکوں کا سیلاب اُمڈ آتا۔

جب ربیع الاول کا مہینہ آتا تو آپ خوشی سے جھوم جاتے۔ آپ کے چہرے پر اس قدر رونق آ جاتی کہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے لگتا۔ بارہ ربیع الاول شریف کی رات کو آپ کے آستانہ عالیہ کی طرف آنے والے تمام راستے سجوا دیئے جاتے تھے۔ بارہ ربیع الاول شریف کی صبح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آپ اپنے تمام مریدین کے ہمراہ صلوٰۃ و سلام پیش فرماتے پھر لنگر تقسیم کرنے کے بعد جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاپیادہ قیادت فرماتے۔ بارہ ربیع الاول شریف کے جلوس کے موقع پر تمام دن

صبح سے شام تک پاپیادہ رہتے پورے شہر میں آپ کے جلوس کی بہت دھوم تھی۔ لوگ آپ کے قافلے کا انتظار کرتے تھے۔ دوران جلوس لوگ از راہ عقیدت آپ کے ہاتھ چومتے اور دعائیں کراتے۔

آپ بذات خود بھی کبھی کبھی ذوق ومستی کے عالم میں اپنے قلم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نعت لکھتے تھے۔ آپ کا زیادہ تر کلام نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھے۔ ایک مرتبہ آپ غسل کے لئے چلے گئے تو ایک خادم نے آپ کے کمرے کی صفائی کرنے کے لئے کمرے کا سامان باہر نکالا۔ اس کمرے میں سنگ مرمر کا ایک پتھر بھی تھا۔ جس پر کملی والے آقا نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی مبارک کندہ تھا۔ اس خادم سے وہ پتھر کا ٹکڑا بے احتیاطی کی بنا پر ٹوٹ گیا۔ اس نے اسے اٹھا کر آپ کے کمرے سے کافی دور ایک جگہ پر رکھ دیا۔

صفائی مکمل ہوئی تو آپ تشریف لے آئے۔ رات گزری صبح سویرے ناشتے کا وقت تھا تمام احباب ناشتہ کی تیاری میں مصروف تھے کہ آپ نے سب کو طلب کر لیا اور غصے کے عالم میں فرمایا کہ میرے کمرے میں سنگ مرمر کا جو پتھر تھا وہ کہاں ہے لاؤ میرے سامنے کرو۔ پھر وجدانی کیفیت میں فرمایا کہ آج رات مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی وہ مجھ سے پتھر کی بابت دریافت فرما رہے تھے۔ جاؤ مجھے وہ پتھر لا کر دو چاہے جہاں سے مرضی لاؤ۔ جس آدمی سے وہ پتھر ٹوٹا تھا آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بتاؤ وہ پتھر توڑ کر کہاں رکھا ہے۔ ابھی لے کر آؤ جب تک وہ ٹوٹا ہوا پتھر مجھے لا کر نہیں دو گے مجھے سکون نہیں ملے گا۔ آپ کا فرمان سن کر وہ شخص گیا اور پتھر کے تمام ٹکڑے لا کر آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ پتھر کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے دیکھ کر آپ اس شخص پر بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔

دربار رسالت میں حاضری ☆: ایک مرتبہ آپ کے مریدین کا قافلہ حج بیت اللہ کے لئے جانے لگا تو آپ نے خصوصی دعاؤں سے نواز کر رخصت کیا۔ لیکن جب آپ کے مریدین مدینہ منورہ پہنچے تو کیا دیکھا کہ آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پُر انوار کے پاس موجود ہیں۔ مریدین بہت حیران و پریشان ہوئے کہ باباجی کا تو حج کے لئے کوئی پروگرام نہ تھا۔ اگر آپ کا پروگرام ہوتا تو ہمیں ضرور بتاتے معلوم نہیں کہ آپ اچانک کس طرح تشریف لے آئے مریدین نے آپ کے قریب جا کر ملاقات کی کوشش کی تو آپ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

انہوں نے اس دوران کئی مرتبہ آپ کو مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دیکھا ملنے کی کوشش کرتے رہے مگر ملاقات نہ ہو سکی۔ حج کرنے کے بعد وہ مریدین ایئر پورٹ سے سیدھے آپ کے آستانہ عالیہ میں حاضر ہو کر خدمت میں پہنچے تو دیکھ کر حیرانگی میں اور اضافہ ہو گیا کہ آپ اپنے آستانہ میں تشریف فرما ہیں اور حسب معمول کام میں مصروف ہیں۔ دوستوں اور دیگر عقیدت مندان سے معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ سرکار تو یہیں پر تھے۔ ان دنوں کہیں بھی تشریف لے کر نہیں گئے۔ یہ بات سن کر تمام مریدین نے عرض کیا۔ حضور ہم نے آپ کو مدینہ شریف میں کئی بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہوئے دیکھا۔

آپ کی خصوصی دعا ☆: آپ جب بھی کسی مرید یا عقیدت مند کے لئے دعا فرماتے تو اللہ کریم کی بارگاہ میں حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے دعا فرماتے اور اپنے لئے ہمیشہ یہ دعا فرماتے کہ اے اللہ مجھے جب موت آئے تو ربیع الاول کے مہینے میں آئے تا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہینے سے نسبت قائم رہے۔

آپ کے معمولات ☆: آپ ہمہ وقت ذکر خدا اور ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں محو رہتے آنے والے مریدین کی خدمت و خاطر کے علاوہ ان کے روحانی اور دنیاوی پریشانیوں کے حل کے لئے انہیں تعویز عنایت فرماتے اور لوگوں سے فرماتے کہ اگر تم اپنی پریشانیوں سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو پیران پیر دستگیر غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہویں شریف کی نیاز دیا کرو۔

آپ ہر ماہ گیارہویں کا وسیع لنگر فرماتے اسی طرح سالانہ گیارہویں شریف بڑی دھوم دھام سے مناتے اور لنگر کا کھلا اہتمام فرماتے تھے۔

محرم کے مہینے میں حضرت سید الشہداء امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پر فتوح کے لئے وسیع لنگر کا انتظام کرتے۔ قرآن خوانی اور نعت خوانی کی تقاریب ہوتیں۔ بعد ازاں لنگر تقسیم کرواتے۔ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کو خصوصی محبت تھی۔ جب کبھی ان کا ذکر سنتے تو اشکوں کا سیلاب بہہ جاتا۔ پھوٹ پھوٹ کر روتے آپ کو اسی طرح حضرت سید عبداللطیف المعروف بری امام پاک سرکار رحمتہ اللہ علیہ سے بھی خصوصی نسبت اور قلبی لگاؤ تھا۔

ہر ماہ بری سرکار کے دربار میں حاضری دیتے وہاں جا کر چراغ روشن فرماتے اور کئی کئی گھنٹے کھڑے ہو کر دعائیں مانگتے۔ اپنے وصال باکمال سے قبل حضرت بری سرکار کے مزار پر انوار پر حاضری دی اور عرض کیا سرکار میری ظاہری زندگی میں یہ آپ کی خدمت میں آخری پھیرا ہے۔ میری حاضری قبول فرمائیں جس وقت حضرت بری امام سرکار کے مزار پر آپ یہ دعا مانگ رہے تھے۔ ہزاروں افراد آپ کی دعا میں شامل تھے۔ مگر کوئی شخص آپ کی بات کی گہرائی کو نہ پہنچ سکا۔ اس حاضری کے چار روز بعد آپ کا وصال باکمال ہو گیا تھا۔

اسی طرح آپ حضرت پیر شاہ غازی دمڑی والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے دربار گوہر بار میں بھی حاضری دیتے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضری بھی آپ کا معمول رہا ہے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر انوار سیہون شریف میں بھی اکثر و بیشتر حاضری دیا کرتے تھے۔

کشف و کرامات ☆: آپ کے ایک مرید جلال خان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ آپ کے ہمراہ آپ کے ایک مرید کے ہاں دعوت میں جا رہے تھے۔ دن کے بارہ بجے کا وقت تھا۔ ہم لوگ بساڑی جنگل آزاد کشمیر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے کچھ دیر آرام کرنے کے بعد فرمایا چلو چلتے ہیں۔ دیر ہو رہی ہے۔ جلال خان نے عرض کیا۔ حضور آپ میرے کاندھے پر سوار ہو جائیں میں آپ کو اٹھا کر چلتا ہوں تا کہ آپ تھک نہ جائیں۔

جلال خان کہتے ہیں کہ ابھی میں نے سرکار رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ بات عرض کی تھی کہ ایک دیو آ کر بیٹھ گیا اور سرکار سے عرض کرنے لگا۔ حضور آپ میرے کاندھے پر سوار ہو جائیں۔ میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں۔ آپ نے انگلی سے اشارہ کیا زبان سے کچھ بھی ارشاد نہ فرمایا تھا کہ وہ دیو وہاں سے غائب ہو گیا۔ ہم لوگ تو دیو کو دیکھتے ہی ڈر گئے تھے اس کے بعد ہمیں پشیمانی ہوئی۔ پھر میں نے سرکار کی خدمت میں معافی کی درخواست پیش کر کے معافی طلب کی۔ آپ ہنسنے لگے اور فرمایا کہ یہ دیو مجھے منزل تک چھوڑنے آیا تھا۔ لیکن

میں نے اسے واپس کر دیا۔ چونکہ میں نے تمہارے ساتھ ہی آگے جانا ہے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

کرامت نمبر ۲ ☆: حیدر خان مرحوم آپ کے مرید تھے وہ فرماتے ہیں کہ سرکار نے ہمارے گھر میں مچ بنا رکھا تھا۔ ایک دن آپ اپنے کمرے میں مچ کے پاس تشریف فرما تھے کہ ایک شیر آپ کی خدمت میں سلام پیش کرنے کے لئے آیا اور دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر شیر نے اپنی گردن جھکا کر آپ سرکار مچ کے پاس سے اٹھے دروازے کے پاس گئے شیر کے سر پر دست شفقت رکھا وہ آپ کے قدموں میں گر گیا۔ جب آپ واپس مچ کے کمرے میں آئے تو شیر بھی واپس چلا گیا۔

شیر کا یہ معمول روزانہ کا تھا۔ وہ ہر روز اسی طرح اسی انداز سے آتا جب تک سرکار مچ کے کمرے سے اٹھ کر دروازے پر جا کر اس کے سر پر ہاتھ نہ پھیرتے وہ واپس نہیں جاتا تھا۔ حالانکہ شیر سے پوری آبادی ڈرتی تھی۔ مگر آپ لاخوف علیہم کے مصداق بے فکر ہو کر اس کے پاس جاتے اور وہ بھی آپ کے قدموں میں سر نیاز جھکا دیتا تھا۔

کرامت نمبر ۳ ☆: مولانا محمد یوسف ثانی صاحب پلندری آزاد کشمیر کی جامع مسجد کے خطیب تھے اور ۲۳ سال کے طویل عرصے تک دار العلوم دیوبند میں پڑھتے رہے ان کے علم اور خطابت کا دور دور تک شہرہ تھا۔ پلندری کی جامع مسجد میں عرصہ دس سال تک خطیب رہے۔ جامع مسجد کی مغرب کی جانب تقریباً سو گز کے فاصلے پر احمد خان کا مکان ہے جس کے ساتھ تقریباً دس گز کے فاصلے پر مشرق کی جانب احمد خان کا ایک اور مکان ہے جس میں مہاجر عزیز موچی کشمیری رہتا تھا۔ جب کہ بابو شفیق ٹرک والا اور غلام محمد گھڑی ساز بھی اسی عزیز موچی کے ساتھ رہتے تھے۔ ان دنوں آپ عزیز کے گھر رہا کرتے تھے۔ آپ کے قیام کے زمانہ میں عزیز کے گھر میں لنگر پکتا اور مخلوق آتی۔ لنگر سے مستفیض ہوتی۔ جوں جوں آپ کے قیام کی مدت میں اضافہ ہوتا گیا آپ کی شہرت پورے علاقے میں پھیل چکی تھی۔ لوگوں کا اژدھام عزیز کے گھر میں جمع رہنے لگا۔

آپ کی خدمت میں جو بھی آتا وہ آپ کا ہی ہو کے رہ جاتا کچھ لوگوں نے جامع مسجد کے خطیب چونکہ دیوبند کے پڑھے ہوئے اور دیوبندی خیال کے تھے۔ ان سے کہا کہ عزیز کے گھر ایک اللہ کا ولی آیا ہے۔ خوب لنگر چل رہے ہیں۔ مخلوق کو فیض پہنچ رہا ہے ہر وقت نعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ مولوی محمد یوسف ثانی سے یہ سب کچھ برداشت نہ ہو سکا۔ چند طالب علم ہمراہ لئے اور عزیز کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور خود مولوی یوسف ثانی دیوار پھلانگ کر عزیز کے صحن میں کود پڑا۔ اس کا پروگرام یہ تھا کہ آپ کو پکڑ کر آپ پر حملہ کروں گا مگر قدرت خدا کی کہ مولوی یوسف ثانی جیسے ہی صحن سے کمرے میں داخل ہوئے تو آپ کے نوری چہرے پر جب نگاہ پڑی تو ثانی صاحب کا سارا علم سلب ہو گیا اور بدن میں بھی جان نہ رہی وہ فوراً بیٹھ گیا اور اپنے طلباء سے کہنے لگے کہ سید کی محفل ہے درود شریف پڑھو۔

آپ نے جلال بھرے عالم میں مولوی ثانی سے فرمایا کہ اندر کیوں آئے ہو اور کس نے تمہیں اندر آنے کی اجازت دی ہے؟ پھر مولوی ثانی سے پوچھا کہ بتاؤ کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے کی کون سے مذہب میں اجازت ہے۔ مولوی ثانی کے پاس آپ کے سوالوں کا کوئی جواب نہ تھا۔ پھر آپ نے مولوی ثانی سے فرمایا کہ کلمہ سناؤ۔ تو ثانی صاحب کلمہ بھی نہ سنا سکے اور آپ کے سامنے عاجز ہو گئے اور گریبان چاک کر کے دیوانہ وار جنگل کی راہ لی جب کہ لوگ مسجد میں مولوی صاحب کا انتظار کرتے رہے۔ اس

کے بعد مولوی نے پوری زندگی کے لئے مسجد کی امامت و خطابت کو خیر باد کہہ کر جنگل میں کافی وقت یاد خدا میں گزارا۔ آپ نے ان کو روحانی فیوض و برکات سے مالا مال کر دیا اور علم باطنی سے خدا نے اس قدر نوازا کہ مولوی یوسف ثانی صاحب اپنے وقت کے بہترین درویش ہو گزرے ہیں۔

ان کا مزار پر انوار موضع منگ آزاد کشمیر ضلع سندھوتی میں مرجع خاص و عام ہے۔

کرامت نمبر۴ ☆: موضع ٹاہلیاں کے رقبہ بگاڑ کی ایک ضعیف خاتون گلاب نور کے گھر آپ ایک مرتبہ تشریف لے گئے تو آپ نے اس نیک خاتون کو ایک ذبح شدہ مرغی دی اور فرمایا کہ اسے پکاؤ۔ آپ خاتون کے گھر میں تشریف فرما تھے کہ بگلیاں والا سردار سخی محمد خان چند اوباش نوجوانوں کے ہمراہ آیا اور انتہائی بداخلاقی سے آپ سے گفتگو کرتے ہوئے کہنے لگا کہ لوگوں کو بڑے بیٹے دیتے ہو اور بڑے بزرگ بنے پھرتے ہو۔ اگر اتنے بڑے بزرگ ہو تو وہ چیڑھ کا کٹا ہوا درخت دوبارہ ڈال نکالے اور یہ پتھر پھٹ جائے اور چشمے کا پانی گرم ہو جائے۔ ورنہ ہم اس دونالی بندوق سے تمہیں گولی مار دیں گے وغیرہ اس قسم کے نازیبا اور سخت کلمات استعمال کئے۔

سردار سخی محمد خان کی بات سن کر آپ مسکرائے اور ایک نعرہ لگایا اور پتھر پر لکیر لگا کر تیزی سے گزر گئے آپ کے گزرنے کی دیر تھی کہ پتھر خوفناک دھماکے کے ساتھ پھٹا اور دو ٹکڑے ہو گیا ایک ٹکڑا جدا ہو کر نیچے کھیت میں جا گرا اور چشمے کا پانی گرم ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی چیڑھ کی درخت سے خلاف فطرت دو شاخیں نکلیں۔ حالانکہ چیڑ کا درخت کٹنے کے بعد دوبارہ ہرا نہیں ہوتا۔ مگر یہ درخت سب کے سامنے اسی وقت ہرا ہوا اور اس سے دو شاخیں بھی برآمد ہو گئیں۔ یہ سب واقعات دیکھنے کے بعد سردار سخی محمد خان اور اس کے ساتھی گھبرا گئے بدن پر رعشہ طاری ہو گیا اور بڑی عاجزی اور انکساری سے آپ سے معافی مانگنے لگے۔

سردار سخی محمد خان دمہ کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔ اس کی بہو نے گھر میں اسی رائفل سے خودکشی کر لی اس طرح اللہ کے ولی کے بے ادب خاندان کا یہ عبرت ناک منظر پورے علاقے نے دیکھا جو سب کے لئے باعث عبرت ہے۔

کرامت نمبر۵ ☆: سردار مکھن خان ولد مبارک علی خان ساکن موضع ڈہلیاں کہتے ہیں کہ آپ ہمارے علاقے میں تشریف لائے ہوئے تھے لوگ جوق در جوق خدمت میں حاضری دے کر فیض حاصل کر رہے تھے جو بیمار آپ کی خدمت میں آتا بفضل خدا شفایاب ہو جاتا سردار مکھن خان کہتے ہیں چونکہ ہم جوان تھے جوانی کا نشہ چڑھا ہوا تھا عمر بھی نادان تھی جب ہم نے آپ کی شہرت اور چرچا سنا تو محسوس کیا کہ ہو سکتا ہے کوئی جاسوس نہ ہو۔

چنانچہ میں نے خنجر لیا اور آپ کو قتل کرنے کی نیت سے چل پڑا۔ آپ سردار فرمان خان ڈہلیاں والے کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ میں بدمستی کے عالم میں ان کے گھر کے اندر داخل ہوا۔ جب آپ کے سامنے پہنچا قبل اس کے میں کچھ اپنی زبان سے کہتا میرے بولنے سے پہلے آپ بذات خود بول پڑے اور فرمایا کہ مجھے مارنے کے لئے جو خنجر لایا ہے نکال اور مجھے مار جلدی کر میں نے تمہارے ساتھ سابقہ سب رشتے ناطے توڑ دیئے ہیں۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ میں بے ہوش ہو گیا اور تین دن تک بے ہوش رہا۔ جب تیسرے روز ہوش آیا تو آپ کے قدموں میں گر کر معافی مانگی اور پھر گناہوں سے بھی تمام عمر کے لئے توبہ کر لی آپ نے معاف کر کے گلے سے لگا لیا

اور خصوصی دعاؤں سے نوازا۔

موضع تیمر اسلام آباد میں آپ کی آمد☆: جب آپ موضع تیمر ضلع اسلام آباد میں تشریف لائے تو اس وقت آپ کی عمر سترہ برس تھی۔ آپ کے ساتھ ایک خلیفہ ہوتا جو آپ کا سامان اٹھائے رکھتا تھا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا ہوتا تھا۔ جنگلوں میں تمام دن گھومتے اور ذکر الٰہی میں مستغرق رہتے تھے۔ آپ ہمیشہ پا پیادہ رہتے تھے۔ موضع تیمر کے راجہ محمد ارشاد صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر کے قریب جنگل میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ سرکار کا وہاں سے گزر ہوا۔ تو آپ نے مجھے اپنی جانب بلایا تعمیل حکم کی خاطر میں جب آپ کے قریب پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے پانی پلاؤ۔ اس جنگل میں پانی نام کو بھی نہیں تھا مگر میں انکار بھی نہ کر سکا۔

راجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم جہاں کھڑے تھے وہاں ساتھ ہی کنواں تھا۔ لیکن کنوئیں میں پانی نہیں تھا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر کہیں بھی پانی نہیں ہے تو کنویں میں اتر جاؤ وہاں سے پانی لے آؤ میں کنویں میں تقریباً ۱۵ فٹ ہی نیچے گیا تھا تو نیچے جھانک کر دیکھا تو پانی نظر نہیں آ رہا تھا۔ گویا کہ کنواں بالکل خشک تھا۔ میں وہاں بیٹھ کر سوچنے لگا کہ بابا جی کا حکم ہے کہ پانی لاؤ اور یہاں پانی کا نام ونشان تک نہیں ہے کیا کیا جائے ابھی میں اسی سوچ و بچار میں تھا کہ آپ نے اوپر سے آواز دے کر فرمایا کہ گلاس نیچے کر و اور پانی بھر کر اوپر لے آؤ۔

چنانچہ میں نے گلاس نیچے کیا تو اس میں پانی بھر گیا میں لے کر اوپر آ گیا اور سرکار کی خدمت میں پانی کا گلاس پیش کیا۔ آپ کے پاس ایک اڑھائی کلو گھی والا ایک ڈبہ ہوا کرتا تھا آپ نے پانی کا گلاس اس ڈبے میں ڈالا تو ڈبہ بھر گیا اور پانی ڈبے سے باہر گرنے لگا آپ نے خود بھی پانی پیا اور اپنے خلیفہ کو بھی پلایا پھر مجھے بھی پانی پلایا۔ جب ہم تینوں نے پانی پی لیا تو باقی پانی آپ نے زمین پر گرا دیا۔

اتنے میں دیکھا کہ سرکار اس جگہ سے اچانک غائب ہو گئے میں نے دائیں بائیں دیکھا تو آپ نظر نہ آئے میں ڈر گیا اور سیدھا گھر آ گیا مگر جب میں اپنے گھر پہنچا تو دیکھا تو آپ ہمارے گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں اور میری والدہ سے دودھ مانگ رہے تھے۔ میری والدہ نے عرض کیا بابا جی دودھ نہیں ہے۔ اگر حکم ہو تو اس کے بجائے کوئی اور چیز پیش کی جائے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں میں نے دودھ ہی پینا ہے۔ میری والدہ نے عرض کیا حضور دودھ والا برتن بالکل خالی ہے دودھ ختم ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں دودھ کا برتن رکھا ہوا ہے وہاں جا کر دیکھو اس برتن میں دودھ پڑا ہوگا وہ برتن اٹھا کر لے آؤ اور برتن کا ڈھکنا نہیں کھولنا۔

چنانچہ میری والدہ اندر کمرے میں گئیں دودھ والا برتن اٹھایا اور لا کر آپ سرکار کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے جب برتن کا ڈھکنا کھولا تو برتن دودھ سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے اس دودھ کا شربت بنایا۔ سب کو پلایا باقی دودھ میری والدہ کو دے دیا۔ جب میری والدہ دودھ لے کر کمرے میں رکھنے کے لئے گئیں دودھ رکھ کر واپس آئیں تو دیکھا کہ آپ اس جگہ پر موجود نہیں ہیں۔ آپ غائب ہو چکے تھے۔ اس کے بعد آپ دوبارہ ایک سال کے بعد تشریف لائے تو ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی تمام اہل خانہ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

آپ سرکار رحمتہ اللہ علیہ میری والدہ کو اماں جی کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ آپ نے میری والدہ سے فرمایا کہ اماں جی مجھے دیسی گھی چاہئے میری والدہ نے عرض کیا حضور گھی تو ختم ہو گیا ہے اگر اجازت عنایت فرمائیں تو کسی کے گھر سے مانگ کر لے آؤں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ جہاں پر گھی کا برتن رکھا ہوا ہے۔ اسے جا کر دیکھیں اس میں گھی موجود ہوگا جاؤ اس میں سے ایک گلاس یا پیالی میں لے آئیں۔

چنانچہ جب میری والدہ کمرے میں گئیں گھی کا برتن دیکھا تو گھی سے لبریز تھا۔ انہوں نے اس میں سے ایک گلاس گھی نکالا اور لا کر سرکار کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے میری والدہ سے فرمایا کہ یہ گھی کا بھرا ہوا گلاس میں اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔ میری والدہ نے عرض کیا سرکار ٹھیک ہے بے شک آپ ساتھ لے جائیں۔ ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ ہماری مرغی جس نے چند دن پہلے ہی بچے نکالے تھے۔ وہ صحن میں آ گئی آپ سرکار رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں یہ مرغی بھی بچوں سمیت لے کر جاؤں گا۔ میری والدہ نے عرض کیا حضور بے شک آپ لے جائیں اور اس کے علاوہ جو چیز آپ کو اچھی لگے وہ لے جائیں ہر چیز آپ کی ہے۔ یہ بات ہو رہی تھی ہم تمام لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ہم سب کے سامنے یکا یک اچانک غائب ہو گئے اور ساتھ ہی گھی کا گلاس اور مرغی بھی غائب تھی۔ اس کے بعد آپ کافی عرصہ غائب رہنے کے بعد ہمارے گھر تشریف لائے تو ہمارے چہروں پر رونق آ گئی ہمارے گھر میں بہار آ گئی۔ اس کے بعد آپ مستقلاً ہمارے گھر میں ہی قیام پذیر ہو گئے۔ جب کہیں تشریف لے جاتے تو واپس ہمارے گھر ہی تشریف لاتے۔ آپ کے آنے کے بعد اس علاقے سے چوری ڈکیتی اور دیگر معاشرتی برائیاں ختم ہو گئیں۔ آپ کا معمول تھا کہ ایک جگہ مستقل طور پر نہ رہتے تھے بلکہ مختلف علاقوں کا دورہ کرتے رہتے تھے۔

قلم ربانی ہتھ ولی دے لکھے جو من بھاوے☆: راجہ محمد ارشاد فرماتے ہیں کہ میری شادی کے بعد آپ ہمارے گھر تشریف لائے۔ ہمارے گھر میں اولاد نہ تھی۔ آپ کے ساتھ آپ کے ایک مرید ملک محمد اسلم صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے۔ میں کسی کام کی غرض سے گھر سے باہر گیا واپس آ کر اسلم صاحب کے ساتھ بیٹھ گیا۔ آپ گھر سے باہر نکل کر ایک دیوار کے ساتھ بیٹھ گئے اور کچھ لکھنے لگے ہم دونوں دیکھتے رہے۔ اس کے بعد آپ کمرے کے اندر تشریف لے آئے۔ تو ہم نے باہر جا کر دیوار پر دیکھنے لگے کہ آپ نے ہم تینوں کو دیکھ کر پوچھا کہ کیا کر رہے ہو تو ہم نے عرض کیا سرکار یہ نام کس لئے اور کس کے لکھے ہیں تو آپ نے فرمایا راجہ صاحب آپ کے بچوں کے نام لکھے ہیں۔ میں آپ کی زبان ترجمان سے یہ بات سن کر بہت خوش ہوا اور مجھے یقین کامل ہو گیا کہ سرکار رحمتہ اللہ علیہ نے جتنے نام لکھے ہیں اللہ پاک مجھے اتنے ہی بچے دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خدا پاک نے مجھے اتنی ہی اولاد عطا فرمائی جتنے نام آپ نے لکھے تھے۔

حسن انتخاب☆: راجہ محمد ارشاد صاحب کہتے ہیں کہ جب میرے گھر میرا بڑا بیٹا مشرف حسین پیدا ہوا تو آپ سرکار رحمتہ اللہ علیہ ہمارے علاقے میں ہی جلوہ افروز تھے۔ جب میرا بیٹا چالیس دن کا ہوا تو آپ ہمارے گھر تشریف لائے اور مشرف حسین کو گود میں لے کر پیار کرنے لگے اس دوران بچہ رونے لگا تو آپ نے بچے کو چھاتی سے لگایا تو آپ کی چھاتی میں دودھ اتر آیا۔ بچے نے دودھ پینا شروع کیا اور خاموش ہو گیا آپ سرکار نے مجھے آواز دی اور کہا ارشاد دیکھو میں نے تمہارے بچے کو دودھ پلایا ہے۔ جب میں نے بچے کو گود میں لے کر اس کا منہ دیکھا تو واقعی دودھ اس کے منہ کے ساتھ لگا ہوا تھا یہ دیکھ کر میں بہت حیران و پریشان ہو کر آپ کے قدموں میں گر گیا بعد میں میں نے سب گھر والوں کو بتایا تو وہ بھی بہت حیران ہوئے اس کے بعد آپ پھر سال کے لئے غائب ہو گئے اور دور دراز جنگلوں بیابانوں میں اپنی منزل طے کرتے رہے۔ جب میرے بیٹے مشرف حسین کی عمر ۵ سال کی ہوئی تو آپ پھر تشریف لائے اور میری

بیوی سے فرمانے لگے میں مشرف حسین کو لینے آیا ہوں یہ اپنا بیٹا میرے حوالے کر دو۔ میری بیوی نے بخوشی بیٹا آپ کے حوالے کر دیا اور آپ مشرف حسین کو ہمراہ لے کر راولپنڈی تشریف لے آئے اور مشرف حسین کو سکول میں داخل کرا دیا۔

لَحْمُکَ لَحْمِیْ جِسْمُکَ جِسْمِیْ فرق نہیں مَابَیْن پیا ○: آپ سائیں مشرف حسین سے از حد درجہ پیار فرماتے تھے اور ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے اگر کوئی مریدان سے زیادتی کرتا تو سختی سے باز پرس فرماتے تھے۔ آپ کے ایک مرید جس کا نام شبیر احمد تھا کسی بات پر مشرف حسین سے تلخ کلامی ہو گئی تو آپ کو کسی نے بتا دیا کہ آج شبیر نے مشرف حسین سے تلخ کلامی کی ہے۔ آپ نے شبیر حسین کو بلا کر سختی سے ڈانٹا اور فرمایا کہ تم نے مشرف پر نہیں بلکہ مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ چنانچہ شبیر احمد نے آپ سے معافی مانگی تو آپ نے معاف کر دیا اور فرمایا کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔

فالج کا مریض صحت یاب ہو گیا ☆: ایک مرتبہ آپ سملی ڈیم کی طرف اپنے ایک مرید منصب دار کے گھر تشریف لے گئے تو اہل خانہ نے آپ کو بڑی محبت سے بلایا بٹھایا پانی پلایا۔ آپ منصب دار کے گھر کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ جب کافی دیر تک خانہ مالک منصب دار نظر نہ آئے تو آپ نے عورتوں سے پوچھا کہ منصب دار کہاں ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ سرکار ان کو فالج ہو گیا ہے اور ڈاکٹر نے لاعلاج کر دیا ہے۔ آپ نے یہ سن کر منصب دار کو آواز دی مگر اس نے جواب نہیں دیا پھر دوسری مرتبہ آواز دی مگر جواب نہ ملا تو منصب دار کی بیوی نے عرض کیا سرکار وہ بول بھی نہیں سکتے مگر آپ نے تیسری مرتبہ آواز دے کر فرمایا کہ منصب دار باہر آؤ تو وہ بول کے کہنے لگا حضور میں چل نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ چارپائی سے اٹھ کر میرے پاس آؤ۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ شخص چارپائی سے اٹھا اور کھڑا ہوا۔ اس کے جسم سے اس طرح آوازیں آئیں جس طرح جنگل میں کوئی درخت ٹوٹتا ہے وہ چل کر سیدھا آپ کے قدموں میں آ کر گرا۔

اس کے بعد خدا پاک نے اس کو اس لاعلاج مرض سے زندگی بھر کے لئے شفاء دے دی اور وہ آپ کے خصوصی مریدین میں شامل ہو گیا۔

محلّہ راجہ سلطان میں آپ کا ورود مسعود ☆: حاجی محمد سردار خان ولد منگا خان ساکن محلہ راجہ سلطان نزد گورنمنٹ ڈگری کالج راولپنڈی فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی برائی کے راستے پر اس حد درجہ نکل گئے تھے کہ واپسی کا راستہ نظر نہیں آتا تھا اس پریشانی کے باعث وہ کسی ایسی ہستی کی تلاش میں تھے جو انہیں سیدھے راستے پر لے آئے وہ ایک مرتبہ کسی رشتہ دار کو ملنے کی غرض سے چھ ھن گاؤں آزاد کشمیر گئے تو آپ سرکار رحمتہ اللہ علیہ اسی گاؤں میں اپنے کسی مرید کے گھر تشریف فرما تھے۔ جب میرے والد اس گھر کے قریب سے گزرے جہاں آپ تشریف فرما تھے تو آپ نے اپنے ایک مرید کو بھیجا اور فرمایا کہ وہ آدمی جو جا رہا ہے اسے بلا کر لے آؤ۔ آنے والے مرید نے کہا کہ آپ کو باباجی سرکار یاد فرما رہے ہیں۔

جب میرے والد نے پیغام سنا تو اس کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے میرے والد کو اپنے قریب بٹھا کر فرمایا کہ تمہیں ابھی تک کوئی ایسا رہنما نہیں ملا جو سیدھے راستے پر لگا دے۔ میرے والد یہ سن کر بہت پریشان ہوئے کہ میرے دل کی

بات آپ کو کس نے بتادی۔ آپ نے فرمایا کہ منگا خان پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اللہ پاک کارساز ہے کرم کرے گا۔ آپ کی بات سن کر میرے والد آپ کے پاس کافی دیر بیٹھے رہے۔ جب جانے لگے تو آپ کو میرے والد نے راولپنڈی آنے کی دعوت دی اور وعدہ لیا کہ پنڈی ضرور تشریف لائیں آپ نے دعوت قبول کر لی اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد آپ ہمارے گھر محلہ راجہ سلطان تشریف لے آئے۔

میرے والد نے آپ کو بتایا کہ پیر صاحب دیول شریف والوں نے مدرسہ بنانے کے لئے گورنمنٹ سے جگہ مانگی تھی۔ گورنمنٹ نے ان سے کہا کہ جگہ دیکھ لو ہم سرکاری خزانے سے پیسے دے کر لے دیں گے۔ پیر صاحب دیول والوں کو ہماری جگہ پسند آ گئی اب گورنمنٹ ہم سے کہہ رہی ہے کہ جگہ کی قیمت ہم سے لے لو اور جگہ پیر صاحب کے حوالے کر دو میں اس سلسلہ میں سخت پریشان ہوں کیا کیا جائے۔ آپ نے چند پتھر دم کر کے میرے والد کو دیئے اور فرمایا کہ یہ لے جاؤ اور جہاں پیر صاحب دیول والے بیٹھتے ہیں۔ وہاں پھینک آؤ میرے والد نے آپ کے فرمان پر عمل کیا اس کے بعد دیول والے پیر صاحب ہمارے گھر آئے اور انہوں نے ہماری جگہ خریدنے کی خواہش دوبارہ نہ کی۔ اس کے بعد میرے والد آپ کے دست مبارک پر بیعت ہو گئے۔ آپ واپس گھر تشریف لے گئے اور پھر دوبارہ جب تشریف لائے تو مستقل ڈیرہ ہمارے گھر ہی لگا لیا۔ اس وقت محلہ راجہ سلطان میں اتنی آبادی نہ تھی لاقانونیت اپنے عروج پر تھی ہر طرف برائیوں کا دور دورہ تھا۔ آپ کے تشریف لانے سے پریشانی ختم ہونا شروع ہو گئیں پھر آپ نے ہمارے گھر کے ساتھ والے باغ میں اپنے دربار کی جگہ بنوائی اور اس کے ساتھ مسجد کی تعمیر شروع کرادی اور لوگوں کو دین حق کا راستہ بتانا شروع کر دیا۔ آپ نے ہر سال پیران پیر دستگیر غوث پاک کی گیارہویں شریف منانے کا سلسلہ شروع کیا اور ربیع الاول میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد انتہائی دھوم دھام سے مناتے تھے۔

آپ نے محلہ راجہ سلطان میں ڈیرہ لگانے کے بعد دو بچے گود لے کر پالے ان میں ایک راجہ محمد ارشاد تمیر اسلام آباد کے صاحبزادے مشرف حسین اور دوسرے راجہ محمد خان آزاد کشمیر کے ایک گاؤں چھوچھ کے بیٹے خادم حسین ہیں۔ جن کو آپ نے اپنے زیر سایہ تعلیم بھی دلوائی اور باطنی طور پر اپنی خصوصی توجہ سے انہیں مکمل درویش بنا کر طالبان حق کی خدمت پر مامور فرمایا آپ کے یہ دونوں لے پالک بیٹے آپ کی ظاہری حیات مبارکہ میں ہی اور بعد از وصال باکمال بھی دربار شریف کے لنگر اور دیگر تمام عرسوں کے پروگراموں کو خصوصی طور پر بڑی محبت سے کرتے ہیں۔ آپ نے دونوں کو دربار، اور سلسلہ چلانے کا حکم دیا جو کہ الحمد للہ بڑے ہی احسن طریقہ سے سلسلہ عالیہ کی خدمت کر رہے ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال مورخہ ۳ نومبر ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۷ء محلہ راجہ سلطان میں ہوا مزار پُر انوار محلہ راجہ سلطان گورنمنٹ ڈگری کالج روڈ میں مرجع خاص وعام ہے۔ فقیر راقم الحروف نے دو مرتبہ آپ کی ظاہری حیات مبارکہ میں آپ کی قدم بوسی کی اور بعد از وصال باکمال آپ کے دربار عالیہ پر بھی متعدد بار حاضری دی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت گل وارث پیاؑ ماماجی سرکار قلندر رحمۃ اللہ علیہ

تعارف☆: سلطان الفقراءؑ، قلندر زماں، در دریائے ورع وعرفان، سلطان التارکین، تارک مملکت دنیا، صاحب سلطنت عقبیٰ حضرت گل وارث پیاؑ المعروف ماماجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ چودھویں صدی ہجری کے عظیم مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ شخصیت تھے۔

آپ بالکل مجذوب اور قلندرانہ مشرب کے حامل فقیر تھے۔ دنیا اور اہلِ دنیا سے تمام عمر کنارہ کش رہے۔ باطنی احوال کا عالم یہ تھا کہ لاکھوں افراد کو آپ نے اپنی روحانی تصرف سے دین و دنیا کی دولت سے مالا مال کیا۔ آنے والے کو کبھی خالی نہ لوٹاتے تھے۔ سائل کے آنے کی دیر ہوتی ابھی سوال بھی نہ کرپاتا تھا کہ آپ اشاروں اور ہلکی سی آواز سے اس کے مقصد کو بیان کرتے بلکہ آپ اس کے بگڑے ہوئے معاملہ کو حل کرنے کا عندیہ بھی دیتے۔ نیتجتاً آنے والا ابھی گھر ہی نہ پہنچا تھا کہ مقصد کو پالیتا تھا اور اس کی مشکل حل ہو جاتی تھی۔ آپ سرکار علیہ السلام کی اس حدیث پاک کی مکمل عملی تصویر پر تھے۔ **"کان اللّٰہ و کان لہ"** جب بندہ خدا کا ہو جائے تو خدا اس بندے کا ہو جاتا ہے۔

آپ تمام عمر دنیاوی آلائشوں سے پاک رہے۔ شادی اولاد کا تصور بھی نہ تھا۔ مال و دولت قدموں کی ٹھوکر سے دور کر دیتے تھے۔ آپ اپنے روحانی پیشوا حضرت شاہ قبول اولیاء جن کا مزار پُر انوار پشاور شہر میں مرجع خاص وعام ہے۔ آپ ہمہ وقت ان کے جلوے میں مگن رہتے۔ یادِ خدا کے علاوہ کچھ کام نہ تھا۔

پہلے پہلے آپ سڑکوں پر دوڑتے ہوئے اور کبھی کبھی چلتے ہوئے نظر آتے تھے۔ مگر وصال باکمال سے چند سال قبل مرکزی جامع مسجد راولپنڈی کے عقب میں ایک کمرے میں آپ نے تمام عمر عزیز گزاری دن ورات مستوں عقیدت مندوں کا ہجوم آپ کے گرد رہتا۔ آپ سب سے بے نیاز اور دنیا سے بے خبر بیٹھے رہتے تھے۔

آپ کے بارے میں مزید کسی قسم کی کوئی معلومات نہ مل سکی۔ ہاں صرف یہ معلوم ہو سکا کہ آپ کے اہلِ خاندان پشاور صوبہ سرحد کے مختلف علاقوں میں قیام پذیر ہیں اور اب بھی آپ کی ایک ہمشیرہ تادم تحریر بقید حیات ہیں۔ جو آپ کے بچپن اور جوانی کے احوال سے واقف ہیں۔ کرامات تو اس قدر ہیں کہ شمار میں نہیں آتیں۔ اس لئے کہ آپ کا ہر قدم، ہر لمحہ کرامت تھا۔ یہ تمام کرامات عوام کی زبانی ہیں۔ جن کو تحریر کرنے کی راقم کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ فقیر راقم الحروف اپنے بچپن سے لے کر آپ کے وصال باکمال تک کے

زمانے سے بخوبی واقف ہے۔ سینکڑوں مرتبہ آپ کی زیارت کی، اور کئی مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضری دی۔ واقعی اپنی شان کا فی زمانہ عظیم قلندر تھا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ماہ رمضان ۱۴۱۰ھ بروز جمعۃ الوداع 1989ء کو اپنی بیٹھک جامع مسجد روڈ میں ہوا۔ نماز جنازہ مرکزی جامع مسجد میں ادا کی گئی۔ جب آپ کا جنازہ اُٹھا کر لے جایا جا رہا تھا تو اس وقت آسمان سے ہلکی ہلکی بارش کی پھوہار آپ کے جنازے پر پڑ رہی تھی۔ محسوس ہوتا تھا جیسے گلاب کے عرق کا چھڑکاؤ کیا جا رہا ہے۔ اس واقع کے چشم دید ہزاروں افراد ابھی راولپنڈی میں زندہ ہیں اور اس کے بعد آپ کو حضرت بری امام سرکار کے دربار کے علاقے (نور پور شاہاں اسلام آباد میں دفن کیا گیا) جہاں پر آپ کا عرس مبارک بڑی دُھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سائیں محمد حسن بالکے کانواں والی سرکار قلندر رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: برہان طریقت، پیکر صبر ورضا، آیات من آیات اللہ سیف حقانی حضرت خواجہ سائیں محمد حسین المعروف بالکے سائیں کانواں والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے عظیم مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ ولی خدا ہوئے ہیں۔

تمام عمر خاموشی سے گزاری کسی شخص سے کوئی کلام نہ کیا۔ زبان پر ہر وقت ذکر خدا جاری رہتا آپ صاحب نظر صاحب کشف و کرامت اور صاحب ولایت وصاحب سلسلہ بزرگ تھے۔

آپ نہ تو مکمل طور پر سالک اور نہ ہی مجذوب بلکہ جب مخلوق خدا میں بیٹھتے تو ان سے شفقت ومحبت فرماتے اور اشاروں میں ہی آنے والوں کے سوالات کا جواب عنایت فرما دیتے تھے۔ لیکن جب خداوند قدوس کی ذات میں محو ہوتے تو آپ کے چہرے کا جلال دیکھا نہ جاتا تھا۔ آپ کے چہرہ انور پر روحانیت کے جوشگوفے پھوٹتے تھے۔

آنے والا دیکھنے کے بعد رسول ﷺ کی حدیث کے مطابق کہ ولی وہ ہوتا ہے جس کے چہرہ کی زیارت کر کے خدا کی یاد تازہ ہو جائے۔ کے عین مطابق آپ کے چہرے کی زیارت کرنے والا کتنا ہی کور چشم ہو مگر دیکھتے ہی سبحان اللہ کہتا تھا کہ واقعی کسی مرد قلندر کی زیارت کی ہے۔

آپ ہر وقت عبادت وریاضت میں مصروف رہتے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے آپ کو کچھ غرض نہ تھی۔ وقت کے بڑے سلاطین امراوزرا آپ کے در دولت پر حاضری دیتے اور دعا کے طالب ہوتے۔ مگر آپ نظر التفات نہ برتتے صرف ان کو دعائیں دے کر رخصت کر دیتے کچھ کلام نہ فرماتے۔

آپ کی عمر عزیز کا تمام حصہ تجر وفقر وفاقہ عبادت وریاضت اور اطاعت خدا اور رسول کریم ﷺ کی اتباع میں گذرا ہے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت خواجہ سائیں کرم الٰہی المعروف کانواں والی سرکار علیہ الرحمتہ گجرات والوں کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے اجازت وخلافت پائی۔

اگرچہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے مگر آپ کا طریق قلندرانہ تھا اور ظاہر وباطن کی وضع قطع طور طریقے بھی قلندرانہ تھے، آپ نے طویل مدت تک چپ یعنی خاموشی کا روزہ تادم آخر رکھا۔

آپ کا معمول تھا کہ ہر ماہ چاند کی دس تاریخ کو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کیلئے

گیارہویں شریف کا اہتمام فرماتے، اس موقعہ پر لاتعداد عقیدتمندان، نعت خوان حضرات اور معروف قوال شرکت کرتے، حاضرین کے لنگر کا ہر ماہ خصوصی اہتمام ہوتا تھا، ہر ماہ کی گیارہویں کے موقع پر عرس کا سماں نظر آتا تھا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ربیع الاول شریف ۱۴۱۲ھ بمطابق 15 ستمبر 1991ء بروز اتوار گوجر خان میں ہوا۔ گوجر خان کی تاریخ کا بہت بڑا جنازہ تھا۔ ہزاروں اشکبار آنکھوں کے سامنے آپ کو آپ کے بنائے ہوئے مقبرے اور خانقاہ واقع ریلوے پھاٹک گوجر خان ضلع راولپنڈی میں دفن کیا گیا۔

نوٹ ☆: آپ کے اپنا مزار مبارک اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں ہی بڑے خوبصورت انداز میں تعمیر کروادیا تھا، جس پر کلی طور پر سنگ مرمر کا کام انتہائی جازت نظر معلوم ہوتا ہے۔ دربار شریف کی تعمیر کا اندازہ دیکھ کر آپ کے فن تعمیر کی داد دیئے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔

فقیر راقم الحروف آپ کی ظاہری حیات مبارکہ میں عرصہ ۱۵ سال تک آپ کی ماہانہ گیارہویں شریف کے اجتماع کے موقع پر حاضری دے کر شرف زیارت سے مشرف ہوتا رہا۔ متعدد بار آپ کے حکم پر ختم شریف پڑھنے کی سعادت بھی فقیر کو حاصل رہی ہے۔

آپ اکثر و بیشتر سال میں دو مرتبہ راولپنڈی میں اپنے عقیدت مندوں بالخصوص بھیا محمد رفیق المعروف سیکرٹری صاحب محلہ اکال گڑھ اور پہلوان محمد ریاض کمال بھابھڑا بازار والوں کے گھر پر عرسوں کی تقریب میں شرکت کے لئے بھی تشریف لاتے اور ان پروگراموں کو رونق بخشتے تھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

قطعہ تاریخ کتاب (از قلم)

معروف محقق ونقاد مخدوم اہل سنت **جناب عبدالقیوم طارق سلطانپوری** مدظلہ

صابری مقصود احمد بالیقین ہے ہمایوں فطرت و میمون سَرِشت

اسکی تحریر عارفوں کا ذکرِ خیر اہل حق کا تذکرہ اسکی نوشت

حُب پاکاں اسکی پیشانی کا نجم اولیاء سے پیار اسکی سر نوشت

اس عجوبہ کار کی ہے ہر کتاب علم و عرفان و حقیقت کی بہشت

دوستانِ حق کا ہے نغمہ سرا اس کتابِ نو میں وہ حق سرِشت

جاوِداں اُس کا تازہ شاہکار یہ نہیں کوئی جہانِ خشت

اس کی طارق نے رقم تاریخ کی یہ ہے "انور جوہرِ مقصودِ چشت"

۱۴۳۱ھ

اسکی تاریخِ طباعت اور بھی یوں کہی "عرفانی نبراسِ بہشت"

۱۴۳۱ھ

قطعہ تاریخ اشاعت کتاب اولیائے کرام

زبدہ دانشوراں مقصود احمد صابری
ہیں محبِ مصطفیٰ ﷺ سرمایہ اہل ذکاء

ذاتِ حق سے ہیں ودیعت خوبیاں اُن کو کئی
ملکِ قرطاس وقلم کے ہیں وہ اِک فرماں روا

آپ نے ترتیب دی ہے خوب یہ ارفع کتاب
لفظ ہے ایک ایک اس کا مثلِ نیّرِ پُر ضیاء

اُن نفوس قدسیہ کی ہے یہ سیرت کا بیاں
جن کی الفت ہے یقیناً توشہ روزِ جزا

نقشبندی قادری چشتی اویسی وارثی
سب سلاسل کے مشائخ کا ہے ذکرِ جاں فزا

لائق صد تحسین ہے یہ کارنامہ آپ کا
بہتریں گلدستہ ہے یہ دیدہ زیب و دلربا

اس کو رکھیں گے بنا کر اہل ایماں حرزِ جاں
فائدہ اس سے اٹھائے گا ہر اک شیخ و فتا

اہلِ سنت کا رہے گا بول بالا تا ابد
ان میں آتے ہی رہیں گے ایسے کامل اولیاء

مجھ کو تھی سالِ رسا کی جستجو فیض الامین
کہ دو ''مسعود التواریخ'' آئی یہ غیبی صدا

عیسوی سالِ اشاعت مجھ پہ یوں القا ہوا
''ہے گراں مایہ یہ گلدستہ حسین و خوش نما''

از قلم، صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی سیالوی ایم اے، مونیاں شریف ضلع گجرات

اظہارِ تشکر

نسبت فریدی ہے تیری مقصود احمد صابری
نسبت سے ہے عزت ملی مقصود احمد صابری

اولیائے چشت کے جو تذکرے لکھتا رہا
اک فقیر صابری مقصود احمد صابری

مقبولیت اجمیر سے کلیر سے اور کلیام سے
لائی مسرت کی گھڑی مقصود احمد صابری

نقشبندی اور چشتی اولیا راضی ہوئے
سہروردی قادری مقصود احمد صابری

حق پرستوں کے لئے تو نے مزین کر دیئے
کتنے نشانِ حیدری مقصود احمد صابری

سعیِ قلم سے آج یہ قرطاس کو عظمت ملی
ظاہر حقیقت ہو گئی مقصود احمد صابری

پوچھیں ملائک مجھ سے جب دنیا سے کیا لایا ہے تُو
شانِ ولایت ہے لکھی مقصود احمد صابری

پہلے کبھی نہ بجھ سکی تو نے بجھائی ہے ابھی
اہلِ علم کی تشنگی مقصود احمد صابری

حاجی منیر صابری کا حکم تھا لکھتے رہو
میں نے تو بس تعمیل کی مقصود احمد صابری

پیر طریقت نے میرے جنت کا مژدہ دے دیا
مجھ کو بشارت مل گئی مقصود احمد صابری

میں تو فقیر بے نوا سگ ہوں درِ فرید کا
اوقات کیا ورنہ مری مقصود احمد صابری

از قلم حضرت صاحبزادہ پیر مشتاق احمد صابری

سجادہ نشین دربارِ عالیہ چشتیہ ماڑی بگیال شریف تحصیل وضلع راولپنڈی

مصادر و مراجعات

نمبر شمار	کتاب	مصنف
1	قرآن مجید	
2	ترجمہ کنزالایمان	اعلیٰ حضرت بریلوی
3	تفسیر ضیاء القرآن	پیر محمد کرم شاہ الازہری
4	تفسیر مظہری، کامل بارہ جلد	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی
5	تفسیر نعیمی	مفتی احمد یا خان نعیمی
6	تفسیر گوہر البیان	علامہ شاہد جمیل چشتی
7	بخاری شریف کامل	حضرت امام بخاری
8	تفہیم البخاری شرح بخاری کامل	محدث کبیر علامہ غلام رسول رضوی
9	مرآۃ شرح مشکوۃ۔ کامل (۸ جلد)	مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی
10	جواہر البحار شریف کامل	امام یوسف نبھانی
11	سعادت دارین	امام یوسف نبھانی
12	جامع کرامات اولیاء	امام یوسف نبھانی
13	برکات آل رسول	امام یوسف نبھانی
14	خصائص کبریٰ (جلد اول۔ دوم)	سیوطی امام جلال الدین
15	شرح تعرف	ابو بکر بن ابی اسحاق بخاری
16	نزہۃ المجالس	امام عبدالرحمٰن صفوری
17	ثمرۃ الفوائد	شاہ لطف اللہ صابری
18	مکتوبات قدوسی	شیخ عبدالقدوس گنگوہی
19	ہشت بہشت	مکتبہ نوریہ، لاہور
20	شواہد النبوت	علامہ عبدالرحمٰن جامی
21	نفحات الانس	علامہ عبدالرحمٰن جامی

نمبر	کتاب	مصنف
22	تاریخ فرشتہ	محمد بن قاسم
23	لطائف علمیہ	امام ابن جوزی
24	مرآۃ السالکین، شرح مرآۃ العارفین	سیدنا امام حسین علیہ السلام
25	اخبار الاخیار	شاہ عبدالحق محدث دہلوی
26	مرآۃ الاسرار	حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی
27	اقتباس الانوار	حضرت شیخ محمد اکرم قدوسی
28	انیس الارواح	حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی
29	اسرار حقیقی	حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی
30	دلیل العارفین	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
31	فوائد السالکین	حضرت بابا فرید الدین گنج شکر
32	خیالات العشاق	حضرت قاضی حمید الدین ناگوری
33	اسرار الاولیاء	حضرت بدر الدین اسحاق چشتی
34	راحت القلوب	حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی
35	فوائد الفوائد	حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی
36	افضل الفوائد	حضرت امیر خسرو
37	راحت المحبین	حضرت امیر خسرو
38	نسب و نسبت فرید	مفتی ضیاء الحبیب صابری
39	آداب الطالبین	شیخ محمد بن قطب الاولیاء
40	انتباہ المریدین	شیخ محمد بن قطب الاولیاء
41	حقیقت گلزار صابری	شاہ محمد حسن رامپوری صابری
42	نورِ واحدیت	پیر غلام محمد صابری
43	تواریخ آئینہ تصوف	شاہ محمد حسن رامپوری صابری
44	وصل عرفان محمدی رسالہ فیضان حسینیہ	شاہ محمد حسن رامپوری
45	تذکرۃ الاولیاء	شیخ فرید الدین عطار
46	تحفۃ الابرار	مرزا آفتاب بیگ محمد نواب بیگ مرزا
47	تذکرہ فریدیہ	مولانا مشتاق احمد صابری انبیٹھوی

نمبر	کتاب	مصنف
48	انوار العاشقین	مولانا مشتاق احمد صابری انبہٹوی
49	تحفۃ السالکین	مولانا مشتاق احمد انبہٹوی
50	تحفۃ القادریہ	حضرت شاہ ابوالمعالی قادری
51	شجرۃ الکون	از شیخ اکبر محی الدین ابن عربی
52	تذکرہ مشائخ دکن	محمود علی قطبی
53	تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین سیوطی
54	رودِ کوثر	شیخ محمد اکرم
55	تذکرہ مشائخ توگیرہ شریف	خواجہ الٰہی بخش، خواجہ عبدالحلیم
56	تاریخ مشائخ چشت	خلیق احمد نظامی
57	آبِ کوثر	شیخ محمد اکرم
58	قوت القلوب	شیخ ابوطالب محمد حارثی المکی
59	سفینۃ الاولیاء	شہزادہ دارالشکوہ
60	رسائل تصوف	شاہ ولی اللہ دہلوی
61	مقام گنج شکر	کپتان واحد بخش سیال صابری
62	قصر عارفاں	حضرت شیخ مولوی احمد علی چشتی
63	فیضان علی	حضرت شیخ محمد صالح
64	انوار مولا علی	مترجم: پیر سیّد محمد امیر شاہ قادری
65	تذکرہ قطب الاقطاب	خلیفہ محمد یونس صابری
66	تذکرہ مشائخ چشت (حصہ اول، دوم، سوم)	خلیفہ محمد یونس صابری
67	ارشادِ الطالبین (از جلال الدین تھانیسری)	مترجم: خلیفہ محمد یونس صابری
68	شانِ قدرت	خلیفہ محمد الیاس صابری
69	ذکر پاکاں (حصہ اول، دوم)	محمد طفیل ناصری صابری
70	مفتاح العاشقین	حضرت خواجہ محب اللہ چشتی
71	سیر الاولیاء	حضرت سید محمد مبارک العلوی الکرمانی
72	سر العارفین	شیخ بہاؤالدین محمود ناگوری چشتی
73	مجالس الحسنہ	حضرت خواجہ شیخ محمد چشتی

74	خزینۃ الاصفیاء (اول۔دوم۔سوم)	مفتی غلام سرور لاہوری
75	حدیقۃ الاولیاء	مفتی غلام سرور لاہوری
76	تذکرۃ العارفین فی حیات مظہریہ	شاہ غلام حسین صابری حیدرآباددکنی
77	اخلاق صابری فی عرفان باری	شاہ غلام حسین صابری حیدرآباددکنی
78	گلزار فضل	راجہ مولا بخش صابری
79	خیابان معرفت	محمد حنیف حنفی
80	تقوۃ الاولیاء	محمد صلاح الدین اویسی
81	شمشیر قہاری	مخدوم ابرار احمد خاں صابری
82	عرفان روحی	الیف ایم ظفر ایڈووکیٹ صابری حیدرآباد
83	اولیائے پاک وہند کا انسائیکلوپیڈیا	مرزا محمد اختر دہلوی
84	تذکرۃ الاولیاء	ملک محمد اشرف نقشبندی
85	کرامات اولیاء	ملک محمد اشرف نقشبندی
86	تذکرہ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر	میاں اخلاق احمد ایم۔اے
87	میرا شریف کے درخشاں آفتاب ومہتاب	پیر سیّد اجمل حسین مبشر ہمدانی
88	اولیائے ڈھوک قاضیاں	افتخار احمد حافظ قادری
89	فیضانِ میروی	خواجہ فخر الدین چشتی میروی
90	قصص الاولیاء	صوفی شرف الدین وارثی میرٹھی
91	بزم صوفیاء	صباح الدین عبدالرحمٰن
92	ملفوظات حیدری	ڈاکٹر عبدالغنی
93	ذکر حبیب	ملک محمد الدین
94	امیر حزب اللہ	ڈاکٹر عبدالغنی
95	نذرِ عقیدت	اکرام الحق
96	شان اولیاء	احمد مصطفیٰ صدیقی
97	قدیم حالات کلیر	حضرت بابا غریب شاہ صابری
98	فیضان کلیام	صاحبزادہ راشد مسعود کلیامی صابری
99	تذکرہ علمائے اہل سنت	مفتی محمد صدیق ہزاروی

نمبر	کتاب	مصنف
100	تذکرہ اکابرین اہل سنت	علامہ عبدالحکیم شرف قادری
101	تذکرہ محی الدین	سردار احمد حسن سعیدی
102	شاہکار صابر	پیر گلزار حسین صابری
103	دہلی کے بائیس خواجہ	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب
104	تذکرہ اولیائے پاک و ہند	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب
105	تذکرہ قطب دوراں	ملک محمد اشرف نقشبندی
106	ربیع المجالس	صوفی سید محمد ظہیر الحسن صابری
107	گلشن صابر	سید محمد زمان شاہ صابری
108	تذکرہ قطب العالم	عبدالستار گوہر میاں
109	شمیم ولایت	ابو مظہر علی اصغر صابری
110	شمیم جالندھر	ابو مظہر علی اصغر صابری
111	چراغ صابری	شبیر بزمی صابری
112	ارواح اربعہ	علی اصغر چشتی
113	تذکرہ مولانا غلام ربانی	محمد نذر صابری
114	لاہور میں اسلام کے سفیر	خواجہ عابد نظامی
115	گلزار قلندر	احمد بدر اخاق صابری
116	انوار قلندر	صاحبزادہ طارق علی احمد صابری
117	کلید السالکین	صاحبزادہ جمیل اختر صابری
118	صدائے جرس	خواجہ شمس الدین عظیمی
119	امداد المشتاق	مولوی اشرف علی تھانوی
120	تاریخ مشائخ چشت	مولوی محمد زکریا سہارنپوری
121	فتح مبین	ابوالطاہر محمد رمضان
122	المعجم المفهرس	محمد فولاد عبدالباقی
123	انوار لاثانی کامل	مفتی بشیر احمد نقشبندی
124	فیروز اللغات	مولوی فیروز الدین
125	اردو لغت	سعیدائے شیخ

نمبر	کتاب	مصنف
126	تذکرہ مفتی غلام فرید ہزاروی	میاں محمد سیفی
127	حیات وتعلیمات۔صوفی سیّد امورالحسن صابری	پروفیسر ڈاکٹر مظفر عالم جاوید
128	ثقافت سرحد تاریخ کے آئینہ میں	قاری جاوید اقبال
129	قطب اکبر گنج شکر	غنی سکندر شیخ
130	الفوز المقال فی خلفائے پیر سیال	حاجی مرید احمد چشتی
131	مقابیس المجالس	مولانا رکن الدین
132	زندہ صداقت	پروفیسر محمد اسماعیل سیٹھی
133	مرآۃ العاشقین	حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی
134	نقش اولیاء	پروفیسر بشیر احمد رضوی
135	ملفوظات حیدری	صوفی نور عالم
136	نظامی بنسری	خواجہ سید حسن نظامی
137	خواجہ فرید اور انکا خاندان	خواجہ طاہر محمود کوریجہ
138	سیرت فخر العارفین	حکیم سید سکندر شاہ
139	تاریخ لاہور	کنہیالال
140	ہفت اقطاب	مولانا غلام جہانیاں معینی
141	بزرگان بہاولپور	محمد صلاح الدین اویسی
142	قرب الٰہی	محمد ارشاد ارائیں
143	جمال فقر	صاحبزادہ محمد عبدالمالک
144	قصص الاولیاء	امیر علی خان
145	تعارف وارثیہ	حضرت بیدم شاہ وارثی
146	نقشِ حیرت	فقیر حیرت شاہ وارثی
147	عکس وحدت	فقیر حیرت شاہ وارثی
148	کلیاتِ عنبر	خواجہ دبر علی شاہ وارثی
149	عین الیقین	سید عبدالآد شاہ وارثی
150	سوز وگداز	حیدر علی بابر
151	بلوغ المرام	مرزا محمد ابراہیم بیگ وارثی

152 محبوب الوارثین — عطاء اللہ ساگر وارثی

153 تذکرہ مشائخ ہوشیار — عطاء اللہ ساگر وارثی

154 تذکرہ شعرائے وارثیہ — عطاء اللہ ساگر وارثی

155 حاجی سیّد وارث علی شاہ اور دیگر مذاہب عالم — از: ڈاکٹر فقیر قاضی تنویر وارث وارثی

156 مشکوٰۃ حقانیہ — مولانا فضل حسین وارثی

157 رشحات الانس — حاجی اوگھٹ شاہ

158 تذکرہ علماء مشائخ سرحد (جلد اول) (دوئم) — سید محمد امیر شاہ گیلانی پشاوری

159 تذکرہ حافظ سیّد محمد زمان قادری — سیّد محمد امیر شاہ گیلانی شاوری

160 تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ — سیّد محمد امیر شاہ گیلانی پشاوری

161 خوارق العادات — مترجم: سیّد محمد امیر شاہ گیلانی پشاوری

162 پیران چشت — صاحبزادہ محمد عرفان توگیروی

163 الحسن (مولوی جی نمبر) — سید غلام الحسنین قادری

164 گلستان غازی قلندر — قاضی محبوب علی

165 جلاالخواطر — ڈاکٹر مولوی عبدالکریم طفلی

166 نزھۃ الخواط — علامہ سیّد عبدالحئ

167 انوارالاحسن — بابو عبدالقیوم

168 سفینۃ الاولیاء — شہزادہ دارالشکوہ

169 تذکرہ مشائخ قادریہ فاضلیہ — پروفیسر اسرار الحسنین قادری

170 زبدۃ آلاثار — شاہ عبدالحق محدث دہلوی

171 نزہتہ الخاطر الفاطر — حضرت ملا علی قادری

172 بہجۃ الاسرار — امام ابوالحسن الشطنوفی

173 خوشبوئے فقر — مولانا محمد خلیل ثاقب

174 قصص الاولیاء — ملک محمد اشرف

175 سیدالاولیاء — علامہ طارق مجاہد جہلمی

176 مرد خدا — آنسہ بلقیس چیمہ

177 لاڈلا پیار — صاحبزادہ سکندر حیات

178	حیات صدریہ	قاضی عبدالدائم
179	فیوضات بارویہ	خواجہ فقیر محمد حسنی
180	سنہرے لوگ	ڈاکٹر محمد وسیم انجم
181	تاریخ کشمیر (جلد اول تا پنجم)	محمود آزاد
182	سر دلبراں	علامہ ذوقی
183	گلزار ولایت	ملک محمد یوسف نقشبندی
184	مکتوبات قدوسیہ	سلطان الحاج واحد بخش سیال
185	مہر منیر	مفتی فیض احمد چشتی
186	دلی کے بائیس خواجہ	ظہور الحسن شارب
187	ظوائر السرائر	میاں محمد عمر چمکنی
188	فیضان چشتیہ قادریہ	سیّد نعیم عباس
189	حیات سالک	قاضی عبدالنبی کوکب
190	تذکرہ اولیاء جہلم خورد	پروفیسر انجم سلطان
191	تذکرہ اولیائے جہلم (کلام)	پروفیسر انجم سلطان
192	نذر عقیدت	اکرام الحق چشتی
193	قصص الاولیاء موہڑہ شریف	صوفی عرفان رضوی
194	تذکرہ قطب الاقطاب	صوفی سکندر شیخ
195	تذکرہ شیخ الاسلام	حافظ محمد یوسف چشتی
196	چراغ ولایت	سردار عابد حسین
197	نظام الدین اولیاء	خواجہ عابد نظامی
198	تحفۃ المرسلۃ	مترجم محمد یونس صابری
199	تذکرہ مولانا غلام ربانی	چوہدری نذر محمد صابری
200	جمال تصوف	علامہ عبدالحلیم چکوالی
201	تذکرہ علمائے اہل سنت چکوال	علامہ حافظ عبدالحلیم چکوالی
202	پیکر عرفان و آگہی	حفیظ تائب
203	بہار چشت	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

204	خطہ پوٹھوار کے صوفیائے کرام	غنی سکندر شیخ
205	تذکرہ حضرت دیوان حضوری	خلیل احمد
206	انوار لطیف	سیّد آلِ احمد رضوی
207	عباد الرحمٰن	سید مغفور القادری
208	تذکرہ مشائخ قادریہ	محمد دین کلیم قادری
209	جلوہ عشق	قمر محمود عبداللہ
210	تذکرہ شاہ محمد آغا	مرزا نذیر احمد نیازی
211	تذکرہ اولیائے ملتان	امتیاز حسین شاہ
212	اسرار گوہر	علامہ شاہد جمیل چشتی
213	لاہور میں اسلام کے سفیر	ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی
214	یہ پراسرار بندے	ڈاکٹر ابواعجاز رستم
215	ریاض اولیاء	ریاض الرحمٰن ساغر
216	تذکرہ صوفیائے سندھ	محمد اعجاز الحق قدوسی
217	تذکرہ اولیائے سندھ	علامہ محمد اقبال نعیمی
218	تذکرہ مشاہیر سندھ	مولانا دین محمد رفائی
219	تذکرہ صوفیائے بلوچستان	ڈاکٹر انعام الحق کوثر
220	حیات قلندر	منیر احمد چشتی
221	قلندروں کا طریق	صدیق صابر ایاز
222	شہر خموشاں کے مکین	ایم آر شاہد
223	روح دارستہ	حنیف حنفی
224	عظمتوں کے پاسبان	علامہ عبدالحکیم شرف قادری
225	تذکرہ اولیاء جھنگ	بلال زبیری
226	تذکرہ اولیائے میانوالی	سید طارق مسعود کاظمی
227	تذکرہ اولیائے بھکر	مہر نور محمد تھند
228	تذکرہ اولیائے لیّہ	مہر نور محمد تھند
229	جواہر فریدی	مولانا محمد علی اصغر چشتی

230	چراغ چشت رار وشنائی	دیوان عظمت سید محمد چشتی
231	تاج الاولیاء	حضرت ذہین شاہ تاجی
232	ازکار تاج الاولیاء	فریدالدین شاہ کریم بابا
233	سیرت خواجہ معین الدین چشتی	وحید احمد مسعود
234	تذکار فیض الملت	قاری خان محمد خان قادری
235	مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	مولوی محمد حسین نقشبندی
236	مخزن کرم	چوہدری مقبول احمد مقبول
237	تنبیہ الغافلین	عبدالعزیز ہزاروی
238	مظاہر چوراہیہ	محمد یوسف بی اے
29	فیوضات الحسنیہ	صاحبزادہ احمد حسن
240	تذکرہ مولانا یعقوب	ڈاکٹر ساجد الرحمٰن
241	تذکرہ مشائخ نقشبندیہ	علامہ نور بخش توکلی
242	تذکرہ نقشبندیہ خیریہ	محمد صادق قصوری
243	گلستان حیات	صوفی طالب حسین
244	لمعات نور	حافظ سلطان محمود
245	تذکرہ قطب دوراں	ملک محمد اشرف
246	مکتوبات مرزا مظہر جانِ جاناں	خلیق انجم
247	ملفوظات سائیں عبدالرزاق	بابو محمد رفیق احمد
248	رزاقیہ گلدستہ ذکر سعید	راؤ جمشید علی
249	مقامات محمود	غلام مصطفیٰ رزاقی
250	سیرت رزاقیہ	حاجی بابو محمد رفیق احمد
251	سرمایہ سہاگن	خواجہ محمد عبدالخالق
252	لمعات قادریہ خالقیہ	ناطق کلانوری
253	سفر بنگال	غلام مصطفیٰ رزاقی
254	بزم اسلاف	قاری محمد عبیداللہ
255	تجلیات خواجگان چشت	صاحبزادہ مقصود احمد صابری

256	تذکرۃ العارفین	صاحبزادہ مقصود احمد صابری
257	تذکرہ اولیائے پوٹھوار (جلد اول)	صاحبزادہ مقصود احمد صابری
258	تذکرہ اولیائے پوٹھوار (جلد دوم)	صاحبزادہ مقصود احمد صابری
259	صحبت با اولیاء	مولوی تقی الدین ندوی دیوبندی
260	جمال الاولیاء	مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی
261	ارواح ثلاثہ	مولوی اشرف علی تھانوی
262	حضرت امیر خسرو کی شاعری	شاہد مختار
263	دیوان حضرت شاہ خاموش	محمود علی قطبی
264	فیضان صابر	محمد امیر صابری
265	چشت اہل بہشت	ڈاکٹر ظفر پاتو آنہ
266	تقویم	پروفیسر عبدالقدوس ہاشمی۔ مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی
267	ضیائے حرم (ضیاء الامت نمبر)	
268	سیارۂ ڈائجسٹ (اولیاء کرام نمبر) (جلد اول تا چہارم)	
269	علاج روح	سید میر زمان شاہ تاجی صابری
270	گلستان چشت	قاضی محمد صدیق عاصم سلطانی
271	علم شریعت وطریقت	خوشی محمد عاصی
272	سندھ کے صوفیائے نقشبند (اول۔دوم)	ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر
273	قرب الٰہی	محمد ارشاد آرائیں
274	حیات الامیر مع تذکرۃ الابرار	سید افضال حسین گیلانی
275	مجالس علماء	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
276	خیابان رضا	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
277	خوشبو آئے باتوں سے	محمد صلاح الدین سعیدی
278	گوجر خان روحانیت و تاریخ کے آئینے میں	حاجی ایم زمان کھوکھر
279	جنوبی پنجاب سندھ بلوچستان میں اولیائے کرام	حاجی ایم زمان کھوکھر
280	سیالکوٹ سے خیبر تک	حاجی ایم زمان کھوکھر
281	پشاور سے خیبر تک	حاجی ایم زمان کھوکھر

نمبر	کتاب	مصنف
282	دُرُّ المعارف	شاہ رؤف احمد رامپوری
283	اولیائے ہند اور عظمتوں کے نشان	حاجی ایم زمان کھوکھر
284	کراماتِ سخی سلطان عبدالحکیم	صاحبزادہ میاں عبدالخالق چشتی
285	تذکرہ سخی سیدن شاہ شیرازی	محمد کعب شریف
286	گلدستہ محمدی	سیّد لیاقت علی گیلانی
287	انوار شکوری	منیر اختر شکوری
288	انوارِ پیر بخش	پروفیسر صاحبزادہ سید محمد علیم الدین شاہ الازہری
289	خزینۂ حق	مفتی محمد ریاض الدین اعوان
290	ارشادات ابوالفیض	قاری غلام محمد خان چشتی قادری
291	گھنڈ نامہ	محمد آفتاب سہیل شاہ
292	جلوۂ یزداں	سیّد صابر حسین شاہ صابری
293	دیوان محمدی	خواجہ محمد یار فریدی
294	بیتابی	خواجہ غلام قطب الدین نظامی
295	ضیائے حرم	غزالیِ دوراں نمبر

حضرت منصور بن حلاج کے شعری کلام کی مستند ترین شرح

شرح دیوان منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ

المعروف

فیضان منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ

الفقیر القادری ابو احمد غلام حسن اویسی
مدرسہ فیض اویسیہ ۱۱/کے بی ڈاکخانہ کلیانہ
تحصیل و ضلع پاک پتن شریف

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

شرح

دیوانِ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و ترجمہ

پروفیسر میاں مقبول احمد

ایم اے (فارسی، اردو) بی ایڈ، ایل ایل بی

سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

شرح

کلامِ جامی رحمۃ اللہ علیہ

حیات اور شاعری

مع

اُردو ترجمہ وتوضیح منتخب غزلیات ومدحیہ ہمراہ باحواشی وتوضیحات وتعلیقات

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد

مُشتاق بُک کارنر
الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون

فیضانِ شرحِ اویس قرنی رضی اللہ عنہ

المعروف

ملفوظاتِ اویس قرنی رضی اللہ عنہ

تالیف

ابو احمد غلام حسن اویسی قادری

مدرسہ فیضِ اویسیہ 11۔ کے بی (پاک پتن شریف)

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور